درمان

کتاب چہرہ

گھر کے چاروں اطراف آگ کی بدترین لپٹیں اٹھ رہیں تھیں۔ شعلوں سے نکلتا دھواں قیامتِ صغریٰ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اسکی بہن دور کھڑی چیخ رہی تھی۔ اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ اس کی ماں ٹھنڈے فرش پر بغیر دوپٹے کے پڑی اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی جو چند روز میں ایک نیا مہمان لانے والی تھی۔ مگر ان کی خوشیوں کو گرہن لگ گیا تھا۔ انکا بسا بسایا گھر اجڑ گیا تھا۔ وہ موت کے سفر پر گامزن تھی اور گھر میں بند اسکا شوہر جل رہا تھا۔

"بابا۔۔۔!!بابا۔۔!" کھڑکی کی گرم تپتی ہوئی سلاخیں تھامی وہ ننھی سی دس سالہ بچی حلق پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ مگر اسکی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔اسکا باپ گھر کے اندر شعلوں میں گھرا تھا۔یہ سب اسکی وجہ سے ہوا تھا۔اگر اسکا باپ اسے اندر ڈھونڈنے نہ جاتا تو ابھی وہ ان کے ساتھ ہوتا۔۔اسکی آنکھوں کے سامنے اپنی زندگی کی بازی نہ ہار رہا ہوتا۔۔!گھر کے داخلی دروازے کا راستہ ختم ہو چکا تھا۔کیونکہ سیڑھیاں آگ کے سبب ٹوٹ کر گر چکیں تھیں۔گھر کے چاروں اطراف کھڑکیاں تھیں مگر سب پر سلاخیں لگیں تھیں جن سے اس وقت صرف دھواں اور آگ نکل رہی تھی۔

"میرا بچا۔۔۔تم۔۔تم اپنی۔۔۔اپنی مورے کے پاس جاؤ۔۔میرا بچا۔۔!" کرتا شلوار میں ملبوس بچاؤ کا راستہ ڈھونڈتا اسکا باپ چیخ رہا تھا۔اور سیڑھیوں کا ملبا ہٹانے کی کوششوں میں تھا۔اسکے چاروں طرف آگ تھی۔گھر کا فرنیچر کارپیٹ پردے ہر شے اس وقت آگ کی لپیٹ میں تھی۔باپ کی بے بسی پر تڑپتی دوڑتی ہوئی گھر کے دروازے کی سمت آئی تھی۔ مگر ملبا دروازے کی راہ میں حائل تھا۔جو دروازہ کھلنے نہیں دے رہا تھا۔وہ بھاگتی ہوئی دوبارہ گریل لگی کھڑکی کے

پاس آئی تھی۔ مگراب کی بار باپ کی چیخیں عرش کواور اس ننھی سی بچی کے دل کو دہلا دینے والی تھیں۔ سامنے کا منظراس ننھی بچی کے دل کو چیر گیا تھا۔ اسکا باپ سر سے پیر تک آگ کی زد میں تھا۔ اسکی چیخیں اس بچی کی چیخیں گھونٹ گئیں تھیں۔ اس نے یہ بھیانک چیخیں اس وقت تک سنیں تھیں جب تک وہ مکمل طور گئی پر بند نہ ہو گئیں۔ یہ شیطانی آگ اسکے باپ کو اسکے گھر کی خوشیوں کو کھا گئی تھی۔

****

یہ خیبر پختونخوا کے شہر ایبٹ آباد کے میڈیکل کالج کی لائبریری کا منظر تھا۔ پوری لائبریری میں سناٹا سا چھایا تھا۔ اکا دکا ہی اسٹوڈنٹس نظر آرہے تھے۔ کیونکہ تقریباً کلاسز ختم ہو چکیں تھیں۔ اور سب اب گھروں کا رخ کر رہے تھے۔ ایسے میں کھڑکی کے پاس ایک رو میں لگیں بینچز میں سے تیسری پر سادہ سے آسمانی رنگ کی کڑھائی والے لباس میں ملبوس سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھا وجود سر جھکائے بیٹھا کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ اسکا دایاں ہاتھ جو کہ کلائی تک آستین سے ڈھکا تھا۔ مگر پھر بھی بری طرح جھلسے ہوئے نشانات کہیں کہیں

سے دکھ رہے تھے۔ یہ نشانات دکھنے میں بہت پرانے لگتے تھے۔ مگر تھے بہت اذیت ناک۔۔! کہیں سے سفید کہیں سے لال۔۔! جو چربی اور گوشت کے جھلسنے کے داغ واضح کر رہے تھے۔

اسکے چہرے پر بلا کی سختی تھی۔ جو ہمہ وقت رہتی تھی۔ لکھتے لکھتے اسے نجانے کیا ہوا تھا۔ اس نے اپنی پوری محنت پر بری طرح بال پین رگڑ ڈالا تھا۔ یہ حرکت اتنی قوت سے کی گئی تھی کہ پیج تک پھٹ گیا تھا۔

اپنی توانائی سرف مت کرو مہزلہ یہ حویلی تمہیں بھی میری طرح توڑے گی۔۔۔ !!'

یہ صرف ایک جملہ نہیں تھا کوڑا تھا۔ جو اسکے دل پر نہیں اسکی ریاضتوں پر پڑا تھا۔ اور یہ کوڑا مارنے والی کوئی اور نہیں اسکی اپنی بہن تھی۔ جس نے کل رات اسکی ہر دلیل کو اس جملے کے بعد رد کر دیا تھا۔

اسکی آنکھوں کے گہرے نیلے کنچے اس وقت ضبط کے سبب سیاہ ہو رہے تھے۔ جبکہ رتجگے کے سبب سرخی دوڑ رہی تھی۔ اسکی آنکھیں کھڑکی سے باہر ٹک گئیں تھیں۔ دور دور تک سبزا زار تھا۔ دور سے نظر آتیں اونچی

پہاڑیاں۔۔کیسا روح پرور منظر تھا۔ مگر اسے اس میں کوئی دلچسپی محسوس نہ ہوئی تھی۔ جو شہر سیاہوں سے بھرا رہتا تھا۔لوگ یہاں قیام کے لیے آہیں بھرتے تھے۔ مہزلہ برلاس کا اسی شہر سے دم گھٹتا تھا۔اسے اس ہوا میں آکسیجن نہیں صرف خون اور بارود کی بو محسوس ہوتی تھی۔

مہزلہ۔۔۔!!!"کسی نے پیچھے سے آتے اسے جھنجھوڑا تھا۔وہ خیالوں میں اس" قدر گم تھی کہ قریب آتی اپنی کزن کو دیکھ ہی نہ سکی تھی۔اور اب چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟"

باہر بادام خان کب سے ہمارے انتظار میں کھڑا ہے۔۔ چلو"
جلدی۔۔!"درخنے کی ہانپتی آواز پر لب بھینچتی سامان سمیٹنے لگی۔

کاروان آج بھی نہیں آیا۔۔؟"اس نے سرسری لہجے میں پوچھا تھا۔"

پتہ نہیں ابا صاب نے پنڈی بھیجا ہوا ہے شاید۔۔!"وہ دونوں بڑی بڑی سیاہ اور" براؤن چادریں اوڑھیں خود کو اچھی طرح ڈھانپیں کالج کی راہداری سے گزر کر باہر آئیں تو دو ویگو کھڑیں ان کی منتظر تھیں۔اور ساتھ ہی سات سے آٹھ قمیض

شلوار اور سر پر مخصوص پٹھانی ہیٹ لگائے قبائلی شکلوں والے گارڈز بھی کھڑے تھے۔ان کے ہاتھوں میں کلاشنکوف موجود تھیں۔یہ تھی وہ خون کی بو۔۔!! وہ گھٹن جو کبھی مہزلہ برلاس کو سانس نہیں لینے دیتی تھی۔۔

بی بی اس طرف۔۔!" ادھیڑ عمر شخص جو کہ بادام خان اسکے دادا کا وفادار" تھا۔سر جھکائے کار کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔دونوں خاموشی سے آگے والی کار میں آبیٹھیں تھیں۔اور پھر اس عقوبت خانے کی طرف واپسی کا سفر شروع ہوچکا تھا۔

****

شام کے چار بج رہے تھے۔لاؤنج سے خواتین کے قہقہوں اور باتوں کی آوازیں حویلی کے کچن تک آرہیں تھیں۔اور یہ تب ہی ممکن تھا جب گھر میں ابا صاحب اور باقی مرد حضرات موجود نہ ہوں۔اور ان کی غیر موجودگی میں گھر کی مخصوص خواتین کا راج ہوتا تھا۔

کچن میں چیئر پر بیٹھی مسلسل ایک پاؤں ہلاتی مہزلہ جو ملازماؤں کو پھرتی سے لاؤنج اور کچن کے درمیان چکر لگاتا دیکھ رہی تھی۔اس کا خون ان خواتین کے آزادی

سے قہقہے لگانے پر نہیں بلکہ ان کے جمع ہونے کی 'وجہ' پر کھول رہا تھا۔اسکی تمام کوششیں رائیگاں گئیں تھیں۔اسکی ماں نے اپنی طرح اپنی بیٹی کی آواز بھی گھونٹ دی تھی۔آج سے اسکی بڑی بہن زرتشہ کی بڑی پھپھی کے بیٹے بریال سے شادی کی تیاریاں شروع ہوچکیں تھیں۔اور دراصل یہ قہقہے شادی کی خوشی میں نہیں بلکہ اسکی ماں کو یہ ثابت کرنے کے لیے لگائے جارہے تھے کہ وہ آج بھی بے بس تھی۔آنکھوں میں سرخی لیے یکدم جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اسکے قدم کچن کے خارجی دروازے کو پار کرتے مختصر سے کاریڈور میں آگے بڑھ رہے تھے۔جس کے اختتام پر ایک بہت وسیع حال نما لاؤنج تھا۔جہاں اسکی پھپھیاں تائی ان کی بہو اور شاید کسی کونے میں اسکی ماں بھی بیٹھی تھی۔دور سے ہی ان گوری چمڑیوں کو زہر خند نگاہوں سے دیکھا تھا۔سب ہی امارت اور اپنے اپنے تخت پر راج کی چمک لیے بیٹھیں تھیں۔آخر میں نگاہ سپاٹ تاثرات لیے بیٹھی اپنی ماں پر جا ٹھہری تھی۔جو سامنے بکھرے ملبوسات میں سے ایک دوپٹہ اٹھا کر طے کر رہی تھی۔جیسے خود کو اس خوشگوار ماحول سے کاٹنا چاہتی تھی۔اس نے لبوں پر تلخ مسکراہٹ لیے سر جھٹکا تھا۔وہ جتنا سمجھا سکتی تھی سمجھایا

تھا۔اب تو بس اسے انکی بے بسی کا تماشہ دیکھنا تھا۔ مگر اپنی بہن کو اس بھیڑوں کے چھتے سے غائب دیکھ اسکے قدم خود بخود سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئے۔

زلہ۔۔اری او زلہ۔۔!!"اپنی پھپھی کی آواز پر اسکی قدم تھمے تھے۔۔"یہاں آ" میری لور۔۔!"اس چاشنی میں جو تمسخر شامل تھا اس سے بخوبی واقف تھی وہ۔۔سب ہی خواتین اس شادی کے لیے اسکی مخالفت سے آگاہ تھیں۔خود کو کمپوز کرتی پلٹی تھی اور قدم ان کی سمت بڑھا گئی۔اسکی ماں نے پہلے ہی اسے تنبیہی نگاہوں سے دیکھتے اسکی بے لگام ہوتی زبان پر لگام ڈالنے کی کوشش کی تھی۔

زرتشہ کی تو شادی ہے اسکا شرمانا بنتا ہے۔۔تو کیوں چھپی بیٹھی تھی۔۔۔تیری" تھوڑی کر رہے ابھی بات۔۔"گل بینا جو کہ اسکی بڑی پھوپھی اور زرتشہ کی ہونے والی ساس تھی۔اسے چھیڑتے ہوئے بولیں۔

میں دروازے پر تھی۔۔اس انتظار میں کہ کب ابا صاحب آئیں اور کب میں" آپ لوگوں کے قہقہوں کے گلے گھنٹواؤں۔۔!!"اس نے بغیر کسی لگی لپٹی کے سپاٹ لہجے میں کہا تو لاؤنج میں ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی۔لیکن اسکی ماں

کی نگاہیں ایسی تھیں کہ اسے ضبط کرنا پڑا۔ "میرا مطلب ہے آکر آپ لوگوں کو پہلے ہی باخبر کردوں۔۔!"

"اب ایسی بھی بات نہیں۔۔ ابا صاحب سخت مزاج ضرور ہیں۔۔ لیکن کبھی خواتین پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی۔۔" اب یہ اور بات تھی کہ کسی نے کبھی آواز اٹھانے کی کوشش ہی نہ کی تھی کہ پابندی کا سوال پیدا ہوتا۔ یہاں تو بہرام خان کا لرزا ہی ایسا طاری تھا کہ ہر عمر کے شخص کو پیلا کر دیتا تھا۔ مگر چھوٹی بیٹی گل مکئی نے حمایت لینی ضروری سمجھی تھی۔

"اور تم ہماری خیر خواہ کب سے بن گئیں۔۔؟" یہ بڑی پھپھی تھی۔ جس نے کینہ روز نظروں سے اسے گھورا تھا۔ اور قیمتی کپڑوں کے ڈھیر کی سمت متوجہ ہو گئی۔ "مجھے ذرا یہ سنہری دوپٹہ اٹھا کر دو۔۔" اس نے خاموشی سے عمل کرتے دوپٹہ ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"یہ چائے کے کپ اٹھا لو زلہ۔۔" ماں نے اسے منظر سے ہٹانے کے لیے فوراً حکم جاری کیا تھا۔

"ارے رکو روشینا۔۔کیوں بھگانے میں لگی ہوا سے۔۔اتنے حسین ایک سے ایک کپڑے ہیں۔۔میں سوچ رہی تھی ایک تو اسکا بھی بناؤں۔۔"گل بینا نے ہاتھ میں موجود سنہری دوپٹہ ایک طرف رکھتے ڈھیر میں ہاتھ مارا تھا۔چھوٹی گل مکئی جوان سب میں کم چالاک تھی۔اور تھوڑی نرم دل بھی تھی اس نے ایک مہرون رنگ کا قیمتی کام سے سجا انچل نکالا تھا۔

"یہ اچھا رہے گا۔۔"

ارے یہ تو میرے اسفند کا پسندیدہ رنگ ہے۔۔یہ تو زمدہ کو دو۔۔"تبانا تائی" نے ہاتھ بڑھاتے نند سے دوپٹہ جھپٹا تھا اور اپنی بہو زمدہ کو اوڑھا دیا۔"نظر نہ ماشے۔۔!ذرا دیکھو کتنا جچ رہا ہے۔۔"مہزلہ نے ایک کوفت بھری نگاہ ان سب پر ڈالی تھی اور کپوں کی ٹرے اٹھا کر پاس آتی ملازما کو تھما دی۔اب عورتیں تائی کے بیٹے اور بہو کے قصے لے کر بیٹھ گئیں تھیں۔اور زمدہ انہیں اپنے شوہر کے آج رات کو واپس آنے کی خبر سنا رہی تھی۔اسکے سیڑھیاں عبور کرنے پر آوازیں دور کہیں پیچھے ہی رہ گئیں تھیں۔

****

بہراور خان کی چار اولادیں تھیں۔

آوالمیر، گل بینا، برلاس اور گل مکئی۔۔

آوالمیر نے بہراور خان کی پسند سے تبانا سے شادی کی تھی۔ جس سے ان کی تین اولادیں تھیں۔

سب سے بڑا تیس سالہ اسفندیار جس نے تمام کاروبار سنبھالا ہوا تھا۔ پھر پچیس سالہ دریاب جو پڑھائی مکمل کرنے ابروڈ گیا ہوا تھا۔اور سب سے چھوٹی بیس سالہ درخنے جو کہ مہزلہ کی ہم عمر تھی اور اس وقت میڈیکل کے دوسرے سال میں تھی۔

گل بینا کی دو اولادیں تھیں۔اٹھائیس سالہ بریال اور پھر پچیس سالہ زمدہ۔

برلاس خان کی تین اولادیں تھیں۔چوبیس سالہ زرتشہ، پھر اس سے چار سال چھوٹی مہزلہ اور پھر سب سے چھوٹا مرحوم برلاس خان کا وارث زرغان۔۔! جو کہ دس سال کا تھا۔

گل مکئی کا ایک ہی بیٹا تھا سیال۔

بہراور خان کا تعلق پشتو قبائل سے تھا جو آج بھی اپنے علاقے اور دشمنوں پر ہیبت طاری کر کے رکھتے تھے۔ چھیتر سال کی عمر میں ایک بار پھر اپنے علاقے سے ایم پی اے کی سیٹ جیت کر پورے شہر کو اپنی جاگیر بنالیا تھا۔ دولت اور بندوق کی طاقت کے نشے نے اس خاندان کے مردوں کی عقل خبط کر دی تھی۔ ہر شخص غرور کا جام پیا ہوا تھا۔ سوائے برلاس خان کے یہی وجہ تھی کہ وہ چھ فٹ زمین کے اندر تھے آج۔ اپنی بیوی اور تین اولادوں کو یتیم کر کے وہ آج سے دس سال پہلے دنیا فانی سے کوچ کر گئے تھے۔

****

کیا ہوا ایسے تمہاری بری کے کپڑے پسند کیے جا رہے ہیں دیکھو گی نہیں۔۔؟" وہ اسکے کمرے میں داخل ہوئی تو زرتشہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔اور فوراً اپنی سرخ ہوتی آنکھیں رگڑ ڈالیں تھیں۔ مہزلہ نے ملامتی نگاہ اس پر ڈالی۔

ارے واہ۔۔! تم نے تو رخصتی کی پریکٹس بھی شروع کر دی آپا۔۔" اسکے" بے رحم انداز پر زرتشہ کی گہری براؤن آنکھیں ایک بار پھر جھلمل کرنے لگیں۔

نہ کرو مجھے تنگ زلہ۔۔ بہت بے رحم ہو تم۔۔!" گلوگیر لہجے میں کہتی رخ موڑ گئی۔ مگر مہزلہ اسکے سامنے آگئی تھی۔

"میں بے رحم لگ رہی ہوں۔۔! اور جو تم اپنے ساتھ کر رہی ہو وہ کیا ہے آپا۔۔؟ کیوں نہیں سمجھ رہیں۔۔ یہ۔۔ یہ لوگ گدھ ہیں۔۔ یہ ہمارے مرنے کا انتظار بھی نہیں کریں گے اور نوچ کھائیں گے۔۔۔!!" اسکے سامنے فرش پر بیٹھتی دونوں ہاتھ تھام گئی۔

"آپا ابھی وقت۔۔" زرتشہ اسکے ہاتھوں سے ہاتھ نکال گئی۔

"نہیں۔۔ نہیں ہے وقت۔۔!! اور مجھے بتاؤ بریال خان سے شادی نہیں کروں گی تو سب تباہ ہو جائے گا۔۔ یہ لوگ ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔۔ ابا صاحب نہیں چھوڑیں گے۔۔ کب تک اپنے اصل سے بھاگو گی۔۔؟ اور تم تم سوچ بھی کیسے سکتی کو کہ میں ابا صاحب کا فیصلہ چیلنج کروں۔۔ تم چاہتی ہو میری مورے (ماں) مزید غموں میں ڈوب جائے۔۔ مجھے بتاؤ زرغان کو آخری بار تم نے کب دیکھا تھا۔۔؟" چھوٹے بھائی کے ذکر پر مہزلہ نے لب بھینچے تھے مگر اگلے ہی پل پھر سرکشی عود آئی۔

وہ بہر اور خان کا وارث ہے جس طرح تایا صاحب کی اولادوں کو اپنے پروں" میں رکھتے ہیں زرغان کو بھی رکھیں گے۔۔ بلکہ اسی کی وجہ سے آج اب تک ہم اس گھر میں ہیں ورنہ ابا صاحب ہمیں بابا کی موت کے اگلے دن ہی____ "زرتشہ نے جلدی سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا تھا اور آنکھوں میں خوف لیے دروازے کی جانب دیکھا۔ جو ادھ کھلا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے دروازہ پورا بند کیا تھا۔

یا میرے اللہ۔۔ زلہ پاگل ہو گئیں۔۔؟ کیوں نہیں سمجھ رہیں۔۔ کیوں حالات" کو قبول نہیں کر لیتیں۔۔ اس طرح ہاتھ پاؤں چلانے سے تم سطح پر نہیں آرہیں "! بلکہ پانی کی تہہ میں جا رہی ہو۔۔

اچھا اور تم۔۔؟ تم بریال خان جیسے اوباش سے شادی کر کے کونسی ندی پار" کر رہی ہو۔۔؟" زرتشہ نے آنکھوں میں سرخی لیے اسے دیکھا تھا۔ وہ اپنی بہن کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی۔ کیونکہ اسکے بس میں کچھ تھا ہی نہیں۔۔

ابا صاحب کا فیصلہ ہے۔۔ یہ کافی ہے میرے لیے۔۔ میرے نصیب میں یہی" ہے۔۔" مہزلہ کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری تھی۔

اباصاحب کا فیصلہ ۔۔! بلکل مورے جیسی باتیں کرنے لگی ہو جس طرح وہ "
زرغان کو صرف تقریبات پر مل کر کہتی ہیں اباصاحب اسے کونوینٹ میں پڑھا
رہے ۔۔ اسکا یہاں رہنا بہتر نہیں ۔۔ اسی طرح تم بھی کسی بھیڑ بکری کی طرح
ایک ایسے شخص کی زندگی میں جارہی ہو جس نے نجانے کتنی راتیں رنگین کر لی
ہیں ۔۔ مگر میں ۔۔۔!! "اسکے حلق میں ایک گولہ سا پھنسا تھا۔ "میں تم دونوں
جیسی نہیں بنوں گی ۔۔ میں اباصاحب کو خود سے جیتنے نہیں دوں
گی ۔۔! " آنکھوں میں آنسو اور جنون لیے وہ اسکے کمرے سے نکل گئی تھی۔ جبکہ
زرتشہ لب کاٹتی اپنے آنسو روکنے کی تگ ودو میں تھی۔

****

سیاہ پتھروں سے بنی حویلی کی صبح کا آغاز فجر سے ہو جاتا تھا۔ رات بھر ڈیوٹی دینے
والے مسلح گارڈز کی شفٹ بدلتی تھی۔ ملازمین جی جان سے ڈرائیو وے پر کھڑی
گاڑیاں چمکانے کھڑے ہو جاتے تھے۔ تقریباً آٹھ سے نو گاڑیاں ہمہ وقت طویل
ڈرائیو وے پر کھڑی رہتی تھیں۔ اور سب ہی چمچماتی نظر آتی تھیں۔ کیونکہ گھر کا
کوئی بھی مرد کبھی بھی کسی بھی گاڑی کا انتخاب کر سکتا تھا۔ رات ہونے والی بارش

کے سبب یکدم ہی ٹھنڈ بڑھ گئی تھی۔ سب ہی ملازمین شالیں اوڑھے نظر آرہے تھے۔

حویلی کے اندر کا منظر دیکھا جاتا تو ابھی صرف مہزلہ اور اسکی ماں کی صبح کا آغاز ہوا تھا۔ روشینا چونکہ کچن سنبھالتی تھیں۔ اس لیے ملازماؤں کو سب کے ناشتوں کے کام پر لگا دیتی تھیں۔ یا زرتشہ ان کی مدد کرتی تھی۔ اس نے ماں اور زرتشہ کے علاوہ بہت کم ہی تبانا تائی یا زمدہ کو باورچی خانے کا رخ کرتے دیکھا تھا۔ چلو زمدہ تو پھر بھی رات کے کسی نا کسی پہر چائے یا قہوے بنانے کے لیے کچن کا رخ کر لیتی تھی۔ کیونکہ اس کا دم بھی باقی عورتوں کی طرح اپنے شوہر سے سوکھتا تھا۔ یا یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ اگر ابا صاحب کے بعد کوئی بے حس اور ظالم تھا تو وہ زمدہ کا شوہر اسفندیار ہی تھا۔ جو اپنی ایک سال پرانی بیوی کے ساتھ مشکل ہی سے کہیں آتا جاتا نظر آتا تھا۔ مگر وہ کسی کنیز کی طرح اسکی خدمتوں اور حکم کی بجاآوری میں لگی رہتی تھی۔ یہی حال کچھ تبانا تائی کا بھی تھا کہنے کو تو حویلی پر راج چلتا تھا انکا۔ مگر صرف شوہر، بیٹے اور سسر کی غیر موجودگی میں۔ کیونکہ ان کے سامنے تبانا تائی کی بھی زمدہ جیسی ہی حیثیت تھی۔ مگر آوالمیر گھر کے مردوں میں پھر بھی نرم

دل اور مشفیق تھے۔ جبکہ رہے دریاب اور زرغان تو ایک تو تھا ہی پچھلے کئی سال سے ملک سے باہر اور دوسرا صرف ابھی دس سال کا تھا مگر پچھلے دو سال سے گھر سے دور تھا۔ صرف اسے تقریبات پر گھر آنے کی اجازت تھی۔ یا پھر چھٹیوں میں کچھ دن رکنے آجاتا تھا۔ اور حال ہی میں کہیں سے اڑتی خبر آئی تھی کہ زرغان خان کو بندوق پر مہارت دلائی جا رہی تھی۔

بالوں کو اچھی طرح دوپٹے میں چھپا کر وہ بیڈ پر پڑی چادر لینے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ وا کرتی اسکی ماں اندر داخل ہوئی تھی۔ ہاتھ میں ناشتے کی ٹرے تھے۔

"مجھے بھوک نہیں کیوں لائی ہیں۔۔؟"

فضول باتیں نہ کرو۔۔رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تم نے۔۔" اپنے مخصوص" پٹھانی لہجے میں ڈپٹ کر بولیں تھیں۔ "شکر کرو۔۔جو ابا صاب کا دھیان نہیں گیا اپنا بیٹیوں کی وجہ سے۔۔ورنہ یہ حرکتیں انہیں بلکل پسند نہیں۔۔" مہزلہ کی آنکھوں میں ناگواری ابھری تھی۔

مجھے بھوک نہیں تھی اب کیا حاضری لگانے کے لیے میں زبردستی" آتی۔۔"روشینا نے متاسف نگاہوں سے اسکے تیور دیکھے تھے۔اسکے اندر شروع سے ہی یہ بغاوت تھی مگر باپ کے مرنے کے بعد ان میں نفرت بھی شامل ہو جائے گی انہیں معلوم نہ تھا۔ورنہ زرتشہ بھی تو تھی۔۔!

"تمہارا حرکتیں سب کو معلوم ہے۔۔جس طرح تم زرتشہ کو بھڑکا رہی ہو۔۔" مگر فائدہ۔۔؟وہ بھی آپ کی طرح خود کو ٹھنڈا کوئلہ کر چکی۔۔نہیں ہو رہا اسے" اثر۔۔!مبارک ہو آپکو مورے۔۔!!"اسکے زہر خند انداز پر روشینا بے اختیار اپنے لب بھینچ گئیں۔وہ اسے کیا بتاتیں ان کے دل پر کیا بیت رہی تھی۔

ناشتہ کرو۔۔!" نظریں چراتیں اسکے ناشتے کی ٹرے کھسکا گئیں۔جس میں" ایک قلچہ اور ترکاری کے ساتھ چائے کا کپ رکھا تھا۔مہزلہ نے متاسف نظروں سے ماں کو دیکھا تھا اور بیگ کی سمت بڑھنے لگی۔مگر اس بار وہ سخت لہجے میں بولیں تھیں۔

اس طرح بھوک ہڑتال سے کچھ نہیں ہو گا۔۔جو مقدر میں ہونا لکھا ہوتا ہے" وہی ہوتا ہے۔۔"اور قریب آکر اسے زبردستی ناشتے کے پاس لے آئیں۔۔

شاباش۔۔ضد نہیں کرتے۔۔"نوالہ بنا کر اسکی سمت بڑھایا تھا۔مہزلہ کچھ دیر" انہیں یونہی دیکھتی رہی۔انہیں لگ رہا تھا اس طرح پچکار کر وہ اسکے اندر اٹھتے طوفان کو دبا سکتی تھیں۔۔؟مگر وہ اس عورت سے کیا لڑتی جس نے اپنے حق کے لیے کبھی منہ نہیں کھولا تھا۔ناشتے کے بعد وہ باہر پورچ کی جانب قدم بڑھا گئی تھی۔درخنے آج فلو کا بہانہ بنا کر نہیں جا رہی تھی۔اس لیے اسے اکیلے ہی جانا تھا۔

بی بی جی اس طرف۔۔!"کاروان خان جو کہ بادام خان کی طرح ہی حویلی کا" وفادار ملازم تھا۔اور بادام خان کے انڈر ہی کام کرتا تھا۔اسکی آواز پر وہ بے اختیار پلٹی تھی۔سیاہ ویگو کے پاس براؤن کرتا شلوار پر سیاہ لیدر جیکٹ پہنا تھا۔گندمی رنگت۔۔کھڑے نقوش اور اونچا قد۔۔!

اسے دیکھتے ہی مہزلہ برلاس کے اندر ایک خوشگوار سی لہر دوڑ گئی تھی۔پوری حویلی میں ایک یہی مرد تو تھا جسے دیکھ کر اسے وحشت محسوس نہیں ہوتی تھی۔کاروان نے جھکی نظروں سے اسکے لیے ویگو کا عقبی دروازہ کھولا تو وہ نظریں پھیرتی خاموشی سے اپنی نشست پر جا بیٹھی تھی۔

"کچھ زیادہ ہی دل نہیں لگ گیا تھا تمہارا پنڈی میں۔۔؟"گاڑی حویلی کے گیٹ سے باہر نکالتے کاروان نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"سچ بتاؤں۔۔؟"بیک ویو مرر میں خود کو گھورتیں نیلی آنکھوں کو دیکھا۔جہاں اب تیوری پر بل بھی پڑنے لگے تھے۔"قسم سے واپس آنے کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔"اسکے دل جلاتے انداز پر وہ سلگ گئی تھی۔"انا اماں سب ہی کہہ رہے تھے کہ اور رک جاؤں۔۔"

"تو نہ آتے واپس تمہارے پاس تو اس عقوبت خانے سے بھاگنے کا موقعہ ہے۔۔"کاروان نے ایک نظر سائیڈ ویو مرر میں پیچھے چلتی گارڈز کی گاڑی کو اور پھر اسے دیکھا۔

"ایسے نہیں کہتے زلہ۔۔یہ سب آپکے ___ اب لیکچر مت شروع کرو۔۔"اس نے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔اسکے انداز پر کاروان نے سر نفی میں ہلایا تھا۔"کیسے ہیں وہاں سب۔۔؟"

بہت اچھے۔۔ یاد کرتے ہیں۔۔اس بار گیا بھی تو پورے تین ماہ بعد"
تھا۔۔"کاروان بچپن سے ہی ابا صاحب کے گھر پلا تھا۔اسکے والد صاحب بہر اور
خان کے پاس ہی ملازمت کرتے تھے۔ مگر ایک دن حادثے میں ان کی ایک
ٹانگ ضائع ہو گئی تھی۔ جس کے سبب وہ فیملی کے ہمراہ علاج کے لیے پنڈی چلے
گئے تھے۔ مگر برلاس خان نے کاروان کو اپنے پاس ہی روک لیا تھا۔اسکی یہیں
پرورش ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ مہزلہ خود سے پانچ سال بڑے ہونے کے
باوجود کاروان کو اپنا سب سے قریبی سمجھتی تھی کیونکہ وہ اسکے باپ کی وجہ سے
یہاں تھا۔پھر وقت گزرنے کے ساتھ وہ حویلی کی ذمہ داریاں سنبھالنے لگا
تھا۔ابا صاحب کام کے سلسلے میں اسے شہر سے باہر بھی بھیجتے تھے۔کاروان ان کا
قابل بھروسہ فرد تھا۔

ہمم۔۔ تمہیں پتہ چلا کیا نیا ڈرامہ ہو رہا ہے حویلی میں۔۔؟"مہزلہ کے کٹیلی"
لہجے پر اس نے ناسمجھی سے دیکھا۔

آپا اور بریال خان کی شادی۔۔!!"اور کاروان گہری سانس بھر گیا۔وہ حیران"
!بھی تھا۔اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی کیوں نہیں بتائی تھی یہ بات۔۔

"یہ تو طے تھا زلہ۔۔! زرتشہ کی شادی بریال خان سے ہی ہونی تھی۔۔ بچپن کی منگ ہیں وہ اسکی۔۔" اسکے مصلحت آمیز انداز پر اسکا دل جلنے لگا۔

"کیسی منگ۔۔؟ وہ عیاش آوارہ نجانے کیا کیا کرتا پھرتا ہے۔۔ میری بہن پاگل بکری ہے کیا کوئی جو ہر صورت اسی کے کھونٹے سے بندھے گی۔۔ بھاڑ میں گئی ایسی رسم۔۔" اسکا لہجہ اور آنکھیں دونوں شعلے اگل رہیں تھیں۔

"آپ کو بیس سال ہو گئے اس حویلی میں اب تک نہیں سمجھیں۔۔ یہاں رسمیں قانون اور غیرت کی اہمیت رکھتی ہیں زلہ۔۔!" گاڑی کالج گیٹ کے باہر رک گئی تھی۔ "یہاں لڑکی یا گھر والے اپنی منگ سے انکار کر دیں تو بات قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے۔۔" اس بار کاروان نے سخت بات کہتے پلٹ کر نرم نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ اور مہزلہ کتنی دیر تک زخم خوردہ نظروں سے دیکھتی رہی۔ جیسے سامنے بیٹھے شخص سے اسے اس بات کی توقع نہ ہو۔ حالانکہ وہ کئی بار سمجھا چکا تھا اسے۔ بغیر کوئی جواب دیے وہ کار سے اتر گئی تھی۔ کاروان بھی تیزی سے اسکے ساتھ اترا تھا۔

کتابیں لے آیا ہوں آپکی۔۔!" مگر وہ بغیر پلٹے تیزی سے کالج کا دروازہ پار کر گئی" تھی۔

****

مسلم آباد والے خطے کی بات بنی۔۔؟" رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ سب ہی" رات کے کھانے پر موجود تھے۔ ٹیبل انواع واقسام کے کھانوں سے سجی تھی۔ گھر کے مردوں کو زیادہ تر بھنا گوشت کھانے کی عادت تھے۔ اسلیے بھنے گوشت کے ساتھ چاول یا دیسی گھی لگے نان ضرور ہوتے تھے۔ ابا صاحب کی بھنی ہوئی بکرے کی یخنی بنتی تھی۔ ساتھ ہی سب کے آگے قہوے بھی رکھے تھے۔ کھانے کے دوران انہوں نے اپنے بیٹے آوالمیر سے استفسار کیا تھا۔ اتنے نفوس کی موجودگی کے باوجود ٹیبل پر سوائے چمچوں اور پلیٹوں کے علاوہ اور کوئی تیسری آواز نہیں تھی۔

نہیں۔۔!" باپ کے سوال پر یک لفظی جواب دیتے چاولوں سے بھرا چمچہ منہ " میں رکھا تھا۔ بہرام خان نے بیٹے پر ایک ناگوار نگاہ ڈالی تھی۔

تو آخر قیامت کی سات تاریخ کو حل کرے گا تم یہ مسئلہ۔۔؟" ان کے یکدم "بھڑکنے پر سبھی خواتین نے چونک کر انکی جانب دیکھا تھا۔ مگر مہزلہ نے محسوس کیا تھا۔ اسکے باپ کی جگہ بیٹھے اسفندیار نے دادا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا تھا۔

میں دیکھ لوں گا۔۔" اس نے ایک ہی جملے میں دادا کو رام کر دیا تھا۔ جس پر "اسفند کے برابر میں بیٹھی زمدہ آنکھوں میں تفاخر لیے مسکراتی شوہر کی پلیٹ میں سلاد ڈالنے لگی تھی۔

معاملہ تمہارے حوالے کرنا ہمارا غلطی تھی۔۔ یہ جو تمہارا نرم مزاجی ہے نا "آوالمیرا۔۔!! یہ تمہیں مروادے گا کسی دن۔۔" اور یہ کہتے انہوں نے اپنی چھوٹی بہو روشینا کو کاٹ دار نگاہوں سے دیکھا تھا۔

ابا صاحب۔۔یخنی اور دوں۔۔؟" یہ تائی تبانا تھیں۔ جنہوں نے شوہر کو "پروٹیکٹ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ مگر وہ ہاتھ کے اشارے سے انکار کر گئے تھے۔

بیاہ کی تیاریاں شروع کیں تم لوگوں نے یا نہیں۔۔؟"اس بار وہ کڑک لہجے میں خواتین سے مخاطب تھے۔

جی ابا صاحب چل رہی ہیں۔۔انشاءاللہ ہو جائے گا سب وقت پر۔۔"زرتشہ کا سر مزید پلیٹ میں جھک گیا تھا۔جبکہ روشینا نے پہلو بدلہ تھا۔

روشینے تم اور تبانا بادام خان کے ساتھ شہر جاؤ اور زیور اور باقی سارا سامان خرید لاؤ۔۔بار بار کوئی نہیں لے کر جائے گا۔۔"قطعیت بھرے انداز میں حکم دیتے قہوہ نوش کرنے لگے۔"دریاب کی کوئی خیر خبر دے گا۔۔یا میں اسے پرایا ہی سمجھ لوں۔۔؟"تائی تبانا کے ہاتھ پاؤں پھولے تھے اور فوراً بول اٹھیں۔

"آرہا ہے شادی پر ابا صاحب۔۔"

تم نے تو عید پر بھی یہی کہا تھا ہم سے۔۔وہ خبیث کا بچا بلکل انگریز بن جائے گا" اگر کچھ دن اور اس علاقے سے دور رہا۔۔خاناں میری اس سے بات کرانا۔۔"اسفندیار کو دیکھتے بڑبڑاتے ہوئے اٹھے تھے۔اور حاکمانہ چال چلتے ملازم کے ساتھ کمرے کی سمت بڑھ گئے۔ان کے اٹھتے ہی آدھی سے زیادہ ٹیبل خالی ہو گئی تھی۔آوالمیر صاحب بھی بیوی کے ساتھ کمرے کی سمت بڑھ گئے

تھے۔وہ سوچوں میں گم اپنی پلیٹ میں موجود چاول ادھر سے ادھر کر رہی تھی۔زرغان پچھلے کتنے مہینے سے گھر نہیں آیا تھا۔اس بات کی فکر تو کبھی نہیں ہوئی تھی اسکے دادا کو۔۔!کیا وہ معصوم بچہ گھر آنے کے لیے نہیں تڑپتا ہو گا۔۔؟

"خان آپ کل شہر جائیں گے میں بھی چلوں آپ کے ساتھ۔۔؟"زمدہ کی شیرینی بھری آواز پر اس نے بے ساختہ نگاہ اٹھائی تھی۔جو اپنے ہی شوہر کو کسی کنیز کی طرح دیکھ رہی تھی۔اور اسکا شوہر کسی شہنشاہ کی طرح شانِ بے نیازی کے ساتھ بیٹھا موبائل کی سمت متوجہ تھا۔

"کس لیے۔۔؟"اسفندیار نے موبائل سے نگاہ اٹھاتے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"مجھے۔۔شاپنگ کرنی ہے نا شادی کی۔۔"اسکی بھیگی بلی بنی آواز پر اسے غصہ تو بہت آیا مگر تسکین بھی بڑی ملی۔زمدہ تبا ناتائی اور بڑی پھپھی اسے شدید بری لگتی تھیں۔

"تو چلی جاؤ مورے اور چچی کے ساتھ۔۔میں کام کے لیے شہر جا رہا ہوں۔۔اس زنانہ شاپنگ سے میرا کیا لینا دینا۔۔"سرسری لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔"اور مردان خانے میں قہوہ بھیجو کچھ ملنے والے آرہے ہیں۔۔"حکم دیتا وہ بھی نکل گیا

تھا۔ زمدہ نے فرمانبرداری سے جی خان کہتے گھر کے مرد کے انا کے درخت کو مزید تقویت پہنچائی تھی۔ وہ چلا گیا تھا۔ مگر اب زمدہ کو اپنی کھولن نکالنی تھی۔ "چچی قہوہ بنوا کر بجھواؤ ساتھ میں میوے بھی بجھوانا۔" اسکی ماں جیسے گھر کی ماسی تھی۔ اسے حکم دے کر وہ نکل گئی تھی۔

****

کل گھر میں زرتشہ کی مایوں تھی۔ اسفندیار کے بعد گھر میں دوسری شادی تھی۔ حویلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ آج سے ٹھیک ایک ہفتے پہلے اسکی ماں زمدہ اور تائی کے ساتھ زیور اور اسکی اور زرتشہ کی شاپنگ کر لائیں تھیں۔ درخنے بھی ان لوگوں کے ساتھ لٹک کر چلی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اسکی اور زرتشہ کی شاپنگ بہتر ہو گئی تھی۔ حالانکہ اس نے کبڈ میں رکھا اپنا ایک لباس بھی کھول کر نہیں دیکھا تھا۔ اور وہ ایسے ہی پیک درزن کے پاس چلا گیا تھا۔ مگر کپڑے درخنے نے لیے تھے جو اسکی بہت اچھی دوست تھی۔ ورنہ اگر صرف زمدہ اور تائی کے ساتھ جاتی اسکی ماں تو یقیناً سب سے بدتر چیز ان کے حصے میں آتی۔ نجانے کیا بات تھی شروع سے ہی ان لوگوں نے اسکی ماں اور ان بہنوں کو ہمیشہ سائیڈ میں

کرنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ اسکی ماں تو بڑی نرم مزاج تھی یہی عادت زرتشہ میں بھی آئی تھی اگر وہ لوگ اسکے لہجے کی کڑواہٹ کا بدلہ ان لوگوں سے نکالتی تھیں تو ان سے زیادہ کم ظرف کوئی نہ تھا۔

تمہیں پتہ ہے کل دریاب لالا آرہے ہیں۔۔"اس وقت وہ دونوں زرتشہ کے " کمرے میں موجود اسکے کپڑے طے کروا رہیں تھیں۔ جب درخنے نے اسے بتایا۔ جس کے جواب میں وہ محض سر ہلا گئی۔ زرتشہ صبح سے ماں کے کمرے میں تھی۔ کیونکہ صبح سے اسے بخار چڑھا تھا۔ اس لیے روشینا نے اُسے اپنے کمرے میں ہی سلا لیا تھا۔

شام کو ہمارے کپڑے لا رہی ہے درزن۔۔ آئی ایم سو ایکسائیٹڈ۔۔!"اسکے " ایک بار پھر پرجوش ہونے پر اسکے سپاٹ چہرے پر کوئی کلی نہ کھلی تو درخنے نے زور سے اسکے کندھے پر ہاتھ مارا۔ مہزلہ نے تڑپ کر کندھا سہلایا۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔؟"

یہ۔۔یہ تمہارا تھوبڑا جو بہن کی شادی پر بھی سوگ جیسا ہو رہا ہے۔۔لگ رہا ہے"
کوئی مر گیا ہے۔۔یہ سب کیا ہے زلہ۔۔؟"وہ بلآخر چیخ اٹھی تھی۔مہزلہ نے
ایک پل کے لیے اسے دیکھا تھا۔اور پھر سر جھٹک گئی۔

کس بات کی خوشی مناؤں۔۔تم جانتی ہو کل ساری رات روئی ہے آپا۔۔یہ"
کیسی شادی ہے درخنے جس میں دلہن ہی خوش نہیں۔۔"بہن کے درد پر اسکی
آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی۔وہ توانسو منیا کی مریض تھی ساری ساری رات
جاگتی تھی۔کل رات تین بجے اس نے زرتشہ کے کمرے کا رخ کیا تو اسے وہ روتی
ہوئی ملی تھی۔اور جب اس نے دلاسہ دینا چاہا اس نے رخصتی اور ان سب سے
جدائی کا بہانا بنا دیا تھا۔

ہمارے خاندان میں یہی ہوتا آیا ہے زلہ۔۔مورے کی انا کی میری تمہاری"
زرتشہ آپا کی سب کی شادی اسی طرح ہونی ہے چاہے کسی بھی نسل کے ہوں
ہم۔۔ہم فیصلوں کے پابند ہیں۔۔اس لیے اچھا نہیں جو ہو رہا ہے اسے خوشی سے
"قبول کریں۔۔؟

"نہیں کبھی نہیں۔۔۔میں یہ سب قبول نہیں کروں گی۔۔تم سب ہو گے ان فیصلوں کے پابند میں نہیں ہوں۔۔!!"اسکا لہجہ بغاوت کی آگ سے دہک اٹھا تھا۔"اس دقیانوسی عورت کو پیس کر رکھنے والے قانون کو میں ان ہاتھوں سے توڑ دو___"اسکا جملہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا جب کسی کا زناٹے دار تھپڑ اسکے منہ پر پڑا تھا۔

"چچی۔۔!!"درخنے فوراً بیچ میں آئی تھی اور اسکی ڈھال بنی تھی۔جبکہ مہزلہ شاکڈ بیٹھی رہ گئی تھی۔رخسار پر ہاتھ رکھتے بے یقین نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔

"ذرا شرم نہیں۔۔ماں کو رسوائی کے اندھیروں میں کیوں دھکیلنا چاہتی ہو۔۔؟آخر کیوں ہماری زندگیوں کی دشمن بنی ہو۔۔کل بہن کی شادی ہے اور تم یہ بکواس کرتی پھر رہی ہو۔۔میں پوچھتی ہوں آخر چاہتی کیا ہو۔۔"روشینا اس پر چیختیں رو پڑیں۔درخنے کو سمجھ نہ آیا کہ مہزلہ کو دلاسہ دے یا چچی کو۔۔

"جس گھر میں مردوں کی مرضی کو انکی خواہشات کو اہمیت نہیں دی جاتی وہاں یہ اپنا قانون چلائے گی۔۔درخنے اسے عقل دو اس سے پہلے کہ یہ اپنے ہاتھوں سے سب کچھ برباد کر دے۔۔"دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھتیں باہر نکل گئیں

تھیں۔ جبکہ مہزلہ درخنے کے گلے سے لگ کر رو پڑی تھی۔ یہ درد تھپڑ کا نہیں تھا ماں کی تلخ باتوں کا تھا بہن کے غم کا تھا جو وہ اٹھانے والی تھی۔

****

حویلی کو برقی قمقموں سے دلہن کی طرح سجا دیا گیا تھا۔ مگر سب ہی جانتے تھے یہ تیاریاں یہ سجاوٹ گھر کی بیٹی نہیں بلکہ بیٹے کے لیے کی جا رہی تھی۔ یہ تیاریاں بریال خان کے لیے کی جا رہیں تھیں۔ جو بہر اور خان کا نواسہ تھا۔ آج مایوں کی تقریب تھی۔ جو کہ رات کو ہونی تھی۔ جبکہ عصر کے بعد بریال سے زرتشہ کا نکاح بھی پڑھا دیا گیا تھا۔ نکاح کے وقت ان ماں بیٹی کے علاوہ صرف درخنے تھی جو روئی تھی۔ یا چھوٹی پھپھی گل مکئ نے زرتشہ کو دلاسہ دیا تھا۔ جبکہ مہزلہ کی آنکھ سے ایک آنسو نہیں گرا تھا۔ جتنا رونا تھا وہ کل رو چکی تھی۔ اب یہ آنسو بے فائدہ تھے۔ شام کو ساتھ بجے دریاب اور زرغان بھی آ گئے تھے۔ ابا صاحب کی خوشی تو خوشی اسکی ماں کے قدم زمین پر نہیں ٹھہر رہے تھے۔ ان کا معصوم بیٹا نجانے کتنے ماہ بعد انہیں نظر آیا تھا۔ وہ کتنی دیر تک اپنے کمرے میں لے جا کر اسے لپٹائی

تھیں۔وہ تو اگر ابا صاحب پوتے کو رہیں تھیں۔بیٹی کی مایوں تک بھول گئیں اپنے پاس نہ بلاتے وہ شاید کمرے سے ہی نہ نکلتیں۔

اس نے ایک نظر دروازے کو دیکھا تھا۔اور بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔کیا وہ اب اندر جانے کی ہمت کر سکتا تھا۔۔؟کیا فائدہ تھا اب اپنے زخم اسے دکھانے کا۔۔؟یہی سوچتا دہلیز سے ہی واپس پلٹ رہا تھا۔جب خود ہی اندر سے دروازہ کھولا گیا تھا۔اور گوٹا کناری سے سجے پیلے لباس میں ملبوس سر سے دوپٹہ اوڑھی 'وہ' کمرے کی دہلیز پر ہی ٹھہر گئی تھی۔اس نے بھی دروازے پر کھڑی ہستی کو شاید محسوس کر لیا تھا۔دریاب کی نگاہیں اسکی سرخ متورم آنکھوں پر ٹھہر گئیں۔ایسا لگ رہا تھا۔کسی نے اسکے دل کو کئی حصوں میں بانٹ دیا ہو۔کیسا درد تھا جو اچانک اٹھا تھا۔مگر اب تو تا عمر اس درد کو سہنا تھا۔

آپ۔۔۔!!"شاک کے سبب زرتشہ کے لبوں سے بس اتنا ہی نکل سکا۔اس" وقت گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔اور دریاب اسکے کمرے کی چوکھٹ پر کھڑا تھا۔وہ بھی اس وقت جب وہ کسی اور کی ہو چکی تھی۔

"شاید بہت دیر کر دی میں نے آنے میں۔۔" کیسا بکھرا ہوا لہجہ تھا۔ زرتشہ کی آنکھوں سے ایک بار پھر سیال جاری ہونے لگے تھے۔ "کچھ دن اور انتظار کر لیتیں۔۔!"

"انتظار امید دلاتا ہے۔۔ اس حویلی کی مکین ہوں جھوٹی امیدوں سے دل نہیں بہلا سکتی تھی۔۔" اتنا کہتی دروازہ واپس بند کر گئی تھی۔ باہر کھڑے دریاب کو لگا تھا۔ محبت اس سے روٹھ گئی ہو۔ آنکھوں میں نمی لیے ایک آخری نگاہ بند دروازے پر ڈالتا وہ بھی پلٹ گیا تھا۔

****

"بابا۔۔۔ بابا۔۔!!"

"زلہ۔۔ میرا بچہ۔۔ آپ جاؤ۔۔ آپ جاؤ اپنی مشورے کے پاس۔۔"

"نئ۔۔ نئ بابا۔۔ بابا۔۔ آپ کو نئ چھوڑوں گی میں۔۔" چاروں طرف آگ کے شعلوں کی تپش تھی۔ ہر منظر لال اور نارنجی آگ کی لپیٹ میں تھا۔ اس نے سختی سے تپتی ہوئی گریل تھامی ہوئی تھی۔ "جا میرا بچا۔۔!"

نئ۔۔۔ نئ۔۔ ببا۔۔۔!!"اور یکدم وہ اٹھ بیٹھی۔آگ کے شعلے یکدم ہی" کہیں غائب ہو گئے تھے۔کمرے کا تپتا درجہ حرارت یکدم ہی برف کی طرف سرد ہو گیا تھا۔اس نے سہمی ہوئی نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔وہ انیکسی نہیں بلکہ اسکا کمرا تھا۔جو خواب نہیں حقیقت تھا۔یعنی اس کے ڈیمنز نے آج پھر اسے سوتا دیکھ کر حملہ کیا تھا۔

آج نجانے کتنے ماہ بعد اسکی سارا دن کی تھکن کے سبب خود بخود ہی آنکھ لگ گئی تھی۔اسے خود پتہ نہ چل سکا تھا۔یہاں تک کہ اس نے تقریب کے لباس بھی تبدیل نہیں کیا تھا اب تک۔۔!چہرے پر پسینہ اور آنکھوں میں عجیب سا تاثر لیے جگہ سے اٹھی تھی۔اور کمرے سے باہر نکل گئی۔پیلے رنگ کے قمیض شلوار پہنی دھنک کا دوپٹہ لاپرواہی سے کندھے پر پڑا تھا۔جبکہ بال۔۔!!اسکے سیاہ لانبے کمر سے بھی نیچے جاتے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔اور وہ طویل اندھیرے کاریڈور میں چلی چلی جا رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا وہ ہوش کھو بیٹھی ہو۔کیونکہ مہزلہ برلاس کبھی خود سے یوں لاپروانہ ہوئی تھی۔کسی نے آج تک اسکا ایک بال بھی نہیں دیکھا تھا۔کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ اسکے بال کیسے تھے انکی

لمبائی کتنی تھی۔ وہ ہمیشہ سے خود کو بہت ڈھانپ کر رکھنے کی قائل تھی۔ یوں

!! بے پرواہ تو کبھی نکلی ہی نہ تھی۔ مگر آج۔۔!! آج تو قیامت تھی۔۔

رات کافی ہو چکی تھی شاید جبھی پوری حویلی اندھیرے میں ڈوبی تھی۔ اور یہ تاریکی اسے اور وحشتناک بنا رہی تھی۔ مہزلہ برلاس کسی بھٹکی ہوئی روح کی طرح ٹرانس کی سی کیفیت میں سیڑھیاں اترتی بس چلی چلی جا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے معلوم تھا کہ کہاں جا کر رکنا ہے۔ لاؤنج کے آخری سرے پر پہنچ کر مقفل دروازہ کھولنے لگی۔ یہ لاؤنج کا عقبی دروازہ تھا۔ جو اسکے قد سے تین گناہ بڑا تھا۔ اسے کھولتے ہی سرد دانت کٹکٹا دینے والی ہوا اسکے نازک وجود سے ٹکرائی تھی۔ مگر اسے کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ چاند کی روشنی میں ننگے پاؤں سفید دودھ کی طرح چمچماتے ٹھنڈے فرش پر چلتی سیڑھیاں اترنے لگی۔ یہ حویلی کا عقبی حصہ تھا۔ جہاں سے آسمانوں کی اونچائی تک جاتے پہاڑ واضح نظر آ رہے تھے۔ اور ان پر دور دور تک پھیلا سبزہ۔ سیڑھیاں اترتی اب کچی نم زمین پر چل رہی تھی دھند نے ہر منظر دھندلا کر دیا تھا۔ مگر جہاں اسے جانا تھا وہاں آنکھیں بند کر کے بھی جا سکتی تھی۔ اور بلآخر اسکے قدم تھم گئے تھے۔ اسکی

ویران آنکھوں کے سامنے وہی خواب والا منظر تھا۔ مگر فرق بس اتنا تھا انیکسی خواب کی طرح شعلوں کی لپیٹ میں نہ تھی بلکہ راکھ ہو چکی تھی۔ اسکا لرزتا ہاتھ انیکسی کے زینے کی ریلنگ پر ٹھہر گیا۔ جو کبھی سفید ہوا کرتی تھی۔ اب سیاہ ہونے کے بعد دھول میں اٹ چکی تھی۔ اسکے قدم سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ وہ ہر بار یہیں سے پلٹ جاتی تھی۔ مگر آج دروازہ مقفل نہ تھا بس کنڈی لگی تھی۔ زنگ لگی کنڈی کو کھولنا شروع کیا تو خاموش ماحول میں ایک عجیب پراسرار سی آواز ابھری تھی۔ جس کی پرواہ کیے بنا وہ دروازہ وا کرتی اندھیرے میں داخل ہو گئی۔ راکھ اور عجیب سی بکراند کی بو نے اسکا استقبال کیا تھا۔ مگر اس کے لیے یہ اسکے باپ کی خوشبو تھی اسکی یاد تھی۔ آنکھوں میں آنسو لیے آگے بڑھی تھی۔ مگر اندھیرے کے سبب کسی چیز سے ٹکراتی بیچ راستے میں ہی گر گئی۔ ارد گرد کو ٹٹولتے اسکا ہاتھ ایک چیز پر تھم گیا تھا۔ اور وہ بھی راکنگ چیئر۔۔!! اسکے باپ کی جلی ہوئی راکنگ چیئر۔۔!!

بابا۔۔!!" کرسی سے قریب ہوتی اس سے لپٹ کر سسک اٹھی تھی۔ مگر اسی" پل انیکسی کے باہر ہلچل ہوئی تھی۔

کون ہے وہاں۔۔۔!!"انیکسی کے باہر کسی کی بادلوں کی گرج جیسی خوفناک" آواز ابھری تھی۔اور وہ سسکتی مضبوطی سے چیئر تھام گئی۔

میں پوچھ رہا ہوں کون ہے۔۔!!!"مہزلہ بخوبی جانتی تھی یہ بھیانک آواز کس" کی تھی۔جس میں ابا صاحب کے لہجے سے بھی زیادہ گھن گرج تھی۔جوان کی ڈستی آواز سے بھی زیادہ بھیانک تھی۔اور پھر اسے ایک ساتھ کئی قدم انیکسی کی سمت بڑھتے محسوس ہوئے تھے۔۔

محبت کی ہے آپ نے کبھی۔۔۔؟"رات کی خاموشی میں وہ دونوں اس وقت" حویلی کی راہداری میں ٹہل رہے تھے۔جسکی ایک جانب سرسبز باغ چل رہا تھا۔موتیا اور رات کی رانی کی روح کو معطر کرتی خوشبو چاروں سو پھیلی تھی۔کلف لگے قیمض شلوار میں ملبوس قیمتی شالیں اوڑھے۔دونوں حویلی کی چاروں طرف پھیلی راہداری میں چہل قدمی کر رہے تھے۔آج کئی سال بعد

دونوں بھائیوں کو یوں سکون کے لمحے میسر آئے تھے۔ جب دریاب نے اسفندیار سے پوچھا تھا۔ جس پر ساتھ چلتے اسفند نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

بتائیں لالا۔۔ کیا محبت ہوئی ہے کبھی آپکو۔۔؟" اسکے اصرار پر اسفندیار ہاتھ پشت پر باندھتا گہری سانس بھر گیا۔

وقت ہی نہیں ملا کبھی اس جذبے کو جگہ دینے کا۔۔ تعلیم مکمل کر کے لوٹا ہوں" اور سردار بننے سے پہلے سرداری کی ساری ذمے داری کندھوں پر آگئی پھر ابا صاحب نے شادی کر دی۔۔!" وہ ایسے مشینی انداز میں بولا تھا کہ دریاب ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا تھا۔ ساتھ ہی بے پناہ رشک بھی آیا تھا اپنے بڑے بھائی پر۔

یقیناً تم ڈسے جا چکے ہو جبھی سامنے والے کی رائے لینا چاہتے ہو۔۔" اسفندیار کی زیک نگاہوں نے اسکے تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔ اور دریاب لب بھینچتا بھائی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

مجھے حالات نے ڈسا ہے لالا۔۔!" اسکے لہجے میں عجیب سا رنج تھا۔۔ تلخی" تھی۔۔ ملال تھا۔

"کیوں جس سے محبت ہے وہ بس میں نہیں یا حالات۔۔؟"

دونوں۔۔! وہ اختیار سے باہر ہو چکی اور حالات بس سے۔۔"اسفندیار اس بار"
اپنی جگہ تھاما تھا اور بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا مگر وہ اپنے خیالوں میں آگے بڑھ رہا
تھا۔"وہ چھن گئی ہے مجھ سے لالا۔۔!"اور پھر بے خیالی سے نکلتے دریاب نے
محسوس کیا تھا اسفندیار اب اسکے ساتھ نہیں چل رہا تھا۔اس نے پلٹ کر اسفندیار
کی بے یقین نگاہوں میں دیکھا تھا۔اور اداسی سے مسکرادیا۔

بیوقوف انسان اگر کچھ روز پہلے مجھے اس راز میں شریک کر لیتے تو شاید میں کچھ"
کر گزرتا۔۔!"اسفندیار کو اپنے چھوٹے بھائی پر اس وقت بے تحاشہ غصہ آیا تھا۔
اس سے کیا ہوتا۔۔؟ اسے تو پھر بھی بریال خان کا ہونا تھا۔۔جیسے آپ اور زمدہ"
بھابھی ہوئے۔۔جس طرح گھر کی تمام اولادیں اپنی خواہش کے بغیر کسی نہ کسی
کھونٹے سے باندھ دی جائیں گی۔۔"اسکا تلخ لہجہ اسفندیار کو پسند نہ آیا تھا۔

غلط۔۔!! مجھ سے کوئی زور زبردستی نہیں ہوئی۔۔زمدہ سے شادی پر کوئی"
اعتراض نہیں تھا مجھے۔۔اور جہاں تک رہی بریال اور زرتشہ کی بات کوئی مخالفت

کرتا تو ابا صاحب کبھی زبردستی نہ کرتے۔۔وہ جبر کے قائل نہیں ہیں۔۔"گھر کے اصولوں پر وہ بھائی کی مخالفت بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"تو آپکے کہنے کا مطلب ہے میں اگر کہتا مجھے زرتشہ چاہیے تو بریال خان خون خرابے پر نہیں اترتا۔۔؟"اسکے احتجاج پر اسفندیار کی آنکھوں میں ناگواری ابھرنے لگی۔

"پہلی بات اب وہ کسی کی بیوی ہے تمہاری زبان پر اسکا نام نہ آئے اور دوسری اگر تم میں حوصلہ ہوتا تو بات کرتے میں بریال خان کا گلہ پکڑ کر تم دونوں کا نکاح اسکے سامنے کرواتا۔۔"اسکی آنکھیں اشتعال ضبط کرتے سلگنے لگیں تھیں۔جبکہ دریاب بے یقینی کے عالم میں کھڑا اپنے بڑے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔اور اس پل شدت سے اسے زرتشہ کو کھودینے کا ملال ہوا تھا۔کاش وہ ہمت کر لیتا۔۔کاش وہ اپنے بھائی سے اپنے دل کی بات شیئر کر لیتا۔مگر بچپن سے آج تک ان دونوں کے درمیان ایک فاصلہ سا رہا تھا۔ایک چھوٹے اور بڑے کا رشتہ۔۔!وہ پانچ سال بڑا تھا اس سے۔۔!وہ کیا سبھی اسکا احترام کرتے تھے۔مگر اب جیسے ان

دوریوں نے انہیں قریب کر دیا تھا۔ مگر اب دریاب خان کے پاس کہنے کو کچھ نہ بچا تھا۔ وہ ہاتھ ملتا رہ گیا تھا اور اسکی محبت کسی اور کی ہو گئی تھی۔

اسکی خاموشی پر اسفندیار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ مگر دریاب نے اس سے نظر نہ ملائی تھی۔ دونوں اب واپس پلٹ ہی رہے تھے کہ عقب سے کوئی آواز سنائی دی تھی۔ اور یہ آواز جس جانب سے آ رہی تھی ان دونوں کو ہی ٹھٹھکا گئی۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ساتھ ہی اس سمت بڑھے تھے۔

"کون ہے وہاں۔۔؟" اسفندیار نے اپنے مخصوص دبنگ لہجے میں آواز لگائی تھی۔ انیکسی کی سمت بڑھتے ارد گرد نظر بھی دوڑائی۔ کوئی نظر نہ آیا تھا۔ مگر انیکسی کے کھلے دروازے کو دیکھ کر وہ مزید چونکے تھے۔ جبکہ اسکی آواز پر کاروان اور خوشحال خان گارڈز کے ساتھ گنز لیے اسی سمت بڑھ آئے تھے۔

"میں پوچھ رہا ہوں کون ہے وہاں۔۔؟" اسفند نے گرج دار آواز میں ایک بار پھر پوچھتے خوشحال خان سے گن لی تھی۔ دریاب اطراف کا جائزہ لیتا اسکے ساتھ ہی اسی سمت بڑھ رہا تھا۔ اسفندیار انیکسی کے دروازے پر لات مار کر فائر کرنے ہی والا تھا کہ دبی دبی نسوانی چیخ کی آواز اسکے کانوں میں ابھری تھی۔ وہ حیرت زدہ

ہوتا کرتے کی سائیڈ پاکٹ سے موبائل نکال کر ٹارچ آن کر گیا۔ اور سامنے کا منظر جو اسکی نظروں کے سامنے ابھرا تھا۔ وہ اسے بے یقینی کے سبب ایک پل کے لیے فریز کر گیا تھا۔ پیلے لباس میں ملبوس پشت پر بال بکھرائے مہزلہ زمین پر کرسی تھامی سسک رہی تھی۔ اسکی ٹارچ کی روشنی پر اپنی آنسو بھری آنکھیں بے اختیار اسکی سمت سے موڑ گئی۔

وہیں ٹھہرو۔۔!!" اپنے ملازمین کو اندر داخل ہوتا دیکھ وہ ہوش میں آتا دھاڑا" تھا۔ مگر اپنے بھائی دریاب کو نہ روک سکا تھا۔ جو اندر آتا ایک پل کے لیے دھک سے رہ گیا تھا۔

زلہ۔۔!!" اسکے لبوں سے بے یقینی کے سبب اتنا ہی نکل سکا۔"

لے کر جاؤ گارڈز کو یہاں سے۔۔!" اسفندیار کی آنکھوں میں اس پل خون" اترنے لگا تھا۔ اسکے بھینچے لہجے پر وہ فوراً معاملے کی سنگینی تک پہنچ گیا۔ اسفندیار نے آگے بڑھتے انتہائی مشتعل انداز میں اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔

یہاں___وہ___بھی___اس___وقت___کیا___کر رہی___ہو___تم_" _!!" اسکا حالیہ دیکھ اسفندیار کا بس نہیں چل رہا تھا ہاتھ میں موجود گن کی ساری

گولیاں اسکے اندر اتار دیتا۔ مہزلہ نے نم آنکھوں میں اجنبیت لیے اسے دیکھا تھا۔ جیسے وہ اس سامنے کھڑے شخص کی شناخت نہ کر سکی ہو۔۔اور پھر واپس پلٹ کر کرسی دیکھی۔ٹارچ کی روشنی میں اسفندیار کی نگاہیں اسکے چہرے پر موجود آنسوؤں اور دھول کے نشانات سے ہوتیں زندگی میں پہلی بار اسکے وجود پر گئیں تھیں۔اسکا قیامت خیز سراپا اس وقت مٹی سے اٹا تھا۔جس سے وہ بلکل بے نیاز تھی۔

"بابا۔۔بابا نے۔۔بابا نے بلایا۔۔"اسکے منہ سے بے ترتیب جملے نکلے تھے۔اور اسفندیار کی آنکھوں میں اب غصے کے ساتھ شاک بھی ابھرا تھا۔

"تم۔۔تم جانتی ہو۔۔اس وقت تم کہاں ہو۔۔احمق عورت۔۔!!!"اس بار وہ مزید برداشت نہ کر سکا اور پھنکار اٹھا۔ مہزلہ یکدم لرزتی پیچھے ہٹی تھی۔ مگر اسکی آنکھوں میں اب بھی انسیت کا کوئی رنگ نہ ابھرا تھا۔کیونکہ اگر وہ ہوش میں ہوتی ایک تو اس حلیے میں قطعاً کھڑی نہ ہوتی دوسرا آنکھوں میں یہ تاثر بلکل باقی نہ رہتا۔اور اسکی اگلی حرکت اسفندیار کو جلتے کوئلوں پر دھکیل گئی۔جب وہ

پیروں میں رلتا دوپٹہ اٹھاتی دروازے کی سمت بڑھنے لگی۔ مگر وہ بازو تھامتا اسی مقام پر لے آیا۔

"تم اس حلیے میں باہر نہیں جاؤ گی۔۔۔!!" اس بار وہ جبڑے پیستا کڑے ضبط کے ساتھ بولا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھنے کے قابل ہوتی۔ اسفندیار اپنی شال اتارتا اسکے سر پر ڈال کر اچھی طرح لپیٹ گیا۔ ایسے کہ اسکا چہرہ اسکے بال اور اسکا وجود اس بڑی سی شال میں چھپ جائیں۔۔

"درخنے کے کمرے میں چھوڑ کر آؤ اسے۔۔" دریاب کو واپس انیکسی میں داخل ہوتے حکم جاری کرتا وہ خود نکل گیا تھا۔ اس وقت اسکا دماغ کسی بھٹی کی طرح سلگ رہا تھا۔ مگر وہ یہ معاملہ اتنی آسانی سے جانے دینے والا نہ تھا۔

****

"کل رات بھی گھر نہیں آیا بریال۔۔ میں تو تھک گئی ہوں اسکی حرکتوں سے۔۔" گل بینا نے پریشانی کے عالم میں بیٹی کو بتایا جو اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی۔ صبح کے نو بج رہے تھے۔ آج اسفندیار اب تک ڈیرے پر نہیں نکلا تھا۔

بس کر دیں۔۔لالا نہیں سدھرنے والا اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں۔۔اور اب اسکی بیوی آجائے گی وہ سنبھال لے گی۔۔" اپنے لمبے ہوتے ناخنوں کو دیکھتی بیزاری سے بولی تھی۔

"زرشتے کیا کر لے گی۔۔؟ارے کسی کو اگر پتہ چل گیا کہ یہ کس طرح خاندان کا منہ کالا کرتا پھر رہا ہے۔۔سوچا ہے ابا صاحب کیا کریں گے۔۔"

"آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں جیسے پورے خاندان میں ایک میرا لالا ہی اوباش ہے۔۔اور اس گھنی سے شادی کرانے کا اور مقصد کیا ہے کہ لالا کی زندگی بدلے الٹا آپ اس سے ڈر رہی ہیں۔۔" زمدہ نے دبے لفظوں میں ماں کو ڈپٹا تھا۔ "اور لالا کو بولو چند دن تو شرافت میں رہے۔۔۔شادی تو ہو لینے دے۔۔مورے تم کر کیا رہی ہو۔۔اگر اسی طرح چلتا رہا۔۔یہ ناگنیں میرے سر پر مسلط رہیں گی۔۔" ایک نظر واشروم کے بند دروازے پر ڈالتی پھنکاری تھی۔

"فکر کیوں کرتی ہے۔۔گھر کا ہیرا تیرے ہاتھ میں ہے وہ سب تو چند دن کی مہمان ہیں۔۔خود کو کبھی بھی ابا صاحب اور خاناں کی نظر میں برا نہیں کرنا۔۔سن رہی ہے میں کیا کہہ رہی ہوں۔۔۔!"

ہاں سن رہی ہوں۔۔بس مجھے سمجھاتی رہو مگر اپنے بیٹے کے آگے بلکل ہی دہی" جما کر بیٹھ۔۔۔اچھا مورے پھر اب رات کو ہی ملاقات ہو گی۔۔خیال رکھنا۔۔اللہ حافظ۔۔!"واشروم کا لاک کھلتے ہی اسکی زبان پر شیرنی اور لبوں پر مسکراہٹ کھل گئی تھی۔کیونکہ باتھ روب میں ملبوس اسفندیار دروازہ وا کرتا باہر نکل آیا تھا۔کال کٹ کرتی وہ اسے دیکھنے لگی۔سرخ و سپید رنگت،چوڑے شانے،دراز قد۔۔اور وجیہہ چہرے پر چھائی کرختگی اسے تو وہ یونانی دیوتا کی عملی تصویر لگتا تھا۔اس پر اس شخص میں موجود غرور اور بے نیازی۔۔!

وہ کسی داسی کی طرح اسکے ارد گرد گھومتی تھی۔حسن کا وہ بھی ٹھیک ٹھاک خزانہ رکھتی تھی۔دراز قد۔۔کندھوں سے نیچے تک آتے بال جنہیں ایک ہفتے پہلے شہر جا کر گولڈن براؤن کلر کروایا تھا۔نقوش بھی پیارے تھے۔اور اسفندیار کے مقابل آنے کے لیے خود کو مزید بہتر بنانے میں لگی رہتی تھی۔اسے محویت سے دیکھتی کا ہی گرین صوفے پر رکھا اسکا استری شدہ لباس اٹھا کر اسکی سمت بڑھ گئی۔اسفندیار نے بغیر اس پر نظرِ کرم کیے لباس لے لیا تھا۔

"!چائے لاؤ۔۔"

جی خان۔۔!" حکم کی تعمیل کرتی باہر نکل گئی۔ روشینا سبھی کی طرح اسفندیار کا" ناشتہ بھی تیار کروا کر رکھتی تھیں۔ زمدہ صرف ٹرے اٹھا کر لاتی تھی۔ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ سفید کلف دار قمیض شلوار میں ملبوس اپنے گھنے سیاہ بال پیچھے کی جانب سیٹ کیے ہوئے تیار تھا۔۔ دائیں ہاتھ کی کلائی میں بھاری میٹل کی سلور رسٹ واچ پہنتا صوفے پر ہی آ بیٹھا۔ جہاں اسکا موبائل بج رہا تھا۔ زمدہ ٹرے ٹیبل پر رکھتی اسکے بہت نزدیک ہو کر بیٹھ گئی۔ موبائل پر بات کرتے اسفند نے ایک نظر اس پر ڈالی تھی۔ زمدہ نے جلدی سے چائے پیش کی۔ وہ بات مختصر کرتا کپ تھام گیا تھا۔

یہ انیکسی کس نے کھلوائی تھی۔۔؟" چائے کا سپ لیتے اس نے بیوی سے" استفسار کیا۔ زمدہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا۔ "کچھ پوچھ رہا ہوں کس نے کھلوائی تھی۔۔؟" بیوی کی خاموشی پر اس بار سخت لہجے میں استفسار کیا۔

پپ۔۔ پتہ نہیں خان کل تبانا ماسی نے کھلوائی تھی شاید۔۔ کچھ کباڑ رکھوانا" تھا۔۔" لب تر کرتے فوراً اسے وضاحت دی۔۔ جس پر اسفندیار کی تیوری کے بل مزید گہرے ہوئے تھے۔

معلوم کرنا تمہارا کام ہے کہ کس نااہل نے انیکسی کا دروازہ کھلا چھوڑا تھا۔۔ پہلی" بات تو یہ کہ جب ابا صاحب نے منع کر رکھا ہے تو مورے نے کھلوائی ہی کیوں اور غیر ذمے داری اتنی کہ واپس مقفل نہیں کروائی۔۔"رات کا منظر آنکھوں کے سامنے لہرایا تو اسکا خون ایک بار پھر کھول اٹھا تھا۔ جبکہ زمدہ اسکا اشتعال دیکھ فوراً سنبھلی تھی۔

"آپ فکر نہیں کریں میں تبانا ماسی کو بتادوں گی۔۔"

اور۔۔یہ۔۔مہزلہ۔۔!کیا کرتی ہے سارا دن۔۔؟"اسکے بلکل غیر متوقع" سوال پر زمدہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔ بھلا اس نے کب اپنے چچا کی بیٹیوں کے بارے میں اس طرح استفسار کیا تھا۔ہاں وہ سب کے آنے جانے پر نظر رکھتا تھا مگر ملازمین کے ذریعے اسطرح کبھی خود پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔"یہ تمہیں ہر تھوڑی دیر بعد سکتہ کیوں ہو رہا ہے۔۔"اسفند یار نے اس بار اسے ڈپٹا تھا۔اور زمدہ کے ہوش ٹھکانے آئے۔

مہزلہ۔۔؟وہ کیا کرے گی خان۔۔"پھر یکدم رکی تھی۔اسکا شاطر دماغ اب" تیزی سے دوڑ رہا تھا۔"آج کل تولالا اور زرتشے کی شادی کے خلاف روشینا ماسی

اور بہن کو بھرتی پھر رہی ہے۔۔"لہجہ مدھم رکھتے کن اکھیوں سے اسفندیار کی تیوری پر بڑھتے بل دیکھے تھے۔

"وہ کون ہوتی ہے مخالفت کرنے والی۔۔؟"

پتہ نہیں خان۔۔اتنی نفرت کیوں کرتی ہے وہ ہم سے۔۔ جبکہ روشینا ماسی اسے" ہمیشہ چپ کروانے میں لگی رہتی ہیں۔۔"اسفندیار نے بغور اپنی بیوی کو دیکھا تھا۔

ایسا نہیں ہے کوئی کسی سے نفرت نہیں کرتا یہاں۔۔اسکے علاوہ بتاؤ۔۔۔ کیا" کرتی ہے وہ۔۔"زمدہ کی چھٹی حس نے اس بار کسی بڑی گڑبڑ کی نوید دی تھی۔ورنہ اسفندیار چھوٹی موٹی باتوں پر کان نہیں دھرتا تھا۔شاید مہزلہ نے خود ہی اپنی گردن چھری تلے دے دی تھی۔پھر وہ کیوں نہ دھار تیز کرتی۔

اسکے علاوہ صبح کالج جاتی ہے یا۔۔ بادل خان کے بیٹے کاروان کے ساتھ نظر آتی" ہے۔۔"اس بار اسفندیار نے ٹھٹھک کر بیوی کو دیکھا تھا جو چہرے پر نہایت ہی بھولے اور نادان تاثرات سجائی ہوئی تھی۔

کیا مطلب۔۔؟ کاروان خان سے کیا لینا دینا اسکا۔۔؟"اسفندیار کے لہجے میں" ناگواری ہی ناگواری تھی۔

لیں آپکو نہیں پتہ۔۔؟ مہزلہ کو کوئی بھی کام ہوتا ہے اسی سے کہتی ہے۔۔اس" کے علاوہ کبھی کسی ملازم سے بات بھی نہیں کرتی۔۔"اس نے واضح شوہر کے جبڑوں میں حرکت ہوتی دیکھی تھی۔ غیرت کے جراثیم اس خاندان کے مردوں میں کتنی وافر مقدار میں تھے کس کو علم نہیں تھا۔۔؟

نظر رکھو اس لڑکی پر۔۔!"بیوی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔وہ بھی اپنی مسکراہٹ" ضبط کرتی اسی کے ساتھ اٹھتی جی خان کر گئی تھی۔

****

اپنے کپڑے لا کر دے دو۔۔ ملازمہ سب کے کپڑے استری کر رہی" ہے۔۔"وہ تکیوں میں منہ دیے لیٹی تھی۔جب روشینا نے کمرے میں آکر اس سے کہا تھا۔ صبح سے وہ ایسے ہی پڑی تھی اب شام کے چار بج رہے تھے۔پرسوں سے ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔یا یہ کہنا درست تھا کہ مہزلہ اس تھپڑ کے بعد ماں سے خفا ہو چکی تھی۔

تم سے کہہ رہی ہوں۔۔اٹھو کپڑے نکال کر تیار ہو۔۔کس بات کا سوگ منا رہی ہو۔۔صبح سے بستر میں پڑی ہو۔۔دس کام ہیں بہن کی مہندی ہے آج کل میں رخصت ہو جائے گی اور یہاں تمہیں پرواہ ہی نہیں۔۔" ان کے لتاڑنے پر وہ بلآخر اٹھ بیٹھی۔مگر اپنا متورم چہرہ انکی سمت نہیں کیا۔

" آرہی ہوں۔۔!" اتنا کہتی سیدھی باتھروم کی سمت بڑھ گئ تھی۔ماں نے اسکے تیور دیکھے تھے اور گہری سانس بھرتیں واپس پلٹ گئیں۔جبکہ باتھروم مرر کے سامنے کھڑی وہ خود کو گھور رہی تھی۔کل رات کا منظر جب جب نگاہوں کے سامنے آرہا تھا۔دل چاہ رہا تھا خود کو ختم کر دے۔۔وہ کیوں اپنے حواس میں نہیں رہی تھی۔۔؟آخر کیوں۔۔؟

کل اسکا خواب اس پر اتنا حاوی ہو گیا تھا کہ وہ اپنے حال کی پرواہ کیے بنا چل نکلی تھی۔اپنی حرکت پر بے اختیار طیش آیا تھا اور زور سے بیسن پر ہاتھ مار گئی۔

اسے واضح ایک ایک منظر یاد تھا۔دریاب اسے درخنے کے کمرے تک چھوڑنے آیا تھا جبکہ اسکے گرد اسفندیار کی شال لپٹی تھی۔یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ اسے کس حالت میں انیکسی میں ملی ہو گی کہ اپنی چادر ڈالنی پڑھی۔اور حیرت

اسے اس بات پر تھی کہ اسے یاد سب تھا مگر کل رات کوئی احتجاج یا صفائی نہیں دی تھی۔ لبوں سے ایک لفظ نہیں نکلا تھا۔ صبح اسکی آنکھ جلدی کھل گئی تھی۔ وہ درخنے کے اٹھنے سے پہلے ہی اسکے بھائی کی شال وہیں پھینک کر چلی آئی تھی۔ مگر اب ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ان تینوں بہن بھائیوں سے ہی نظر ملانے کے قابل نہیں رہی تھی۔

یا اللہ تو نے مجھے کیوں سلایا کل۔۔؟ اس سے تو لاکھ درجے بہتر ہے میں ساری ساری رات جاگوں۔۔ کم از کم میری عزت تو بچی رہے۔۔" وہیں بیسن پر جھکی ایک بار پھر رو پڑی تھی۔

کچھ دیر بعد فریش ہو کر نیچے آئی تو شام کی مہندی کی تیاریاں چل رہیں تھیں۔ شادی چونکہ خاندان کی ہی تھی۔ اس لیے پھپھی آج یہیں آرہی تھی۔ کل رات کو بھی اس نے کچھ خاص نہیں کھایا تھا اور اب ساڑھے چار ہو رہے تھے۔ وہ سیدھی بڑے سے باورچی خانے میں آگئی۔ ملازمائیں رات کی دعوت کے کاموں میں لگیں تھیں۔ چولہے پر رکھی ایک پتیلی میں جھانکا جس میں اوش پکار کھا تھا۔ یہ اسکی پسندیدہ ڈش تھی۔ اور اسکی ماں کے علاوہ اس کی پسند

کا خیال اور کوئی نہیں رکھ سکتا۔ چھوٹی سی کیتلی میں اپنے لیے چائے بنائی تھی۔اور ایک پیالے میں اوش نکال کر وہیں کچن میں ایک جانب رکھی ٹیبل کی سمت بڑھ گئی۔ جہاں سامنے بیٹھی ملازمہ ہرا مصالحہ کاٹ رہی تھی۔

زرتشہ بی بی تو بڑا کام کرتی تھیں زلہ بی بی اب چھوٹی بیگم بی بی کے ساتھ کون کام" کروائے گا یہاں۔۔؟" خیراں نے خالص پشتون لہجے میں اس سے اپنا مسئلہ شیئر کیا تھا۔اس نے اوش سے بھرا چمچہ منہ میں لیتے اسے گھورا۔

کیوں تمہاری دلہن بی بی اور بڑی بیگم بی بی بھی رخصت ہو رہی ہیں جو یوں غم" منا رہی ہو۔۔؟" اسکے تڑخ کر کہنے پر وہ گڑ بڑا گئی۔

میں تو اس لیے کہہ رہی ہوں۔۔وہ تو نظر نہیں آتیں نا باورچی خانے" میں۔۔" اسکے منمنانے پر وہ بس لب بھینچ گئی تھی۔ کیونکہ اتنا غلط بھی نہیں کہہ رہی تھی وہ۔ جب اسکی نگاہ کچن کی کھڑکی سے باہر بڑے سے گارڈن کی سمت اٹھی۔ جہاں کاروان اور اسکا چھوٹا بھائی زرغان کھڑا تھا۔چائے کے دو تین سپ بھرتی باہر کی سمت بڑھ گئی۔اب چونکے وہ حواس میں تھی اسلیے باہر جانے سے

پہلے دوپٹہ بھی سر پر درست کیا تھا اور ٹھنڈ کے سبب شال اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لی۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں۔۔؟" راہداری میں ان کے سامنے آکر رکی تو نیچے کھڑے کاروان اور زرغان دونوں ہی پلٹے۔

"آپا میں لالا کے ساتھ ہر نوئی لیک جا رہا ہوں۔۔" زرغان اسے دیکھ کر چہکا تھا۔ پٹھانی نقوش والے خوبصورت گول مٹول بھائی کو دیکھ اسکے لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ اور نظر اٹھ کر کاروان کی سمت دیکھا۔ جو انتہائی سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہمیں تو کبھی لے کر نہیں گئے۔۔" ہاتھ پیچھے باندھتی نیچے سیڑھیاں اترنے لگی۔ کاروان جواب دینے کے بجائے اسکی سرخ سوجھی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ بھی چلو پھر۔۔" اپنی چھرے والی گن اٹھاتے زرغان نے نشانہ لگا کر بہن کو بھی آفر کی تھی۔

"اچھا۔۔!! اپنے لالا سے پوچھ لو لے جائیں گے مجھے۔۔؟" مہزلہ کا موڈ خلافِ معمول خوشگوار ہو گیا تھا۔ کیونکہ سامنے اسکے پسندیدہ لوگ تھے شاید۔۔!!

کاروان نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ تمام ملازمین رات کے لیے پنڈال سجانے میں لگے تھے۔ گارڈز اپنی ڈیوٹی دے رہے تھے۔ ایسے میں اسکا اسطرح یہاں کھڑا ہونا صحیح نہیں تھا۔

"تمہاری آپا کو تمہاری مورے کے ساتھ لے کر جائیں گے۔۔ ابھی تو وہ مصروف ہیں۔۔ آپکی آپا کی مہندی ہے نا آج۔۔" کاروان نے زرغان کو نرمی سے سمجھایا تھا۔ مہزلہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے خفگی سے اسے دیکھا۔

"مورے تو کبھی نہیں جائیں گی۔۔۔ یعنی تم کبھی لے کر نہیں جاؤ گے۔۔؟" اس بار کاروان نے تنبیہی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ مگر اگلے پل نرم بھی پڑ گیا تھا۔

"زلہ نہیں کریں۔۔"

"اور تم سب کچھ کرو۔۔!"

"زرغان اب تھوڑا دور سے کوشش کریں۔۔" کاروان نے اسکے ہاتھ میں گن صحیح طرح تھماتے تھوڑا دور جانے کا اشارہ کیا۔ اور مہزلہ سے ذرا فاصلے پر رک گیا۔

آپ مجھے بتائیں گی کل رات کیا ہوا تھا۔۔!"اور مہزلہ کا دل ایک پل کے لیے" دھک سے رہ گیا۔یعنی یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہ رہی تھی۔ گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا مگر وہ اسے نہیں بلکہ زرغان کے ٹارگیٹ کو دیکھ رہا تھا۔

آپ مجھے بتائیں گی کل رات کیا ہوا تھا۔۔!"اور مہزلہ کا دل ایک پل کے لیے" دھک سے رہ گیا۔یعنی یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہ رہی تھی۔ گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا مگر وہ اسے نہیں بلکہ زرغان کے ٹارگیٹ کو دیکھ رہا تھا۔

مجھے مت دیکھیں زلہ۔۔!!"اسکی آواز میں منت بھی تھی اور تنبیہہ بھی اور وہ" اپنے لیے نہیں بلکہ اسکے لیے نظر پھیر گئی تھی۔

کیا کرو گے جان کر میری آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات تو کر نہیں" سکتے۔۔"کاروان کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئیں تھیں۔

آپ کے لیکچر نہیں سننے۔۔ کل کا قصہ سننا ہے۔۔"اس سے پہلے کہ وہ کچھ" کہتی۔ حویلی کے دیو ہیکل دروازے کھلے تھے اور تیزی سے گاڑیاں ڈرائیو وے پر آکر رک رہیں تھیں۔ وہ جانتی تھی ان اونچی گاڑیوں میں کون بیٹھے تھے۔ اسکے چہرے کا رنگ بدلنے لگا تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی گاڑی سے باہر نکلتا۔ کاروان زرغان کی سمت بڑھ گیا تھا اور مہزلہ انہی سیڑھیوں کی سمت جہاں سے آئی تھی۔ کار سے اترتے اسفندیار نے ایک نظر دروازے کے پیچھے غائب ہوتے آنچل کو اور پھر کاروان اور زرغان کو دیکھا تھا۔ اسکے ماتھے پر لکیریں نمودار ہوئیں تھیں۔ مگر ابا صاحب کو کار سے اترتا دیکھ انکے ساتھ حویلی کے اندر بڑھ گیا تھا۔ دونوں کا رخ انکے کمرے کی جانب تھا۔ جو کہ گراؤنڈ فلور پر ہی تھا۔

سمندر خان ہمارے خیر خواہوں میں سے ہے پولیس کو بولو کل تک چھوڑ" دے۔۔"گارڈن کی عقبی جانب کھلتی کھڑکی کے پاس بیٹھتے بہرام خان اسفند سے بولے تھے۔

ابھی کچھ دن رہنے دیں۔۔ اسے بھی اندازہ ہونا چاہیے ہماری طرف رہنا کتنا" ضروری ہے اسکا۔"اسکے پر سوچ انداز پر وہ صرف مسکرا دیے۔

اسکا بیٹے سے بھی پھر تم خود ہی بات کرنا۔۔اور یہ بتاؤ وہ تمہارا چھوٹا کہاں ہے" خبیث کل سے جھانکا بھی نہیں۔۔"بہرا ور خان کو یکدم ہی دریاب یاد آیا تھا جبکہ اسفند کے ذہن میں کل رات کا منظر گھوم گیا۔اپنے بھائی کا شکستہ حال اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

خوشحال خان کے ساتھ باغوں تک گیا ہے۔۔میں نے ہی کہا تھا کے نئے گیسٹ" "ہاؤس کی کنسٹرکشن دیکھ آئے۔۔

خاناں امن وامان رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے۔۔سیاح بڑی تعداد میں آرہا" ہے۔۔"شہر کے امن وامان سے لے کر سیاحوں کی رہائش کا بڑا منافع انہیں ہی ملتا تھا۔اور پھر پھلوں کے باغات اور جنگلات کے بڑے حصے کی لکڑی کا کاروبار بھی یہی سنبھالتے تھے۔وہ دونوں ابھی گفتگو ہی کر رہے تھے۔جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔اباصاحب کی اجازت پر آسمانی سادہ قمیض شلوار میں ملبوس سلیقے سے دوپٹہ اوڑھیں روشینا کمرے میں داخل ہوئیں تھیں۔

یہاں کیا کر رہی ہو روشینے۔۔؟" ابا صاحب نے کچھ ناگواری سے پوچھا" تھا۔ انہیں بخوبی علم تھا وہ یہاں کیوں آئیں تھیں۔ اسفندیار نے ایک نظر انہیں دیکھا تھا۔ اور ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے موبائل کی سمت متوجہ ہو گیا۔

"! میں زیادہ وقت نہیں لوں گی ابا صاحب۔۔"

ہم دینگے بھی نہیں۔۔ دیکھ رہی ہو خاناں کے ساتھ بیٹھے ہیں۔۔" روشینا لب" بھینچتیں نزدیک آگئیں۔ "بولو اب۔۔!!" ان کا عام لہجہ بھی کسی گرج سے کم نہیں تھا۔ وہ بیچاری تو پہلے ہی بڑی ہمیں مجتمع کر کے آئیں تھیں۔

کل زرتشہ کی رخصتی ہے۔۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو میں مرجان لالا کو بلا" لوں۔۔؟" انکے لہجے میں موجود گزارش اسفندیار نے بھی محسوس کی تھی۔ ابا صاحب کے چہرے پر تیزی سے ناگواری ابھر آئی۔

وہ کیا کرے گا ہمارا حویلی آکر۔۔؟ تم کیا سمجھ رہی ہو وہ ناگ آکر بہرا اور خان" کے نواسے اور پوتی کو دعا دے کر جائے گا۔۔؟" ان کا تنفر بھرا انداز روشینا کا چہرہ پھیکا کر گئے۔ اسفند نے نظر اٹھاتے ان کا چہرہ دیکھا تھا۔ اور پھر ابا صاحب کی سمت دیکھا۔ جن کے چہرے پر صرف کرختگی تھی۔

"___ ابا صاحب لالا صرف میرا ابائی نہیں بلکہ "

"ہاں۔۔ہاں معلوم ہے۔۔ خبیث کا بچا اسی بات پر دندناتا ہے۔۔"

چچی وہ آجائیں گے۔۔ آپ جا کر شام کی تیاری کرو۔۔!"اسفندیار نے مداخلت" کرتے روشینا کو جانے کا اشارہ کیا تھا۔ابا صاحب نے خفگی سے پوتے کو دیکھا جبکہ روشینا نے مشکور نگاہ اس پر ڈالی تھی۔اور خاموشی سے واپس پلٹ گئیں۔

یہ صحیح نہیں کیا تم نے خاناں۔۔!"ابا صاحب نے انتہائی خفگی کے عالم میں اس" سے شکایت کی تھی۔

یہ آپ کو اس وقت سوچنا چاہیے تھا جب مرجان خان سے نیا تعلق جوڑ رہے" تھے۔۔اب تو خاندان کا حصہ ہو گا آپکے۔۔"اسکے سلگاتے انداز پر وہ بھڑک اٹھے۔

ہم نے نہیں اس خنزیر کو برلاس خان نے جوڑا ہے۔۔اگر اپنا بیٹے کی موت کا" خیال نہ ہوتا۔۔ مرجان خان کو اسکے خاندان سمیت زمین کے اندر کر دیتے۔۔"اسفند نے ناگواری سے سر جھٹکا۔

اسی بات کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔۔مانسہرا میں ہمارے خلاف کیمپین چلا رہے ہیں" "اسکے کتے۔۔

بے فکر رہو ضلعی حکومت بھی ہماری ہو گی۔۔وہ خبیث کا باچا ابھی اتنا طاقتور نہیں ہوا کہ ہم سے ٹکرا سکے۔۔ مگر تم اپنے طور پر بھی کس کر رکھو۔"اسفند پر سوچ انداز میں سر ہلا گیا تھا۔

****

پھولوں سے سجے لاؤنج میں اس وقت رنگوں اور خوشبوؤں کی بہار آئی ہوئی تھی۔زنانہ قہقہے اور کھلکھلاہٹیں بھی عروج پر تھیں۔لاؤنج کے ایک کونے میں عورتیں چمچے کی مدد سے ڈھول پیٹتیں اپنی بے سری آوازوں میں لوک گیت گا رہیں تھیں۔ایک جانب صوفوں پر حویلی کی خواتین ملکاؤں کی طرح بیٹھیں تھیں۔مگر روشینا حسبِ معمول غائب تھیں۔بیچ میں باقی رشتے دار خواتین بیٹھی تھیں۔سب سے کونے میں لگی سیٹی کے گرد خاندان کی لڑکیوں کی ٹولی بیٹھی تھی۔اور بیچ میں ہرے رنگ کے سادہ قمیض شلوار میں ملبوس زرتشہ تھی جس کے مہندی لگ رہی تھی۔

اس نے بغور اپنی بہن کا چہرہ دیکھا تھا۔ جہاں نئے رشتے میں بندھنے کی کوئی شادابی یا امنگ نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے تو اب تک اسے مسکراتے بھی نہ دیکھا تھا۔ اس نے دوسری جانب دیکھا جہاں حویلی کی ملکائیں بیٹھی تھیں۔ زمدہ، تبا ناتائی، بڑی اور چھوٹی پھپھی ان سب کے چہروں پر دلہن سے زیادہ تازگی تھی۔ وہ لب بھینچتی باورچی خانے کی سمت بڑھ گئی۔ جہاں اسکی ماں ہو سکتی تھی۔ کچن میں داخل ہوئی تو ملازمائیں ان کی سپروژن میں کام میں لگیں تھیں۔ اور وہ خود سادہ سے ہلکے ہرے رنگ کے لباس میں ملبوس ملازمین سے باہر سے آئیں کھانے کی دیگیں رکھوا رہیں تھیں۔

یہاں کیا کر رہی ہو۔۔ بہن کے پاس جا کر بیٹھو۔۔"ماں کی آواز پر چونکی" تھی۔ اور واپس پلٹ گئی۔ باہر گارڈن میں مردوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جہاں سے قہقہوں اور باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ جبکہ خاص مہمان مردان خانے میں تھے۔ اسکے قدم بہن کی سمت بڑھ گئے۔ آج اس نے بھی مہندی کی رسم کی مناسبت سے کاہی گرین قمیض اور گھیر دار شلوار پہنی تھی۔ ساتھ میں بڑا سا شیفون کا دوپٹہ تھا۔ جبکہ چہرہ کسی بھی میک اپ سے پاک

تھا۔اور بال ہمیشہ کی طرح ڈھیلی سی چٹیا میں باندھے ہوئے تھے۔جن کی چند لٹیں چہرے پر آرہیں تھیں۔

بہت پیاری لگ رہی ہے۔۔!"زرتشہ نے اسکی آواز پر سر اٹھایا تھا۔وہ اسکی" مہندی دیکھتی برابر میں ہی بیٹھ گئی۔

سچ کہہ رہی ہوں اچھی لگ رہی ہے۔۔"بہن کے حیران تاثرات کس سبب" تھے وہ جانتی تھی مگر جان کر انجان بن گئی۔زرتشہ نے قریب ہوتے اسکا رخسار چوم لیا۔

تھینک یو۔۔!"مہزلہ کو لگا اسکا دل کٹ گیا ہو۔حلق میں اٹکتا گولہ اندر اتارتی" اسکے گرد حصار باندھ گئی۔

اللہ پاک میری آپا کو بہت خوش رکھے۔۔"حالانکہ مجھے اس خاندان سے بھلے" کی توقع نہیں۔۔یہ کہتے کہتے رہ گئی تھی وہ۔۔

بھئی میں بھی دوستوں میں شامل ہوتی ہوں۔۔"پیرٹ گرین کلر کے کرتا" پاجامہ میں ملبوس ہلکا پھلکا تیار درخنے شکایت کرتی قریب آگئی تھی۔

نہیں تم دشمنوں کی پارٹی سے ہو۔۔" مہزلہ نے اسے سلگانے کے لیے نخوت سے کہا۔زرتشہ نے گھورا تھا۔

"بتاؤں ابھی تمہیں۔۔"

چھوڑیں اسے آپا۔۔مجھے پتہ ہے اسکے اسکرو ورڈ ھیلے ہیں۔۔"زرتشہ کے برابر میں بیٹھتے درخنے نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔اور اس پل اسے زرتشہ کے اداس چہرے پر بکھرتی مسکراہٹ بڑی بھلی لگی تھی۔جب اسکی بے ارادہ ہی سامنے صوفوں کی طرف نظر اٹھی تھی۔جہاں جھلمل کرتے گرین غرارے میں ملبوس خوب سجی سنوری زمدہ بڑی معنی خیزی سے اسے دیکھ رہی تھی۔اس نے کچھ الجھ کر تیوری پر بل ڈالتے اسے دیکھا تھا۔مگر وہ لبوں پر پراسرار مسکراہٹ لیے نظریں پھیر گئی تھی۔اس نے بھی اکتاہٹ بھرے انداز میں نظریں ہٹالیں تھیں۔محفل رات کے دس بجے کے قریب برخاست ہو گئی تھی۔کیونکہ کل بارات تھی۔اور خاصی تیاریاں کرنی تھیں۔وہ لوگ زرتشہ کو پہلے ہی کمرے میں لے گئیں تھیں۔کیونکہ وہ بھی تھک گئی تھی۔خاندان کی سبھی خواتین نے مہندی لگوائی تھی سوائے اسکی ماں اور اسکے۔۔!درخنے کے اصرار پر بھی اس نے

سے بس خفگی کا اظہار ہی کر سکی صاف انکار کر دیا تھا۔ جبکہ زرتشہ اس تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی اسکی بہن کس ضدی طبیعت کی مالک تھی۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ تمام مہمان تو بارہ بجے تک ہی رخصت ہو گئے تھے۔ اس وقت حویلی میں خاموشی چھائی تھی۔ وہ اپنی بے خوابی کے سبب نیچے باورچی خانے میں آگئی تھی۔ ملازمائیں اپنے کام کر کے کوارٹرز میں جا چکی تھیں۔ کیتلی میں پانی اور پتی ڈال کر فریج سے دودھ نکالنے بڑھ ہی رہی تھی۔ جب اسے دبے دبے میوزک اور قہقہوں کی آوازیں آئیں تھیں۔ اسکے کان خود بخود کھڑے ہو گئے۔ کچن سے نکلتی آواز کے تعاقب میں آگے بڑھ گئی۔ اور پھر لاونج سے نکل کر کاریڈور کے آخری سرے پر آئی۔ جہاں ایک حال نما مردان خانہ تھا۔ جس کی کچھ کھڑکیاں اس جانب کاریڈور میں بھی کھلتی تھیں۔ بیہودہ میوزک اور قہقہوں کی آوازیں اب واضح سنائی دے رہیں تھیں۔ مگر جن آوازوں نے اسے چونکایا تھا وہ تھیں نسوانی کھلکھلاہٹیں۔۔! پاس والی کھڑکی کھولنے کی کوشش کی مگر وہ اندر سے لاک تھی۔ اسی طرح دوسری یہ ان لاک تھی۔ دھڑکتے تیسری اور بلآخر چوتھی پر آکر وہ تھم گئی تھی۔ کیونکہ

دل کے ساتھ آہستہ سے سلائیڈنگ ونڈو کھسکائی تھی۔ مگر دبیز پردہ رکاوٹ بنا تھا۔لب تر کرتے اس نے اندھیرے کاریڈور میں ارد گرد دیکھا۔اور جب کسی کے نہ ہونے کا یقین ہو گیا تو پردہ ایک جانب سے ہلکا سا ہٹایا تھا۔ مگر اندر کا نظر آتا منظر اسکا دل حلق میں لے آیا۔ جبکہ رنگت پھیکی پڑنے لگی تھی۔ تین چار ڈانسرز انتہائی نازیبا لباس میں ملبوس بیہودہ رقص کر رہی تھیں۔اسکے خاندان کے لڑکے ان کے گرد گھیرا بنائے نوٹ اڑا رہے تھے۔اسکی جبیں پر پسینہ چمکنے لگا۔پردہ کچھ اور کھسکاتے ارد گرد دیکھا۔جہاں سارے لڑکے ہی جمع تھے۔اور اس بے غیرتی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔جبکہ بریال۔۔!!جو کہ اسکی بہن کا شوہر تھا وہ بے غیرتی سے کبھی ایک ڈانسر سے گلے میں باہیں ڈلوا رہا تھا تو کبھی دوسری سے۔ مگر اس سارے منظر میں اسے دریاب، سیال اور اسفندیار کہیں نظر نہیں تھی۔جب کسی نے اسی پل اسے آئے تھے۔یا شاید اسکی ہی نظر ان پر نہ پڑی بازو سے کھینچ کر پیچھے کیا تھا۔

یہاں کیا کر رہی ہیں آپ زلہ۔۔!!"اس نے سہمتے خود کو پکڑنے والے کو" دیکھا تھا۔اور اگلے ہی پل گرفت سے نکلی۔

ڈرادیا تم نے مجھے۔۔" مہزلہ نے ٹھنڈے پڑتے دل پر ہاتھ رکھ کر سامنے کھڑے کاروان کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر تفکر پھیلا تھا۔

"آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔۔واپس جائیں کمرے میں۔۔" دھڑکنیں نارمل ہوئیں تو آنکھوں میں وہی خون اترنے لگا۔

"مجھے یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا یا ان ناچنے والیوں کو۔۔؟" اسکے تنفر بھرے بے خوف انداز پر وہ ہتھیلی سے ماتھا مسل گیا۔

"اگر خان یا کسی دوسرے فرد نے آپ کو یہاں دیکھ لیا۔۔"

"تو کیا ہوگا انکی غیرت جاگ جائے گی۔۔؟ جو اندر ان ناچنے والیوں کے پیروں میں روندھ رہے ہیں۔۔" اسکا تمسخرانہ لہجہ اسے ایک پل کے لیے چپ کر گیا۔

"یہ نیا نہیں ہے۔۔جو آپ یوں ری ایکٹ کر رہی ہیں۔۔خاندان کے ہر لڑکے کی شادی پر اسی طرح ہلہ گلہ ہوتا ہے۔۔"

"ہلہ گلہ نہیں اسے آوارگی کہتے ہیں۔۔" کاروان کی طرفداری پر وہ اور سلگی تھی۔"یقیناً آ باصاحب جن کی عورت کی ہر چھوٹی بات پر غیرت جاگ جاتی

ہے۔۔اب گھر کے مردوں کے لیے ان کا الگ حساب ہے۔۔واہ اتنی چھوٹ۔۔"اس پل اسے شدت سے گھر کے مردوں سے نفرت ہوئی تھی۔

"آپ کیوں اپنا خون کھولا رہی ہیں۔۔؟"مہزلہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"یہ کیوں نہیں کہتے۔۔مجھے مزے کرنے کیوں نہیں دے رہیں میرا شو مس ہو رہا ہے۔۔"کاروان کا چہرہ شرم وغصے سے دہک اٹھا۔جبکہ اسکے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"یہ شو میں نے نہیں بلکہ آپ کے دولہا بھائی نے لگوایا ہے۔۔اور مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ان فضولیات میں۔۔"تپے تپے لہجے میں کہتا راہداری سے گزر کر سیدھا خارجی دروازے کی سمت بڑھ گیا۔جبکہ وہ اپنے دولہا بھائی کے ذکر پر ایک بار پھر جلتی لکڑی کی طرح سلگتی واپس کچن میں آگئی۔اسے ایک بار پھر زرتشہ کی فکر ستانے لگی تھی۔بریال خان کی اوباش فطرت کا کسے نہیں پتہ تھا۔۔؟کب سے پکتے چائے کے پانی میں دودھ ڈال ہی رہی تھی۔جب باورچی خانے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔وہ بے ساختہ پلٹی تھی۔گرے کرتا شلوار پر لیدر

جیکٹ پہناتھکا تھکا سادریاب کھڑا تھا۔شاید وہ کہیں سے لوٹا تھا۔یعنی یہ واقعی مردان خانے میں نہ تھا۔

کیا ایک کپ چائے مجھے بھی مل سکتی ہے۔۔"مہزلہ نے لب تر کیے تھے اور سر" اثبات میں ہلاتی چائے میں پتی اور چینی اور ایڈ کرنے لگی۔

اس وقت کیوں جاگ رہی ہو۔۔؟ تھکیں نہیں بہن کی مہندی پر۔۔؟"دوستانہ" لہجے میں پوچھتا کچن میں رکھی ٹیبل پر آبیٹھا۔

نہیں میں نے کونسا بھنگڑا ڈالا تھا جو تھک جاتی۔۔بس نیند نہیں آرہی" تھی۔۔"اسکے سرسری سے انداز پر دریاب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

یعنی روز اسی طرح حویلی کے سیر سپاٹوں پر نکل جاتی ہو۔۔؟"اسکے چھیڑنے پر" وہ یکدم ہی خفت زدہ ہو گئی۔بہت اچھی طرح سے اندازہ تھا کہ اس کا اشارہ کس طرف تھا۔مگر اپنی جون میں واپس آتی اسکی سمت پلٹی تھی۔

میں سمجھ رہی تھی کہ شاید صرف میں ہی جاگ رہی ہوں مگر نیچے آئی تو پتہ چلا" یہاں تو دن نکلا ہے بلکہ باقاعدہ جاگنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔۔"اسکے تاک کر وار پر

دریاب نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ مگر گانوں کی واضح آتی آواز پر اسکے چہرے پر بھی سرخی سی ابھری تھی جس کے بعد ناگواری چھانے لگی۔

"دریاب۔۔!" جبھی ایک دبنگ آواز اسکے کانوں میں ابھری تھی۔اپنی جگہ ٹھٹھکتے رخ پھیرا۔ جہاں سفید کلف لگے کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار باورچی خانے کے دروازے پر چھایا کھڑا تھا۔اور اس وقت سخت ناگواری لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔یقیناً اسکی گل افشانی سن چکا تھا وہ۔بے اختیار تھوک نگلا تھا اور فوراً نظروں کے ساتھ رخ بھی پھیرتی چائے کی جانب متوجہ ہو گئی۔ کل رات کا منظر یاد آتے ہی شدت سے دل چاہا تھا اسکا وجود ہوا میں تحلیل ہو جائے۔

"کہاں تھے سارا دن تم۔۔؟"

دوستوں نے روک لیا تھا۔۔!" بڑے بھائی کے سختی سے استفسار پر اس نے" دریاب کو مدھم لہجے میں کہتے سنا تھا۔

"کل میں ایسا کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔۔ سمجھ آرہی ہے۔۔؟"

"!مگر لالا۔۔"

بس کہہ دیا نا میں نے۔۔" دریاب کے احتجاج کو خاطر میں لائے بغیر دو ٹوک لہجے میں بولا تھا۔ مہزلہ خاموشی سے اپنا کپ چھوٹی سے ٹرے میں اور دریاب کا کپ ہاتھ میں لیے پلٹتی ٹیبل تک آئی تو دونوں ایک پل کے لیے چپ ہوتے اسے دیکھنے لگے۔

"آپکی چائے۔۔"

تھینکس۔۔" دریاب نے اس سے کپ تھام لیا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ باہر کی سمت بڑھتی اسفندیار ٹرے سے اس کا کپ اٹھا گیا۔

اور بنالو اپنے لیے۔۔" مہزلہ ابھی حیرت سے نہیں نکل سکی تھی کہ اسکے بے نیاز لہجے پر سلگ کر اسے دیکھا۔ مگر وہ اسکی سمت متوجہ نہیں تھا۔ اسکی غصیلی نگاہ دریاب سے جا ملی۔ جو اسکے تاثرات دیکھتا اپنا کپ بڑھانے لگا مگر وہ سلپ پر ٹرے پٹختی باہر نکل گئی۔

اس نے اتنی محنت سے اپنے لیے چائے بنائی تھی لالا۔۔" دریاب نے اسفند کو بھی باہر کی جانب بڑھتا دیکھ بے ساختہ شکایت کی۔

تو۔۔؟" ترچھی نگاہ اس پر ڈالتا باہر نکل گیا۔"

****

ماشاءاللہ۔ماشاءاللہ۔۔۔میری جان۔۔"سرخ شرارے پر بھائی زیورات" پہنی زرتشہ اس وقت اپناسو گوار حسن لیے سر سے پیر تک سجی تھی۔ماں کی آنکھوں کو نم کر گئی تھی۔انہوں نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگالیا تھا۔آج تو مہزلہ بھی ہلکہ پھلکا تیار ہو گئی تھی۔ٹی پنک شرارے پر ہلکا سا بلش اور لپ اسٹک لگائے آنکھوں میں کاجل لگائی ہوئی تھی۔اسکے برعکس خاندان کی تمام عورتیں شہر سے آئیں بیوٹیشنس سے تیار ہوئیں تھیں۔زرتشہ کو بھی گھر میں ہی تیار کروایا گیا تھا۔آج حویلی سے باہر باغ میں تمام انتظامات کروائے گئے تھے۔وہیں مردوں اور عورتوں کا سیپریٹ انتظام کیا گیا تھا۔

چچی۔۔نیچے لالا ویٹ کر رہے جلدی کریں۔۔"درخنے نے کمرے میں جھانک" کر کہا تھا۔اسکا لباس بھی مہزلہ جیسا تھا مگر کلر مختلف تھا۔"ہاں بس چلو۔۔" ہلکے پھلکے پیچ رنگ کے قمیض شلوار میں ملبوس روشینا نے دوپٹے سے اپنی آنکھیں صاف کیں تھیں۔اور مہزلہ کو مخاطب کیا جو درخنے کے ساتھ ایک جانب سے بہن کا شرارہ اٹھارہی تھی۔

جی۔۔؟" وہ جو اپنے ہی دھیان میں بال پیچھے کرتی زرتشہ کا دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی۔ ماں کی بات نے اسکے ہاتھ جہاں تھے وہیں ساکت کر دیے۔

لالا اور بھابھی کے ساتھ گلریز بھی آ رہے ہیں آج۔۔ اپنی منگنی کی انگوٹھی پہن لینا۔۔" بیٹی سے نظریں چراتیں کمرے سے نکل گئیں تھیں۔ جبکہ درخنے اور زرتشہ دونوں نے ہی اسکے چہرے سے تمام رنگ نچڑتے دیکھے تھے۔

اس کے ہاتھ ڈھیلے ہوتے خود بخود ہی پہلو میں آ گئے تھے۔

زلہ۔۔!" اس سے پہلے کہ زرتشہ کچھ کہتی وہ روک گئی۔ "چلو۔۔" لب بھینچتی" درخنے کے ساتھ اسے لیے آگے بڑھ گئی تھی۔ مگر اسکے چہرے پر جو بغاوت اور غصہ ابھر ابھر کر سامنے آ رہا تھا۔ وہ درخنے اور زرتشہ دونوں ہی محسوس کر رہیں تھیں۔ مگر بولیں کچھ نہ تھیں۔ سب ہی جانتے تھے بچپن سے ہی مہزلہ کو اس ذکر سے نفرت تھی۔ کیونکہ اسے اس رسم سے شدید نفرت تھی۔ اپنے خاندان کے

مردوں کی اجارہ داری سے نفرت تھی۔ نام نہاد غیرت کے نام پر اپنی عورت کو قفس میں رکھ کر دوسری عورتوں کے ساتھ عیاشی کرنے والوں سے نفرت تھی۔ اپنی عورتوں کو زمین کے ٹکڑوں کے بدلے بیچنے والوں سے نفرت تھی۔ کیونکہ اسکے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اس کے باپ نے تو چلی آ رہی رسم کے سبب اسکا اور گلریز کا رشتہ طے کیا تھا مگر اسکے ماموں اور دادا نے اس رشتے کو کسی کاروبار میں بدل دیا تھا۔ اسکے باپ کے انتقال کے بعد ابا صاحب نے یہ رشتہ ختم کرنا چاہا تھا کیونکہ مرجان خان سے ان کی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ مگر مرجان خان نے ایک زمین کے ٹکڑے کے عوض جو جرگے میں کئی سال سے تنازعہ بنی ہوئی تھی رشتے کو ٹوٹنے سے بچا لیا تھا۔ مگر مرجان خان نے یہ سب اسکی یا اپنی بہن کی محبت میں نہیں بلکہ اپنے مستقبل کے فائدوں کے لیے کیا تھا۔ اس نے تو کبھی برسوں کی برسات میں بھی گلریز کو نہ دیکھا تھا۔ نہ ہی اسکی ماں کو اپنے میکے جانے کی اجازت تھی۔

وہ تینوں نیچے آئیں تو تمام خواتین کاروں میں بیٹھ رہیں تھیں۔ زرتشہ نے نظر پلٹ کر اس حویلی کو دیکھا تھا۔ جس کے لیے اب وہ ہمیشہ کے لیے پرائی ہونے والی

تھی۔ نم آنکھیں لیے واپس کار کی سمت پلٹ رہی تھی جب نگاہ کار سے کچھ فاصلے پر سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس دریاب سے جا ٹکرائی۔ جو اس وقت اس سے کئی گنا زیادہ سرخ آنکھیں لیے کھڑا تھا۔ اسکا دل ایک بار پھر درد رسنے لگا تھا۔ اپنے آنسو حلق میں اتارتی ماں کے ساتھ کار میں بیٹھ گئی۔ اب وہ کسی اور کی ہو چکی تھی۔ یہ شخص اس کے لیے تاعمر اجنبی ہی رہنا تھا۔

****

اسٹیج پر زرتشہ کی تصویریں کھینچی جا رہی تھیں۔ ایک لیڈی فوٹوگرافر کو ہائیر کیا گیا تھا۔ جو عورتوں کی جانب کے پورے ایونٹ کو کور کر رہی تھی۔ ساری لڑکیاں اسٹیج پر دلہن کے ساتھ جمع اپنی تصویریں کھنچوانے میں مصروف تھیں۔ زمدہ چونکہ دلہا کی بہن تھی تو اسکے ٹور ہی الگ تھے۔ آج اس نے اپنی بارات کا شرارہ ہی پہنا تھا۔ کلرڈ بالوں کو پشت پر کھلا چھوڑی کسی ملکہ کی طرح حال میں گھوم رہی تھی۔ مہزلہ بھی دلہن کی اکلوتی بہن تھی۔ مگر اسے اس طرح پھرنے یا اٹھلانے کی کوئی چاہ نہیں تھی۔ اسکے ارد گرد بیٹھیں خواتین جو مسکراتیں قہقہے لگا رہیں تھیں۔ وہ اسی ماحول کو زندگی سمجھتی تھیں۔ انہوں نے اسے کبھی قید خانہ سمجھا

ہی نہ تھا۔ان کے لیے اسی مختصر سے سرکل سے بار بار مل کر گوسپ کرنا ہی زندگی تھی۔ جبکہ مہزلہ برلاس کے خواب اور تھے وہ پر لگا کر یہاں سے اڑ جانا نکل کر کھل کر چاہتی تھی۔ بھاگ جانا چاہتی تھی۔اس قفس بھرے ماحول سے سانس لینا چاہتی۔اسکا خواب تھاڈاکٹر بننا اسکے بعد ہاؤس جاب اور پھر اسپیشلائیزیشن وہ اتنی اونچی اڑان بھرنا چاہتی تھی کہ پلٹ کر ان چہروں کو دیکھنا بھی چاہتی تو نظر نہ آتے۔اسے نہیں معلوم تھا یہ شدت پسند جذبات اس میں کب پیدا ہوئے تھے۔ مگر ہر گزرتے دن کے ساتھ ان میں پختگی آتی جا رہی تھی۔

اس وقت بھی وہ سب سے کونے کی میز پر جس پر حویلی کی ساری عورتوں کا سامان رکھا تھا وہاں بیٹھی تھی۔اسکی مامی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے نہ آسکی تھی۔ مگر ماموں اور گلریز دونوں ٹینڈ کی دوسری جانب موجود تھے۔ گلریز کی ماں ہر سال اسکی عیدی لے کر آتی تھیں حالانکہ روشینا اور زرتشہ کے علاوہ انہیں گھر میں پوچھتا بھی کوئی نہیں تھا۔ مگر وہ پھر بھی ہر سال آجاتے تھے۔یہ یاد دلانے کہ ان کی امانت اسی گھر میں ہے۔

زلہ۔۔!!" درخنے کی آواز پر وہ چونکی تھی۔اور اسٹیج کی جانب دیکھا۔جہاں درخنے زرتشہ کو دوسری لڑکیوں کے ساتھ اٹھنے میں مدد دے رہی تھی۔وہ چونکی تھی کیا رخصتی ہو رہی تھی۔۔؟ مگر ماں اور پھپھی کو ایک ٹیبل پر بیٹھا دیکھ مطمئن ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

باہر بلا رہے ہیں پچھلی جانب دلہن دلہا کی کچھ تصویروں کے لیے سیٹ اپ کیا" ہے۔۔میرے ساتھ لے کر چلو آپا کو۔۔" مہزلہ لب بھینچتی اٹھ گئی یہ پروٹوکول بھی زرتشہ کی نہیں بلکہ بریال کی شادی کی وجہ سے دیا جا رہا تھا۔ورنہ خاندان کی کسی عورت کا فوٹو سیشن ہو سکتا تھا بھلا۔۔؟

وہ دونوں زرتشہ کو لیے عقبی جانب سے باہر نکل گئیں تھیں۔اور کسی کو باہر آنے کی اجازت نہیں تھی۔گارڈز انہیں دیکھتے ہی اس جانب سے ہٹ گئے تھے۔جبکہ بریال کے ساتھ سیال اور زرغان بھی موجود تھے۔دلہا نے ڈارک براؤن شیروانی پہنی تھی۔جبکہ وہ سب دریاب کی طرح ہی سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس گلے میں گہرے براؤن رنگ کی شالیں پہنے ہوئے تھے۔زرتشہ اور بریال کو خوبصورت سفید پھولوں کی دیوار کے پاس کھڑا کر کے مختلف پوزز میں تصاویر

بن رہیں تھیں۔ عقب سے پہاڑوں کا حسین منظر تصویروں کو مکمل کر رہا تھا۔اتنے میں سبجی سنوری زمدہ بھی چلی آئی تھی۔اور سیدھی کچھ دور کال پر بات کرتے اسفندیار کی سمت بڑھ گئی تھی۔اس نے ارد گرد دریاب کو تلاشہ جو اسے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ مگر اسکی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑے کاروان پر ٹھہر گئی تھی۔ سفید کرتا شلوار پر بلیک ویسکاٹ میں ملبوس بالوں کو پیچھے کی جانب سیٹ کیے ہاتھ پشت پر باندھا گارڈز کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ فوٹو گرافر کے کہنے پر انہیں بھی دلہن دلہا کے ساتھ گروپ فوٹو بنوانے پڑے تھے۔

سالی صاحبہ آپ تو آج نظر آ رہی ہیں۔۔ کل تو ہم انتظار میں ہی رہے۔۔ کب " کوئی ہمیں دھمکانے آئے۔۔ "یہ بریال خان تھا جس نے تصویروں کے دوران بڑے تمسخر بھرے لہجے میں مہزلہ کو مخاطب کیا تھا۔اس نے لب بھینچتے ایک نظر اپنا ہاتھ تھامی زرتشہ پر ڈالی تھی۔اور پھر بریال کو دیکھا۔

میری تو پوری کوشش تھی کہ یہ نوبت ہی نہ آئے۔۔ مگر دیکھ لیں یو آر " لکی۔۔!"

تو گویا میرے حق میں ووٹ زیادہ تھے۔۔"اُس نے کیمرے کی سمت دیکھتے فاتحانہ انداز میں کہا تھا۔ جبھی اسفندیار اور سیال بھی وہیں آ گئے۔

سب کو بڑی توقعات ہیں آپ سے۔۔ مگر میری دعا ہے آپ میری توقع پر بلکل نہ اتریں۔۔"اس بار اس نے لہجے کو شیرے میں ڈبوتے لبوں پر مسکراہٹ سجا کر کہا تھا۔ زمدہ نے اسفندیار کے ساتھ کھڑے ہوتے ایک کاٹ دار نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ جبکہ باقی سب اسکا طنز بخوبی سمجھ کر بھی انجان بن گئے تھے۔ مگر بریال عجیب سے انداز میں مسکراتا زرتشہ کے گرد ہاتھ پھیلا گیا۔ جس کا مطلب سمجھتی مہزلہ خود ہی تھوڑا فاصلے پر ہو گئی تھی۔

تمہارا منگیتر آیا ہوا ہے اسے بھی بلا تو مہزلہ۔۔!"زمدہ نے زخم پر نمک چھڑکتے چھیڑنے والے انداز میں کہا تھا۔ اور اسکا شدت سے دل چاہا دونوں بہن بھائی کا منہ لال کر دے۔

نہیں شکریہ میں سب کی طرح شادی سے پہلے اتنی بے تکلفی کی قائل نہیں۔۔"اس نے جان کر اسفندیار اور اسے دیکھتے 'سب' کا ایڈیشن کیا تھا۔ کیونکہ سب ہی بخوبی جانتے تھے۔ شادی سے پہلے بھی زمدہ زیادہ تر حویلی

میں ہی پائی جاتی تھی۔اور اسفند یار کے گرد کسی تتلی کی طرح منڈلاتی پھرتی تھی۔اپنے طنز پر اس نے دونوں میاں بیوی کے چہرے پر ناگواری پھیلتی دیکھی تھی۔مگر اسفند یار شاید کچھ زیادہ ہی سلگ گیا تھا۔کیونکہ اس وقت اسکا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔کچھ دیر بعد رخصتی کا شور مچ گیا تھا۔اور زرتشہ اپنی ماں اور بہن بھائی کی آنکھوں میں نمی چھوڑے رخصت ہو گئی تھی۔اس دوران مہزلہ کی بس ایک بار ہی گلریز پر نگاہ پڑی تھی۔جو پہلے سے خاصا گریسفل ہو گیا تھا۔نہ ہی اس نے مہزلہ کے نزدیک آنے یا بات کرنے کی کوشش کی تھی۔

****

اس نے گھونٹ اٹھاتے گلابوں سے سجے کمرے کو دیکھا۔جہاں ہر طرف گلاب اور موتیا بکھرے تھے۔پھپھی نے اسے اپنی چند رشتے دار لڑکیوں کے ہاتھ کمرے میں بھجوا دیا تھا۔جبکہ زمدہ اکلوتی بہن ہونے کے باوجود بھی بھائی کی دلہن کے استقبال کے لیے ان کے ساتھ نہیں آئی تھی۔اور بریال بھی نجانے کہاں غائب تھا رات کا ایک بج رہا تھا۔ساڑھے دس بجے کے قریب لڑکیاں اسے یہاں چھوڑ کر گئیں تھیں۔مسلسل ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے اسکا وجود اکڑ گیا

تھا۔ مگر گھبراہٹ ایسی تھی کہ اسکا دل بند کر رہی تھی۔ اور یہ کوئی خوش کن احساس کے تحت نہ تھی۔ اسے معلوم تھا بریال خان کس قسم کا شخص ہے۔ اور اب اس شخص کے ساتھ اس نے ہر صورت نبھا کرنا تھا۔ نم آنکھوں سے دروازے کو دیکھتی ہیڈ بارڈ سے سر ٹکا گئی۔ وہ جانتی تھی صرف اس گھر میں اسکی اوقات کا تعین کرنے کے لیے ہی بریال اب تک نہیں آیا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم میں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ پھپھی کا گھر تھا نیچے مردان خانے حویلی سے آدھے گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ مگر اسے پھر بھی فکر لاحق تھی کہ اسکی ماں اور بہن سے پھر نجانے کب ملنا ہو۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ مگر وہاں بریال نہیں بلکہ پھپھی کھڑیں تھیں۔ "کپڑے بدل لو۔۔ اسکے شہر سے آئے دوست زبردستی گھومانے گھسیٹ کر لے گئے ہیں۔۔" زرتشہ نے بے یقینی کے عالم میں پھپھی کو دیکھا تھا۔ جو فرمان جاری کر کے چلی گئیں تھیں۔ اور وہ کتنی ہی دیر تک ہل نہیں سکی تھی۔ ایسا ہوتا ہے نئی دلہن کا استقبال۔۔؟

مبارک ہو زلہ یہ شخص ہماری توقعات پر پورا اتر رہا ہے۔۔' تلخی سے سوچتی' بھاری لباس لیے بیڈ سے اتر گئی تھی۔

****

مسلسل ہوتی بارشوں نے درجہ حرارت مزید گرا دیا تھا۔ سارا شہر بھیگا بھیگا سا رہتا تھا۔ ہر ایک شخص ٹھنڈے ہوتے موسم کے لحاظ سے کپڑے پہن رہا تھا۔ ایبٹ آباد چونکہ چھوٹا سا شہر تھا جو قدرتی حسن سے مالا مال تھا۔ لہذا کاروبار کے لحاظ سے پھلوں کی کاشت اور سیاحت کی وجہ سے زیادہ مشہور تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سورج غروب ہوتے ہی سیاہی مقامات کے علاوہ ہر جگہ سناٹا پھیل جاتا تھا۔ اور سناٹا تو اس وقت اس سیاہ قیمتی پتھر سے بنی اس جدید طرز کی حویلی میں بھی چھایا تھا۔

زرتشہ کو رخصت ہوئے ایک ہفتہ بیت چکا تھا۔ شادی کے ہنگامے تھمتے ہی سب اگلے دن سے ہی اپنی اپنی روٹین پر آ گئے تھے۔ دریاب تو بارات کے اگلے دن ہی صبح کی فلائٹ سے واپس چلا گیا تھا۔ دو دن بعد ابا صاحب نے زرغان کو بھی واپس لاہور بھجوا دیا تھا۔ جو روتا تڑپتا ماں کی آنکھوں میں آنسو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اسفندیار ولیمے کی دعوت کے فوراً بعد کام کے سلسلے میں پنڈی چلا گیا تھا۔ ابا

صاحب بھی آج صبح سے سیاست کے سلسلے میں پشاور گئے ہوئے تھے۔ مہزلہ اور درخنے بھی فوراً پڑھائی کے لیے سر جوڑ کر بیٹھ گئیں تھیں۔ کیونکہ اگلے ماہ سے ان کے پیپرز بھی شروع تھے۔ زرتشہ نے بارات کی صبح کے بعد سے دوبارہ حویلی کا رخ نہیں کیا تھا۔ اسے پڑھائی کی مصروفیات کے باوجود بھی بہن کی شدت سے یاد آرہی تھی تو اسکی ماں کی تڑپ کا عالم کیا ہو گا۔ جو آج کل بلکل خاموش ہو چکی تھیں۔ یا تو باورچی خانے اور حویلی کے کاموں میں خود کو مصروف رکھتی تھیں۔ یا کمرے میں بند رہتیں۔

میں تو بہت تھک گئی ہوں۔۔ کچھ کھا کر ہی پڑھوں گی۔۔ تم نے کچھ کھانا" ہے۔۔؟" درخنے کے کتاب بند کرنے پر اس نے سر اٹھایا تھا۔

"ابھی پڑھا ہی کتنا ہے تم نے جو پھر بھوک لگنے لگی۔۔؟"

تمہارا دماغ خراب ہے۔۔ جن کی اولاد دوپہر کا کھانا یونی سے آکر دو بجے کھایا" تھا۔۔ اور تب سے مسلسل پڑھ رہے ہیں۔۔ اب پانچ بج رہے مجھے تو سخت بھوک لگ رہی ہے۔۔ بند کرو یہ کتابیں رات کو پڑھیں گے۔۔" اسکے آگے سے موٹی سی کتاب جھپٹتی بند کر گئی مہزلہ نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔ یہ وہی جانتی تھی کہ

درخنے کو کیسے پکڑ پکڑ کر اپنے ساتھ پڑھنے بٹھاتی تھی۔ کیونکہ صرف وہی دونوں تھیں جو انٹر کے بعد پڑھ رہیں تھیں۔ زمدہ نے ایف اے کیا تھا۔ وہ بھی گھس پٹ کر۔ زرتشہ بھی انٹر کے بعد ابا صاحب کے آگے خاموش ہو گئی تھی۔ اور اسی خاموشی نے مہزلہ کے باغی جذبوں کو مزید تقویت دی تھی۔ اس نے ٹھانی ہوئی تھی کہ آگے پڑھنا ہے۔ یہ وہ گھر تھا جہاں مردوں کو تو اعلیٰ تعلیم کے لیے دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھیجا جاتا تھا مگر عورتوں کو علاقے کی کالج یونیورسٹی تک جانے کی اجازت نہ دی جاتی تھی۔

انٹر کے رزلٹ کے بعد وہ ابا صاحب سے دوبدو معرکے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔ جس نے درخنے زرتشہ اور روشینا کو ہولایا ہوا تھا۔ درخنے کو انٹر کے بعد پڑھائی چھوڑنے پر ایسا کوئی اعتراض نہیں تھا۔ مگر مہزلہ اور ابا صاحب کو وہ قطعاً ایک دوسرے کے سامنے آنے نہیں دینا چاہتی تھی۔ اور پھر اس نے ایک بہترین دوست ہونے کا ثبوت دیتے اپنے منگیتر سیال کو بلی کا بکرا بنادیا تھا۔ اور اسکے ذریعے خاندان بھر میں یہ بات پھیلوادی کہ وہ اپنی ہونے والی بیوی کو ڈاکٹر بنانا چاہتا ہے جس پر ابا صاحب نے سیال کو بند کمرے میں گھنٹوں سمجھایا بھی تھا

مگر وہ درخنے کے ذریعے پہلے ہی ہر بات سے آگاہ تھا۔ پھر کیسے ان کی سن لیتا۔ بلآخر ابا صاحب کو نواسے کی خواہش پر چپ ہونا پڑا تھا۔ اور پھر ایسا کیسے ہوسکتا تھا کہ حویلی کی ایک بیٹی جاتی اور دوسری گھر بیٹھتی۔ بس پھر مہزلہ برلاس کو بھی یونیورسٹی کا ٹکٹ مل گیا تھا۔ مگر ابا صاحب نے سختی سے کہہ دیا تھا کہ یہ چونچلے صرف شادی سے پہلے تک ہونے چاہیں۔ مگر جو بھی تھا مہزلہ سیال اور اپنی پیاری کزن کی دل سے احسان مند تھی۔ جس نے شوق نہ ہونے کے باوجود بھی صرف اسکی وجہ سے پڑھائی کو جاری رکھا تھا۔

واپس کرو بک۔۔! اور کچھ لا رہی ہو تو پیناڈول بھی ساتھ لانا۔۔"اس کے" سامنے اپنا جلی ہوئی کلائی والا ہاتھ آگے کیا۔ اسکے گداز دودھیا ہاتھ پر جھانکتا وہ زخم کلائی کو بدنما بنا رہا تھا۔ درخنے بک اس کے ہاتھ میں پٹختی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ اس وقت وہ دونوں گراؤنڈ فلور پر بنے لیونگ روم میں موجود تھیں جہاں بڑی سی ایل سی ڈی لگی تھی۔ ابا صاحب یا گھر کے مرد اکثر رات کو بیٹھ کر یہاں خبریں سنتے تھے۔ یا دن میں اُن کی غیر موجودگی میں زمدہ اور تبانا تائی ڈرامے دیکھا کرتی تھیں۔ کتاب کے پیجز پلٹتے گلاس وال کے پار دیکھا جہاں

سے ڈرائیو وے پر رکتی ویگو نظر آئی تھی۔ جس سے براؤن کرتا شلوار میں ملبوس کاروان اتر رہا تھا۔اس نے بے اختیار بک بند کی تھی۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ پچھلے ایک ہفتے سے نوٹس کر رہی تھی۔ زرتشہ کی شادی کے بعد سے وہ اس سے کترا رہا تھا۔نہ اسے اور درخنے کو چھوڑنے جاتا تھا نہ ریسو کرنے آتا۔یہاں تک کہ اسے دیکھ بھی لیتا تھا تو انجان بن جاتا تھا۔اور اس سب کی وجہ کیا تھی وہ بخوبی جانتی تھی۔ سلائیڈنگ ڈور کھولتی اسی جانب نکل آئی۔

کاروان۔۔!"اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ جاتا اس نے مدھم آواز میں پکارا" تھا۔ویسے بھی گارڈز اطراف میں موجود نہ تھے۔کاروان ٹھہرا تھا۔مگر پلٹنے میں اسے چند سیکنڈ لگے تھے۔اور مہزلہ کے لبوں پر اداس مسکراہٹ بکھر گئی۔

بھاگ رہے ہو مجھ سے۔۔؟"کاروان نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا اور اگلے" پل لب بھینچتا اسکی سمت بڑھ آیا۔وہ اس سے چار اسٹیپس اونچی کھڑی تھی۔

اگر میرا جواب ہاں میں ہوا کیا کہیں گی پھر۔۔؟"اسکے انکار کے بجائے اقرار پر" مہزلہ کا دل بھی اداسی سے بھرنے لگا تھا۔

پھر یہ کہوں گی کہ مجھے بزدلوں کو دوست نہیں رکھنا چاہیے تھا۔۔"جب بولی لہجے میں بلا کی بے نیازی تھی۔کاروان کے جبڑوں میں حرکت ہوئی تھی۔

دوست سمجھیں گی تو سب سے آگے پائیں گی۔۔ مگر جو شے آپکے نقصان کا" سبب بنے اسکا کیا کروں میں۔۔؟"کیسا بے بس لہجہ تھا۔مہزلہ اسے دیکھتی رہی۔کتنی خود غرض تھی وہ کہ سامنے کھڑا شخص اسکے نقصان کی فکر کر رہا تھا اور وہ۔۔!!وہ کیوں اسکا نہیں سوچتی تھی سب سے زیادہ خسارہ تو اسکے حصے میں آنا تھا۔

تمہیں بہت تنگ کرنے لگی ہوں نا۔۔؟کچھ وقت برداشت کرلو لے جائے گا" گلریز مجھے بھی۔۔"اس کا موڈ ہلکا پھلکا کرنے کے لیے اس نے یونہی چھیڑتے انداز میں کہا تھا۔مگر کاروان کے چہرے کے سارے رنگ نچڑ گئے تھے۔ایک خفگی بھری نگاہ اس پر ڈالتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر نکل گیا۔مہزلہ گہری سانس بھرتی پلٹی تھی مگر سامنے کھڑی زمدہ کو دیکھ اسکی سانس سینے میں ہی کہیں اٹک کر رہ گئی۔

تو گویا شادی کے لیے دن گنوائے جا رہے ہیں۔۔"گہرے نیلے رنگ کی شرٹ" اور ٹراؤزر پر شیفون کا ہمرنگ دوپٹہ اوڑھے۔ معنی خیزی سے اسے دیکھتی قریب چلی آئی۔ مہزلہ نے سختی سے لب بھینچتے اسکی شاطر آنکھوں میں دیکھا۔ نجانے کیوں اسکے منہ لگتی تھی یہ۔۔

آپکا آخر اس سب سے کیا لینا دینا۔۔؟"اس نے اکتائے ہوئے انداز میں اس" سے پوچھا تھا۔اسے رتی برابر بھی پرواہ نہیں تھی کہ وہ اسکے بارے میں کیا سوچتی تھی۔۔

کیوں میرا کیسے لینا دینا نہیں۔۔ تم کزن ہو میری۔۔اس حویلی کی" عزت۔۔ جس کی حفاظت گھر کی بہو نہیں کرے گی تو اور کون کرے گا۔۔؟"اپنے چھوٹے چھوٹے ناخنوں کو دیکھتے جو کبھی تھوڑے سے زیادہ بڑھتے ہی نہیں تھے اور بال کبھی کہنیوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔ معصومیت سے پوچھا تھا۔ مہزلہ نے ارد گرد دیکھتے اپنا نازک دودھیا پاؤں دو تین بار سنگِ مرمر کے فرش پر مارا تھا۔

"دیکھو بھابھی۔۔! اس گھر کے مردوں کا غیرت کا کیڑا ابھی میرے دماغ میں سانپ کی طرح ڈنگ مار رہا ہے۔۔ تم نہیں میں پلی ہوں اس حویلی میں ان کے یہ عزت عزت کے جملے بچپن سے میں سنتی آرہی ہوں۔۔ اس لیے مجھے مت بتاؤ عزت کی حفاظت کس طرح کی جاتی ہے۔۔" اسکے انداز پر زمدہ کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔ یعنی وہ اسے کسی گنتی میں نہیں لا رہی تھی۔۔؟

"بچپن سے سن رہی ہو اس کے باوجود اس قدر دلیری پر مجھے سمجھ نہیں آرہا تمہیں داد دوں یا افسوس کروں۔۔ مگر بہر حال" وہ اسکے کان کے نزدیک آئی تھی۔ مہزلہ کے ماتھے پر سلوٹیں ابھرنے لگیں۔ "سنبھل کر۔۔ اگر کوئی بھی مدد چاہیے ہو مجھے اپنے خیر خواہوں میں پاؤ گی۔۔" اسکے معنی خیز لہجے پر مہزلہ کو اپنے اندر تک زہر پھیلتا محسوس ہوا مگر چہرے سے ظاہر ہونے نہ دیا۔

ایک بات کہوں۔۔؟" اسکے سوال پر زمدہ مسکرائی تھی۔"

"! کیوں نہیں۔۔"

"تمہارا شوہر جہاں بھی جایا کرے اسکے ساتھ جایا کرو۔ پتا چلا یہاں تم میری خیر خواہی میں لگی رہیں اور وہاں انہوں نے اپنے لیے نئے خیر خواہ ڈھونڈ

لیے۔۔" اور اس بار مہزلہ نے اسکے چہرے کے تمام رنگ اڑتے اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھے تھے۔" ویسے بھی تمہیں خاندان کے مردوں کی ہسٹری تو معلوم ہی ہے۔۔" اس کے چبھتے ہوئے لہجے نے زمدہ کو ایک پل کے لیے بلکل ساکت کر دیا تھا۔ مگر اگلے پل اس پر جلتی نگاہ ڈالتی وہ پھر اپنی جون میں واپس آچکی تھی۔

بہت شکریہ میری فکر کرنے کا۔۔ مگر میرے خان کو بھلا مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔۔ وہ خاندان کے ہر مرد سے منفرد ہیں۔۔ ان کے لیے میں کافی ہوں۔۔ اس وقت تم ہو جسے سوچنے کی ضرورت ہے۔۔" شوہر کے ذکر پر ہی اسکے چہرے پر رنگ واپس بحال ہو گئے تھے۔ اسکار خسار تھپکتی واپس پلٹ گئی تھی۔ مہزلہ کے چہرے پر ایک بار پھر ناگواری ابھرنے لگی تھی۔

وہاں کیا کر رہی ہو زلہ یہاں آؤ۔۔ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔۔" کمرے سے درخنے کے بلانے پر وہ سر جھٹکتی اندر کی سمت بڑھ گئی۔ مگر دل ہی دل میں کاروان کے لیے پریشان ضرور ہو گئی تھی۔

بھابھی کیا کہہ رہی تھی تم سے۔۔؟" فرینچ فرائز منہ میں رکھتے اس سے پوچھا۔"

کچھ نہیں خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔۔بس وہ آجکل وہیں شفٹ ہوا"
ہے۔۔"پیناڈول منہ میں ڈالتی پانی پی گئی۔ جبکہ درخنے کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

****

زرتشہ۔۔!"وہ باورچی خانے سے باہر نکلی ہی تھی کہ گل بینا نے اسے پکارا"
تھا۔سرپر دوپٹہ درست کرتی وہ انہی کی سمت بڑھ گئی۔
جی پھپھی۔۔؟"قہوہ پیتے انہوں نے بڑے تنقیدی انداز میں سر سے پیر تک"
اسکا جائزہ لیا تھا۔گلابی سادہ سے لباس میں بغیر کسی آرائش کے ان کے سامنے
!کھڑی تھی۔نہ ہاتھوں میں کنگن تھے نہ گلے میں کوئی مالا۔۔
یہ کیا بھنگنوں والا حلیہ بنایا ہوا ہے تم نے بی بی۔۔؟"ان کے کرخت پٹھانی لہجے"
پر وہ چونکی تھی۔"نہ منہ پر کوئی سرخی پاؤڈر نہ ہاتھوں میں چوڑیاں۔۔ارے اس
سے زیادہ تو ہمارے گھر کی ملازمائیں پہن لیتی ہیں۔۔!!"ان کے ہتک آمیز
رویے پر اسکا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔
شادی کو ابھی ایک ہفتہ نہیں ہوا۔اور تمہارے اس حلیے پر تو لگ رہا ہے شادی"
"نہیں بلکہ ماتم ہو گیا ہو۔۔

"اے۔۔ایسی بات نہیں پھپھی۔۔میں بس کام ختم کر کے۔۔"

بس بحث مت کیا کرو۔۔ارے جب تم بنو گی سنورو گی نہیں تو شوہر کا گھر میں" دل کیسے لگے گا۔۔میں تو بڑے ارمانوں سے اپنے چھوٹے بھائی کی بیٹی کو لائی ہوں۔۔کہ یتیم ہو۔۔مگر میرے انتخاب پر پورا تو اترو۔۔"وہ اور نجانے کیا کیا کہتیں کہ ان کا موبائل بج اٹھا تھا۔جس پر وہ اپنی بیٹی یا کسی نہ کسی جاننے والی سے لگی رہتی تھیں۔زرتشہ سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔اسکی شادی کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔اور اس ایک ہفتے میں اسے بہت اچھی طرح اپنی اوقات کا تعین ہو گیا تھا۔اس کا شوہر جو کہ اس گزشتہ ہفتے میں بس تین راتیں ہی گھر ٹھہرا تھا۔اسکے علاوہ اسے نہیں معلوم تھا۔وہ کہاں ہوتا تھا کہاں راتیں گزارتا تھا۔کیا کرتا تھا۔وہ اسکی نئی نویلی بیوی تھی مگر ان دونوں کے درمیان صرف چند جملوں کا تبادلہ ہوا تھا۔وہ اپنی تمام ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے نبھا رہی تھی۔ابھی اسکی مہندی بھی نہیں اتری تھی اس نے گھر اور کچن کی ذمہ داریاں سنبھال لیں تھیں۔اور اسکی ساس ایسی تھی اس نے جھوٹے منہ بھی منع نہیں کیا تھا۔اصل بات یہ تھی وہ مینٹلی پریپیئر ہو کر آئی تھی۔اسے معلوم تھا اس کے

ساتھ اس گھر میں یہی سلوک ہونا تھا۔ وہ کوئی سہانے خواب سجا کر نہیں آئی تھی۔ مگر ان گزرے دنوں میں جس چیز کی شدت سے کمی محسوس ہوئی تھی وہ اسکی ماں بہن تھیں۔ بھائی تو ویسے بھی دور رہتا تھا مگر روشینا اور مہزلہ کی اسے روز یاد آتی تھی۔ مگر نہ اسکے پاس موبائل تھا نہ اسکی ماں اور بہن کے پاس پھر وہ کیسے بات کرتی۔۔؟

مرے مرے قدموں سے اپنے لیے ایک لباس منتخب کر کے باتھ روم کی سمت بڑھ گئی۔ گہرے پرپل کلر کے خوبصورت کڑاہی والے کرتا پاجامہ میں ملبوس گیلے بالوں کو خشک کرتی باہر آتی ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ تیار ہوتی تو کس لیے۔۔؟ مگر پھپھی سے مزید باتیں سننے سے بہتر تھا خود کو شوپیس کی طرح سجا لیتی۔

وہ بچپن سے ہی ایسی تھی۔ ڈرپوک ہمیشہ دب کر رہنے والی جبکہ اس سے چھوٹی مہزلہ اس کی بلکل الٹ تھی۔ نڈر بلکل نہ دبنے والی منہ توڑ جواب دینے والی۔ ہاتھوں میں سونے کی چوڑیاں اور گلے میں سونے کی چین پہن کر لبوں پر گلابی رنگ لگایا تھا۔ اس وقت وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ابھی اپنے لمبے سیاہ

بال سلجھا کر پلٹی ہی تھی۔ کہ اسی پل کمرے کا دروازہ وا ہوا تھا۔ اور ڈارک گرے کرتا شلوار میں ملبوس کندھے پر جیکٹ ڈالا بریال اندر داخل ہوا تھا۔ زرتشہ اسے دیکھتے ہی سٹپٹاتی بیڈ پر پڑے دوپٹے کی سمت بڑھی تھی۔ بریال کے آنے کی تو بلکل بھی توقع نہیں تھی۔ وہ جیکٹ بیڈ پر پھینکتا ماتھے پر بل ڈالے قریب چلا آیا۔

آج جلدی۔۔ آ گئے۔۔ آپ۔۔"دوپٹہ سلیقے سے اوڑھتے اس سے پوچھا۔"

کیوں تمہیں کسی اور کا انتظار تھا۔۔؟"اسکی زہریلی آواز پر زرتشہ نے ٹھٹھک" کر اسکی جانب دیکھا۔ جہاں ماتھے کے بلوں میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ وہ شاک کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی۔ کیا مقصد تھا اس بات کا۔۔؟ اسکے سن ہوتے وجود کے بلکل نزدیک رکتا سر سے پیر تک اسکی تیاری دیکھ رہا تھا۔

قیمتی لباس۔۔ بھیگے بال۔۔۔ لبوں پر سرخی۔۔ کس لیے۔۔؟"اسکے بالوں کی" چند لٹیں ہاتھ میں لیتا اسے آر پار ہوتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ زرتشہ گنگ کھڑی تھی۔ اسکے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔

روز رات تو میرے لیے منہ دھو کر پڑی ہوتی ہو۔۔ پھر اس وقت کس لیے بی" بی۔۔؟"بریال کا لہجہ اتنا سرد اور کھوجتا ہوا تھا کہ اسے سمجھ نہ آیا وضاحت میں کیا

کہے۔ مگر ابھی وہ کچھ بولنا ہی چاہ رہی تھی۔ جب کچھ ایسا ہوا کہ اسے لگا کمرے کی چھت اس پر آن گری اور وہ اس کے ملبے تلے دب گئی ہو۔

جواب دے۔۔ کس کے لیے کیا ہے یہ سنگھار۔۔"اسکے بال آہنی شکنجے میں لیتا" دھاڑا تھا۔ زرتشہ خوف کے مارے چیخ اٹھی۔ جبکہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسکی خاموشی پر اسے بالوں سے گھسیٹتا ڈریسنگ ٹیبل تک لے آیا۔ زرتشہ بالوں پر اسکی گرفت کے سبب تڑپ اٹھی تھی۔

دیکھ۔۔ دیکھ آئینے میں خود کو۔۔ یہ سرخی یہ چمک۔۔ یہ حسن۔۔ کس کا ہے" بول۔۔ بول!!!"یکدم ہی وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ اور زرتشہ سسکتی سر سے پیر تک لرزنے لگی۔

بب۔۔ بریال۔۔ یہ۔۔ یہ۔۔ آہ۔۔" گرفت مضبوط کرتے اسکا سر پیچھے کیا۔ کس کا حق ہے اس حسن پر۔۔؟"خون آشام نگاہوں سے اس پر جھکا وہ کوئی" خونخوار درندہ ہی معلوم ہو رہا تھا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو نکلتے کنپٹیوں میں جذب ہونے لگے۔

"آپ کا۔۔"

تو پھر کس کے لیے سنورا جا رہا تھا۔۔ میرے ملازموں کے لیے۔۔؟" اسکے "
غلیظ الزام پر وہ تڑپ اٹھی۔ کتنا گھٹیا تھا یہ سامنے کھڑا شخص۔۔ کوئی اپنی بیوی پر اتنا گھناؤنا الزام کیسے لگا سکتا تھا۔۔؟

"نہ۔۔ نہیں۔۔ نہیں بر۔۔ بریال۔۔ پھ۔۔ پھپھی نے۔۔"

موروں کو بیچ میں مت لا۔۔" اسکا گلہ پکڑتا ایک بار پھر چیخا تھا۔ جبکہ زرتشہ کو" اپنے ارد گرد سائیں سائیں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے شادی کے بعد کی زندگی کبھی بہت حسین تصور نہیں کی تھی مگر ایسا بھی نہ تھا کہ ایسا بدتر سوچتی اور ابھی تو شادی ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا۔ اس شخص نے اتنی جلدی کینچلی اتار پھینکی تھی۔۔

مم۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔ میں۔۔ میرا یقین کریں۔۔" آنکھیں میچتی" بالوں میں موجود اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔ "پھ۔۔ پھپھی نے کہا تھا۔۔ کہ۔۔۔ کہ آپ۔۔ اپ کے لیے۔۔" اور یکدم ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہ آنسو بالوں میں موجود بریال خان کی گرفت پر نہیں بلکہ اپنے مقدر پر بہہ رہے تھے۔ اور اسکے آنسوؤں پر جیسے سامنے والے کی انا کو تسکین مل

گئی تھی۔ایک جھٹکے سے اسکے بال چھوڑے تھے۔وہ لڑکھڑاتی اس سے دور ہوئی تھی۔ بریال نے فاصلے مٹاتے اسکے لبوں پر لگی سرخی اپنے ہاتھ سے رگڑ دی۔

"یہ آواراؤں کے کام ہوتے ہیں۔۔آئندہ کمرے سے باہر کوئی میک اپ نہ دیکھوں میں۔۔۔!"اسکے وجود سے دوپٹہ نوچ کر پھینکتا پھنکارا تھااور فاصلے سمیٹ گیا۔

****

کمرے میں پہنچنے تک اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہوچکا تھا۔اسے یہ بہنیں شروع سے زہر لگتیں تھیں خاص کر مہزلہ جس میں نجانے کس بات کا غرور تھا کہ اپنے سامنے کسی کو گردانتی ہی نہ تھی۔ مگر آج جو بات اس نے کی تھی وہ سیدھی اسکے دماغ پر لگی تھی۔اسکا دل خوفزدہ ہونے لگا تھا۔وہ اسفندیار کے پیچھے پاگل تھی۔اسکے ارد گرد دیوانی بنی گھومتی تھی۔وہ بھی اس سے صحیح رویہ رکھتا تھا۔مگر ہمیشہ ایک حد میں رکھتا تھا۔اسکی فرمائشیں سن لیتا تھا مگر کبھی سر پر چڑھنے نہ دیا تھا۔اور زمدہ بخوبی اپنی حدود کو جانتی تھی۔

اسفند یار ہفتے دو ہفتے بعد کسی نہ کسی شہر کام کے سلسلے میں نکلا رہتا تھا۔اور ہفتے ہفتے بعد لوٹتا تھا۔اسکے دل میں کبھی ایسی بات نہیں آئی تھی۔کہ وہ دوسری عورتوں کی طرف راغب ہو جائے گا۔مگر تھا تو اسی خاندان کا مرد۔۔!!بہرا ور خان کے جوانی کے قصے اس نے خود اپنی ماں سے سنے تھے۔اور پھر آوالمیر خان اسکا سسر، اسکے اپنے باپ اور اب بریال خان کے قصے کسے نہیں پتہ تھے۔!!اسکا بھائی تو شادی کے بعد بھی انہی حرکتوں میں لگا تھا۔اور یہ مرد اس عیاشی کو اپنی شان و شوکت کا حصہ سمجھتے تھے۔اور پھر اسفند یار تو تھا ہی خاندان کی سلطنت کا ولی عہد پھر کیسے اس کام سے پیچھے رہ سکتا تھا۔۔؟

سوچوں میں گم کمرے میں مسلسل چکر کاٹ رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کرے تو کیا کرے۔بیڈ پر پڑا موبائل اٹھاتی اسفند یار کو کال ملا گئی۔مگر دوسری جانب بیل جا رہی تھی اور اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔اس نے ایک بار پھر کال کی۔اسے وحشت سی ہو رہی تھی۔یہ خیال ہی سوہانِ روح تھا کہ وہ اس وقت کسی اور کی باہوں میں موجود ہو۔کال اب بھی نہیں اٹھائی گئی تھی۔بلکہ کٹ کر دی گئی۔اس نے شاک سے پاگل ہوتے موبائل کو دیکھا۔اور ایک بار پھر کال ملا

گئی۔اس بار کال ریسو کرلی گئی تھی۔ مگر اسفندیار کی گرجتی آواز نے اسے سانپ سنگھا دیا۔

"ایسی کیا موت پڑ گئی تمھیں کہ ایک ساتھ تین کالز کر دیں۔۔؟"

مم۔۔میں نے پوچھنے کے لیے کال کی تھی کہ آپ کک۔۔ کہاں" ہیں۔۔؟"لب تر کرتی ہمت کر کے بولی۔جبکہ دوسری جانب ایک پل کے لیے خاموشی چھاگئی۔

آر یو آؤٹ آف یور مائنڈ۔۔۔! تمہارا دماغ کیا بلکل کام کرنا چھوڑ چکا" ہے۔۔۔؟ میں نے کب تمھیں اپنے دن رات کی خبر دی ہے جواب یوں کال کر کے پوچھ رہی ہو۔۔"اسکی بات پر وہ اور بھڑک اٹھا۔زمدہ کے چہرے پر خفت سے سرخی ابھرنے لگی۔

مم۔۔مجھے فکر ہو رہی تھی خان۔۔ کل سے بات نہیں کی آپ" نے۔۔اسی۔۔اسی لیے۔۔"آواز میں اداسی بھرتی منمنائی تھی۔

زمدہ۔۔!! مرا نہیں ہوں بلکل ٹھیک ہوں میں۔۔نہ ہی کوئی چھوٹا بچہ ہوں" جس سے کال کر کے خیریت پوچھ رہی ہو۔۔؟ سی ایم کے اسسٹنٹ کے ساتھ

اتنی اہم بیٹھک لگی ہے اور تمہاری بیوقوفیاں ختم نہیں ہو رہیں۔۔" اور زمدہ کے دل میں جیسے ٹھنڈک اتر گئی تھی۔ مگر وہ مہزلہ کو چھوڑنے والی نہ تھی جس نے یہ زہر اسکے دماغ میں بھرا تھا۔

ممجھ۔۔۔مجھے معاف کر دیں خان۔۔۔یہ صرف اس کے بھڑکانے پر کال کی ہے" آپ کو۔۔اسی نے بکواس کی تھی۔۔" دوسری جانب موجود اسفندیار کی تیوری کے بلوں میں اضافہ ہوا۔

"کس کے کہنے پر کس لیے کال کی تھی۔۔؟"

مہزلہ۔۔!اسی نے کہا تھا کہ میں یہاں اکیلی ہوں اور آپ پتہ نہیں کتنی لڑکیوں" "کے ساتھ۔۔

شٹ اپ۔۔۔!!" وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ فون پر موجود زمدہ اپنی جگہ" سے اچھل پڑی۔اور اگلے پل کال کٹ ہو چکی تھی۔زمدہ نے ایک گہری پرسکون سانس خارج کی تھی۔اور لبوں پر مسکراہٹ لیے ماں کو کال ملا گئی۔

ہاں مورے۔۔تم کس لیڈی ڈاکٹر کی بات کر رہی تھی۔۔ہمم۔۔صحیح۔۔صحیح" لے کر چلنا مجھے۔۔" زمدہ شیر افگن کو اب واقعی اپنی فکر ہونے لگی تھی۔اسکی اور

اسفندیار کی شادی کو ایک سال سے اوپر ہو چکا تھا مگر اب تک اس نے خوشخبری نہیں سنائی تھی۔

****

تمہیں پتہ ہے ابا صاحب اور لالا ارجنٹ بنیادوں پر واپس آئے ہیں ابھی ایک" گھنٹے پہلے۔۔" درخنے کے رازداری سے کہنے پر اس نے لکھتے لکھتے سر اٹھایا تھا۔

"کس لیے۔۔؟"

آج شمشیر خان کے بیٹے کے لیے جرگہ جو سر جوڑ کر بیٹھا ہے۔۔ سنا ہے فیصلہ" ہو جائے گا" اور یکدم ہی اسکے ہاتھ نے مزید لکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ پین نوٹ بک پر رکھتے اسکی سمت دیکھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے جرگہ کیا فیصلہ کرے گا۔۔؟" اسے اپنی سمت متوجہ دیکھ" درخنے نے پوچھا تھا۔ اسکے لبوں پر زہر خند مسکراہٹ بکھر گئی۔

جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے وہی ہو گا۔۔ طاقتور جیت جائے گا۔۔" دراصل معاملہ" کچھ یوں تھا کہ شمشیر خان ایک اثر ورسوخ والا شخص تھا۔ جسکے بیٹے نے ایک لڑکا لڑکی کو شوٹ کر دیا تھا۔ بعد میں جرگے سے پتہ چلا تھا۔ وہ لڑکی اسکی منگیتر اور

لڑکا اسکا عاشق تھا۔ لڑکی نے شادی سے انکار کر کے لڑکے سے نکاح کر لیا تھا۔ چونکہ لڑکی کے گھر والے شریف گھرانے کے تھے انہوں نے لڑکا لڑکی کو قبول کر لیا تھا۔ مگر شمشیر خان کے بیٹے کی غیرت پر بات آگئی تھی۔ اس نے جرگے میں یہ کہہ کر اپنا دفاع کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے حرام تعلقات تھے۔ ایسے میں جرگہ جس میں اسکے ابا صاحب ایک اہم رکن تھے۔ آج اپنے بیٹے اور پوتے کو لے کر فیصلے کے لیے گئے تھے۔

آگئے وہ لوگ۔۔!!" کھڑکی سے آتی گاڑیاں رکنے اور جوتوں کی آوازوں پر" درخنے اسے چونکاتی کھڑکی کی سمت لپکی۔ مہزلہ نے اپنے قدم بھی اسی سمت بڑھتے محسوس کیے تھے۔ جہاں سے ایک ریوو سے اسفندیار اور اسکا تایا نکلے تھے۔ پورچ کی جم جم کرتی روشنیوں میں اس نے دونوں کے تاثرات دیکھے تھے۔ آوالمیر خان کے چہرے پر سخت ناگواری تھی جبکہ اسفندیار کے جبڑے سختی سے بھنچے تھے۔ چہرے سے کچھ بھی اخز کرنا مشکل ہی تھا۔ کیونکہ نوے فیصد وہ انہی تاثرات کے ساتھ گھومتا تھا۔ اسکی نگاہ دوسری گاڑی کی سمت

گئی۔ جس کی ڈرائیونگ سیٹ سے کاروان اترا تھا۔ اور اسکے تاثرات تمام کہانی بتا گئے تھے۔ کیسے کتاب کی طرح عیاں تھا وہ اس پر۔۔!!

اس وقت اسکے چہرے پر رقم کرب اسے واضح ظلم کی جیت کی نوید سنا رہا تھا۔ اسی کار سے بہرا اور خان چہرے پر غرور لیے کار سے اترے تھے۔ ان کی چال میں الگ ہی تکبر تھا۔ آنکھوں میں اپنے ساتھی کی فتح کا جشن تھا۔ پاس کھڑے بیٹے سے کچھ کہتے ہنسے تھے۔ مگر آوالمیر خان نے جواباً ایسے کسی تاثر کا اظہار نہ کیا۔ اور تینوں پھر آگے بڑھ گئے۔ جبکہ مہزلہ دل میں اداسی لیے پیچھے ہٹ گئی تھی۔

پتہ نہیں کیا فیصلہ ہوا ہو گا۔۔؟" درخنے نے مزید جھک کر جھانکتے اس سے کہا" تھا۔

انصاف آج پھر ظلم کے سامنے ہار گیا درخنے۔۔!" درخنے نے پلٹ کر اسکی" سمت دیکھا تھا۔ جو تلخی سے مسکراتی واپس اپنی کتابوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔

تمہیں کیسے معلوم۔۔؟" درخنے نے حیرت سے اس سے پوچھا۔"

ابا صاحب کا چہرہ چیخ چیخ کر بتا رہا ہے کہ مظلوم کو وہ اور زمین میں دبا کر آئے ہیں۔۔" اس پل اسے اس نظام سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ کیا عدالتیں ختم ہو گئیں تھیں جو یہ چار پانچ اثرورسوخ والے اشخاص لوگوں کی زندگی موت کا فیصلہ کرتے تھے۔ اسے کیوں اس ماحول سے گھٹن محسوس نہ ہوتی۔ کیا ایک بار پھر فضاء میں بارود اور خون کی بو نہیں پھیلی تھی۔۔؟

"تم افسردہ مت ہو زلہ۔۔" اسکے چہرے پر موجود تاثرات دیکھتی درخنے قریب آگئی۔

"میرے افسردہ ہونے سے کیا ہو گا۔۔ اصل تو ان لڑکا لڑکی کا سوچو ان کے گھر والوں کا سوچو۔۔ یہ کھوکھلی غیرت والے لوگ کیا ان کے سینوں میں دل نہیں ہے درخنے۔۔؟" ضبط سے اسکی آنکھیں سرخ پڑنے لگیں تھیں۔

"میرا دل چاہتا ہے ان غیرت کا الم بلند کرنے والے بے غیرتوں کا گریبان پکڑوں اور کہوں جھانکو اپنے گرد آلود گریبانوں میں۔۔ اور پھر بتاؤ کیا اب بھی غیرت بچی ہے تم میں۔۔؟" درخنے نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ جانتی

تھی کتنی حساس تھی وہ جتنی مضبوط بنتی تھی دل اتنا ہی نازک تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ کچھ کہتی۔ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ مہزلہ لب بھینچ گئی۔

"آ جاؤ۔۔"

"بی بی کھانا لگ گیا ہے۔۔ بڑی بیگم بی بی بلا رہی ہیں۔۔"

اچھا تم جاؤ۔۔ آ رہے ہیں ہم۔۔"ملازمہ واپس چلی گئی تھی۔ جبکہ مہزلہ واپس" اپنا بال پین اٹھا گئی۔

"!!مجھے بھوک نہیں تم جاؤ۔۔"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔۔ ابا صاحب موجود ہیں آج۔۔ اٹھو فوراً۔۔"

اسی لیے تو جانا نہیں چاہ رہی۔۔"اس نے کھل کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ مگر" در خنے پین چھینتی بک بند کر گئی۔

تمہیں اچھا لگتا ہے جب وہ چچی کو سناتے ہیں۔۔ یا تمہیں آپے سے باہر ہونے یا" اچھی لڑکیاں کیا ہوتی ہیں ان پر درس دیتے ہیں تو۔۔؟"مہزلہ اسکی کنچا آنکھوں میں گھورتی رہی جوابا اُس نے بھی چیلنج کرتی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اور صرف اپنی اس پیاری دوست اور ماں کے لیے اٹھ گئی تھی۔

مورے کو عادت ہو چکی ہے درخنے۔۔انہیں اب فرق نہیں پڑنا" چاہیے۔۔جبکہ میں ایسے کسی درس پر کان نہیں دھرتی جس کا مدرس خود اندھے راستوں پر چل رہا ہو۔۔"وہ دونوں نیچے آئیں تو سبھی ٹیبل کے گرد جمع تھے۔درخنے کے ساتھ اس نے بھی بڑبڑاہٹ میں سلام کیا تھا۔اور اپنی اپنی جگہوں کی سمت بڑھ گئیں۔ابا صاحب سمیت سبھی نے انہیں ایک ایک نظر دیکھا تھا۔جبکہ زمدہ کے برابر میں بیٹھے اسفندیار نے اپنے سامنے سے تین چیئر آگے بیٹھتی مہزلہ پر ایک کاٹ دار نگاہ ڈالی تھی۔دوپہر میں بیوی سے ہوئی گفتگو ابھی بھولا نہیں تھا وہ۔

آخر تم دونوں کب تک انہیں کتابی کیڑا بنا کر رکھو گی۔۔کچھ سوچا ہے کب" رخصت کرنا ہے۔۔"بہراور خان کڑک لہجے میں دونوں بہوؤں سے مخاطب ہوئے تھے۔مہزلہ نے لب بھینچتے پہلو بدلتی ماں کو دیکھا۔

سیال تو درخنے کو ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں ابا صاحب۔۔"تابانا تائی نے اپنی بیٹی کے" دفاع کے لیے منہ کھولا تھا۔جبکہ روشینا خاموش بیٹھیں درخنے کو روٹی تھما گئیں تھیں۔

تو بنا لے مگر رخصت تو کرو۔۔تاکہ اسی کی ذمہ داری ہو۔۔اور تم "روشینے۔۔؟"اس بار انہوں نے مہزلہ کو بھی دیکھا تھا۔جو سر جھکائے اپنی پلیٹ میں سالن نکال رہی تھی۔

"جب لالا کہیں گے میں رخصت کر دوں گی ابا صاحب۔۔"

تو کب کہے گا وہ جب تمہاری بیٹی کی زبان ہمارے قدوں کے برابر ہو جائے "گی۔۔؟"ان کے طنزیہ انداز پر مہزلہ کی نگاہ ایک بار پھر ماں کی سمت اٹھی تھی۔جو اس کی شکایتی نظروں سے نظریں چرا گئیں تھیں۔اور پھر سامنے بیٹھی زمدہ تک گئی جو طنزیہ مسکرا رہی تھی۔مگر جب نگاہ برابر میں بیٹھے اسکے شوہر تک گئی۔اسکی بھنویں الجھن سے سکڑیں تھیں۔کیونکہ وہ آنکھوں میں سرخی لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اسے کیا ہوا تھا۔۔؟مگر فلحال اسکے پاس غور کرنے کی فرصت نہ تھی۔اور اپنے ٹارگیٹ ابا صاحب پر نگاہیں مرکوز کر گئی۔"اسکی شادی کا سوچو "!جلد از جلد۔۔

مجھے۔۔ابھی پڑھنا ہے ابا صاحب۔۔!" لب تر کرتے ان کی جانب دیکھتی" مخاطب ہوئی تھی۔ لہجہ دھیما مگر دوٹوک تھا۔ ٹیبل پر ایک لمحے کے لیے خاموشی چھائی تھی جسے ابا صاحب کی گرج دار آواز نے توڑا تھا۔

لڑکیاں ان معاملات میں نہیں بولتیں۔۔خاموشی سے کھانا کھاؤ یا جاؤ یہاں" سے۔۔!!" اس نے مٹھیاں بھینچتے غصے و بے بسی کے سبب نم ہوتی آنکھوں سے ماں کی زرد پڑتی شکل دیکھی تھی۔ مگر اگلے پل کرسی کھسکاتی اٹھی تھی۔اور سیدھی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی۔سب نے حیرت سے گنگ ہوتے اسکی دور جاتی پشت دیکھی تھی۔ مگر صرف دو کی آنکھوں میں غصہ تھا ایک بہراور خان اور دوسرا اسفندیار۔۔!

یہ تربیت کی ہے تم نے روشینے۔۔!! اسے رخصت کرنے کی تیاری کرو۔۔اس" سے پہلے کہ یہ باپ کی طرح کوئی چاند چڑھا دے۔۔!!" پر جلال لہجے میں کہتے کرسی دھکیل کر خود بھی وہاں سے نکل گئے تھے۔۔! روشینا کا چہرہ اس وقت ایسا تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں۔۔

"یہ کیا حرکت کی ہے ابھی مہزلہ نے۔۔ سدھار واسے۔۔"

"بس۔۔اب تم شروع مت ہو۔۔!!" بیوی کو شروع ہوتا دیکھ آوالمیر خان ٹوکتے کھانے کی سمت متوجہ ہو گئے۔

"خان اور نکالوں۔۔؟" زمدہ کی آواز پر اسفندر وشینا سے نظر ہٹاتا اپنے کھانے کی سمت متوجہ ہو گیا۔

****

درخنے نے کتاب شیلف سے نکالتے اسکی سمت دیکھا۔ سفید اور گلابی کرتا پاجامہ میں ملبوس سر پر سفید دوپٹہ اور پھر اس پر ڈارک براؤن رنگ کی چادر اوڑھی تھی۔ سپاٹ چہرے اور آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ کل رات کا منظر اسکے ذہن میں اب بھی تازہ تھا۔ ان دونوں کی اس سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ جانتی تھی اگر وہ کوشش بھی کرتی تو مہرلہ کچھ نہ بولتی۔ وہ ایسی ہی تھی خود اندر ہی اندر پکتی رہتی تھی۔ اور ایکسٹریم لیول پر چلی جاتی تھی۔

"میں گاڑی میں جا کر بیٹھ رہی ہوں۔۔ تم بکس لے کر آجاؤ۔۔" اس وقت وہ دونوں ایک بک اسٹال پر کھڑی تھیں۔ کچھ کتابوں کی ضرورت تھی انہیں اس لیے گارڈز کے ساتھ یونیورسٹی سے واپسی پر قریبی بک اسٹال آگئیں تھی۔

ٹھیک ہے۔۔"درخنے کے سر اثبات میں ہلانے پر وہ باہر نکل گئی۔جہاں گارڈز"
ملک الموت کی طرح اسکے سر پر کھڑے تھے۔سامنے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ
پر کاروان بیٹھا تھا۔جوان کے یہاں آنے سے پہلے موجود نہیں تھا۔یقیناً بادام
خان کی اطلاع پر ہی آیا تھا۔لب بھینچتی کار کی پچھلی نشست پر جا کر بیٹھ
گئی۔کاروان نے بیک ویو مرر سے اسکے ستے ہوئے چہرے کو اور پھر ایک نظر بک
اسٹال کو دیکھا۔

"درخنے کہاں ہیں۔۔؟"

اندر ہی ہے ابھی۔۔!"کھڑکی سے باہر دیکھتی بھاری مگر سپاٹ لہجے میں بولی"
تھی۔اور اس بار کاروان نے اسے پلٹ کر دیکھا تھا۔مگر وہ اسی طرح باہر قطار
میں بنے بک اسٹالز کو دیکھتی رہی۔

طبیعت ٹھیک ہے آپکی زلہ۔۔؟"اس کے فکر مند انداز پر مہزلہ نے محض سر"
اثبات میں ہلا دیا اس وقت وہ نہ درخنے سے بات کرنا چاہتی تھی نہ کاروان سے نہ
!مورے سے اور نہ ہی خود سے۔۔

"مجھے ٹھیک کیوں نہیں لگ رہیں پھر۔۔؟" اس بار کاروان کے لہجے میں کچھ تھا جس نے مہزلہ کو اسکی سمت دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ آنکھوں میں تفکر لیے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھ سے کیا لینا دینا تمہارا جو مجھ پر اتنا غور کر رہے ہو۔۔؟" اسکے تلخ لہجے پر وہ مزید بے چین ہوا تھا۔

"عادت ڈال دی ہے آپ نے۔۔!" عجب بے بسی تھی لہجے میں۔۔! اسکا دل جل بھی رہا تھا اور اوس بھی پڑ رہی تھی۔

"بدل لو یہ عادت چند دن کی مہمان ہوں۔۔ پھر کس کی خیریت پوچھو گے۔۔"

"کیا بکواس ہے آپ ایسی مایوسی کی باتیں کب سے کرنے لگیں۔۔ سو سال جیئیں آپ۔۔!" مہزلہ نے اسکے ردِ عمل پر حیرت سے اسکی سمت دیکھا مگر پھر خود ہی ہنس پڑی۔ عجیب کھوکھلی سی ہنسی تھی۔

"ابھی اتنی بھی ناامید نہیں ہوئی کہ خودکشی کا سوچوں۔۔ میں تو شادی کی بات کر رہی ہوں۔۔" کاروان نے سیدھا ہوتے بیک ویو مرر اسکے چہرے پر سیٹ کیا تھا۔

کوئی کتنی آسانی سے سامنے والے کا دل چھلنی کر دیتا ہے۔۔۔ صرف اپنے ذرا" سے مذاق کے لیے۔۔"اسکے شکوہ بھرے لہجے پر مہزلہ کے لبوں پر تلخی بھری مسکراہٹ بکھر گئی۔

کاش یہ مذاق ہوتا کاش ابا صاحب کل۔۔ خیر جانے دو۔۔"وہ سر جھٹکتی دوبارہ" باہر دیکھنے لگی۔

"!!! کیا کہا ہے ابا صاحب نے۔۔؟ زلہ۔۔۔"

میں برداشت نہیں ہو رہی انہیں اب۔۔ کل مورے سے میری شادی کا کہہ" رہے تھے۔۔ میں نے کہا کہ ابھی پڑھنا چاہتی ہوں مگر۔۔!" کہتے کہتے خود ہی چپ ہو گئی۔

آپ نے ابا صاحب سے کہا۔۔؟"مہزلہ نے بیک ویو مرر میں اسکی حیرت" بھری آنکھوں میں دیکھا تھا۔

ہاں اور کوئی آپشن جو نہیں چھوڑا انہوں نے۔۔"پھر مہزلہ کو یکدم ہی کچھ یاد آیا" تھا۔

"کل تم بھی تھے جرگے نے جب فیصلہ سنایا۔۔؟"

ہاں ابا صاحب کے ساتھ تھا۔۔"اسٹیرنگ پر ہاتھ پھیرتا کسی سوچ میں گم ہو گیا" تھا۔"کل اپنی آنکھوں سے محبت کے قاتل کو دیکھا تھا۔۔جو گناہ کر کے بھی رہا ہو گیا۔۔!"اور پھر نگاہ واپس بیک ویو مرر میں ٹھہریں اداس نیلی آنکھوں کو دیکھا۔اس سے پہلے کہ مزید کچھ کہتا درخنے کار کا دروازہ کھولتی آ بیٹھی تھی۔

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔یونیورسٹی سے آنے کے بعد وہ کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ صبح ناشتہ بھی کر کے نہیں گئی تھی نہ آ کر کھانا کھایا تھا۔صرف کینٹین میں چائے اور ایک بسکٹ کا پیکٹ کھایا تھا۔گھر آتے ہی کمرے میں بند ہو گئی تھی۔اور اب بھوک سے سر میں ٹیسیں اٹھ رہیں تھیں۔رات کا کھانا نو بجے کھالیا جاتا تھا۔اب یقیناً سب سونے جا چکے ہوں گے۔بال جوڑے میں لپیٹ کر دوپٹہ اٹھاتی باہر نکل گئی۔کل کے طعنوں کے بعد اسے ابا صاحب کیا کسی کی شکل بھی نہیں دیکھنی تھی۔اس لیے کھانے کے وقت وہ سوتی بن گئی تھی۔اسے پرواہ نہیں تھی جسے جو سوچنا تھا سوچتا۔۔کچن میں آ کر اپنے لیے کھانا گرم کیا اور خاموشی سے ٹیبل پر بیٹھ گئی۔اس وقت اسے زرتشہ کی شدت سے یاد آئی

تھی۔اکثر ایسے موقعوں پر وہ کھانا گرم کر کے اسکے کمرے میں لے آتی تھی یا اسے کچن میں گھستا دیکھ ساتھ چلی آتی تھی۔پھر مہزلہ احسان کرنے والے انداز دو چار باتیں سنا کر کھالیتی تھی۔ میں اسے

کھانے کے بعد کمرے میں واپس آئی تو روشینا کو موجود پایا تھا۔اسکے کمرے کی بکھری اشیاء سمیٹ رہیں تھیں۔

"جب کھانا ہی تھا تو سب کے ساتھ کھالیتیں۔۔"

وہ کیا ہے نا میری آپکے سسرال والوں کے ساتھ کچھ خاص بنتی نہیں" ہے۔۔اس لیے سوچا ہے اب سے الگ ہی کھاؤں گی۔۔"قدم بڑھاتی بیڈ پر آگئی۔جہاں اسکی کتابیں بکھری تھیں۔روشینا نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

آج ایسا ہو گیا آئندہ نہ ہو۔۔"ماں کی تنبیہہ پر اس نے شکایت بھری نظروں" سے انہیں دیکھا۔

"اور جو کل ہوا کیا گارنٹی ہے کہ دوبارہ نہیں ہو گا۔۔؟"

ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہا ابا صاحب نے۔۔"قدم بڑھاتیں اسکے پاس بیڈ پر ہی" آگئیں۔"ایک نہ ایک دن تو رخصت ہونا ہی ہے تمہیں۔۔پھر چاہے ابھی ہو

ایک سال بعد یا دو سال بعد۔۔!" روشینا نے ایسے کہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

مجھے فرق پڑتا ہے مجھے ڈاکٹر بننا ہے۔۔میں اس فضول کام کے لیے اپنی ڈگری" ادھوری چھوڑدوں۔۔؟" اسکی آواز احتجاجاً بلند ہونے لگی۔۔

آہستہ بولو۔۔ڈگری ختم ہونے میں تین سال ہیں ابھی۔۔کیا تین سال تک ابا" "صاحب تمہارے فرمان کا انتظار کریں گے۔۔؟

تو میں ان کا کیا بگاڑ رہی ہوں جو میرے پیچھے پڑے ہیں۔۔نہیں کرنی مجھے یہ" "!شادی کرلیں جو کرنا ہے۔۔

"حد میں رہو زلہ۔۔!اپنی بڑی بہن سے سیکھو کچھ۔۔"

نام مت لیں انکا۔۔بھیڑ بکری کی طرح رخصت کردیا۔۔پلٹ کر خبر لی کیسی" ہیں وہ۔۔؟" اسکی آنکھوں میں ایک بار پھر خون اترنے لگا جبکہ روشینا کی رنگت زرد پڑنے لگی تھی۔کیا ماں سے زیادہ اولاد کو کوئی دوسرا یاد کرسکتا تھا۔۔؟" لی پلٹ کر خبر۔۔؟کیا ایک فون انہیں۔۔بیچا نہیں ہے مورے آپ نے انہیں۔۔بات کریں ان سے احساس دلائیں کہ میکہ زندہ ہے ابھی انکا۔۔!جتنا

آپ ان سنگدل لوگوں کے آگے جھکیں گی یہ آپکی قدر نہیں کریں گے بلکہ اور جھکا دیں گے۔۔!"

"بس خاموش ہو جاؤ۔۔مجھے مت بتاؤ کیا کرنا ہے۔۔!!" ہاتھوں میں ہوتی لرزش کو قابو کرتے اسے ڈپٹا تھا اور کمرے کے دروازے کی سمت بڑھ گئیں۔ مہزلہ غصے و بے بسی سے انکی سمت سے رخ موڑ گئی۔ اسکی ماں نے کبھی اولاد کو پہلی ترجیح نہیں رکھا تھا۔ جبھی ہر دوسرا آکر ان لوگوں کو روندنے میں لگا رہتا تھا۔ یہ سب جوان پر چڑھتے تھے صرف روشینا کی خاموشی کی وجہ سے کہ کبھی وہ اپنے حق کے لیے لڑی ہی نہ تھیں۔ اسی لیے تو اب اسکا بولنا سب کو اتنا کھلتا تھا۔ اسی پل کمرے میں کسی کے دھڑام سے گرنے کی آواز ابھری تھی۔ مہزلہ بے اختیار پلٹی تھی۔ اور سامنے کا منظر اسکے قدموں سے زمین کھینچ گیا۔ روشینا اسکے کمرے کی چوکھٹ کے بیچوں بیچ گری پڑیں تھیں۔

"مورے۔۔!!" اسکے لبوں سے چیخ نکلی تھی اور تیزی سے انکے پاس آئی۔ "مورے۔۔!! مورے کیا ہوا ہے آپکو۔۔ مورے۔۔ پلیز آنکھیں

کھولیں۔۔۔!!"اسکے بے تابی سے پکارنے پر بھی انہوں نے آنکھیں نہ کھولی تھیں۔

****

آپ جانتے ہیں ان زمینوں پر تنازعہ چل رہا ہے۔۔پھر کیوں گئے ہیں آپ" وہاں۔۔؟"موبائل کان سے لگایا اسفندیار انتہائی خفگی بھرے انداز میں دوسری جانب موجود اپنے باپ سے مخاطب تھا۔جو بغیر بتائے مالکوٹ نکل گئے تھے۔کافی عرصے سے وہ حصہ علاقہ غیر میں شامل تھا۔اور اگر وہ جاتا بھی تھا تو اپنے ساتھ نفری لے کر جاتا تھا جبکہ اسکا باپ اکیلے ہی نکل گیا تھا۔یہ خبر اسے شام میں بادام خان سے ملی تھی۔جسے ساتھ لیجانے سے انہوں نے منع کر دیا تھا۔صرف اپنے تین چار گارڈز کے ساتھ ہی نکلے ہوئے تھے۔

اسی تنازعے کو ختم کرنے آیا ہوں۔۔۔بے فکر رہو یہاں محفوظ ہوں میں اپنے" ہی ریسٹ ہاؤس میں رکا ہوں۔۔!"شب خوابی کے لباس میں ملبوس زمدہ نے اسفندیار کو بے کل ہوتے کمرے سے نکل بالکنی کی سمت بڑھتے دیکھا تھا۔

"ضرورت ہی کیا تھی اسٹے کرنے کی بابا۔۔؟"

"ابھی بات ہی کہاں ہوئی۔۔ صبح ہی بیٹھک لگائیں گے۔۔"

"تو یہ بات آپ مجھ سے نہیں کہہ سکتے تھے۔۔ کیا میں مر گیا تھا۔۔ مجھے ساتھ لے کر کیوں نہیں گئے۔۔؟"

"تمہارے اپنے سو کام ہوتے ہیں۔۔ میں نے سوچا ابا صاحب کا یہ مسئلہ میں حل کر دوں۔۔ مانسہرا کے الیکشن کا بوجھ بھی تمہارے ہی کندھوں پر ہے۔۔"

"تو اتنے ناتواں نہیں ہیں یہ کندھے کہ اتنی اتنی سی ذمے داریوں سے تھک جائیں۔۔ میں کچھ نہیں جانتا آپ صبح ہی لوٹیں گے۔۔ یا میں لینے پہنچ جاؤں گا۔۔" اسکے دوٹوک انداز پر آوالمیر خان نے ہنکار بھری تھی۔

"ابا نے تمہیں بھی میرا ابا بنادیا۔۔ ایسے بات کرتا ہے جیسے میں تمہارا اولاد ہوں۔۔!" انکے خفگی بھرے خالص پٹھانی لہجے پر وہ پیشانی مسل گیا۔ اسے معلوم تھا وہ بات گھومانا چاہ رہے تھے۔

"مجھے معلوم ہے آپ صرف یہ ابا صاحب کی وجہ سے کر رہے۔۔ مگر انہیں خوش کرنے کے لیے اپنی جان دواؤں پر نہیں لگانی بابا۔۔!!" اس بار وہ انتہائی

کھردرے لہجے میں حقیقت بولا تھا۔دوسری جانب چندپل کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"خیال رکھنا۔۔خدا حافظ۔۔"اتنا کہتے وہ رابطہ منقطع کر گئے تھے۔اس نے زوردار طریقے سے ہاتھ بالکنی کی منڈیر پر مارا تھا۔جب اسے اپنے عقب میں زمدہ کا لمس محسوس ہوا۔

"پریشان نہ ہوں خان ماموں سب سنبھال لے گا۔۔"اسفندیار لب بھینچتا نیچے ڈرائیو وے پر جلتیں لال ٹین نما بتیوں کو گھور رہا تھا۔اسکا دماغ اس وقت سخت ٹینشن کا شکار تھا۔جب یکدم ہی اسکی آنکھیں چھوٹی ہوئیں تھیں۔ایک لمبے بالوں والی لڑکی ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی ڈرائیو وے پر آئی تھی اور ارد گرد کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔اسکا دوپٹہ سرد ہوا کے سبب اڑ رہا تھا۔جب وہ مطلوبہ شخص کے پاس پہنچتی ٹھہر گئی۔اور اسے لمحہ لگا تھا۔ان دونوں کو پہچاننے میں۔۔!!

"کیا ہو رہا ہے وہاں۔۔!!"اسکی پر جلال گرجتی ہوئی آواز حویلی کے سناٹے میں ارتعاش سا برپا کر گئی۔زمدہ اپنی جگہ اچھلتی اس سے الگ ہوئی تھی۔اور اسکی

نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ جہاں پورچ کی روشنیوں میں مہزلہ اور کاروان کھڑے تھے۔

"یہ۔۔ یہ دونوں رات کے اس وقت کیا کر رہے ہیں خان۔۔؟" زمدہ نے منہ پر ہاتھ رکھتے اسفند کی جلال سے دہکتی صورت دیکھی تھی۔ اور نا چاہتے ہوئے بھی لبوں پر ایک کمینگی بھری مسکراہٹ بکھر گئی۔ جسے اس نے فوراً چھپایا تھا۔ اسکی آواز پر کاروان اور مہزلہ دونوں نے بیک وقت سیکنڈ فلور کی بالکنی میں دیکھا تھا۔ جہاں اسفند یار اور زمدہ کھڑے تھے۔ اس سے پہلے کہ کاروان صفائی میں کچھ کہتا اسفند یار وہاں سے ہٹ گیا۔ زمدہ بھی اسی کے پیچھے دوڑی تھی۔
"چلیں۔۔!" کاروان نے اسے حویلی کے اندر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ مہزلہ زرد پڑتی شکل لیے واپس گھر کے داخلی دروازے کی سمت بڑھ گئی۔ لاؤنج میں داخل ہوتی سیڑھیوں کی سمت بڑھی ہی تھی۔ جب راہداری سے زمدہ اور سرخ آنکھیں

لیے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسفند آتا نظر آیا تھا۔ مگر اتنا سوچنے کا وقت نہیں تھا اسکے

پاس۔۔!

کیا کر رہی تھیں تم وہاں کاروان کے ساتھ۔۔!!" اسفندیار کی دبنگ آواز پر "
اسکے قدم بیچ سیڑھیوں پر ہی تھم گئے۔ وہ فاصلہ طے کرتا آنکھوں میں جلال لیے
نیچے آرہا تھا۔ اسکی نظر زمدہ تک گئی جو کسی کلائیمیکس کے انتظار میں شوہر کے
ساتھ نیچے آرہی تھی۔

"!!تم سے پوچھ رہا ہوں کیا کر رہیں تھیں تم باہر اس وقت۔۔۔"
مم۔۔ مورے۔۔۔!" مہزلہ کے حلق میں ایک پھندا سا لگا"
تھا۔" مورے۔۔ میرے کمرے میں بے ہوش پڑی ہیں۔۔!! اپنی تفتیش بعد
میں کیجیے گا۔۔" نمی سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتی انتہائی ضبط سے بولی
تھی۔ اور وہ دونوں جہاں تھے وہیں تھم گئے۔ کاروان عجلت و گھبراہٹ میں

زینے تک آگیا۔

جی خان یہ مجھے یہی بتانے آئیں تھیں۔۔ جلدی کریں۔۔" اسفندیار نے بس "
ایک نظر مہزلہ کے تاثرات دیکھے تھے جواب تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی

مگر وہ خود اس سے بھی زیادہ پھرتی سے پلٹا تھا اور اس کے کمرے کی سمت بڑھ گیا۔ جہاں واقعی کمرے کی چوکھٹ پر روشینا بے ہوش پڑیں تھیں۔ اس نے قریب پہنچ کر ان کا رخسار تھپکا تھا۔

چچی۔۔۔ چچی کیا ہوا ہے آپکو۔۔" اس نے کلائی پکڑ کر نبض ٹٹولی جو رک رک کر چل رہی تھی۔

کاروان۔۔۔!! گاڑی نکالو فوراً۔۔" روشینا کو اٹھاتا وہ آناً فاناً نیچے لے کر بھاگا تھا۔ حواس باختہ سی مہزلہ اسکے پیچھے پیچھے تھی۔ ماں کی ایک جانب ڈھلکی گردن اسکا خون سلب کرتی جا رہی تھی۔ اس وقت وہ قطعاً رونا نہیں چاہتی تھی۔ مگر نمی تھی جو بار بار آنکھوں میں آ رہی تھی۔

میں بھی ساتھ چلوں گی۔۔!" اسفندریار نے روشینا کو گاڑی میں ڈالا تو وہ بھی دروازہ پکڑ کر کھڑی تھی۔ پہلے ہی اپنی چادر لے آئی تھی۔ ماں کو اس حالت میں ہرگز اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اسفند نے ایک نظر اسکے لٹھے کی طرح سفید پڑتے چہرے پر ڈالی تھی اور پیسنجر سیٹ کی سمت بڑھ گیا۔ جبکہ کاروان ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

صرف مورے کو اطلاع دینا ابا صاحب کو نہیں۔۔" پاس کھڑی بیوی کو ہدایت دیتا گاڑی کا دروازہ بند کر گیا۔ حویلی کے گیٹ سے ان کے ساتھ دو گارڈز سے بھری گاڑیاں بھی نکلی تھیں۔ تمام راستہ وہ ماں کا ہاتھ تھامی ورد کرتی رہی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا یہ اچانک ہوا کیا تھا۔ رش ڈرائیونگ کرتے کاروان نے بس ایک نظر بیک ویو مرر میں ڈالی تھی۔ جہاں وہ دشمنِ جاں ہاتھ کی پشت سے اپنا رخسار رگڑ رہی تھی۔ عجیب لڑکی تھی اپنے آنسوؤں کو ایسے چھپاتی تھی جیسے یہ بہت بڑی کمزوری ہوں۔ اور اگر کوئی دیکھ لے گا تو اسکی کمزوری کا فائدہ اٹھا لے گا۔ بچپن سے اسے معلوم تھا مہزلہ چھپ کر رونے والوں میں سے تھی۔ برابر میں بیٹھا اسفندیار الگ ذہنی خلفشار کا شکار کئی بار پلٹ کر پیچھے کا منظر دیکھ چکا تھا۔ پرائیویٹ ہاسپٹل میں روشینا کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ اور اس علاقے میں ان دوسرے پیشنٹ کو چھوڑ کر کا اثرورسوخ ہی اتنا تھا کہ ڈاکٹر زمارے خوف کے پہلے انہیں ٹریٹ کرتے۔

مہزلہ نے دھندلی آنکھوں سے آئی سی یو کا دروازہ بند ہوتا دیکھا تھا۔ اسکا بظاہر مضبوط دل اس وقت بری طرح سہما ہوا تھا۔ زندگی کے بیس سالوں میں اس نے

آج تک اپنی ماں کو اس قدر ناتواں حالت میں نہ دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ اسکے

باپ کی موت پر بھی وہ کسی دیوار کی طرح اپنی بیٹیوں کے لیے کھڑیں

تھیں۔ اسفندیار کال پر کسی سینیئر ڈاکٹر سے بات کر رہا تھا۔ جبکہ کچھ فاصلے پر کھڑا

کاروان مہزلہ کی بکھرتی حالت پر اپنا دل مٹھی میں جکڑتا محسوس کر رہا تھا۔ اس

وقت شدت سے دل چاہا تھا۔ کہ فاصلے سمیٹ کر اس چھوٹی سی لڑکی کو اپنی

باہوں میں بھر لے۔۔ مگر یہ اختیار اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ اسکی محبت ہو کر

بھی اسکی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ صرف تماشائی بن کر اسکی بے بسی دیکھ سکتا تھا۔

'نہیں زلہ۔۔ اب اور نہیں۔۔ میں یوں ہاتھ باندھے کھڑا آپکو خود سے دور جانے

نہیں دوں گا۔۔ اگر آپ کے لیے میں ایک اسٹینڈ نہ لے سکا تو تف ہے مجھ پر اور

میری محبت پر۔۔!!' اس نے زندگی میں پہلی بار خود سے اعتراف کرتے دل میں

عہد کیا تھا۔ اسی پل آئی سی یو کا دروازہ وا کرتی لیڈی ڈاکٹر باہر چلی آئی۔

"مورے۔۔ میری مورے کیسی ہیں ڈاکٹر۔۔؟" مہزلہ نے اسکے قریب جاتے

بے تابی سے پوچھا۔

بی بی آپکی مدر کو ہارٹ اٹیک آیا ہے۔۔ فوراً ٹریٹمینٹ دینا پڑے "گا۔۔!" کوریڈور میں کھڑے تینوں اشخاص کے سر پر جیسے ہاسپٹل کی چھت آ گری تھی۔ مہزلہ ساکت کھڑی ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی۔ کیا کہا تھا ابھی اس نے۔۔؟

ہارٹ اٹیک۔۔۔!! یہ کیسے ممکن تھا۔۔؟

فوراً ٹریٹمینٹ شروع کرو ڈاکٹر۔۔ جس ڈاکٹر کو بلانے ہے بلاؤ مگر "فوراً۔۔!" اسفندیار کی بارعب کڑک آواز پر ڈاکٹر سر ہلاتی فوراً آگے بڑھ گئی تھی۔ مگر مہزلہ۔۔! وہ تو اب تک وہیں جمی کھڑی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کوئی دھیرے دھیرے ٹانگوں سے اسکی جان نکال رہا تھا۔ ڈارک براؤن کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر گرے رنگ کی شال ڈالا اسفندیار بھاری قدم اٹھاتا اسکے نزدیک آر کا۔ مہزلہ نے لرزتی ٹھوڑی لیے سختی سے نچلا لب دانتوں تلے دبالیا تھا۔

کیا ہوا تھا ایسا۔ جو بات ہارٹ اٹیک تک پہنچ گئی۔۔؟" اسفندیار کے کڑے "لہجے پر مہزلہ نے اپنی نم پلکیں اٹھا کر غائب دماغی سے اسکی جانب دیکھا۔ اسفند کی

عقب میں کھڑا کاروان بھی اسی کی جانب متوجہ تھا۔ "تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔ کیا ہوا تھا ایسا بتاؤ مجھے۔۔؟"

"کک۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔ ہم۔۔ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے۔۔ مورے باہر جانے لگیں۔۔ جب اچانک دروازے پر ہی گر گئیں۔۔!" حلق میں لگے پھندے کے سبب بمشکل ہی بول پائی تھی۔ اسفندیار گہری سانس بھرتا ہاتھ پشت پر باندھ کر کاروان کی سمت پلٹا تھا۔

"سیکیورٹی ہائی الرٹ کرو۔۔ کوئی مشکوک شخص ہاسپٹل کے احاطے میں نہ ملے مجھے۔۔"

"جی خان۔۔!" اسکے حکم پر کاروان سر ہلاتا غیر محسوس انداز میں ایک نظر مہزلہ پر ڈالتا پلٹ گیا تھا۔ جبکہ اسفندیار ایک بار پھر سلیپرز میں مقید اپنے پاؤں گھورتی مہزلہ کی سمت متوجہ ہو گیا۔

"اب سچ بتاؤ کیا ہوا تھا۔۔؟" مہزلہ نے ٹھٹھکتے سر اٹھا کر اسکے سخت تاثرات بھرے چہرے کو دیکھا۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟"

مطلب یہ مہزلہ بی بی۔۔آپ مجھے پوری بات بتائیں گی۔۔ چچی اس کنڈیشن میں "آپکی عام سی باتوں کی وجہ سے ہر گز نہیں پہنچیں۔۔!" اسفندیار کا حتمی لہجہ مہزلہ کو ایک پل کے لیے بلکل بلینک کر گیا تھا۔ کیا وہ اسکی وجہ سے اس حال میں تھیں۔۔؟ مگر اسے کیا معلوم تھا اسکی باتیں اسکی ماں اس طرح دل پر لے لے گی۔

مم۔۔۔میں سچ۔۔!" اسفند انگلی اٹھاتا ٹوک گیا۔"

آخری بار کہہ رہا ہوں۔۔اگر اب سچ نہیں بولیں واپس گھر بھجوا دوں گا۔۔اور" دوبارہ یہاں کا رخ بھی کرنے نہیں دوں گا۔۔" اسکے سفاک لہجے پر مہزلہ کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر رخسار پر گرا تھا۔

میں۔۔میں نے بس ان سے زر۔۔زرتشہ آپا سے کانٹیکٹ کرنے کو کہا" تھا۔۔۔شادی کے بعد سے۔۔ان سے۔۔ہماری ایک بار بھی بات نہیں ہوئی" لہجے کی لرزش پر قابو پانے کی کوشش کرتی ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ کہاں حویلی کے مردوں سے نفرت کا کھلم کھلا اعلان کرتی تھی۔اور کہاں وضاحتوں پر اتر آئی تھی۔اسکی انا

پر یہ ضرب بڑی کاری تھی۔ مگر معاملہ ماں کا تھا۔اس لیے یہ خون کا گھونٹ اسے اتار نا تھا۔اسفندیار نے پیشانی پر پر سوچ شکنیں لیے اسکی جھکی پلکوں کو دیکھا تھا۔

اور۔۔؟اور کیا کہا تھا۔۔؟اب یہ مت کہنا کہ اور کچھ نہیں۔۔ کل رات کھانے" کا قصہ ابھی اتنا پرانا نہیں ہوا ہے۔۔" مہزلہ کو رگ وپے میں ہتک سے خون منجمد ہوتا محسوس ہوا۔اس کا جی چاہا ابھی کہیں دور بھاگ جائے۔وہ اس شخص کو جوابدہ نہیں تھی۔ مگر جواب دے رہی تھی۔

میں نے۔۔میں نے بس شادی آگے بڑھانے کا کہا تھا۔۔"اپنے آنسوؤں کو" روکنا چاہا مگر وہ بند توڑ کر شدت سے نکلنے لگے۔"اس کے علاوہ خدا کی قسم اور کوئی بات نہیں ہوئی میری مورے سے۔۔"بات مکمل کرتی ہاتھ کی پشت سے سختی سے آنسو رگڑ گئی۔اسفندیار جانچتی نگاہوں سے اسکا گریہ کے سبب سرخ ہوتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

اور یہ باتیں تم نے جس انداز میں کی ہوں گی بی بی میں اچھی طرح جانتا" ہوں۔۔بہت خبریں مل رہی ہیں مجھے تمہاری آج کل۔۔"اسکے خشمگین انداز پر

مہزلہ نے چونک کر اسکی ناگواری سے پر سیاہ آنکھوں میں دیکھا تھا۔اور اگلے ہی پل اسکی آنکھوں میں بھی ناگواری بھرنے لگی۔

"میری ماں ہیں وہ۔۔ان کی اس کنڈیشن پر سب سے زیادہ میں اذیت میں ہوں۔۔آپ مجھ سے اس طرح سوال نہیں کر سکتے۔۔"وہ اپنی باغیانہ فطرت زیادہ دیر تک دبا نہیں سکی تھی۔اور اسکے تیز ہوتے لہجے پر اسفند کے چہرے پر پھر سختی پھیلنے لگی۔

"تو بی بی پھر ہر طرح کے سرکم اسٹانس کے لیے بھی تیار رکھو خود کو۔۔"اتنا کہتا موبائل کی سمت متوجہ ہو گیا۔جہاں چھوٹی پھپھی کی کال آرہی تھی۔یہ دیکھے بغیر کہ اسکے سفاک جملے نے مہزلہ برلاس کی رنگت ایک بار پھر زرد کر دی تھی۔

****

ساری رات انتظار کے بعد صبح ڈاکٹرز نے انہیں سب خیر ہے کی نوید سنا دی تھی۔مگر روشینا فلحال بے ہوشی میں تھیں انہیں ہوش چند گھنٹے بعد ہی آنا تھا۔چھوٹی پھپھی گل مکئی رات کو ہی سیال کے ساتھ آگئیں تھیں۔جبکہ ابا صاحب اپنے مانسہرہ کے دورے پر جانے سے پہلے پانچ منٹ میں بہو کو بے ہوش

پڑا دیکھ گئے تھے۔ پوتی سے ہمدردی تو دور سر پر شفقت بھرا ہاتھ بھی نہ رکھا تھا۔ اسفندیار بھی چچی کو خطرے سے باہر دیکھ سیال کو ذمہ داری سونپتا کچھ دیر پہلے چلا گیا تھا۔ اسے اس وقت آوالمیر خان کی سخت فکر لاحق تھی۔ جن سے رات کے بعد سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔ جبکہ کاروان اور مہزلہ رات سے وہیں ہاسپٹل میں تھے۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ زرتشہ کو کسی نے خبر بھی کی تھی یا نہیں۔۔

گھر چلی جاؤ۔۔ تھک گئی ہو گی۔۔" برابر میں بیٹھیں پھپھی نے اسے مخاطب کیا" تھا۔ مگر وہ سر نفی میں ہلا گئی۔

زرتشہ اور آپا کو خبر کی کسی نے۔۔؟ اب تک تو آجانا چاہیے تھا نہیں۔۔ "اس بار" وہ کچھ مدھم آواز میں بولیں تھیں۔ وہ لب کاٹنے لگی۔ اسے خود نہیں معلوم تھا۔

"! پتہ نہیں۔۔"

سیال نے کال کی تھی بریال کو وہ کال نہیں اٹھا رہا تھا۔۔ میں نے بھی آپا کو کچھ " دیر پہلے کی تو موبائل بند تھا انکا۔۔ 'بریال نے اب تک زرتشہ کو موبائل نہیں

دلایا۔۔؟"اس نے ایک بار پھر سر نفی میں ہلادیا۔اگر دلایا ہوتا تو وہ ان سے کانٹیکٹ نہیں کرتی کیا۔اسکے پاس نہ سہی درخنے کے پاس تو تھا نا موبائل۔۔!

"اے لڑکی تمہیں کچھ معلوم بھی ہے۔۔؟بہن کو رخصت کر کے کیا بلکل ہی رابطہ ختم کر دیا۔۔"اس بار گل مکئ زچ ہو گئیں تھیں۔

"میرا آپا کی طرف جانا نہیں ہو رہا گھٹنوں کے درد نے بے حال کیا ہوا ہے آج کل ورنہ میں چکر ضرور لگاتی۔۔"انہوں نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے مجبوری بتائی تھی۔وہ اسی طرح خاموش بیٹھی رہی۔

"بہت بھولی ہے تمہاری ماں۔۔شروع سے ابا کی بڑی فرمانبردار۔۔اور اس بات کا بھابھی نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے دیکھتیں نہیں اب بھی کیسے لگی رہتی ہیں۔۔سمجھو حویلی کی اصل دیکھ ریکھ تو تمہاری ماں کر رہی ہے۔۔اب لگے گا پتہ جب دو چار دن خود پر ذمہ داری پڑے گی تو۔۔"خالص باتونی عورتوں والے انداز میں کہتیں وہ اسے بلکل بری نہیں لگیں تھیں۔کیونکہ حقیقت قبول کر رہیں تھیں۔

تمہاری ماں بھی تو بس کولہو کا بیل بنی رہتی ہے کبھی جو کچھ منہ سے" بولے۔۔اب اسے آرام کروانا اگر ماں کی زندگی چاہتی ہو تو۔۔"انہوں نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے نصیحت کی تھی۔اسی پل سیال اور کاروان ہاتھوں میں کھانے کے شاپر لیے چلے آئے تھے۔

"بریال سے بات ہوئی تمہاری۔۔"

نہیں مگر میں نے میسج چھوڑ دیا ہے۔۔۔"ماں کو شاپر پکڑاتے سیال نے" بتایا۔کاروان کی نظر مہزلہ کی سوجھی آنکھوں سے ملی تھی مگر وہ فوراً سر جھکا گئی تھی۔اور وہ وہیں سے ایک بار پھر واپس پلٹ گیا تھا۔ہمیشہ اسکے نزدیک آتا تھا مگر تشنگی لیے ہی واپس پلٹ جاتا تھا۔یہاں تک کہ تسلی کے دو بول بھی تو نہ بول سکا تھا۔

****

اپنا تمام کام نبٹا کر وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بریال اب بھی سو رہا تھا۔ایک نظر وال کلک دیکھی جہاں دن کے بارہ بج رہے تھے۔یہ بریال کا معمول تھا روزرات کو دیر سے لوٹتا تھا اور پھر دن کے بارہ ایک تک سوتا رہتا۔اسکے بعد کہیں جا کر نکلتا

تھا۔لب کاٹتی بیڈ کے نزدیک آئی تھی۔اگر دیر سے اٹھتا بعد میں پھر اسی پر چیختا تھا۔

خان۔۔؟"آہستہ سے کہتے اسکا بازو ہلایا تھا۔"اٹھ جائیں۔۔آپ کو دیر ہو جائے گی پھر۔۔" بریال اسکی مدھم آواز پر کروٹ بدل گیا۔

"!خان۔۔"

اٹھ گیا ہوں۔۔مرا نہیں ہوں۔۔!"نیند سے پر جھنجھلائی ہوئی آواز میں بولا" تھا۔وہ سہمتی فوراً پیچھے ہٹ گئی۔اس شخص کے ارد گرد رہنے سے بھی خوف محسوس ہوتا تھا اسے۔

کپڑے نکالو میرے۔۔"کمرے سے نکل رہی تھی جب اسکی تحکم بھری آواز" ابھری تھی۔واپس پلٹتی کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔بریال جمائی روکتا تکیے کے بل اٹھ کر سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا گیا تھا۔

ناشتہ یہیں کریں گے یا پھپھی کے کمرے میں۔۔؟"کپڑے صوفے پر ڈالتے" اس سے پوچھا۔بریال نے چونک کر سر اٹھاتے اسکی سمت دیکھا۔سادہ سے

گرین کلر کے قمیض شلوار پر دوپٹہ اوڑھے کھڑی تھی۔ چہرے پر ہمہ وقت رہنے والی سنجیدگی تھی۔ اسے بیزاری سی ہونے لگی۔

تمہاری ماں ہاسپٹل میں پڑی ہے کل رات سے۔۔" موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھتا" سرسری لہجے میں بولا تھا۔ جبکہ زرتشہ دھک سے رہ گئی۔ اسے یقین ہی نہیں آیا تھا کہ کیا کہا تھا اس نے۔۔؟

کک۔۔ کون ہے ہاسپٹل میں۔۔؟" بریال نے اسکی نچڑتی رنگت دیکھی تھی" اور اٹھ کھڑا ہوا۔

بہری ہو۔۔؟ تمہاری ماں ہاسپٹل میں ہے بتایا تو ہے ابھی۔۔" اور زرتشہ کی" آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ وہ بے ساختہ فاصلہ سمیٹتی اس تک آئی تھی۔

کیا ہوا ہے انہیں پلیز مجھے بتائیں۔۔ وہ ٹھیک ہیں نا۔۔؟" اسکی آستین تھامتی" بے قراری سے بولی تھی۔

مجھے کیا معلوم۔۔ سیال کا میسج آیا تھا رات کو ایڈمٹ ہوئیں تھیں۔۔" اتنا کہتا" باتھ روم کی سمت بڑھنے لگا مگر وہ بیچ میں آگئی۔

"پلیز مجھے لے جائیں۔۔ مم۔۔ میں ملنا چاہتی ہوں ان سے۔۔" بریال نے اسکے آنسوؤں پر ایک ناگوار نگاہ ڈالی۔

"فارغ نظر آرہا ہوں۔۔ کام پر جاؤں گا یا تمہارے ساتھ ہسپتال کے چکر لگاؤں گا۔۔" اسکی سفاکی پر اسکی رگوں میں دوڑتا خون سرد پڑنے لگا۔

"پپ۔۔ پلیز۔۔ بس مجھے چھوڑ کر چلے جایئے گا۔۔ یا۔۔ یا میں پھپھی کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔۔" اپنی ہی ماں سے ملنے کے لیے وہ منتوں پر اتر آئی۔ جس پر وہ محض کندھے اچکا گیا۔

"ہاں چلی جاؤ ان کے ساتھ۔۔ مگر ایک بات۔۔" جاتے جاتے واپس ٹھہرا تھا اور انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی۔

"اگر یہاں کی بات وہاں کی تو یاد رکھنا پہلی اور آخری بار دیکھو گی ان سب کی شکلیں۔۔" زرتشہ کا جی چاہا اس درندے کی آنکھیں نوچ لے۔ مگر وہ نوچنا تو دور کی بات کبھی اپنے لیے آواز نہیں اٹھا سکتی تھی۔ اس لیے بس سر اثبات میں ہلا گئی۔

دوپہر دو بجے کے قریب وہ گل بینا کے ساتھ ہاسپٹل پہنچی تو صرف مہزلہ ہی موجود تھی۔

"کیا ہوا ہے مورے کو زلہ۔۔؟" اس نے بے تابی سے اس سے پوچھا تھا۔ جبکہ مہزلہ تو بہن کو دیکھ کر ہی دنگ رہ گئی تھی۔ سادہ سے قمیض شلوار میں ملبوس سیاہ چادر میں خود کو ڈھانپی۔ یہ وہ زرتشہ تھی ہی نہیں جو اسکی بہن تھی۔ ایسا لگتا تھا اسکے چہرے کی ساری گلابیاں کسی نے چھین لیں ہوں۔۔ اور وہ کون تھا اسکے بارے میں مہزلہ پہلے ہی پیشن گوئی کر چکی تھی۔

"ارے بولو بھی لڑکی بہن کچھ پوچھ رہی ہے۔۔" پھپھی کی کرخت آواز پر مہزلہ نے لب بھینچ لیے۔

"ہارٹ اٹیک آیا تھا۔۔!" اسکا لہجہ بے تاثر سا تھا۔ جبکہ زرتشہ صدمے سے منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔

"تم۔۔ تم نے مجھے رات کو ہی کیوں نہیں بتایا۔ اب کیسی طبیعت ہے مورے کی۔۔؟"

تمہارے پاس کوئی موبائل ہے جو رابطہ کرتے۔۔؟ پھپھی اور بریال لالا کو کی" انہیں اٹھانے کی زحمت تک گوارا نہیں ہوئی۔۔"وہ بغیر کسی لگی لپٹی کے بولی تھی۔اپنی نئی نویلی شادی شدہ بہن کے حلیے اور بیوہ پھپھی کے حلیے میں واضح فرق اسے آگ لگا گیا تھا۔گل بینا نے دزدیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"!تو بی بی ہمیں تھوڑی معلوم تھا تمہاری ماں ہسپتال میں ہے۔۔"

مگر آپ کو تو ویسے بھی آپا کو ہم سے بات کرانے کا دل نہیں چاہتا۔۔مورے" کتنا مس کر رہیں تھیں تمہیں اندازہ ہے۔۔!"اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ غصہ کس پر نکالے اپنی بے حس پھپھی پر یا بے زبان بہن پر۔جس نے ابھی کن اکھیوں سے ساس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا تھا۔

ایسی بات نہیں زلہ۔۔ پھپھی نے کئی بار مجھے اپنا فون دیا۔۔بس۔۔مجھے ہی" فرصت نہیں مل رہی تھی۔۔!"اسکے گھبراہٹ بھرے انداز پر مہزلہ نے طنزیہ !مسکراہٹ لیے اسے ایسے دیکھا تھا جیسے تم پاگل کسے بنا رہی ہو۔۔

مورے کی کیسی طبیعت ہے اب۔۔"زرتشہ نے ایک بار پھر ماں کے بارے" میں پوچھا۔

ٹھیک ہیں اللہ نے بچالیا ہے۔۔ابھی دوائیوں کی وجہ سے بے ہوشی میں "
ہیں۔۔"اسے ساتھ لیے واپس بیٹھ گئی تھی۔ پھپھی بھی سامنے والی بینچ پر بیٹھ گئیں۔

"اور تم یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو۔۔باقی سب کہاں ہیں۔۔؟"

گھر پر۔۔۔!ماں میری بیمار ہے ظاہر سی بات ہے ہسپتال میں بھی میں ہی ہوں "
گی نا۔۔!!"اسکا لہجہ سفاکیت کی حد تک روکھا تھا۔جبکہ گل بینا پہلو بدل گئیں۔

یہ۔۔یہ کیا کہہ رہی ہو کیا لالا اور تائی تبانا نہیں آئے۔۔؟"زرتشہ کے لیے یہ "
ایک اور شاک تھا۔

وہ رات کو یہیں تھے مگر پھر صبح چلے گئے۔۔اور چھوٹی پھپھی بھی آئیں تھیں مگر "
"ان کے گھٹنوں میں تکلیف ہونے لگی تھی اس لیے میں نے واپس بھیج دیا۔۔

تمہیں کیا ضرورت تھی چھوٹی کو بھیجنے کی جب تک کوئی گھر سے نہیں آیا تھا "
تو۔۔"گل بینا ناگواری سے بولیں تھیں۔ مگر مہزلہ بہن کی سمت ہی متوجہ رہی۔

سیال گیا ہے گھر اب کسی کو آنا ہوگا تو آجائے گا۔۔تب تک آپا ساتھ ہیں "
تو۔۔"زرتشہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہی

تھی۔اور زرتشہ نے اسکے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کرتے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"!مورے سے ملے بغیر کہیں نہیں جائیں گے ہم۔۔"

****

اس وقت وہ زمینوں پر موجود تھا۔جہاں کچھ نئے ریسٹ ہاؤسز کی تعمیر جاری تھی۔اس نے اپنے ہوٹلز کی چین کو کے پی کے بعد پنجاب میں بھی پھیلانا شروع کر دیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ اسکے آج کل اسلام آباد اور لاہور کے زیادہ چکر لگ رہے تھے۔

خان یہ دیکھو۔۔یہ آرکٹیٹ نے ترکی اسٹائل کا لک دینے کا سوچا"

ہے۔۔"اسکے خادم نے ایک میپ کی شیٹ اسکے سامنے پھیلائی تھی۔اور اب نقشے کی چیدہ چیدہ چیزیں اسے بتا رہا تھا۔اور وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے سیاہ سینڈل میں مقید پاؤں ہلاتا پر سکون بیٹھا اس سے تفصیل سن رہا تھا۔جب سے باپ سے بات ہوئی تھی وہ مطمئن ہو گیا تھا۔اسکی ایک گھنٹے پہلے آوالمیر خان سے بات ہو گئی تھی۔کال پر انہوں نے سب خیر ہے کا بتا کر اسے وہاں سے نکلنے کی اطلاع

دے دی تھی۔ اگر باپ اسے خود کال نہ کرتا اسکا ارادہ خود جانے کا تھا۔ کیونکہ ان کے گھر کے بندے کو تنہا دیکھ کوئی بھی دشمن فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ مگر پھر بھی اس نے احتیاطاً خوشحال خان اپنے وفادار کو روانہ کر دیا تھا۔ موبائل پر ہوتی رنگنگ پر نقشے سے نظر ہٹاتے موبائل دیکھا۔ جہاں انسپیکٹر ولی خان کی کال آرہی تھی۔

"اور ولی خان۔۔ کیسے ہو۔۔؟"

سلام خان۔۔۔! ایک۔۔ ایک خبر دینی ہے۔۔" انسپیکٹر کی گھبرائی ہوئی آواز" پر اسکی بھنویں سکڑیں تھیں۔

اگر تم مجھے پھر کسی کورٹ نوٹس کا بتانے والے ہو تو وکیل سے رابطہ کیا"

"کرو۔۔

نہیں۔۔ نہیں خان بات کچھ اور ہے۔۔ آپ کے۔۔ آپ کے"

بابا۔۔" اسفندیار نے بے اختیار دوسرا پاؤں زمین پر ٹکایا تھا۔

میرے بابا کیا ولی خان۔۔؟" اسکا لہجہ کسی برفیلی چٹان کی طرح سرد اور ریڑھ" کی ہڈی تک سنسنی دوڑا دینے والا تھا۔

موٹروے پر انکی کار برآمد ہوئی ہے جس میں آوالمیر خان مردہ حالت میں پائے "

"! گئے ہیں۔۔

****

خان حویلی' اس وقت ماتم کدہ کی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ حویلی کے باہر سخت ' سیکیورٹی تعینات تھی۔ ڈرائیووے اور حویلی کے باہر سیکڑوں گاڑیوں کی قطاریں لگیں تھیں۔ آخر کو شہر کے کرتادھرتا اور ایم پی اے کا بیٹا مرا تھا بلکہ قتل ہوا تھا۔ ہر کوئی خبر سن کر دوڑا چلا آرہا تھا۔ شہر اور اخبارات میں کھلبلی سی مچی تھی۔ تعزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا تھا۔

گارڈن میں کرسیاں لگائے مرد بیٹھے تھے۔ جبکہ حویلی کے اندر آؤ تو عورتوں کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ لاؤنج کے بیچوں بیچ بہراور خان کے بڑے بیٹے آوالمیر خان کا جنازہ رکھا تھا۔ اردگرد موجود عورتیں اس وقت رونے میں مصروف تھیں۔ تائی تبانا حال سے بے حال تھیں۔ درخنے باپ کی اچانک موت

پر الگ اشک بار تھی۔ خان حویلی کے سارے بیٹے اس وقت حویلی میں موجود تھے۔ دریاب بھی باپ کی موت پر دوڑا چلا آیا تھا۔ اس اچانک موت نے سب کو صدمے سے دوچار کر دیا تھا۔ اور جس وقت جنازہ اٹھا تائی بے ہوش ہو کر گر پڑیں تھیں۔ جنہیں زرتشہ اور زمدہ نے ہی سنبھالا تھا۔ جبکہ مہزلہ ہاسپٹل میں ماں کے پاس تھی۔ مگر وہ ماں کو نرس کے حوالے چھوڑ کر کاروان کے ساتھ بلکل عین وقت پر جب جنازہ حویلی کی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ وہ پہنچ گئی تھی۔ ڈرائیو وے پر مردوں کا ایک ہجوم جمع تھا۔ سب کلمہِ شہادت پڑھ رہے تھے۔ سیاہ چادر سے آدھا چہرہ چھپائے اس نے تایا کے جنازے کو دیکھا۔ جسکو ایک جانب سے اسفندیار کندھا دیا ہوا تھا۔ سفید کرتا شلوار میں ملبوس چہرے پر سنگلاخ تاثرات اور آنکھوں میں سرخی لیے۔ جبکہ دوسری جانب دریاب تھا اسکی حالت واضح تھی اسکی نم آنکھیں باپ سے جدائی کا نوحہ سنا رہیں تھیں۔ جبکہ پیچھے بریال اور سیال تھے۔ اسکی اپنی آنکھوں سے اشک رواں ہونے لگے۔ اسکا تایا پوری حویلی میں واحد شخص تھا جو اس سے نرمی سے بات کرتا تھا۔ اسکے سر پر بھی ہاتھ رکھتا تھا۔ اسے یتیم ہونے کا احساس نہیں دلاتا تھا۔ اور آج ایسا لگ رہا تھا اس نے ایک

بار پھر اپنا باپ کھو دیا تھا۔ آج پھر وہ یتیم ہو گئی تھی۔ جنازہ بلکل اسکے نزدیک سے گزر رہا تھا اسکی سسکیاں بلند ہونے لگیں تھیں۔ اس وقت شدت سے جی چاہا تھا وہ ان لوگوں کو روک کر جنازے سے لپٹ جاتی۔ آج پھر اسکے سر سے باپ کا سایہ اٹھ رہا تھا۔ اب حویلی میں اسکا کوئی طرفدار نہ بچا تھا۔ اور اس ہجوم میں دریاب اور اسفندیار دونوں نے قریب سے گزرتے اسکی سسکیاں سنی تھیں اور پھر وہ پیچھے ہٹ گئی جبکہ وہ لوگ آگے بڑھ گئے تھے۔

حویلی کے اندر کی سمت بڑھتے اس نے ابا صاحب کو دیکھا تھا۔ جو چہرے پر وہی کرختگی لیے اپنی لاٹھی تھامے آگے بڑھ رہے تھے۔ اسے اس سفاک شخص کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ وہ جو ایک غیر متعلق فرد تھی وہ آوالمیر خان کے لیے رو رہی تھی اور ایک یہ سنگ دل انسان تھے۔ جنہیں بیٹا کھونے پر بھی اپنے رتبے کی زیادہ فکر تھی۔ وہ سر جھٹکتی اندر لاؤنج میں آ گئی جہاں ساری خواتین غم سے نڈھال بیٹھیں رو رہیں تھیں۔ مہرلہ سیدھی درخنے کی سمت بڑھ گئی۔ اس وقت اسکی دوست کو اسکی ضرورت تھی۔

****

یقین ہی نہیں آرہا تایا ابا اس طرح اچانک چلے جائیں گے۔۔" مہزلہ اپنے اور زرتشہ کے لیے چائے بنا رہی تھی۔ جب زرتشہ اس سے بولی تھی۔

مرڈر ہوا ہے ان کا۔۔اس حویلی کے لوگوں کے نصیب میں آسان موت نہیں" لکھی۔۔" چائے میں دودھ ڈالتے اپنے مخصوص سرد لہجے میں بولی تھی۔اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔اور حویلی میں سناٹا چھایا تھا۔سوائے مردان خانے کے جہاں لوگوں کی آمد اب بھی جاری تھی۔تائی تبانا کو سکون کی گولی کھلا کر سلا دیا تھا۔درخنے ماں کے پاس ہی تھی جبکہ پھپھیاں بھی یہیں ٹھہری ہوئیں تھیں۔

اسی بات کا تو افسوس ہے وہ تو بہت نرم دل انسان تھے انکی بھلا کسی سے کیا دشمنی" "ہو گی۔۔

انکی نہیں مگر انکے بیٹے اور انکے باپ کی تو ہر دوسرے سے ہے نا جس کی وجہ" سے ہم گارڈز کے نرغے میں آتے جاتے ہیں اور آج انہی کی وجہ سے تایا ابا مر گئے۔۔" اسکا زہر خند لہجہ آخر میں بھاری ہو گیا تھا۔لب بھینچتی چائے نکال کر وہیں اسکے پاس ٹیبل پر لے آئی۔

اسکے سوا اور کوئی حل بھی تو نہیں نازلہ۔۔! اگر یہ سیکیورٹی نہ دی جائے تم کیا" چاہتی ہو روز ایک جنازہ اٹھے۔۔؟" اسکے بے رحم الفاظ پر مہزلہ نے شکایتی نظر اس پر ڈالی۔اور چائے اسکی سمت بڑھادی۔ مگر اسکی نظر زرتشہ کی کلائی پر ٹھٹھک گئی۔

یہ کیا ہے۔۔" کپ چھوڑ کر اسکی کلائی تھامتی آستین اونچی کر گئی۔ جہاں پرپل" رنگ کے انگلیوں کے نشانات تھے۔زرتشہ نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔

کک۔۔کچھ نہیں۔۔چوڑیوں کے نشان پڑے ہیں۔۔۔" مہزلہ نے پھٹی پھٹی" نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

یہ۔۔یہ اس شخص نے کیا ہے آپا۔۔ تم جھوٹ کیوں بول رہی ہو۔۔اس شخص" نے تمہیں ٹارچر___"

مہزلہ۔۔!" زرتشہ چیختی کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر وہ اسے نہیں بلکہ" کچن کے دروازے کی سمت دیکھ رہی تھی۔ مہزلہ نے اسکی نظروں کا تعاقب کیا تھا اور ایک پل کے لیے فریز ہو گئی۔ جہاں سفید کرتا شلوار میں ملبوس دریاب

کھڑا تھا۔ سرخ آنکھیں اور بھینچے جبڑے لیے۔۔ مہزلہ بھی اپنی چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر ان تینوں میں سے کوئی ایک لفظ بھی نہ بولا تھا۔ سچوئیشن کی ایسی تھی کہ کسی کے پاس کچھ کہنے کو ہی نہ تھا۔

کچھ چاہیے آپکو۔۔؟" یہ آکورڈ خاموشی اسی نے توڑنی تھی۔ زرتشہ کو اپنا چہرہ" اس سامنے کھڑے شخص کی نگاہوں سے جھلستا محسوس ہو رہا تھا۔ مگر وہ بغیر کچھ کہے واپس پلٹ گیا۔ مہزلہ نے واپس بہن کی جانب دیکھا جو آنکھوں میں نمی لیے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

تمہیں کوئی حق نہیں میری زندگی میں بولنے کا سمجھ آئی۔۔" زرتشہ اس پر چیختی" باہر نکل گئی تھی۔

****

رات کا ایک بج رہا تھا۔ سفید کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر شال ڈالا اسفندیار تھکے تھکے قدم اٹھاتا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ کل دوپہر سے اب تک جس کیفیت سے وہ گزرا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ کل انسپیکٹر کی کال کے بعد وہ آناً فاناً جائے وقوعہ پر پہنچا تھا۔ جہاں پولیس اسکے باپ کی گولیوں سے چھلنی گاڑی کے گرد

بیر یئر لگائی ہوئی تھی۔ گاڑی کا حشر بتا رہا تھا۔ کہ دشمنی کو جنون کی حد پر جا کر نبھایا گیا تھا۔ اور جب ہاسپٹل پہنچ کر باپ کا لہولہان وجود دیکھا۔ اسکے وجود کے ٹکڑے بکھر گئے تھے۔ اسکا دل غم سے پھٹنے لگا تھا۔ اور یہ کیفیت باپ کو دفنانے کے بعد مزید شدت اختیار کر گئی تھی۔ اس نے آوالمیر خان کو خود قبر میں اتارا تھا۔ اور باپ کا چہرہ چوم کر قسم کھائی تھی۔ کہ انہیں قتل کرنے والے کو بھی خود قبر میں اتارے گا۔ اٹک سے لے کر ایبٹ آباد تک جگہ جگہ چیک پوسٹیں لگیں تھیں۔ پولیس مجرموں کو ڈھونڈنے کے لیے چھاپے مارتی پھر رہی تھی۔ مگر وہ یہ معاملہ قانون کے ہاتھ نہیں بلکہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حل کرنے والا تھا۔

فرسٹ فلور پر آکر اس نے تاریک کاریڈورز کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اس وقت اسکا ذہن بلکل سن ہو رہا تھا۔ اور قدم اپنے کمرے کی سمت بڑھانے کے بجائے اسکی مخالف سمت بڑھنے لگا۔ جہاں ایک بڑا سا ٹیرس تھا۔ ٹیرس کا دروازہ پہلے سے ہی کھلا تھا۔ جس پر دھیان دیے بغیر قدم آگے بڑھا گیا۔ مگر اسکے قدم خود بخود ہی ٹھٹھک گئے تھے۔ کیونکہ ٹیرس پر پہلے ہی کوئی

موجود تھا۔منڈیر کی طرف رخ کیے اپنے گرد شال لپیٹی تھی۔ہوا کے سبب ڈھیلی سی چٹیا سے بال نکلتے ہوا میں اڑ رہے تھے۔اسفندیار کو لمحے کے ہزارویں حصے میں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کون تھی۔۔!

درخنے سے اسے معلوم تو ہو چکا تھا کہ وہ انسومنیا کی مریض ہے مگر بذاتِ خود تیسری بار اسے رات کے اس پہر بھٹکتے دیکھا تھا۔اسکی پیشانی پر بل اکھٹے ہونے لگے۔اسکے گھر کی خواتین کبھی اس طرح رات کی تنہائی میں پھرنے یا پھریوں آسمان کے نیچے کھڑے ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔مگر یہ۔۔!!

اس نے لب بھینچتے اسکی سمت قدم بڑھا دیے۔مہزلہ سامنے کے منظر میں اس قدر محو تھی کہ بھاری قدموں کی چاپ سن ہی نہ سکی۔اسفندیار نے اسکے عقب میں آتے اسکی پتھریلی نظروں کا تعاقب کیا جو بس ٹکٹکی باندھے اس کال کوٹھری جیسی انیکسی کو گھور رہیں تھیں۔اور اپنے کام میں اس قدر محو تھی کہ برابر میں ٹھہرتے وجود کا احساس بھی نہ ہوا تھا۔اسفندیار کو اب اسکی ذہنی کیفیت پر شبہ ہوا تھا۔

"کیا کر رہی ہو تم اس وقت یہاں۔۔!!" اسکی بھاری اور انتہائی نزدیک سے ابھرتی آواز پر مہزلہ اچھلتی بے اختیار پلٹی تھی۔اور وحشت بھری نگاہوں سے اسکی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھے گئی۔اسکا دماغ پراسس کرنا ہی شروع نہیں ہوا تھا۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔!! کونسا وقت ہے یہ یہاں کھڑے ہونے کا۔۔؟" اس بار لہجہ پہلے سے زیادہ سرد تھا۔مہزلہ نے بے اختیار اپنے لب تر کیے۔

"وہ۔۔میں۔۔"

"نیند نہیں آتی تو کوئی اور مشغلہ ڈھونڈو آئندہ مجھے یوں بھٹکتی ہوئی نظر نہ آؤ۔۔" اسکی تنبیہہ پر مہزلہ کی آنکھوں میں وحشت کی جگہ اب ناگواری ابھرنے لگی۔اسکی زبان کھلنے کے لیے برقرار تھی مگر مصلحتاً وہ یہ گھونٹ پی گئی تھی۔کیونکہ اسفندیار کی جگہ ابھی کوئی اور اسے یہاں دیکھ لیتا تو اس سے کہیں زیادہ اوورری ایکٹ کرتا صرف تنبیہہ کر کے ہر گز نہ چھوڑتا۔۔

"ٹھہرو۔۔!" اسے پلٹتا دیکھ روکا تھا۔مہزلہ نے بھنویں سکیڑتے اسکی جانب دیکھا۔

"چچی کے پاس کون ہے۔۔؟" اسکے سوال پر وہ ایک پل کے لیے بلکل دنگ رہ گئی۔ حیرت تھی جو اس گھر میں ان بہن بھائی کے علاوہ بھی کسی کو اسکی ماں یاد تھی۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔زبان کیا رکھ کر آ گئیں کہیں۔۔؟" اسکے جھاڑنے پر وہ خفت زدہ ہوتی دانت پیسنے لگی۔

"ابا صاحب نے گھر سے نکلنے سے منع کر دیا تھا۔۔اسی لیے کاروان دو ملازمائیں چھوڑ آیا تھا مورے کے پاس۔۔"

"اور ڈسچارج کب کر رہے ہیں۔۔؟" ماتھے پر بل لیے مزید پوچھا۔

"کل۔۔" اسکے یک لفظی جواب پر وہ لب بھینچتا سر ہلا گیا۔

"تمہیں جانے کی ضرورت نہیں کوئی جا کر لے آئے گا۔۔اور ایک بات۔۔" مہر لہ کو لگا اسکا ضبط اب بس ٹوٹنے والا ہے۔ "آئندہ اگر تم کسی ملازم کے ارد گرد بھی نظر آئیں۔۔اسکے آگے کی ذمے دار پھر تم ہی ہو گی۔۔" آنکھوں میں ناگواری و سرخی لیے اسفندیار نے اسکو بخوبی وارن کر دیا تھا۔ جبکہ مہر لہ کی آنکھوں میں اب خون اترنے لگا تھا۔ وہ چاہتی تو بہت

زبردست جواب دے سکتی تھی۔ مگر نجانے کیوں بغیر کچھ کہے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔اب اس جنگلی بے حس انسان کو کیا بتاتی۔وہ جس شخص سے اسے دور رہنے کا کہہ رہا تھا۔وہ ہسپتال میں پل پل اسکے ساتھ تھا۔اس کے قدم ماں کی بے ہوشی پر کاروان کی سمت اس لیے بڑھے تھے کہ اسے اور کسی پر اعتبار ہی نہ تھا۔ایک وہی تو تھا جو اسے سمجھتا تھا اسے جانتا تھا۔مگر یہ بات وہ اس حاکمانہ سوچ رکھنے والے کو نہیں بتا سکتی تھی۔

****

کیا ضرورت ہے آخر اس سب کی۔۔ ٹھیک ہوں میں اب۔۔!"روشینا نے" زچ ہوتے بیٹی کو دیکھا تھا۔جو کب سے انہیں ڈاکٹر کے پاس چلنے کو کہہ رہی تھی۔اور آج درخنے کے موبائل سے اپوائنٹمینٹ لے ہی لی تھی۔ان کے ہارٹ اٹیک اور آوالمیر خان کے انتقال کو ایک ماہ بیت چکا تھا۔سب آہستہ آہستہ ہی سہی مگر اپنی زندگیوں میں آگے تھے۔کہتے ہیں ناوقت جیسا بھی ہو گزر جاتا ہے۔انسان کتنی ہی محبت کیوں نہ کرتا ہو مرنے والے سے مگر غم پر ایک نہ ایک دن صبر آ ہی جاتا ہے۔

تائی تبانا فلحال تو چپ طاری کی ہوئیں تھیں۔ دریاب پندرہ دن رک کر واپس چلا گیا تھا۔ اسکا ڈگری کا لاسٹ سیمسٹر تھا۔ جبکہ اسفندیار اس پورے مہینے میں بمشکل ہی گھر پر ٹکا تھا۔ ابا صاحب اپنی سیاسی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ مہزلہ نے درخنے کو پڑھائی میں لگایا ہوا تھا تاکہ اسکا ذہن بٹا رہے۔ جبکہ زرتشہ جب سے گئی تھی۔ صرف ایک بار ہی پھپھی کے ساتھ آئی تھی۔ مگر اتنا ہوا تھا کہ اب وہ پھپھی کے فون سے درخنے کے نمبر پر کال کر کے ماں سے بات کر لیتی تھی۔

کیوں ضرورت نہیں۔۔ جب تک ڈاکٹر بلا رہی ہے جانا پڑے گا۔۔"ان کی" میڈیکل فائل کا جائزہ لیتی مصروف انداز میں کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔" چلیں۔۔؟"اسکی ضد کے آگے وہ گہری سانس بھرتی اپنی چادر لینے کے لیے اٹھ گئیں تھیں۔

کہاں جا رہی ہیں آپ دونوں۔۔" سیڑھیوں کی سمت بڑھتی زمدہ نے ان" دونوں کو چادروں میں ملبوس دیکھ حیرت سے پوچھا۔

ڈاکٹر کے پاس کیوں کوئی کام ہے۔۔؟" جواب ماں کے بجائے مہزلہ کی جانب" سے آیا تھا۔ زمدہ کے چہرے کے زاویے بگڑنے لگے۔

تو کھانے کا کیا ہوگا۔۔آپ لوگوں کی واپسی دو تین گھنٹے پہلے سے تو ہونے سے" رہی۔۔"

"بیٹا میں نے خیر اں کو سمجھا دیا ہے سب۔۔"

کھانا صرف ہم نے نہیں کھانا۔۔ دیکھ لیجیے گا آپ گناہ نہیں ہو جائے گا۔۔"بیٹی" کے تیز لہجے پر روشینا نے بری طرح اسے گھورا تھا۔ جبکہ زمدہ کی تو تلوں پر لگی تھی اور سر پر بجھی آج کل تو وہ ویسے بھی گھر کی مالکن بنی گھوم رہی تھی۔

اپنی حد میں رہو۔۔اس طرح بات کرتے ہیں بڑوں سے۔۔ماسی سکھاؤ اسے" کچھ یہ زبان سسرال جا کر جوتے کھلواتی ہے۔۔"اس پر ایک زہر خند نگاہ ڈال کر سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ جبکہ مہزلہ بل کھاتی خارجی راستے کی سمت بڑھ گئی۔ اسکی بکواس کے بعد اب ماں کا لیکچر بھی سننا تھا۔

تمہیں ضرورت ہی کیا تھی اس سے الجھنے کی۔۔؟"روشینا نے اسے ڈپٹا" تھا۔ جس پر ساتھ چلتے اس نے شکایتی نگاہ ان پر ڈالی۔

"!راستے میں وہ آئی تھی میں نہیں۔۔"

"آہ بیچاری۔۔!!"تو ایسا کیا کہہ دیا تھا بیچاری نے کھانے کا ہی تو پوچھا تھا۔۔!!"

مہزلہ کا جی چاہا اس بیچاری کی گردن مروڑ دے۔

"اتنی بیچاری ہے تو پکائے کچن میں جا کر کھانے۔۔ ہم نوکر لگے ہیں اس کے۔۔؟"گاڑی میں بیٹھتی وہ بھی ٹکا سا جواب دے گئی تھی۔روشینا نے مزید کچھ کہہ کر بحث کو طویل کرنے سے خاموشی اختیار کرنا بہتر سمجھی تھی۔جبھی گاڑی میں ڈرائیور کی جگہ کاروان کو بیٹھتا دیکھ مہزلہ چونکی تھی۔مگر چہرے سے ظاہر کیے بنا باہر دیکھنے لگی۔جب سے اسفندیار نے دھمکی دی تھی۔وہ اس سے کترائی رہنے لگی تھی۔کیونکہ سب سے زیادہ نقصان کاروان کے حصے میں آنا تھا جو وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی۔

"ارے بیٹا۔۔ ہم ڈرائیور کے ساتھ چلے جاتے۔۔"

کوئی بات نہیں فری ہی تھا۔۔"روشینا کو جواب دیتے اس نے ایک نظر ونڈو کی سمت رخ کیے بیٹھی دشمنِ جاں کو دیکھا تھا۔جو نجانے کس بات کا بدلا نکال رہی تھی اس سے۔۔سارا راستہ روشینا اور کاروان کے درمیان ہی گفتگو ہوئی

تھی۔ان کے پیچھے ہمیشہ کی طرح گارڈز سے بھری گاڑی چل رہی تھی۔ہاسپٹل پہنچنے پر صرف وہ تینوں ہی اندر گئے تھے۔گارڈز ہاسپٹل کے گیٹ پر ہی ٹھہرے تھے۔

میں کاؤنٹر سے رپورٹس لے کر آرہی ہوں۔۔آپ اندر جائیں۔۔"کاروان کو" مکمل نظرانداز کرتے انہیں کہتی آگے بڑھ گئی تھی۔روشینا کے کچھ ٹیسٹ ہوئے تھے۔جن کے رپورٹس کلیلٹ کر کے ڈاکٹر کو دکھانی تھیں۔

آپ مجھے نظرانداز کیوں کر رہی ہیں زلہ۔۔؟"عقب سے ابھرتے اس شکایت" بھرے لہجے پر مہزلہ کے آگے بڑھتے قدم تھم گئے۔اور بے اختیار اسکی سمت پلٹی تھی۔جہاں وہ بے چین کھڑا تھا۔مہزلہ نے ایک نظر اسکے عقب میں اور پھر اطراف میں ڈالی۔کوئی بھی شناسا چہرہ موجود نہ تھا۔جبھی اس شخص نے شکوہ کرنے کا حوصلہ کر لیا تھا۔

میں بھلا ایسا کیوں کروں گی۔۔آخر رشتہ ہی کیا ہے ہمارا۔۔؟"اس نے بڑے" عام سے انداز میں کہا تھا۔مگر کاروان تو تڑپ ہی اٹھا اور بے ساختہ ایک قدم نزدیک آیا تھا۔

"ایسا مت کہیں کہ آپ سے کوئی تعلق نہیں میرا۔۔اگر نہ ہوتا تو آپ کا کٹا کٹا انداز آپکا اچانک بدلا رویہ میں کیونکر محسوس کرتا۔۔؟" پہلی بار مہزلہ نے اسکے لہجے اور آنکھوں میں بے تابی دیکھی تھی۔اور یہ بات اسے ایک پل کے لیے ششدر کر گئی تھی۔وہ اپنے چکر میں اس شخص کو کہاں تک گھسیٹ لائی تھی۔کہ نہ واپسی کا راستہ تھا اور نہ آگے بڑھنے کا۔۔!!

"یہ۔۔یہ کیا ہوا ہے تمہیں اچانک کاروان۔۔؟میں نے اسی لیے تم سے فاصلہ قائم کیا تھا تاکہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان۔۔"

"مجھے نہیں پرواہ جیسے ہی ابا صاحب لوٹیں گے میں ان سے آپکے اور اپنے رشتے کے لیے بات کرلوں گا۔۔" مہزلہ کی آنکھیں پھٹ پڑیں تھیں۔

"تم۔۔تم پاگل ہو۔۔؟جان سے ماردیں گے حویلی کے مرد تمہیں۔۔سوچنا بھی مت ایسا۔۔" اردگرد دیکھتی مدھم لہجے میں بولی۔اسے اب صحیح کی ٹینشن ہونی شروع ہوگئی تھی۔یہ سب اسی کی جذباتیت اور بیوقوفیوں کی بدولت ہورہا تھا۔وہ ہی کاروان کو اس مصیبت میں پھنسانے والی تھی۔

"مجھے نہیں پرواہ۔۔آپ کو کسی اور کا ہوتے دیکھنے سے بہتر ہے میں یہ آخری کوشش کرلوں۔۔"اسکے دوٹوک لہجے پر مہزلہ نے سر نفی میں ہلایا تھا۔اسفندیار اور ابا صاحب کا ری ایکشن سوچ کر ہی اسکے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔

"تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی میں۔۔تم اپنی فیملی کے اکلوتے کفیل ہو۔۔اتنی خود غرض نہیں ہوں میں کہ اپنی آزادی کے چکر میں تمہاری زندگی داؤں پر لگا دوں۔۔"

"یہ میں آپ کے لیے نہیں بلکہ اپنی محبت کے لیے کروں گا۔۔اگر یونہی آپکو کسی اور کا ہوتے دیکھتا رہا مجھ سے بڑا بزدل اور بے غیرت کوئی نہیں ہو گا"اسے خفگی سے دیکھتا پلٹ گیا تھا۔جبکہ مہزلہ گنگ کھڑی اسے دور سے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔

محبت۔۔۔!یہ کیا کہہ گیا تھا وہ۔۔!!کاروان خان زندگی میں پہلی بار اس سے اپنی محبت کا اظہار کر کے جا چکا تھا۔۔۔!!

****

اور پھر گڑیا گڈا کی اس کہانی نے حسین موڑ لیا تھا۔ مہزلہ برلاس کی زندگی کے کینوس پر چاہے جانے کے احساس نے خوبصورت رنگ بھر دیے تھے۔اب اس شخص کی طرف دل دوڑتا تھا۔چاہے وہ یونی میں بیٹھی ہوتی یا گھر پر بس کسی نا کسی طرح کاروان تک پہنچنے کی سبیل سوچتی۔ جیسے ہی گھر کے مرد حویلی سے نکلتے وہ آنکھ بچا کر اس سے ڈھیروں باتیں کرنے پہنچ جاتی۔

کبھی یونی سے واپسی پر درخنے بک اسٹال جانے کا کہہ دیتی اور کاروان اور اسے ڈھیر سارا وقت مل جاتا۔درخنے پہلے دن سے اسکے راز کی امین تھی۔ جس کا کاروان دل سے شکر گزار تھا۔ کبھی مورے کو ہاسپٹل ساتھ لے جاتے۔۔اور دونوں اپنے یوں چھپ کر ملنے پر خوب ہنستے۔ایسا لگتا تھا ایک قفس زدہ کمرے میں یہ ملاقاتیں جھروکے تھے۔ جن سے ٹھنڈی ہوا اندر داخل ہوتی تھی۔ان کی باتیں گھنٹوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ مگر یہ باتیں رومانوی یا وعدے وفا کی ہر گز نہیں ہوتی تھیں۔ کبھی وہ بیٹھی اپنی روٹین سنا رہی ہوتی تھی تو کبھی کاروان۔۔دونوں کے یونیورسٹی اور کالج کے قصے۔۔ کبھی بچپن کی یادیں۔۔

ان کے درمیان اس خوبصورت وقت کو ٹھہرے ایک ماہ گزر چکا تھا۔اس ایک ماہ میں مہزلہ زندگی میں شاید پہلی بار کھل کر ہنسی یا مسکرائی تھی۔اسکے خوشگوار موڈ کو دیکھ روشینا کبھی کبھی حیرت میں پڑ جاتی تھیں۔بلکہ ڈر جاتی تھیں۔وہ اپنی بیٹی کے ہر مزاج سے آشنا تھیں۔اور اس اچانک بدلاؤ نے انہیں اندر ہی اندر سہما دیا تھا۔مگر مہزلہ کو کب اسکی پرواہ تھی اس وقت اسکے قدم بادلوں میں تھے۔وہ اپنے ہی شہر اور حویلی کے باغ کو روز نئی نظروں سے دیکھتی تھی۔اسکی پسندیدہ جگہ انیکسی کا عقبی حصہ تھا۔جہاں وہ اور کاروان ہمیشہ بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔مگر اس بات سے بے خبر کہ کوئی سیاہ جادوگرنی تھی جو دور کونے میں کھڑی ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھتی تھی۔اسکی آنکھوں میں موجود شر ان کے خوابوں کا شجر بکھیرنے کا عمل کر رہا تھا۔۔!

"زلہ۔۔؟"پشت پر اپنے لانبے سیاہ بال بکھرائے۔ڈارک پرپل ململ کے لباس میں ملبوس بیڈ پر اوندھی لیٹی وہ اپنی انیٹمی کی کتاب پر میناکاری کر رہی تھی۔جب درخنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اس کی آواز پر پلٹی تو بالوں نے بھی ساتھ ساتھ حرکت کی تھی۔

"کیا ہوا۔۔؟" درخنے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ لیے دونوں ہاتھ عقب میں کیے وہیں بیڈ پر آ بیٹھی۔ مگر کورس کی کتابیں بکھری دیکھ اسکے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔۔

"کل پیپر ختم ہوئے ہیں اور تم نے آج سے پھر پڑھنا شروع کر دیا۔۔!!"

"پیپر ختم ہوئے ہیں ڈاکٹر نہیں بنیں ابھی۔۔!!" کتابیں بند کرتے اسے گھورا۔۔"اور یہ میں پڑھ نہیں رہی تھی ساری بکس سمیٹ کر رکھ رہی تھی الماری میں۔۔"

"اچھا چھوڑو یہ کتابوں کی باتیں۔۔ میں کچھ لائی ہوں تمہارے لیے۔۔!" مہزلہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"اچھا۔۔۔! اور کیا ہے وہ دیکھاؤ۔۔"

"نہیں اتنی آسانی سے تھوڑی۔۔ پہلے میرے لیے گرما گرم چائے اور پکوڑے بنا کر لاؤ۔ دیکھو کیسا شاندار موسم ہو رہا ہے۔۔" اسکی فرمائش پر مہزلہ اسے گھورتی کتابیں لے کر اٹھ گئی۔

ڈیر منانا(بہت شکریہ)۔۔اپنے پاس رکھو وہ چیز پھر۔۔"اسے کہتی اپنی لکڑی" کی الماری کی سمت بڑھ گئی۔

سوچ لو کاروان لالا کی طرف سے لائی ہوں۔۔"اور کاروان کے ذکر پر مہزلہ" لمحے کے ہزارویں حصے میں پلٹی تھی۔

کیا۔۔!!کاروان نے بھیجا ہے۔۔؟"اسکی بے تابی پر درخنے کھلکھلا کر ہنس" پڑی۔

نہیں۔۔نہیں۔۔جاؤ جا کر کام کرو اپنا۔۔ابھی تو بڑے بے نیازی کے ڈرامے" "ہو رہے تھے۔۔

تنگ نہیں کرو در۔۔!میں پلا دوں گی چائے بھی مگر مجھے دکھاؤ تو کہ کیا بھیجا ہے" اس میسنے نے۔۔"اسکے لجاجت سے کہنے پر درخنے نے اپنے عقب سے ایک سیاہ رنگ کا لمبا سا بوکس نکالتے اسکی سمت بڑھایا تھا۔مہزلہ نے حیرت زدہ ہوتے تھام لیا۔

"یہ کیا ہے۔۔؟"

تمہاری سالگرہ کا تحفہ پاگل لڑکی۔۔!!"درخنے نے اسکے سر پر چپت لگائی۔"

مگر میری سالگرہ تو کل ہے۔۔"سر سہلاتی بوکس کھول گئی۔ جس میں" خوبصورت نازک سی چاندی کی بریسلیٹ تھی۔

واؤ بڑی پیاری ہے۔۔"اس نے مسکراتے بوکس سے نکال لی تھی۔درخنے نے" اسکے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھے۔اس نے آج تک اپنی اس پیاری سی دوست کو یوں مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

زلہ۔۔!"مہزلہ نے چونکتے اسکی سمت دیکھا۔" کبھی سوچا ہے اس سب کا کیا" "انجام ہوگا۔۔ابا صاحب کو اگر۔۔

بہت سوچ چکی۔۔اتنے سالوں سے سوچ ہی تو رہی تھی۔۔اور ویسے بھی ابا" صاحب کو میرے ماموں سے سخت نفرت ہے ان کے بیٹے کی منگ یعنی مجھے چھین کر انہیں بے عزت کرنے کا یہ بہترین موقع کیسے جانے دیں گے وہ۔۔؟اور کچھ کاروان کوشش کرے گا میں پرامید ہوں۔۔"حالانکہ دل میں آج بھی چور تھا۔وہ جانتی تھی وہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر رہی تھی۔ مگر اپنی زندگی اور آزادی کے لیے وہ آخری کوشش ضرور کرنا چاہتی تھی۔اور کاروان بھی تو یہی کہتا تھا۔درخنے نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

میری دعا ہے زلہ جو تم چاہ رہی ہو وہ ضرور تمہیں ملے۔۔" مہزلہ مسکراتی اسکا" رخسار چھو گئی۔

ابھی چھوڑو یہ باتیں مجھے اس کاروان سے دو دو ہاتھ کرنے ہیں اس نے خود" "کیوں نہیں دیا میرا تحفہ۔۔

تم شاید بھول رہی ہو ابا صاحب اور لالا کسی بھی وقت گھر آنے والے ہوں" "گے۔۔

آئے تو نہیں نا اور تمہارا وہ سڑیل لالا گھر پر نہیں یہ غنیمت ہے میرے" لیے۔۔" اسکے نخوت سے کہنے پر درخنے نے اسے گھورا تھا۔ جسے وہ نظرانداز کرتی اپنے بال جوڑے میں لپیٹنے لگی۔

"میسج کرو اسے کہ میں انیکسی کے پیچھے ویٹ کر رہی ہوں۔۔"

دفع ہو یہاں سے۔۔ مجھے کبوتر بنایا ہوا ہے۔۔" اسکے چڑنے پر مہزلہ مسکراہٹ" ضبط کرتی اسکے پاس آئی تھی۔ اور گلے میں باہیں ڈال گئی۔

کبوتر نہیں میری پیاری سی چھوٹی سی کبوتری۔۔" اس سے پہلے کہ درخنے حملہ" کرتی بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

یہ انیکسی کا عقبی حصہ تھا۔اطراف میں ڈھلوان والی کچی نم زمین پر قدم دھرتی سیڑھیوں پر آبیٹھی تھی۔یہاں سے حویلی کا چالیس سے پچاس قدموں کا راستہ تھا۔گارڈز اُسی جانب تھے۔جبکہ عقبی جانب ڈھلوان کے بعد ایک بڑا سا لوہے کا گیٹ تھا جو ہمیشہ بند رہتا تھا۔اس دروازے کے پار جنگل اور پہاڑیاں شروع ہوتی تھیں۔ان لوگوں نے کبھی اس حد کو پار نہیں کیا تھا۔

یہاں کیا کر رہی ہیں آپ۔۔؟"کاروان کی آواز پر وہ چونکی تھی۔اور اسکی سمت" دیکھا۔ڈارک براؤن کرتا شلوار پر لیدر جیکٹ پہنا کچھ قدموں کے فاصلے پر آٹھہرا تھا۔

یہ کیا ہے۔۔؟"اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے بریسلیٹ اسکے سامنے کی۔اور اس" پل کاروان کے چہرے پر سرخی امڈتی بغور دیکھی تھی۔جس نے فوراًاسکی گلابی ہتھیلی سے نظریں ہٹالیں تھیں۔

"!سادہ زبان میں تحفہ کہتے ہیں اسے۔۔"

پھر تو اس زبان میں تحفہ دینے کا طریقہ بھی پڑھا ہوگا۔۔خود کیوں نہیں" "دیا۔۔اور میری برتھ ڈے تو کل ہے۔۔پکڑوا سے کل ہی دینا وہ بھی خود۔۔

"یہ کیا کر رہی ہیں زلہ۔۔! پہلے وجہ تو سن لیں۔۔" اسے جگہ سے اٹھتا دیکھ فوراً بے چین ہوا تھا۔ مہزلہ منہ بسورتی واپس بیٹھ گئی۔ کاروان بھی اس سے تین اسٹیپ نیچے بیٹھ گیا تھا۔ وہ دونوں ہمیشہ ایسے ہی بیٹھا کرتے تھے۔ وہ اسی فاصلے سے اسکی باتیں سنتا تھا۔ اور کئی بار چور نگاہ اسکے دوپٹے کے ہالے میں موجود ملیح چہرے پر ڈال لیتا تھا۔

"آج رات کو مانسہرا جا رہا ہوں میں۔۔!"

"کیا۔۔؟ لیکن کیوں۔۔؟"

"ابا صاحب کا حکم ہے۔۔!" اسکے لہجے میں بے بسی تھی۔ مہزلہ لب کاٹنے لگی۔

"اور واپسی کب ہے۔۔؟" اس بات سے بے خبر کہ حویلی کے مین گیٹ سے اسفندیار کی ریو و داخل ہوتی ڈرائیو وے پر آکر رکی تھی۔

"ایک ماہ۔۔ یا شاید اس سے بھی طویل۔۔" اور یہ کہتے اس نے مہزلہ کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اسے معلوم تھا اب وہ کتنی خفا ہونے والی تھی۔

"یہ۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔۔ آج سے پہلے تو کبھی نہیں بھیجا انہوں نے تمہیں۔۔"

"الیکشن ہونے والے ہیں وہاں جانا ضروری ہے زلہ۔۔!" مہزلہ لب بھینچتی دور زنگ زدہ لوہے کے گیٹ کو گھورنے لگی۔ جب چند لمحے کچھ نہیں بولی تو کاروان کی بے چینی بڑھنے لگی۔

"خفا ہیں مجھ سے۔۔؟" مہزلہ نے نظر اسکی سمت کی۔ اور اسکے چہرے پر تفکر دیکھتی مسکرا کر سر نفی میں ہلا گئی۔

"اچھا پہناؤ اسے۔۔!" مٹھی کھول کر ہاتھ اسکی سمت بڑھایا تھا۔ کاروان ایک پل کے لیے سٹپٹا گیا۔

"میں۔۔؟"

"تو اور کوئی نظر آرہا ہے۔۔؟" مہزلہ نے گھورا تھا۔ کاروان احتیاط سے اسکی ہتھیلی سے بریسلیٹ اٹھا گیا تھا۔ مہزلہ نے دائیں کے بجائے اپنی بائیں کلائی اسکی سمت بڑھائی تھی جس پر کوئی جھلسا ہوا نشان نہ تھا۔

"اگر آپ مجھے فلحال ابا صاحب سے بات کرنے کو منع نہ کرتیں تو اب تک تو آپ کو رخصت کروا کر ساتھ ہی لے جاتا۔۔ کیونکہ یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم آپ کو دیکھے بغیر وہاں وقت کیسے گزرے گا۔۔" بریسلیٹ کا لاک لگاتا کھوئے

کھوئے لہجے میں بول رہا تھا۔جب ایک صور پھونکتی آوازان کے کانوں میں ابھری تھی۔اوران دونوں کے ہاتھ جہاں سے وہیں منجمد رہ گئے۔۔

میں۔۔بتاؤں۔۔تمہارا۔۔اگلا۔۔وقت۔۔کیسے۔۔گزرے۔۔گا۔۔کاروان"

"!!__خان۔۔

****

اس نے کمرے میں داخل ہوتے چائے کی ٹرے ٹیبل پر رکھتے بکھرے ہوئے کمرے کا جائزہ لیا۔کل وہ گل بینا کی حالت خراب ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی سوئی تھی۔ بریال نجانے کب لوٹا تھارات کو۔وہ صبح کمرے میں لوٹی تو اندھیرا چھایا تھا۔اوراب شام کے چار بج رہے تھے۔اس شخص کی اب صبح ہوئی تھی۔

وہ باتھ لے رہاتھا۔اس نے کمرا سمیٹنا شروع کردیا۔سائیڈ ٹیبل سے اسکے کفلنکس اور گھڑی اٹھا کر ڈریسنگ پر رکھی۔بیڈ کے پاس پڑی اسکی مردانہ سینڈلز اٹھا کر سائیڈ میں رکھ کر صوفے پر پڑے کپڑے سمیٹنے لگی۔مگر اسکا کرتا اٹھاتے ہاتھ ایک پل کے لیے تھم سے گئے۔اسکا دل بڑے ناخوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا

تھا۔ سفید کرتے کے کالر پر سرخ نشان تھے۔اور یہ نشان کس چیز کے تھے اسے بخوبی معلوم تھا۔ اسکی بھوری براؤن آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگیں۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا اس سے پہلے بھی وہ بریال کے کرتے کی جیب سے ایک نازک سونے کی چین برآمد کر چکی تھی۔ پوچھنے پر وہ سرسری سا کہتا ٹال گیا تھا۔ مگر آج۔۔!! آج کیا کہے گا وہ۔۔؟ اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ خون اترنے لگا تھا۔ وہ تو کسی غلام کی طرح اس گھر کی اس شخص کی خدمتوں میں لگی تھی۔ اسکی تابعدار بنی تھی۔ اور یہ شخص۔۔!

اسی پل واشروم کا دروازہ کھلا تھا۔ مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اسے اسکا غلیظ بدکار شخص کا چہرہ دیکھنے کا دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔

کیا مراقبے میں کھڑی ہو کپڑے نکالو۔۔!" اسکی جھڑکتی آواز پر زرتشہ آنکھوں" میں آنسو اور سرخی لیے اسکی سمت پلٹی تھی۔

کہاں تھے کل رات آپ۔۔؟" اسکے بپھرے ہوئے انداز پر بریال کا تولیے" سے بال رگڑتا ہاتھ ٹھٹھک گیا۔ مگر اگلے پل آنکھوں میں ناگواری لیے اسے گھورا تھا۔

"___ تم ہوتی کون ہو مجھ سے پوچھنے"

بیوی۔۔! بیوی ہوں میں آپ کی۔۔" تیز قدم اٹھاتی اسکے سامنے آرکی۔ کرتا"

اب بھی اسکے ہاتھ میں موجود تھا۔

اپنی اوقات میں رہو۔۔یا تم چاہ رہی ہو میں لگام ڈالوں۔۔؟"اسکی نم آنکھوں"

میں دیکھتا سنگین لہجے میں بولا تھا۔زرتشہ کے چہرے پر تمسخر سا پھیل گیا۔

"!!جو خود بے لگام ہو وہ کیا کسی کو لگام ڈالے گا۔۔"

زرتشہ۔۔۔"پوری قوت سے دھاڑتا اسکی چٹیا اپنی گرفت میں لے گیا۔چہرہ"

تانبے کی طرح تپ اٹھا تھا۔

چلائیں مت۔۔!!"وہ بھی چیختی اسکا ہاتھ پوری قوت سے جھٹک گئی۔آج پاگل"

ہی تو ہوا ٹھی تھی وہ۔۔!"کیا ہے یہ۔۔بتائیں مجھے کیا۔۔ہے۔۔۔یہ۔۔۔۔؟

کس کے پاس رات کالی کر کے آئے ہیں۔۔!"کرتے کا کالر اسکی آنکھوں کے

سامنے کرتی پھٹ پڑی تھی۔جبکہ اپنے کرتے پر لپ اسٹک کا نشان دیکھ بریال

کے چہرے سے ایک رنگ آکر گزرا تھا۔

جواب دیں۔۔!! کیوں کیا آپ نے میرے ساتھ ایسا۔۔!! گھن آرہی مجھے "
آپ سے۔۔" نفرت سے کرتا اسکے سینے پر مارا تھا۔اور بریال جبڑے بھینچتا
پاگل ہو گیا۔

گھن۔۔ گھن آرہی ہے۔۔۔"اسکی ٹھوڑی اپنی آہنی گرفت میں جکڑ گیا۔۔"تو"
سن تو ساری زندگی اسی گھناؤنے مرد کے ساتھ گزارے گی۔۔جو ہر رات
دوسری عورت کی باہوں میں گزار کر آتا ہے۔۔!"اسکی پھنکار پر زرتشہ کا چہرہ
لٹھے کی طرح سفید پڑھ گیا۔جبکہ وہ جنونی انداز میں ہنس پڑا۔

میرے پاؤں کی جوتی ہے تو۔۔یاد رکھ یہ بات۔۔جوتی۔۔۔!!اور جوتی کی "
اوقات پیروں میں ہوتی ہے۔۔میرا احسان ہے جو اپنے کمرے میں اپنے بستر پر
جگہ دی تجھے۔۔!"زرتشہ کی آنکھیں صدمے کے مارے بہنا بھول گئیں
تھیں۔مگر یکدم ہی اسے اس شخص کے سبب اپنا وجود غلیظ لگنے لگا۔

دور۔۔۔دور ہو۔۔ نہیں رہنا مجھے تم جیسے زانی کے "
ساتھ۔۔چھوڑو۔۔۔"ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہوتی چیخنے لگی۔۔"میں۔۔میں

نہیں رہوں گی۔۔مجھے گھر جانا ____ "اور تبھی الٹے ہاتھ کا زوردار تھپڑ اسکے منہ پر آکر لگا تھا۔

کمینی یہیں گاڑھ دوں گا اگر میرے سامنے بکواس کی۔۔"زرتشہ نے رخسار پر" ہاتھ رکھتے نفرت سے اسے پرے دھکیلا تھا۔

مجھے نفرت ہے تم جیسے غلیظ مرد سے۔۔قریب مت آؤ میرے۔۔تم کچھ بھی" کرلو۔۔اب یہاں نہیں رہوں گی میں۔۔"وہ آپ سے سیدھا تم پر آچکی تھی۔اسکے اندر یکدم ہی جیسے آگ بھر گئی تھی۔کمرے سے باہر نکلنے لگی مگر وہ جو اسکے توہین آمیز الفاظ پر پاگل ہو چکا تھا اسے بال پکڑ کر گھسیٹتا بیڈ پر پٹخ گیا۔زرتشہ نے تیزی سے رخ بدلتے اس درندے کو دیکھا جو آج ایک زہریلا ناگ بن کر اسکی سمت بڑھ رہا تھا۔

****

مہزلہ اور کاروان دونوں نے بیک وقت سامنے دیکھا تھا جہاں آنکھوں میں قہر لیے اسفندیار اور اسکے پیچھے زمدہ کھڑی تھی۔اور پلک جھپکتے میں منظر بدلا تھا۔مہزلہ کے لبوں سے بے ساختہ چیخ برآمد ہوئی تھی۔اسفندیار کاروان کو

گریبان سے گھسیٹتا آگے بڑھ رہا تھا۔ مہزلہ لڑکھڑاتے قدموں سے ان کے پیچھے لپکی تھی۔ بریسلیٹ انیکسی کی سیڑھیوں پر ہی کہیں گر گئی تھی۔

"کاروان ___ خان دو خان کا موقع دو۔۔مجھے کہنے کا موقع دو۔۔میری بات سنو۔۔خان۔۔خان" کاروان نے التجائیہ لہجے میں کہا تھا مگر اسفندیار نے ایک زوردار پنچ اسکے منہ پر دے مارا۔ کاروان منہ کے بل کچی زمین پر گرا تھا۔

"کاروان۔۔۔!!" مہزلہ تڑپ کر آگے آئی تھی۔ مگر اسفندیار نے صرف ایک خون آشام نگاہ اسکی جانب ڈالی تھی اور اسکے قدم جہاں تھے وہیں منجمد رہ گئے۔ البتہ اسکے لبوں سے دبی دبی سسکیاں برآمد ہونے لگیں تھیں۔

"حرام خور تجھے اس لیے پالا تھا ہم نے کہ جس تھالی میں کھا اسی میں چھید کر دے۔۔؟" اسکی پر جلال آواز نے حویلی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ گارڈز دوڑتے ہوئے اس جگہ پہنچے تھے۔ ایک جمگھٹا سا لگ گیا تھا۔ جوجو یہ منظر دیکھ رہا تھا اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

میں۔۔میں نے ایسا کچھ نہیں کیا خان۔۔آہ____"اسکی ٹھوکر پر وہ درد سے دہرا ہو گیا۔مہزلہ نے ایک مدد بھری نگاہ زمدہ پر ڈالی۔جو زہریلی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

بھابھی ان سے کہو بولنے کا موقع تو دیں اسے۔۔!!"اس نے منت کی تھی۔مگر وہ ناگواری سے ہاتھ جھٹکتی کاروان کو پٹتا دیکھ رہی تھی۔

یہ رنگرلیاں منانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔۔اب بھگتو"مہزلہ نے دنگ نگاہوں اس سفاک عورت کو دیکھا تھا۔کتنی بے رحم تھی وہ۔۔!اور واپس ان دونوں کی سمت متوجہ ہوئی۔

میں نے۔۔کچھ۔۔نہیں۔۔کیا خان۔۔میں۔۔بس۔۔مہزلہ سے" شادی۔۔آہ۔۔!!"اشتعال سے پاگل ہوتے اسفندیار نے اسے گریبان سے پکڑتے پوری قوت سے ایک اور پنچ مارا تھا کہ وہ جملہ مکمل نہ کر سکا۔اسکا چہرہ لہولہان ہو چکا تھا۔اگر اسفندیار مزید اسی طرح مارتا رہتا وہ یقیناً یہیں دم توڑ دیتا۔اور بس یہاں مہزلہ کی بس ہو گئی۔

"بس کریں۔۔!!" آگے بڑھتی جھک کر اسفندیار کا ہوا میں اٹھتا ہاتھ تھام گئی۔ کاروان اور اسفندیار دونوں نے بیک وقت اسے دیکھا تھا۔ جو متورم چہرہ اور سرخ ہوتی آنکھوں میں نفرت لیے اسفندیار کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاتھ ___ چھوڑو!!" وہ پھنکارا تھا مگر مہزلہ نے گرفت مزید مضبوط کر دی۔

"چھوڑیں کاروان کو۔۔۔! کچھ نہیں کیا اس نے۔۔۔ شادی کرنا چاہتا ہے بھگا کر نہیں لے کر جا رہا۔۔۔" وہ بھی بلاآخر بپھر اٹھی تھی۔ اپنے دل سے قریب شخص کو اتنی بے رحمی سے پٹتا دیکھ اسکا دل پھٹ رہا تھا۔ جبکہ اسفندیار کا تو دماغ کا فیوز اڑ گیا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ اسکی گرفت سے بازو نکالتا اٹھا تھا۔ اور اسکے بازو گرفت میں لے گیا۔

"بتاتا ہوں تمہیں بھی۔۔۔!"

"نہیں۔۔ نہیں خان زلہ نے کچھ نہیں کیا۔۔ آپ۔۔ آپکو جو سزا دینی ہے مجھے۔۔ مجھے دیں۔۔" اسفندیار اسے دھکا دیتا گارڈز کے حوالے کر کے مہزلہ کو لے کر آگے بڑھ گیا۔ اسکے سر سے دوپٹہ اترتا کندھوں پر آ گیا تھا۔ بال بے ترتیبی سے جوڑے سے نکل رہے تھے۔

چھوڑیں مجھے۔۔ کہاں لے کر جا رہے ہیں۔۔"اسے سیڑھیاں چڑھتے حویلی کے اندر داخل ہوتا دیکھ مہزلہ نے مزاحمت تیز کر دی۔ مگر اسفندیار کی آنکھوں کے سامنے اس وقت صرف خون تھا۔ ملازمائیں تو پہلے ہی یہ تماشہ دیکھ رہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ سب لاؤنج میں جمع ہونے لگیں۔

چچی۔۔۔ چچی۔۔۔!!"اسے لاؤنج میں لا کر پھینکتا بلند آواز میں دھاڑا تھا۔ تائی تبانا اور درخنے نے بے یقینی سے یہ منظر دیکھا تھا۔ روشینا بھی اپنے کمرے سے نکل آئیں۔ اور بیٹی کو فرش پر پڑا دیکھ ان کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ دوڑتی ہوئیں اس تک آئیں تھا۔

کک۔۔ کیا ہوا خاناں۔۔؟ یہ۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔؟"روشینا کا دل اس وقت سوکھے پتے کی طرح لرزنا شروع ہو چکا تھا۔ فرش پر پڑی بیٹی کا بکھرا حلیہ اور اسفندیار کا جلال انکی دنیا تہہ و بالا کر رہا تھا۔

یہ کیا ہو رہا ہے خاناں۔۔ کیا کیا ہے اب اس نے۔۔؟"تائی تبانہ نے بھی بے یقینی کے عالم میں پوچھا تھا۔

اسکی ایک ہفتے کے اندر اندر گلریز سے شادی ہو گی۔۔!! کیا کہہ رہا ہوں میں"

ایک___ہفتے___کے___اندر اندر۔۔!"ماں کے سینے سے لگی مہزلہ نے پلٹ

کر اس جنگلی کو دیکھا۔اور بے بسی وہ غصے سے بپھرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آپ۔۔آپ ہوتے کون ہیں میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے۔۔؟"روشینا"

شاک میں مبتلا ہوتیں تیزی سے اٹھیں۔صرف وہی کیا ساری خواتین ہی شاک

میں تھیں۔مہزلہ برلاس کا خودسر لہجہ ان سب کو دنگ کر گیا تھا۔

مہزلہ۔۔۔!!"روشینا نے چیخ کر اسے چپ کروانا چاہا۔انہیں تو معلوم ہی نہیں"

!تھا ہو کیا رہا ہے۔۔

اسے سنبھالو چچی۔۔۔اگر یہ آج غیرت کے نام پر قتل نہیں ہو رہی تو اسکی وجہ"

صرف آپ اور میرا مرحوم چچا ہے۔۔!"بلند آواز میں دھاڑتا ہر فرد پر سکتہ

طاری کر گیا۔"شرم حیا سب بیچ کھائی ہے آپکی بیٹی نے۔۔اسے مزید آزاد نہیں

چھوڑنا۔۔جس کی امانت ہے سونپ کر روانہ کریں۔۔!"مہزلہ نے ایک جھٹکے

سے ماں کی گرفت سے بازو نکالنا چاہا مگر انھوں نے نہیں چھوڑا۔مگر وہ آنکھوں

میں نفرت لیے اسکی پر جلال آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

آپ ہیں کون۔۔؟ہوتے کون ہیں حکم دینے والے۔۔؟میرے ولی نہیں"
ہیں۔۔سنا آپ نے میرے ولی____"اسکی بے لگام چیختی آواز کو ماں کے تھپڑ
نے بند کیا تھا۔

کیا ساری تمیز بھول گئی ہو۔۔کیوں میرے سر میں خاک ڈال رہی ہو۔۔؟"وہ"
رو پڑیں تھیں۔رو تو مہزلہ بھی پڑی تھی اپنی بے بسی پر۔۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کیا مورے۔۔ک۔کاروان مجھ سے شادی کرنا چاہتا"
"ہے۔۔مجھے یہاں سے۔۔

اسے چپ کرواؤ چچی۔۔!!!!"اسفندیار کی گرج دار آواز لاؤنج کی اونچی"
دیواروں سے ٹکراتی سب کے دل لرزا گئی تھی۔"اور اس خبیث کاروان کو تو
میں۔۔"وہ جلال سے پاگل ہوتا لاؤنج کی دیوار پر لگی اپنی رائفل کی طرف بڑھا
تھا۔اور اسکا ارادہ بھانپتیں ساری خواتین چوکنی ہو گئیں۔

"نہیں۔۔نہیں خاناں۔۔مرا بچا نہیں۔۔"

لالا۔۔!لالا نہیں۔۔پلیز رک جائیں۔۔!"درخنے بھی روتی ہوئی اسکے"
راستے میں آگئی تھی۔مگر وہ جنون میں مبتلا تھا اس وقت۔غصہ اسکی عقل کو کھا گیا

تھا۔۔روشینا سمیت ساری خواتین اسکے پیچھے لپکیں تھیں۔ جبکہ مہزلہ پر تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ کیا وہ کاروان مارنے جا رہا تھا۔۔؟ قتل۔۔!! غیرت کے نام پر۔۔!! اسکی آنکھوں کے سامنے کاروان کا لہولہان چہرہ ایک بار پھر ابھرنے لگا۔ یکدم ہی دل میں حشر سا برپا ہوا تھا۔ اپنے سدھ بدھ کھوتی زمین پر رلتے دوپٹے کی پرواہ کیے بنا ننگے پیر داخلی دروازے کی سمت دوڑی تھی۔ باہر کا منظر اسکے لبوں سے چیخیں نکلوا گیا۔ اسفندیار ڈرائیو وے پر گارڈز کے نرغے میں کھڑے کاروان پر رائیفل تان رہا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا اس نے بیچ کا راستہ کیسے عبور کیا تھا۔ تائی اور درخنے کو علیحدہ کرتی اس تک پہنچی تھی۔ اور رائیفل آسمان کی سمت کر گئی۔ فضاء میں بندوق کی گولی کے ساتھ کئی چیخیں بھی ابھری تھیں۔ جبکہ وہ خود اپنی جگہ فریز ہو چکی تھی۔ اسفندیار نے مشتعل ہوتے اسکی جرأت دیکھی تھی۔ اور ایک جھٹکے میں پرے دھکیل گیا۔

"اتنی جرأت تمہاری۔۔؟"

نن۔۔ نہیں۔۔ نہیں یہ مت کریں۔۔ پلیز اے۔۔ ایسا مت"

کریں۔۔ آپ۔۔۔ کو اللہ کا۔۔ واسطہ۔۔ آ آپ جیسا چاہیں گے وہی ہو گا۔۔ مگر

پلیز یہ ظلم مت کریں۔۔"دونوں ہاتھ جوڑتی گڑگڑا رہی تھی۔"مم۔۔میں گلریز سے۔۔ش۔۔شادی کروں گی۔۔جو۔۔جو آپ کہیں گے کروں۔۔کروں گی۔۔مگر۔۔پلیز یہ۔۔یہ مت کریں۔۔"اسفندیار نے ایک قہر آلود نگاہ اس پر اور پھر کرب زدہ تاثرات لیے بے بس اور لہولہان پڑے کاروان پر ڈالی تھی۔

ہاں خاناں۔۔مم۔۔میں میں ضمانت دیتی ہوں۔۔میری بیٹی وہی کرے گی جو تم چاہو گے۔۔بس۔۔بس اسے۔۔اسے جانے دو۔۔"روشینا کے بھی سسک کر ہاتھ جوڑنے پر اس نے جبڑے بھینچ لیے تھے۔جیسے اپنے اندر اٹھتے طوفان کو دبانا چاہ رہا ہو۔اور پھر بلاآخر وہ فیصلہ کر گیا تھا۔

اندر لے کر جائیں اسے۔۔"رائیفل گارڈ کو تھماتا تمام خواتین سمیت مہزلہ کو" اندر بھیجنے کا اشارہ کر گیا۔روشینا مہزلہ کو لے کر اندر کی سمت بڑھنے لگیں۔وہ ان کے ساتھ گھسٹتی آگے بڑھ رہی تھی۔آنکھوں میں آنسو لیے ایک آخری بار اس پیارے سے شخص کو دیکھا تھا جو اس وقت بے بس کھڑا اسکے لیے رو رہا تھا۔

باہر پھنکوادو اس حرام خور کو اس سے پہلے کہ میں اپنے بھوکے کتوں کی غذا بنوا دوں اسے۔۔!!!" اسفندیار کی گرجدار آواز اسکے کانوں میں ابھری تھی۔ مگر وہ دور ہوتی بس کاروان کو دیکھ رہی تھی۔ مہزلہ برلاس کے لیے وہ آخری جھروکا جس کے سبب وہ اس قفس زدہ حویلی میں سانس لیتی تھی آج ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا تھا۔

****

ویران آنکھیں لیے وہ جانماز پر بیٹھی تھی۔ مگر اسکے ہاتھ دعا کے لیے نہیں اٹھے تھے آج۔ اس نے نماز تو پڑھی تھی مگر دعا نہیں مانگی تھی۔ کل جو کچھ اسکے ساتھ ہو چکا تھا۔ جو بھیانک کھیل اس کے شوہر نے اسکے ساتھ کھیلا تھا جو پامالی اسکی ہوئی تھی اس بعد اگر موت بھی آجاتی تو اسے کوئی غم نہ ہوتا۔

اس نے بچپن سے آج تک صرف محرومیاں دیکھیں تھیں۔ اسکے ماں باپ کے کیے کا بھگتان مہزلہ اور اس نے چکایا تھا۔ وہ دونوں حویلی کی وہ 'ان وانٹڈ' ہستیاں

تھیں جنہیں روٹی کپڑا اور چھت دے کر احسان جتلایا جاتا تھا۔ وہیں دوسری جانب درخنے اور زمدہ تھیں جنہیں ہر طرح کی آزادی اور عیش حاصل تھے۔ موبائل انہیں ایک فرمائش پر مل گیا تھا۔ آگے پڑھنے کی اجازت انہیں مل گئی تھی۔ حویلی میں کسی قسم کی روک ٹوک ان پر نہیں ہوتی تھی۔ جس کا ردعمل یہ نکلا تھا کہ مہزلہ کی فطرت باغی اور سرکش ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ دبتی چلی گئی۔ ایک بریال جیسے اوباش شخص سے شادی پر بھی اس نے اپنے لیے آواز نہیں اٹھائی تھی۔ اور کل اس شخص نے اسے ایک بار پھر دبادیا تھا۔ اسکی آواز گھونٹ دی تھی۔ کل سے اتنا رو چکی تھی وہ کہ اب آنکھیں خشک ہو چکی تھیں۔ اسکے چہرے گردن اور ہاتھوں پر جا بجا تشدد کے نشان تھے۔ پھپھی کو جب اس بات کی خبر پل کے لیے چپ رہ گئیں تھیں۔ مگر جو جملہ ان کے منہ سے نکلا ہوئی۔ وہ ایک وہ اسے مزید سن کر گیا۔

کیوں نافرمانی کرتی ہو اسکی کہ معاملہ یہاں تک پہنچے۔۔!!" نافرمانی۔۔۔! ان" کے زانی بیٹے نے اپنے کرتوت چھپانے کے لیے اسے پامال کیا۔ اس پر تشدد کیا !!! زدوکوب کیا اور وہ اسے نافرمان کہہ رہیں تھیں۔۔۔

دروازے پر ہوتی دستک پر اس نے بھاری آواز میں اندر آنے کی اجازت دی تھی۔ جہاں ملازمہ کھڑی تھی۔

بی بی جی۔۔ بیگم صاحبہ بلارہی ہیں آپکو نیچے۔۔ زمدہ بی بی آئی ہیں۔۔"اس نے کل سے کمرے سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔اور نہ ہی بریال کل رات گھر لوٹا تھا۔اسے جیسے کل سے آزادی مل گئی تھی۔جو رات کے آخری پہر گھر آنے کا ڈھونگ وہ کرتا تھااب وہ کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔جائے نماز طے کر کے نیچے آئی تو زمدہ اور پھپھی لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔دونوں نے بڑی تنقیدی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

کب تک کمرے میں بند رہنے کاارادہ ہے تمہارا بی بی۔۔؟بچی آئی ہوئی ہے" میری کھانے وغیرہ کاانتظام کرو۔۔"وہ لب بھینچتی کچن کی جانب بڑھنے لگی۔مگر زمدہ روک گئی۔

نہیں۔۔ کھانے تک تو نہیں رک سکوں گی۔۔بس اذان کے بعد نکلوں" گی۔۔خان کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گی آج کل تو گھر پر ہی ہیں۔۔"اپنے کلرڈ بالوں میں ہاتھ پھیرتے زرتشہ کے تاثرات دیکھتی بولی تھی۔

اور تم یہاں آؤ زرتشہ۔۔۔ بڑی اہم بات بتانی ہے تمہیں تو۔۔"معنی خیزی سے" مسکراتی اسے قریب بلا گئی۔ وہ اسی لیے تو آئی تھی یہاں۔۔

ہاں تم مجھے بھی بڑا فون پر متجسس کر رہی تھیں۔۔ آخر بات کیا" ہے۔۔؟" پھپھی نے بھی اس سے استفسار کیا۔

مورے آپکی بہو کی بہن نے گل کھلا دیا ہے کل۔۔"زرتشہ نے چونک کر اسکی" جانب دیکھا تھا۔

ہیں۔۔؟ مہزلہ نے۔۔؟ کیا کر دیا اب اس لڑکی نے۔۔؟"زرتشہ کا دل بڑے" ناخوشگوار انداز میں دھڑکا تھا۔

ہمارا ملازم کاروان نہیں تھا اسکے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہے۔۔!" پھپھی" نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھا تھا۔ جبکہ زرتشہ کی رنگت سفید پڑنے لگی۔

"!!!کیا کہہ رہی ہے یہ زمدہ۔۔"

ارے آپکو کیا بتاؤں میں مورے کل ایسا کہرام مچا ہے گھر میں۔۔اس لڑکی نے" خان سے اتنی زبان چلائی۔۔بے غیرت کو ذرا شرم نہ آئی کسی کی منگ ہوتے ہوئے بھی آوارگی ___"

بھابھی۔۔!" زرتشہ نم آنکھیں لیے چیخ پڑی۔ اسکا دل غم و صدمے سے پھٹنے لگا" تھا۔ کس حال میں ہو گی اسکی دل کی مریض ماں اور اسکی بہن۔۔!!" کچھ تو اللہ کا خوف کرو۔۔!!"

ہاہ۔۔۔ ہم اللہ کا خوف کریں اور تم لوگ جو مرضی آئے کرتی پھرو کالک مل دو" ہمارے چہروں پر۔۔ لالا تو مرد ہے تم نے کل اس پر اتنا واویلہ کیا وہاں تمہاری بہن حویلی والوں کے سروں میں خاک ڈال گئی۔۔!" اسکے سفاک لہجے پر زرتشہ متحیر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ کتنا بغض تھا اس کے دل میں ان کے لیے۔۔

میری بہن بدکار نہیں ہے۔۔!" اس بار وہ چیخ اٹھی تھی۔"

"!کیا معلوم نجانے کب سے۔۔"

پھپھی چپ کروائیں انہیں۔۔ بھابھی تم اللہ سے ڈرو۔۔ ڈرو اس وقت" سے۔۔ تہمت لگا رہی ہو میری بہن پر۔۔" اسکی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

تہمت ارے کل وہ خود پوری حویلی کے سامنے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی اسے" کاروان سے محبت ہے اس سے شادی کرے گی۔۔ خان تو کاروان کا قتل کرنے

والے تھے وہ تو چچی نے پاؤں پکڑ لیے۔۔" پھپھی کے چہرے پر زہر خند تاثرات پھیل گئے۔

جیسی مائی ویسی جائی۔۔! ابا صاحب کیسے خاموش رہ لیے۔۔ ورنہ اب تک تو" دونوں کے جنازے اٹھ جانے چاہیے تھے۔۔!!" ان کی بے رحم باتیں زرتشہ کو ان لوگوں سے مزید نفرت میں مبتلا کر گئے تھے۔ مہزلہ صحیح کہتی تھی یہ ناگنیں بس انہیں ڈسنے کے انتظار میں تھیں۔

نہ پوچھ مورے۔۔" زمدہ نے کان پکڑ لیے۔۔" ابا صاحب شام میں آئے اور" تبا ناماسی نے سارا قصہ انہیں بتایا تو وہ تو مہزلہ کا گلہ دبانے جا رہے تھے۔۔ مگر خان نے یہ کہہ کر انہیں ٹھنڈا کر دیا کہ یہ معاملہ وہ دیکھیں گے۔۔!!" اسفندیار کے لیے اس وقت اسکے لہجے میں بڑا افتخار تھا۔" ایک ہفتے کے اندر اندر شادی کا کہہ دیا ہے خان نے۔۔ کل گلریز کے گھر والوں کو بلایا ہے دن تاریخ کے لیے۔۔!" زرتشہ بے چین ہوتی اسکے نزدیک آگئی۔

"مم۔۔ مجھے ساتھ لے چلو بھابھی۔۔ میں مورے سے ملنا چاہتی ہوں۔۔"

تاکہ تم وہاں جا کر میرے لالا کی برائیاں شروع کر دو۔۔؟" زمدہ نے زرتشہ پر" ایک تیز نظر ڈالی تھی۔وہ تیزی سے سر نفی میں ہلا گئی۔

خدا کی قسم میں کچھ نہیں کہوں گی کسی سے۔۔!!" مگر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔"

"!!یہ تمہارا اور تمہارے شوہر کا معاملہ ہے۔۔اسی سے اجازت لے کر آنا۔۔"

****

اپنی منزل کا راستہ بھیجو

جان ہم کو وہاں بُلا بھیجو

کیا ہمارا نہیں رہا ساون

زُلف یاں بھی کوئی گھٹا بھیجو

نئی کلیاں جو اَب کھِلی ہیں وہاں

اُن کی خوشبو کو اک ذرا بھیجو

ہم نہ جیتے ہیں اور نہ مرتے ہیں

درد بھیجو نہ تم دوا بھیجو

دھول اڑتی ہے جو اُس آنگن میں

اُس کو بھیجو۔۔ صبا صبا بھیجو

اے فقیرو! گلی کے اُس گلِ کی

تم ہمیں اپنی خاکِ پا بھیجو

شفقِ شامِ ہجر کے ہاتھوں

اپنی اُتری ہوئی قبا بھیجو

کچھ تو رشتہ ہے تم سے کم بختو

کچھ نہیں۔۔ کوئی بَددُعا بھیجو

زرتشہ اسکے کمرے میں داخل ہوئی تو پورے کمرے میں تاریکی چھائی تھی۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گل بینا کے ساتھ آئی تھی۔ بریال تو دو دن سے گھر ہی نہیں لوٹا تھا تو اجازت لینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دروازہ بند کر کے قدم بڑھاتی کھڑکیوں کی سمت بڑھ گئی۔ دبیز پردے ہٹائے تو کمرا روشن ہو گیا تھا۔ شام کے چار بج رہے تھے۔ اسکے ماموں اور مامی مہمانوں کے ساتھ کسی بھی وقت پہنچنے والے تھے اور یہ اب تک تیار تک نہ ہوئی تھی۔

"زلہ۔۔۔!!زلہ میری چاند۔۔۔!" سیاہ کمبل اسکے چہرے سے ہٹاتے پکارا تھا۔ مہزلہ نے سرخ آنکھیں نیم وا کرتے پاس بیٹھی بہن کو دیکھا تو یکدم مکمل بیدار ہوتی اٹھ بیٹھی۔ "کیسی ہو۔۔؟" ملائمت سے استفسار کرتے چہرے سے بال ہٹائے تھے۔ کہ اچانک چونک سی گئی۔

"!!تمہیں تو تیز بخار ہو رہا ہے زلہ۔۔"

"کب آئیں تم۔۔؟" اسکے متفکر لہجے کو نظر انداز کرتے بھاری آواز میں پوچھا۔ پچھلے دو دن کس طرح گزرے تھے اسے کچھ خبر نہ ہوئی تھی۔ اس نے قدم تک کمرے سے باہر نہیں نکالا تھا۔ اسکی ماں تک اس سے خفا تھی۔ گھر والے الگ لعن طعن کر رہے تھے۔ جس کی اسے رتی برابر بھی پرواہ نہ تھی۔ وہ خود پر بے حسی کا ایسا خول چڑھا چکی تھی جس پر گھر والوں کی نظریں ان کے طعنے کچھ اثر کرنے والے نہ تھے۔ کاروان یہ حویلی چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اسکے بہترین دوست اسکے ساتھی کو ذلیل کر کے نکال دیا تھا اس حویلی نے۔۔ اب اسے بھی یہاں نہیں رہنا تھا۔ اسے اب قطعاً پرواہ نہ تھی کہ ماموں کا بیٹا بیاہ کر لے جا رہا تھا یا کوئی دوسرا قبائل۔ اسے بس اس آسیب زدہ حویلی سے نکلنا تھا جو اسکا باپ کھا گئی

تھی۔ جس نے اسکی بہن اور ماں کا دم گھونٹ دیا تھا۔ اگر آج سے دو دن پہلے اسکی ماں اس ذلیل شخص کے قدموں میں نہ بیٹھتی تو شاید وہ اپنے دوست کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتی۔ کھو دیتی۔۔!! وہ تو کھو چکی تھی اسے۔۔

"تم ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئی ہوں۔۔ماموں والے آنے والے ہوں گے۔۔ تیار بھی نہیں ہوئیں زلہ۔۔!" جگہ سے اٹھتی اسکی کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔ مہزلہ نے خالی خالی نگاہوں سے بہن کو دیکھا تھا۔

"کچھ پوچھو گی نہیں۔۔؟" زرتشہ اسکا لباس منتخب کرتی اسکی جانب پلٹی۔

"زمدہ بھابھی کل آئی تھی۔۔اسکے بعد کیا پوچھوں میں تم سے۔۔؟"

"زمدہ بھابھی۔۔!" مہزلہ کے لبوں سے بڑے زہر خند انداز میں اسکا نام نکلا تھا۔ مگر اگلے پل سر جھٹک گئی تھی۔ اسکا ویسے بھی چند دن بعد ہمیشہ کے لیے ان ناگ اور ناگنوں سے تعلق ختم ہونے والا تھا۔ زرتشہ اسکا ڈارک بلو رنگ کا شیفون کا سوٹ بیڈ پر رکھتی پاس آکر بیٹھ گئی۔

"کیا؟۔۔ آخر کیوں۔۔؟ کیوں تم نے کاروان اور اپنی زندگی مشکل میں ڈالی زلہ۔۔ انجام تمہیں معلوم نہیں تھا۔۔؟" بہن کا سپاٹ چہرہ دیکھ زرتشہ کا دل کٹنے لگا تھا۔ وہ جانتی تھی اس وقت کس کیفیت میں تھی اسکی بہن۔۔!

"معلوم تھا سب معلوم تھا۔۔! کاروان کو سمجھایا بھی تھا مگر ایک عجیب سی امید تھی آپا کہ اس سونے کے پنجرے سے وہ مجھے اڑا کر لے جائے گا۔۔" نم لہجے میں کہتی خود ہی اپنی خوش فہمیوں پر ہنس پڑی تھی۔ زرتشہ کی اسکے ہاتھوں پر گرفت مضبوط ہو گئی۔

"ہم قبائلی لڑکیوں کی قسمت پیدائش پر ہی لکھ دی جاتی ہے زلہ۔۔ ہمارے پر آسمان دیکھنے سے پہلے کاٹ دیے جاتے ہیں۔۔ اس حقیقت کو جتنی جلدی قبول کرلو اذیت اتنی ہی کم ہو گی۔۔ اور زندگی اتنی ہی آسان۔۔!"

"کرتو لی۔۔ اب تو کوئی بھی لے جائے مجھے۔۔ بس اس حویلی کی شکل کبھی نہ دکھائے۔۔" اسکی آنکھ سے آنسو ٹپک کر گرا تھا۔ دور کہیں سے ابا صاحب کی گرجدار آوازیں ابھر رہیں تھیں۔ جو اسکے ساتھ اسکی ماں کے کردار کی بھی

دھجیاں اڑا رہے تھے۔اور اسکی ماں کا سر اسکی وجہ سے مزید جھک گیا تھا۔ نمی اندر اتارتی کپڑے اٹھا کر واشروم کی سمت بڑھ گئی۔

اسکے ماموں ممانی خاندان کی کچھ عورتوں کے ساتھ دن تاریخ لینے آئے تھے۔ماموں کے ساتھ صرف ابا صاحب ہی مارے باندھے مردان خانے میں بیٹھے تھے۔ مہزلہ سر سے دوپٹہ اوڑھی کسی مورت کی طرح خاندان کی عورتوں کے درمیان بیٹھی تھی۔درخنے اور زرتشہ اسکے ساتھ ساتھ رہیں تھیں۔ جبکہ روشینا کو دل ہی دل میں اطمینان ہوا تھا کہ اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کی تھی۔

خاناں یہ بلکل ٹھیک نہیں کیا تم نے۔۔وہ خبیث کا بچا۔۔اسے ہم اپنے ہاتھوں" سے سزا دینا چاہتے تھے۔۔"رات کے کھانے کے بعد وہ دونوں دادا پوتا شطرنج لیے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ایک حقہ گڑ گڑا رہا تھا اور دوسرا اسگریٹ کے گہرے گہرے کش بھرتا شطرنج کے پیادوں کو گھور رہا تھا۔چال اسے چلنی تھی۔

اسکی سزا میں منتخب کر چکا تھا بابا صاحب پھر ایک پر دوسرا فیصلہ کیسے سود مند" ثابت ہوتا۔۔؟" اپنی چال چلتے دادا کی جانب دیکھا۔ جو ناراضی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مرجان خان کو نیچا دکھانے کا اس سے بہترین موقع کیا ہوتا کہ اسکے بیٹے کی منگ" "!اسی سے شادی نہیں چاہتی۔۔

مگر اس سے آپ کی شان بھی دواؤں پر لگتی وہ صرف مرجان خان کی بھانجی" نہیں آپکی پوتی بھی ہے۔۔!" اسفندیار نے گہرا کش بھرتے انہیں یاد دلایا۔ مگر وہ ہنکار بھر گئے۔

پوتی۔۔ ہونہہ۔۔ جب بیٹا میرا نہ رہا تھا تو اسکی بچی میری پوتی وہ بھی" ایسی۔۔ لعنت ہو اس پر۔۔۔ میرا خون اتنا بے غیرت نہیں ہے خاناں اس کاروان خان اور اس لڑکی کو موت ملنی چاہیے تھی۔۔ مگر تم نجانے کیا سوچ بیٹھا ہے۔۔" دادا اپنی ذلت اب تک بھولا نہ تھا۔ ورنہ کہاں گھر کی کوئی لڑکی ایسی جرأت کر سکتی تھی۔

وہ لڑکی باغی ہے اس میں چچی کا کیا قصور۔۔اگر میں نے رحم کیا ہے تو صرف" چچی پر ورنہ کاروان خان کو وہیں زمین میں گڑھ دیتا۔۔"جب جب آنکھوں کے سامنے ہاتھ میں ہاتھ دیے بیٹھے کاروان اور مہزلہ ابھر رہے تھے۔وہ نئے سرے سے اشتعال کا شکار ہو رہا تھا۔

دعا دو اپنا زنانی کو۔۔اسی نے سر میں خاک ڈلوانے سے بچالیا۔۔!"دادا نے" شطرنج پر اپنی چال چلی تھی۔اور اسفندیار نے گھوڑا آگے کرتے چیک میٹ کر دیا۔

آہ۔۔خاناں۔۔ہمارا معاملے میں بڑا ظالم ہو تم۔۔!!"دادا نے ہار پر بے بسی" سے ہاتھ ملے تھے۔اسفندیار لبوں سے دھواں چھوڑتا مسکرا دیا مگر صرف ایک پل کے لیے۔

مجھے اٹک جانا ہے۔۔ولی خان ابا کے کیس میں کام کر رہا ہے۔۔جلد سراغ ملنے" "والا ہے۔۔

"نہ۔۔نہ۔۔جب تک یہ لڑکی رخصت نہ ہو جائے۔۔ہلنا بھی مت۔۔بیٹے کی موت کے بعد اسکے بھاگنے کی خبر نہیں سننی۔۔"انہوں نے حتمی انداز میں کہا تو وہ بے اختیار لب بھینچ گیا۔

"!کاروان پنڈی میں ہے۔۔میرے آدمی نظر رکھے ہوئے ہیں اس پر۔۔"

****

"آج تمہیں ساتھ جانا ہے ان لوگوں کے۔۔اور کسی پر یہ ذمہ داری نہیں سونپ سکتا میں۔۔"زمدہ رسٹ واچ پہنتے اسفندیار کے پاس ہی کھڑی تھی۔جب وہ مخاطب ہوا تھا۔اسکے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔جب سے اس نے مہزلہ اور کاروان کو رنگے ہاتھ پکڑوایا تھا۔اسفندیار اسکے قریب ہو گیا تھا۔

"جی خان جیسا آپ کہیں۔۔"فرمانبرداری سے کہتے ڈریسنگ سے کف لنکس اٹھا کر اسے دیے۔آج مہزلہ کی ساس اسے شادی کے جوڑے کے لیے شاپنگ پر لے جانے والی تھیں۔اب اسے بھی ساتھ ہی جانا تھا۔"تم بھی اپنی شاپنگ کر آنا۔۔"اور اسکا فرمائش کے لیے کھلتا منہ اسکی بات پر خود بخود ہی بند ہو گیا۔

جی خان۔۔"وہ چلا گیا تھا۔زمدہ بھی لاؤنج میں اپنا حکم سنانے پہنچ گئی" تھی۔جہاں روشینا اکیلی بیٹھیں تھیں۔

خان کا کہنا ہے میں بھی ساتھ جاؤں۔۔اس لیے جب جا رہی ہوں مجھے مطلع" کر دینا ماسی۔۔"روشینا لب بھینچتیں سر اثبات میں ہلا گئیں۔وہ کوئی بچی نہ تھیں جو اسفندیار کے اس حکم کی اصل وجہ نہ جانتیں۔

دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔جب اسکی ممانی ڈرائیور کے ساتھ روشینا اور مہزلہ کو لینے آ گئیں تھیں۔

چہرہ چھپا لینا۔۔ایک ہفتے بعد اب تمہارا دلہا ہی دیکھے اسے۔۔"سیاہ چادر میں" ماں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتی مہزلہ پر اس نے ایک تمسخر بھری نگاہ ڈالی تھی۔وہ لب بھینچتی بے تاثر چہرہ لیے بیٹھی رہی۔ان کے پیچھے ایک گارڈز کی گاڑی بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

ہیلو خان۔۔"وہ لوگ بیچ راستے میں تھیں۔جب زمدہ نے جان کر خود ہی" اسفندیار کو کال ملائی تھی۔"جیسا آپ نے کہا تھا میں انہی لوگوں کے ساتھ

ہوں۔۔بے فکر ہو جائیں آپ۔۔!" مہزلہ کے اندر اندر تک زہر پھیل گیا تھا۔اسے اب اسکے ساتھ جانے کی وجہ پتا چلی تھی۔

اگلے دو گھنٹے تک وہ لوگ شادی کے ملبوسات خریدتی رہیں تھیں۔اسکے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا تھا۔نہ ہی اسے ذرہ برابر بھی دلچسپی تھی کہ یہ لوگ کیا اس کے لیے خرید رہیں تھیں۔اسکے بارات اور ولیمے دونوں دن کے جوڑے خرید لیے تھے۔اب وہ لوگ جیولر کے پاس بیٹھی تھیں۔

اربے گلریز مڑاں تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟" ممانی کی آواز پر وہ چونکی" تھی۔اور ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر جیولری شاپ میں داخل ہوتے گلریز کو دیکھا۔چاکلیٹ براؤن کرتا شلوار میں ملبوس بلیک جیکٹ پہنا کھڑا تھا۔خاصہ صحت منداور سوبر سا تھا۔چہرے پر ہلکی شیو تھی۔جبکہ بال سلیقے سے بنے تھے۔اسے خود کو دیکھتا پا کر وہ فوراً رخ موڑ گئی۔

"ابا کی کال آئی تھی کہ آپ یہاں ہو اسی لیے میں۔۔"

"ارے دلہا میاں گارڈز کی فوج لائے ہیں ہم۔۔اب آپ کا خود دل چاہ رہا ہو وہ الگ بات ہے۔۔" زمدہ نے اسکی نظریں مہزلہ پر محسوس کر لیں تھیں۔اسلیے چھیڑتے ہوئے انداز میں بولی۔ گلریز نے خفت زدہ ہوتے اسے دیکھا تھا۔

"ایسی بات نہیں بھابھی میں واقعی۔۔"

"ارے کوئی بات نہیں میں تو بس چھیڑ رہی ہوں۔۔اور اچھا کیا ہماری مہزلہ کا بھی دل لگ جائے گا۔۔" آخری جملہ صرف گلریز اور اسکے برابر میں بیٹھی مہزلہ ہی سن سکی تھی۔ ضبط کے مارے اسکا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔جبکہ گلریز اس بار کھل کر مسکراتا ایک بار پھر شوکیس میں رکھے سیٹس کو گھورتی مہزلہ پر نظر ٹکا گیا۔

"آپ نے یہ کہہ کر خوش فہمی میں مبتلا کر دیا مجھے۔۔ورنہ تو لوگ ہم سے کبھی ملے ہی نہیں۔۔شاید جانتے بھی نہ ہوں۔۔" گلریز کے شکوے پر زمدہ ایک ادا سے ہنس پڑی۔

"سیدھا سیدھا کہو نا ہماری دلہنیا سے بات کرنا چاہتے ہو۔۔" مہزلہ کا جی چاہ سامنے رکھا مرر اٹھا کر اس خبیث عورت کے سر پر دے مارے۔ جسے نجانے

کس بات کا بیر تھا اس سے۔۔ کس بات کی حسد تھی جو ہر وقت اسے اپنے ریڈار پر رکھتی تھی۔ مگر جبڑے بھینچے ضبط کیے بیٹھی رہی۔ اور تمام توجہ ماں کی جانب کرلی جو کوئی سیٹ دکھارہیں تھی۔

مہزلہ۔۔۔!" زمدہ نے بڑے دوستانہ انداز میں اسے پکارا تھا۔ مگر وہ اسی" پوزیشن میں بیٹھی رہی۔ "لڑکی میں تم سے بات کر رہی ہوں۔۔ ذرا آکر مجھے انگوٹھی پسند کرواؤ۔۔" اسے زبردستی اپنی سمت متوجہ کیا تھا۔ مہزلہ نے ایک تنبیہی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ مگر زمدہ کی آنکھیں کمینگی سے چمک رہیں تھیں۔ جیسے کہہ رہی ہوں اپنا اصل روپ دکھاؤ اب۔۔! مگر وہ خود پر بندھ باندھے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ خود سے عہد کر چکی تھی کہ اپنی ماں کا سر مزید نہیں جھکانا۔ گلریز پر نگاہِ غلط ڈالے بغیر ماں اور ممانی کی مخالف جانب بڑھ گئی۔

"گلریز۔۔ چاہو تو تم بھی کچھ پسند کر سکتے ہو۔۔"

بھابھی۔۔!" اس بار وہ ضبط نہ کر سکی تھی۔ اس لیے ٹوکنا چاہا۔"

یہ ڈرامے کسی اور کے سامنے کرنا۔۔ جانتی ہوں کتنی باحیا ہو تم۔۔" جھک کر" اسکے کان میں سرگوشی کرتی روشیبا اور ممانی والے کاؤنٹر کی سمت بڑھ

گئی۔ مہزلہ اپنی جگہ سن بیٹھی رہ گئی۔ ابھی وہ اٹھنے کا سوچ ہی رہی تھی۔ جب گلریز کو اپنے برابر میں بیٹھتا دیکھا تھا۔ اور چونکتے اسکی جانب دیکھا۔

زیادہ وقت نہیں لوں گا تمہارا۔۔ بس دو منٹ بات کرنی ہے۔۔"ایک نظر اپنی" ماں کی پشت پر ڈالتے درخواست بھرے لہجے میں بولا۔ مہزلہ اسکے لہجے کی نرمی پر بے طرح حیران ہوئی تھی۔ اور بے ارادہ ہی اسکی جانب دیکھے گئی۔

میں۔۔ میں جانتا ہوں مہزلہ ہم کزنز ہونے کے باوجود کبھی نہیں ملے۔۔ کبھی" ایسی دوستی یا اپنائیت رہی ہی نہیں کہ ایک دوسرے کو سمجھتے۔۔ اور رہی سہی کسر ہمارے بڑوں نے پوری کر دی۔۔"وہ لب بھینچتی شوکیس پر دھرے اپنے ہاتھ گھورنے لگی۔ اسکے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

میں جانتا ہوں تم اس شادی سے خوش نہیں۔۔"اور اس بار مہزلہ ٹھٹھکی تھی" اور دوبارہ اسکی سمت دیکھا۔ اور ایک نظر زمدہ پر بھی ڈالی تھی۔ جو متجسس نگاہوں سے اسی کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔ وہ واپس نظر اسکی جانب کر گئی۔

ایسا کچھ نہیں۔۔ ہماری زندگی کا فیصلہ ہمارے بڑے کرتے ہیں۔۔"اس نے" سپاٹ لہجے میں بس اتنا ہی کہا۔۔

نہیں۔۔یہ فیصلے نہیں جبر ہوتے ہیں۔۔میں جانتا ہوں ہماری روایات کی وجہ" سے سب سے زیادہ ہماری عورتیں ہی پستی ہیں۔۔"اسکے ٹھہرے ہوئے لہجے پر مہزلہ کا دل نئے سرے سے رسنے لگا۔ مگر سامنے بیٹھے شخص سے متاثر بھی ہوئی تھی۔

تم بھی سوچ رہی ہو گی کہ کہ تقریر لے کر بیٹھ گیا۔۔ مگر یہ سب کہنے کا مقصد" یہ ہے کہ میں اپنے ابا کی دشمنی کو مزید آگے لے کر چلنے کا قائل نہیں۔۔میں ایک اچھی بلکہ بہترین ازداوجی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔۔جہاں میری بیوی دب کر نہیں بلکہ کھل کر سانس لے سکے۔۔!"مہزلہ جو سالوں سے اپنے گھر کے مردوں کے بھیانک جابر روپ دیکھ رہی تھی۔اس شخص کی باتیں اسے کسی اور ہی دنیا کی لگیں۔

میں تمہیں ہمیشہ سے پسند کرتا ہوں۔۔شاید بچپن سے۔۔زرتشہ کی شادی میں" ایک جھلک ہی دیکھ سکا مگر وہ ایک جھلک ہی کافی تھی۔۔میں چاہتا ہوں تم مجھے تسلیم کرتے وقت غمزدہ نہ ہو۔۔میں جانتا ہوں تم ڈاکٹر کی ڈگری مکمل کرنا

چاہتی ہو۔۔ ہے نا۔۔؟" مہزلہ نے نچلا لب سختی سے دانتوں تلے دباتے سر جھکا لیا۔

میں جانتا ہوں تم ابھی میرا یقین نہیں کرو گی۔۔ تم سوچو گی بس خالی خولی" دعوے کر رہا ہوں۔۔ بعد میں پھر جاؤں گا۔۔ مگر ایسا نہیں ہے۔۔ میرا وعدہ ہے مہزلہ میں عمل کر کے دکھاؤں گا تمہارا یہ خواب ضرور پورا کروں گا۔۔" اسکے پر عزم لہجے پر مہزلہ اسکی آنکھوں میں دیکھے بنا نہ رہ سکی تھی۔ جہاں اسکے ایک ایک جملے کی سچائی جھلک رہی تھی۔ اور اسکے شاکڈ تاثرات پر وہ کھل کر مسکرا دیا۔ "بس شادی ہونے دو ہماری ایک بار۔۔!" اور اس بار نجانے کیوں مہزلہ کے رخسار پر سرخی دوڑ گئی تھی اور وہ نظریں پھیرتی انگوٹھیاں گھورنے لگی۔

"ایسا کیا کہہ دیا دلہے میاں ہماری مہزلہ کو تو سکتے میں ہی ڈال دیا۔۔"

بس بھابھی اسے بتا رہا ہوں جتنے میکے میں عیش کرنے ہیں کر لے۔۔ سسرال کا" سارا بوجھ اسی کے کندھوں پر ہے۔۔" گلریز نے جگہ سے اٹھتے اکڑ کر کہا تھا۔ اور متجسس کھڑی زمدہ بے اختیار پر سکون انداز میں مسکرا دی۔

کیوں نہیں بھئی۔۔ مہزلہ کا تو کام ہی ___ خیر کچھ پسند کیا آپ دونوں"
نے۔۔" مہزلہ اسی پل جگہ سے اٹھی تھی۔

بھابھی۔۔اگر آپ کو کچھ چاہیے تو دیکھ لو۔۔مجھے نہیں چاہیے کچھ۔۔"روکھے" انداز میں کہتی روشینا کی سمت بڑھ گئی۔ جبکہ گلریز کھل کر مسکرا دیا تھا۔کچھ دیر میں روشینا اور ممانی بھی فارغ ہو چکی تھیں۔ گلریز نے انہیں لنچ کے لیے اصرار کیا تھا مگر روشینا سہولت سے منع کر گئیں تھیں۔ جبکہ مہزلہ کی ایک دو بار گلریز کی سمت نگاہ اٹھی تھی۔اور ہر بار اسے خود کو دیکھتے ہی پایا تھا۔ جس پر وہ خفت زدہ ہوتی واپس نگاہ جھکا گئی تھی۔ایسا لگ رہا تھا اس شخص نے چند حسین جملے بول کر اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

****

مہزلہ۔۔!!" چہرے پر حواس باختہ تاثرات لیے درخنے دوپٹے میں کچھ چھپائی" اسکے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔وہ جو اس وقت نماز کی نیت باندھنے ہی والی تھی۔یکدم اسکی جانب پلٹی۔درخنے کمرے کا دروازہ مقفل کرتی اسکے پاس آگئی۔

کیا ہوا۔۔؟اتنا ہانپ کیوں رہی ہو۔۔؟"درخنے نے لب تر کرتے دوپٹے کے نیچے سے اپنا موبائل نکال کر اسکے سامنے بڑھا دیا۔اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

"!کاروان لالا کی کال ہے۔۔"

کاروان۔۔!"اس نے تڑپ کر اسکے ہاتھ سے موبائل لیا۔جہاں ان نون نمبر" اب بھی لائن پر تھا۔"ہے۔۔ہیلو کاروان۔۔!"بے چینی سے قدم اٹھاتی کھڑکی کے پاس آگئی۔

"زلہ۔۔۔!کیسی ہیں۔۔؟"

مم۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔تم تم ٹھیک ہو نا۔۔ان لوگوں نے کچھ کیا تو نہیں" تمہارے ساتھ۔۔؟"اسکی آنکھوں میں نمی اکھٹی ہونے لگی تھی۔

درخنے نے بتایاان لوگوں نے شادی طے کر دی ہے تمہاری۔۔؟"اسکی کرب" زدہ بھاری آواز پر مہزلہ کو لگا اسکا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ کیا اسے معلوم نہ تھا۔ کتنی محبت کرتا تھا وہ اس سے۔

غلطی ہماری ہی تھی کاروان جوان لوگوں سے نرمی کی توقع رکھی۔۔ "آنسو" ٹوٹ کر رخسار پر گرا تھا۔ اسے خود سے زیادہ اس پیارے سے شخص کے لیے افسوس ہو رہا تھا۔ جس نے صرف اسکی بیوقوفیوں کی وجہ سے ذلت اٹھائی تھی۔ "مجھ۔۔ مجھے معاف کر دو کاروان میری وجہ سے۔۔" اسکے لبوں سے سسکی برآمد ہوئی تھی۔ مگر وہ فوراً اسکی بات کاٹ گیا۔

نہیں زلہ۔۔ پلیز یہ نہ کریں۔۔ آپ کے معافی مانگنے سے پہلے میں نہ " مر جاؤں۔۔! غلطی ہماری نہیں تھی بس قسمت میں ہمارا ملنا نہ تھا۔۔ "اسکا نم ہوتا لہجہ مہزلہ کے آنسوؤں میں روانی لے آیا۔ "ایک گھنٹے بعد میری شارجہ کی فلائٹ ہے۔۔ ابا نے مجھے مزید یہاں رہنے سے منع کر دیا ہے۔۔ "دونوں کے درمیان چند لمحے کے لیے خاموشی آن ٹھہری تھی۔ جب وہ ہی بولی۔

میری دعا ہے تم پلٹ کر کبھی نہ دیکھو۔۔اور وہیں زندگی سیٹل کر لو۔۔"وہ آنسو پونچھ گئی تھی۔اسپیکر پر اس نے کاروان کو دکھ بھری سانس بھرتے سنا تھا۔ "میری دعا ہے گلریز تمہارے لیے ایک بہترین شخص ثابت ہو۔۔ تمہیں کوئی غم نہ دے وہ کبھی۔۔اسے وہ سب بن مانگے مل رہا ہے۔۔جس کی جستجو ایک زمانے سے تھی مجھے۔۔اللہ حافظ۔۔!"اور رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔مہزلہ کتنی ہی دیر تک موبائل تھامی کھڑی رہی تھی۔آج اسکا دوست ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا تھا۔اب انہیں کبھی نہیں ملنا تھا۔اب کبھی وہ اپنے دوست کو نہیں پکار سکتی تھی۔اس سے اپنا غم اپنا غصہ اپنی خوشی شیئر نہیں کر سکتی تھی۔قسمت کی اس ستم ظریفی پر اسکے اشک آنکھوں سے موتیوں کی طرح ٹوٹ کر گر رہے تھے۔کچھ کہانیاں ادھوری ہو کر بھی دل میں گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔اسکی زندگی میں بھی کاروان خان کا قصہ ہمیشہ یاد رہنے والا تھا۔

****

مہزلہ برلاس کی شادی پر حویلی کو دنیاد کھاوے کے لیے بھی نہیں سجایا گیا تھا۔آج اسکی مہندی تھی۔مگر گھر میں کچھ بھی تو شادی جیسا ماحول نہ تھا۔نہ

دریاب آسکا تھا کیونکہ اسکے امتحانات چل رہے تھی۔ اور نہ ہی اسکا بھائی اب تک پہنچا تھا۔ اسکی اکلوتی بہن بھی شوہر کے ساتھ شام میں مہمانوں کی طرح شرکت کرنے والی تھی۔ وہ جانتی تھی زرتشہ بریال کے ساتھ کس قسم کی زندگی گزار رہی تھی۔ اسلیے اسے کوئی شکایت بھی نہ تھی۔ نہ ہی اسے اپنی شادی کو لے کر کوئی ارمان تھا۔

شام کے چار بجے اسکی سسرال والے بری دے کر چلے گئے تھے۔ اس وقت وہ گہرے ہرے رنگ کی شیفون کی قمیض جس پر سنہری تار سے کام ہوا تھا اور اسکے ساتھ گھیر دار شلوار میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ لاپرواہی سے گلے میں ڈالی باہر برستی تیز بارش دیکھ رہی تھی۔ حویلی کے دور دور تک پھیلے باغ تیز بارش میں نہا رہے تھے۔ آج آخری شام تھی اس حویلی میں اسکی۔ یہ آنگن جس میں بچپن سے کھیلی تھی یہ ہمیشہ کے لیے پرایا ہونے والا تھا۔

میں کبھی پلٹ کر نہیں دیکھوں گی تم لوگوں کو۔۔ "کھڑکی کی دیوار پر اپنا جھلسا ہوا ہاتھ رکھتی نم لہجے میں بولی تھی۔ "مورے کو بھی اپنے پاس بلایا کروں گی۔۔ زرغان کو بھی۔۔ اور آپا کو بھی مگر تم لوگوں کو کبھی نہیں دیکھوں

گی۔۔" جب اسے اپنی پشت پر کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ اور فوراً آنسو رگڑ گئی۔ یقیناً زرتشہ یاد رکھنے ہی ہوں گی ان دونوں کے علاوہ اور کوئی اسکے کمرے کی جانب رخ نہیں کرتا تھا۔ مگر جب پلٹی تو ایک پل کے لیے اپنی جگہ ٹھہر گئی۔ کمرے کی دہلیز پر اسکی ماں کھڑی تھی۔ اس حادثے کے بعد سے روشینا اور اسکے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ نہ ہی انہوں نے اسکے کمرے کا رخ کیا تھا۔

کیوں کھولی ہوئی ہے کھڑکی۔۔؟ اتنی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے زکام ہو جائے" گا۔۔" وہ قدم بڑھاتیں کھڑکی تک آئیں تھیں۔ اور بند کر گئیں۔ یکدم ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔ نہ بارش کا شور تھا نہ کھڑکیوں کے ہلنے کی آواز۔۔!

موورے۔۔۔!" انہیں بیڈ پر بکھرے کپڑے سمیٹتے دیکھ اس نے بہت آس سے" پکارا تھا۔ روشینا کا ہاتھ ایک پل کے لیے ٹھہرا تھا۔" معاف نہیں کرو گی۔۔؟" بھیگے لہجے میں کہتی ان کے کندھے سے آلگی۔ روشینا کا دل پھٹنے کو ہو گیا۔ انہوں نے بمشکل اپنے آنسو ضبط کیے۔ اور اسکے سر پر ہاتھ پھیر گئیں۔

"اولاد کو ماں سے معافی کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔وہ کتنی بھی خطائیں کر لے رہتی ماں کے دل میں ہی ہے۔۔!" مہزلہ ان سے لپٹتی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔وہ ان سے اپنے آنسو نہیں چھپا سکتی تھی۔وہ دونوں ماں بیٹی نجانے کتنی دیر تک ایک دوسرے سے لگیں روتی رہتیں کہ کمرے کا دروازہ وا کرتیں زرتشہ اور درخنے داخل ہوئیں تھیں۔

"اوہو۔۔وہاں مہندی والی انتظار میں بیٹھی ہے۔۔اور یہاں رخصتی کا منظر چل رہا ہے۔۔" درخنے کمر پر ہاتھ رکھتی قریب چلی آئی۔مہزلہ ماں کے حصار میں ہی ہاتھ کی پشت سے رخسار رگڑتی اسے گھورنے لگی۔

"یہ میری شروع سے دشمن ہے مورے۔۔میرے جانے کے بعد آپ سے ناز اٹھوائے گی۔۔" اسکی شکایت پر روشینا نے محبت سے درخنے کے رخسار پر ہاتھ رکھا تھا۔

"تو یہ بھی تو میری بیٹی ہے۔۔تم دونوں رخصت ہو جاؤ گی تو پھر اور کیا کروں گی۔۔"

"لو سن لو۔۔ چلو نکلو اب۔۔ چچی اس سڑی ہوئی شکل کو کمرے سے نکالے۔۔ وہاں بھابھی چھریاں تیز کر کے ایکسپرٹ سے مہندی لگوانے جا رہی تھی۔۔ صرف اس کے لیے ان سے لڑ کر آئی ہوں۔۔"

"ہاں چلو بس۔۔ زیادہ دیر نہ کرو۔۔" زرتشہ اور وہ اسے لیے باہر نکل گئیں۔ مہندی کا انتظام انہوں نے فرسٹ فلور کے لاؤنج میں ہی کر لیا تھا۔ دونوں پھپھیاں اور زمدہ صوفوں پر براجمان مہندی لگوا رہی تھیں۔ تائی بھی ایک جانب بیٹھی تھیں۔ وہ بھی خاموشی سے ایک صوفے پر آ بیٹھی تھی۔ گھر کی ہی خواتین تھیں ساری۔ اس پر بھی اس نے سکون کا سانس بھرا تھا۔ اسے رشتے داروں کی بھیڑ اپنے گرد ویسے بھی پسند نہیں تھی۔

"تم نے کچھ کھایا صبح سے۔۔؟" زرتشہ نے اسکی آستیں بازوؤں تک فولڈ کرتے استفسار کیا۔

"بھوک نہیں لگی صبح سے۔۔!" اپنا ہاتھ مہندی والی کے ہاتھ پر رکھتی سرسری لہجے میں بولی۔ بڑی پھپھی اور زمدہ کی تمسخرانہ نظریں بخوبی خود پر محسوس کر سکتی تھی۔

میں نے چپلی کباب اور اوش بنوایا ہے۔۔لا رہی ہوں تم کھلا دینا۔۔"یہ مہزلہ کا" پسندیدہ کھانا تھا۔

ابھی نہیں مورے پلیز۔۔!" روشینا گہری سانس بھرتیں رات کے کھانے" کے لیے نیچے چلی گئیں تھیں۔۔رات کے آٹھ بج رہے تھے جب اسکے ہاتھوں کی مہندی پوری ہوئی تھی۔ پیچھے کشن سے ٹیک لگاتی اپنی اکڑی ہوئی کمر کو سیدھا کر کے بیٹھ گئی تھی۔ نگاہیں غائب دماغی کے عالم میں مہندی والی پر ٹکیں تھیں۔جواب اسکے دودھیا پاؤں پر مہندی لگا رہی تھی۔

واہ بڑی پیاری لگی ہے۔۔نام نہیں لکھوایا دلہا میاں کا۔۔" درخنے نے اسکے" برابر میں بیٹھتے مہندی سے سجے ہاتھ دیکھ کر چھیڑا۔ابھی وہ کچھ کہنے کے لیے منہ کھول ہی رہی تھی۔کہ بھاری قدموں کی چاپ پر نظر اٹھی تھی۔سفید کلف دار کرتا شلوار میں ملبوس سلیوز مضبوط کلائیوں تک فولڈ کیے اسفندیار چہرے پر بلا کی سنجیدگی لیے اسی جانب آرہا تھا۔اس کا گزشتہ دو ہفتوں میں پہلی بار اس شخص سے اب سامنا ہوا تھا۔اور اسکی رگ و پے میں نفرت خون کی طرح دوڑنے

لگی۔اسفندیار کی نگاہ اس سے پہلے کہ اس سے ملتی وہ اپنا پورا رخ پھیر گئی تھی۔کہ اب شیفون کے ہرے دوپٹے سے ڈھکی اسکی پشت اسفند کی جانب تھی۔

"بی بی مہندی خراب ہو جائے گی۔۔!"مہندی والی اسکی حرکت پر فوراً چونکی تھی۔جس سے سبھی اسکی جانب متوجہ ہوئے تھے۔اسفندیار کی نگاہ بھی دوپٹے میں چھپے وجود تک گئی تھی۔اسکے دودھیا ہاتھوں سے بازوؤں تک لگی مہندی صاف پتہ دے رہی تھی کہ کون تھی یہ۔۔!

"ارے خان آپ کب آئے۔۔!"زمدہ کی چہکتی آواز پر وہ لب بھینچتا اسکی سمت متوجہ ہو گیا۔

"ابھی آیا ہوں۔۔فائل رکھوائی تھی ایک تم سے۔۔کہاں ہے وہ۔۔؟"

"وہ تو کمرے میں ہی ہے۔۔"مہندی سے سجے ہاتھ لیے احتیاط سے اٹھتی اسی کے پاس آگئی۔"میری مہندی دیکھیں۔۔کیسی لگ رہی ہے۔۔؟"اسکے ہاتھ سامنے کرنے پر اسفندیار نے سر ہلایا۔

"اچھی ہے۔۔مگر دور رکھو تم جانتی ہو مہندی کی اسمیل مجھ پسند نہیں۔۔"

کیا خاناں مردوں کو تو بڑا پسند ہوتا ہے مہندی۔۔!" چھوٹی پھپھی نے اسکے" زاویے بگاڑنے پر حیرت سے کہا۔ جبکہ زمدہ کا منہ لٹک گیا تھا۔

گل مکئی ہمارا اپچا بارود کا خوشبو کا عاشق ہے اسے زنانہ چیزوں کا خوشبو کہاں راس" آئے گا۔۔" یہ تائی تبانا تھیں جنہوں نے بڑے ٹھسکے سے کہا تھا۔

لو بھلا زمدہ کو تم نے منہ دکھائی میں بندوق دی تھی۔۔؟" انہوں نے مصنوعی" حیرت سے اسفندیار سے پوچھا۔ جس پر بڑی پھپھی اور تائی کے ساتھ درخنے بھی ہنس دی۔

آں نا۔۔ دیکھ لو پھپھی اسی سے تو ہم سب پر فائر چلاتی ہے"
بھابھی۔۔!" اسفندیار اپنی چھوٹی کی بات پر مسکرا دیا جبکہ زمدہ نے ناگواری سے درخنے کو دیکھا تھا۔

درخنے تیاری پکڑو تم اب۔۔ تمہارا دوست کے بعد تمہارا ہی نمبر" ہے۔۔!" اسکے جلے کٹے لہجے پر سب ہی ہنس پڑی تھیں سوائے زرتشہ اور مہزلہ کے۔۔! جبکہ درخنے جھینپ گئی تھی۔

تم فائل دو مجھے۔۔ وقت ضائع کروا رہی ہو۔۔" پھر وہ دونوں وہاں سے نکل گئے تھے۔

"فائل تو بہانہ تھی۔۔ کیسے بیچ سے اٹھا کر لے گیا۔۔" بڑی پھپھی نے شریر لہجے میں ہنستے ہوئے کہا تھا جس پر چھوٹی پھپھی اور تائی بھی ہنس دیں تھیں۔

****

آج حویلی میں خاصی گھما گھمی تھی۔ زرغان بھی صبح ہی آگیا تھا۔ حویلی کے باہر ہی پورا پنڈال لگوایا گیا تھا۔ شادی کی دعوت کا کھانا بھی وہیں پنڈال کے عقب میں بن رہا تھا۔ حویلی کے چاروں اطراف آج سخت سیکیورٹی کے انتظامات کروائے گئے تھے۔ آوالمیر خان کے قتل کے بعد ابا صاحب مزید محتاط ہو گئے تھے۔

دونوں پھپھیاں چونکہ یہیں تھیں۔ اسلیے سب کے ساتھ شام کے انتظامات میں لگیں تھیں۔ سب اپنی اپنی شام کی تیاری میں الگ مصروف تھے۔ سوائے مہزلہ کے جو ساری رات آنکھوں میں کاٹ چکی تھی۔ کل رات وہ ایک پل نہ سوئی تھی۔ روشینا نے فجر میں آکر اس پر دم کیا جب کہیں انکی گود میں سر رکھ کر سوئی

تھی۔ ناشتہ اس نے اپنے کمرے میں ہی کیا تھا۔ اسے ابا صاحب کا سامنا قطعاً نہیں کرنا تھا۔ دوپہر تین بجے بیوٹیشن اسے تیار کرنے آ گئیں تھیں۔ سبھی خواتین کو انہی لوگوں نے تیار کیا تھا۔ مگر اس بار روشینا کے ساتھ تائی تبانا بھی تھیں جنہوں نے میک اپ نہیں کروایا تھا۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ تمام مہمان آ چکے تھے۔ وہ ابھی اپنے کمرے میں ہی دلہن بنی بیٹھی تھی۔ ڈیپ ریڈ انارکلی فراک جو دور فرش تک پھیلی تھی۔ اس پر حسین زردوزی کا نازک کام ہوا تھا۔ بھاری زیورات اور میک اپ نے اسکے حسن کو مزید خیراں کن بنا دیا تھا۔ اسکا سوگوار حسن ایسا نکل کر آیا تھا کہ جو آنکھ دیکھ رہی تھی اس میں یا تو حسد ابھر رہی تھی یا رشک۔ مہزلہ برلاس نے آج تک میک اپ کے نام پر صرف کاجل اور ہلکے لپ اسٹک شیڈ ہی لگائے تھے۔ پھر یہ نکھار تو آنا ہی تھا۔ آج تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے چاند حویلی کے آنگن میں اتر آیا ہو۔

اسکی سسرال والوں نے اسکی سینڈل سے لے کر ماتھے کی بندیا تک خوب پیسہ خرچ کیا تھا۔ آخر مرجان خان کا اکلوتا بیٹا تھا گلریز۔۔ وہ بھی وہ جو مہزلہ کو شروع سے پسند کرتا تھا۔

بارات آچکی ہے میڈم تمہاری۔۔!!" ہلکے گلابی رنگ کے شرارے میں" ملبوس درخنے کمرے میں آتی چہکی تھی۔ مہزلہ نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ "اففف۔۔اففف۔۔ کیا قیامت لگ رہی ہے زلہ۔۔۔ دل کر رہا ہے چوم لوں۔۔" اسکے بے غیرتی سے کہنے وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔

بہت دھوم دھام سے بارات لائے ہیں تمہارے دلہے میاں۔۔آتش بازی" دیکھی تھی تم نے۔۔؟" اس نے پر جوش انداز میں پوچھا تھا مگر مہزلہ یونہی بے تاثر بیٹھی رہی۔

ایک بات بتاؤ۔۔؟" درخنے اسکے پاس ہی آکر بیٹھ گئی۔ "گھبراہٹ ہو رہی" ہے۔۔؟" آنکھوں میں شرارت لیے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا تھا مگر وہ سر نفی میں ہلا گئی۔ درخنے کا حیرت سے منہ کھلا تھا۔

بے شرم۔۔!!" اور پھر دروازے کی سمت پلٹی "زرتشہ آپا دیکھ رہی ہیں کیا کہہ" رہی ہے یہ۔۔؟" مہرون رنگ کی شرٹ اور غرارے میں ملبوس زرتشہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ جب درخنے نے شکایت کی۔

کیا کہہ رہی ہے۔۔؟" وہ بھی مسکراتی قریب چلی آئی۔"

کہ اسے گھبراہٹ نہیں ہو رہی۔۔ بھلا ہوتا ہے ایسا کہ دلہن کو گھبراہٹ نہ"
ہو۔۔!" درخنے نے اسے گھورا تھا۔ زرتشہ دھیرے سے ہنس دی۔
بے فکر رہو اسے نکاح کے بعد ہو گی گھبراہٹ۔۔ سیال کہہ رہا ہے نیچے لاؤنج"
میں لاؤ۔۔ وہیں دستخط کروانے آئیں گے مولوی صاحب۔۔!!"
اوہو۔۔ چلو بی دلہنیا تم بھی پرائی ہو رہی ہو۔۔!" درخنے نے جان چھڑانے"
والے انداز میں کہا۔ مگر یکدم ہی دونوں کی آنکھوں میں نمی امڈ آئی تھی۔ فاصلے
سمیٹیں ایک دوسرے کو گلے لگا گئیں۔
"میں تمہیں بہت یاد کروں گی زلہ۔۔"
میں بھی۔۔ مگر۔۔ میں یہاں کبھی ملنے نہیں آؤں گی۔۔ تم آجانا"
پلیز۔۔!" اسکی بات پر وہ تڑپ کر الگ ہوئی تھی۔ اور بے یقینی سے اسکی آنکھوں
میں دیکھا۔
یہ۔۔ یہ کیا کہہ رہی ہو زلہ۔۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔۔ آپاسنا آپ"
نے۔۔" زرتشہ نے بہن کے چہرے پر موجود کرب دیکھا تھا اور انہی دونوں کے
ساتھ آبیٹھی۔

ایسے مت کہو زلہ۔۔ تم چند لوگوں کے لیے سب سے تعلق نہیں توڑ "سکتیں۔۔"

تو جس کو مجھ سے محبت ہے مجھ سے ملنے آجائے گا۔۔ مگر میں بھی عہد کر چکی ہوں کبھی پلٹ کر اس حویلی کو نہیں دیکھوں گی۔۔!!" مہزلہ ان دونوں کی نظروں سے نظریں چرا گئی تھی۔

دوسری جانب کریم کلر کے کرتا شلوار میں ملبوس لائٹ براؤن شال کندھوں پر ڈالا اسفندیار انسپیکٹر ولی خان کے ساتھ اس وقت مردان خانے میں بیٹھا تھا۔اسکے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی۔ولی خان اپنے موبائل سے نجانے کیا اسے دکھا رہا تھا جو اسکی سرخ و سپید رنگت دہکتی جا رہی تھی۔باہر پنڈال میں فنکشن شروع ہو چکا تھا۔مولوی صاحب نے گلریز کا نکاح پڑھوانا شروع کر دیا تھا۔

****

کیا ہوا آپا تم تو کب مولوی صاحب کے آنے کا کہہ رہیں تھیں ۔۔ ایک گھنٹہ " ہونے والا ہے اب تو ۔۔ " درخنے اسکے پاس سے اٹھتی کھڑکی میں آگئی۔ مگر عجیب حیرت کی بات تھی۔ ڈیوٹی پر معمور تمام گارڈز غائب تھے۔

پتہ نہیں مجھ سے تو سیال نے یہی کہا تھا ۔۔ " مہزلہ کا جھومر درست کرتے وہ " بھی فکر مند ہوئی۔

میں جا کر دیکھتی ہوں ۔۔ ہماری امائیں بھی تو پنڈال میں جا کر بیٹھ گئیں ان " لوگوں کے ششکے ہی ختم نہیں ہوتے ۔۔ " وہ جھنجھلاتی اپنا شرارہ سنبھال کر باہر نکل گئی۔ وہ کاریڈور میں آگے بڑھ ہی رہی تھی جب اسکی نگاہ سیکنڈ فلور پر جاتی بڑی پھپھی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی چیختی زمدہ پر پڑی تھی۔ پھپھی اسکے ساتھ قدم ملانے کی کوشش کرتیں بری طرح ہانپ رہیں تھیں۔ وہ حیرت زدہ ہوتی واپس مہزلہ کے کمرے کی سمت بڑھی تھی۔

تم لوگوں کو پتا ہے بھابھی ابھی روتی ہوئی اوپر گئی ہے ۔۔ " اسکی بریکنگ نیوز پر " دونوں نے ٹھٹھک کر اسکی جانب دیکھا جو اب مزے سے ہنس رہی تھی۔

یہ کیا کہہ رہی ہو زمدہ بھابھی کیوں رو رہی ہیں۔۔؟"زرتشہ نے جگہ سے اٹھتے فکر مندی سے پوچھا۔ جس پر وہ کندھے اچکا گئی۔

"لالا کا میٹر گھوم گیا ہو گا اور ان کے اسکور ٹائٹ کر دیے ہوں گے۔۔ تم تو جانتی ہو۔۔ لالا یا ابا صاحب کے علاوہ یہ معرکہ کوئی سر نہیں کر سکتا۔۔" اسکے مزا لینے پر زرتشہ نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھتے دھپ لگائی تھی۔ جبکہ مہزلہ کے منہ میں زہر گھل چکا تھا۔ ابھی زرتشہ زمدہ کے کمرے میں جانے کا سوچ ہی رہی تھی۔ کہ ملازمہ دلہن کو نیچے لانے کا پیغام لے آئی۔ وہ دونوں اسے بڑی سے چادر اڑھا کر خود بھی سر سے دوپٹے اوڑھتیں اسے لیے نیچے بڑھ گئیں۔ نیچے لاؤنج میں آئیں تو مولوی صاحب کے ساتھ سیال اور ان کا ایک اور کزن بھی کھڑا تھا۔ جبکہ خواتین میں صرف چھوٹی پھپھی، گلریز کی ماں اور روشینا کھڑیں تھیں۔ اور دونوں کے چہرے ستے ہوئے تھے۔ مہزلہ تو گھونگھٹ میں تھی اسلیے کسی کے تاثرات بھی نہ دیکھ سکی تھی۔ جب مولوی صاحب نے نکاح کا خطبہ پڑھنا شروع کیا تھا۔ اس نے مضبوطی سے زرتشہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

مہزلہ برلاس خان ولد برلاس بہراور خان کیا آپ کو اسفندیار آوالمیر خان"

ولد۔۔۔"اور جیسے یکدم ہی سب کچھ تھم گیا تھا۔اسکے کانوں میں آوازیں

گڈمڈ ہونے لگیں۔کیا کہا تھا ابھی مولوی نے۔۔؟وہ تمام شرم وحیا بھلائی چادر

سر سے ہٹا گئی۔

کیا۔۔؟کیا کہا ہے ابھی آپ نے۔۔؟"زرتشہ اور درخنے کے چہروں پر بھی یہی"

خوفناک کیفیت طاری تھی۔مولوی صاحب نظر جھکاتے دوبارہ پڑھنے لگے۔

مہزلہ برلاس ولد برلاس بہراوخان کیا آپکو اسفندیار آوالمیر۔۔"اور اس بار وہ"

وحشت زدہ ہوتی جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

چہرے پر چٹانوں کی سی سختی لیے وہ اسلحہ بردار گارڈز سمیت پنڈال میں داخل ہوا

تھا۔یہ مردوں کا حصہ تھا۔جو اس وقت بھرا ہوا تھا۔مگر وہ ارد گرد بیٹھے مہمانوں

کو نظر انداز کرتا سیدھا اسٹیج کی سمت بڑھا تھا۔جہاں دلہا بنا گلریز اپنے دوستوں

میں گھرا بیٹھا مولوی صاحب کا خطبہ سن رہا تھا۔ اسکے لبوں پر چمکتی مسکراہٹ تھی۔ جسے دیکھ اسفندیار کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

"بند کرو یہ سب۔۔!!" اسکی دھاڑ پر یکدم قہقہوں اور باتوں کے گلے خودبخود گھٹ گئے۔ جبکہ اسٹیج پر بیٹھے تمام افراد نے ٹھٹھک کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ جو دس پندرہ گارڈز لیے اسی سمت آرہا تھا۔ سب ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر اسفندیار نے اسٹیج پر چڑھتے جو حرکت کی تمام حاضرین پر سکتہ طاری کر گئی۔ گلریز اسکے طاقتور پنچ کے سبب کراہتا ہوا پیچھے صوفے پر گرا تھا۔

"حرام زادے۔۔!! تجھے کیا لگ رہا تھا تو اتنے آرام سے ہماری آنکھوں میں دھول جھونک دے گا۔۔" اسے کالر سے اٹھاتا دھاڑا تھا۔ مرجان خان جواب تک ہکا بکا کھڑا تھا تیزی سے انکی جانب آیا مگر گارڈز بیچ میں دیوار بن گئے۔

"کیا کیا ہے میں نے۔۔ کیا کہہ رہے ہو تم۔۔؟" گلریز خود پریشان تھا اس اچانک افتاد پر۔۔ جب اس نے ایک اور مکا مارا تھا۔ وہ آپے سے باہر ہو چکا تھا اس وقت۔ سیال بریال اور ابا صاحب تیزی سے اسکی سمت آئے تھے۔ دو برداریوں

کا معاملہ تھا۔ جرگے کی اہم شخصیات آئی ہوئیں تھیں۔ یہ صرف دلہا کی نہیں بلکہ ان کی عزت کا بھی سوال تھا۔

"گلریز خاناں۔۔ ہوا کیا ہے آخر۔۔ ہمیں بتاؤ۔۔۔!" بریال اور سیال نے اسے گلریز سے دور کیا تھا مگر وہ دونوں سے ہی بازو چھڑا گیا۔

"ولی خان۔۔ ولی خان۔۔" اس نے گرجدار آواز میں انسپیکٹر ولی کو بلایا تھا۔ جو دوڑتا ہوا ان تک آیا تھا۔ گلریز اور مرجان خان دونوں جو اس تمام معاملے کو سمجھ ہی نہ سکے تھے۔ بس تماشائی بنے سب دیکھ رہے تھے۔ "بتاؤ سب کو اس پورے پنڈال کو۔۔ جو تم مجھے بتایا ہے۔۔"

"بات کیا ہے انسپیکر ٹر۔۔!" اس بار ابا صاحب بھی اسٹیج پر اپنی لاٹھی ٹھوکتے دھاڑے۔

"گلریز خان وہ آخری شخص ہے جو آوالمیر خان کی موت سے پہلے ان سے ملا تھا۔۔" ولی خان کے دھماکے پر پنڈال میں یکدم ہی چہ میگوئیاں ہونا شروع ہو گئیں۔ "یہ یہ کیا کہہ رہے ہو خاناں میرے بیٹے کا کیا لینا دینا آوالمیر کی موت

سے۔۔"مرجان خان گھبرایا گھبرایا اسفند یار اور ابا صاحب تک آیا۔ مگر اسفند یار کی سرخ نگاہیں گلریز پر تھیں۔ جو بلکل زرد چہرہ لیے کھڑا تھا۔

اسکا ثبوت ہے ہمارے پاس۔۔"موبائل نکالتے ولی خان نے تصویریں دکھائی" تھیں۔"یہ اسی روڈ کی تصویریں ہیں جہاں سے آوالمیر خان مردہ پایا گیا

تھا۔۔"مرجان خان تصویریں دیکھ کر یکدم ہی لرزنے لگا۔ جہاں بیچ روڈ پر آوالمیر خان اور گلریز اپنی گاڑیوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ تصویر کافی دور کی تھی مگر نظر سب آرہا تھا۔ اس نے بے یقینی کے عالم میں پلٹ کر بیٹے کو دیکھا تھا۔

ابا۔ ابا خدا کی قسم میں نے آوالمیز خان کا قتل نہیں کیا۔۔"اسفند یار نے گن کا" پچھلا حصہ اسکے منہ پر مارتے اسے ایک بار پھر کراہنے پر مجبور

کر دیا۔"نہیں۔۔ نہیں میری بات سنو۔۔"ناک سے نکلتا خون صاف کرتے اس نے منت کی تھی۔"میں۔۔ میں ملا تھا آوالمیر خان سے۔۔ مگ۔۔ مگر میں نے انکا قتل نہیں کیا۔۔ میرا یقین کرو۔۔"اسکے گڑگڑانے پر جرگے کے افراد بھی وہیں آگئے تھے۔

"ثابت کرو گلریز خان کہ تم بے قصور ہو۔۔ یہاں تمہارے گناہ کا تو ثبوت ہے مگر بے گناہی کا نہیں۔۔" جرگے کا کوئی فرد بولا تھا۔

"مم۔۔ میں کیا ثبوت دوں۔۔ جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔۔ آوالمیر خان اکثر مجھ سے ملتے تھے وہ اٹک میں ہوئے معاملات کا مجھے بتارہے تھے ہماری تھوڑی دیر بات ہوئی۔۔ مگر میں نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا۔۔" اسفندیار کے گن لوڈ کرنے پر سب ہی چونکے تھے۔

"خون کا بدلا خون گلریز خان۔۔ تمہارے پاس بے گناہی کا ثبوت نہیں تو موت تو ابھی آئے گی تمہیں بھی۔۔" مرجان خان پاگل ہوتا اباصاحب کے قدموں میں گر گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا بیٹے کی بے گناہی ثابت کرنا ناممکنات میں سے ہے۔

"خاں صاب نہیں۔۔ مدد۔۔ ایسا مت کریں۔۔ اگرچہ میرے بیٹے کا گناہ ثابت نہیں ہوا مگر میں ہرجانہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔ خدارا خاناں کو روکیں۔۔" وہ گڑگڑانے لگا۔ اباصاحب کا چہرہ بھی غضب سے سرخ ہو رہا تھا۔

ابا خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کیا۔۔بے قصور ہوں میں۔۔۔آپ لوگ یقین کیوں نہیں کرتے۔۔"وہ بے بسی سے چیخ اٹھا تھا حالانکہ گن اسکی کنپٹی پر تھی۔

تم چپ ہو جاؤ بد بخت۔۔!!"مرجان خان چیخا تھا۔"

خاناں رک جاؤ کچھ دیر۔۔ابھی اسکی عاقبت کا فیصلہ ہو جائے گا۔۔"ابا صاحب" نے پوتے کو روکتے جرگے کے افراد کا رخ کیا۔

"جیسا کہ مرجان خان کہہ رہا ہے وہ ہرجانہ قبول کرے گا۔۔"

ابا صاحب۔۔۔!"اسفندیار بے چین ہوتا بولنے ہی لگا تھا مگر وہ ہاتھ اٹھاتے" روک گئے۔"آوالمیر تمہارا باپ تھا تو میرا بیٹا بھی تھا خاناں۔۔!اور قتل کے بدلے ہمارا قانون کہتا ہے یا تو بدلے میں مجرم کو قتل کرو۔۔یا زر اور زمین سے قیمت ادا کرو اور یا پھر مجرم گھر کی کوئی زنانی ہمارے حوالے کرے۔۔!!"وہ اس بار پورے پنڈال سے مخاطب تھے۔شور پر بات اب عورتوں کے حصے میں بھی پوری طرح پھیل چکی تھی۔

قتل تو ہم ابھی چاہیں کر سکتے ہیں اور بدلہ لے سکتے ہیں مگر مرجان خان رحم کی" "بھیک مانگ رہا ہے۔۔تو پھر بچی زن یا زمین۔۔بولو مرجان خان کیا دو گے۔۔؟

میری بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں خاں صاب اور زمین جتنی چاہیں دینے کو تیار" ہوں۔۔" یہ مرجان خان کی بے بسی کی انتہا تھی کہ ساری زندگی لالچ کرنے والا آج سب لٹانے کے لیے تیار تھا۔جب جرگے کے افراد میں سے کوئی بڑی خباثت کے ساتھ بولا تھا۔

کیوں گلریز خان کی منگ بھی تو تمہارے گھر کی خواتین میں شامل ہوتی ہے" مرجان خان۔۔۔" سبھی نے چونک کر اس شخص کی جانب دیکھا تھا۔ مگر قہر صرف اسفندیار اور گلریز کی آنکھوں میں ابھرا تھا۔

ناممکن۔۔۔!! مہزلہ بچپن سے میری عزت ہے میری منگ ہے۔۔ میری" ہونے والی دلہن ہے۔۔اسے بیچ میں مت لاؤ۔۔ میں منہ مانگا پیسہ دینے کے لیے تیار ہوں۔۔۔"اسکے چہرے پر چھائے تاثرات اور لہجے میں موجود قطعیت اور سختی پر ایک پل کے لیے پنڈال میں خاموشی چھاگئی تھی۔ جبکہ اسکے تاثرات دیکھ اسفندیار کی آنکھوں میں چمک سی بڑھنے لگی۔ ابا صاحب نے اسفندیار کی جانب دیکھا تھا اور اسے لیے پنڈال کی دوسری جانب سے باہر نکل آئے۔

کیا سوچ رہے ہو خاناں۔۔؟" ابا صاحب اسکے چہرے کے تاثرات بخوبی سمجھ رہے تھے۔

"____ مرجان خان سے اسکی مانسہرا کی زمینیں"

منگ۔۔!" اسکے منہ سے بس ایک لفظ نکلا تھا ابا صاحب نے کچھ الجھ کر اسے دیکھا" مجھے ___ گلریز خان ___ کی ___ منگ ___ چاہیے ___ ابا صاحب۔۔۔!!" اسکے سنگین لہجے پر وہ ایک پل کے لیے حیران رہ گئے۔

خاناں۔۔۔! بچا۔۔ تم ہوش میں ہے۔۔ کیا کہہ رہا ہے وہ لڑکی۔۔" سیال اور بریال بھی وہیں آ گئے تھے۔

میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔۔ میں بے غیرت نہیں ہوں باپ کی لاش کو بیچوں گا نہیں۔۔ مجھے اس کی منگ چاہیے وہ بھی ہر حال میں۔۔" دادا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالا دوٹوک لہجے میں بولا تھا۔ دادا سمیت وہ دونوں بھی سن کھڑے رہ گئے۔" جو ذلت اسکی منگ اسکی عزت۔۔۔ اسکی دلہن چھین کر دوں گا وہ چند زمین کے ٹکڑوں سے نہیں مل سکے گی اسے۔۔۔ بلکہ اور سر فخر سے اٹھ جائے گا کہ اپنی عزت کے لیے دولت کی پرواہ نہیں کی اس نے۔۔۔" اتنا کہتا وہ واپس پنڈال

کی سمت بڑھ گیا تھا۔اسکے جاتے ہی سرخ چہرہ لیے بریال خان ابا صاحب کے پاس چلا آیا۔

"اسفند یار شاید بھول رہا ہے ابا صاحب میری بہن پہلے ہی اسکے نکاح میں ہے۔۔!" اسکے مشتعل ہونے پر ابا صاحب نے ایک کاٹ دار نگاہ اس پر ڈالی۔

"بکواس بند کرو اپنی بریال خاناں۔۔ بات یہاں خاندان کی عزت کی ہے اور تم زنانہ مسئلے لے کر بیٹھ رہے ہو۔۔ ویسے بھی وہ نکاح کی بات کر رہا ہے بیوی کے بستر سے اٹھ کر حرام رات نہیں گزارنے جا رہا جیسے ہر رات تم کر رہے ہو۔۔" انکے پر جلال لہجے پر وہ ایک کے لیے بلکل بلینک رہ گیا۔اسے اس خطرناک وار کی بلکل توقع نہ تھی۔

"خاموش ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ آگاہ نہیں۔۔" لاٹھی کے سہارے آگے بڑھ گئے تھے۔ وہیں پنڈال میں اسفند یار اور گلریز دست و گریباں ہو چکے تھے۔ گلریز خان کی عزت پر یہ وار بڑا کاری لگا تھا۔ جب اسکے باپ سمیت جرگے نے مہزلہ اور اسفند یار کے نکاح کا فیصلہ سنا دیا تھا۔

یہ خبر عورتوں کے حصے میں بھی آگ کی طرح پھیلی تھی۔اور زمدہ، پھپھی اور تائی تبانا پر کسی میزائل کی طرح گری تھی۔زمدہ تو باقاعدہ چکرا گئی تھی۔اور روتی ہوئی مردانہ پنڈال تک پہنچی ہی تھی۔کہ ابا صاحب نے اسے اسفندیار تک پہنچنے سے پہلے ہی ہوش ٹھکانے لگا دیے تھے۔اور گل بینا کو ذمہ داری دی تھی کہ اسے قابو میں رکھیں۔۔گل بینا اس وقت بیٹی کو تو گھسیٹ کر لے گئیں تھیں۔مگر بیٹے کی خاموشی نے انکا خون کھولا دیا تھا۔

****

کیا۔۔؟کیا کہا ہے ابھی آپ نے۔۔؟"زرتشہ اور درخنے کے چہروں پر بھی یہی" خوفناک کیفیت طاری تھی۔مولوی صاحب نظر جھکاتے دوبارہ پڑھنے لگے۔

مہزلہ برلاس ولد برلاس بہراو خان کیا آپکو اسفندیار آوالمیر۔۔"اور اس بار وہ" وحشت زدہ ہوتی جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

یہ کیا تماشہ ہے۔۔!!!مورے۔۔!"اس نے بے اختیار ماں کو پکارا تھا۔اسکا" دماغ چکرا رہا تھا۔اسکی شادی تو گلریز سے اپنے بچپن کے منگیتر سے ہونے والی

تھی۔ جس پر وہ راضی بھی تھی۔ تو کیا بھیانک مذاق تھا یہ۔۔! روشینا آنسو ضبط کرتیں فوراً اسکے پاس آ گئیں۔

بیٹھ جاؤ مہزلہ۔۔ تمہیں اللہ کا واسطہ۔۔!"ماں کے منت بھرے لہجے پر وہ "ہذباتی انداز میں سر نفی میں ہلانے لگی۔

مم۔۔۔یہ۔۔یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔مامی۔۔؟"اس نے ممانی کی جانب دیکھا" تھا۔ جو خود متورم آنکھوں میں نمی لیے کھڑی تھیں۔ اتنے میں تائی تبانا اور چھوٹی پھپھی بھی چلی آئیں تھیں۔"میری شادی گلریز سے آپکے بیٹے سے ہو رہی ہے۔۔تو یہ کیا ہو رہا ہے۔۔کوئی مجھے بتائے گا۔۔!"ان سب کی خاموشی پر وہ چیخ اٹھی تھی۔

مہزلہ میں کہہ رہی ہوں تم سے بیٹھ جاؤ۔۔میں سب بتادوں گی تمہیں میرا" بچا۔۔"اس نے ماں کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا تھا اور سر نفی میں ہلاتی وہاں سے نکل گئی۔ وہ اپنی موت کے کاغذات پر دستخط نہیں کر سکتی تھی۔ روشینا اور ممانی نے اسے پکارا تھا۔ مگر وہ کاریڈور کی جانب بڑھ گئی تھی۔

رک جاؤ۔۔اللہ کا واسطہ بیٹی میری بات سن لو۔۔" ممانی کی سسکی بھری پکار پر" اسکے قدم تھمے تھے اور پلٹ کر دھندلائی نظروں سے انکی جانب دیکھا۔اور ایک پل کے لیے اسکا دل دھک سے رہ گیا۔ایسا لگ رہا تھا۔وہ عورت اپنا مال و متاع گنوا آئی ہو۔اب اسکے بعد رونے کے سوا کچھ نہ بچا ہو۔لیکن ایسا کیا ہوا تھا آخر۔۔۔؟

میں ہاتھ جوڑتی ہوں میرے بچے کو بچالو۔۔!" مہزلہ کے چہرے پر الجھن" ابھری تھی۔

کیا۔۔مطلب۔۔کیا ہوا ہے گلریز کو۔۔؟" اسکا دل بڑے ناخوشگوار انداز میں" دھڑکا تھا۔اور ممانی بھیگے لہجے میں اسے پوری کہانی سنا گئیں تھیں۔مہزلہ جیسے جیسے ان کی کہانی سن رہی تھی اسکی رنگت متغیر ہوتی جارہی تھی۔اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ حویلی والے اتنی درندگی پر اتر آئیں گے۔اس سے پہلے کہ وہ اپنا بیلنس کھوتی ممانی اسے تھام گئیں۔

میں ایک ماں ہونے کے ناطے تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں میرے بیٹے کو" بچالو۔۔وہ ہماری کل کنجی ہے۔۔اسکے علاوہ کوئی نہیں ہمارا۔اس پر جھوٹا الزام

ہے مگر یہ۔۔یہ لوگ انتقامی ہو چکے ہیں۔۔اسفند یار زمینوں کا سودا بھی نہیں کر رہا مہزلہ۔۔گلریز کو بچالو۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی اسکے آگے ہاتھ جوڑ گئیں۔رو تو مہزلہ بھی رہی تھی۔اپنی بدنصیبی پر۔۔اپنی بے بسی پر۔۔حویلی کے درندوں کی درندگی پر۔۔

یہ۔۔یہ نہ کریں ممانی میں۔۔میں کیا کروں آپ بتائیں۔۔اگر اس گھر میں" میں رہی تو میں بھی مر جاؤں گی۔۔"اس نے بھی سسکی بھرتے بے بسی سے کہا تھا۔

ایسے مت کہو۔۔تم آخری امید ہو۔۔کیا تم جانتی نہیں بہرا ور خان اور اسفند یار" خان کو۔۔اب تو ان لوگوں نے اتنے لوگوں کے بیچ کہا ہے۔۔مجھ پر احسان کر دو مہزلہ۔۔میرے بیٹے کو بچالو۔۔" وہ التجاء کرتیں غم سے نڈھال ہونے لگیں تھیں۔مہزلہ کے لیے ایسا مقام تھا کہ ایک طرف کنوا اور دوسری طرف کھائی۔اور پھر اسکے زخمی دل پر رحم غالب آگیا۔اس نے اپنی زندگی پر ایک ماں کی سسکیوں کو ترجیح دے دی۔

مم۔۔میں تیار ہوں۔۔!" اور انہیں لگا جیسے اس نے ہفت اقلیم کی دولت تھما"

دی ہو۔وہ شاید اسے اپنے گھر رخصت کروا کر اتنا خوش نہ ہوتیں۔جتنا اس وقت

تھیں۔

اسکی واپسی پر سب ہی حیران ہو گئے تھے۔مگر وہ سیدھی مولوی صاحب کی سمت

بڑھی تھی۔

کہاں سائن کرنے ہیں۔۔"مولوی صاحب نے ایک نظر سیال کو دیکھا تھا۔اور"

اسکے اشارے پر پیپرز کھول کر اسکی جانب کر گئے۔تائی تبانا بے بسی سے کھڑیں

ہاتھ ملتی رہ گئیں تھیں۔وہ سمجھ بھی نہ سکیں تھیں اور یہاں کھیل کھیلا جا چکا

تھا۔وہیں مہرلہ تیزی سے پیپرز پر دستخط کر رہی تھی۔اسے کوئی پرواہ نہ تھی کہ

اسکا حق مہر کیا ہے۔وہ ایک خون بہا میں بہائی گئی دلہن تھی جسے کسی کھلونے کی

طرح ایک سے چھین کر دوسرے کو دے دیا گیا تھا۔اس کا سودا کر دیا گیا

تھا۔اسے بیچ دیا گیا تھا۔اسکی آنکھیں سائن کرتے وقت بس ایک لمحے کے لیے

اسفندیار کے دستخط پر ٹھہری تھیں۔اور پھر قلم پھینکتی واپس مڑ گئی۔سامنے

درخنے اور زرتشہ صدمے میں کھڑی رو رہیں تھیں۔اور وہ جیسے دستخط کے بعد ہر احساس سے عاری ہوگئ تھی۔

زلہ۔۔!"زرتشہ کی سسکی پر وہ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتی تلخی سے بڑبڑائی" تھی۔"ابھی مری نہیں ہوں بچا کر رکھو۔۔!"اور سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی۔سب نے اس بدنصیب دلہن کو واپس اپنے کمرے میں تنہا پلٹتے دیکھا تھا۔جو بیاہے جانے کے بعد بھی اپنے ہی کمرے میں جارہی تھی۔

****

مہمان جو گلریز اور مہزلہ کی شادی میں شرکت کرنے آئے تھے۔وہ اسفندیار اور مہزلہ کی شادی کا کھانا کھا کر رخصت ہوگئے تھے۔جس حویلی سے بیٹی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہونے والی تھی۔وہ بہو کی صورت بدعاؤں کے سائے میں چلی آئی تھی۔اس رات زمدہ اور بڑی پھپھی نے اسے جھولیاں پھیلا پھیلا کر بدعائیں دے ڈالیں تھیں۔وہ اب بھی اسی طرح کمرے میں بند پڑی رو رہی تھی۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔اسکے خان نے جس کی داسی بنی گھومتی تھی وہ۔جس کے عشق میں وہ بچپن سے گرفتار تھی اسکی پرواہ کیے بنا دوسری شادی

کرلی تھی۔۔وہ بھی کس سے۔۔!! جس سے بچپن سے ہی حسد اور نفرت تھی اسے۔وہ بلا کی ذہین اور حسین لڑکی جس میں بچپن سے ہی غرور اور تمکنت تھی۔جسے وہ ہمیشہ کانٹا سمجھتی تھی۔آج اسی کی سوتن بن گئی تھی۔

"یہ کیوں کیا اماں خان نے میرے ساتھ۔۔کیوں کیا۔۔" گل بینا سے لپٹی خود کو حال سے بے حال کر چکی تھی۔وہ بھی اسے تسلیاں دیتے دیتے اب تھک چکیں تھیں۔

"کیوں نہیں سمجھ رہی جھلی۔۔یہ شادی ایک سودا ہے۔۔اس لڑکی کو تو خود اسفند حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔۔بھلا خون بہا میں بیاہی لڑکی کی بھی کوئی حیثیت ہے۔۔؟"

"مگر وہ سوتن بن چکی ہے میری اماں۔۔ساری زندگی میرے سینے پر مونگ دلے گی۔۔میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔۔مجھے کچھ ہو جائے گا اماں۔۔!!" جبھی کمرے کا دروازہ وا کرتیں تائی تبانا اندر داخل ہوئیں تھیں۔اور زمدہ کا حال دیکھ یکدم افسردگی میں گھر گئیں۔واقعی یہ ظلم تھا۔

نیچے مردان خانے میں ابا صاحب نے فخر سے اپنے پوتے کو گلے لگایا تھا۔ "ہم کو فخر ہے تم پر خاناں۔۔ تمہارا فیصلہ بہترین تھا۔۔ مرجان خان آج جس طرح پوری محفل کے سامنے ذلیل ہو کر نکلا ہے یہ دیکھنے کا ارمان تھا ہمارا۔۔ "اسکی پیٹھ تھپکتے وہ قہقہ لگا گئے تھے۔ مگر اسفندیار کے چہرے پر ایسا کوئی پر لطف تاثر نہ تھا۔ مگر ایک اطمینان تھا جو واضح نظر آرہا تھا۔ "مگر جو فیصلہ تم نے لیا ہے وہ بھی چھوٹا نہیں۔۔ اس لڑکی کو واپس لے آئے ہو خاناں جسے کل تک اس گھر سے نکالنے میں لگے تھے۔ "اسفندیار دادا کی بات خاموشی سے سن رہا تھا۔ کیونکہ اسکے پاس فل وقت کوئی پلان یا جواب نہ تھا۔ مگر وہ کوئی کمزور مرد نہ تھا جو عورتوں کو خود پر حاوی ہونے دیتا۔

****

بریال سیکنڈ فلور پر ماں اور تائی کے ساتھ تھا۔ جب سے آیا تھا زرتشہ نے ایک بار بھی بات کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ ان دونوں کے درمیان اس دن کے بعد سے بات چیت بلکل ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ زرتشہ خود پر بے حسی کا خول چڑھا چکی تھی۔ جس پر اس کا آنا جانا۔۔ سارا دن پڑے رہ کر

سوتے رہنا یا جب جی چاہا حکم چلا کر کوئی بھی فرمان جاری کر دینا معنی ہی نہیں رکھتا تھا۔ جو بھی تھا وہ خاموشی سے سہہ رہی تھی مگر جو آج اسکی بہن کے ساتھ ہوا تھا۔ ایسا تو دشمن کی بیٹی کے حق میں بھی ہوتا تو اسے تکلیف ہوتی۔ یہاں تو اسکی بہن تھی جسے خون بہا کی بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا۔ وہ بھی کس نے خود اسی کے گھر والوں نے یہ ستم کیا تھا۔ وہ جانتی تھی اس وقت اسکی چھوٹی بہن کن مشکل گھڑیوں سے گزر رہی ہو گئی۔

مہزلہ کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے آنسو صاف کرتے گہری سانس بھر کر خود کو کمپوز کیا تھا۔ اور ہینڈل گھوماتی دروازہ وا کر کے اندر داخل ہو گئی۔ مگر اندر داخل ہوتے جو قیامت اسکی منتظر تھی اسکے حلق سے دلخراش چیخیں نکلوا گئی تھی۔ سامنے کا منظر زرتشہ برلاس کا دل پھاڑ گیا تھا۔

"!! مہزلہ۔۔۔"

موری۔۔۔!!!" وہ اسے دیکھنے قریب نہیں گئی تھی۔ بلکہ وہیں سے ماں کو" پکارتی الٹے قدموں نیچے بھاگی تھی۔ پوری حویلی میں اسکی چیخیں اور رونے کی آوازیں گونجنے لگیں تھیں۔ جس جس تک اسکی آواز پہنچ رہی تھی۔ وہ لاؤنج میں آتا جا رہا تھا۔ ہر کوئی اس کا دیوانہ وار رونا اور بھاگنا دیکھ رہا تھا۔ شور کی آواز پر مردان خانے سے سیال، اسفندیار اور ابا صاحب بھی نکل آئے تھے۔ جبکہ روشینا جو صدمے کے سبب اب تک لاؤنج سے ہل ہی نہ سکیں تھیں۔ زرتشہ کے اس طرح رونے پر ان کا کلیجہ منہ کو آگیا۔

" !موری۔۔۔"

کیا ہوا ہے۔۔ کیوں رو رہی ہو یوں جاہلوں کی طرح۔۔!!" یہ ابا صاحب تھے" جنہوں نے ناگواری سے ڈپٹا تھا۔ جبکہ اسفندیار کی چھٹی حس اسے پہلے ہی سگنل دینے لگی تھی۔ زرتشہ نے آنسوؤں سے تر آنکھوں سے اسے اور ابا صاحب کو دیکھا تھا۔

مر گئی میری بہن۔۔ مر گئی ہے وہ۔۔ خودکشی کر لی اسنے۔۔۔!!" آج زندگی" میں پہلی بار زرتشہ برلاس کی آواز حویلی میں گونجی تھی۔ اور ہر نفس پر سکتہ طاری

کر گئی۔ اسفندیار سب کچھ چھوڑ تیر کی تیزی سے سیڑھیوں کی سمت لپکا

تھا۔ سیال بھی اسکے پیچھے ہی تھا۔ اس نے ایک منٹ کے اندر اندر لاؤنج سے لے

کر مہزلہ کے کمرے تک کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اور ایک جھٹکے کے ساتھ کمرے میں

داخل ہوا جہاں اسکی نئی نویلی دلہن سر سے پیر تک سجی سنوری بیڈ کے بیچوں بیچ

پڑی تھی۔ جبکہ اسکے دونوں ہاتھوں کی کلائیاں بے دردی سے کٹی پڑیں بیڈ شیٹ

کو سرخ کر رہیں تھیں۔ اسفندیار پلک جھپکتے میں اس تک پہنچا تھا۔

"مہزلہ۔۔۔!!" اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں جکڑتا دھاڑا تھا۔ مگر وہ خرد سے

بیگانہ ہو چکی تھی۔ "زرتشہ۔۔۔!! دوپٹے دو نکال کر۔۔۔ جلدی

کرو۔۔۔!!!" وہ دھاڑ رہا تھا۔ دونوں پھپھیاں تائی درخنے جو جو کمرے کا رخ

کر رہا تھا۔ سب کے لبوں سے چیخیں برآمد ہو رہی تھیں۔ دونوں کلائیوں پر سختی

سے دوپٹہ لپیٹ کر وہ اسے گود میں اٹھاتا نیچے لے کر دوڑا تھا۔ مہزلہ کی گردن

ایک جانب ڈھلک چکی تھی۔ سر سے دوپٹہ شاید ہوش میں ہی کہیں اتار کر

پھینک چکی تھی۔ جبھی اسکا سر بے پردہ تھا اس وقت۔۔!

لاؤنج میں زرد پڑتیں روشینا جن میں اوپر جا کر بیٹی کی حالت دیکھنے کی ہمت نہ تھی اس وقت مہزلہ کے مردہ وجود کو اسفندیار کی باہوں میں دیکھ جیسے خود بھی مردہ ہو چکیں تھیں۔ان سے اپنی جگہ سے اٹھا ہی نہیں گیا تھا۔جبکہ ابا صاحب لب بھینچے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔اسفندیار باہر آتا اسے گاڑی میں ڈال گیا۔سیال نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھل لی تھی۔زرتشہ بھی ان کے ساتھ ہی تھی۔حویلی سے ایک ساتھ کئی گاڑیاں فراٹے بھرتی باہر نکلیں تھیں۔

زرتشہ بہن کا ہاتھ تھامی سسکیاں بھرتی رو رہی تھی۔دوسری جانب اسفندیار تھا جس کے کلف دار کریم کرتا شلوار مہزلہ کے خون سے رنگے تھے۔اسکے چہرے پر اس وقت سنگلاخ تاثرات تھے۔ضبط کے مارے بار بار لب بھینچ رہا تھا۔کار کی روشنی میں اسکا زندگی کی ڈور توڑتا وجود دیکھا تھا۔اور سیال پر دھاڑا اٹھا۔

اور کتنی دیر لگے گی۔۔تیز چلاؤ۔۔۔!!"اگلے دس منٹ کے اندر اندر وہ لوگ" ہاسپٹل کے کاریڈور میں تھے۔مہزلہ کو اسفندیار کی شکل دیکھتے ہی ہاتھوں ہاتھ ایڈمٹ کیا گیا تھا۔زرتشہ اپنا کام سے سجا دوپٹہ سر سے اوڑھی مسلسل رو رہی تھی۔چھوٹی پھپھی اور درخنے بھی چلی آئیں تھیں۔ایک وہی تھیں جو ان کے

قریب تھیں۔ مگر روشینا میں اتنی ہمت نہ تھی کہ یہاں کا رخ کرتیں۔ جبکہ زرغان ان کا بھائی وہ خود ڈرا سہما تھا۔ایسا لگتا تھا آن کی آن اس حویلی پر سیاہ بادل چھا گئے تھے۔یا شاید صرف مہزلہ برلاس تھی جس کی قسمت کو گرہن لگا تھا کہ اتنے غموں اور موت کی کوششوں کے بعد بھی اللہ نے اسے زندگی دے دی تھی۔ڈاکٹرز کی گھنٹوں کی محنت رنگ لائی تھی۔

"پیشنٹ خطرے سے باہر ہیں۔۔!!"لیڈی ڈاکٹر نے تین گھنٹے بعد آئی سی یو کا دروازہ کھولتے یہ خبر سنائی تو ہر چہرے پر جیسے زندگی دوڑ گئی تھی۔ مگر اسفندیار کے چہرے پر اب بھی وہی سختی تھی۔ جیسے اسے اس خبر پر پہلے ہی یقین تھا۔وہ تو بس اس لڑکی کی بیداری کا منتظر تھا۔

****

"یہ کیا سن رہا ہوں میں لالا۔۔۔!!"دریاب کی صدمے سے پر آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔وہ اپنے چیمبر سے نکل رہا تھا۔جب اسے دریاب کی کال آئی تھی۔

"کیا سن لیا۔۔ہمیں بھی پتا چلے۔۔!"

آپ نے مہزلہ کے ساتھ کیوں کیا ایسا۔۔؟ کیا جو پہلے کر چکے تھے وہ کم" تھا۔۔؟" اسکے خفگی بھرے لہجے پر اسفندیار کی آنکھوں کے سامنے دلہن بنی دونوں کلائیاں بے دردی سے کاٹی پڑی مہزلہ چھم سے آگئی۔

میں نے اسکے ساتھ کچھ نہیں کیا۔۔ گلریز سے حساب چکتا کیا ہے۔۔!" اسکے" لہجے میں وہی غرور اور جاہ وجلال تھا۔

گلریز خان نے قتل کیا ہے اس بات کا ثبوت پیش کریں آپ مجھے۔۔ کوئی ایک" گواہ جو اسکے خلاف گواہی دے۔۔ آپ صرف ان چند تصویروں کی بنا پر اتنے لوگوں کی زندگی تباہ نہیں کر سکتے۔۔۔!!!" اسفندیار کے آگے بڑھتے قدم تھمے تھے۔

واچ یور ٹون۔۔ اور تمہاری مردانگی اور غیرت کیا بلکل ہی سو چکی۔۔؟" وہ" بھنچے لہجے میں پھنکارا تھا۔ اسکے ارد گرد اسکے اسلحہ بردار گارڈز چل رہے تھے جو اسکے ساتھ ہی ٹھہرے تھے۔" چند دن پہلے باپ کا جنازہ اٹھایا ہے تم نے۔۔! مجھے پر کسی پر ایک فیصد بھی شک ہوا میں اسکی گردن اڑانے کا مجاز ہوں۔۔! اور جہاں تک رہی مہزلہ برلاس کی بات تو وہ اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں خود

گری ہے۔۔!! اسکی حمایت یا وکالت میرے سامنے مت کرو بیوی ہے اب وہ میری۔۔۔!!!" بھائی کو جھاڑتا گاڑی میں جا بیٹھا۔دوسری جانب چند پل خاموشی رہی تھی مگر دریاب پھر بولا تھا۔

بیوی۔۔!! ہاہ اب تو بیویاں ہیں آپکی۔۔ سردار ہیں آپ تو۔۔ آپ کہاں جوابدہ ہیں اب۔۔!!" وہ تلخی سے کہتا کال کاٹ گیا تھا۔اسفندیار نے سلگتے ہوئے موبائل کان سے ہٹایا تھا اور غصیلے انداز میں سیٹ پر پھینک گیا۔

خر کا بچا۔۔۔!!" لب بھینچتا ونڈو سے باہر نظر جما گیا۔ان کی شادی اور مہزلہ کی خودکشی کی کوشش کو پندرہ دن بیت چکے تھے۔اسے چودہ دن پہلے مانسہرا کے الیکشن کی وجہ سے یہاں آنا پڑ گیا تھا۔جاتے وقت اس نے زمدہ سے بات کرنی چاہی تھی مگر وہ اس سے سخت خفا تھی۔اور اسکے پاس اتنا وقت تھا نہیں کہ رک کر بات کرتا۔لہذا اس نے یہ کام واپسی کے بعد کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا عورت کو کس طرح دام میں لایا جاتا تھا کس طرح منایا جا سکتا تھا۔ایبٹ آباد کے بعد اب مانسہرا اور اٹک میں بھی ان کی ضلعی حکومت تھی۔ان کی پارٹی بھاری اکثریت سے جیتی تھی۔اور بلآخر واپسی کا سفر شروع ہو چکا تھا۔

****

اے کوئے یار تیرے زمانے گزر گئے

جو اپنے گھر سے آئے تھے وہ اپنے گھر گئے

اب کون زخم و زہر سے رکھے گا سلسلے

جینے کی اب ہوس ہے ہمیں ہم تو مر گئے

اب کیا کہوں کہ سارا محلہ ہے شرم سار

میں ہوں عذاب میں کہ میرے زخم بھر گئے

ہم نے بھی زندگی کو تماشہ بنا دیا

اس سے گزر گئے کبھی خود سے گزر گئے

حویلی کی پچھلی جانب سرد ہوا اور چمکتی دھوپ میں سنگِ مرمر کی سیڑھیوں پر بیٹھا وہ وجود کافی دیر سے گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے تھا۔ اسکی ساکت نگاہیں دور تک پھیلے خوبانی اور آلو بخارے کے درختوں پر جمی تھیں۔ درختوں کی شاخیں ان کے وزن سے جھک رہی تھیں۔ دور سے دیکھنے میں ہی وہ خوش ذائقہ نظر آتی

تھیں۔مالی ہر ہفتے پھل توڑ کر بہترین حویلی کے کچن میں رکھوا دیتا تھا۔جبکہ باقی فارم چلی جاتی تھیں۔اسے ان ہری خوبانیوں اور لال لال آلو بخاروں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔مگر اسکی نگاہ انہی پر جمی تھی۔جب پٹی لپٹے ہاتھ پر مسلسل سر رکھنے سے اذیت ہونے لگی تو اس نے سر اٹھایا تھا۔

یہ گزشتہ پندرہ روز کس طرح گزرے تھے۔اسے کوئی خبر نہ تھی۔جس رات اسے ہوش آیا تھا۔اسکی ماں اور بہن ہی پاس تھیں۔اور جو حال اس نے ماں کا دیکھا تھا اسکا دل جیسے پھر مر گیا تھا۔سر پر اوڑھے دوپٹے سے نکلتے بکھرے بال اور ویران آنکھیں لیے وہ دل کے مرض میں مبتلا عورت اسکے ہوش میں آنے کی منتظر تھی۔اس پل اسے اپنی خود غرضی اور حرکت پر تف محسوس ہوئی۔

یہ کیوں کیا تم نے۔۔؟تمہیں ترس نہیں آیا مجھ پر۔۔"اسکا پٹی لپٹا ہاتھ" چھوتیں بے آواز رو رہیں تھیں۔اسکی کنپٹیوں میں آنسو جذب ہونے لگے۔"خود کو مارنے سے پہلے آئندہ مجھے مار دینا۔۔تمہارے باپ کی موت کے بعد بہت مشکل سے صرف تم تینوں کے لیے خود کو سمیٹا تھا۔۔مگر اب کوئی میری نظروں کے سامنے مرا میں نہیں جی پاؤں گی۔۔"دونوں بے آواز رو رہیں تھیں۔مہزلہ

کے منہ میں لفظ ختم ہو چکے تھے۔ وہ کس سے گلہ کرتی۔۔؟ اسکی ماں نے تو خود تمام عمر اذیتوں میں گزار دی تھی۔ اسکی بہن الگ ایک اذیت بھری زندگی گزار رہی تھی۔ شاید اللہ نے ان ماں بیٹیوں کے نصیب میں آزمائشیں ہی لکھ دیں تھیں جبھی تو وہ موت کو چھو کر پھر اس بے رحم دنیا واپس بھیج دی گئی تھی۔ یا شاید اللہ نے اسے موقع دیا تھا وہ اسے حرام موت نہیں دینا چاہتا تھا۔ گہری سانس بھرتی وہاں سے اٹھ کر واپس اپنے کمرے کی سمت بڑھنے لگی۔ لاؤنج میں بیٹھیں تائی تبانہ کشن کورز چینج کروا رہیں تھیں۔ وہ نظر انداز کرتی سیڑھیوں کی سمت بڑھنے لگی۔ جب انہوں نے پکارا تھا۔ اس نے پہلی پکار تو نہ سنی مگر دوسری پر ٹھہرنا پڑا تھا۔

تم سے بات کر رہی ہوں یہاں آؤ۔۔ مہزلہ۔۔۔!!" ان کی جانب پلٹتے ایک "!" سپاٹ نگاہ ان پر ڈالی تھی۔" جاؤ تم سب۔۔ باورچی خانہ دیکھو اب۔۔ کیا بات ہے۔۔؟" اسکا لہجہ انتہائی روکھا تھا۔ وہ بڑی تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ ملگجے سے آسمانی رنگ کے قمیض شلوار پر دوپٹہ اوڑھی تھی۔ بالوں میں لگ رہا تھا دنوں سے کنگھا نہیں ہوا تھا۔ عجیب ملنگ سا حلیہ تھا۔

"یہ کس حلیے میں گھوم رہی ہو۔۔؟" ان کے لہجے پر مہزلہ کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔ بھلا کوئی دوسرا کون ہوتا تھا اس پر تنقید کرنے والا۔ اتنی اجازت تو اس نے اپنے غمزدہ حال میں بھی کسی کو نہ دی تھی۔

"آپ سے مطلب۔۔؟" اسکے لہجے میں وہی ناگواری تھی جو ہمیشہ ان لوگوں سے بات کرتے وقت ہوتی تھی۔ آج سے دس دن پہلے وہ گھر شفٹ ہوئی تھی۔ اور سوائے ماں اور درخنے کے کسی کا چہرہ بھی نہیں دیکھتی تھی۔ مخاطب کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔ زرتشہ تو ہاسپٹل میں ملنے کے بعد دوبارہ آ ہی نہ سکی تھی۔ وہ بخوبی جانتی تھی پھپھی، بریال اور زمدہ نے جو پچھلے پندرہ دن سے میکے میں تھی کس طرح اسکا جینا حرام کر رکھا ہوگا۔ مگر آج تائی کا اس طرح مخاطب کرنا اسکے ناتواں وجود میں پھر سے وہی جذبات بھرنے لگا۔

"مطلب۔۔؟ شاید تم بھول رہی ہو بی بی اب بیٹی نہیں بہو ہو اس گھر کی۔۔ میری۔۔!!!" ان کی چبھتی ہوئی آواز اسے کوڑے کی طرح لگی تھی۔ باورچی خانے سے روشینا بھی چلی آئیں۔

"بہو۔۔؟ میں لعنت بھیجتی ہوں اس رشتے پر۔۔!! مجھے اس رشتے سے مت پکاریے گا آئندہ۔۔۔!!" آنکھوں میں سرخی اور اشتعال لیے پھنکارتی واپس پلٹ گئی۔تائی تبا ناہکا بکا کھڑیں اسے اوپر جاتا دیکھتی رہ گئیں تھیں۔ مگر روشینا کو دیکھیں فوراً پھنکاریں۔

"یہ سب ہو گا اب اس گھر میں۔۔؟ تم آنکھوں کے سامنے دیکھو گی یہ تماشا۔ آج اسفندیار واپس آرہا ہے۔۔ایک میکے جاکر بیٹھ گئی دوسری نے خود کو بہو ماننے سے انکار کر دیا۔۔ میرے بیٹے کی زندگی اس طرح برباد کرو گی تم لوگ۔۔؟" روشینا نے جبڑے بھینچتے اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔وہ بہت تحمل مزاج تھیں مگر اس وقت انہیں سامنے کھڑی عورت پر سخت غصہ آیا تھا۔

"آپ کیا چاہ رہی ہیں میری بیٹی سے۔۔؟ پہاڑ ٹوٹے ہیں چند دن پہلے اس پر مرتے مرتے بچی ہے۔۔اور اس سے یہ امید رکھ بھی کیسے سکتی ہیں کہ وہ ایک بہترین بہو کا کردار نبھانے لگے۔۔؟ بھابھی اگر اسے بہو بنانا چاہتی ہیں۔۔وقت دیں اسے۔۔۔انسان ہے بھیڑ بکری نہیں۔۔!!" اتنا کہیں واپس پلٹ گئیں

تھیں۔تائی تبانا بھنا کر رہ گئیں تھیں۔ان چیونٹیوں کے پر کس سے کٹوانے تھے۔وہ بخوبی جانتی تھیں۔

****

پخیر راغلے (خوش آمدید)۔۔۔خاناں۔۔پخیر راغلے۔۔!!"وہ فریش ہو کر" کھانے کی ٹیبل پر آیا تو ابا صاحب نے بڑا پر تپاک استقبال کیا تھا۔پوتے سے بغل گیر ہوتے اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھا گئے۔اس وقت کھانے کی ٹیبل پر روشینا،تائی تبانا اور درخنے ہی ان کے ساتھ بیٹھیں تھیں۔مہزلہ کمرے میں ہی کھا لیتی تھی۔یا رات کے کسی پہر میں بے خوابی کے سبب چکراتی باورچی خانے کا رخ کر لیتی تھی۔جبکہ زمدہ تو روٹھ کر گئی ہوئی تھی۔

"آج سب کچھ خاناں کی پسند کا ہے نا تبانا۔۔؟"

جی جی ابا صاحب نگرانی میں بنوایا ہے۔۔"اپنے لختِ جگر کو جانثار نظروں سے" دیکھتے بتایا تھا۔جب ابا صاحب کو ہی کھانے کی ٹیبل پر لوگوں کی کمی کا احساس ہوا۔

"یہ زمدہ واپس کیوں نہیں آیا۔۔؟اسکی عقل ٹھکانے نہیں آئی اب تک۔۔؟"انھوں نے چہرے پر ناگواری لیے تائی سے پوچھا۔

"ابا صاحب بات کوئی چھوٹی سی نہیں۔۔اب خاناں جائیں گے تو تب ہی وہ آئے گی۔۔!"بیٹے کو پلیٹ میں کھانا نکال کر دیتے آہستہ سے کہا تھا۔روشینا آہستہ آہستہ کھانا زہر مار کر رہی تھیں۔

"خاناں بس ایک بار جاؤ اور لے آؤ۔۔ہمارا تو دستر خوان ہی سونا کر دیا اس لڑکی نے۔۔"اسفندیار وہ بس سر ہلا گیا تھا۔اس کا خود بھی کھانے کے بعد چکر لگانے کا ارادہ تھا۔"اور روشینے۔۔!"روشینا نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔تائی تبانا نے ناگواری سے پہلو بدلا۔

"کہاں ہے تمہارا بیٹی۔۔اب تک اس میں کمرے سے نکلنے کا طاقت نہیں آیا۔۔؟"ان کے طنز پر وہ سختی سے لب بھینچ گئیں تھیں۔جبکہ اسفندیار بغیر کوئی تاثر دیے اپنے کھانے کی سمت متوجہ رہا۔

اباصاحب اس میں واقعی ابھی ہمت نہیں اتر چڑھ کرنے کی۔۔ جیسے ہی"
صحتیاب ہوگی یہیں ہمارے ساتھ ہوگی۔۔"وہ آج پھر ظالم کے آگے دب
گئیں تھیں۔یہی تو ہوتا آرہا تھا۔

اتر چڑھ کرنے کی ہمت نہیں مگر زبان درازی پوری کر رہی ہے۔۔"تائی کی"
بڑبڑاہٹ پر سب ہی چونکے تھے سوائے اباصاحب کے کیونکہ وہ اونچا ہی سنتے
تھے۔اسفندیار نے ماتھے پر شکنیں لیے ماں کو دیکھا تھا مگر پھر بعد کے لیے ٹالتا
کھانے کی سمت متوجہ ہو گیا۔گھریلو سیاست میں اپنا کھانا خراب نہیں کر سکتا تھا۔

اسفند۔۔۔!" کھانے کے بعد اسکا زمدہ کے پاس جانے کا ارادہ صبح تک ملتوی"
ہو گیا تھا کیونکہ یکدم ہی طوفانی بارش شروع ہو چکی تھی۔اور وہ آج خاصہ تھکا ہوا
بھی تھا۔اپنے بیڈروم میں موجود تھا۔جب تائی چلی آئیں تھیں۔

آئیں مورے۔۔"موبائل ایک جانب رکھتے انہیں بیڈ پر ساتھ ہی بٹھاتا ہاتھ"
تھام گیا۔

میرا بچا۔۔کتنا دبلا ہو گیا۔۔"اسکے خوبرو چہرے پر ہاتھ پھیرتیں فکر مندی سے"
بولیں تھیں۔اسفندیار دھیرے سے ہنس دیا۔

"اب آگیا ہوں خوب کھلانا۔۔"

شریر۔۔"انہوں نے اسکے کسرتی کندھے پر مارا تھا۔اور پھر گہری سانس بھر "گئیں۔"ہم کو بات کرنا ہے تم سے ضروری۔۔

بولو۔۔میں سن رہا ہوں۔۔!"وہ جانتا تھا اسکی ماں اول دن سے اس موقعے" کے لیے بے چین تھی۔

"کیوں اپنی پر سکون زندگی میں یہ عذاب لایا ہو تم۔۔؟"

"میں بتا چکا ہوں۔۔بابا کا بدلا لینا مجھ پر فرض تھا۔۔"

ارے تو جب وہ زمینیں دے رہا تھا تو کیوں نہیں مانے۔۔؟کیوں اس لڑکی کو" اپنے گلے باندھ لایا ہو۔۔؟"اسفندیار دھیرے دھیرے ماں کا ہاتھ تھپک رہا تھا۔ میں بے غیرت نہیں جو باپ کے قتل کے بدلے پیسا یا زمین لیتا۔۔میں نے وہ" کیا جس سے دشمن کی غیرت پر ٹھیس لگے۔۔دیکھ لیں مرجان خان کا بیٹا غم کے مارے بل میں چھپا بیٹھا ہے۔۔"زہر خند لہجے میں کہتا سر جھٹک گیا۔اس وقت اسکے چہرے پر گلریز خان کے لیے نفرت ہی نفرت تھی۔

اور زمہ۔۔؟اسکا سوچا یہ فیصلہ لینے سے پہلے۔۔ارے اپنا بیوی سے تو بات کر لیتے ایک بار۔۔وہ بیچارا غم سے پاگل ہو رہا ہے۔۔"ان کے احساس دلانے پر اسفندیار کے تاثرات میں کچھ نرمی آئی تھی مگر جب بولا لہجہ اتنا ہی کرخت تھا۔

"سردار ہوں میں مورے اب جرگہ چھوڑ کر عورتوں کے پاس آتا اور پوچھتا کہ کتنوں کو فیصلہ پسند آرہا ہے اور کتنوں کو نہیں۔۔؟وہ بیوی ہے میری اسے مجھے سمجھنا چاہیے۔۔اور یہ کوئی انوکھا کام نہیں کیا میں نے۔۔خاندان میں مجھ سے پہلے والے اس سے بڑے کارنامے کر چکے ہیں۔۔جہاں تک رہی اسکے غم کی بات میں سمجھالوں گا۔۔مگر یہ طے ہے کہ اسے اور ___ 'مہزلہ' کو اب ساتھ ہی رہنا ہے۔۔"اسکا لہجہ کسی بھی لچک سے عاری تھا۔تائی نے خفگی سے بیٹے کو دیکھا تھا۔

"ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔۔ہم تمہارا ساتھ ہے خاناں مگر وہ جسے تم نے پورا شہر کے سامنے اپنایا ہے۔۔دوپہر میں وہی اس رشتے پر لعنت بھیج رہا تھا۔۔تمہیں لگتا ہے وہ خاندان کا سب سے ضدی اور خودسر لڑکی اس رشتے کو قبول کر لے گا۔۔؟"تائی نے آگ اگلتے اسے دوپہر کے قصہ بتایا تھا۔اسفندیار کی آنکھوں

میں ضبط کے سبب خون اترنے لگا۔ جبڑے آپس میں بھینچتے واپس ماں کی جانب دیکھا۔

"وہ قبول کرے یا نا کرے۔۔ رہے گی میری بیوی ہی۔۔! اور مورے تم شاید بھول رہی ہو اس خود سر لڑکی کو نکاح نامے پر دستخط کرنے پڑے۔۔ ابھی کسی مائی کے لعل میں اتنی ہمت نہیں ہوئی جو اسفندیار خان سے ٹکرا جائے۔۔!" اسکے مغرور لہجے پر وہ نرمی سے کندھے پر ہاتھ پھیر گئیں۔

"تم غصہ نہ کرو خاناں اس لڑکی کو ہم سیدھا کر دے گا۔۔"

"فلحال کسی اقدام کی ضرورت نہیں چچی ویسے ہی اسکی وجہ سے ڈسٹرب ہے۔۔ میں مزید اسکی طرف سے کوئی فضول حرکت نہیں چاہتا۔۔" مگر اس نے سوچ تو رکھا تھا صحیح وقت آنے پر اس لڑکی کا دماغ سیٹ کرنا تھا۔ جس نے اتنا بڑا قدم اپنی نفسیات میں اٹھا لیا تھا۔

"اچھا اب تم ہمارا بہو کو لے آؤ۔۔۔ اور پیار سے منا لینا۔۔ بہت چاہتا ہے تم کو۔۔" ان کے نرمی سے سمجھانے پر وہ سر اثبات میں ہلا گیا تھا۔ مگر اسکا دماغ اس وقت لاتعداد سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

اسفند یار زمدہ کو گھر لے آیا تھا۔تائی اور ابا صاحب نے محبت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ جس نے اپنا دل وسیع کر کے اسفند یار کے فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ وہ تو خود انتظار میں تھی کہ اب اسفند آتا اور اسے لے کر جاتا کیونکہ وہ ناراض تو ہو کر آگئی تھی۔ مگر اتنے دن اسفند کی خاموشی نے اسے ہولا دیا تھا۔ وہیں گل بینا نے اسکے ذہن میں باتیں پرونا شروع کر دیں تھیں کہ کہیں روشینا نہ کوئی اپنا جادو چلا کر اسفند یار کو اپنی طرف کر لے۔ بے شک وہ اسفند یار سے بہت زیادہ خفا تھی۔ وہ اسکی زندگی میں ایک شراکت دار لے آیا تھا۔ بھلا سوتن کون قبول کر سکتا ہے۔ مگر وہ اپنے خان کا دل خود سے بد دل بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دوسرا اسے مہزلہ کی صلاحیتوں پر یقین تھا کہ چند دن میں ہی وہ اپنی خود سر طبیعت اور چرپ زبانی سے اس رشتے کا اختتام کروا دے گی۔ کیونکہ خودکشی والا واقعہ بھی سب کے ذہنوں میں تازہ تھا۔

اور سب سے بڑھ کر مہزلہ کی ان سب کے لیے نفرت سے بھی بخوبی آگاہ تھی۔ آخر کو اسفند یار ہی تو وہ شخص تھا جس نے اسے اسکے محبوب سے جدا کیا

تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا مہزلہ ان میں سے کسی کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ تھی۔ بس اس نے اس آگ میں مزید تیل ڈال کر دونوں ماں بیٹی کو ہمیشہ کے لیے اس گھر سے رخصت کرنا تھا۔ تبھی اسکی زندگی میں سکون آسکتا تھا۔

دوسری جانب وہ اسفندیار کے مزاج سے بھی واقف تھی۔ اسے معلوم تھا یہ رشتہ صرف ایک ضد اور دوسری برادری کو نیچا دکھانے کے لیے کیا گیا تھا۔ ورنہ جو مہزلہ کے کردار کا نقشہ اسفندیار کے ذہن میں تھا۔ وہ انتہائی ناپسندیدہ تھا۔ اسے ایسی زبان دراز اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والی عورتیں سخت ناپسند تھیں۔ اس جیسے سقیل مزاج اور کٹھور شخص کو تابعداری اور فرمانبرداری پسند تھی۔ جو زمدہ نے اسکے لیے اپنی پور پور میں بھر رکھی تھی۔ اور اب اسی ہتھیار کو اپنی طاقت بنانے والی تھی وہ۔۔!

اسفندیار اسے حویلی چھوڑ کر ڈیرے پر چلا گیا تھا۔ وہ تائی کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے بعد مہزلہ کی تلاش میں نکل گئی تھی۔ جو اپنے کمرے میں نہ تھی۔ جب اسے کسی ملازم سے پتہ چلا تھا۔ کہ وہ خوبانی کے درختوں کے پاس سیڑھیوں پر بیٹھی

ہے۔اسے تائی سے مہزلہ کی گل افشانیاں پہلے ہی پتہ چل چکیں تھیں۔ جس پر اسکا دل سیر ہی ہوا تھا۔ مگر اسے اس وقت اس لڑکی سے ملنا تھا جو اسکے خان کو اپنے نام کروا کر چھپی بیٹھی تھی۔اسکا بس چلتا تو خود اپنے ہاتھوں سے اسکی جان لیتی۔اور اس نے شدت سے دعا بھی کی تھی کہ وہ خود کشی کی کوشش میں بچ نہ سکے۔ مگر اسکی آزمائش لکھی تھی شاید۔۔!

"وہ! ۔۔میں تو سمجھ رہی تھی ایک ناکام کوشش کے بعد تم دوبارہ ٹرائے کروگی" جو سیاہ شیفون کا دوپٹہ اپنے سر پر لپیٹی گھنے درخت کی چھاؤں میں ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ زمدہ کی چبھتی آواز پر چونک کر اپنی سرخ ڈوروں بھری آنکھیں کھولیں تھیں۔ سامنے ہی ہلکے اورنج کلر کی شرٹ اور ٹراؤزر پر گلے میں دوپٹہ ڈالی کھڑی تھی۔ چہرے پر سرخ لپ اسٹک تھی۔ جبکہ اسکے کلرڈ بال دھوپ میں چمک رہے تھے۔ مہزلہ اسکی یہاں موجودگی پر کچھ حیران بھی ہوئی تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا یہ کب لوٹی تھی۔ مگر اب اسے دیکھ اسکے اندر ناگواری پھیلنے لگی تھی۔

اتنی ذلت کے بعد تو تمہیں اس وقت تک کوشش کرتے رہنا چاہیے جب تک کامیاب نہ ہو جاؤ۔۔" اسے خاموش دیکھ وہ پھر پھنکاری تھی۔ مہزلہ نے چہرے پر بیزاری لیے ارد گرد دیکھا۔ اسے معلوم تھا اب یہاں بیٹھنا نا ممکن ہے۔۔ پر سکون ماحول میں آلودگی پھیل چکی تھی۔ اس لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جواب دو۔۔!" اسے جاتا دیکھ سختی سے کہنی تھام گئی۔ مہزلہ نے پلٹ کر اسکے لال بھبھوکا ہوتے چہرے کو دیکھا۔ اور زور سے کلائی کو جھٹکا دیا۔

"آئندہ اگر مجھے اس طرح روکا۔۔ منہ توڑ دوں گی تمہارا۔۔!" وہ اس سے کہیں زیادہ زہر لہجے میں پھنکاری تھی۔ "اور صحیح کہہ رہی ہو۔۔ ذلت تو ہوئی ہے میری۔۔ یہ شادی ذلت کا لیبل ہی ہے میرے لیے۔۔ مگر تم۔۔۔! مجھے تو تم پر ترس آرہا ہے۔۔ جو بغیر اپنی ڈیمانڈ منوائے بھیڑ بکریوں کی طرح واپس آگئیں۔۔" اسکے جلتے لہجے پر زمدہ کا رنگ تانبے کی طرح دہک رہا تھا۔ "ارے میں ہوتی تمہاری جگہ تو سب سے پہلے طلاق کا مطالبہ کرتی۔۔ ورنہ مر کر بھی اس حویلی کی دہلیز پر قدم نہ رکھتی۔۔ اور ایک تم ہو تمہارا شوہر شادی رچا گیا اور تم بس جی حضوری کرنے چلی آئیں۔۔ اگر اس کی زندگی میں تمہاری اہمیت ہے تو

منواؤ جا کر اپنی بات۔۔ کہو جا کر کہ اگر وہ چھوڑ بھی دے تو گلریز خان تو کیا برادری کا کوئی شخص قبول نہیں کرے گا مہزلہ کو۔۔اس نے بدلہ لینا تھا وہ تو ہو گیا دماغ ناپورا۔۔ پھر میری وجہ سے اپنی زندگی بھی برباد کرو گی۔۔؟"مہزلہ اسکے میں پھن مارتی نکل گئی تھی۔یہ تیر اس نے ہوا میں چلایا تھا۔مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے ٹھیک ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔کیونکہ زمدہ اس وقت بلکل سن ہو چکی تھی۔

****

"ہائے میری بچی پر کیا پہاڑ ٹوٹا ہے۔۔"کھانے کی ٹیبل پر بیٹھتیں گل بینا نے بڑے دکھ بھرے انداز میں کہا تھا۔زرتشہ کھانا لگواتی خاموشی سے اپنی جگہ ٹک گئی۔آج زمدہ گئی تھی تو اسے کچھ سکون ملا تھا۔ورنہ دونوں ماں بیٹی مل کر بس اسکا جینا حرام کی ہوئیں تھیں۔جب بھی اسے دیکھتیں اپنے پھپھولے پھوڑنے لگتی تھیں۔"صبر ہے اسکا جو چلی گئی ورنہ جو ظلم ہوا ہے۔۔ تمہاری بہن گھنی ارے اس سے تو اچھا تھا اپنے عاشق سے ہی شادی کر لیتی۔۔"زرتشہ نے ملامتی نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔

آپ تو اس طرح کہہ رہی ہیں پھپھی جیسے زلہ خوش ہے۔۔ یہ سب اسکی منشاء" سے ہو رہا ہے۔۔ اگر کوئی اس سب میں سب سے متاثر ہوا ہے تو وہ وہی ہے۔۔" پھپھی نے تیز نگاہوں سے اسے گھورا۔

مگر میری بیٹی کی زندگی تو حرام ہو گئی نا۔۔! دیکھا نہیں تم نے کس حال میں تھی" "وہ پچھلے پندرہ دن سے۔۔

اور مہزلہ نے تو جان لینے کی کوشش کر لی۔۔ آپ کیا چاہتی ہیں اب اور۔۔؟" "___ آپ کو ابا صاحب کو روکنا چاہیے تھا کہ

زرتشہ۔۔۔!!" قریب آتا بریال اسکی اتنی زبان چلتی دیکھ دھاڑا اٹھا تھا۔ وہ ایک" پل کے لیے اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ اس شخص کا خوف ہی ایسا تھا کہ وہ اسکی موجودگی میں خود بخود زرد پڑنے لگتی تھی۔ اب بھی یہی ہوا تھا۔ آج کل نجانے کیا ہو گیا تھا اسے جو کھانے کے وقت پر آ جاتا تھا۔ ورنہ تو ساری ساری رات بلکہ دو دو دن نہیں لوٹتا تھا۔ "تمہاری ہمت کیسے ہوئی اتنی بکواس کرنے کی ہاں۔۔" قریب آتا اسکی کرسی کے پاس ٹھہرا تھا۔ اسکی خوف کے سبب پھیلتی آنکھیں پھپھی سے ملیں تھیں۔ مگر وہ ناگواری سے پھیر گئیں تھیں۔

"مم۔۔میں تو بس۔۔"

بس۔۔ایک لفظ نہیں۔۔گدی سے زبان کھینچ لونگا آئندہ میری ماں سے زبان" چلائی تو۔۔ صحیح کہہ رہیں ہیں وہ۔۔اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ جاتی تو کم از کم زندہ زمین میں گاڑھنے کا موقع تو ملتا۔۔اب تو ساری زندگی خاندان والوں کے سروں میں خاک ڈالے گی۔۔"زرتشہ کا جی چاہا اس مکروہ چہرے والے شرابی کا منہ نوچ لے۔جو خود سارے جہان میں بدکاریاں کرتا پھرتا تھا اور اسکی معصوم بہن کے لیے مغالظات بک رہا تھا۔

تو روک لیتے آپ لالا اور ابا صاحب کو۔۔اپنی بہن کی زندگی بچا"

لیتے۔۔"آنکھوں میں نمی وہ مزید چپ نہ رہ سکی۔بریال نے الٹے ہاتھ کا طمانچہ اسکے منہ پر مارا تھا اس کا چہرہ ایک جانب ہی گرا رہ گیا۔آنسو کرسی کی آرم پر گرے تھے۔اس کم ظرف شخص کو سچ برداشت نہ ہوا تھا۔

ابھی منع کیا تھا یہ زبان نہ کھلے۔۔مگر بہت دن ہو گئے نا کھال مصالہ مانگ رہی" ہے۔۔"پھنکارتا اپنی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔پھر سارا وقت وہ اسی طرح

خاموش بیٹھی رہی تھی۔اور وہ دونوں ماں بیٹا اپنی باتوں میں مصروف کھانے میں لگے رہے۔

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔جس وقت وہ گھر لوٹا تھا۔کھانا ڈیرے پر ہی اپنے مہمانوں کے ساتھ کھایا تھا۔کمرے میں آیا تو زمدہ بیڈ پر بیٹھی کوئی میگزین دیکھ رہی تھی۔

"سوئیں نہیں اب تک۔۔؟"

نہیں آپکا انتظار کر رہی تھی۔۔"میگزین ایک جانب رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔" کپڑے نکالو۔۔"رسٹ واچ کھولتا ڈریسنگ ٹیبل پر ڈال گیا۔زمدہ اسکا نائٹ" سوٹ لیے چلی آئی تھی۔وہ خاموشی سے اسکے ہاتھ سے لیتا باتھ روم کی سمت بڑھ گیا۔تب تک وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلتی رہی۔اس نے سوچ لیا تھا بات کرے گی تو آج ہی کرے گی۔مہزلہ نے جو باتیں اسکے ذہن میں بھر دیں تھیں۔سارا دن اسکے دماغ میں گھومتی رہیں تھیں۔بیس منٹ بعد بال رگڑتا وہ شاور لے کر نکل آیا تھا۔

"قہوہ لاؤں آپکا خان۔۔؟"

نہیں رہنے دو۔۔"ٹاول سائیڈ میں رکھے اسٹینڈ پر ڈالتا اپنی جگہ آگیا۔وہ ہمت" کرتی اسی کے پاس چلی آئی تھی۔"کیا بات ہے کیوں بے چین روح بنی ہو۔۔" بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنا موبائل اٹھا گیا تھا۔زمدہ اسکے نزدیک ہی آبیٹھی۔

"جی مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔۔"

"!بولو۔۔"

آپ نے گلریز خان سے بدلہ لینے کے لیے مہزلہ سے نکاح کیا تھا" نا۔۔؟"اسفندیار نے نا سمجھی سے بھنویں سکیڑتے اسکے تاثرات دیکھے تھے۔

"!ہاں ظاہر سی بات ہے۔۔"

تواب تو بدلہ پورا ہو چکا۔۔اب۔۔اب تو گلریز خان کیا برادری کا کوئی بھی شخص" "اس سے شادی نہیں کر سکتا۔۔

کہنا کیا چاہ رہی ہو۔۔؟"اسکی عجیب وغریب باتیں اسفندیار کی سمجھ سے باہر" تھیں۔

مم۔۔ میرے کہنے کا مطلب ہے اب۔۔اب جبکہ بدلہ پورا ہو گیا۔۔آپ مہزلہ" کو چھوڑ دیں۔۔!" تھوک نگلتے اس نے ہمت کر کے بول ہی دیا تھا۔ جبکہ اسفندیار کا دماغ گھوم گیا۔

دماغ درست ہے تمہارا۔۔؟ شادی کوئی گڑیا گڈا کا کھیل ہے۔۔ جو میں بنا کسی" وجہ کے ختم کر دوں۔۔ جرگے اور پورے شہر کے سامنے اسے اپنایا ہے۔۔" اسکے تیز لہجے پر زمدہ کی آنکھوں میں آنسو بھرنے لگے۔

مگ۔۔ مگر میرا کیا قصور ہے اس میں۔۔ میں کیوں خود پر سوتن برداشت" کروں خان۔۔ آپ اسے چھوڑ دیں۔۔ مم۔۔ میں نہیں برداشت کر سکتی یہ "سب۔۔

قصور میرے باپ کا بھی نہیں تھا زمدہ مگر اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا" گیا۔۔ ہم سب کو اپنے اپنے حصے کی قربانی دینی ہو گی۔۔" اسکا لہجہ انتہائی دوٹوک تھا۔ وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

نہیں۔۔ نہیں میں نہیں دے سکتی۔۔ میں آپکو شیئر نہیں کر سکتی۔۔ کیوں نہیں" سمجھتے آپ۔۔" اسکا چہرہ تھامتی دیوانوں کی طرح رو رہی تھی۔ اسفند یار اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔

سب سمجھتا ہوں میں۔۔ تم بیوی ہو میری۔۔ کسی نے نہیں کہا شیئر کرنے" کو۔۔ جو تمہاری جگہ ہے وہ تمہاری رہے گی اور جو اسکی جگہ ہے وہ اسکی رہے گی۔۔" مہزلہ کے ذکر پر وہ بری طرح سر نفی میں ہلانے لگی۔ مگر وہ بہت تحمل سے سمجھا رہا تھا۔" مگر یہ طے ہے اب تم دونوں کو ساتھ گزارا کرنا ہے کیونکہ آگے جا کر فیصلے مجھے لینے ہیں اور پھر جب میں ہی فیصلوں کا احترام نہیں کروں گا تو کیا مثال قائم کروں گا۔۔؟" اس بار بھی اسکے لہجے میں کوئی لچک نہ تھی۔ زمدہ لب بھینچتی بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ مہزلہ برلاس کے لیے نفرت کا گراف کچھ اور اوپر جا چکا تھا۔ اسفند یار نے واضح کر دیا تھا۔ کہ وہ اس لڑکی کو نہیں چھوڑے گا۔ مگر اس نے بھی عہد کر لیا تھا وہ ایسے حالات بنا دے گی کہ اسفند یار خود اسے چھوڑ دے۔

یع۔۔یعنی وہ۔۔وہ صحیح کہہ رہی تھی۔۔!"زمدہ نے سر جھکاتے جان کر انتہائی "
کرب زدہ لہجے میں کہا تھا۔اسفندیار کے ماتھے پر شکنیں پڑنے لگیں۔اسکی ٹھوڑی
تھام کر چہرہ اونچا کیا تھا۔

کیا کہا ہے۔۔؟"اسکا لہجہ دھمیا مگر انتہائی سنگین تھا۔اور مہزلہ کے سبب "
اسفندیار کے لہجے میں بڑھتا غصہ اسکے دل پر پھائے کا کام کرنے لگا۔

یہی کہ۔۔مم۔۔میری کوئی حیثیت نہیں۔۔بھیڑ بکریوں کی طرح واپس لے "
آئے بغیر میری کوئی بات مانے۔۔!"اسفندیار کے جبڑے بھنچے تھے جبکہ
چہرے کی رنگت بدلنے لگی۔یعنی یہ لڑکی اپنے کھیل کھیلنے لگی تھی۔

کسی بکواس پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں۔۔وہ جو چاہ رہی ہے میں بخوبی "
"!سمجھ رہا ہوں۔۔نہ ہی اسکے منہ لگنے کی ضرورت ہے تمہیں۔۔

****

اپنے مکان چھوڑ گئے

کیسے دنیا جہان چھوڑ گئے

اے زمینِ وصال لوگ ترے

ہجر کا آسمان چھوڑ گئے
تیرے کوچے کے رُخصتی جاناں
ساری دنیا کا دھیان چھوڑ گئے
روزِ میداں وہ تیرے تیر انداز
تیر لے کر کمان چھوڑ گئے
جون لالچ میں آن بان کی یار
اپنی سب آن بان چھوڑ گئے
آدمی وقت پر گیا ہو گا
وقت پہلے گزر گیا ہو گا
خود سے مایوس ہو کر بیٹھا ہوں
آج ہر شخص مر گیا ہو گا
شام تیرے دیار میں آخر
کوئی تو اپنے گھر گیا ہو گا
مرہمِ ہجر تھا عجب اکسیر

اب تو ہر زخم بھر گیا ہو گا

رات کا ایک بج رہا تھا۔ روز کی طرح بے خوابی کا شکار ہوتی وہ اپنے کمرے سے نکل کر کاریڈور میں آگے بڑھ گئی تھی۔ دونوں جانب دو کاریڈورز اور تھے جہاں کافی سارے کمرے بنے تھے۔ یہ حویلی اتنی وسیع تھی کہ اگر کوئی پہلی بار آتا یقیناً بھٹک جاتا۔ مگر وہ دس سال کی عمر سے یہاں رہ رہی تھی۔ حویلی کا ہر راستہ وہ آنکھیں بن کر کے بھی پہچان سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت اندھیرے میں ڈوبے راستوں سے گزرتی باآسانی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی تھی۔ لاؤنج میں صرف ایک سنہری رنگ کا فانوس ہی روشن تھا۔ باورچی خانے میں آکر اپنے لیے کافی بنائی۔ پڑھائی کے دنوں میں درخنے اور اسے دیر رات تک جاگنا پڑتا تھا۔ اس لیے وہ ہی کافی بناتی تھی کیونکہ درخنے اسکے ساتھ بیٹھ کر پڑھ لیتی وہی غنیمت تھی۔

اب پھر اگلے ہفتے سے انکا نیا سیمسٹر شروع ہو رہا تھا۔ اور وہ۔۔!! وہ تو زندگی کے اصل ٹریک اصل مقصد سے ہی ہٹا کر پھینک دی گئی تھی۔ اسکے خوابوں کے

گھروندوں کو توڑ دیا گیا تھا۔ کیا اب بھی کوئی خواب باقی رہا تھا۔۔؟ لبوں پر اداس مسکراہٹ لیے کافی کا مگ اٹھاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ اوپر آئی تو اپنے کمرے کے بجائے اسکا رخ ٹیرس کی سمت تھا جو فرسٹ فلو کے لاؤنج میں ہی بنا تھا۔ اسکی پسندیدہ جگہ۔۔۔! جہاں سے انیکسی واضح نظر آتی تھی۔ جہاں وہ آج بھی اپنے باپ کو جلتا دیکھ سکتی تھی۔۔!! جہاں سے آج بھی اسے چیخوں کی آوازیں سنائی دیتیں تھیں۔۔!

روز کی طرح حویلی کے پورچ اور گارڈن میں گارڈز پہرا دے رہے تھے۔ اب انیکسی کے پاس بھی پہرا دیا جاتا تھا۔ اور یہ اس وقت سے ہونا شروع ہوا تھا۔ جب سے وہ اور کاروان پکڑے گئے تھے۔ اس نے ایک دکھ بھری سانس فضاء کے سپرد کی تھی۔ جب اپنی پشت پر کسی کی نظروں کا احساس ہوا تھا۔ اپنے وہم کو دور کرنے کے لیے پلٹی تھی۔ مگر نگاہ سیدھی سلائڈنگ ڈور سے ٹیک لگائے کھڑے شخص سے جا ملی۔ ملگجے سے اندھیرے میں بھی وہ واضح اسے دیکھ سکتی تھی۔ نائٹ سوٹ پر گاؤن پہنا تھا جس کی ڈوریاں کھلی ہوئیں تھیں۔ پاؤں میں آرام دہ سلیپر

تھی۔ اسکے چہرے پر سرد تاثرات پھیلنے لگے۔ جبکہ ایک احساس کے تحت اسکی بے بسی سے آنکھیں جلنے لگیں تھیں۔

'مجھے یہاں کون لایا تھا آپا۔۔؟'

'اسفند لالا'

جس شخص کی وجہ سے اس نے انتہائی قدم اٹھایا تھا۔ وہی اسکی بے بسی کا تماشہ دیکھنے سب سے پہلے پہنچا تھا۔ اور یہ سوچ دل میں اس شخص کی نفرت کئی گنا بڑھا گئی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا وہ ابا صاحب سے بھی زیادہ نفرت کسی سے کر سکتی تھی۔۔! ورنہ ہمیشہ اپنی ناپسندیدہ ہستیوں میں ابا صاحب کو ہی سرِ فہرست رکھتی تھی لیکن اس شخص نے انہیں ایک درجہ نیچے کر دیا تھا۔

"اب یہاں سے کودنے کا ارادہ ہے۔۔؟" اسفندیار کی سرد آواز پر وہ اپنی لامتاع سوچوں سے باہر نکلی تھی۔ اور لب بھینچتی منڈیر پر رکھا اپنا مگ اٹھا کر اسی کی سمت بڑھ گئی۔ کیونکہ واپسی کا راستہ وہی تھا۔ اور اسفندیار جس نے اسکا ارادہ بھانپ لیا تھا۔ اسکے قریب آکر سلائڈنگ ڈور کراس کرنے سے پہلے ہی بازو تھام لیا۔ مہزلہ ایک پل کے لیے فریز ہو کر رہ گئی۔ اس نے میکانکی انداز میں ہلکی سی

گردن موڑتے اپنے بازو پر اسکی گرفت دیکھی تھی۔ اسے لگا کسی نے اسکے بازو پر انگارہ رکھ دیا ہو۔ پھر وہ پاگل کیوں نہ ہوتی۔۔؟ اور پھر جو مہزلہ برلاس نے کیا تھا۔ وہ اسفندیار کو فریز کر گیا۔ اپنا کافی سے بھرا مگ اسکے سینے پر اچھالتے ایک جھٹکے سے بازو نکالا تھا۔

آئندہ مجھے چھوا تو جان لے لوں گی۔۔۔!!" اسکے لہجے میں شعلوں کی سی لپک" تھی۔ مگر اسفندیار تو پہلے شاک سے ہی نہیں نکلا تھا ابھی۔۔!

اس نے میکانکی انداز میں ہلکی سی گردن موڑتے اپنے بازو پر اسکی گرفت دیکھی تھی۔ اسے لگا کسی نے اسکے بازو پر انگارہ رکھ دیا ہو۔ پھر وہ پاگل کیوں نہ ہوتی۔۔؟ اور پھر جو مہزلہ برلاس نے کیا تھا۔ وہ اسفندیار کو فریز کر گیا۔ اپنا کافی سے بھرا مگ اسکے سینے پر اچھالتے ایک جھٹکے سے بازو نکالا تھا۔

آئندہ مجھے چھوا تو جان لے لوں گی۔۔۔!!" اسکے لہجے میں شعلوں کی سی لپک" تھی۔ مگر اسفندیار تو پہلے شاک سے ہی نہیں نکلا تھا ابھی۔۔!

اپنی کہہ کر وہ پلٹ ہی رہی تھی۔ جب اسکا بازو ایک بار پھر تھاما گیا تھا۔ اور کھینچ کر وہیں سلائڈنگ ڈور سے لگا گیا۔

"اتنی ____ جرأت ___ اتنی ____ !!!" اسکے چہرے اور آنکھوں میں موجود سرخی اور لہجے کے برفیلے پن پر مہزلہ کا پہلی بار دل کانپا تھا۔ پہلی بار اسے معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔ اسکی نگاہ اسفندیار کے چہرے سے ہوتی اسکے نائٹ سوٹ اور گردن تک گئی جو کافی سے داغدار ہو چکا تھا۔ جبکہ گردن یقیناً سرخ ہو چکی ہو گی کیونکہ کافی ابھی اتنی ٹھنڈی بھی نہ ہوئی تھی۔ جب اسے اسفندیار کا ہاتھ اپنی گردن پر پھندا لگاتا محسوس ہوا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکے سرد چہرے کو دیکھا۔ اور ایک ہاتھ سے گرفت آزاد کرانے کی تگ ودو میں لگ گئی کیونکہ دوسرے ہاتھ میں مگ تھا۔

"چھ۔۔ چھوڑو۔۔!!"

"پہنچادوں وہیں۔۔؟ کیونکہ اتنی آسانی سے تو معاف نہیں کرتا۔۔۔!" اسکے اونچا کرنے پر پنجوں پر آگئی تھی۔ اسکا پسندیدہ مگ خود بخود ہی ہاتھ سے چھوٹ کر

نیچے گرا تھا۔ اور ویران لاؤنج میں چھنا کے کی آواز بڑی واضح اور زوردار ابھری تھی۔

"مرنے کا بہت شوق ہے نا۔۔!" اسفندیار نے دباؤ بڑھایا تھا۔ اسکی آنکھیں ابلنے لگیں۔ "چھ۔۔ چھوڑو۔۔!" پوری طاقت لگاتی اسے پرے دھکیلنے کی کوششوں میں تھی۔ حالانکہ اسفندیار نے ابھی اپنی طاقت کا استعمال بھی نہیں کیا تھا۔ مگر اس سامنے کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں تیرتی بغاوت اسے پوری طاقت لگانے پر اکسا رہی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ مہزلہ کا وجود مزاحمت ترک کرتا وہ ایک جھٹکے سے چھوڑتا سلائڈنگ ڈور پر دھکیل گیا۔ مہزلہ کا سر گلاس سے ٹکرایا تھا۔ مگر وہ اس وقت بری طرح کھانستی سانس لینے کی کوششوں میں تھی۔ جبکہ اسفندیار کی نگاہیں سلائڈنگ ڈور میں ابھرتے اپنے دھندلے عکس پر تھیں۔

"آئندہ۔۔!" اسے بازو سے جکڑتے دوبارہ اپنے سامنے کیا۔ مہزلہ نے آنکھوں میں پانی اور نفرت لیے سر اٹھا کر اسے دیکھا

تھا۔ "میرے ___ سامنے ___ ایسی ___ گستاخی ___ کی ___ یازمدہ کو بھڑکانے کوشش کی۔۔ تمہاری کھال کھینچنے میں ایک پل نہیں لگاؤں گا۔۔" وہ دھیمے لہجے

میں پھنکار رہا تھا۔اور مہزلہ کے وجود میں شعلے بھرتے جارہے تھے۔۔۔"اسے ورغلا کر اس رشتے سے بھاگنا چاہ رہی ہو۔۔! بہت اچھی طرح تمہاری چالبازیاں جانتا ہوں میں۔۔! ان چالوں کا انجام ایسا کروں گا ساری طراری نکل جائے گی۔۔"اسکی نم ہوتی آنکھوں میں اپنی غضب ناک آنکھیں ڈالتا تنبیہہ کر رہا تھا یا دھمکا رہا تھا۔وہ سمجھ نہ سکی تھی۔کیونکہ اس وقت وہ خود غصے و نفرت سے پاگل ہو رہی تھی۔اسے اس وقت زمدہ سب سے زیادہ منحوس لگی تھی۔جسے اپنا شوہر تک ہینڈل کرنا نہیں آتا تھا۔اسے اس شخص پر خود پر اور زمدہ پر بے انتہا غصہ آرہا تھا۔اسکا بس نہیں چل پا رہا تھا وہ کیا کر گزرتی۔۔کونسا انتہائی قدم اٹھا لیتی۔اپنے دونوں ہاتھ اسکے کسرتی سینے پر رکھ کر پوری قوت سے پرے دھکیلا تھا۔وہ تو ایک انچ نہ ہلا تھا مگر وہ ضرور اس سے دور ہو گئی تھی۔

"تم! ! ڈرتی___نہیں___میں۔۔اسفندیار خان 'تم' سے نہیں ڈرتی میں انتہا پر جا چکے۔۔اب میری باری ہے۔۔۔میں نہیں ڈرتی تم سے۔۔۔۔سنا تم نے میں نہیں ڈرتی۔۔۔"وہ بغیر کسی کی پرواہ کیے چیختی پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔اسکے چہرے پر بے انتہا سرخی اور نفرت تھی۔جبکہ اسفندیار تو اس باغی لڑکی کا لب و

لہجہ دیکھ ایک پل کے لیے دنگ کھڑا رہا گیا تھا۔پورا خاندان۔۔بلکہ پورا شہر جسے خان۔۔سردار۔۔آپ جناب کرتا تھا۔۔اس کے ادب احترام میں کوئی کمی آنے نہ دیتا تھا۔وہیں یہ چھٹانک بھر لڑکی نام سے مخاطب کرتی 'تم' کہہ گئی تھی۔

یہ اسی کے خاندان کی لڑکی تھی۔۔؟

یہ روشینا جیسی خاموش اور نرم مزاج عورت کی بیٹی تھی۔۔؟

یہ زرتشہ جیسی دب کر رہنے والی خاموش طبع لڑکی کی بہن تھی۔۔؟

نہیں یہ تو آتش فشاں تھی جو آنکھوں میں انگارے لیے اپنی کافی سے اسے نہلا کر للکارتی ہوئی چلی گئی تھی۔

****

زرگل کی کال آئی تھی آج مجھے۔۔"درخنے اور وہ اسکے دھلے ہوئے کپڑے" طے کروا رہیں تھیں۔جب درخنے نے اسے بتایا تھا۔

"کس لیے۔۔؟"

کہہ رہی تھی تم یونی آؤ گی تو پارٹی کریں گے۔۔" وہ جو طے شدہ کپڑے اٹھاتی کھڑی ہو رہی تھی۔اس کی بات پر ٹھٹھکی تھی۔اور اسکی جانب دیکھا در خنے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"پارٹی۔۔؟"

"ہاں وہ۔۔ تمہاری شادی کی۔۔"

پہلی بات میں اب یونیورسٹی نہیں جاؤں گی۔۔اور دوسرا مجھے خون بہا جیسی" فرسودہ رسم کے سبب بیچا گیا ہے۔۔یہ شادی نہیں درخنے میری زندگی کی تباہی ہے۔۔ کہہ دینا ان سب سے۔۔ مر گئی ہے مہزلہ۔۔!" اسکے پھٹنے پر وہ فوراً اٹھی تھی۔

میں جانتی ہوں تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے زلہ۔۔ مگ۔۔ مگر اب تم" "!پڑھنے کا خواب کیوں ادھورا چھوڑنا چاہتی ہو۔۔

میں چاہتی ہوں۔۔؟" مہزلہ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔"مجھے یہ لوگ" تمہارا بھائی تمہارے ابا صاحب اس نہج پر لے آئے ہیں کہ میں خود کو ختم کر لوں اور تم میرے خوابوں کی بات کرتی ہو۔۔؟ درخنے وہ بکھر چکے ہیں۔۔اب کچھ

نہیں بچا۔۔ مجھ میں مزید طاقت نہیں ہے۔۔ان لوگوں کی شکلیں دیکھنے کا دل نہیں چاہتا میرا۔۔" اسکی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔درخنے کا دل کٹنے لگا اس نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

کیا بگاڑا تھا میں نے ان سب کا۔۔میں تو گلریز سے شادی کے لیے بھی راضی تھی پھر کیوں کیا ان لوگوں نے میرے ساتھ ایسا۔۔" اسکے سوالوں کا درخنے کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔وہ تو خود اپنے بھائی کے فیصلے پر ششدر تھی۔کہاں اسکی شادی ایک ہفتے کے اندر طے کر دی تھی اور پھر خود ہی اس سے شادی کر لی۔۔!

رات کو کھانے پر سب ہی موجود تھے۔مگر مہرلہ آج بھی غائب تھی۔روشینا نے ابا صاحب کو اپنی جگہ بیٹھتے دیکھ پہلو بدلا تھا۔وہ اس لڑکی کو سمجھا سمجھا کر تھک گئیں تھیں۔مگر وہ تھی کہ ایک ہی ضد پر اڑی تھی کہ اب ان لوگوں کی شکلیں نہیں دیکھنی تھیں۔وہ واقعی اتنی ہی انتہا پسند تھی۔اس نے دوبارہ ابا صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔اگر کل اسفندیار خود اسکے راستے میں نہ آتا تو یقیناً اسکی صورت بھی نہیں دیکھتی۔اور پھر جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔ابا صاحب نے

ایک طائرانہ نگاہ ٹیبل پر ڈالی تھی۔اسفندیار نے بھی زمدہ کے ساتھ اپنی مخصوص جگہ بیٹھتے درخنے کے برابر والی کرسی آج بھی خالی دیکھی تھی۔کل رات سے اسکا دماغ گھوما ہوا تھا۔مہزلہ کی خودسری اور ضد اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کررہی تھی۔یعنی ابا صاحب کی بات اور ان کا احترام اسکے لیے معنی ہی نہیں رکھتا تھا۔

کیا ہوا روشینے۔۔؟تمہارا بیٹی کا گوشہ نشینی ختم نہیں ہوا اب تک۔۔یا وہ کچھ اور "سوچے بیٹھا ہے بتادو ہمیں۔۔؟

ابا صاحب ایسی کوئی بات نہیں۔۔میں بلا کر لاتی ہوں۔۔"وہ خود ہی اٹھ کھڑی" ہوئیں تھیں۔زمدہ نے ناگواری سے انہیں دیکھتے ایک نظر برابر میں بیٹھے شوہر کو دیکھا جو لب بھینچے پلیٹ میں کھانا نکال رہا تھا۔

چاول دوں خان۔۔؟"اس نے فوراً آگے کی تھی۔اسفندیار سر اثبات" میں ہلا گیا تھا۔سب ہی کھانے کی جانب متوجہ ہو چکے تھے۔جبکہ روشینا وہاں کمرے میں بیٹی سے معرکہ کرنے بیٹھیں تھیں۔کیونکہ انہیں معلوم تھا اگر ابھی وہ اکیلی واپس چلی گئیں تو ابا صاحب پھر معاملہ اپنے طور پر حل کریں گے۔اور

یہی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ دادا پوتی آمنے سامنے آجائیں۔ان کی قسموں پر وہ بلآخر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ مگر اسکے تاثرات انتہائی برہم تھے۔اور ماں سے سخت خفا بھی تھی۔ لیکن روشینا نے مزید بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس کا ابھی چلنا ہی بہت تھا۔ان کی واپسی پر سبھی نے اپنی اپنی پلیٹوں سے نظر اٹھائی تھی۔اسفندیار نے چاولوں سے بھرا چمچہ منہ میں لیتے بس ایک نظر اٹھا کر گہرے نیلے رنگ کے قمیض شلوار پر زبردستی سر پر دوپٹہ ڈالے ماں کی ہمراہی میں آتی اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ایک نظر ہی اسکے چہرے کے تاثرات سمجھا دینے کے لیے کافی تھی کہ وہ کس کے مجبور کرنے پر یہاں تک آئی تھی۔ایک کاٹ دار نگاہ اس پر ڈالتا واپس کھانے کی سمت متوجہ ہو گیا۔ جبکہ ابا صاحب نے محض ہنکار بھرنے میں اکتفا کیا تھا۔

مہزلہ اپنی چیئر گھسیٹتی درخنے کے برابر میں آبیٹھی تھی۔درخنے نے نرم نگاہ اس پر ڈالی تھی۔اور شولبے کا باؤل اسکی جانب بڑھا گئی۔ مگر وہ روک گئی تھی۔ یہاں وہ کھانا کھانے نہیں بلکہ صرف ماں کی قسم پوری کرنے آئی تھی۔

"خاناں دریاب آرہا ہے نا۔۔یا اب بھی کوئی بہانا ہے۔۔؟"

"!کہاں جائے گا یہیں آنا ہے ابا صاحب اس نے بھی۔۔"

نہیں وہ بڑا جمہوری بن رہا ہے۔۔اسے گردن سے پکڑو۔۔اور یہ تم ہی کر سکتے "

"ہو۔۔

بے فکر رہیں۔۔پورا انتظام کروں گا دوبارہ جانے کی فرصت نہیں ملے "

گی۔۔"پوتے کے خشمگین لہجے پر وہ ہنس پڑے تھے۔ مگر اسکی چبھتی نگاہیں مہزلہ پر تھیں۔جو بت بنی بیٹھی تھی۔اس کے سامنے رکھی پلیٹ خالی پڑی تھی۔۔

بڑا دعوت کرو۔۔تم تو دوسرے ولیمے کا دعوت کر نہیں رہے ہم ہی دعوتِ عام "

کردیں گے۔۔پورے شہر کو بلاؤ خاناں۔۔!"زمدہ نے چونک کر ابا صاحب اور پھر شوہر کو دیکھا۔جو بغیر کوئی تاثر دیے کھانے کی سمت متوجہ رہا تھا۔

اور تم۔۔!"اس بار ابا صاحب مہزلہ کی جانب متوجہ تھے۔مہزلہ سرخ چہرہ اور "

سرخ ہی آنکھیں لیے انکی جانب متوجہ ہو گئی تھی۔

پہلے برلاس خاں کا بیٹی تھا۔۔اب حویلی کا بہو بھی ہو۔۔آئندہ اپنا ذمہ داریاں "

یاد رکھنا۔۔یوں آگے پیچھے لوگ نہ لگانے پڑیں۔۔"ان کے کرخت لہجے پر بھی اسکے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔اسکی برداشت جواب دے رہی

تھی۔اس نے خود کو جلتی نظروں سے دیکھتی زمدہ کو دیکھا تھا۔اور زہر خند انداز میں نظریں پھیر گئی۔ جبکہ اسفندیار کی جانب دیکھنے کی کوشش بھی نہ کی تھی۔ وہ جانتی تھی بلکہ اندر ہی اندر سب ہی جانتے تھے۔ یہ دعوتِ عام دریاب کی واپسی پر نہیں بلکہ ان کی شادی کی خوشی میں ہی کی جارہی تھی۔ صرف گل بینااور زمدہ کی وجہ سے مخصوص نام نہیں دیا جارہا تھا۔ یہ سامنے بیٹھا شخص اپنی بیٹی اور نواسی سے بھی مخلص نہ تھا۔ اسی کا پرتو اسکے برابر میں بیٹھا تھا۔ جو اپنی بیوی سے مخلص نہ تھا۔ اپنے منہ سے ایک بار بھی انکار نہیں کیا تھا۔

اس رات اسفندیار تو کسی ضروری کام کے سلسلے میں ڈیرے پر چلا گیا تھا۔ جبکہ ابا صاحب نے زمدہ اور تائی کو کمرے میں بلالیا تھا۔ زمدہ بچی نہیں تھی۔ اسے معلوم تھا یہ سب کیا چل رہا تھا۔ مگر وہ ماہی بے آب کی طرح صرف تڑپ رہی تھی۔ اور ابا صاحب کے پیروں میں گر گئی تھی۔ کہ یہ رشتہ ختم کروادیں۔ جس پر وہ صرف اسے صبر کی تلقین کر گئے تھے۔ اور اسکی جھولی میں جو انعام ڈالا تھا۔ وہ زمدہ کو ششدر کر گیا تھا۔ کیونکہ یہ کوئی عام تقریب نہ تھی اس میں اسفندیار کی سرداری کا اعلان ہونے والا تھا۔ اور سردانی کا عہدہ یعنی کہ برادری کی سب سے

معزز خاتون بھی وہی کہلائی جانے والی تھی۔ جس پر اسفند یار کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ ابا صاحب کی اس محبت اور عزت پر اسکی گردن فخر سے بلند ہو چکی تھی۔ اب وہ جانتی تھی مہزلہ کی ابا صاحب اس حویلی اور اسکے شوہر کی نظر میں کیا اوقات اپنا شوہر اس کم ذات کے ساتھ تھی۔ مگر دل میں ایک کانٹا ابھی بھی باقی تھا اسے بانٹنا تھا۔

مجھے بھی قسم ہے مہزلہ۔۔ زیادہ دن نہیں۔۔ زیادہ دن نہیں ٹکو گی تم۔۔'اسکا' خود سے کیا عہد اس طاقت کے بعد مزید پختہ ہو گیا تھا۔

****

یہ کیا ڈرامہ ہے مورے۔۔؟ آپ منع کیوں نہیں کر رہیں۔۔؟"تائی ابھی کچھ" دیر پہلے روشینا کو اسکے کل پہننے والے کپڑے اور زیور دے کر گئیں تھیں۔ اور جب مہزلہ کو اس بات کا پتہ چلا۔ وہ پاگل ہو گئی تھی۔

"! کیا تھا منع۔۔ مگر بھابھی کہہ رہی ہیں دعوت پر کوئی تماشا نہ ہو۔۔"

تماشا۔۔! میری پوری ذات کا تماشا بنا دیا اور آپ کہہ رہی ہیں تماشا نہ" ہو۔۔؟ یہ کیا ڈھونگ ہو رہا ہے۔۔ یہ یہ کپڑے۔۔"اس نے آگے بڑھتے ملکے

گلابی رنگ کی بھاری میکسی اٹھا کر نیچے پھینکی تھی۔۔اور اسکے بعد زیور کی باری تھی۔"یہ زیور۔۔!کیا ہے سب۔۔!"

مہزلہ۔۔!!"اسے بازوؤں سے تھام کر وہ جھنجھوڑ گئیں۔"تم بول رہی ہو۔۔نکاح ہو چکا تمارا خاناں سے۔۔!!شوہر ہیں وہ تمارا۔۔"

نہیں۔۔نہیں میں اس جابر کو مر کر بھی اپنا شوہر نہیں مانوں گی۔۔مر جاؤں گی۔۔مگر اسے شوہر نہیں مانوں گی۔۔"شدتِ غم سے چیختی رونے لگی۔روشینا کی آنکھیں بھی بے بسی سے نم ہونے لگیں۔مہزلہ کو اپنی ممتا بھری آغوش میں لے گئیں۔

ایسی باتیں نہ کر میرا بچا۔۔تیری مورے مر جائے گی۔۔"مہزلہ ان کے گرد گرفت مضبوط کر گئی تھی۔اسکی شریانیں سوچ سوچ کر پھٹنے لگیں تھیں۔وہ کیسے اس غلیظ کھیل سے باہر نکلتی۔

پھر اللہ سے دعا کرو مورے۔۔وہ مجھے صبر دے دے۔۔ مجے تم سب کی طرح خاموش کر دے۔۔"اور زندگی میں پہلی بار روشینا کا دل اپنی بیٹی کی دعا پر

کٹ کر رہ گیا۔ پہلی بار ان کا دل چاہا تھا وہ اللہ نہ کرے بولیں۔ کیونکہ ایک یہی تو نڈر بیٹی تھی ان کی۔۔!

بس۔۔بس کرو۔۔"اسے خود سے الگ کرتے چہرہ پونچھا۔۔"اور ایسا کچھ نہیں ہو گا جو تم سوچ رہی ہو۔۔یہ تو خاناں کی حلف برداری کی تقریب ہے۔۔اب تم بھی تو انکی عزت ہے۔۔اسی۔۔اسی لیے بھابھی یہ دے کر گئیں۔۔"ماں کے بہلاوے پر وہ لب بھینچتی کمرے میں بکھرا سامان دیکھنے لگی۔اسکی آنکھوں سے نفرت کے شعلے نکل رہے تھے۔ نظریں پھیرتی ان کے کمرے سے نکل گئی۔اس وقت اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ مگر اپنے کمرے کے سوا کہیں جا بھی نہیں سکتی تھی۔دو دن پہلے کا منظر اسکے ذہن میں نقش تھا۔ابھی وہ کاریڈور میں کچھ آگے ہی بڑھی تھی۔جب اسے سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس سلیوز کلائیوں تک موڑے اسفندیار اسٹڈی روم سے نکلتا نظر آیا تھا۔اسکے قدم جہاں تھے ایک پل کے لیے وہیں تھم گئے۔اسفندیار نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ نگاہ ملتے ہی دونوں کے ذہنوں میں کل رات کا منظر ابھرا تھا اور پھر دونوں کے تاثرات ہی بگڑ

راستے سے گزر سکتی تھی جہاں کالا بلا بلکہ بھیڑیا گیئے۔ مہزلہ اب بھلا کیسے اس

!راستہ کاٹنے کے لیے کھڑا تھا۔۔

یہاں آؤ۔۔!"اسے مڑتا دیکھ اسفندیار نے گھمبیر سنجیدہ لہجے میں پکارا تھا۔اور"

آج نجانے کیوں پہلی بار اسے اس شخص سے نفرت کے علاوہ بھی کوئی اور جذبہ

محسوس ہوا تھا۔اور وہ تھی وحشت۔۔!اسکی آواز پر کان دھرے بغیر بائیں

جانب جاتے کایڈور کی سمت بڑھ گئی۔

مہزلہ۔۔۔!!"کاریڈور میں اسفندیار کی وارننگ بھری بھاری آواز ابھری"

تھی۔اسے اپنے ماتھے پر پسینہ پھوٹتا محسوس ہوا تھا۔اور اس نے قدموں کی اسپیڈ

بڑھادی۔جیسے وہ آسیب اسکے پیچھے ہی بھاگتا ہوا آرہا ہو۔

تم سن نہیں۔۔کیا کہہ رہا ہوں میں۔۔!"اس بار وہ بلند غصیلی آواز میں بولا"

تھا۔مگر مہزلہ کو لگ رہا تھا اگر پلٹی یا ٹھہری اسی پل پتھر کی ہو جائے گی۔اسی لیے

بنار کے آگے بڑھتی جارہی تھی۔کاریڈور کے اختتام پر پہنچ کر دوسری جانب

مڑنے سے پہلے اس نے بس ایک نظر پلٹ کر دیکھا تھا۔وہ اسی مقام پر کھڑا تھا مگر

ہاتھوں کی مٹھیاں ضبط سے بھنچی ہوئیں تھیں اور آنکھوں میں بے پناہ اشتعال

تھا۔ جن میں ایک وعدہ ہلکورے لے رہا جیسے کھیل ابھی شروع ہوا تھا۔۔اور پھر وہ آگے بڑھ گئی۔

****

شام کی دعوت کی تیاریاں زوروشور سے جاری تھیں۔دونوں پھپھیاں بھی چلی آئیں تھی۔ گل بینا چاہے باپ سے تھوڑی خفا تھیں مگران کے فیصلے کے آگے کچھ بول بھی نہیں سکتی تھیں۔اس لیے شامل ہوناان کی مجبوری تھی۔ جبکہ ان کی بیٹی جہاں شوہر کے سردار بننے پر خوش تھی وہیں مہزلہ کے آج سے آفیشلی اسفندیار کی بیوی بننے پر غمزدہ بھی تھی۔ قسمت کی اس ستم ظریفی پر سمجھ نہیں آرہا تھا کس کا گریبان پکڑتی۔ شوہر اور نانا کے آگے تو بے بس تھی بچی مہزلہ تو اسے تو کسی صورت بخشنے والی نہ تھی وہ۔ مگر آج۔۔!!آج قیامت تھی اسکے لیے۔۔!آج اسکا شوہر اپنی دوسری بیوی کے پاس جانے والا تھا۔ مگر اس

نے بھی سوچ لیا تھا وہ کچھ نہ کچھ کر کے اسفندیار کو اپنے پاس روک ہی لے گی۔ وہ مہزلہ کو کبھی جیتنے نہیں دے گی۔ جبکہ دوسری طرف مہزلہ تھی جس کی نظروں کے سامنے سارا تماشہ ہو رہا تھا اور وہ بس بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ پہلے اسے کو ذلیل کیا گیا۔ پھر گلریز اور اسے ذلیل کیا گیا۔۔ اور اب۔۔!! اب اور کاروان وہ اکیلی ذلیل ہو رہی تھی۔ اسکی اوقات ایک دوسری بیوی کی سی رہ گئی تھی۔ قسمت نے اسے کسی کا دوسرا آپشن بنا دیا تھا۔ کسی کی سیکنڈ چوائس۔۔!

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔؟" وہ کمرے میں داخل ہوئی تو خیراں جو کہ ملازماؤں کی سپر وائزر تھی۔ اسکے کمرے کی صفائیاں کروا رہی تھی۔ ملازمائیں فرش چمکا رہیں تھیں۔۔ کوئی پردے بدل رہی تھی تو کوئی بیڈ شیٹ چینج کر رہی تھی۔ یہ سب دیکھ اسکا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔ "میں پوچھ رہی ہوں۔۔ کیا ہو رہا ہے یہ سب۔۔!!" اس بار ملازمہ کے ہاتھ سے تکیہ چھینتی چیخ اٹھی۔ ملازمہ سہمتی پیچھے ہٹی تھی۔

بی بی جی۔۔ بڑی بیگم بی بی کا حکم ہے آپ کے کمرے کی صفائی کا۔۔!" خیر اں" کے پیغام پر اسکا دل جیسے ایک پل کے لیے بند ہو گیا تھا۔ جبکہ رنگت متغیر ہونے لگی۔ کیا وہ پھر مرنے کی کوشش کرتی تب یہ لوگ باز آتے۔۔؟

کوئی صفائی نہیں ہو رہی جاؤ سب یہاں سے۔۔!! سنا نہیں تم لوگوں" نے۔۔!!" سب کو اپنی اپنی جگہ کھڑا دیکھ وہ چیخی تھی۔ مگر وہ جیسے روبوٹس تھیں۔ ان پر اسکی بات اثر ہی نہیں کر رہی تھی۔ اپنی بے بسی پر آنسو روکنے کی کوشش کرتی تکیہ پھینک کر باہر نکل گئی۔ ابھی کچھ آگے ہی بڑھی تھی۔ جب اسے فون پر بات کرتی زمدہ نظر آگئی تھی۔ وہ تیر کی تیزی سے اسکی سمت لپکی تھی۔

کتنی ناکارہ ہو تم۔۔!!" اسکی مشتعل آواز پر زمدہ بے ساختہ پلٹی تھی۔ مہزلہ" آنکھوں میں شعلے لیے اسے گھور رہی تھی۔ اس نے ناگواری سے اسے دیکھتے کال کاٹ دی۔

"!میرے منہ مت لگو۔۔ دفع ہو یہاں سے۔۔"

میں باخوشی دفع ہو رہی تھی۔۔ مگر وہ جو تمہارا شوہر اسکی چال بازیوں کی وجہ سے اس منحوس حویلی میں پڑی ہوں میں۔۔!!" اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی بپھر اٹھی۔ زمدہ کی آنکھوں میں بھی خون اترنے لگا تھا۔ وہ کہاں اپنے خان کی برائی سن سکتی تھی۔ وہ بھی اس سامنے کھڑی لڑکی کے منہ سے۔

"اپنی زبان کو لگام دو۔۔"

"بکواس بند کرو۔۔ کس قدر کمزور ہو تم۔۔!! کیا کہا تھا میں نے تم سے۔۔ روکو اپنے شوہر کو۔۔ مناؤ اسے کہ مجھ سے رشتہ ختم کرے۔۔ تم عقل سے پیدل اسے میرے متھے مار رہی ہو۔۔ آج وہ مجھے بیوی بنانے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔۔" اسکے الفاظ پر زمدہ قابو نہ رکھ سکی تھی۔ اور آگے بڑھتے زوردار طمانچہ اسکے منہ پر رکھ دیا۔۔

"تم کبھی میرے خان کی بیوی نہیں بنو گی۔۔ سمجھیں۔۔!! ان کی بیوی صرف میں ہوں صرف میں۔۔ سنا تم نے۔۔" اسے بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ مہزلہ بغیر برا مانے زہر خند انداز میں ہنس پڑی۔

تمہارا ہے تو روک کر دکھا دینا آج اپنے 'خان 'کو۔۔میرے کمرے کا رخ نہ " کرے ورنہ میں سمجھ جاؤں گی ساری بو گھس دھمکیاں تھیں تمہاری۔۔"اسے چیلنج کرتی پلٹ گئی تھی۔کیونکہ اسکی آخری امید وہی تھی۔

یہ وقت بتائے گا مہزلہ کہ تم کیا ہو اور میں کیا ہوں۔۔!!"اسکی آنکھیں انتقام" سے جل رہیں تھیں۔

****

حویلی میں پر رونق شام اتری ہوئی تھی۔مردان خانے میں ابا صاحب کے خاص مہمانوں کی محفل جمی تھی۔ملازمین کی آج صبح سے پریڈ لگی ہوئی تھی۔دریاب بھی واپس آچکا تھا۔مگر زرغان کو ابا صاحب نے نہیں بلایا تھا۔کہ ہر مہینے آنے جانے کے چکر سے اسکی پڑھائی متاثر ہو رہی ہے۔روشینا کچھ نہ بولیں تھیں۔وہ خود بھی اب اپنے بیٹے کو حویلی کے اس ماحول سے دور رکھنا چاہتی تھیں۔گھر بھی خواتین سے بھرا تھا اس وقت البتہ جس کے لیے یہ اہتمام کیا گیا تھا۔وہ سرے سے غائب تھی۔کئی عورتیں ان سے اور تائی سے مہزلہ کے بارے میں پوچھ چکیں تھیں۔اور وہ بس بہانے تراش رہیں تھیں۔جبکہ صوفوں پر بیٹھیں زمدہ

اور گل بینا قہر آلود نگاہوں سے انہیں دیکھ رہیں تھیں۔ زمدہ آج بڑا دل لگا کر تیار ہوئی تھی۔ قیمتی کام سے سجی جامنی رنگ کی لانگ شرٹ اور پجاما پر بھاری دوپٹہ پہنی وہ کافی خوبصورت لگ رہی تھی۔ آخر کو سردار کی بیوی تھی۔ وہ بھی پہلی پھر کیوں نہ منفرد نظر آتی۔

میں کہہ رہی ہوں بس تھوڑا سا میک اپ کروالو۔۔ کیا موت آجائے گی" تمہیں۔۔" زرتشہ درخنے کے کمرے میں داخل ہوئی تو مہزلہ سلور اور گلابی رنگ کی میکسی میں ملبوس بلکل سادہ چہرہ لیے اکڑی بیٹھی تھی۔ اور ہلکا پھلکا تیار درخنے اس کی منتوں میں لگی تھی۔

میں ایک چیز بھی ٹچ نہیں کروں گی۔۔ سنا تم نے اگر اتنا شوق آرہا ہے۔۔ خود" "کرواور دفع ہو جاؤ۔۔

تم دفع ہو یہ میرا کمرا ہے۔۔ صبح سے یہاں مری ہوئی ہے۔۔ آپا اسے سمجھا" لو۔۔!" درخنے میک اپ ڈریسنگ پر پٹختی چیخی تھی۔ مہزلہ اسے خون آشام نگاہوں سے گھورنے لگی۔

میں منہ توڑ دوں گی تمہارا۔۔ یہیں رہوں گی میں۔۔ جو کرنا ہے"

کر لو۔۔!" زرتشہ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

خدا کا واسطہ۔۔ بعد میں لڑ لینا۔۔ نیچے سب انتظار میں بیٹھیں ہیں۔۔ جلدی"

"کرو۔۔

کیوں کر رہی ہیں۔۔؟ میں کوئی نمونہ ہوں یا آج سے پہلے مجھے نہیں" دیکھا۔۔ عجیب تماشا لگایا ہوا ہے۔۔!" زرتشہ کے بولنے پر وہ مزید بپھری تھی۔ مگر پھر زرتشہ نے مزید اسکی سنے بغیر درخنے کی مدد سے زیور پہنا دیا تھا۔ وائٹ گولڈ اور ڈائمنڈ کا بڑا ہی خوبصورت سیٹ تھا۔ اسکی صراحی دار گردن میں سج کا مزید چار چاند لگا گیا تھا۔ اسکا دھلا چہرہ کسی بھی مصنوعی رنگ سے پاک تھا۔ مگر درخنے نے آخر میں ایک لپ اسٹک شیڈ لگا ہی دیا تھا۔ وہ دونوں اسکے سر پر دوپٹہ اور پھر ایک نیٹ کا باریک دوپٹہ اوڑھا کر نیچے لے آئیں تھیں۔ مہزلہ سر جھکانے کے بجائے گردن اکڑائی ان کے ساتھ گھسٹتی چلی آ رہی تھی۔ جب اسکی نگاہ صوفے پر بیٹھی زمدہ سے جا ملی تھی۔ اگر آنکھوں سے بھسم کر سکتے تو زمدہ

اب تک اسکی راکھ بنا چکی ہوتی۔ایک یہی تو آخری امید تھی اسکی۔اسکے یہاں سب کے بیچ آنے کی وجہ ہی یہی تھی کہ زمدہ جلے اور انتہائی قدم اٹھائے۔

زرتشہ اور درخنے نے اسے ایک صوفے پر سب کے بیچ لا کر بٹھا دیا تھا۔عورتیں زمدہ کے سامنے ہی اس پر چھیڑنے والے انداز میں فقرے کستیں منہ دکھائی کر رہی تھیں۔کیونکہ ایک مرد کی دوسری شادی یہاں بڑی عام سی بات تھی۔بہت سی عورتیں یہاں اپنی دو دو تین تین سوتنوں کے ساتھ جمع تھیں۔پھپھی زمدہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامی رہی تھی۔ایک تو اگر تماشا ہوتا تھو تھو الگ ہوتی اور ابا صاحب الگ ان کی خبر لیتے اور دوسرا ان کی بیٹی سردارنی بننے جا رہی تھی۔لحاظہ اعلیٰ ظرفی کا ڈھونگ بھی کرنا تھا۔اور واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔زمدہ سے عورتیں بڑے احترام کے ساتھ آ آکر مل رہیں تھیں۔مہزلہ کو سب بخوبی سمجھ آرہا تھا۔اندھی تو وہ تھی نہیں۔مگر اصل بات یہ تھی اسے اس تمام سیاست سے سروکار ہی نہ تھا۔

****

رات کے دس بج رہے تھے۔ تمام مہمان کھانا کھا کر رخصت ہو چکے تھے۔ زرتشہ اور درخنے اسے ساتھ لیے واپس کمرے کی سمت بڑھ گئیں تھیں۔ پیچھے دو ملازمائیں بھی تھیں جن میں سے ایک اسکے کھانے کی ٹرے تھامی ہوئی تھی جبکہ دوسری کے ہاتھ میں میوہ جات اور پھلوں سے بھری طشتری تھی۔ اپنے کمرے کے پاس پہنچ کر اسکا دل نجانے کیوں بری طرح سے دھڑکنا شروع ہو گیا۔ جبکہ آنکھوں میں ضبط کے باوجود نمی جمع ہونے لگی تھی۔ کیا زندگی تھی اسکی۔۔؟ قسمت نے کیا کھیل کھیلا تھا اسکے ساتھ۔۔!!

جس نے اسکی خوشیوں کو اسکے خوابوں کو بکھیرا تھا وہ اسی کی دلہن بنادی گئی تھی۔۔!!

درخنے کے دروازہ وا کرنے پر وہ سوچوں سے نکلی تھی۔ نتھنوں سے گلابوں کی مسحور کن خوشبو ٹکرائی تھی۔ اور جب اندر داخل ہوئی۔ دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ اسکا کمرا ہے جو اس وقت سرخ گلابوں کا ایک گلدستہ بنا تھا۔۔!! وائٹ اور پرپل کلر کے دبیر پردے، پرپل ہی کلر کا میٹ پیس اور بیڈ پر بچھی قیمتی ڈارک پرپل بیڈ شیٹ جو گلاب کی پتیوں سے سجی

تھی۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھے گلدانوں میں تازہ گلاب سجے تھے۔ اسے اپنا کمرا دیکھ کر وحشت سی ہونے لگی۔ زرتشہ اور درخنے نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا تھا پھر دونوں ہی نظریں چرا گئیں۔

"بی بی جی کہاں رکھیں یہ سب۔۔!"

ٹیبل پر رکھو اور جاؤ۔۔!" ملازمہ کے پوچھنے پر زرتشہ نے ہی کہا تھا۔ اسکی ساری توجہ اپنی بہن پر تھی۔ جو کمرے کے بیچوں بیچ سن کھڑی تھی۔

زلہ۔۔!" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی مہزلہ روک گئی۔ "اکیلا چھوڑ دو مجھے۔۔!" اسکے لبوں سے فل وقت اتنا ہی نکل سکا تھا۔

مگر۔۔!" مہزلہ آنکھوں میں زخمی تاثر لیے اسکی سمت پلٹی تھی۔"

بے فکر رہو اب وہ بیوقوفی نہیں کروں گی۔۔" زرتشہ نے بغور اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ مگر مزید کچھ نہ بولی اور گہری سانس بھرتی درخنے کے ساتھ باہر نکل گئی تھی۔ ان دونوں کے جاتے ہی اس نے سب سے پہلے روم لاک کیا تھا۔ واپس پلٹ کر اپنے سجے ہوئے کمرے کو سرخ نگاہوں سے دیکھا۔ کاش اسکے

پاس ابھی لائٹر ہوتا تاکہ وہ آگ لگا سکتی۔ مگر جو اس کے بس میں تھا وہ وہ ضرور کرنے والی تھی۔

****

خان۔۔! "سفید کلف لگے کرتا شلوار میں ملبوس سیاہ سینڈل پہنا وہ ابھی مردان خانے سے باہر ہی نکلا تھا۔ کہ کچھ فاصلے پر کھڑی زمدہ نے اسے پکارا تھا۔ جامنی رنگ کے لباس میں ملبوس سر سے پیر تک سجی سنوری بہت پیاری لگ رہی تھی وہ۔

یہاں کیا کر رہی ہو تم۔۔"ایک نظر رسٹ دیکھتے اس سے استفسار کرتا قریب" ہی آگیا۔

آپ کی منتظر تھی۔۔" نظریں جھکاتے اسکے کرتے کی پیٹرن پر نیل پینٹ سے" سجا ہاتھ پھیرا تھا۔ اسفند یار نے ایک نظر بغور اسے دیکھا تھا۔ وہ کوئی بچہ نہیں تھا مرد تھا جسے اپنی بیوی کے ہر انداز اور رویے کی خبر تھی۔ "کیوں کوئی خاص بات "!کرنی ہے۔۔

ہاں نا۔۔آج سردار بن گئے آپ۔۔اس سے بڑی خاص بات کیا ہو گی میرے "
لیے۔۔" نگاہیں اٹھاتے جان لٹاتی نظروں سے اس وجیہہ شخص کو دیکھا تھا۔سیاہ گھنی داڑھی اور تراشیدہ مونچھیں اس پر بہت سوٹ کرتی تھیں۔اسکی وجاہت میں مزید اضافہ کرتی تھیں۔اسکی بات پر وہ گہری سانس بھر گیا۔

"!کوئی خاص بات نہیں زمدہ ذمہ داری ہے یہ۔۔"

اور صرف آپکا حق ہے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا۔۔مجھے یقین "
ہے۔۔" اسکی خوشی پر وہ مزید نہ بولا تھا۔اور ساتھ لیے کمرے کی سمت بڑھنے لگا۔اس وقت اسکا دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا تھا۔

تم جانتی ہو نا۔۔آج میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا۔۔۔!" سیڑھیوں سے "
اوپر آتے اس نے زمدہ کو یاد دلایا تھا۔اور وہ جو بڑی خوش خوش اسکے ساتھ کمرے کا راستہ طے کر رہی تھی۔اس کی بات پر قدم زمین میں جم گئے۔اسفندیار نے اسے ٹھہرتے دیکھ پلٹ کر دیکھا۔جس کی آنکھوں میں تیزی سے آنسو بھرنے لگے تھے۔

"!آپ۔۔"

زمدہ یہ طے ہے۔۔ تمہیں کامپرمائز کرنا پڑے گا ورنہ ہمارے لیے زندگیاں" مشکل سے مشکل ہوتی چلی جائیں گی۔۔!"اس نے نرم مگر دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔اور اسکا ہاتھ تھامتا کمرے کی سمت بڑھ گیا۔ مگر کمرے میں پہنچ کر وہ روتی ہوئی اسکے گلے سے لگ گئی۔

یہ نہیں کر سکتی میں۔۔اتنا بڑا دل نہیں میرا خان۔۔ مجھ پر رحم کریں۔۔یہ" نہیں کر سکتی میں۔۔!"اسکے کرتے کو پشت سے مٹھیوں میں جکڑی بے بسی سے رو رہی تھی۔اسفندیار جیسے مشکل میں پڑ گیا تھا۔

ناممکن ہے یہ میرے لیے زمدہ۔۔ جیسے تم میری بیوی ہو وہ بھی میری بیوی" ہے۔۔جس طرح تمہارے حقوق مجھ پر فرض ہیں اسی طرح اسکے بھی مجھ پر "فرض ہیں۔۔

نہیں۔۔ نہیں وہ جب آپ کو شوہر ماننے کو تیار نہیں۔۔آپ۔۔آپ کو ایسا کچھ" کرنے کی ضرورت نہیں پلیز۔۔پلیز خان۔۔!"اسکے ہچکیوں کے بیچ کہے جملے پر اسفندیار کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔یعنی وہ لڑکی اب اپنی بکواس ہر جگہ پھیلاتی پھر رہی تھی۔

"بس۔۔! میرا آخری فیصلہ ہے یہ۔۔ چاہے تم اور وہ مانے یا نہ مانے۔۔! میں سردار ہوں تم سب کا میرا فیصلہ میرا حکم ماننا تم سب پر واجب ہے۔۔!" اسے الگ کرتا قہر آلود لہجے میں بولا تھا۔ "وہ چھٹانک بھر کی لڑکی جسے اپنے اچھے برے کا نہیں پتہ۔۔ مجھے یوں ذلیل کرنے والی آخر ہوتی کون ہے۔۔ اجازت کس نے دی اسے۔۔؟" اسکے بلند ہوتے لہجے پر زمدہ اپنا رونا بھلائے سہم گئی۔

"وہ۔۔ وہ خود ہی۔۔!"

"بس زمدہ۔۔! وہ جو چاہے بکواس کرے میری عزت سب سے پہلے ہے یہ یاد رکھنا۔۔ یہ میری غیرت پر سوال ہے اگر وہ جسے پورے شہر کے سامنے اپنے باپ کے قتل کے بدلے نکاح کیا اور وہی مجھے بے عزت کرے۔۔!" اسکی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ زمدہ سر جھکاتی آنسو بہانے لگی۔ اسکی حالت دیکھ اسفندیار کو اپنی سختی کا احساس ہوا تھا۔ اور اسے ساتھ لگاتا بیڈ پر لے آیا۔

"آرام کرو۔۔ سارا دن کی تھکی ہوئی ہو تم بھی۔۔!" وہ فرمانبرداری سے اسکے حکم کی تعمیل کر گئی تھی۔ مگر اسکا ہاتھ نہ چھوڑا۔ اسفندیار نے گہری سانس بھری تھی۔ اور اسکے برابر میں ہی بیٹھ گیا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے زمدہ کی قدر نہ

تھی۔زمدہ ہر طریقے سے اچھی تھی۔فرمانبردار اسکی سننے والی آگے سے سوال پر سوال نہ کرنے والی۔اسکی مصروفیات سمجھنے والی۔اسکی ضرورتوں کا خیال رکھنے والی۔مگر اب دو کے درمیان انصاف لازم ہو چکا تھا۔صرف زمدہ کے رونے کی وجہ سے وہ دوسری بیوی چاہے وہ جیسی بھی تھی۔اسے گھر کے ایک کونے میں پھینک نہیں سکتا تھا۔پونے گیارہ ہو رہے تھے۔جس وقت وہ زمدہ کے پہلو سے اٹھا تھا۔کیونکہ وہ تھکن اور رونے کے سبب جلد ہی نیند میں چلی گئی تھی۔اسکا اپنا کمرا چونکہ سیکنڈ فلور پر تھا۔اسلیے مہزلہ کے کمرے میں جانے کے لیے اسے فرسٹ فلور پر آنا پڑا تھا۔اسکے ذہن میں کل رات تک ہونے والے تمام منظر ایک فلم کی طرح گھومے تھے جنہیں جھٹکتا وہ اسکے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر گھومایا تھا۔مگر دروازہ نہ کھلا تھا۔اور یہ کیوں نہیں کھلا تھا۔اسے سوچتے اسکی ہینڈل پر گرفت خود بخود مضبوط ہو گئی۔مگر اس نے مزید تگ و دو نہ کی تھی۔اور کرتے کی جیب سے موبائل نکالتا بہن کو کال ملا گیا۔

"لالا۔۔؟"

درخنے یہاں آؤ میں مہزلہ کے کمرے کے پاس کھڑا ہوں۔۔!" اتنا کہتا وہ رابطہ منقطع کر گیا تھا۔غصے کے سبب اسکی رگیں تن چکیں تھیں۔اسے اس پل رہ رہ کر توہین کا احساس ہو رہا تھا۔سردار کے عہدے پر فائز ہونے والے شخص کے ساتھ ایسا برتاؤ بھلا ہو سکتا تھا۔۔!! کچھ ہی دیر میں سر سے دوپٹہ اوڑھی درخنے اپنی جانب آتی نظر آئی تھی۔اسکی سانس بری طرح پھول چکی تھی۔جبکہ پیٹ میں الگ ہول اٹھ رہے تھے۔

"کک۔۔کیا ہوا لالا۔۔آ۔۔آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔؟"

کیز کس کے پاس ہوتی ہیں کمروں کی۔۔؟" درخنے نے حواس باختہ ہوتے اسے اور پھر مہزلہ کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔اور اسے تمام بات جیسے سمجھ آگئی تھی۔

"وہ۔۔وہ تو۔۔چچی۔۔چچی کے پاس ہوتی ہیں۔۔"

جاؤ اسکے کمرے کی لے کر آؤ۔۔اور مجھے تمہاری سمجھداری پر کوئی شک نہیں" ریزن بھی تمھی نے ڈھونڈنا ہے۔۔" درخنے کا منہ کھل گیا۔مگر سامنے لالا کھڑا تھا۔بھلا اسے انکار کرنے کی ہمت وہ کیسے کر سکتی تھی۔اس لیے خاموشی سے نیچے

کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ اسفندیار پشت پر ہاتھ باندھا قہر آلود نگاہوں سے دروازے کو گھور رہا تھا۔

"!! بہت ہو گیا یہ چوہے بلی کا کھیل مہزلہ بی بی۔۔۔"

دروازہ وا کرتا گلابوں سے معطر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اور لاک کرتے اسکی پہلی نگاہ بیڈ پر پڑی تھی۔ جس کی بیڈ شیٹ کو بری طرح سے کھینچ کر نیچے پھینکا جا چکا تھا۔ سارے گلابوں کو نوچ کر فرش کے ایک کونے میں ڈھیری بنادی گئی تھی۔ یہاں تک کہ گلدانوں کے پھولوں کو بھی نہ بخشا گیا تھا۔ گلابوں کی اس ناقدری سے نگاہ ہٹاتے اس نے کمرے کے مالک کی جانب دیکھا۔ جو بھاری میکسی میں ملبوس فرش پر بیٹھی صوفے پر سر رکھی شاید نہیں بلکہ یقیناً سو چکی تھی۔ جبھی تو اسکا کمرے میں داخل ہونا محسوس نہ کر سکی تھی۔ جبکہ اس نے اپنے حلیے کو بھی کمرے کی طرح بگاڑا ہوا تھا۔ جیسے اپنے سوگ کا اعلان کر رہی ہو۔ سر سے دوپٹہ اتارا ہوا تھا۔ دور فرش پر پڑا اسے نظر بھی آگیا تھا۔ زیورات صوفے کے پاس

رکھی ٹیبل پر پڑے تھے۔ جبکہ جوڑے سے پن نوچ کر اسے بلکل لوز کر دیا گیا تھا۔ اگر مقصد احتجاج ریکارڈ کروانا تھا تو بلکل ہوا تھا۔ اور اسفندیار خان کو آگ بھی لگا گیا تھا۔ یہ لڑکی مسلسل اسکی توہین کر رہی تھی۔

مانا وہ چھوٹی تھی۔۔ ایک دو سال نہیں بلکہ دس سال چھوٹی تھی۔ مگر درخنے بھی تو اسی کی عمر کی تھی۔ اس میں تو یہ ضد اور خود سری نہ تھی۔ اسے اسکا بچپن اتنا یاد نہ تھا۔ چند جھلکیاں تھیں بس۔ وہ جب بھی چھٹیوں میں گھر آتا تھا۔ زرتشہ اور وہ روشینا کے ساتھ ہی پائی جاتی تھیں۔ حویلی میں کبھی کھیلتے کودتے دیکھا ہی نہ تھا۔ اور پھر جب یہ حویلی آئیں۔ اسکی زندگی کی مصروفیات اس قدر بڑھ گئیں تھیں کہ کسی غیر متعلق کے بارے میں سوچنے کا وقت ہی نہ ملا۔ کالج سے پاس آؤٹ کر کے وہ انگلینڈ نکل گیا تھا۔ پھر بقیہ تعلیم وہیں حاصل کی۔ وہاں سے بھی ملنے آتا تھا تو چچی یا زرتشہ سے ہی ملاقات ہو جاتی تھی۔ زرغان تو اس وقت بہت ہی چھوٹا تھا۔ اور پھر جب سے لوٹا تھا۔ حویلی اور کاروبار کی دیکھ ریکھ ابا صاحب اور بابا نے اسی کے حوالے کر دی تھی۔ ایسے میں اس لڑکی کے مزاج اور عادتوں پر

میں اسکی کوئی نہ کوئی حرکت اسکے کبھی دھیان ہی نہ گیا تھا۔ مگر گزرے چند ماہ کانوں میں پڑنے لگی تھی۔

مہزلہ جو نجانے کب روتے روتے سو گئی تھی۔ اسکی آنکھ روز کی طرح خود بخود ہی کھلی تھی۔ وہ زیادہ دیر سو ہی نہیں سکتی تھی۔ اسکے آسیب زدہ خواب اسے سونے ہی نہ دیتے تھے۔ صوفے سے سر اٹھاتے آنکھیں مسلتی پلٹی تھی۔ مگر سامنے موجود شخص کو دیکھ اسکا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ جو سوچوں میں گم دونوں ہاتھ پیٹھ پر باندھا ادھر سے اُدھر گشت کر رہا تھا۔ وہ تو اس شخص کی کمرے میں موجودگی پر دنگ تھی۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ یا اس نے اس شخص کو اتنا اپنے حواس پر سوار کر لیا تھا۔ کہ آج انیکسی کی جگہ یہ بھیانک چہرہ خواب میں آ رہا تھا۔ وہ جو اپنی سوچوں میں الجھا تھا چوڑیوں کی جلترنگ پر ٹھٹھک کر پلٹا۔ اور مہزلہ کو آنکھوں میں وحشت و بے یقینی لیے خود کو دیکھتا پا کر اسکے چہرے پر سرد تاثرات پھیلنے لگے۔ اور مہزلہ اسی پل اپنے شاک سے نکلی تھی۔

کک۔۔ کیا کر رہے ہیں آپ یہاں۔۔! "صوفے کی آرم تھام کر اٹھتی" صدمے سے چیخ اٹھی۔ اسکا دل ایسا لگ رہا تھا ابھی بند ہو جائے گا۔ اس شخص کو

اپنے کمرے میں وہ بھی اسے اس حال میں دیکھنا اسے پاگل ہی تو کر گیا تھا۔ اسفندیار نے آنکھوں میں ناگواری لیے سر سے پیر تک اسے دیکھا تھا۔

جس ولیمے کی دعوت کھائی ہے وہ ہی بھول گئیں۔۔!!" اسکی پھنکار پر وہ بلبلا اٹھی۔

نکلیں ابھی اور اسی وقت نکلیں میرے کمرے سے۔۔!" وحشت زدہ ہوتی" فاصلہ عبور کر کے وہ دروازے کی سمت لپکی تھی۔ مگر وہ اسی مقام پر ہاتھ پشت پر باندھے کھڑا رہا۔ مہزلہ نے تیزی سے ہینڈل گھماتے لاک کھولنا چاہا مگر وہ نہ کھلا تھا۔ اس نے ایک بار پھر کوشش کی مگر بیکار۔۔اسے اپنا دم نکلتا محسوس ہوا۔ یہ کیا ہو رہا تھا اسکے ساتھ۔ اسے اچھی طرح یاد تھا اس نے دروازہ اندر سے لاک کیا تھا۔ پھر یہ شخص کیسے۔۔؟ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے۔۔اور واپس پلٹتے خون آشام نگاہوں سے برفیلے تاثرات کیے کھڑے لمبے چوڑے اسفندیار کو دیکھا۔

کیا تماشا ہے یہ۔۔؟ دروازہ کھولیں۔۔!!" اسفندیار نے اسکے بلند ہوتے لہجے پر" ایک قدم اسکی سمت بڑھایا تھا۔ جسے دیکھ وہ فوراً چار قدم دور ہوئی تھی۔

آواز نیچی۔۔! سمجھ آ رہی ہے۔۔! مجھے چیخنے چلانے والی عورتیں سخت ناپسند ہیں۔۔"اسکا دوسرا قدم اسکی سمت بڑھا تھا۔"اور دوسری بات اب یہ کمرا صبح کھلے گا۔۔!!"مہزلہ کی آنکھیں صدمے سے پھٹ گئیں۔ صبح۔۔

نہیں۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو گا۔۔ چابی دیں مجھے۔۔!!"سر نفی میں ہلاتی وہ ایک بار پھر جنونی انداز میں چیخی تھی۔اور اس بار اسفندیار رہا سہا فاصلہ دو قدموں میں سمیٹ گیا۔ مہزلہ کی پشت دروازے کے برابر میں موجود دیوار سے ٹکرائی تھی۔اسفندیار اپنے دونوں ہاتھ اسکے ارد گرد جاتا جھکا تھا۔"کیا کہا ہے ابھی میں نے۔۔؟ مجھے۔۔ چیخنے۔۔ والی۔۔ عورتیں۔۔ نہیں۔۔ پسند۔۔!"مہزلہ جو اسکی قربت پر واقعی سہم گئی تھی۔اسکے سلگتے لہجے پر قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ کس نے کہا تم سے کہ میں تمہاری پسندیدہ بننا چاہتی ہوں اسفندیار خان۔۔؟"وہ انجام کا سوچے بغیر اپنی فطرت کے مطابق بولی تھی۔اور اسفندیار۔۔! اسکی آنکھوں کے سامنے جیسے سرخی سی پھیلنے لگی۔وہ شخص جو آج اپنے قبیلے کا سردار بن چکا تھا وہ اس سے یہ بات کہہ رہی تھی۔اسکے لبوں پر ایک

زہریلی مسکراہٹ ابھری تھی۔ جسے دیکھ مہزلہ کا دماغ ایک پل کے لیے بلکل بلینک ہو گیا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی۔ اب اس شخص کا ہاتھ اٹھے گا۔ مگر یہ خوفناک مسکراہٹ۔۔!

"میں تمہیں تم نہیں بنو گی میں بناؤں گا تمہیں۔۔ آج وعدہ ہے یہ میرا تم سے۔۔ اپنے مطابق اپنی مرضی کا بناؤں گا۔۔!!" اسکا لہجہ انتہائی دھیما اور گھمبیر تھا۔ وہ سکتے میں کھڑی اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ "ناممکن۔۔!" اسکے لب بڑبڑاہٹ میں ہلے تھے۔

"ناممکن۔۔! میں تم لوگوں کو جیتنے نہیں دوں گی۔۔ تم لوگوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔۔ سنا تم نے۔۔ میں کبھی تم لوگوں کے آگے نہیں جھکوں گی۔۔" چاہے اسکی آنکھیں نم تھیں آواز بے حد دھیمی تھی مگر لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔ یہ ضد نہیں تھی نفرت تھی جو بچپن سے پنپ رہی تھی۔ اسفندیار اسکی جنوں خیز آنکھوں میں دیکھتا رہا تھا۔ اور پھر دایاں ہاتھ دیوار سے ہٹاتے اسکی چہرے پر چپکی لٹ ہٹانی چاہی مگر مہزلہ نے نفرت سے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔

دور رہو مجھ سے۔۔ اپنے غلیظ ارادوں سے قریب آنے کی کوشش بھی مت" کرنا۔۔"کسی زخمی شیرنی کی طرح چنگھاڑتے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کی تھی۔ مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا اسفندیار چیز کیا تھا اور کتنا ہلکا لے رہی تھی وہ اس کو۔ اور وہ اگلے پل اسے بتا گیا تھا وہ کیا تھا۔ اسکے اسی ہاتھ کو پشت سے لگاتا حلق پکڑ گیا۔ اس اچانک ری ایکشن پر مہزلہ کی آنکھیں ابل پڑی تھیں۔"آئندہ یہ بکواس میرے سامنے کی تو زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔۔!"غیض و غضب لیے پھنکارتا وہ واقعی اسے فریز کر گیا تھا۔" نکاح ہوا ہے ہمارا۔۔ میں ہر ارادہ رکھ کر تم تک آ سکتا ہوں سمجھ آ رہی ہے۔۔" دباؤ بڑھاتا اسکی پھیلتی آنکھیں دیکھنے لگا جن سے آنسو گر رہے تھے۔ جب اسے لگا اب اسکا دم نکلنے والا ہے ایک جھٹکے سے دور کیا تھا۔ مہزلہ کو کھانسی کا دورا پڑ گیا۔ سینے پر ہاتھ مارتی کھانستی ہوئی پیچھے کی جانب کھسکنے لگی۔

تم۔۔ تم ظالم۔۔ ساری۔۔ ساری زندگی بہن کہا اور اب اسی سے"

زبردستی۔۔۔ زبردستی نکاح کیا۔۔ تمہیں شرم نہیں آئی۔۔"وہ مسلسل پیچھے کھسک رہی تھی۔ اسفندیار نے اسکی جانب دیکھتے ایک ابرو اچکائی۔

مجھے تو ایسا کوئی منظر یاد نہیں جب میں نے تمہیں بہن کہا ہو۔۔"اسکے تمسخرانہ انداز پر مہزلہ کی آنکھیں جلنے لگیں۔لب بھینچتے اسفندیار کے مکروہ چہرے کو دیکھا تھا۔اور نفرت سے رخ موڑ گئی۔بے بسی کی انتہا تھی کہ اسکے پاس لڑنے کے لیے الفاظ ختم ہو چکے تھے۔زیادہ بولنے کا انجام چند منٹ پہلے وہ دیکھ چکی تھی۔اور یہ سوچ کر وحشت نے اسے آگھیرا تھا کہ ابھی ساری رات اس بند کمرے میں گزارنی تھی۔اسفندیار اس پر نظر جمائے رسٹ واچ کھولتا بیڈ پر جا بیٹھا۔

یہاں آؤ۔۔!"اسکی گھمبیر تحکم بھری آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی اور وہ" مزید کونے میں سرک گئی۔"میں آخری بار کہہ رہا ہوں مہزلہ۔۔یہاں آؤ۔۔"گھٹنوں کے گرد ہاتھ لپیٹتی سر نفی میں ہلا گئی۔

مر کر بھی نہیں۔۔تم مجھے مار دو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔۔"اسکا لہجہ جنونی ہو چکا" تھا۔اسے اب کسی چیز کی پرواہ نہ تھی۔اسفندیار اسکی دوسری پر یکدم اٹھا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھر کر اس تک آیا اور ایک جھٹکے میں بازو سے تھامتا کھڑا کر

گیا۔ "نہیں۔۔!" مگر وہ اسکے احتجاج کی پرواہ کیے بنا بیڈ تک لاتا زوردار طریقے سے اس پر پٹخ گیا۔ مہزلہ لمحے کے ہزارویں حصے میں تڑپ کر سیدھی ہوئی تھی۔ ایک بات کان کھول کر سن لو میری۔۔ آئندہ تم نے زمدہ سے یا گھر کے کسی" بھی فرد سے ہمارے تعلق یا اس شادی کے بارے میں بکواس کی یا میرا تماشہ بنوایا۔۔!" انگشتِ شہادت اٹھاتا وہ غضبناک تاثرات لیے اسے گھور رہا تھا۔ اور مہزلہ اپنی سانس روکی بیٹھی تھی۔ "تم سوچ بھی نہیں سکتیں میں کیا کروں گا۔۔ یہ۔۔ یہ جو اپنے بچاؤ کے طریقے ہیں نا ایک لمحے میں ریزہ ریزہ کر دوں گا۔۔ سنا تم نے۔۔؟" اس بار دھاڑا اٹھا تھا۔ اور وہ سہمتی بے ساختہ آنکھیں میچ گئی۔ "میں اپنی عزت اور غیرت پر کبھی کومپرمائز نہیں کرتا۔۔ یہ بات اپنے دماغ میں جتنی جلدی ہو سکے بٹھا لو۔۔ اس لیے آئندہ مجھے یہ دروازہ لاک ملا یا مجھے سننے میں آیا کہ تم نے رسیاں تڑوانے کی کوشش کی ہے _____ آگے تم سمجھدار ہو۔۔" اسکی زرد پڑتی شکل دیکھتا خاموش ہو کر کرتے کے بٹن کھولنے لگا۔

کپڑے نکالو میرے۔۔!" وہ جواب تک صدمے کی کیفیت میں تھی۔ اسکے" دماغ نے کام کرنا ہی شروع نہیں کیا تھا۔ "تم سے کہہ رہا ہوں۔۔!" اور اس بار

وہ چونکتی تیزی سے دوسری جانب سے نیچے اتری تھی۔اور سیدھی نگاہ ڈریسنگ میں موجود اپنے عکس پر پڑی تو ایک پل کے لیے دھک سے رہ گئی۔نہ وجود پر دوپٹہ نہ ڈھکا ہوا سر۔۔!کیا پاگل پن تھا۔۔!!کیسی قیامت تھی یہ۔۔!!وہ تو آج تک اپنے بالوں سے اپنے سراپے سے یوں لاپرواہ نہیں ہوئی تھی۔کیسا دیوانگی کا عالم تھا یہ۔۔!اس میں ہمت نہ تھی اب کہ پلٹ کر اسفندیار کی جانب دیکھ لیتی۔اسے اپنا چہرہ شرم وذلت سے تپتا محسوس ہوا تھا۔بغیر کسی بھی جانب دیکھے تیزی سے باتھ روم کی سمت بڑھ گئی۔

آدھے گھنٹے بعد رو دھو کر کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلی تو کمرے میں تاریکی چھائی تھی۔ہاتھ میں موجود کپڑے تھامی وہ دروازے کو آدھا کھلا چھوڑ گئی تھی۔اسفندیار بیڈ پر اسے اپنی جگہ لیٹا نظر آ گیا تھا۔لب کاٹتے صوفے تک آئی تھی۔اور کپڑے وہیں ڈال گئی۔مگر اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ اسفند کے کپڑے پہلے ہی اس پر پڑے تھے۔دبے قدموں الماری تک آئی تھی اور اپنے لیے چادر نکالنے لگی۔تکیے جو تھے وہ بیڈ پر تھے۔اور وہاں تک جانے کا اس میں

حوصلہ نہ تھا۔ وہ چاہے جتنی بھی نڈر بن جاتی ایک مرد جتنی طاقت تو نہیں رکھتی تھی نا۔۔ !

"کب بند ہو گی یہ لائٹ۔۔ !" اسفندیار کی خمار آلود گھمبیر آواز کمرے کے سناٹے میں ابھری تھی اور وہ اچھل پڑی تھی۔ اس نے اسکی جانب دیکھا جو آنکھوں پر بازو رکھا ہوا تھا۔ چادر صوفے پر ڈالتی باتھروم کا دروازہ بند کرنے بڑھ گئی۔ مگر اب بھی پورا بند نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اسے نماز پڑھنی تھی۔ دوپٹہ پہلے ہی سر پر موجود تھا۔ جسے وہ دوبارہ اپنے وجود سے جدا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اگلے ایک گھنٹے تک وہ اپنی آج کی قضا ہوئی نمازیں پڑھتی رہی۔ اصل اسے اس بات کی ٹینشن تھی کہ ابھی بارہ ہی بجے تھے۔ اور اسے فجر کے بعد نیند آتی تھی۔ روز تو وہ کافی وغیرہ بنا کر کوئی نا کوئی کتاب لے کر بیٹھ جاتی تھی۔ پھر تہجد اور فجر کے بعد ہی سوتی تھی۔ مگر اب۔۔ ! ! اب تو نہ نیند نصیب ہونی تھی نہ چین۔۔ ! کیونکہ اندھیرے میں اسے ویسے بھی نیند نہیں آتی تھی اوپر سے بھوک اور اس شخص کی موجودگی نے مزید پیٹ میں ہول اٹھوا دیے تھے۔ وہ کافی دیر انہی سوچوں میں الجھی رہی تھی۔ پھر تنگ آ کر کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔ نجانے

کیوں وہ نارمل لوگوں کی طرح نہیں سوتی تھی۔ کھڑکی کے پاس آتی آہستہ سے کھول ہی رہی تھی۔ جب اسکی نظر ٹیبل پر رکھے کھانے پر پڑی تھی۔ مگر پھر واپس رخ پھیر گئی۔ اب تو ٹھنڈا ہو چکا ہو گا۔ اس شہر کا موسم کسی چیز کو گرم رہنے دے سکتا تھا۔۔؟ کھڑکی کے پاس آتی بلکل آہستہ سے کھول کر وہیں رکھی سیٹی پر بیٹھ گئی۔ ایک سرد جھونکے نے اسکا استقبال کیا تھا۔ آسمان پر گہرے بادل تھے اور بوندا باندی ہو رہی تھی۔ اسفندیار نے کمفرٹر خود پر ڈالتے اسکی جانب دیکھا۔ جو کھڑکی میں بیٹھی نجانے کن سوچوں میں گم تھی۔ وہ ایک تیز نگاہ اس پر ڈالتا کمفرٹر اوڑھ کر کروٹ بدل گیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا اس ضدی لڑکی کو راتوں کو جاگنے کی بیماری تھی۔

****

صبح کے سات بج رہے تھے۔ وہ جاگنگ کر کے لوٹا تو نگاہ سیدھی باہر حویلی کے کاریڈور میں ٹہلتی زرتشہ پر نظر پڑی تھی۔ ہلکے فروزی رنگ کے قمیض شلوار میں ملبوس سلیقے سے دوپٹہ اوڑھی تھی۔ نجانے اسے کیا ہوا تھا وہ اندر جانے کے بجائے اسی سمت بڑھ گیا۔ جہاں کے راستے اس کے لیے بند ہو چکے تھے۔ زرتشہ

اپنے عقب میں قدموں کی آہٹ پر پلٹی تھی۔اور ٹریک سوٹ میں ملبوس ماتھے پر بکھرے بال لیے کھڑے دریاب کو دیکھ ایک پل کے لیے حیران رہ گئی۔

یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟اتنی صبح۔۔!"چند لمحے اسکے تاثرات دیکھنے کے بعد" پوچھا تھا۔وہ لب تر کرتی اسکی نظروں سے نظریں پھیر گئی۔

"مم۔۔میں اسی وقت اٹھتی ہوں۔۔"

میں بھی۔۔!"دریاب کے منہ سے یونہی نکلا تھا۔اس نے چونکتے واپس اسکی" جانب دیکھا مگر اس بار وہ نظریں پھیرتا۔ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔وہ بھی نظریں جھکا گئی۔اسے یہاں کھڑا ہونا گھبراہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ نکلنے کا فیصلہ کرتی وہ نیا سوال کر گیا۔"کیسی گزر رہی ہے زندگی۔۔؟"زرتشہ نے پھر اسکی جانب دیکھا تھا۔مگر وہ بلکل سنجیدہ کھڑا تھا۔

ٹھیک۔۔ٹھیک گزر رہی ہے۔۔"دونوں کے ہی ذہن میں آوالمیر خان کی" موت کا دن گھوما تھا جب مہزلہ نے اسے اسکے زخم دکھا کر ذلیل کیا تھا۔جس کا چشم دید گواہ وہ بھی تھا۔

"توکل کہاں تھا تمہارا شوہر۔۔؟"

وہ۔۔وہ کچھ مصروف ہیں۔۔" اسکے لہجے میں موجود طنز وہ محسوس کر گئی تھی۔"

ساری رات مصروف۔۔بیوی کو لینے آنے تک کا ہوش

نہیں۔۔اعلیٰ۔۔!" اس بار زرتشہ نے آنکھوں میں ناگواری لیے اسے دیکھا تھا۔

"مطلب کیا ہے آپکا۔۔؟"

وہی جو تم جانتی ہو۔۔!" زہر خند لہجے میں کہتا اسے سناٹوں میں کھڑا چھوڑ آگے

بڑھ گیا تھا۔وہ وہیں جمی اسکی پشت کو دور سے دور جاتا دیکھتی رہی۔اسکا شوہر بدکار

تھا اس بات سے سب باخبر تھے۔وہ کسی کے سامنے اپنا بھرم بھی نہیں رکھ سکتی

تھی۔وہ بھی اسکے سامنے جس کے لیے دل کبھی دھڑکا کرتا تھا۔

****

اس نے نیند میں ہی خود پر کمبل گھسیٹا تھا۔عجیب سوئی جاگی سی کیفیت تھی۔نیند

میں بھی اس پر ایک عجیب سا خوف طاری تھا۔آنکھیں نیم وا کرتے کمرے کی

سیلنگ دیکھی۔سورج کی روشنی کھڑکیوں کو پار کرتی اندر آرہی تھی۔آنکھوں پر

ہاتھ رکھتے کروٹ بدلی تھی۔اور اگلے ہی پل کسی اسپرنگ کی طرح جگہ سے اچھلی

تھی۔ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے نائٹ سوٹ میں ملبوس وہ اسے ہی دیکھ رہا

تھا۔اسکا دل دھک سے رہ گیا۔وہ یہاں بیڈ پر اس شخص کے برابر میں کیا کر رہی تھی۔۔؟کمبل ایک جانب پھینکتی تیر کی تیزی سے بیڈ سے اتری تھی۔اسفندیار بھی اس پر ایک نظر ڈالتا اٹھ بیٹھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔وہ یہاں بیڈ پر کر کیا رہی تھی۔کیا وہ خود۔۔؟

نہیں یا اللہ نہیں۔۔!!'رخ موڑتے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ رکھ گئی۔جب' اسے احساس ہوا اسکا دوپٹہ بھی غائب تھا۔اب تو اسکا صدمے سے برا حال ہونے لگا۔اور بے اختیار بیڈ کی جانب دیکھا جس کے سرہانے پر اسکا دوپٹہ پڑا تھا۔اسکی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی۔رات کا کوئی منظر یاد کیوں نہیں آرہا تھا اسے۔۔؟وہ کس کو الزام دیتی۔۔۔؟

دوپٹہ اوڑھتی آنکھوں میں قہر لیے اسفندیار کی سمت پلٹی مگر وہ اسے نظرانداز کرتا اسکی کبڈ کی سمت بڑھ رہا تھا۔اسکی بھنویں آپس میں جڑ گئیں۔

یہ میری کبڈ ہے۔۔ہاتھ بھی مت لگائیے گا۔۔!"دانت پر دانت جمائی وہ پہلے" ہی تنبیہہ کر گئی تھی۔مگر وہ اسکی بات پر غور کیے بنا ایک پٹ کھول گیا۔مہزلہ تیزی سے آگے بڑھی تھی مگر عقب سے ہی اسے اسفندیار کے کپڑے لٹکے نظر

آ گئے۔ پھر اسکے قدم جہاں تھے وہیں جمے رہ گئے۔اور اسکی نظر اسفند یار کے نائٹ ویئر پر پڑی تو یہ کپڑوں سمیت اس پر نازل ہوا تھا۔۔!!اسکی اب کوئی چیز پرسنل نہیں رہی تھی۔۔!ایک واحد کمرا جو اسکا سب کچھ تھا وہ بھی اسکا نہ رہا تھا۔اس صدمے میں وہ بیڈ والی بات یکسر بھلا گئی تھی۔

فریش ہو۔۔ابا صاحب کے ساتھ ناشتہ کرنا ہے 'ہمیں'۔۔"اسکے حکم پر مہزلہ" کے ماتھے پر بل اکھٹے ہونے لگے۔

میں__ناشتہ__نہیں__کرتی"وہ قطعاً بھی نمونہ بن کر گھر والوں کے" سامنے جانے والی نہیں تھی۔نہ ہی اس حادثے سے پہلے ان لوگوں کے ساتھ کبھی ناشتے پر بیٹھی تھی۔اسفند یار نے صرف ایک تنبیہی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

آج سے کرو گی۔۔اور میں مزید کچھ نہیں سنوں گا۔۔"حکم صادر کرتا وہ" واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔جبکہ مہزلہ دانت پر دانت جمائے اسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔

****

"میں برباد ہوگئی اماں۔۔" وہ ماں کے سینے سے لگی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ بیچ رات میں جب اسکی آنکھ کھلی تو خود کو کمرے میں تنہا پایا تھا۔ اور تب سے اسکی حالت دیوانوں جیسی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا۔ اسکا سب کچھ لٹ چکا ہو۔ بیٹی کی حالت پر گل بینا خود بے بس تھیں۔ ان کے ہاتھ میں بھلا کیا تھا۔ ان کا اپنے بیٹے پر قابو نہیں تھا داماد پر کیا خاک ہوتا۔ لیکن یہ وہی ماں بیٹی تھیں زرتشہ کے معاملے میں آنکھیں بند کر لیتیں تھیں۔ بیٹے کے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے دباتیں تھیں۔

"بس کر دے زمدہ۔۔ کیوں خود کو پاگل کر رہی ہے۔۔"

"میں۔۔ میں جان سے مار دوں گی اسے۔۔ آج میرے خان میرے پاس نہیں بلکہ اسکے کمرے میں ہیں جسے ساری زندگی کبھی نہیں دیکھا۔ اماں میں کیا کروں میرا دل پھٹ رہا ہے۔۔!" انہوں نے غصیلے انداز میں اسے الگ کرتے جھنجھوڑ ڈالا۔

"اگر اسی طرح جنونی بن کر سوچتی رہی۔۔ کھو دے گی تو خاناں کو۔۔"

"اماں۔۔!" زمدہ نے صدمے سے ماں کو دیکھا تھا۔

"کیا اماں ہاں۔۔؟ تیرے رونے سے کچھ بدل سکتا ہے۔۔۔؟ نہیں نا۔۔! پھر وہ کیوں نہیں کرتی جس سے تیرا بھلا ہو گی۔۔!"

"کک۔۔ کیا کہہ رہی ہو۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔!" روئی روئی آنکھوں سے ماں کو دیکھا تھا۔

"بیوقوف یہی وقت ہے بڑا بننے کا۔۔ حویلی میں اپنی جڑیں پھیلانے کا۔۔ وہ مہزلہ ہے کیا چیز۔۔ اسے تو پہلے ہی کوئی پسند نہیں کرتا۔۔ بس تو سب کے سامنے بلکل پا سہ بن جا اور اسے اندر سے کاٹ۔۔!" ماں نے رازداری سے اسے سمجھایا تھا۔ مگر وہ عجیب کیفیت سے دوچار تھی اس وقت۔

"اتنا بڑا دل نہیں میرا کہ نیچے جا کر اس منحوس کی شکل دیکھوں۔۔ اور خان کیا انہیں اس کے ساتھ آتا دیکھ سکتی ہوں میں۔۔۔؟" نفی میں سر ہلاتی پیچھے ہٹ گئی۔ گل بینا نے اسے جھپٹ کر اپنے پاس بٹھایا۔

"بیوقوف یہی تو وقت ہے خاناں کو اپنے دام میں کرنے کا۔۔ جب وہ تیری اعلیٰ ظرفی دیکھے گا سوچ کہاں ہو گی تو ابا صاحب اور اسکی نظر میں۔۔!" اور اس بار

زمدہ کے دماغ نے واقعی اس بات پر کلک کیا تھا۔ مگر دل میں موجود مہزلہ کے لیے نفرت نے پھر کروٹ بدلی۔

"! مگر مہزلہ۔۔"

اس کمینی کا کیا ہے۔۔ تیرا بھائی تو روز نئی تتلیوں سے ملتا ہے۔۔ بس سوچ لے "

"خاناں کو بھی یہ نئی لت لگ گئی۔۔

ناممکن میں خان کو کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی۔۔ اس کمینی کو زیادہ دن "

ٹکنے نہیں دوں گی۔۔" نفرت سے کہتی آنسو ر گر گئی تھی۔

****

اسفندیار تولیے سے بال رگڑتا باہر نکلا تو وہ بیڈ پر بیٹھی اینزائیٹی کے سبب ایک ٹانگ مسلسل ہلا رہی تھی۔ اسکے آنے کا کوئی نوٹس ہی نہ لیا تھا۔ تولیہ بیڈ پر پھینکتا ڈریسنگ کی سمت بڑھ گیا۔ اسکی ڈریسنگ زیادہ بڑی نہ تھی۔ اور سب سے مضحکہ خیز بات یہ تھی کہ اسفندیار کو اس کے مرر میں جھک کر دیکھنا پڑا تھا۔ اس نے لب بھینچتے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ اسے اسکے سنگھار مکمل کرنے کا

انتظار تھا۔ تا کہ کمرے کا دروازہ کھلتا۔ اسفند یار نے اپنے گرے رنگ کے کرتے کے کف درست کرتے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"!کیا بات ہے۔۔؟ کچھ کہا ہے تم سے۔۔"

تو میں نے کونسا سنگھار کرنا ہے۔۔ دروازہ کھولیں۔۔!" وہ یونہی اٹھ کھڑی" ہوئی۔ گلابی کرتے اور سفید شلوار پر سفید دوپٹہ سر پر درست کرتی اسے گھورنے پر مجبور کر گئی۔ بالوں کی چند لٹیں چہرے کے گرد تھیں۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ دلکش نہیں لگ رہی تھی۔ بات صرف اتنی تھی وہ یوں منہ اٹھا کر کسی بھی حلیے میں اسکے ساتھ تو کم از کم نہیں جا سکتی تھی۔

کپڑے چینج کرو۔۔! میں نیچے جا رہا ہوں۔۔ اپنا حلیہ درست کر کے تم بھی نیچے" آؤ گی۔۔ سمجھ آ رہی ہے۔!" اسے وارن کرتا صوفے پر مہزلہ کی میکسی کے نیچے دبے اپنے کرتے کی جیب سے کیز نکالتا دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ حیران منہ کھولے کھڑی اسکی پشت دیکھتی رہی۔ مگر وہ نظرانداز کرتا باہر نکل گیا تھا۔ نیچے آیا تو ڈائننگ ٹیبل پر سب ہی انکے منتظر بیٹھے تھے۔ مگر اسکی نگاہ سیدھی زمدہ پر گئی تھی۔ اسکا چہرہ بتا رہا تھا۔ کہ سارا وقت کیا کرتی رہی تھی۔ مگر اسکی

یہاں موجودگی بہت بڑی بات تھی۔یعنی وہ اسکے فیصلے کو دل سے تسلیم کر گئی تھی۔زمدہ نے بس ایک نظر نکھرے نکھرے شوہر پر ڈالی تھی۔اور واپس جھکا گئی۔اسفندیار آگے بڑھتا اسی کے برابر میں آبیٹھا۔

صبح بخیر خاناں۔۔مہزلہ کہاں ہے۔۔وہ ساتھ کیوں نہیں آئی۔۔؟"دونوں" پھپھیاں بھی ٹیبل پر موجود تھیں۔زرتشہ اور روشینا نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔جیسے کسی دھماکے کے انتظار میں تھیں۔

آرہی ہے وہ۔۔آپ لوگ شروع کریں۔۔"سب ہی اسکے پر سکون لہجے پر" ٹھٹھکے تھے۔زمدہ نے گردن موڑتے اسکے تاثرات دیکھے جہاں کوئی غصہ کوئی ناگواری نہ تھا۔۔سب ہی کے دماغ میں ایک ہی سوال ابھرا تھا کیا واقعی اتنا نارمل ہینڈل کر لیا تھا اس نے اس خرانٹ لڑکی کو۔۔!

اچھا بات ہے۔۔اور دریاب بچا کیا سوچا ہے پھر تم نے۔۔؟"ابا صاحب نے" اپنی دوسری جانب آوالمیر کی جگہ بیٹھے دریاب سے استفسار کیا تھا۔جو بس خاموشی سے بھائی کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

جو آپ چاہیں۔۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا تعلیم مکمل ہونے کے بعد جو آپ" چاہیں گے وہی ہو گا۔۔ !" نجانے کیوں اسکی نگاہ بھٹک کر سامنے کی رو میں دائیں جانب روشینا کے برابر میں بیٹھی زرتشہ تک گئی تھی۔ مگر اسکی توجہ اپنی پلیٹ پر تھی۔

خوب۔۔ !" قہوہ اٹھاتے ابا صاحب نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔ سب اپنے اپنے" ناشتے کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

تابنا ذرا بہو کو بلاؤ اپنا۔۔ شاید آج بھی اس نے کمرے میں ہی نظر بند رہنا" ہے۔۔" ایک کاٹ دار نظر روشینا پر ڈالتے ابا صاحب نے تائی سے کہا تو انہوں نے فوراً ملازمہ کی دوڑ لگوائی تھی۔ کچھ دیر میں مہزلہ بھی ملازمہ کے ساتھ نیچے چلی آئی تھی۔ کسی نے اپنی پلیٹ سے کسی نے چائے پیتے کسی نے گردن گھماتے اپنے اپنے کام روک کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ مگر اسفندیار جسکی چھٹی حس جانتی تھی۔ وہ یہی کرے گی اسکے چہرے پر ناگواری پھیل چکی تھی۔ کیونکہ مہزلہ اسی سلوٹ زدہ لباس میں ملبوس تھی۔ سر پر دوپٹہ ڈھکا تھا۔ ایک بال بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ منہ دھونے کی زحمت کرلی گئی تھی۔

ادھر آؤ لڑکی۔۔!"اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ بیٹھتی دادا نے پکارا تھا۔ مہزلہ" نے بے اختیار ان کی جانب دیکھا۔ جو اسے بڑی کڑوی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ایک نظر اسفندیار کی جانب ڈالی۔ اسکی آنکھوں میں اس وقت بڑا خشمگین سا تاثر تھا۔اور پھر وہ نظر زمدہ پر جا ٹھہری۔ جو آنکھوں میں نفرت کے شعلے لیے بیٹھی تھی۔اسے کوئی فرق نہ پڑا تھا کیونکہ اسکے دل میں بھی ان سب کے لیے ایسے ہی جذبات تھے۔ قدم اٹھاتی ابا صاحب کی چیئر سے کچھ فاصلے پر آ کر ٹھہر گئی۔ابا صاحب نے کونے میں کھڑے ملازم کو اشارہ کر کے نزدیک بلایا تھا۔سب ہی خواتین میں یکدم ہی تجسس پھیل گیا تھا۔ مگر روشینا تو نجانے کیوں بس مسلسل ورد کر رہی تھیں۔

یہ لو۔۔!"ایک سیاہ مخمل کا چوکور ڈبہ ملازم سے لے کر اسکی جانب بڑھایا" تھا۔ مہزلہ کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"کیا ہے یہ۔۔؟"

"!تحفہ۔۔"

تحفہ۔۔؟میرے لیے۔۔؟" مہزلہ آنکھوں میں بلا کی حیرت سمیٹ "

"!لائی۔" مگر آج سے پہلے تو ہمیں ایسا کوئی تحفہ نہیں نصیب ہوا۔۔

مہزلہ۔۔!!" روشینا نے تنبیہی لہجے میں اسے پکارا تھا۔ مگر ابا صاحب ہاتھ کے "

اشارے سے روک گئے۔

اب تم ہمارا پوتے۔۔ ہمارا سردار کا دلہن ہو۔۔ چاہے ونی میں ہی آیا ہو۔۔ مگر "

ہمارا پوتے کا زوجیت میں ہو۔۔ یہ اسی کے اعزاز میں ہے۔!!" اور مہزلہ کو لگا

کسی نے اسکے وجود پر چابک مارا ہو اور اسکے جسم سے خون رسنے لگا ہو۔ اس نے

جبڑے بھینچتے سرخ آنکھوں سے اس ظالم انسان کو اور پھر اس ڈبے کو دیکھا۔

مگر میں ہوں تو وہی نا جو آج سے چند روز پہلے ایک ملازم کے ساتھ منہ "

کالا ____ " اسکے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ جب وہ جگہ سے اٹھتے پوری

قوت سے دھاڑے تھے۔ اور ان کا ہاتھ ابھی ہوا میں اٹھا ہی تھا مگر اسفندیار

پر جلال میں اپنی کرسی سے اٹھتا ان کا ہاتھ چہرے پر پڑھنے سے پہلے روک گیا

تھا۔

"ابا صاحب نہیں۔۔!" کرسی پیچھے کی جانب لڑھک گئی تھی۔ ابا صاحب نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے اسفندیار کو دیکھا تھا۔ جس نے دادا کا ہاتھ تو نہ پکڑا تھا مگر اس لڑکی کو آج موت سے بچا لیا تھا۔

"یہ کم ذات لائق ہی نہیں تمہارے اور اس عزت کے۔۔!!" ابا صاحب اس پر دھاڑ اٹھے تھے۔ ان کا بوڑھا وجود غیض و غضب کے سبب لرز رہا تھا۔ وہ جو خوف سے یکدم پیچھے ہٹی تھی۔ نظر اٹھاتے دادا اور اپنے شوہر کو دیکھا جو اسے خون آشام نگاہوں سے دیکھتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر نکل گیا تھا۔

"لے کر جاؤ اس منحوس کو یہاں سے۔۔" زرتشہ اور درخنے تیزی سے اسکی جانب لپکیں تھیں۔ جبکہ دریاب ابا صاحب کو لیے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اُسکے چہرے پر ایسا کوئی جلال یا غصہ نہیں تھا۔ مگر حیرانگی ضرور تھی۔

****

اس نے ایک چور نگاہ اٹھاتے روتی ہوئی ماں کو اور پھر خود کو ملامتی نظروں سے دیکھتی درخنے کو دیکھا۔ شکر تھا پھپھی ناشتے کے فوراً بعد ہی زرتشہ کو لے گئیں

تھیں۔ ورنہ ایک لمبا لیکچر اس نے بھی تیار کر رکھا تھا۔ بس اسے سنانے کا موقع نہ مل سکا تھا۔

چچی تم کیوں رو رہی ہو۔۔ جب دوسروں کو فرق نہیں پڑ رہا تو۔۔" درخنے نے اسے گھورتے روشینا کو دلاسہ دینا چاہا تھا۔

میں بھی یہی کہہ رہی ہوں۔۔ تھپڑ مجھے پڑنے والا تھا۔۔ پھر یہ کیوں رو رہی ہیں۔۔!" ماں نے خفگی بھری نم آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔ اور وہ بڑے دھڑلے سے انہیں دیکھتی رہی۔ اسے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔ نہ ہی دادا کے ہاتھ اٹھنے کا کوئی رنج تھا۔ وہ گئی ہی اس مقصد کے تحت تھی کہ ان سب کی خوشی میں بھنگ ڈالے گی۔ جس میں ابا صاحب کے ڈنگ مارتے جملوں نے موثر کردار ادا کیا تھا۔

تم سیدھی طرح مجھے مار دو۔۔ میں روز روز کی ذلت نہیں دیکھ سکتی مہرلہ۔۔!"

"آج ہاتھ اٹھا ہے ابا صاحب کا۔۔ کل کو۔۔

جان سے ماریں گے۔۔ تو ماردیں زندہ در گور تو پہلے ہی کر چکے جب اپنے اس نام نہاد سردار سے میری شادی کی۔۔!" وہ بھی جگہ سے اٹھتی پھنکار اٹھی۔ درخنے

نے اس بار اسے تنبیہی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ وہ اپنے لالا کی بے عزتی قطعاً نہیں سن سکتی تھی۔ "اتنا برا لگ رہا ہے تو جا سکتی ہو۔۔ میرے سامنے ہو تو سننا پڑے گا۔۔"

"کیوں سننا پڑے گا۔۔؟ تم خاناں کو بیچ میں نہیں لاؤ گی مہزلہ میں آخری بار تمہیں کہہ رہی ہوں۔۔" روشینا نے آنسو پونچھتے اسے تنبیہہ کی تھی۔ اسکی آنکھوں میں سرخی ابھرنے لگی۔

"اور میں۔۔ میرے ساتھ جو اتنا بڑا کھیل ہو گیا۔۔ آپ چاہ رہی ہیں میں گائے بن جاؤں۔۔ اور ان لوگوں کے اشاروں پر ناچتی رہوں۔۔؟ وہ آپکا سردار کہے اٹھو تو اٹھ جاؤں آپکے ابا صاحب کہیں بیٹھ جاؤ تو بیٹھ جاؤں۔۔" روشینا نے تاسف بھرے انداز میں درخنے کی جانب دیکھا تھا۔ جو بس لب بھینچے بیٹھی تھی۔

"اسے بولو درخنے دور ہو جائے میری نظروں کے سامنے سے۔۔ تماشہ بنا دیا ہے اس نے اپنا بھی اور میرا بھی۔۔!!" دوپٹے کا پلو منہ پر رکھتیں ایک بار پھر رو پڑیں۔ مہزلہ نے بے اختیار اپنی پیشانی مسلی تھی۔ اور انکی جانب قدم بڑھا گئی۔

مورے جتنا آپ آسان سمجھ رہی ہیں۔۔اتنا آسان نہیں یہ سب قبول" کرنا۔۔" کہتے کہتے اسکی آواز بھرا گئی تھی۔"میں بھی فرسٹیٹڈ ہوں۔۔کوئی روبوٹ نہیں ہوں۔۔ایک جیتی جاگتی انسان ہوں۔۔اتناسب ہونے کے بعد اگر آپ چاہ رہی ہیں کہ میں ابا صاحب کے گریٹ پوتے کی فرمانبردار بیوی بن جاؤں تو یہ ناممکن ہے۔۔!!"

تو بتاؤ کیا ہے کیا تمہارے ہاتھ میں کچھ کر سکتی ہو۔۔؟جب میں کچھ نہ کر سکی" کبھی۔۔اسی حویلی میں ایڑیاں رگڑتے بڑھاپے کو آپہنچی ہوں تو تم بھی میری ہی بیٹی ہو۔۔صبر سیکھو۔۔!"دونوں سرخ آنکھیں لیے ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں۔ مگر مہزلہ کی آنکھوں میں موجود بغاوت نے انہیں خوف زدہ کر دیا تھا۔

"میں آپکی بیٹی ضرور ہوں۔۔ مگر آپکی طرح صبر کا پتلا نہیں بنوں گی۔۔"

بس کرو زلہ۔۔! چچی آپ پلیز رونا بند کریں۔۔یہ پاگل ہو چکی ہے"درخنے" اٹھتی اسکے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ مہزلہ ایک تیز نگاہ اس پر ڈالتی پلٹنے لگی تھی مگر یکدم ہی اسے کچھ یاد آیا تھا۔

"میرے کمرے کی چابیاں کہاں ہیں۔۔؟"اس نے سیدھا ماں کو مخاطب کیا تھا۔اور درخنے کو اپنے چہرے کا رنگ اڑتا محسوس ہوا۔ جبکہ روشینا پر ایسا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"خاناں نے مانگی تھی رات کو۔۔"انہوں نے درخنے کو قصے سے ہی نکال دیا۔

"کس لیے۔۔؟"ضبط سے جبڑے بھینچتے ماں کی جانب دیکھا۔

"تمہاری حفاظت کے پیشِ نظر۔۔ایک بڑا حادثہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔۔!"مگر رات کو ان کے اصرار پر درخنے انہیں تمام قصہ گوش گزار کرواگئی تھی۔ کہ اسفندیار دروازے کے باہر انتظار میں کھڑا ہے۔بیٹی کی اس بیوقوفی پر وہ خود تو بلکل سمجھانے نہیں جاسکتی ہیں۔اسی لیے درخنے کو چابیاں تھما دی تھیں۔انہیں اس بات کا بھی خوف لاحق ہوا تھا کہ کہیں اسفندیار اسکی اس حرکت کو اپنی توہین سمجھ کر کوئی ہنگامہ نہ کردے۔۔!جس سے سراسر ان ہی کی بیٹی کا نقصان ہونا تھا۔مگر صبح سب امن پر وہ دل ہی میں مطمئن ہو گئیں تھیں۔

"!اور آپکو ___ لگتا ہے ___ وہ میرے حفاظت کرے گا۔۔"

مہزلہ۔۔۔!!! تمیز سے۔۔! آئندہ اس طرح بات کی۔۔ منہ توڑ دوں گی"

تمہارا۔۔!" اپنی جگہ سے اٹھتے تیز آواز میں ڈپٹا تھا۔ درخنے نے مہزلہ کی سرخ

ہوتی رنگت دیکھی جو تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔

****

دریاب ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہوٹل آیا تھا۔ اسے خوشحال خان سے پتا چلا

تھا۔ اسفندیار جب سے حویلی سے نکلا تھا۔ یہیں تھا۔ لابی میں سیاہوں کی

آمدورفت جاری تھی۔ وہ بائیں جانب میں بنے کاریڈور سے گزرتا اسکے آفس کی

سمت بڑھ گیا۔ باہر ہی اسے گارڈز پہرا دیتے نظر آگئے تھے۔ اسے دیکھتے ہی

انہوں نے سلام ٹھوکا تھا۔ بنا اجازت دروازہ وا کرتا اندر داخل ہو گیا۔ جہاں کا

ماحول اس وقت کافی گرم تھا۔ اسفندیار سرخ چہرہ لیے مینجر پر برس رہا تھا۔ اور وہ

سر جھکائے کھڑا تھا۔ وہ کچھ حیرت زدہ ہوتا قریب چلا آیا۔ اسفندیار نے بھی مڑ کر

اسکی جانب دیکھا تھا۔

"سب خیریت۔۔؟"

گیٹ لاسٹ۔۔!!" اپنی چیئر کی جانب بڑھتا مینجر کو جانے کا اشارہ کر گیا۔اور وہ کسی بوتل کے جن کی طرح غائب ہوا تھا۔دریاب نے مینجر کے جانے سے پہلے اسکے اڑے ہوئے تاثرات دیکھے تھے۔اور اسکے سامنے والی کرسی سنبھال گیا۔

خبیث کا بچا۔۔پہلے بھی وارن کر چکا ہوں اسے۔۔ صرف ابا صاحب کی" سفارش کی وجہ سے برداشت کر رہا ہوں۔۔"سلیوز فولڈ کرتا ٹیبل پر پڑے سگریٹ کے ڈبے سے ایک نکالتا سلگا گیا۔

"!کیا کیا ہے اس نے۔۔بتائیں تو سہی۔۔"

کچھ بگڑے ہوئے کالج کے لڑکوں کا گروپ آیا ہوا تھا۔۔منشیات پکڑی گئ" ہے۔۔بجائے اسکے کہ اسی رات ہوٹل سے دفع کرتا۔۔وارننگ دے کر چھوڑ گیا۔۔روم سروس نے صبح پھر انکے کمرے میں منشیات دیکھی ہے۔۔!"اس وقت وہ شدید غصے میں تھا۔کیونکہ اسکے دشمن اور بدنام کرنے والوں کی فہرست دوستوں کی فہرست سے لمبی تھی۔اور یہ خبر میڈیا تک پہنچتی تو بات لمبی ہو سکتی تھی۔جس سے اسکی اور ابا صاحب دونوں کی ساخت کو فرق پڑتا۔وہ تو ویسے بھی صوبائی اسمبلی میں سیٹ لے کر بیٹھے تھے۔

تواب بھی یہیں اسٹے کر رہے ہیں وہ لوگ۔۔؟" دریاب کے چہرے پر بھی اس" بار تفکر پھیلا تھا۔

اس خر کے بچے کو اسی کام پر لگایا ہے۔۔"آج وہ کافی دن بعد اپنے ریسٹ ہاؤسز" اور ہوٹلز کے دورے پر نکلا تھا۔ ورنہ پنڈی اور لاہور کی فیکٹریوں کے کاموں سے ہی سر نہیں اٹھتا تھا۔ ابھی چند دن یہیں تھا تو ان لوگوں پر بھی نظر رکھنی ضروری تھی۔

مانسہرا جاؤ گے تم کل۔۔وہاں کی صورتحال کا جائزہ لو گے اسکے بعد پنڈی کی" فیکٹری کے کھاتے دیکھو گے جا کر۔۔"گہرا کش بھرتا اسے فرداً فرداً کام گنوا رہا تھا۔ دریاب نے لب بھینچتے اسکی جانب دیکھا تھا۔

میں مانسہرا نہیں جاؤں گا۔۔ معذرت کے ساتھ۔۔!"اسفندیار کی پہلے ہی" شکن آلود تیوری پر مزید بلوں کا اضافہ ہوا تھا۔

"کیوں پردہ ہے تمہارا وہاں کے لوگوں سے۔۔؟"

"مجھے سیاست نہیں کرنی۔۔ آپ جائیں ابا صاحب کا یہ خواب بس آپ ہی پورا کر سکتے ہیں۔۔!" وہ صاف ہاتھ اٹھا گیا۔ اسفندیار سلگتا سگریٹ ایش ٹرے میں مسل گیا۔

"میں نا تمہاری گدی پکڑ کر مروڑ دوں گا میرے سامنے بکواس کی تو۔۔ یہاں پاگل بیٹھا ہوں ہر بکھیڑا سنبھالتا پھروں۔۔؟"

"جو آپ شروع کریں گے ختم بھی آپکو کرنا پڑے گا۔۔ فیکٹری دیکھ آؤں گا اسکے علاوہ اور کوئی توقع نہ رکھیں مجھ سے۔۔" اسفندیار نے اسکے صاف جواب پر لب بھینچتے نئی سگریٹ سلگائی۔

"یہ سوچ لو اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔۔ میں کچھ دن یہیں ہوں دونوں فیکٹریز دیکھو۔۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔۔" اسکے دوٹوک انداز پر وہ جبڑے بھینچے اسے گھورنے لگا۔

"کہیں کا غصہ کہیں نہ نکالیں۔۔ ہماری بات پہلے ہی ہو چکی ہے میں بزنس کے علاوہ کہیں قدم نہیں رکھوں گا۔۔" اسکے چٹختے ذومعنی لہجے پر اسفندیار کی سرخ تپی نگاہ اس پر اٹھی تھی۔ اور بھنویں سکیڑتے اسکی جانب دیکھا۔

"اچھا۔۔! تو بتانا پسند کریں گے دریاب خان کہ یہ کہاں کا غصہ ہے تاکہ میں پھر اسی پر نکالوں۔۔!"

"زلہ پر___"

"شٹ اپ۔۔۔! "اسفندیار نے زوردار ہاتھ ٹیبل پر مارا تھا۔ "نام نہ لو اس بدتمیز کا۔۔۔! "دریاب نے اسکی غصے سے رگیں تنتی دیکھی تھیں۔ "آج جو حرکت اس نے کی ہے۔۔ بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ کیوں کی ہے۔۔! "کھڑکی کے پار نظریں جماتا باہر پھیلی ہریالی گھورنے لگا۔ "سمجھ رہی ہے اس طرح ہر فرد اسکے تابع ہو جائے گا۔۔"

"ابا صاحب نے بھی کچھ کم حصہ نہیں ڈالا۔۔اور پھر ہاتھ بھی اٹھایا"

"شروعات اسکی جانب سے ہوئی تھی۔۔خاموشی سے تحفہ لے لیتی تو بات یہاں تک پہنچتی ہی نہیں۔۔اور پھر جو بکواس اس نے کی ہے___ اسکے بعد___ میں گلا دبانے کا حق رکھتا ہوں۔۔ "بھائی کی جانب دیکھتا وہ دانت پیس کر بولا تھا۔ دریاب گہری سانس بھر گیا۔

اس شادی کا یہی انجام ہونا ہے۔۔!"اس بار اسفندیار کی آنکھوں میں غصے کے" ساتھ ناگواری بھی ابھری تھی۔

یہ میں طے کروں گا۔۔اور تم اس ہمدردی کے بخار کو خود تک رکھنا ورنہ تمہارا" "!دماغ درست کردوں گا میں۔۔

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔جب وہ سارا دن بھوکی رہنے کے بعد پیٹ کی چیخوں پر بلبلاتی نیچے باورچی خانے میں چلی آئی تھی۔اس وقت وہ سیاہ رنگ کے کاٹن کے قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔جن پر سیاہ دھاگے سے ہی کڑھائی ہوئی تھی۔ہمرنگ دوپٹہ سر سے اوڑھی تھی۔پاؤں سلیپرز میں مقید تھے۔فریج سے کھانے کے باکسز نکال کر گرم کرنے لگی۔کھانے کی ٹیبل سے غائب ہونے کے دو فائدے تھے۔ایک تو ناپسندیدہ افراد کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔دوسرا تنہا سکون

سے بیٹھ کر کھایا جاتا تھا۔اور تیسری جو نئی بات اسکی فہرست میں آج سے شامل ہوئی تھی۔وہ تھیں اسفندیار کی تنبیہی نظریں۔۔!

وہ جو کل رات سے صبح تک اسے ڈانٹ ڈپٹ اور خوفزدہ کرنے کی 'کوشش' کرتا رہا تھا۔صبح سے غائب تھا یا گھر آ گیا تھا۔یا اپنی 'پہلی' بیوی کے ساتھ تھا اسے کوئی سروکار نہ تھا۔اسے بس اس بات سے مطلب تھا کہ اس سے دور رہتا۔

"اتنی دیر سے کیوں لوٹے۔۔کب سے منتظر تھی میں۔۔" ابھی اس نے کھانا شروع ہی کیا تھا۔جب کچن کے باہر کاریڈور سے اسے باتوں کی آوازیں سنائی دیں تھی۔وہ بغیر دھیان دیے واپس کھانے کی جانب متوجہ ہو گئی۔مگر آوازیں آہستہ آہستہ کلیر ہونے لگیں تھیں۔شاید جو نفوس بات کر رہے تھے وہ اب کچن کی جانب ہی آرہے تھے۔اور ان میں سے ایک تو زمدہ تھی۔تو پھر دوسرا۔۔؟

"میں بس ابھی دو منٹ۔۔" کچن میں داخل ہوتی زمدہ کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔مہرلہ نے بھی نوالہ روکتے کچن کے دروازے کی جانب دیکھا۔جہاں صبح والے کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار اور ساتھ میں زمدہ کھڑی تھی۔تینوں کی آنکھوں میں ہی تیزی سے ناگواری سمٹ آئی تھی۔اور سب سے پہلے نظر

پھیرنے والی مہزلہ ہی تھی۔ زمدہ نے لب بھینچتے اسفندیار کی جانب دیکھا۔ "آپ روم میں جائیں خان میں کھانا وہیں لے آتی ہوں۔۔" مہزلہ کو اسکے شیرینی بھرے فیک لہجے پر نظریں گھومانے کا شدت سے دل چاہا تھا۔ مگر بڑی مشکل سے خود کو روک کر رکھا۔ اس کے سامنے کیسے منہ سے پھن نکالتی تھی۔ دوغلی۔۔!

نہیں یہیں کھائیں گے۔۔!" اسفندیار سپاٹ لہجے میں کہتا سنک کی سمت بڑھ " گیا۔ زمدہ نے ایک تیز نگاہ مہزلہ پر ڈالی تھی۔ جس نے پلیٹ پر تمام توجہ رکھتے پہلو بدلا تھا۔

میں نے آج آپکے پسندیدہ ذائقہ چاول بنائے ہیں۔۔" اسفندیار کو ٹیبل کی " جانب قدم بڑھاتا دیکھ مخاطب ہوئی۔ اور کھانا گرم کرنے اسٹو کی سمت بڑھ گئی۔ مہزلہ نے سوپ کا پیالہ نزدیک کرتے غیر محسوس انداز میں اپنے بلکل سامنے بیٹھے اسفندیار کی جانب دیکھا۔ اور اسے خود کو سرخ نگاہوں سے دیکھتا پا کر اس کا دل یکدم تیزی سے دھڑکنے لگا۔ نظریں جھکاتی فوراً اپنے کھانے کی جانب

متوجہ ہو گئی۔ اسے اب گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ اس لیے کھانا جلد از جلد ختم کرنا تھا۔ زمدہ نے کھانا سلیقے سے اسفندیار کے آگے لگایا تھا۔

"قہوہ بناؤں خان۔۔؟"

نہیں کھانا کھاؤ پہلے۔۔" ایک کاٹ دار نگاہ اپنے کھانے میں لگی مہزلہ پر ڈالتا" اسے مخاطب ہوا تھا۔ لبوں پر مسکان لیے وہ اسکے برابر میں ہی بیٹھ گئی۔ دونوں ایک ہی پلیٹ میں کھا رہے تھے۔ یازمدہ نے جان کر مہزلہ کو دکھانے کے لیے اپنے لیے الگ سے کھانا نہیں نکالا تھا۔ اسے بھلا کیا فرق پڑنا تھا۔ جلدی جلدی اپنا کھانا ختم کر کے برتن اٹھاتی سنک کی جانب بڑھ گئی۔ اسفندیار کے جبڑوں میں حرکت ہوئی تھی۔

قہوہ بناؤ۔۔!" اس نے پلٹ کر مہزلہ کو مخاطب کیا تھا۔ دونوں نے بیک وقت" اسفندیار کی جانب دیکھا۔ اور اسے خود کو دیکھتا پا کر مہزلہ کی تیوری پر بل آ گئے۔

"!خان میں۔۔"

نہیں۔۔یہ بنائے گی۔۔!" اسفندیار کا لہجہ دوٹوک تھا۔ مہزلہ نے ناگواری سے اسے اور پھر زمدہ کو دیکھا جو 'جی خان' کہتی اپنی کمینگی بھری مسکراہٹ ضبط کرتی کھانے کی جانب متوجہ ہوگئی۔

مجھے نہیں آتا بنانا۔۔!" وہ بھی صفاچٹ جواب دیتی تیزی سے کچن سے باہر نکل گئی۔ اسفندیار نے کچن کے دروازے کی جانب دیکھا۔ جہاں سے وہ گزری تھی۔ اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ زمدہ بھی تیزی سے اٹھی تھی۔

خان کوئی بات نہیں میں بنادیتی ___" اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی وہ سرخ آنکھیں لیے انگلی اٹھاتا روک گیا۔

برداشت سے باہر ہوچکی بات اب۔۔!" لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ بھی باہر نکل گیا تھا۔ زمدہ ضبط کا گھونٹ بھر گئی۔ مہزلہ کی وجہ سے ان کے سکون کے چند لمحے بھی برباد ہوگئے تھے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا اسکے بعد تو اسفندیار کو اسی کے کمرے میں جانا تھا۔ دوپہر میں ہی اسکی ساس نے اسے بتادیا تھا۔ کہ تین دن اسفندیار مہزلہ کے کمرے میں رہے گا جبکہ چار دن اسکے پاس رہے گا۔ اسکا بس

نہیں چل رہا تھا۔ وہ اپنا حق مارنے والی کو جان سے مار دیتی لیکن ایک بات تھی جسکی گو نہ گو اسے تسلی تھی کہ اسفند یار اسے سخت ناپسند کرتا تھا۔

****

تیزی سے سیڑھیاں پھیلانگتی وہ فرسٹ فلور پر آئی۔ نیچے جو بم پھینک کر آئی تھی۔ وہ کسی بھی وقت بلاسٹ ہو سکتا تھا۔ اور اسکے بلاسٹ ہونے سے پہلے اسے اپنے کمرے میں پہنچنا تھا۔ ہال سے گزر کر دائیں جانب کاریڈور میں آگے بڑھ ہی رہی تھی کہ کسی نے اسکا بازو شکنجے میں لیتے پیچھے کی جانب گھسیٹا تھا۔ اس اچانک افتاد پر بوکھلاتی نوارد کا بازو تھام گئی۔ لیکن سامنے پر جلال چہرہ لیے کھڑے اسفند یار کو دیکھ حواس میں لوٹتی فوراً اسکے بازو سے ہاتھ ہٹا گئی۔ البتہ اسکی حرکت پر سہم ضرور گئی تھی۔

تم نے آج میرے ضبط کو ضرورت سے زیادہ آزما لیا ہے۔۔!!" اسکی دھیمی" مگر سرد آواز مہزلہ کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی دوڑا گئی۔

مم۔۔میں نے۔۔؟ میں نے تو کچھ۔۔ نہیں کیا۔۔ بات تک نہیں کی آپ" سے۔۔" لب تر کرتے اپنا بازو اسکی آہنی گرفت سے نکالنا چاہا مگر وہ گھسیٹتا ہوا

کمرے کی جانب بڑھ گیا۔اپنے پرسنل مسئلے وہ بند دروازوں کے پیچھے سلجھانے کا عادی تھی۔

کیا کررہے ہیں۔۔ چھوڑیں میرا ہاتھ۔۔تکلیف ہو____"لڑکھڑاتے قدموں" کے ساتھ بمشکل بولتی اسکے ساتھ گھسٹتی کمرے میں آگئی تھی۔جب اسفندیار نے پوری قوت سے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا۔

شٹ اپ___!!!"اسکی دھاڑ پر وہ بے ساختہ پیچھے ہوتی دروازے سے چپک" گئی۔اسفندیار کا انگارہ ہوتا چہرہ نجانے کیوں اسکی ٹانگوں سے جان نکالنے لگا تھا۔جبکہ ماتھے پر پسینہ الگ جمع ہونے لگا۔"تم نے توہین کی ہے میری۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی کسی تیسرے کے سامنے مجھے انکار کرنے کی۔۔!!"وہ غیض سے پاگل ہوتا اسکی جانب بڑھا تھا۔اور بری طرح جھنجھوڑ گیا۔زندگی میں پہلی بار کسی نے منہ پر انکار کیا تھا اسے۔وہ بھی کس نے۔۔؟اسکی اپنی بیوی نے۔۔!!مہزلہ نے سفید پڑتے اسکی گرفت اپنے بازوؤں سے ہٹانی چاہی تھی۔"بولو جواب دو۔۔!!"

"مم۔۔میں نے ایسا نہیں کیا۔۔ج۔۔مجھے واقعی بنانا نہیں آتا۔۔"

شٹ اپ۔۔!!"اسے چھوڑتا دور ہوا تھا۔اور بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔یہ جو ہو رہا تھا اسکی برداشت سے باہر تھا۔اور بات قہوے کی تو تھی ہی نہیں۔۔بات تو 'منہ کالا' کرانے کی تھی۔۔ہاں ساری بات ہی یہی تھی۔۔۔!! جو صبح سے اسکو پاگل کر رہی تھی۔

تم نے کیا سوچ کر صبح سب کے سامنے میری تذلیل کروائی مجھے یہ" بتاؤ۔۔!!"وہ پھر اسکی جانب بڑھا تھا۔اور وہ بنا پلک جھپکائے اسے دیکھتی رہی۔

بولو۔۔!!"وہ دھاڑا تھا۔اور مہزلہ چونکتی سرخ آنکھوں سے دیکھنے لگی۔"

وہ میرا پرسنل معاملہ ہے۔۔میں نے آپکو مخاطب بھی نہیں کیا تھا صبح۔۔وہ میرا" اور ابا___"

کچھ پرسنل نہیں تمہارا۔۔تم سردار اسفندیار کی بیوی ہو۔۔یاد رکھو اس بات" کو۔۔"اسکی بات کاٹتا ایک بار پھر پھنکارا اٹھا۔"صبح تم نے اپنی نہیں میری بے عزتی میری توہین کروائی۔۔اور اگر آئندہ ایسا ہوا یا تمہارے منہ پر دوبارہ ایسے نازیبا الفاظ آئے۔۔۔آگے تم سمجھدار ہو۔۔"وہ آگے مزید نہیں بولا تھا۔مزید بولنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔مہزلہ اسکے چہرے سے اسکے جلال سے

اندازہ لگا گئی تھی۔ کہ کیا قیامت مچا چکی تھی وہ۔اسفند یار مزید کچھ کہے بغیر اسے ایک جانب کرتا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ مہرلہ چند لمحے اپنی سن ہوتی ٹانگوں سے وہیں کھڑی رہی اور پھر پھرتی سے دروازہ لاک کیا تھا۔اس شخص کا کوئی بھروسہ نہیں تھا دوبارہ اپنی بھڑاس نکالنے آجاتا۔انہوں نے زندگی میں کبھی اتنی بات نہیں کی تھی اتنی ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ جتنا دو دن میں ٹکراؤ ہو چکا تھا۔

یا میرے اللہ۔۔ تیری گناہگار بندی ہوں مگر ایسا بھی کچھ نہیں کیا جو یہ سب" ہو رہا ہے میرے ساتھ۔۔!" بیڈ پر بیٹھتی سر تھام گئی۔اسے تائی نے کڑک الفاظ میں بتا دیا تھا کہ انکا بیٹا اسکے کمرے میں کتنے دن رہے گا اور زمدہ کے کمرے میں کتنے دن۔اگر ماں سامنے نہ ہوتی یقیناً وہ کڑکتا بھڑکتا جواب ضرور دیتی۔ لیکن ماں پہلے ہی خفا تھی اسلیے یہ زہر کی گولی اس نے خود میں اتار لی تھی۔ پھر ساری رات وہ جاگتی رہی تھی مگر اسفند یار واپس نہیں لوٹا تھا۔اور بلآخر وہ سکھ کا سانس بھرتی فجر کے بعد اپنے بیڈ پر سو گئی تھی۔

****

ان کی پڑھائی شروع ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ درخنے کالج جا رہی تھی مگر اس نے کتابیں کھول کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ خود کو واقعی مار چکی تھی۔ جب اسے مرنا ہی اس حویلی میں تھا۔ جب وہ یہاں سے کبھی نکل ہی نہیں سکتی تھی تو کس لیے اپنے پروں کو پھیلاتی نئے خواب بُنتی۔۔؟

اسفندیار اور اسکی بات اس رات کے بعد دوبارہ نہیں ہوئی تھی۔ اس واقعے کو گزرے بھی دو ہفتے گزر چکے تھے۔ وہ تین دن صوفے پر سوتی تھی جبکہ چار دن بیڈ پر۔ کیونکہ اسفندیار ان تین دنوں میں آتا ضرور تھا۔ چاہے رات گئے آتا۔ اور خاموشی سے اسکو مخاطب کیے بنا سو جاتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر اب جیسے یہ روٹین سیٹ ہو چکی تھی۔ صبح نہا دھو کر فریش ہو کر بغیر اسکی شکل دیکھے نکل جاتا تھا۔ یہ جیسے اسکی انا اور غیرت کا مسئلہ بن چکا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ بھی صرف اس پر اور گھر والوں پر ثابت کر رہا تھا کہ جو بھی ہو جاتا اسے رہنا اسکی بیوی ہی تھا۔ مہزلہ نے دو تین دن پہلے ہی ٹیبل پر دوبارہ بیٹھنا شروع کیا تھا۔ ایک تو ابا صاحب پیشاور گئے ہوئے تھے دوسرا اسفندیار بھی کھانے پر غائب ہی ہوتا تھا۔ تیسرا اسکی ماں کی یہی آرزو تھی۔ زمدہ

اور تائی کی فضولیات پر اس نے کبھی کان نہ دھرے تھے۔ کیونکہ زمدہ بی بی میں ایک انسیکیور بیوی کی روح گھسی تھی۔ جو بس اپنے شوہر کی محبت اس پر ثابت کرنے میں لگی رہتی تھی۔ جیسے وہ سن کر غم سے مر جائے گی۔ اب وہ اسکی اس غلط فہمی کو دور کرنے سے رہی تھی۔ کیونکہ اس نے بھی محتاط انداز اختیار کر لیا تھا۔ اسفندیار سے بچ کر رہنا تھا تو اسے یا اپنی شادی شدہ زندگی کو وہ کسی سے بھی ڈسکس کرنے کی مجاز نہیں تھی۔

اور بھلا اسے ضرورت ہی کیا تھی کسی سے اپنے رشتے کے بارے میں کچھ کہنے کی۔۔؟ اسکے اپنے غم کم تھے کیا۔۔؟ درخنے روز اسے کالج کا حال سناتی تھی۔ اور وہ بہری ہو جاتی۔ اس نے اپنے خوابوں کو خود مار دیا تھا۔ وہ جو اس قفس زدہ پنجرے سے سب سے پہلے نکلنا چاہتی تھی۔ اب موت تک اسی پنجرے کی مکین ہو گئی تھی۔

حویلی کے مین گیٹ سے اسفندیار کی ریو کے ساتھ دو گاڑیاں اور داخل ہوئیں تھیں۔ ایک نظر رسٹ واچ میں دیکھا جہاں دن کے دو بج رہے تھے۔ وہ ابھی ڈیرے سے لوٹا تھا۔ گارڈ کے دروازہ کھولنے پر باہر نکلتے پیچھے ڈرائیو وے پر رکتی

دوسری کار کو دیکھا۔ جس میں سے براؤن شال میں ملبوس کندھے پر بیگ ڈالی درخنے برآمد ہوئی تھی۔ اس نے بے ارادہ ہی دوسری جانب کے دروازے کو دیکھا تھا مگر وہاں سے کوئی برآمد نہیں ہوا تھا۔

اسلام وعلیکم لالا۔۔! "درخنے نے اسکے نزدیک آتے سلام کیا تھا۔ وہ نظریں" پھیرتا اسکی جانب متوجہ ہو گیا۔

وعلیکم اسلام۔۔ اکیلی گئیں تھیں آج۔۔؟"اسے ساتھ لیے آگے بڑھ" گیا۔ درخنے نے کچھ چونکتے اسکی جانب دیکھا۔

میں تو روز اکیلی جاتی ہوں اب۔۔!"اسفندیار کی تیوری پر ناسمجھی سے بل سمٹ" آئے۔

"کیا مطلب۔۔ وہ کہاں ہے۔۔؟"

وہ تو نہیں جاتی اب۔۔ اس نے پڑھائی چھوڑ دی ہے۔۔!"مدھم آواز میں کہتی" سر جھکا گئی۔ اسفندیار ایک پل کے لیے ٹھٹھک گیا۔"آپ کو بتایا نہیں اس نے۔۔؟"اس نے نظر اٹھاتے بھائی کو دیکھا تھا۔ وہ لب بھینچ گیا۔

اسے تو بڑا جنون تھا۔۔مجھے تو سننے میں آیا تھا تم بھی اسی کی وجہ سے پڑھ رہی ہو۔۔"اسکے خشمگین لہجے پر وہ افسردہ سی مسکرادی۔

ہاں مگراب وہ کہتی ہے اب نہیں پڑھنا۔۔!"اسفندیار سوچوں میں الجھا اسکے ساتھ حویلی میں داخل ہو گیا تھا۔لاؤنج میں ہی اسکی بیوی اور ماں بیٹھیں تھیں۔

آؤ خاناں۔۔ صحیح وقت پر آئے ہو۔۔بس کھانا ہی لگوا رہے تھے۔۔!"درخنے وہیں تھک ہار کر لاؤنج میں بیٹھ گئی تھی۔

میں کپڑے نکال دیتی ہوں۔۔پہلے آپ فریش ہو جائیں۔۔!"زمدہ نے جگہ سے اٹھتے کہا تھا۔مگر وہ واپس بیٹھنے کا اشارہ کر گیا۔

تم کھانا لگواؤ۔۔میں آرہا ہوں۔۔"سرسری کہتا سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔آج کل وہ زمدہ اور اپنے کمرے میں رہائش پزیر تھا۔مگر اس وقت اسکے قدم مہزلہ کے کمرے کی سمت تھے۔کمرے کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ ناک کرنے کا سوچا تھا مگر پھر خود ہی سر جھٹکتا ہینڈل گھما کر اندر داخل ہو گیا۔مگر خالی کمرے نے اسکا استقبال کیا تھا۔صاف ستھرا کمرا بیڈ بنا ہوا تھا۔پردے کھڑکیوں پر ڈھلکے تھے۔باتھ روم سے بھی کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔

وہ ارادہ بدلتا واشروم کی سمت بڑھ گیا۔ یہ کمرا اسکے کمرے کا آدھا تھا۔ باتھ روم کا بھی یہی حال تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر مہزلہ کے ہی سفید ٹاول سے منہ پونچھتا باہر نکل آیا۔ نجانے کہاں تھی وہ۔ بیڈ پر ٹاول پھینکتا پلٹ ہی رہا تھا کہ اسی پل مہرون رنگ کے قمیض شلوار پر ہم رنگ شیفون کا دوپٹہ اوڑھی مہزلہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اور اسے کمرے میں موجود دیکھ ایک پل کے لیے ٹھٹھکتی فوراً سر پر دوپٹہ لے گئی۔

یہاں کیا کر رہے ہیں آپ۔۔؟" اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ اسفندیار جو" اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکے سوال پر بھنویں جڑ گئیں۔

کیا مطلب۔۔؟" مہزلہ نے ایک نظر اسکے عقب میں بیڈ پر پڑے اپنے تولیے کو" دیکھ اسے گھورا۔

آپ شاید دن بھول گئے ہیں۔۔" اس نے لہجے کو سرسری ہی رکھا"

تھا۔ اسفندیار آنکھیں چھوٹی کرتا اسکی جانب قدم بڑھا گیا۔ وہ بخوبی سمجھ رہا تھا وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی۔

کیوں آج ایسا کیا ہے جو یاد رکھنا تھا مجھے۔۔؟" اسے اپنی سمت آتا دیکھ اپنی جگہ جمی رہی جبکہ اسکے جان کر انجان بننے پر اس بار اسکی بھنویں سکڑیں تھی۔

"میرے کمرے میں صرف تین دن آنے کی اجازت ہے آپکو۔۔!" وہ بھلا کہاں جلیبی جیسی باتیں برداشت کرتی تھی۔اور اسے کیوں برداشت کرتی۔۔؟اسفندیار اس سے ایک قدم کے فاصلے پر آکر ٹھہر گیا۔اسکے کلون کی صندلی مہک مہزلہ کو اپنے حصار میں لے گئی تھی۔اسکا شدت سے دل چاہا تھا ایک قدم پیچھے لیتی مگر اس طرح اس شخص کو مزید شیر بننے کا موقع ملتا۔۔!

"ہونہہ۔۔!اجازت۔۔!یہ دن طے ہی میں نے کیے ہیں مہزلہ بی بی۔۔میں چاہوں تو پورا ہفتہ کیا مہینہ بھی یہاں گزار سکتا ہوں۔۔اسکے لیے مجھے نہ تمہاری اجازت کی ضرورت ہے نہ ہی کسی اور کی سمجھ آئی۔۔!" اسکے تمسخر بھرے مغرور لہجے پر اسکے اندر تک کڑواہٹ پھیل گئی۔کیونکہ سامنے کھڑا منحوس شخص سچ کہہ رہا تھا۔

"__ کر کے دیکھ لیں۔۔آپکی پہلی بیوی کی موت واقع"

شٹ اپ۔۔! زبان سنبھال کر بات کیا کرو۔۔"آنکھوں میں ناگواری لیے" اسے جھڑکا تھا۔ مہزلہ طنزیہ اسے دیکھتی آنکھیں گھوما گئی۔"اگر آپ کا اس کمرے کو اپنی موجودگی کا شرف بخشنے کا شوق پورا ہو گیا ہو تو کیا میں آرام کر سکتی ہوں تھوڑی دیر۔۔؟" لہجے کو انتہائی مہذب رکھتے بڑے بدلحاظ انداز میں پوچھا تھا۔اسفندیار اسے خشمگین نگاہوں سے دیکھتا کلائی تھام گیا۔ مہزلہ نے سٹپٹا کر اسکے ہاتھ کو اور پھر اسے دیکھا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔۔؟"

کیوں۔۔ شرف بخشنے آیا ہوں تو ایسے تو واپس نہیں جاؤں گا نا۔۔!"اسکے گھمبیر" معنی خیز لہجے پر وہ پل میں زرد پڑی تھی۔ ساری طراری ہوا ہونے
"_لگی۔"مم۔۔ میرا یہ مطلب نہی

اچھا پھر اس چلتی زبان کو اتنا بے قابو کیوں چھوڑے رکھتی ہو۔۔"دانت پیستے" اسکی کلائی مسلتا موڑ کر کمر سے لگا گیا۔ مہزلہ یکدم ہی تڑپ اٹھی تھی۔ کیونکہ اسکی جھلسی ہوئی کلائی جس پر کل گرم پانی بھی گر گیا تھا۔ وہ ہی اسفندیار نے مسل دی تھی۔ اسکے چہرے پر اذیت تاثرات دیکھ اسفندیار نے پیشانی پر سلوٹیں لیے

ہاتھ میں موجود اسکی کلائی اسکے عقب سے نکالتے سامنے کی تھی۔ جہاں آستین کے نیچے سے سفید اور گلابی دھبے جھانک رہے تھے۔ وہ ایک پل کے لیے حیرت زدہ رہ گیا۔ اور اسی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن اسکی آستین اونچی کر ہی رہا تھا۔ کہ مہزلہ نے تڑپ کر اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا تھا۔ اور دور ہوتی دوپٹے میں چھپا گئی۔

کیا ہے یہ۔۔؟ کیسے نشان ہیں یہ۔۔؟" اسکے سخت لہجے پر وہ آنکھوں میں آئی نمی "پیچھے دھکیلتی اسے گھورنے لگی۔

اٹس نن آف یور بزنس۔۔۔!" اسفندیار چند لمحے اسے یونہی گھورتا رہا۔ مگر صحیح "!! تو کہہ رہی تھی چڑیل۔ اسے کیا۔۔

درخنے آئندہ کالج اکیلی نہ جائے۔۔۔!" وہ جس کام سے آیا تھا اسی مدعے پر آنا" بہتر تھا۔ اور مہزلہ نے ناسمجھی سے اسکی سمت دیکھا تھا۔ جیسے سمجھ نہ سکی ہو۔۔

کیا مطلب۔۔؟ آج آپکی فوج کیا لینے نہیں گئی اسے اور اگر نہیں بھی گئی تو اس" "بات سے میرا کوئی لینا دینا نہیں۔۔

تم کل سے اسکے ساتھ کالج جاؤ گی۔۔!"اس بار اسفندیار کا لہجہ تحکم آمیز" تھا۔مہزلہ پہلے تو ٹھٹھکی تھی مگر اگلے پل چہرے پر ناگواری چھانے لگی۔

"میں کالج چھوڑ۔۔"

میں نہیں جانتا۔۔! میں نے کہا ہے درخنے اکیلی نہیں جائے گی۔۔!!"اسکے" حاکمانہ انداز پر وہ بل کھاتی اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

تو اس سے میرا لینا دینا نہیں۔۔وہ آپ کی بہن ہے۔۔!"اسفندیار نے اسکی" سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھا تھا۔اور سختی سے جبڑے بھینچ گیا۔

صحیح۔۔! پھر کل سے درخنے بھی نہیں جائے گی۔۔!"اتنا کہتا وہ دروازے کی" سمت بڑھ گیا تھا۔جبکہ مہزلہ ایک پل کے لیے شاک سے کنگ کھڑی رہ گئی۔کیا کہا تھا اس نے ابھی ابھی۔۔؟ مہزلہ فوراً پلٹی تھی۔

یہ۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔؟ وہ کیوں نہیں جائے گی۔۔؟"وہ اپنی بہن" جیسی دوست کے لیے ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خود مر رہی ہو تو اسے بھی اسی کنویں میں پھینک دے۔وہ بھی وہ جو ہر قدم پر اسکے ساتھ ہوتی تھی۔مگر اسفندیار کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔وہ بھی تیزی سے اسکے پیچھے لپکی تھی۔

صحیح۔۔! پھر کل سے درخنے بھی نہیں جائے گی۔۔!" اتنا کہتا وہ دروازے کی" سمت بڑھ گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ ایک پل کے لیے شاک سے کنگ کھڑی رہ گئ۔ کیا کہا تھا اس نے ابھی ابھی۔۔؟ مہزلہ فوراً پلٹی تھی۔

یہ۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔؟ وہ کیوں نہیں جائے گی۔۔؟" وہ اپنی بہن" جیسی دوست کے لیے ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خود مر رہی ہو تو اسے بھی اسی کنویں میں پھینک دے۔ وہ بھی وہ جو ہر قدم پر اسکے ساتھ ہوتی تھی۔ مگر اسفندیار کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ بھی تیزی سے اسکے پیچھے لپکی تھی۔

میں آپ سے کہہ رہی ہوں۔۔ آپ سن کیوں نہیں رہے۔۔؟" تیز قدموں" سے اسکے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

تمہارا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔۔ یہی کہا تھا نا ابھی کچھ دیر پہلے۔۔؟" سرد" لہجے میں کہتا کاریڈور کراس کر کے حال کی جانب بڑھ گیا۔

مگر اسکا یہ مطلب نہیں آپ اسکے ساتھ غلط کریں۔۔!" اس سے پہلے کہ " سیڑھیوں کی سمت بڑھتا وہ بے اختیار اسکی آستین تھام گئی۔اسفندیار کے قدم یکدم ہی تھمے تھے۔اور اپنی آستین پر اسکا دودھیا ہاتھ دیکھتا پلٹا تھا۔مہزلہ سرخ انگارہ آنکھیں لیے اسے گھور رہی تھی۔

میں نے اگر کالج چھوڑا ہے تو اسکا در خنے سے کیا لینا دینا۔۔وہ کیوں چھوڑے گی" کالج۔۔؟" اسکا ہاتھ اب بھی اسکی آستین پر تھا جیسے اگر وہ پکڑی نہ ہوتی یہ بھاگ جاتا۔اسفندیار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا تھا۔

تم نے کالج چھوڑ دیا۔۔؟ جسے خبط تھا میڈیسن جوائن کرنے کا۔۔ہے" نا۔۔" مہزلہ اسکی آستین چھوڑتی دونوں ہاتھ مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

یہ آپکا مسئلہ نہیں میرا خبط تھا ختم ہو گیا۔۔بس اب نہیں پڑھنا مجھے۔۔!!" وہ" اس ظالم شخص پر قطعاً اپنا آپ نہیں کھول سکتی تھی۔جسے محسوس کرتا وہ لب بھینچ گیا۔

پھر میں اپنی بہن کے لیے جو چاہے فیصلہ لوں یہ بھی تمہارا مسئلہ نہیں۔۔"اور" اسے ایک بار پھر پلٹتے دیکھ مہزلہ کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔اس گھر کے مردوں کے سفاک فیصلوں سے بھلا کون واقف نہ تھا۔؟

آپ اس کے ساتھ ایسا نہیں کریں گے۔۔"اس بار آستین سے ڈھکی اسکی" مضبوط کلائی پکڑی تھی۔اسفندیار نے ہلکا سا جھٹکا دے کر چھڑانی چاہی مگر اس نے نہ چھوڑی۔

میں اپنی بہن کو اکیلے نہیں بھیج سکتا۔۔بات یہاں آکر ختم ہو جاتی ہے۔۔گھر کی" دو لڑکیاں ساتھ تھیں تو ہم بے فکر رہتے تھے۔۔مگر اب ہر گز نہیں۔۔"اسکا لہجہ کسی بھی رعایت سے عاری تھی۔اسکی آنکھوں میں غصے کے ساتھ نمی بھی ابھرنے لگی۔

بہن پر بھروسہ نہیں تمہیں۔۔کیسے بھائی ہو تم۔۔"اور یہ آپ سے تم پر آنا" اسکے بے پناہ غصے و بے بسی کی علامت تھی جسے وہ چند دنوں میں ہی سمجھ گیا تھا۔اسفندیار نے اسے خشمگین نگاہوں سے گھورا۔

"بہن پر ہے زمانے پر نہیں۔۔اور تمیز سے بات کرو۔۔"

"اچھا۔۔۔!!ورنہ۔۔ورنہ کیا کرو گے۔۔؟"

"مہزلہ۔۔!میں آخری بار وارن کر رہا ہوں۔۔"

نہیں کروں گی۔۔۔"اس کی خشمگین نگاہوں میں اپنی سرخ بے خوف" آنکھیں ڈالی پھنکاری تھی۔اسی پل سیڑھیاں چڑھتا کوئی اوپر آیا تھا۔دونوں نے بیک وقت نوارد کو دیکھا۔جہاں سیڑھیوں کے کنارے پر کھڑی زمدہ نے ٹھٹھک کر سامنے منظر دیکھا تھا۔مہزلہ اسفندیار کی آستین تھامے راستے میں روک کر کھڑی تھی۔جبکہ اسکے شوہر کے چہرے پر بڑے سخت تاثرات تھے۔اور زمدہ کی نگاہیں اپنے ہاتھوں پر پتھرائی دیکھ مہزلہ کو اپنی کوتاہی کا احساس ہوا تھا۔اور تڑپ کر اسفندیار کی آستین چھوڑی تھی۔

خان میں۔۔آپکو۔۔بلانے آئی تھی۔۔کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔"ایک کاٹ دار" نگاہ مہزلہ کے خفت سے سرخ ہوتے چہرے پر ڈالتے دھیمے لہجے میں اسے مخاطب ہوئی تھی۔

آرہا تھا۔۔ مگر اس نے روک لیا۔۔ چلو اب۔۔"خود کو پر جلال نگاہوں سے"
گھورتی مہرزلہ پر معنی خیز نگاہ ڈالتا زمدہ کے ساتھ سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔البتہ
اسکی بات پر دونوں ہی بری طرح بل کھا گئیں تھیں۔

****

آج جرگے میں سردار اسفندیار خان کا پہلا فیصلہ سنایا گیا تھا۔معاملہ زمین پر دو
بھائیوں کی لڑائی کا تھا۔جو سالوں سے چلا آرہا تھا۔ایک بھائی کئی سال پہلے اپنا
حصہ رقم کی صورت لینے کے بعد دو سال پہلے پھر چلا آیا تھا۔اب چونکہ زمینوں
کی قیمت کئی گنا بڑھ چکی تھی۔اس لیے بڑا بھائی اپنا حصہ زمین کی صورت مانگنے آیا
تھا۔اور چھوٹے بھائی کے گھر میں گھس کر ادھم بھی مچا چکا تھا۔چھوٹا بھائی بڑے
کے مقابلے میں اب بھی غریب تھا سوائے زمین کے اسکے پاس اور کچھ نہ
تھا۔یہی فریاد لے کر وہ ایک بار پھر جرگے میں چلا آیا تھا۔گزشتہ دو سال سے
اسکے معاملے کو التواء میں ڈالا ہوا تھا۔جس کی بنا پر وہ کچھ نہ کچھ رقم اپنی فصل سے
بڑے بھائی کو دیتا تھا۔

اسفندیار نے تمام معاملہ سنا تھا۔ ابا صاحب بھی واپس آچکے تھے۔ وہ اور دریاب بھی ڈیرے پر اسی کے ساتھ تھے۔ باقی جرگے کے اہم ارکان بھی موجود تھے۔ ساتھ ہی عوام بھی خاصی تعداد میں جمع تھی۔ اس نے دونوں بھائیوں کے حلیے دیکھے تھے۔ بڑا برڑے ورق دم کپڑوں میں تھا۔ واسکٹ بھی پہنا تھا۔ پیروں میں نئی چپل بھی تھی۔ جبکہ چھوٹا اسکے برعکس صاف ستھرے مگر پرانے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ صحت بھی بڑے کے مقابلے میں کمزور تھی۔ جرگے کے باقی افراد پر اس نے ایک ناگوار نگاہ ڈالی تھی۔ پچھلے ایک ہفتے کی سنوائی کے بعد آج بلآخر فیصلے کا وقت تھا۔۔!

"اس معاملے کو دو سال تک کیوں لٹکا کر رکھا گیا۔۔ جرگہ مجھے جواب دے گا۔۔۔!" اسکی بھاری کرخت آواز ڈیرے کے وسیع و عریض صحن میں ابھری تھی۔ "اور یہ شخص جو کہ کلیم اللہ کا بڑا بھائی ہے پچھلے دو سال میں جتنی رقم اس نے کلیم اللہ سے اسکی فصل کی کمائی میں سے لی ہے۔۔! اس سے دگنی اسے لوٹائے گا۔۔!" یکدم ہی مجمعے میں ہلچل ہوئی تھی۔ سب ہی حیرت زدہ ہوتے ایک دوسرے کو آہستہ آوازوں میں مخاطب کرنے لگے تھے۔ بے چینی تو جرگے

کے باقی نمائندوں میں بھی ہوئی تھی۔ دریاب نے واضح ابا صاحب کو ناگواری سے پہلو بدلتے دیکھا تھا۔ مگر اسفندیار نے اپنی بات جاری رکھی۔

"زمین کلیم اللہ کی تھی اور صرف اسی کی رہے گی۔۔ سلیم اللہ اپنا حصہ آج سے آٹھ سال پہلے رقم کے عوض لے چکا ہے۔۔ اگر یہ شخص آئندہ کلیم اللہ کی زمین کے یا گھر کے احاطے میں نظر آیا۔۔ کلیم اللہ کو اسے مارنے کا پورا اختیار حاصل ہے۔۔!!" اسکے بے لچک انداز پر اس بار مجمعے کو سانپ سونگ گیا تھا۔ جبکہ کلیم اللہ روتا ہوا اسفندیار کے قدموں میں آگرا۔۔

ڈیر منانا سردار صاحب۔۔ ڈیر منانا۔۔!!" خوشحال خان نے فوراً اسے دور کیا" تھا۔ جبکہ سلیم اللہ شدید غصے سے اسفندیار کو دیکھ رہا تھا۔

"سردار صاب۔۔ یہ صحیح نہیں کر رہا تم۔۔!! یہ ناانصافی ہے۔۔ خاں صاب آپ کچھ نہیں کہے گا اس ناانصافی پر۔۔" سلیم اللہ بیچ میں آتا چیخ اٹھا۔ اسکی بلند ہوتی آواز پر اسفندیار پر جلال چہرہ لیے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ ابا صاحب اور دریاب بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

باہر پھنکواؤاسے۔۔!"اسفندیار کے حکم پر گارڈز چیختے ہوئے سلیم اللہ کو اسکے افراد سمیت باہر لے گئے تھے۔مجمع چھٹنے لگا تھا۔وہ تینوں ہی گارڈز کی ہمراہی میں اپنی اپنی گاڑیوں کی سمت بڑھ گئے تھے۔مگر ابا صاحب نے جرگے کے باقی ارکان کے چہروں کے تاثرات بخوبی دیکھے تھے۔

یہ کیا کیا خاناں تم نے۔۔؟"ابا صاحب مزید ضبط نہ کر سکے اور حویلی میں قدم" رکھتے ہی اس سے پوچھا تھا۔اسفندیار نے کندھوں سے شال ہٹاتے ماں کو دی تھی۔جو لاؤنج میں ہی ان کی منتظر بیٹھی تھی۔مہزلہ درخنے کے ساتھ ہی مرد حضرات کی آمد کا سن کر میڈیا روم سے نکلی تھی۔یہ موقع انہیں ابا صاحب کی غیر موجودگی میں ہی ملتا تھا۔مگر اس پل سب ہی ابا صاحب کے لہجے پر ٹھٹھک گئے تھے۔آج سورج آخر کہاں سے نکلا تھا۔۔؟ابا صاحب وہ بھی اپنے چہیتے شہزادے سے خفا تھے۔۔؟

وہ کیا ہے جو دو سال پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔۔"پرسکون لہجے میں کہتا ابا صاحب" کو اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا گیا۔زمدہ بھی ساس کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔اسے معلوم تھا آج سے جرگے کے فیصلے اسکا خان کرنے والا تھا۔

"سلیم اللہ اتنا نا جائز بات نہیں کر رہا تھا۔۔ تمہیں بیچ کا راہ نکالنا چاہیے تھا۔۔"

جو دوزخ کی طرف جاتا ہے۔۔؟"اس بار اسفند یار نے بڑے ضبط سے کہا"

تھا۔ ابا صاحب نے لب بھینچتے تائی تبانا اور زمدہ کی جانب دیکھا۔ اور چیخ اٹھے۔

"!! تم زنانہ لوگ کا کیا کام۔۔ جاؤ کام کرو اپنا۔۔۔"

پتلی گلی سے نکل لو کبھی ہماری باری بھی آجائے۔۔!"اسفند یار اور ابا صاحب"

کو بحث کرتا دیکھ درخنے نے سرگوشی کی تھی۔ جس سے متفق ہوتی وہ واقعی آگے

بڑھ گئی تھی۔ مگر تائی کی تیز آواز پر رکنا بھی پڑا۔

تم کیا اس کے ساتھ چپکا رہتی ہو۔۔ اور کوئی کام نہیں۔۔ اور تم جاؤ ابا صاحب"

اور خاناں کو چائے دو۔۔!"بیٹی کو ڈانٹ کر مہزلہ کو حکم دیتیں اپنے کمرے کی

جانب بڑھ گئیں۔

سلیم اللہ گل بینا کا سالی کا داماد ہے خاناں۔۔ اور تم جانتا ہے اسکا باپ نے کتنا"

"الیکشن میں کام کیا تھا ہمارا ساتھ۔۔

اب رشتے داریاں دیکھ کر فیصلے تو کرنے سے رہا میں۔۔اچھا ہوا یہ بات پہلے نہیں بتائی آپ نے ورنہ اور سخت اقدام لینا پڑتا۔۔!"ابا صاحب نے پوتے کے مسکراتے لہجے پر گھورا تھا۔

"یہ حرکت نہ کرو خاناں تم نے الگ جرگے کا باقی افراد کے پیچھے پھلجڑی لگا دیا۔۔"ان کی نئی شکایت پر اسفندیار کے چہرے پر سختی پھیلنے لگی۔"وہ خبیث کے بچے ہیں سب کے سب۔۔ہماری ساخت خراب کر رہے ہیں ذرا ذرا سے لقموں کے لیے۔۔جواب میں قطعاً نہیں ہونے دوں گا۔۔پورے صوبے میں جہاں ہم قدم جما رہے ہیں۔۔اپنے ہی شہر میں نام خراب کر لیں۔۔پھر فائدہ جب ہم اپنے لوگوں کے مسائل بھی حل نہ کر سکیں تو۔۔"ابا صاحب پوتے کی باتوں سے خوش تو بہت ہوئے تھے مگر باقی سرداروں کو اپنے خلاف بھی نہیں کر سکتے تھے۔لیکن اس وقت انہوں نے خاموشی اختیار کرنی بہتر سمجھی تھی۔وہ دونوں سیاست سے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے۔جب مہزلہ نے ان کے آگے چائے کی ٹرے لا کر رکھی تھی۔اسفندیار نے ایک نظر مسٹرڈ کلر کا دوپٹہ سر سے اوڑھی اس لڑکی پر ڈالی تھی۔دو دن پہلے ہوئے ٹاکرے کے بعد وہ اسے اب نظر

آئی تھی۔ آج اسے اسی کے کمرے میں ٹھہرنا تھا۔ اسے اچھے سے دن یاد تھے۔ جبکہ ابا صاحب نے اسے دیکھ کر ہنکار بھرا تھا۔

"کیا خالی میدوں میں چائے اتروا رہے ہو۔۔ کچھ کھانا بھی بنایا ہے یا نہیں۔۔!" ابا صاحب کی ناگواری سے پر آواز پر مہزلہ لب بھینچتی واپس اٹھ ہی رہی تھی۔ جب اسفندیار نے اسے روکا تھا۔

"چائے بناؤ میری۔۔!" مہزلہ نظریں جھکائے کام میں لگ گئی۔ جبکہ باورچی خانے سے ملازمہ ابا صاحب کے لیے ناشتے سے سجی ٹرے لے آئی تھی۔

"شوگر۔۔؟"

"اپنے شوہر کی چائے تک بنانی نہیں آتی۔۔۔ تبانا سے بولو۔۔ کچھ سکھائے اسے۔۔!" ابا صاحب اب اپنی جھنجھلاہٹ اس پر نکال رہے تھے۔ اور اسکا رنگ سرخ پڑتا جا رہا تھا۔ مگر اس نے ایک بار بھی دونوں میں سے ایک کی جانب بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی اسکی تائی کتنی چال باز تھی اس نے جان کر اسے چائے دینے کو کہا تھا۔

ایک چمچہ۔۔!" مگر مہزلہ نے جان کر ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا بھی ڈال دیا تھا۔اسفندیار نے اسکے جھکے سر کو تیز نگاہوں سے گھورا تھا۔

آپ بے فکر رہیں ابا صاحب۔۔اب ہر بندوبست میں کروں گا۔۔!!" اسکے دھمکی آمیز لہجے پر مہزلہ کا دل سکڑ کر پھیلا تھا۔اور نگاہ اٹھاتے کپ اسکی جانب بڑھا دیا۔اسفندیار بنا کپ تھامے اسے دیکھتا رہا۔

مجھے نہیں پینی ابھی چائے۔۔کھانا لاؤ میرا۔۔مورے کے کمرے میں ہوں میں۔۔!" اتنا کہتا وہ اٹھ گیا تھا۔اس نے دانت پیستے کپ واپس ٹرے میں پٹخنے والے انداز میں رکھا تھا۔ابا صاحب اسے ہی بڑی تنقیدی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔اپنی حرکت پر وہ ایک پل کے لیے گڑبڑا گئی۔اور فوراً اٹھتی کچن کی سمت بڑھ گئی۔کچھ دیر میں ابا صاحب بھی اپنے مخصوص ملازم کے ساتھ اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے تھے۔کچن میں رات کا کھانا بنواتی ماں کو اسفندیار کا پیغام دیتی اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی۔پچھلے دو دن سے ویسے بھی وہ پاگل ہوئی پھر رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔نہ وہ کالج دوبارہ جانا چاہتی تھی نہ ہی درخنے کو روکنا چاہتی تھی۔ابھی اوپر آئی ہی تھی کہ اسے زمدہ صوفے پر بیٹھی

فون پر مصروف نظر آئی تھی۔اسکی ناگواری سے پر آنکھوں میں دیکھتی آگے بڑھ گئی۔یہ عذاب اس پر الگ مسلط تھا۔دو دن پہلے اپنے شوہر کا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیکھ وہ جیسے پاگل ہو گئی تھی۔ان دونوں کی خاصی تکرار بھی ہوئی تھی۔کیونکہ زمدہ گھٹیا الزامات پر اتر آئی تھی کہ وہ اسفندیار کو لبھانے کی اپنی جانب مائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اس پر تو وہ سلگ اٹھی تھی۔مگر اس نے بعد میں خود کو بری طرح جھڑکا تھا کہ اسکا ہاتھ پکڑا ہی کیوں تھا۔۔

ماں کے کمرے میں بیٹھا اسفندیار ملازمہ کے ہاتھ میں موجود ٹرے دیکھ سخت بدمزہ ہو چکا تھا۔لیکن کہیں نہ کہیں اسے معلوم تھا وہ یہی کرے گی۔۔!

"زمدہ کو آج گل بینا سے ملا لانا۔۔بتا رہی تھی کافی طبعیت خراب ہے اسکی۔۔!"تائی نے اپنے چاند کو جان لٹاتی نظروں سے دیکھا تھا۔آج سے وہ صحیح کا سردار بن چکا تھا۔ان کا خون جیسے سیروں بڑھ گیا تھا۔

"ہاں مجھ سے بھی کہہ رہی تھی وہ۔۔!"سر اثبات میں ہلاتا کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا۔

خیال رکھا کرو اسکا۔۔ صرف تمارا لیے بڑی قربانی دی ہے بچی نے۔۔!"تائی" نے افسردگی سے کہتے اسے سمجھایا تھا۔"وہ بھی ایسی لڑکی جو کسی طرح صلح جو نہیں۔۔ نہ میرا احترام نہ کسی گھر والے کا۔۔ جبکہ زمدہ تو سب کے آگے بچھی جاتی ہے۔۔"اور ماں کی اس بات کا ثبوت تو اسکے سامنے تھا۔وہ اسے درخور اعتنا نہیں لاتی تھی۔اسکے کام تک کرنے کو تیار نہ تھی۔اگر اسکے پاس اسکے کمرے کی چابی نہ ہوتی وہ تو گھسنے بھی نہ دیتی۔

جانتا ہوں مورے۔۔۔اس نے میرے فیصلے کے آگے سر جھکایا ہے۔۔اسکی" فرمانبرداری کی دل سے قدر کرتا ہوں۔۔"اس نے مہزلہ کے متعلق کوئی تبصرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔وہ باتوں سے زیادہ عمل پر یقین رکھتا تھا۔اور دو دن پہلے اسے سمجھ آگیا تھا کہ اسے کس طرح ڈیل کرنا تھا۔

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔وہ فرسٹ فلور کے ٹیرس پر کھڑی اپنے گرد شال لپیٹے چکر کاٹ رہی تھی۔ہر سو ایک عجیب سا سناٹا چھایا تھا۔ان کا علاقہ چونکہ پہاڑی پر شہری آبادی سے دور تھا۔اس لیے ویران ہی رہتا تھا۔دور سے نظر

آتے آسمان کو چھوتے پہاڑ اور سیاہ رات کا ملاپ عجیب خوفناک سا منظر بنا رہے تھے۔

زمدہ اور اسفندیار شام سے ہی پھپھی کے گھر گئے ہوئے تھے۔ زرتشہ کو گھر سے گئے پندرہ دن سے زیادہ بیت چکے تھے۔ بہت کم ہی ان کی اس سے بات ہو پاتی تھی۔ اس وقت وہ اسے بہت یاد آ رہی تھی۔ یاد تو زرغان بھی آ رہا تھا۔ جو اسکے نکاح کا ہی آیا ہوا تھا۔ مگر ابا صاحب کی مرضی کے بغیر بھلا وہ آ سکتا تھا۔۔؟

زمدہ اور اسفندیار چونکہ گھر پر نہ تھے۔ دریاب بھی پنڈی چلا گیا تھا۔ تو ابا صاحب نے کھانا اپنے کمرے میں ہی کھایا تھا۔ جبکہ باقی سب نے ساتھ کھایا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ تائی آج بڑا چہک رہی تھی۔ جیسے بہو اور بیٹے کو پھپھی کے نہیں بلکہ ڈیٹ پر بھیج دیا ہو۔ یا صرف ان ماں بیٹی کو نیچا دکھانا مقصد تھا۔۔!

کمرے میں آ کر اس نے دروازہ لاک کیا تھا۔ اسے یقین تھا زمدہ اور پھپھی پر وہ آج تو اسفندیار کو وہیں روکیں گی۔ آگے بڑھتے کبڈ تک آئی تھی اور اپنی کتابوں والی ڈرار کھول گئی۔ آج پورے ایک ماہ بعد اس نے اپنے جنون کو دیکھا تھا۔ اسکی ڈھیر ساری موٹی موٹی جلدوں والی کتابیں سلیقے سے رکھیں تھیں۔ سب سے اوپر

والے سیکشن میں اسکی شیلڈز، میڈلز، ٹرافیز اور سرٹیفکیٹس تھے۔ جنہیں جیت کر اس نے اس کبڈ کی زینت بنا دیا تھا۔ اس گھر میں اسے سرہانے والا کوئی نہ تھا۔ ماں اور بہن اسکی ذہانت اسکی جیت پر خوش تو ہوتی تھیں مگر اس خوف سے حوصلہ افزائی نہیں کرتیں تھیں۔ کہ کہیں وہ اپنے قد اپنی حیثیت سے اونچے خواب نہ دیکھنے لگے۔

قسمت مجھے موقع دے رہی ہے تو میں کیوں خود کو اس قفس میں رکھنے پر بضد ' ہوں۔۔؟' آج پہلی بار اسے اپنے فیصلے پر خوشی نہیں ہوئی تھی۔ وہ بے چین تھی۔ 'شاید یہی دروازہ مجھے نکلنے کا اس پنجرے سے اڑنے کا راستہ دکھا دے۔۔' اپنی کتابوں پر ہاتھ پھیرتی سوچ رہی تھی۔

اور پھر نچلے خانے سے اپنا بیگ نکال گئی۔

!! اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔۔۔

ساری رات وہ کتابوں میں گھسی رہی۔ نیند تو ویسے بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ اب تو کتابیں واپس ہاتھ میں آگئیں تھیں۔ اس وقت ایک عجیب سا کسی اسکول گرل جیسا احساس جاگا تھا۔ اپنا بیگ سیٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ کل کے

کپڑے بھی پریس کر دیے تھے۔ شوز بھی نکال لیے تھے۔اب اگر کچھ کرنا تھا تو وہ سونا تھا۔ مگر نیند کی دیوی تو اس پر کبھی مہربان ہوئی ہی نہ تھی۔ فجر کے بعد آدھا ایک گھنٹہ بیڈ پر سو گئی تھی۔ وہ زمدہ کی دل سے مشکور تھی جس نے اپنے شوہر کو اپنے پاس رکھا تھا۔ کم از کم وہ اپنی جگہ پر تو سو گئی تھی۔ ورنہ صوفے پر سونا کتنا مشکل تھا یہ وہی جانتی تھی۔ تیار ہو کر نیچے آئی تو درخنے جو ناشتہ کر رہی تھی اسے دیکھ اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔

زلہ۔۔! یہ تم ہو نا۔۔؟" روشینا جو درخنے کو ناشتہ دینے آرہیں تھیں۔ بیٹی کو" دیکھ کر ٹھٹھک گئیں۔ "پچی اسکے سر پر کسی نے ڈنڈا تو نہیں مار دیا۔۔" اپنی خوشی ضبط کرتے اسے چھیڑا تھا۔ وہ اسے گھورتی ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

"! فضول نہیں بولو۔۔ جلدی کرو۔۔"

میں تمہارا ناشتہ لا رہی ہوں۔۔!" اسے درخنے کے ناشتے میں گھستا دیکھ انہوں" نے ٹوکا۔ "نہیں دیر ہو رہی ہے۔۔ اسے تو لیٹ جانے کی عادت

ہے۔۔!" دونوں نے پھر جلدی جلدی انڈا پراٹھا کھایا تھا۔ اور نکل گئیں

تھیں۔ روشینا نے نم آنکھوں سے بیٹی کی دور جاتی پشت دیکھی تھی۔ وہ اسے

روک ہی نہیں سکتی تھیں۔ان کا دل اپنی اس اولاد کو لے کر سب سے زیادہ دکھی رہتا تھا۔اور وہ یہ بھی جانتی تھیں تبانا اور زمدہ اسکی کالج واپسی کو کتنا اچھالنے والی تھیں۔

****

"یہ اچانک تمہیں ہوا کیا ویسے۔۔؟ ورنہ تو کہاں میرے منہ سے کالج کا نام سننا نہیں چاہتی تھیں۔۔اور پھر خود ہی ریڈی ہو گئیں۔۔!" وہ دونوں اپنی آخری کلاس لے کر نکلتیں ساتھ ساتھ سیڑھیاں اتر رہیں تھیں۔ان کے ارد گرد اسٹوڈینٹس بکھرے تھے۔ جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل تھا۔ مگر کسی میل اسٹوڈنٹ میں ہمت نہ تھی کہ بہرام خان کی پوتیوں سے دوستی تو دور کی بات مخاطب بھی کر لیتا۔ شہر بھر میں ان کا نام دہشت اور اثر ورسوخ دونوں میں ہی مشہور تھا۔ کالج کا چانسلر اسفندیار کے سردار بننے پر حویلی کے مردان خانے میں پھولوں کا گلدستہ لے کر بیٹھا تھا۔ لڑکیوں کو اپنا چھوٹا موٹا کام نکلوانا ہوتا تو

درخنے کے پاس آجاتی تھیں کیونکہ مہزلہ تو انہیں ہری جھنڈی دکھادیتی تھی۔ظاہر سی بات تھی درخنے تو اپنے لالا سے فون کھڑکوا کر کوئی بھی کام نکلوا سکتی تھی۔مگر وہ کس کے دم پر اتراتی۔۔؟

بس میں نے سوچا اگر سارادن حویلی میں پڑی رہی تو وقت سے پہلے پاگل "ہو جاؤں گی۔۔"

یعنی تمہیں بھی یقین ہے ایک وقت پر جا کر مکمل پاگل ہو جاؤ گی۔۔؟"اسکے" معصومیت سے استفسار کرنے پر مہزلہ نے زور سے بک اسکے کندھے پر ماری تھی۔وہ تڑپ کر رہ گئی۔نیچے آئیں تو انہی کی کلاس کے دوسرے سیکشن کی لڑکیوں کا گروپ مل گیا تھا۔

اتنے دن بعد آئی ہو کیا سردار تمہیں ہنی مون پر لے گئے تھے۔۔؟"یہ زرگل" تھی جس نے اسکی اتنی چھٹیوں پر سب سے پہلے اٹیک کیا تھا اور وہ پہلے ہی وار میں سٹپٹا گئی۔جی ہاں۔۔اسفندیار اور مہزلہ کے نکاح کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی تھی۔اور یہ اس دن ہوا تھا جب اسفندیار سرداری کے عہدے پر فائز ہوا

تھا۔ اسکا تقریباً پورا کالج اس بات سے آگاہ تھا۔ اس کے اس طرح سٹپٹانے پر ان سب سمیت درخنے بھی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

"واقعی چہرہ تو یہی کہانی بتا رہا ہے۔۔"

ایسا کچھ نہیں ہے۔۔! "لب بھینچتے اس نے بڑے ضبط سے کہا۔"

لو پھر کیسا ہے شادی کو مہینے سے اوپر ہو چکا جو بک وارم بنی پھرتی تھی اس لڑکی" نے اتنی چھٹیاں کر لیں۔۔ اور ہم پوچھیں بھی نہیں۔۔" دوسری کے چھیڑنے پر مہزلہ نے خفت سے سرخ پڑتے منہ میں دہی جمائے کھڑی درخنے کو دیکھا۔ جو اسکی حالت پر مسکرا رہی تھی۔

نہیں آپ میری اتنی خیر خواہ نہیں۔۔ اسلیے مت پوچھیں۔۔" اسکے تپنے پر وہ" سب برا مانے بغیر کھلکھلا دیں تھیں۔ سب کو معلوم تھا اسکے منہ میں شروع سے کیکٹس تھا مگر دل کی اچھی تھی۔

بھئی تم لوگ تنگ نہ کرو میری بھابھی کو۔۔! "مہزلہ نے تڑپ کر درخنے کو" دیکھا تھا جس نے بڑے لاڈ سے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔ ان ساریوں کا اکھٹا اووو نکلا تھا۔ مہزلہ نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے اگلے پل دور کیا تھا۔ اور

تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ان سب کے قہقہے اسکے سر پر ہتھوڑے برسا گئے تھے۔پھر چھٹی تک اس نے درخنے س بات نہیں کی تھی۔وہ جان کر چڑانے والے انداز میں معذرت کرتی رہی تھی۔جو اسے اور سلگا گئی تھی۔انہیں ہمیشہ کی طرح وہی گارڈز کی فوج لینے آئی تھی۔خوشحال خان اسفندیار کا خاص ملازم انہیں لینے آیا تھا۔جس کا مطلب تھا اسفندیار گھر پر تھا۔اور یہ سوچ کر عجیب گھبراہٹ سی ہونے لگی۔حویلی کے بڑے دروازے سے انکی گاڑیاں اندر داخل ہوئیں تھی۔اور بارش کے سبب بھیگے ڈرائیو وے پر آرکیں۔دونوں کار سے اترتیں آگے پیچھے حویلی میں داخل ہوئیں تھیں۔جہاں لاؤنج میں تائی کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ چھوٹی پھپھی آئی

اسلام وعلیکم۔۔!" دونوں نے نزدیک آتے سلام کیا تھا۔درخنے نے تو جھک" کر باقاعدہ پھپھی سے پیار لیا تھا۔آخر کو ساس جو تھیں۔

وعلیکم۔۔وعلیکم۔۔۔۔!اور کیسی جارہی ہے تم دونوں کی ڈاکٹری۔۔؟" مہزلہ" نے درخنے کے ساتھ بیٹھتے تائی کی تیز نگاہ خود پر محسوس کی تھی۔اتنے میں روشینا بھی ملازمہ کے ساتھ چائے وغیرہ لے آئیں تھیں۔

اچھی جا رہی ہے۔۔بس تھوڑا ٹف ہو جائے گا اب کورس۔۔!"جواب درخنے" کی جانب سے آیا تھا۔

خوب محنت کرو۔۔خاندان کا پہلا ڈاکٹر ہو گی۔۔کیوں بھابھی ہماری تو نسلوں" میں کسی زنانی نے کالج کی شکل نہیں دیکھی۔۔"گل مکئی ہنستے ہوئے بولیں تھیں۔روشینا بھی انہیں چائے دیتیں مسکرا دیں۔

مجھے بھی چائے دو مورے۔۔!"صبح بھی چائے پی کر نہیں گئی تھی۔اس وقت" شدت سے دل چاہ گیا تھا۔اور تائی کو اسکی یہ حرکت مزید آگ لگا گئی۔

مہزلہ تم شاید بھول گیا ہے۔۔اب بیٹی نہیں بہو ہے اس گھر کا۔۔!"مہزلہ نے" چائے لیتے ایک نظر تائی کی جانب دیکھا۔

بے فکر رہو تائی اس حویلی کی یہ بربریت میں مرتے دم تک نہیں بھول" سکتی۔۔!"اسکا ٹھنڈے لہجے میں کہا گیا یہ جملہ زمدہ کے ساتھ سیڑھیوں سے نیچے آتے اسفندیار نے بھی سنا تھا۔مہزلہ کی چونکہ اسفندیار اور زمدہ کی جانب پشت تھی۔اسلیے وہ دیکھ نہ سکی تھی۔مگر روشینا اور تائی دونوں ہی انہیں نزدیک آتا دیکھ چکیں تھیں۔

زلہ خاموشی سے چائے پیو۔۔ ورنہ اپنا کمرے میں جاؤ۔۔"ماں نے مدھم لہجے" میں تنبیہہ کی تھی۔

اسے بربریت نہیں محبت کہتے ہیں۔۔ حویلی کو کتنا خیال ہے تمارا۔۔ذرا سوچ" سمجھ کر بولا کرو لڑکی۔۔!" بیٹے کی موجودگی میں ان کا لہجہ یکسر بدل چکا تھا۔ مہزلہ کی بھنویں اوپر کو شوٹ کر گئیں۔

محبت۔۔!تائی یہ پھکی اسے دو جو اس حویلی میں رہانہ ہو۔۔!"جب اسے اپنے" برابر میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔اس نے بے ساختہ گردن موڑی تھی۔ مگر زمدہ کے ساتھ کھڑے اسفندیار کو دیکھ اسے اپنا تھوک نگلنا مشکل ہو گیا۔جو اس وقت اسے بڑے خشمگین انداز میں دیکھ رہا تھا۔یقیناً اسکے کان اسکے تبصرے سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ جبھی تو چہرے پر اتنی رونق تھی۔

ارے خاناں۔۔!ہم تو تمارا راہ دیکھتے دیکھتے تھک گئے بچا۔۔!" پھپھی نے اپنی" جگہ سے اٹھتے بڑی محبت سے اسے پکارا تھا۔اسفندیار قریب جاتا محبت سے ان کا سر چوم گیا۔

"کیسی ہیں۔۔"

"اچھے ہیں بچا۔۔ ہم نے سنا ہے بڑی بڑی دیواریں ہلا رہا ہے تم۔۔!" ان کے معنی خیز انداز پر وہ دھیرے سے ہنس دیا مگر اپنی جگہ سے اٹھتی مہزلہ پر نگاہ پڑتے ہی آنکھوں میں سختی ابھر آئی۔

"چائے دو مجھے۔۔!" اور وہیں پھپھی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"سنا ہے آپا کے گھر ہی رکے تھے کل رات۔۔!" پھپھی کے پوچھنے پر زمدہ اپنا کھلتا چہرہ لیے ساس کے برابر میں آبیٹھی تھی۔ جبکہ مہزلہ لب بھینچی اسفندیار کے لیے چائے نکال رہی تھی۔

"ہاں پھپھی نے روک لیا زبردستی۔۔ آپ تو جانتی ہیں انہیں۔۔"

"ہاں شروع سے بس اپنے قبضے میں کرنے میں لگی ہے تمہیں جانتی ہوں۔۔" ان کے مکھی اڑانے والے انداز پر وہ دونوں ہی مسکرا دیے تھے۔ مگر تائی کی سوئی ابھی مہزلہ پر ہی اٹکی تھی۔ جس نے اتنے افراد کے بیچ انہیں جواب دیا تھا۔

"تم نے کالج جانے کا فیصلہ کس سے پوچھ کر کیا مہزلہ۔۔؟" تائی کی سپاٹ آواز پر اس نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

"___ارے بھابھی اس میں"

نہیں گل مکئی اس نے ابا صاحب یا خاناں سے پوچھا یا نہیں میں بس یہ جاننا چاہ" رہی ہوں۔۔!" مہزلہ کی نگاہ بے اختیار ہی اسفندیار کی جانب مڑی تھی۔ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "حویلی کی بہویں کب سے چار دیواری سے باہر نکلنے لگیں۔۔ کیوں خاناں۔۔؟ یہ ایک نیا رواج نکال رہی ہے۔۔؟" زمدہ کا جی چاہا اس وقت ساس کو گلے لگا لے۔ جبکہ مہزلہ نے قریب آتے چائے اسفندیار کی جانب بڑھائی تھی۔ اور آنکھوں میں بلا کا اعتماد لیے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

آپ بولیں گے یا میں بولوں۔۔؟" اسکا لہجہ ایسا تھا کہ سبھی کو اپنی اپنی جگہ" ٹھٹھکنے پر مجبور کر گیا۔ اسفندیار نے انتہائی سنجیدگی سے اسکی گہری نیلی آنکھوں میں دیکھتے چائے کا مگ تھام لیا۔ اور ایک سپ بھرتے ماں کی جانب دیکھا۔

میری ہی اجازت سے جا رہی ہے یہ۔۔!" اسفندیار نے بے حد اطمینان" بھرے انداز میں لاؤنج میں بم گرایا تھا۔ جو تائی اور زمدہ کو ہلا کر رکھ گیا۔ دونوں نے ششدر ہوتے اسفندیار کو دیکھا تھا۔ انہیں ایک پل کے لیے یقین ہی نہیں آیا کہ کیا کہا ہے اس نے۔۔

"خاناں۔۔!! یہ۔۔یہ تم کیا کہہ رہا ہو۔۔تم جانتا ہو ابا صاحب کتنے خفا۔۔"

یہ میرا فیصلہ ہے مورے۔۔بات یہاں ختم ہو جاتی ہے۔۔"اسکا لہجہ حتمی" تھا۔ایک پل کے لیے تو خود مہزلہ کو بھی یقین نہیں آیا۔وہ بھی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے گئی۔جبکہ زمدہ کا چہرہ جو کچھ دیر پہلے گلاب کی طرح کھلا جا رہا تھا اس وقت سرسوں کا پھول ہو چکا تھا۔"اور تم۔۔!"اس بار وہ ڈائریکٹ مہزلہ سے مخاطب ہوا تھا۔

آئندہ مورے سے اس لہجے میں بات کرتے نہ دیکھوں۔۔!"آنکھوں میں" سختی لیے اسے وارن کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔"اور جو بات میں کہہ دوں اس پر عمل نہ کرنے والا پھر انجام کے لیے تیار رہے۔۔!"اپنی بات کہہ کر وہ پھپھی اور ماں کو خدا حافظ کرتا نکل گیا تھا۔مہزلہ لب بھینچ کر رہ گئی تھی۔جبکہ ساس اور سوتن کے ساتھ اب ماں کی تیز نگاہیں بھی خود پر محسوس ہو رہیں تھیں۔

****

مرجان خان نے اٹک کی زمینوں پر کام شروع کروا دیا ہے۔۔!"ولی خان نے" اطلاع دیتے سگریٹ سلگاتے اسفندیار کو دیکھا۔اس وقت وہ ڈیرے پر موجود

تھا۔ کل اسے سیاسی سرگرمیوں کے لیے مانسہرا نکلنا تھا۔ گہرا کش بھرتے ولی خان کی جانب دیکھا۔

"یہ مرجان خان نہیں اسکے بیٹے کی حرکت ہے۔۔"

زخمی بھی وہی ہوا ہے خاناں۔۔" ولی خان کی کمینگی بھری مسکراہٹ پر وہ بس ہنکار بھر گیا۔

"اگر تم بینفٹ آف ڈاؤٹ اسے نہ دیتے تو آج مرا ہوا ہوتا۔۔!"

مگر خاناں۔۔ آپ نے وار تو سیدھا دل پر کر دیا ہے۔۔ یاد نہیں کیسے ماہی بے آب بنا تھا اس دن۔۔" ولی خان کے قہقہہ لگا کر بتانے پر اسکی آنکھوں کے سامنے اس دن کے تمام منظر گھوم گئے۔ گلریز خان کا تڑپنا۔۔ مرجان خان کا گڑگڑانا۔۔۔ ابا صاحب کی فتح سے چمکتی آنکھیں۔۔ اور مہزلہ کا مرنے کی کوشش کرنا۔۔!

ویسے وہ ڈیل بھی بری نہیں تھی جو گلریز خان نے رکھی تھی۔۔" اسفندیار نے لب بھینچتے اسکی جانب دیکھا۔" سمجھو شہر ستر فیصد پھر آپ کا ہوتا۔ ویسے اپنی زمینیں پیش کر دیں تھیں اس نے بھی۔۔ یعنی بیک کمزور نہیں

اسکی۔۔!"اسفندیار ایک آخری کش بھر کر سگریٹ ایش ٹرے میں مسلتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ولی خان بھی فوراً اٹھا تھا۔

فرق نہیں پڑتا۔۔مجھے توڑنے کا ہنر آتا ہے۔۔!"اور اتنا کہتا سرد تاثرات لیے " ڈیرے سے نکل گیا تھا۔ خوشحال خان اسکے ساتھ تھا۔ گاڑی کی بیک سیٹ پر آکر بیٹھا تو اسکی گاڑی کے ساتھ گارڈز کی گاڑیاں حویلی کی جانب سفر کرنے لگیں۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ آج اس سے ملنے دوسرے شہروں میں کام کرنے والے ضلعی انتظامیہ کے افراد آئے ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ جرگے کے مسائل الگ نمٹا رہا تھا۔ دریاب پنڈی میں کاروباری معاملے سنبھال رہا تھا مگر وہ اس پر سارا بوجھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اور پھر لاہور والی فیکٹری کا چکر لگائے بھی کافی وقت گزر گیا تھا۔ گاڑی حویلی کے ڈرائیو وے پر آکر رکی تو وہ بھی سوچوں سے نکلا تھا۔ خوشحال خان نے پھرتی سے اترتے اسکے لیے دروازہ وا کیا تھا۔

گنز صرف شو کے لیے نہیں تھمائیں۔۔ان کی مشقیں بھی کروایا"

کرو۔۔۔!"گاڑی سے اترتے اس نے گشت کرتے گارڈز کے ہاتھوں میں موجود

گنز کی جانب اشارہ کیا تھا۔ اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔ جہاں دروازے کے پاس بادام خان کھڑا تھا۔

"ابا صاحب سو گئے۔۔۔؟"

"جی خاناں۔۔ مگر طبیعت کچھ ناساز ہے۔۔"

کل پیشاور نہیں جائیں گے پھر وہ۔۔! "پر سوچ انداز میں کہتا آگے بڑھ گیا۔ مگر" بادام خان تو مخمصے میں پڑ گیا۔

"! مگر خاناں۔۔"

بادام خان۔۔۔! "اسفندیار نے بنا پلٹے اسے ٹوکا تھا۔ اور بس وہ خاموشی اختیار" کر گیا تھا۔ لاؤنج میں داخل ہوا تو چہار سو خاموشی کا راج تھا۔ سبھی کھانا کھا کر اب تک یقیناً ہو چکے ہوں گے۔ اس نے لیدر جیکٹ اتار کر قدم سیڑھیوں کی سمت بڑھا دیے۔ آج اسے کہاں جانا تھا اسے معلوم تھا۔ جب اسے اوپری منزل کی سیڑھیوں سے زمدہ آتی نظر آئی تھیں۔

"سوئیں نہیں اب تک۔۔؟"

انتظار کر رہی تھی آپ کا۔۔"اسکے نزدیک آتی لگاوٹ سے بولی۔اور اسکے ہاتھ "سے جیکٹ لے گئی۔

"!سو جانا چاہیے تھا۔۔دس کام ہوتے ہیں میرے۔۔"

"عادت ہے خان۔۔!کھانا کھائیں گے۔۔؟"

نہیں کھا چکا ہوں سوؤں گا اب۔۔اور ہاں میرے چند کپڑے پیک کر دینا کل "مانسہرا نکلنا ہے۔۔"اسے آگے بڑھتا دیکھ وہ بے اختیار اسکا ہاتھ تھام گئی۔اسفندیار نے پلٹ کر اسکی اداس آنکھوں میں دیکھا تھا۔

چھوڑیں نا کل ویسے بھی چلے جائیں گے۔۔کیوں اپنا موڈ خراب کرنے جا رہے "ہیں۔۔"اسکا مضبوط ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ گئی۔اسفندیار نے گہری سانس بھری تھی۔

پہلے بھی بتا چکا ہوں یہ طے ہے زمدہ۔۔کل تم ویسے بھی مجھے ساتھ لے گئیں "تھیں۔۔"اسکی گرفت سے ہاتھ نکالتا رخسار تھپک گیا۔"سو جاؤ اب جا کر شاباش۔۔پیکنگ صبح کر دینا۔۔"اتنا کہتا پلٹ گیا تھا۔اور زمدہ کی رنگت پھیکی

پڑتی چلی گئی۔ صرف اس لڑکی کی وجہ سے اسکا شوہر اسکا خان بٹ کر رہ گیا تھا۔اس سے اتنے فاصلے پر ہو گیا تھا۔

****

اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو آج اتفاق سے کمرا لاک نہ تھا۔اور اسکی وجہ بھی اندر داخل ہوتے اسے نظر آگئی تھی۔ "بس فضول بول کر میرا وقت برباد کرتی رہو۔۔!" مہزلہ کی غصیلی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ جس نے اپنے نوٹس کا بنڈل اٹھا کر درخنے کے سر پر مارا تھا۔اور اسکی بہن کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ دونوں بیڈ پر کتابیں بکھرائیں پڑھنے یا شاید لڑنے میں مگن تھیں کہ اسکی آمد محسوس ہی نہ کر سکیں تھیں۔ مگر اسفندیار کی نگاہ تو 'اس' پر ٹھٹھک گئی تھی۔ ہلکے گلابی رنگ کے کاٹن کے قمیض شلوار میں ملبوس تمام تر سادگی مگر ہوشربا حسن لیے وہ سر سے دوپٹہ ہٹائے۔اپنی لمبی کمر تک جاتی بل دار ناگن جیسی چٹیا آج پہلی بار اسے دکھا گئی تھی۔ کیونکہ دوپٹہ لاپروائی سے آدھا کندھے پر تھا باقی بیڈ سے نیچے لٹکتا فرش پر بوسہ دے رہا تھا۔اسفندیار کا ٹھٹھکنا لازم تھا۔اس نے آج تک اس لڑکی پر اس طرح غور ہی نہ کیا تھا۔یا اس نے کبھی خود سے یوں

لاپرواہی دکھائی ہی نہ تھی۔ مگر آج۔۔! آج مہزلہ برلاس اسفندیار کی نگاہ کا نشانہ بخوبی بنی تھی۔

"اس میں فضول کیا زرگل بھی تو____ لالا۔۔!" درخنے کی نگاہ بے ساختہ ہی ساکت کھڑے اسفندیار پر اٹھی تھی۔ اور ایک پل کے لیے مہزلہ ٹھٹھکی تھی چونکا تو اسفندیار بھی تھا اپنی نگاہ کے تسلسل پر۔۔ مگر اس سے پہلے کہ کچھ کہتا مہزلہ بول پڑی تھی۔

"پرانا ہو گیا یہ کھیل۔۔! تمہارا وہ لالا اتنے دبے قدموں نہیں آتا۔۔ پہلے ہی کاریڈور میں شور ہو جاتا ہے چابیاں کھنگالنے کا۔۔" مہزلہ نے تمسخر بھرے لہجے میں کہتے سر جھٹکا تھا۔ اور اپنے کام میں لگ گئی۔ درخنے نے پہلو بدلتے لالا کی جانب دیکھا جو پشت پر ہاتھ باندھتا اب اپنی زوجہ کو گھور رہا تھا۔

"مہزلہ دیکھو تم۔۔!"

"کیا میں۔۔؟ صحیح نہیں کہہ رہی کیا۔۔؟ عجیب مطلب اپنا اتنا بڑا اپنا کمرا ہے لیکن نہیں پھر بھی یہیں آنا ہے۔۔ میرے شاہی کمرے میں۔۔ اچھا ہے زمدہ کل پھپھی کے گھر لے گئی۔۔ میری تو دعا تھی تین چار دن اور رک۔۔!"

مہزلہ چپ ہو جاؤ۔۔ خدا کا واسطہ ہے۔۔!" درخنے کی اب رنگت واقعی زرد پڑ گئی تھی۔ کیونکہ بھائی کے تاثرات اسے صحیح نہیں لگ رہے تھے۔اور مہزلہ نے بھنویں سکیڑ کر اسکی ایکٹنگ دیکھی۔اسے تو یہی لگا تھا۔

"کیوں اتنا ڈر رہی ہو۔۔ نہیں آیا تمہارا لالا ابھی۔۔ورنہ گارڈز نیچے الگ ہی افراتفری مچا دیتے ہیں۔۔"اور آج وہ افراتفری اسلیے نہیں ہوئی تھی کیونکہ بادام خان نے اباصاحب کی طبیعت کے سبب سب کو کنٹرول میں رکھا تھا۔درخنے نے دانت پیستے اسے گھورا تھا۔

پلٹ کر دیکھ پاگل۔۔!"خود دوپٹہ سر پر درست کرتی بیڈ سے اتر گئی تھی۔اور" مہزلہ بی بی کے ساتھ شیر آیا شیر آیا والا کھیل آج سچ ہو گیا تھا۔اس نے گردن موڑ کر لب بھینچے خود کو گھورتے اسفندیار کو دیکھا تھا۔اور بے ساختہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔ نگاہ سیدھی درخنے پر گئی۔جو بیڈ کے پاس پڑی اپنی چپل پاؤں میں اڑس رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا وہ فرار ہو رہی تھی۔ مہزلہ نے فوراً اپنے خشک پڑتے لب تک کیے۔

"درخنے۔۔در۔۔ابھی۔۔ابھی ہمیں پڑھنا ہے۔۔کک۔۔کل ٹیسٹ ہے نا۔۔؟" آنکھوں میں بے پناہ التجا لیے اسکی جانب دیکھا تھا۔ جو بڑی مسکین نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "ہمیں ابھی تیاری۔۔

"درخنے رات بہت ہو چکی۔۔کمرے میں جاؤ شاباش۔۔۔!" اسفندیار دیکھ اسے رہا تھا مگر مخاطب درخنے سے تھا۔ جو اسے معذرت خواہانہ نگاہوں سے دیکھتی 'جی لالا' کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔ مہزلہ کو اس وقت اپنے حلیے کا خیال ہی نہ رہا۔ ٹینشن ہی ایسی تھی۔

"دیکھیں۔۔" ہتھیلیاں آپس میں ملتے اس نے ابھی بولنا شروع ہی کیا تھا مگر وہ بات کاٹ گیا۔

"کتابیں سمیٹو۔۔!" اس نے بے اختیار لب کا کونہ دانتوں تلے دبایا تھا اور اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔ جب اسے کندھے پر پڑے اپنے دوپٹے کا احساس ہوا۔ اگلے پل چونکتے اسفندیار کی جانب دیکھا۔ وہ اب بھی بڑے استحقاق سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مہزلہ کی رنگت دہک اٹھی۔ اس نے فوراً دوپٹہ سر سے لیا تھا۔ اور سختی سے لب بھینچتی جلدی جلدی کتابیں سمیٹنے لگی۔ اسفندیار نے پشت پر ہاتھ باندھے

بخوبی اسکے تاثرات دیکھے تھے۔اور فاصلہ طے کرتا اسکے نزدیک آگیا۔ مہزلہ نے اسے اپنے نزدیک ٹھہرتا دیکھ بے ساختہ نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔اور کتابیں سینے سے لگائی سیدھی ہوتی اسکی ایک جانب سے نکلنے لگی۔ مگر وہ بازو سے تھامتا دوبارہ اسی مقام پر لے آیا۔اس نے چونکتے اسکی ناگواری سے پر آنکھوں میں دیکھا تھا۔دوپٹہ اسکے جھٹکے سے سر سے اتر چکا تھا۔"مجھے بتاؤ کس طرح قابو ہو گی یہ زبان۔۔؟تمہارے کنڑول میں نہیں یعنی مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔۔!"

کتابیں سینے سے لگائی سیدھی ہوتی اسکی ایک جانب سے نکلنے لگی۔ مگر وہ بازو سے تھامتا دوبارہ اسی مقام پر لے آیا۔اس نے چونکتے اسکی ناگواری سے پر آنکھوں میں دیکھا تھا۔دوپٹہ اسکے جھٹکے سے سر سے اتر چکا تھا۔"مجھے بتاؤ کس طرح قابو ہو گی یہ زبان۔۔؟تمہارے کنڑول میں نہیں یعنی مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔۔!"

مجھے۔۔مجھے نہیں معلوم تھا آپ پیچھے کھڑے ہیں۔۔"خشک پڑتے لبوں پر" زبان پھیرتی بس اتنا ہی کہہ سکی۔جو اسفندیار کو مزید گیس لائٹ کر گیا۔

یعنی تم صرف میرے سامنے میرے احترام کا ڈھونگ کرو گی اور پیٹھ پیچھے جو" مرضی آئے گا کہہ دو گی۔۔؟"اسکا دوسرا بازو بھی تھامتا ناگواری سے بولا تھا۔مہزلہ نے اپنے دونوں بازوؤں پر اسکی گرفت دیکھتے بے اختیار چھڑانا چاہا۔

چھوڑیں مجھے۔۔میں۔۔میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"اسے بخوبی اپنی اور اس" شخص کی طاقت کا اندازہ تھا۔وہ چاہتا تو چٹکیوں میں چیونٹی کی طرح مسل سکتا تھا۔اسلیے دماغ کو حاضر رکھنا ضروری تھا۔

میرے اس کمرے میں آنے پر بہت اعتراض ہے۔۔؟"اسکا خشمگین تپا ہوا لہجہ" "مہزلہ کے ہاتھ پاؤں سن کرنے لگا۔"ہے نا۔۔؟

"!دیکھیں۔۔میرا یہ۔۔"

یعنی میرے کمرے میں آنا چاہتی ہو۔۔؟"مہزلہ نے تڑپ کر اسکی جانب" دیکھا۔جو اس وقت بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ بکس پر لعنت

بھیجتی تڑپ کر اسکی گرفت سے نکلی تھی۔ جبکہ کتابیں زوردار آواز کے ساتھ زمین بوس ہو گئیں۔

"الزام مت لگائیں مجھ پر۔۔ میں کیوں چاہوں گی ایسا۔۔!!" اسکی آنکھیں غصے سے سرخ پڑنے لگیں تھیں۔ اسفندیار نے ایک نظر اسکی کتابوں کو اور پھر اسے دیکھا۔ جنہیں پھیلا نگتا اسکے پاس چلا آیا۔ آج ایک عجیب سی مقناطیسیت اسے اس لڑکی کی جانب گھسیٹ رہی تھی۔ جبکہ اسکی پیش رفت پر مہزلہ جائے فرار ڈھونڈنے لگی۔ مگر وہ اسے اپنے ساتھ لیے دیوار سے لگا گیا۔ وہ اسکی حرکت پر ایک پل کے لیے فریز رہ گئی۔ اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔ مگر آج۔۔! آج اسفندیار کی آنکھیں الگ تھیں۔ ان کا پیغام الگ تھا وہ کوئی بچی نہیں تھی جو سمجھ نہ پاتی اور یہ سمجھ اسکی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی دوڑا گئی۔

"تم کیوں چاہو گی۔۔!! میں دوں گا ریزن۔۔ تمہیں چاہنا پڑے گا۔۔ اس شادی کو گڑیا گڈا کا کھیل سمجھی بیٹھی ہو۔۔؟ میری ڈھیل کو میری کمزوری سمجھ رہی ہو۔۔؟" اسفندیار نے گھمبیر دھمکی آمیز لہجے میں کہتے اسکی گدی سے چٹیا کو پکڑ کر ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔ وہ الگ بات تھی کہ آج زندگی میں پہلی بار اس لڑکی کے بال

چھو کر ایک الگ ہی احساس نے کروٹیں لیں تھیں۔اسکے بر عکس مہزلہ کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔اسکے لیے یہ سب اتنا غیر متوقع تھا کہ زبان پر کوئی لفظ ہی نہ آرہا تھا۔

اسفندیار نے اسکے شاکڈ تاثرات نظر انداز کرتے اسکے ادھ کھلے لب اور ٹھوڑی دیکھی تھی۔اور دوسرا ہاتھ اسکے ٹھنڈے پڑتے رخسار پر رکھتا بے خودی میں جھک ہی رہا تھا۔ کہ وہ یکدم ہوش میں آتی اسے دور دھکیل گئی۔اسفندیار جو اسکے سحر میں مکمل طور پر گرفتار ہو چکا تھا۔اس اچانک افتاد پر پیچھے ہوا تھا۔ مگر صرف ایک قدم۔۔!!

آپ کی ہمت کیسے ہوئی ان ارادوں کے ساتھ میری جانب بڑھنے کی۔۔!!"وہ" یکدم غصے سے پاگل ہوتی چیخ اٹھی۔اسفندیار کی کشیدہ پیشانی پر ناسمجھی سے بل پڑے تھے۔ کیا کہا تھا ابھی اس نے۔۔؟

مجھے خون بہا کے عوض اپنے نکاح میں لیا تھا آپ نے۔۔اپنے باپ کی موت کا" قصاص لینے کے لیے۔۔!!آپ کے نفس کی تسکین کا سامان نہیں ہوں میں۔۔!"وہ غصے اور توہین سے پاگل ہوتی چیخ رہی تھی۔ مگر اگلے پل اسفندیار

اس سے کہیں زیادہ گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔ مہزلہ کی آواز خود بخود حلق میں کہیں گھٹ گئی۔

جسٹس ___ شٹ ___ اپ۔۔ ! ! تم ہو کون۔۔؟" قریب آتا پوری قوت سے " بیڈ کے ہیڈ بارڈ پر مکا مار گیا۔" تم۔۔ تم مجھے بتانے والی ہوتی کون ہو کہ مجھے کیا کرنا ہے کیا نہیں۔۔؟ نکاح کیا ہے تم سے۔۔ چاہے باپ کی موت کے بدلے میں کیا مگر بیوی ہو اور میں تم پر تمام حقوق رکھتا ہوں۔۔" مہزلہ دیوار سے چپکی اسکا خود پر جھکا جلال سے سرخ ہوتا پتھرائی آنکھوں دیکھ رہی تھی۔اسکی رنگت مزید زرد ہونے لگی۔" کیا سمجھ آرہی ہے۔۔ سارے حقوق مہزلہ اسفندیار۔۔ سارے۔۔ ! ! میں جب چاہوں گا تمہیں چھو سکتا ہوں۔۔ جب چاہوں تمہارے پاس آسکتا ہوں۔۔ کسی مائی کے لعل میں جرات نہیں جو مجھ سے سوال کرے۔۔۔ تم میری آنے والی نسلوں کو آگے بڑھاؤ گی۔۔ میرا خاندان بڑھاؤ گی۔۔ یہ بھول جاؤ کہ کوئی رعایت یا ماضی کی طرف کبھی پلٹنے کا موقع بھی ملے گا۔۔" وہ گرجتا اسکے کانوں میں سیسہ انڈیلتا جا رہا تھا۔ مہزلہ کی

حقیقت تھی۔۔؟ کیا واقعی آنکھیں وحشت سے پھیلتی جارہی تھیں۔ کیا یہ واقعی یہ بھیانک خواب نہ تھا جو روزرات کو وہ دیکھا کرتی تھی۔

"پپ۔۔ پلیز ایسے مت بولیں۔۔!" اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر زرد رخسار پر گرے تھے۔ اسفندیار ٹھٹھکتا باقی الفاظ منہ میں لیے اسے دیکھے گیا۔ آج بجلی کو کڑکنے کے بعد پہلی بار برستا دیکھ رہا تھا۔

"مم۔۔ میں تو اچھی نہیں ہوں۔۔ مم۔۔ میں تو۔۔ میں تو گھر کے ملازم۔۔!!"

"پھر بھی میری ہو۔۔!" اسکے لبوں پر انگشتِ شہادت رکھتا قطعیت سے بولا تھا۔ آنکھوں میں یکدم سختی اُمڈ آئی تھی۔ مہزلہ نے ہاتھ کی پشت سے آنسو رگڑتے اسکی انگلی لبوں سے ہٹائی۔

"آپ کی نہیں ہوں میں۔۔!!"

"رونے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔۔! تم سردار اسفندیار خان کی بیوی ہو اور تاابد رہو گی۔۔ اس اٹل حقیقت کو میری موت بدل سکتی ہے۔۔ چاہو تو اسکی دعا کر سکتی ہو۔۔" اسکے دوسرے رخسار سے آنسو پونچھتا دل خاک کر دینے والے لہجے میں بول کر پلٹ گیا۔ مہزلہ نے دھندلائی نگاہوں سے اسے جھک کر

اپنی کتابیں اٹھاتے دیکھا تھا۔اور اسی کے برابر میں سائیڈ ٹیبل پر رکھتا واشروم کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ برلاس کے لیے یہ ڈوز انتہائی ضروری تھی۔

****

وہ ساری رات جاگی تھی۔اسکی آنکھ ایک پل کے لیے بھی نہ لگی تھی۔آج فجر کے بعد بھی نہ سو سکی تھی وہ۔ جبکہ اسکے برعکس اسفندیار اسے دھمکا کر خود آرام سے اسکے بیڈ پر چین کی نیند سو رہا تھا۔اپنی سرخ ڈوروں بھری آنکھوں سے اس نے والکلک میں وقت دیکھا تھا۔جہاں آٹھ بجنے والے تھے۔ مسلسل ایک ہی پوزیشن میں بیٹھنے کی وجہ سے اپنی سن ہوتی ٹانگ کو حرکت دیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔کبڈ سے کپڑے نکالے تھے اور واشروم کی سمت بڑھ گئی۔کچھ دیر بعد باہر آئی تو ایک پل کے لیے قدم ٹھٹھکے تھے۔کیونکہ اسفندیار جاگ چکا تھا۔بیڈ پر نیم دراز سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتا اسکی جانب مڑا تھا۔مہزلہ لب بھینچتی دوپٹہ صحیح کرتی ڈریسنگ کی جانب بڑھ گئی۔ابھی بالوں میں کنگھا بھی کرنا تھا۔وہ ایک لمبا مرحلہ تھا۔

آج سے بیڈ پر سو گی تم۔۔!" اسکے چٹیا کے بل کھولتے ہاتھ تھم گئے۔"ساری رات جاگ کر میری نیند ڈسٹرب کرتی ہو۔۔"مہزلہ کا سر پہلے ہی پھٹ رہا تھا۔اگر وہ خود بھی پھٹ جاتی یقیناً غلط ہوتا۔اس لیے اپنے کام میں لگی رہی۔اسفندیار نے اپنی بات کو نظر انداز کیا جانا بخوبی محسوس کیا تھا۔اور لیٹے لیٹے ہی ڈریسنگ میں اسکا سراپا دیکھا تھا۔جو اپنے لانبے بالوں میں کنگھا پھیر کر اب عجلت میں یا شاید گھبراہٹ میں انہیں جوڑے کی شکل میں لپیٹ رہی تھی۔

مہزلہ نے جوڑے میں کیچر لگاتے سلیقے سے دوپٹہ سر پر لیتے کن اکھیوں سے ڈریسنگ سے ہی اسفندیار کو دیکھا تھا۔جو موبائل سائیڈ پر رکھتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔وہ تھوک نگلتی تیزی سے پلٹی تھی۔اور ٹیبل پر رکھے اپنے بیگ کی جانب بڑھ گئی۔مگر اسفندیار اسکی جانب آتا بیگ تھام گیا۔

چھوڑیں بیگ۔۔دیر ہو رہی ہے مجھے۔۔!"دل کی دھڑکن کانوں میں محسوس" کرتی بڑے ضبط سے بولی تھی۔

آج مانسہرہ جا رہا ہوں۔۔"اور مہزلہ کے چہرے کے رنگ واپس آتے دیکھ" اسے اپنے ہی جملے پر غصہ آیا تھا۔"مگر صرف دو دن کے لیے۔۔"اسکے جتاتے

انداز پر وہ لب کاٹتی نظریں پھیر کر ایک بار پھر بیگ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ "یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ جب واپس آؤں تو تمہارا یہ سوجا ہوا منہ نہ دیکھوں۔۔!" اس بار مہزلہ نے جلتی نظر اس پر ڈالی تھی۔

بیگ۔۔ چھوڑیں۔۔!" اسفندیار نے گہری نگاہوں سے اس چلتے پھرتے شعلے" کو دیکھا تھا۔ جو اسکے اندر چنگاریاں بھر رہا تھا۔

نمبر دو اپنا۔۔!" مہزلہ کی بھنویں یکدم ہی سکڑیں تھیں۔"

"!کیا دوں۔۔"

"!بہری ہو نمبر مانگ رہا ہوں۔۔"

"کیسا نمبر۔۔؟"

اپنا موبائل نمبر دو۔۔ پتا چلا میں گیا اور تم پھر آؤٹ آف کنٹرول" ہو گئیں۔۔" مہزلہ کا جی چاہا کچھ چیز اٹھا کر اسکے سر پر دے مارے۔ مگر پہلی بار اسے بغیر موبائل کے زندگی گزارنے پر خوشی ہوئی تھی۔

وہ تو آپکو مرتے دم تک نہیں ملے گا۔۔" اس نے آنکھوں میں دل جلاتا تاثر لیے" بڑے ٹھنڈے بھرے لہجے میں کہا تھا۔ اسفندیار کی بھنویں سکڑ گئی۔

جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو۔۔؟" اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہتے بیگ چھوڑ کر "اسکا بازو تھام لیا۔ اور مہزلہ کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں ایک بار پھر بجتیں محسوس ہوئیں تھیں۔" مجھے منع کر رہی ہو۔۔؟"

چھوڑیں دیر ہو رہی ہے مجھے۔۔!" اس نے مذاحمت تیز کر دی۔ اسفند یار نے "اسکا بیگ چھینتے واپس ٹیبل پر پھینکا تھا۔ اور اسے بازو سے تھام کر نزدیک کر گیا۔" میں اس دیر کو چھٹی میں بدل سکتا ہوں۔۔ میرے ساتھ مت کھیلو۔۔!" اسفند یار نے گھمبیر لہجے میں کہتے اسکی یکدم دہکتی رنگت دیکھی تھی۔ اسکے روئی کے گالوں جیسے رخسار پر سرخی پھوٹ پڑی تھی۔ مگر آنکھیں۔۔! آنکھیں تو وہی جنگ کا ساز و سامان لیں ہوئیں تھیں۔ وہ ایک بار پھر بے خود ہونے لگا۔ مہزلہ آنسو ضبط کرتی چہرہ اسکی جانب سے پھیر گئی۔

"میں کہہ رہی ہوں چھوڑیں۔۔"

"! فون نمبر دو اپنا۔۔"

میرے۔۔ پاس۔۔ موبائل۔۔ نہیں۔۔ ہے۔۔!" یہ جملہ اس نے کس "مجبوری میں آکر کہا تھا یہ وہی جانتی تھی۔ جبکہ اسفند یار کو یقین ہی نہیں آیا۔ جب

اسکی ماں بہن اور بیوی کے پاس تھا اسکے پاس کیسے نہیں ہو سکتا تھا۔۔! اسکا چہرہ ٹھوڑی سے تھامتا اپنی جانب کر گیا۔

اور تمہیں لگتا ہے میں یقین کر لوں گا۔۔؟" اسکے خشمگین انداز پر وہ سلگتی اسکا" ہاتھ جھٹک گئی۔

مجھے رتی برابر بھی پرواہ نہیں آپکے یقین کرنے نہ کرنے کی۔۔ مگر سچ یہی" ہے۔۔! نہ میرے پاس موبائل ہے نہ مجھے ضرورت ہے۔۔ آپکو جو سوچنا ہے سوچ لیں۔۔" اسفندیار اسکے کھرے اور مضبوط لہجے پر ایک پل کے لیے حیران رہ گیا تھا۔ اسکی ڈھیلی ہوتی گرفت پر وہ فوراً بازو نکالتی بیگ اٹھا کر نکل ہی رہی تھی کہ وہ اسے دوبارہ تھامتا خود سے بے انتہا نزدیک کر کے جھک گیا۔ اسکی قربت اور لمس پر مہزلہ کے ہاتھوں سے بیگ چھوٹ کر فرش پر گرا تھا۔ جبکہ آنکھیں صدمے سے پھٹنے لگیں تھیں۔ اس نے پرے دھکیلنا چاہا مگر اسفندیار کی گرفت مضبوط تھی اور لمس راکھ کر دینے والا۔۔ وہ کسی چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گئی تھی۔

اب تم نے جو سوچنا ہے سوچ لو۔۔!" چند لمحے بعد اسے خود سے علیحدہ کرتا" ایک استحقاق بھری نگاہ ڈال کر واشروم کی سمت بڑھ گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ لڑکھڑاتی بے اختیار صوفہ تھام گئی تھی۔ ہر منظر دھندلا گیا تھا۔ وہ اب تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔ یہ شخص کیسے کر سکتا تھا اسکے ساتھ ایسا۔۔؟ اس نے اُسکے گرد کھڑیں محفوظ دیواروں کو ایک ایک کر کے گرانا شروع کر دیا تھا۔

****

تم ناراض ہو مجھ سے۔۔؟" اسٹوڈینٹس سے بھرے آڈیٹوریم میں بیٹھیں اس" وقت وہ لوگ لیکچر لے رہیں تھیں۔ جب درخنے نے اسکا تنا ہوا چہرہ دیکھ کر سرگوشی کی تھی۔ مہزلہ نے پروجیکٹر اسکرین سے نظریں ہٹاتے اسکی جانب دیکھا تھا۔ اور سر نفی میں ہلاتی واپس لیکچر کی جانب متوجہ ہو گئی۔ مگر آج اسکا ایک فیصد دھیان بھی لیکچر کی جانب نہ تھا۔ مقصد صرف اس عقوبت خانے سے دور بھاگنا تھا۔ کاش اسے واقعی وہاں سے بھاگنے کا موقع مل جاتا۔

آج جو حرکت اسفندیار نے اسکے ساتھ کی تھی۔ اسکے بعد ایسا لگ رہا تھا وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ نہ اپنی شکل آئینے میں دیکھ پائے گی کبھی نہ

اسفندیار کا سامنا کر سکے گی۔ اسے معلوم تھا اس جنگلی شخص نے اسکے ساتھ ایسا کیوں کیا تھا۔ صرف اسے نیچاد کھانے کے لیے۔۔اسے جھکانے کے لیے۔۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ اسکے سامنے کتنی بے بس اور کمزور تھی۔ ورنہ کیا اسے معلوم نہیں تھا زمدہ اور وہ ایک دوسرے سے کتنا اٹیچ تھے کتنی محبت کرتے تھے ایک دوسرے سے۔ جبھی تو اس زمدہ نے بھی اسے آسانی سے قبول کر لیا تھا کہ اسکا شوہر پہلے ہی اسے آگاہ کر چکا ہو گا کہ وہ کتنا ٹارچر اسے کرنے والا تھا۔ اس سے کس طرح سب کے بدلے لینے والا تھا۔ کل رات سے صبح تک کے تمام منظر اسکی آنکھوں میں کسی فلم کی طرح ابھرے تھے اور اسکی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی اسفندیار یوں بھی اسکے قریب گا۔ ساری زندگی اس نے دریاب اور اسے کزن سے زیادہ بڑے بھائیوں آئے کی نظر سے دیکھا تھا۔ چاہے اس نے کبھی بڑا بھائی ہونے کا کوئی فرض نہیں نبھایا تھا نہ ہی ان کا کبھی سامنا ہوا تھا۔ مگر جو بھی تھا وہ کہتی تو لالا ہی تھی۔ مگر گزرے ایک ماہ نے اسکی زندگی بلکل ہی پلٹ دی تھی۔ وہ شخص اب اسکا نام نہاد شوہر تھا۔ جو اس پر ہر طرح سے استحقاق جتا رہا تھا۔ اس سے تو لاکھ درجے بہتر تھا وہ

گلریز کے ساتھ رخصت ہو جاتی۔ کم از کم ایسی بھیانک صورتحال کا سامنا تو نہ کرنا پڑتا۔۔!

لیکچر ختم ہونے پر آڈیٹوریم کی تمام لائٹس یکدم جلیں تھیں۔ اور اس نے اپنے خیالوں سے چونکتے سامنے کھلی نوٹ بک کو دیکھا۔ آج پچھلے دو سالوں میں پہلی بار ایسا ہوا تھا۔ کہ اس نے لیکچر اٹینڈ تو کیا تھا مگر ذرہ برابر بھی توجہ نہ دی تھی۔ میڈیسن اسکا پیشن تھا مگر آج۔۔! آج جیسے اسکی توانائیاں کھینچ لی گئیں تھیں۔ بے اختیار آنکھیں بند کرتی کرسی کی پشت سے سر ٹکا گئی۔ پروفیسر جا چکے تھے۔ آڈیٹوریم خالی ہو رہا تھا۔ درخنے نے اسکا کندھا ہلایا۔

"تم ٹھیک تو ہو۔۔ لیکچر بھی نوٹ نہیں کیا۔۔!" درخنے نے فکرمندی سے پوچھا تو وہ بس سر ہلاتی اپنا سامان بھی سمیٹنے لگی۔ درخنے بے چین سی ہوئی تھی۔ اور اسکے ساتھ اٹھتی باہر نکل گئی۔

"کل میرے جانے کے بعد ڈانٹا تھا لالا نے۔۔؟" مہزلہ کے کانوں میں ایک بار پھر وہ بھاری گھمبیر لہجہ ابھرا تھا۔

میں جب چاہوں گا تمہیں چھو سکتا ہوں۔۔ جب چاہوں تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔۔ کسی مائی کے لعل میں جرات نہیں جو مجھ سے سوال کرے۔۔۔ تم میری آنے والی نسلوں کو آگے بڑھاؤ گی۔۔ میرا خاندان بڑھاؤ گی۔۔ یہ بھول جاؤ کہ کوئی رعایت یا ماضی کی طرف کبھی پلٹنے کا موقع بھی ملے گا۔۔'

اسکے آگے بڑھتے قدم یکدم تھم گئے تھے۔ جبکہ دل ایک بار پھر کانوں میں دھڑکنا شروع ہو چکا تھا۔ "پلیز در۔۔! مجھے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنی۔۔"

"پھر کس سلسلے میں کرنی ہے۔۔ صبح سے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔۔ لالا کا غصہ مجھ پر نکال رہی ہو۔۔" اسے بھی اب غصہ آ گیا تھا۔ مہزلہ نے دانت پیس کر اسے دیکھا تھا۔

"تمہارا لالا اتنا اسپیشل نہیں جس کو دماغ پر سوار کر کے رکھوں۔۔ وہ صرف مجھے دھمکیاں دے سکتے ہیں اور کچھ نہیں۔۔" درخنے نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

جھوٹ نہیں بولو کل تم دونوں کارو مینس ہم سب نے دیکھا تھا۔۔!" اور مہزلہ کو لگا اسکے جسم کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ گیا ہو۔

کیا بکواس کر رہی ہو تم یہ۔۔؟" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں اسکی سمت بڑھی تھی۔ درخنے فوراً ایک قدم پیچھے ہوئی۔

کیوں کل جب ہم یونی سے واپس گھر گئے تھے۔۔ تم نے لالا کو کیا اشارہ کیا تھا کہ وہ مورے کے سامنے تمہاری سائیڈ لینے لگے۔۔ جبکہ بھابھی بھی تھی وہاں۔۔!" اسکے کھوجتے انداز میں اٹیک کرنے پر مہزلہ ایک پل کے لیے بلکل بلینک ہو گئی۔ اسکی آنکھوں کے سامنے کل دوپہر کا منظر ابھر آیا تھا۔ ہاں ان دونوں کے درمیان ایک بات طے ہوئی تھی۔ مگر ایسا نہیں تھا جیسا درخنے سمجھ رہی تھی۔ "لالا نے تمہارے پڑھائی کو بٹینیو رکھنے کا فیصلہ اتنی آسانی سے کیسے کر لیا۔۔؟" اسکے مشکوک لہجے پر مہزلہ کا دل چاہا اسکا سر برابر میں بنے پلر پر دے مارے۔

عاشق ہو گیا ہے تمہارا لالا مجھ پر بس۔۔!!" شعلہ بار لہجے میں کہتی تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی تھی۔ جبکہ درخنے کا منہ کھل کر نیچے فلور پر گر چکا تھا۔

وہ دونوں باہر آئیں تو ہمیشہ کی طرح وہی گارڈز اور گاڑیاں کھڑیں تھیں۔ مگر آج بادام خان لینے آیا تھا۔ ارد گرد سے گزرتے اسٹوڈینٹس انکی اونچی گاڑیوں اور گارڈز کے پروٹوکول کو دیکھ کر مرعوب ہوئے بنا نہ رہتے تھے۔ مگر یہ وہی جانتی تھیں کہ قبر میں مردے کا کیا حال تھا۔ خاص کر مہزلہ برلاس۔۔!

بی بی جی۔۔! "ان کے گاڑی میں بیٹھنے پر بادام خان نے ڈیش بارڈ سے ایک" چھوٹا سا شاپنگ بیگ اٹھا کر مہزلہ کی سمت بڑھایا تھا۔ ان دونوں نے نا سمجھی سے بادام خان کی جانب دیکھا۔

خان مانسہرہ جانے سے پہلے آپ کے لیے یہ دے کر گئے تھے۔۔! "ان دونوں" نے شاکڈ ہوتے ایک دوسرے کو اور پھر اس چھوٹے سے بیگ کو دیکھا۔

"!آ۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے شاید۔۔ یہ شاید زمدہ کے لیے ہو۔۔"

نہیں بی بی خاناں نے آپکا نام لے کر بھجوایا ہے۔۔! "مہزلہ کو اپنے ہاتھ" ٹھنڈے پڑتے محسوس ہوئے تھے۔ جبکہ چہرے پر سرخی سی دوڑنے لگی۔ البتہ درخنے شاک سے نکلتی بیگ بادام خان کے ہاتھ سے لے گئی تھی۔ مہزلہ نے

بے چینی سے پہلو بدلتے درخنے کو بیگ کھولتے دیکھا تھا۔ مگر اسکی آنکھیں پھیلتی دیکھ اسکا دل عجیب ہونے لگا۔

"آئی فون سکسٹین۔۔۔زلہ۔۔۔!!" چلتی گاڑی میں درخنے کی دبی دبی پرجوش چیخ ابھری تھی۔اور مہزلہ کی آنکھیں شاک سے پھیلتیں اسکے ہاتھ میں موجود چمچماتا موبائل دیکھتی رہ گئیں۔

"آئی فون سکسٹین۔۔۔زلہ۔۔۔!!" چلتی گاڑی میں درخنے کی دبی دبی پرجوش چیخ ابھری تھی۔اور مہزلہ کی آنکھیں شاک سے پھیلتیں اسکے ہاتھ میں موجود چمچماتا موبائل دیکھتی رہ گئیں۔

"لالا نے موبائل گفٹ کیا ہے تمہیں۔۔!" درخنے نے اسکا بازو پکڑتے موبائل اسکی جانب بڑھایا تھا۔اور مہزلہ بلآخر اپنے شاک سے باہر آگئی۔اور جو پہلا تاثر اسکے چہرے پر ابھرا تھا وہ سخت ناگوار تھی۔ مگر ڈرائیونگ سیٹ پر بادام خان بیٹھا تھا۔اسی لیے وہ منہ سے زہر نہیں اگل سکتی تھی۔ ورنہ اسفندیار کی اس

حرکت پر جی چاہا تھا ابھی یہ بلیک ٹنٹڈ شیشہ کھولے اور یہ قیمتی موبائل باہر پھینک دے۔

وہ ثابت کیا کرنا چاہ رہا تھا آخر۔۔؟بھکاری تھی وہ۔۔؟اسکے ٹکڑوں پر پل رہی تھی جو یوں احسان کر رہا تھا۔۔؟اور وہ تھا کون اس پر یوں عنایتیں کرنے والا۔۔؟"دیکھو تو سہی۔۔!"اس نے جلتی آنکھوں سے درخنے کو اور پھر اس موبائل کو دیکھا۔

"!رکھ دو واپس۔۔"

"!کیوں رکھ دوں۔۔اپنا موبائل تو دیکھو۔۔"

درخنے۔۔!"اس نے سرخ ہوتی آنکھوں سے انتہائی ضبط سے کہا تو درخنے" اسے گھورتی موبائل کی سیٹنگ میں گھس گئی۔جبھی وہ موبائل بج اٹھا۔دونوں نے بیک وقت اسکرین کی جانب دیکھا۔جہاں 'ہسبینڈ' کالنگ لکھا آرہا تھا۔اور ڈیکس ٹاپ پک میں سفید کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار اپنے آفس میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بڑے طمطراق سے بیٹھا تھا۔

لالا کی کال۔۔ لو بات کرو۔۔!" درخنے نے فوراً موبائل اسکی جانب بڑھایا" تھا۔ مہزلہ نے حیران ہوتے موبائل کی جانب دیکھا تھا۔

لو پکڑو۔۔!" زبردستی اسکے ہاتھ میں موبائل تھمادیا۔ مہزلہ ایک پل کے لیے" حواس باختہ ہوگئی تھی۔ وہ کیوں کال کررہا تھا۔۔؟ یہ سب ہو کیا رہا تھا۔۔؟

ریسو کرونا۔۔!" درخنے نے اسکے کندھے پر ہاتھ مارا۔ مگر وہ لب بھینچتی واپس" اسکے ہاتھ میں تھماگئی۔ وہ ہرگز بھی اس سے بات کرنے والی نہ تھی۔ اور موبائل بجتے بجتے بند ہوگیا۔ مگر اگلے ہی لمحے ایک بار پھر بجنے پر درخنے کو اٹھانی پڑی۔

ہیلو لالا۔۔ یہ میں ہوں درخنے۔۔!" اس نے کال ریسو کرتے مہزلہ کو گھورا تھا" اور فوراً اپنا تعارف کروایا۔ دوسری جانب ایک لمحے کے لیے خاموشی چھائی تھی۔

وہ کہاں ہے۔۔؟" اسپیکر پر اسفندیار کی سنجیدہ آواز ابھری تھی۔"

ہم۔۔ ہم راستے میں ہیں۔۔ گھر جارہے ہیں۔۔" اس نے لب سختی سے بھینچے" بیٹھی مہزلہ کی جانب دیکھا۔

فون دو اسے شاباش۔۔!" درخنے نے مہزلہ کو زبردستی موبائل تھمایا تھا اور"
دانت پیستے بے حد مدھم آواز میں بڑبڑائی۔" بات کرو۔۔" مہزلہ جبڑے بھینچتی
بادل نخواستہ موبائل تھام گئی۔
"!ہیلو۔۔"
درخنے نے کال ریسو کیوں کی۔۔؟" اسفندیار کی سخت آواز اسکے کانوں سے"
ٹکرائی تھی۔" تمہیں اس لیے موبائل نہیں دلوایا کہ دوسرے کال رسیو
"!کریں۔۔
"!مجھے۔۔اسکی۔۔ضرورت ہی۔۔نہیں۔۔"
مگر مجھے ہے میں نے رابطے میں رہنے کے لیے دلایا ہے۔۔ساری سیٹنگز"
کر دیں ہیں۔۔ باقی درخنے سمجھا دے گی۔۔!" اس کے تحکم بھرے انداز پر اسکا
جی چاہا ابھی پھٹ پڑے مگر آگے ابا صاحب کا ملازم تھا اور برابر میں اسکی چہیتی۔
"___میں۔۔ صبح ہی۔۔کلیر کر چکی ہوں۔۔مجھے"
صبح میں نے بھی کچھ کلیئر کر دیا تھا۔۔ابھی مصروف ہوں رات کو کال کروں"
گا۔۔" مہزلہ نے موبائل کان سے ہٹاتے کال کاٹ دی۔اسکی رنگت شرم وغصے

سے دہک اٹھی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ کال کرنے کی کوشش کرتا۔وہ پاؤر آف کر گئی۔درخنے نے اسے یہ سب کرتے ملامتی نظروں سے دیکھا تھا۔حویلی پہنچ کر مہزلہ موبائل اسکی گود میں پھینکتی باہر نکل گئی تھی۔وہ بھی بل کھاتی اسکے ساتھ باہر نکل گئی۔

تمہیں تو ابھی مزہ چکھاتی ہوں۔۔"درخنے اسکی پشت گھورتی ساتھ ہی اندر کی" جانب بڑھ گئی۔لاؤنج میں ہی تائی اور زمدہ بیٹھیں تھیں۔اور کچھ عورتوں سے الوداعی کلمات کہہ رہیں تھیں۔اب اکثر عورتیں اپنے مسائل لے کر زمدہ کے پاس چلی آتیں تھیں۔کیونکہ اسکا شوہر سردار جو تھا۔مہزلہ پر ایک نظر ڈالتیں عورتیں سلام کر کے باہر نکل گئیں تھیں۔زمدہ اور تائی دونوں نے بڑی چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

تم نے اب یہی زندگی بنالیا ہے۔۔کالج سے آکر کمرے میں گھس جاؤ گی۔۔پھر" سارا دن ان کتابوں میں سر دے کر رکھو گی۔۔خانہ داری کا بھی کچھ ہوش ہے یا نہیں۔۔؟"انکی چیختی آواز پر مہزلہ نے ایک ضبط بھری نگاہ ملکہ کی طرح بیٹھی زمدہ پر ڈالی۔

"اور اپنی بہو کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟"

زمدہ سب کا خیال رکھتا ہے۔۔ابا صاحب کے کھانے پینے کا۔۔شوہر کے کھانے" اور کپڑے کا۔۔تم نے کیا کبھی۔۔؟"تائی نے تیز نگاہ سے اسے دیکھا تھا جو جواب دینا فرض سمجھتی تھی۔۔زمدہ بھی ناگواری سے اسے گھور رہی تھی۔"آج خاناں تمہارا ساتھ تھا۔۔توان کا کپڑا ابھی تم نے باندھنا تھا۔۔مگر یہ کام زمدے نے کیا۔۔"مہزلہ نے دانت بھینچتے خود کو بڑی مشکل سے روکا تھا۔

"!مجھ سے کچھ نہیں کہا گیا تھا۔۔"

کیونکہ وہ اس لائق ہی نہیں سمجھتے کہ کوئی ذمہ داری سونپیں۔۔!"اس بار زمدہ" نے حصہ لیتے بڑے کاٹ دار لہجے میں کہا تھا۔

"!میں تم سے بات نہیں کر رہی۔۔"

"تو تمہیں لگتا ہے مجھے شوق ہے تم جیسی بدزبان سے بات کرنے کا۔۔؟"

"تو اپنا شیرے سے بھرا منہ میرے سامنے مت کھولا کرو۔۔"

"!!بس۔۔"

وہ بڑا ہے تم سے۔۔ حویلی کا بڑا بہو ہے۔۔ عزت کرنا سیکھو۔۔اور میں آج سے " بتا رہی ہوں۔۔ روز رات کا کھانا تم دیکھو گی۔۔ زمدہ دوپہر کا دیکھے گی۔۔ !" روشینا بھی نماز ادا کر کے اپنے کمرے سے نکل آئیں تھیں۔ مہزلہ نے بل کھاتے ان دونوں ساس بہو کو دیکھا تھا۔وہ جانتی تھی اسکی تائی کتنی خبیث عورت تھی کبھی اسکی ماں کو چین سے نہ رہنے دیا تھا اب اسکا جینا حرام کر رہی تھی۔ دوپہر میں کوئی مرد تو گھر پر ہوتا نہ تھا۔اور سب خواتین اپنے اپنے کمروں میں کھاتیں تھیں۔ وہ بس کچن میں ماں کے ساتھ کھاتی تھی۔اسلیے اسکی میسنی ساس نے اپنی چہیتی کو یہ ذمہ داری سونپ رہی تھی۔

"___ مگر میں"

صیحح کہہ رہی ہیں بھابھی۔۔اب بہو بھی ہو ذمہ داریاں نبھانی پڑیں "
گی۔۔ !" روشینا نے بیٹی کی بات قطع کرتے خاموش کروا دیا۔ درخنے نے افسوس سے مہزلہ کی سرخ ہوتی رنگت دیکھی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ سیڑھیوں کی سمت بڑھتی درخنے فوراً پکار گئی۔

اپنا گفٹ تو لے جاؤ زلہ۔۔!!" درخنے کے یکدم بولنے پر تینوں خواتین" چونکیں تھیں۔اور اسکے ہاتھ میں موجود چھوٹا سا شاپنگ بیگ دیکھا۔ جبکہ مہزلہ نے پلٹتے خونخوار نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

کیسا گفٹ۔۔اسے کس نے دیا ہے۔۔؟"تائی نے کڑی نظروں سے بیٹی کو گھورا" تھا۔انہیں معلوم تھا بڑا دل پھڑکتا تھا اسکا اس لڑکی کے لیے۔

"___درخنے یہ میرانہ"

لالا نے بادام خان کے ہاتھ موبائل بھیجا ہے زلہ کے لیے۔۔!" درخنے نے بڑا" چہکتے پھلجڑی چھوڑی تھی۔ مگر وہ ایٹم بم ثابت ہوئی۔ایسا لگا تھا لاؤنج میں کسی نے بلاسٹ کر دیا ہو۔زمدہ اور تائی ششدر کھڑیں متحیر نگاہوں سے درخنے کو دیکھ رہیں تھیں۔

کس۔۔کس نے بھیجا ہے۔۔؟"زمدہ کی تیز آواز پر مہزلہ نے اپنا غصہ بھلائے" اسکی جانب دیکھا تھا جس کے چہرے کے سارے رنگ اڑ گئے تھے۔اور یکدم ہی اسکے دماغ میں ایک بڑا ہی کمینہ آئیڈیا ابھر آیا۔

اسفند نے۔۔! سنا نہیں تم۔۔!"لبوں پر بڑی شرمیلی سی مسکان لیے وہ نزدیک" چلی آئی تھی۔"کل رات ہی کہا تھا میں نے ان سے کہ اب جا رہے ہیں آپ تو ہم کانٹیکٹ کیسے کریں گے۔۔اسی لیے انہوں نے۔۔" جھجھکتے لہجے میں کہتی درخنے سے موبائل لے گئی۔درخنے اسکی کمینگی سمجھ گئی تھی۔اس لیے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔مہزلہ ان دونوں کی جانب پلٹی جو بلکل سفید ہو چکی تھیں۔

مگر مجھے نہیں معلوم تھا وہ آج ہی بھجوا دیں گے۔۔!"اسکی ایکٹنگ کمال" تھی۔جو زمدہ کے دل پر آری چلا گئی تھی۔اسکی نگاہیں مہزلہ کے ہاتھ میں موجود برینڈ نیو موبائل پر تھیں۔ابھی تو وہ اسکے پڑھائی دوبارہ شروع کرنے کا حساب نہ لے سکی تھی اپنے خان سے اور یہ۔۔!

مہزلہ نے وہاں سے گزرنے سے پہلے ایک نگاہ ماں کی جانب بھی ڈالی تھی۔جو اس وقت اسے خشمگین نگاہوں سے دیکھ رہیں تھیں کیونکہ انہیں معلوم تھا اس نے ابھی کیا کیا تھا۔

****

کیسا ظلم کیا ہے خان نے میرے ساتھ۔۔ میری آنکھوں کے سامنے میری" سوتن لے آئے اور اسکے بعد یہ سب۔۔۔!"اس نے تو کمرے میں آکر اپنا برا حال کر لیا تھا۔اور اپنی ماں کو کال لگا کر دل کا ایک ایک پھپھولا پھوڑ گئی تھی۔پہلے تو اسفندیار کو کال کرنے کی کوشش کی تھی مگر اسکا نمبر بزی جا رہا تھا۔

"!تو فکر نہ کر میرا بچہ۔۔اس میسنی کو نہیں چھوڑوں گی میں۔۔"

خان نے کیوں کیا میرے ساتھ ایسا مورے۔۔ میں ان سے حساب لوں" گی۔۔اس کمینی نے مجھے نیچا دکھایا ہے مورے۔۔"وہ جنونی ہوتی ماں پر چیخ رہی تھی۔

او پاگل۔۔ حواس قابو میں کر خاناں تیری ہر بات مان لیتے ہیں۔۔سنتے" "ہیں۔۔اگر تو نے کوئی بیوقوفی کی سب ہاتھ سے نکل جائے گا۔۔

وہ تو نکل رہا ہے مورے۔۔ ہم صرف تماشہ دیکھ رہے ہیں۔۔وہ آوارہ چکر چلا" "کر بھی خان کی چہیتی بن رہی ہے۔

پاگل مت بن بیوی ہے وہ بھی اسکی۔۔اور یہ مت بھول ان کے پاس تین دن" "جبکہ تیرے پاس چار دن ہوتے ہیں

نہیں۔۔وہ نہیں ہے انکی بیوی میں ہوں۔۔!!اور یہ میں ثابت کر دوں"

"!گی۔۔

پہلے یہ بتا دوائی کھا رہی ہے نا۔۔؟بس ایک بار اسفندیار کو اولاد دے"

"دے۔۔پھر ہر چیز خود بخود تیرے قدموں میں ہو گی۔۔

اس کا مطلب یہ نہیں۔۔کہ اس گھٹیا لڑکی کو اپنی جگہ لینے دوں گی۔۔"غصے"
سے پاگل ہوتی کام کاٹ گئی تھی۔اور ایک بار پھر اسفندیار کو کال لگا گئی جسے اس
بار ریسو کر لیا گیا تھا۔

یقیناً کوئی اہم بات ہو گی جو تم نے لگاتار اتنی کالز کیں ہیں۔۔!"اسپیکر پر"
اسفندیار کا بھاری سنجیدہ لہجہ ابھرا تھا۔زمدہ نے بے اختیار تھوک نگلا تھا۔

آآپ نے مہزلہ کو تحفہ دیا ہے۔۔؟"اسکی نم آواز پر دوسری جانب ایک پل"
کے لیے خاموشی چھائی تھی۔

"!تحفہ۔۔؟ایک موبائل بھجوایا ہے بس۔۔"

بس۔۔؟نہیں خان۔۔وہ۔۔وہ ایک موبائل نہیں۔۔میرا"
دل۔۔میں۔۔آپ نے میرے بارے میں نہیں سوچا۔۔صرف اسکے ایک بار

فرمائش کرنے پر آپ نے اسکی پڑھائی شروع کروادی۔۔اسے موبائل دلا دیا۔۔یہ بھی بتادیں کیااوقات رہ گئی میری۔۔!!"وہ بری طرح سسک اٹھی تھی۔اسفندیار نے کچھ اسے رونے دیا تھا۔اور جب بولا لہجہ دوٹوک تھا۔

پہلی بیوی ہو تم میری۔۔! مگر اسی طرح اب وہ بھی ہے۔۔کیا تمہاری خواہشیں" پوری نہیں کرتا جو اس طرح چھوٹی سی بات پر تم نے یوں کہرام مچا کر مجھے کال "کی۔۔؟کیا یہاں گھریلو پولیٹکس کے لیے بیٹھا ہوں۔۔؟

کل کو تمہارے لیے کچھ کروں گا تو وہ بھی اسی طرح میرے سامنے آئے" گی۔۔؟اور میں تم دونوں کی جنگیں ہی حل کرواتا رہوں۔۔؟اپنے کام چھوڑ دیتا ہوں پھر میں۔۔اور تمہارے پلوں سے لگ جاؤں۔۔؟اپنا مقام اور رتبہ سمجھو زمدہ۔۔میں بار بار نہیں بتاؤں گا کہ میرے لیے تمہاری کیا اہمیت ہے۔۔!"اتنا کہہ تارابطہ منقطع کر گیا تھا۔مگر وہ بھی کیا کرتی اس شخص سے محبت اور مہزلہ سے نفرت کے درمیان اسے کتنے خسارے ہو رہے تھے۔آج اسے اپنی بیوقوفی پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔کاش وہ مہزلہ اور کاروان کے بیچ اڑنگا نہ ڈالتی۔

****

یہ وہاں رکھو۔۔!"روشینا نے ملازمہ سے سحّی کی ٹرے لے کر اسکے حوالے کی" تھی۔اور وہ خاموشی سے ان کی ہدایت پر عمل کرتی ٹیبل پر رکھ گئی۔جب سے تائی نے پھلجڑی چھوڑی تھی اسکی ماں ہاتھ دھو کر اسکے پیچھے پڑ گئی تھی۔چاہے تمام کھانا خود بناتی تھیں۔مگر ٹیبل پر اسی سے لگواتی تھیں۔اور پچھلے دو دن سے یہی ہو رہا تھا۔

"!یہ سوپ خاناں کے لیے خاص طور پر بنوایا ہے۔۔ان کی جگہ رکھو۔۔"

جب چار چار ملازمائیں کھڑی ہیں۔۔تو میرا ہاتھ لگوانا ضروری ہے۔۔میں" پڑھائی چھوڑ کر آئی ہوں مورے۔۔!"اس نے بے اختیار ماں کو شکایت کی تھی۔مگر انہوں نے دھیان نہیں دیا۔

رکھو وہاں باتیں نہیں کرو۔۔!آدھے گھنٹے کے کھانے سے تمہاری ڈگری نہیں" رک جائے گی۔۔!"اس نے لب بھینچتے سوپ کا پیالہ اٹھا کر اسفندیار کی جگہ تقریباً پٹخا تھا۔دریاب آج دوپہر میں ہی لوٹا تھا۔اسفندیار کی بھی دو دن بعد آج شام کو واپسی ہوئی تھی۔اور اسے اطمینان اس بات کا تھا کہ اگلے تین دن اس نے زمدہ کے ساتھ ہی رہنا تھا۔ٹیبل پر کھانا لگ چکا تھا۔اتنے میں سب ہی کھانے

کے لیے چلے آئے تھے۔اس نے بس ایک نظر زمدہ اور اسفندیار کو ساتھ نیچے آتا دیکھا تھا۔اور اگلے پل نظر پھیرتی ملازمہ کے ہاتھ سے پانی کا جگ لے گئی تھی۔ ٹیبل کی سمت آتے اسفندیار نے سیاہ کرتا پجاما میں ملبوس سر سے دوپٹہ اوڑھی اس میسنی کو دیکھا تھا۔آج سے دو دن پہلے اس نے اس کے لیے موبائل بھجوایا تھا۔مگر وہ اس دس سیکنڈ کی کال کے بعد سے دوبارہ آن ہی نہ ہوا تھا۔اسکی مانسہرہ میں ہزار مصروفیات تھیں۔شیڈیول خاصہ بزی تھا مگر اسکے باوجود بھی اس نے کال کی تھی۔مگر مہزلہ برلاس کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔یعنی اسکی جانب سے دی گئی چیز کو اس نے کسی کباڑ کی طرح کونے میں ڈال دیا تھا۔پانی ٹیبل کے بیچوں بیچ رکھتی مڑی تو وہ بلکل نزدیک ہی کھڑا اسے گھور رہا تھا۔مہزلہ ایک پل کے لیے سٹپٹاتی پیچھے ہوئی تھی۔مگر وہ جبڑے بھینچا خاموشی سے آگے بڑھ گیا تھا۔اس کے سینے سے سکون کی سانس خارج ہوئی تھی۔اور خود بھی اپنی کرسی کی جانب بڑھ گئی۔ابا صاحب بھی اپنی لاٹھی تھامے چلے آئے تھے۔زمدہ شوہر کو جبکہ تائی سسر کو کھانا نکال کر دے رہیں تھیں۔مہزلہ خاموشی سے اپنی پلیٹ میں کھانا نکالنے لگی۔

"یہ لالا تمہیں کیوں گھور رہے ہیں کب سے۔۔؟" اس نے نوالہ اپنے منہ میں رکھا ہی تھا جب برابر میں بیٹھی درخنے نے سرگوشی کی تھی۔ اور اس نے چونکتے سر اٹھا کر اسفندیار کی سمت دیکھا تھا۔ اور واقعی درخنے سچ کہہ رہی تھی وہ اسے ہی گھور رہا تھا۔ اسے یکدم ہی نجانے کیوں اچھو لگا تھا۔ سب نے ایک ساتھ اسکی جانب دیکھا تھا۔ جن میں زمدہ، تائی اور ابا صاحب کی آنکھوں میں سخت ناگواری تھی۔ درخنے نے فوراً پانی نکال کر اسکی جانب بڑھایا تھا۔

"اداب سیکھو لڑکی۔۔! یوں بدتہذیبی ہمیں قطعاً پسند نہیں۔۔" ابا صاحب نے ہنکار بھرتے ناگواری سے کہا تو اس نے لب بھینچتے گلاس ٹیبل پر رکھ دیا۔ اندر ناگواری کی ایک تیز لہر ابھری تھی۔ اور نگاہ ماں سے جا ملی۔ جو نظریں چرا گئیں تھیں۔ پھر اسکے بعد اسکے حلق میں ایک نوالہ بھی نہ جا سکا تھا۔ نہ ہی اس نے نظر اٹھا کر کسی بھی جانب دیکھا تھا۔

"بریال کا کوئی مسئلہ چل رہا ہے ایس پی سے۔۔ دیکھ لینا تم خاناں۔۔!" ابا صاحب نے کھانا کھاتے اسفندیار کو مخاطب کیا تو زمدہ بھائی کے لیے بے چین سی ہو گئی۔

"!سب خیریت ہے نا ابا صاحب۔۔"

ہاں بچے فکر کا کوئی بات نہیں۔۔مردوں کے معاملات ہیں۔۔"کب سے" خاموش بیٹھے دریاب کے چہرے پر سختی کے ساتھ ناگواری بھی ابھر آئی تھی۔ مگر مجھے نہیں لگتا کہ لالا کو اس معاملے میں پڑنا چاہیے۔۔!"اسکی سرد آواز پر ابا" صاحب نے ماتھے پر شکنیں ڈال کر اسکی جانب دیکھا۔

کیوں۔۔؟کوئی باہر والا آکر بولے گا پھر۔۔؟"انہیں اسکی بات اور لہجہ دونوں" پسند نہیں آئے تھے۔زمدہ نے بھی ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔جبکہ اسفندیار ابھی فل وقت گفتگو میں حصہ نہیں لینا چاہتا تھا۔اسکا کسی بھی قسم کی بحث میں حصہ لینے کا کوئی موڈ نہ تھا۔

جب گڑھے کھود رہا تھا وہ۔۔تب آپ سے آکر اجازت نہیں لی۔۔تو اب کیوں" آپ کی جانب دیکھ رہا ہے۔۔؟"وہ پوتا تھا۔دادا کے سامنے بول سکتا تھا۔اس لیے اتنا سن بھی گئے تھے وہ۔جبکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی پوتی کو بری طرح ذلیل کر چکے تھے۔مگر مہزلہ کو دریاب کا بولنا بہت اچھا لگا تھا ایک تو اسے بریال !سے نفرت تھی اور دوسرا کوئی تو اس عمر رسیدہ بوڑھے کے کس بل نکالتا۔۔

دریاب۔۔!" یہ اسفندیار تھا جس نے گھمبیر مگر تنبیہی لہجے میں اسے ٹوکا" تھا۔" خاموشی سے کھانا کھاؤ۔۔دیکھ لیں گے اس معاملے کو۔۔" وہ جانتا تھا دریاب غلط نہ تھا کیونکہ ان لوگوں کو بریال خان کے اور بھی بہت سے کرتوتوں کی خبریں مل رہیں تھی۔

ہٹاؤ یہ بدذائقہ کھانا۔۔نمک حراموں نے نمک حلاحل کیا ہوا ہے۔۔"غصے" میں پلیٹ کھسکا کر منہ صاف کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ان کا خاص ملازم فوراً نزدیک آتا سہارا دے کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ سبھی جانتے تھے یہ طعنہ وہ کسے مار کر اٹھے تھے۔ مہزلہ کی بھی اب بس ہو چکی تھی۔دادا کے نکلتے ہی وہ بھی کسی بھی جانب دیکھے بغیر وہاں سے نکل گئی تھی۔اسفندیار نے بس ایک نگاہ اٹھا کر اسکی پشت دیکھی تھی اور لب بھینچتا پانی کا گلاس لبوں سے لگا گیا۔

****

تم کمرے میں جاؤ۔۔ میں اسٹڈی میں ہوں کچھ دیر۔۔!" رات کے گیارہ بج" رہے تھے۔ وہ دونوں ابھی ابا صاحب کے کمرے سے نکلے تھے۔ جب اسفند یار نے اس سے کہا تھا۔ زمدہ نے روٹھ کر اسکی جانب دیکھا۔

اتنے دن دور رہ کر بھی آپکو مجھ ترس نہیں آرہا۔۔ اب کام کو وقت دیں" گے۔۔؟" اسکی ناراضی پر اسفند یار کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ اور مبہم سا مسکرا دیا۔

یہ کام بھی تو مجھے ہی دیکھنے ہیں۔۔!" زمدہ اسکی نرم مسکراہٹ پر فدا ہوتی" ویران کاریڈور میں ہی سینے سے لگ گئی۔" مجھے بھی کام سمجھ لیں بس پھر آپ۔۔!" اسفند یار نے اسکی بے تابی پر بایاں ہاتھ کمر پر رکھ دیا۔ وہ جانتا تھا کتنی پاگل تھی وہ اسکے معاملے میں۔۔

تم کام نہیں ہو بیوی ہو میری۔۔ اور یہ جگہ دیکھو۔۔" اسکے سمجھانے پر زمدہ" نے سینے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

جہاں آپ ہوتے ہیں وہاں مجھے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔۔!" اسکی بات پر رخسار پر" نرمی سے ہاتھ رکھتا اسے لیے آگے بڑھ گیا۔ جہاں اسٹڈی تھی۔

"کچھ ضروری کالز کرنی ہیں۔۔ تھوڑی دیر میں آجاؤں گا۔۔ !"

"ہاں آپکی تھوڑی دیر گھنٹے سے زیادہ ہوتی ہے۔۔ مگر میں ویٹ کر رہی ہوں جلدی آیئے گا۔۔" اسکے جانے کے بعد اسفندیار واقعی کافی دیر تک کالز اور کچھ دستاویزات میں الجھا رہا تھا۔ پونے بارہ بجے کہیں جا کر فارغ ہوا تھا۔ اور اسٹڈی سے نکلتا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی وہ فرسٹ فلور سے سیکنڈ فلور کی سمت بڑھ ہی رہا تھا۔ کہ اسکے قدم ٹھہرے تھے۔ نگاہ سامنے کاریڈور تک گئی تھی جہاں سارے کمرے بنے تھے۔ اور پھر اسکے قدم اسی جانب بڑھ گئے۔ ابھی وہ مہزلہ کے کمرے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ وہ اندر سے خود ہی کھل گیا۔ اور سامنے کھڑیں روشینا کو دیکھ ایک پل کے لیے ٹھہرا تھا۔

"خاناں۔۔؟" حیران تو روشینا بھی ہوئیں تھیں۔ اس وقت اسفندیار کو یہاں دیکھ کر۔ مگر اگلے پل فوراً سنبھلیں۔ "مہزلہ کمرے میں نہیں ہیں۔۔" ان کے بتانے پر اسفندیار کی بھنویں سکڑیں تھیں۔

"پھر کہاں ہے۔۔؟" ایک نظر کلائی میں مقید سلور کلر کی رسٹ واچ پر ڈالی تھی۔

"ہمارا کمرے میں ہیں۔۔ان کا سر میں درد ہو رہا تھا بام لگا یا ہے۔۔ سر درد کا دوا ہی لینے آئی تھی۔"

"وہ تو ساری رات جاگتی ہے۔۔آپکے کمرے میں کیوں سونے گئی ہے۔۔آپکی نیند بھی ڈسٹرب ہو گی۔۔!" ہاتھ پشت پر باندھتا ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"نہیں۔۔ نہیں خاناں وہ تو خود میرا خیال کرتی ہیں۔۔" انہوں نے بیٹی کی صفائی پیش کرنی ضروری سمجھی۔اسفندیار نے ایک نظر انکی مرجھائی ہوئی صورت کو دیکھا تھا۔

"کبھی ڈاکٹر کو دکھایا اسے۔۔؟" اسکے سوال پر روشینا ٹھہریں تھیں۔

"کس لیے خاناں۔۔؟"

"ساری رات کیوں جاگتی ہے۔۔ڈاکٹر سے کبھی ڈسکس کیا۔۔؟ علاج ہوتا ہے اسکا۔۔" روشینا ہاتھ میں موجود دوا دیکھتیں گہری سانس بھر گئیں۔

"بہت کوشش کی خاناں۔۔ مگر نہیں سنتی۔۔ کہتی ہیں مجھے میرا حال پر چھوڑ دو۔۔" انکے بے بسی سے کہنے پر وہ لب بھینچ گیا۔

طبیعت کیسی ہے اب آپکی۔۔؟"اسکے نئے سوال پر روشینا کی آنکھوں میں ایک" بار پھر حیرانی ابھری تھی۔

"!ٹھیک ہوں۔۔اللہ کا شکر ہے۔۔"

اچھی بات ہے۔۔کوئی بھی مسئلہ ہو مجھے یا خوشحال خان کو کہہ دیجیے گا۔۔"وہ" لب بھینچتیں سر اثبات میں ہلا کر آگے بڑھ گئیں تھیں۔اسفندیار نے قدم دوسری منزل کی جانب بڑھا دیے۔وہ جانتا تھا یہ لڑکی آج اپنے کمرے میں کیوں نہیں ٹھہری تھی۔

دروازہ وا کرتا اپنے کمرے میں داخل ہوا تو بیڈ پر زمدہ موجود نہ تھی جبکہ واشروم سے اسکے بری طرح کھانسنے اور قہہ کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔وہ تیزی سے واشروم کی جانب آیا تھا۔

زمدہ۔۔۔!"بیسن کے پاس زرد چہرہ لیے وہ چکرائی کھڑی تھی۔مگر اسکے لبوں" پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ تھی۔

****

حویلی میں الگ ہی جشن کا سماء تھا۔ باورچی خانے میں پکوان بن رہے تھے۔ شہر کے حلوائیوں کو مٹھائیوں کے آرڈر دے دیے گئے تھے۔ آخر کو بہر اور خان کے پوتے سردار اسفندیار کی اولاد دنیا میں آنے والی تھی۔ نجانے کتنا پیسہ اور کپڑا لتھا زمدہ کا صدقہ نکال چکے تھے۔ یہ خبر سنتے ہی دونوں پھپھیاں بھی دوڑی چلی آئیں تھیں۔ حویلی میں رونق ہی الگ تھی آج تو۔ تائی تو بہو کی بلائیں لیتیں نہیں تھک رہیں تھیں۔

اسفندیار رات کو ہی زمدہ کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا۔ اور یہ خبر صبح ناشتے کی ٹیبل پر بریک کی گئی تھی۔ مہزلہ اور درخنے تو یونیورسٹی گئی ہوئیں تھیں۔ انہیں یہ خبر آنے کے بعد پتہ چلی تھی۔ درخنے تو سنتے ہی خوشی سے جھوم اٹھی تھی جبکہ مہزلہ۔۔! بھلا اسے کیا فرق پڑنا تھا۔۔؟ اسکے لیے یہ نیوز سراسر غیر اہم تھی۔ اسے نہ پہلے فرق پڑتا تھا۔ نہ اب پڑ رہا تھا۔ بس یہ ہوا تھا کہ دادا کی اکڑ اور تائی اور زمدہ کی شکلیں اسے اور بری لگنے لگیں تھیں۔

"یہ چائے لاؤنج میں لے جاؤ ذرا۔۔!" وہ کچن میں ہی بیٹھی دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی جب روشینا نے اس سے کہا۔

"میں کیوں دے کر آؤں۔۔ کسی ملازمہ کو بھیج دیں۔۔" اس وقت وہ سخت تھکی ہوئی تھی۔ اور نیند بھی بہت آرہی تھی۔ بس کمرے میں جا کر سونا چاہتی تھی۔

"کام میں لگی ہیں۔۔ دیکھ نہیں رہیں تم۔۔!" دو ملازمائیں اس وقت کچن میں انکے ساتھ موجود تھیں۔ اور دونوں ہی رات کے کھانے کی تیاریوں میں لگیں تھیں۔

"ایک بات بتائیں۔۔ آپا کیوں نہیں آئیں۔۔؟" مہرلہ نے پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ان سے پوچھا۔

"وہ شام میں بریال کے ساتھ آئے گی۔۔"

"کیوں وہ اکیلے نہیں آسکتے تھے۔۔؟ جب پھپھی آ گئیں تو آپا بھی آسکتیں تھیں۔۔!" اسکے چہرے پر ناگواری پھیل چکی تھی۔ ایک تو کبھی کبھی ہی ملنے آتی تھی وہ۔ پھپھی چاہ رہی تھی وہ بھی آنا بند ہو جاتا۔

شوہر کے ساتھ آجائے گی تو اس میں کیا غلط ہے۔۔؟ تم جاؤ دے کر آؤ"

یہ۔۔!" جگہ سے اٹھتے وہ ہاتھ دھو کر پلٹی تو ماں نے ٹرے تھما دی تھی۔ جسے وہ غائب دماغی سے تھام گئی تھی۔ اس کا دماغ اس وقت زرتشہ کی جانب تھا۔ اس نے آخری بار اسے اپنے سو کالڈ ولیمے کی دعوت پر دیکھا تھا۔ اور اپنے غم کے باوجود بھی وہ بہن کا زرد اور اترا ہوا چہرہ نوٹس کیے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ اسے اس گھٹیا بریال سے ہر بدترین حرکت کی توقع تھی۔ جس کا ایک نمونہ وہ تایا کے انتقال پر دیکھ چکی تھی۔

لاؤنج میں داخل ہوئی تو دونوں پھپھیاں تائی، زمدہ، درخنے اور ابا صاحب جے ساتھ اسفندیار بھی موجود تھا۔ آج ابا صاحب اور اس نے اپنی تمام مصروفیات ترک کر دیں تھیں۔

ارے بھئی تبانا۔۔ مٹھائی لاؤ۔۔ کچھ مشروبات کا انتظام کرو۔۔ کیا چائے پلا رہی ہو۔۔!" ابا صاحب سمیت سبھی نے سر سے دوپٹہ اوڑھے ٹیبل پر چائے رکھتی مہزلہ کو دیکھا تھا۔ زمدہ کے برابر میں ایک ہاتھ صوفے کی آرم اور دوسرا پشت پر پھیلائے۔ سفید کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار نے بھی فرصت سے اسے دیکھا

تھا۔ڈارک پرپل کاٹن کے قمیض شلوار پر دوپٹہ اوڑھی وہ اسے تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔

"یہ روشینا نجانے کیا کر رہی ہے باورچی خانے میں۔۔ابھی تو حلوائی کے یہاں سے مٹھائی آئی ہے۔۔"تائی نے ایک ناگوار نگاہ سب کو چائے دیتی مہزلہ پر ڈالی تھی۔

"میں لے کر آتی ہوں۔۔!"درخنے فوراً اٹھ کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔

"ابا صاحب خوشی کا موقع ہے۔۔ مگر میں بد پرہیزی پھر بھی کرنے نہیں دوں گی آپکو۔۔"گل بینا لاڈ سے بولیں تھیں۔اور ایک جتاتی نگاہ مہزلہ پر ڈالتیں چائے کا کپ لے گئیں۔

"بھئی نہیں۔۔آج ہم کوئی پرہیز نہیں کریں گے۔۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو رہا۔۔میٹھے کو بلکل ہاتھ نہیں لگائیں گے آپ۔۔!"اسفندیار نے دوٹوک انداز میں منع کر دیا تھا۔مہزلہ نے زمدہ کی جانب چائے بڑھائی تو اس نے لبوں پر معنی مسکراہٹ لیے کن اکھیوں سے اسفندیار کو دیکھا تھا۔جو ابا صاحب کی جانب متوجہ تھا اور پھر اسکی جانب دیکھا۔مہزلہ کی آنکھوں میں

ناسمجھی ابھری تھی۔ مگر اگلے پل اس مسکراہٹ کا مطلب اسے اچھی طرح سمجھ آگیا تھا۔ زمدہ نے کپ تھامتے جان کر اپنے ہاتھ سے چھوڑا تھا جو چھن کی آواز کے ساتھ اسکے قدموں میں جا گرا۔۔

یااللہ۔۔!!" زمدہ سہمتی برابر میں بیٹھے اسفندیار کا بازو تھام گئی۔ جبکہ مہزلہ" جس کے پاؤں پر گرم چائے کی چھینٹیں آئیں تھیں۔ وہ ایک پل کے لیے ششدر رہ گئی۔ اسے سمجھ ہی نہ آیا تھا یہ ہوا کیا تھا۔ سب ہی دنگ ہوتے ان کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

زمدہ بیٹا ٹھیک ہو تم۔۔؟" تائی نے جگہ سے اٹھتے فوراً فکرمندی سے پوچھا" تھا۔ اسفندیار کی نگاہ بھی نیچے بکھرے کپ کے ٹکڑوں سے ہوتی زمدہ تک گئی تھی۔

جج۔۔جی میں ٹھیک ہوں۔۔ پتہ نہیں کیسے کپ سلپ ہو گیا۔۔!" خود ہی اس" نے حراساں تاثرات کے ساتھ صفائی دینی چاہی تھی۔ مہزلہ اسکی جانب دیکھتی اندر تک بل کھا گئی۔

یہ کیا حرکت ہے لڑکی۔۔!!"اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا ابا صاحب" دھاڑتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مہزلہ کا دل ایک پل کے لیے اچھل کر حلق میں آ گیا۔

کسی بات کی تہذیب ہے بھی یا اپنی شرم کے ساتھ اسے بھی بیچ گئیں۔۔!"ان" کی گرجدار آواز پر کچن سے روشینا اور درخنے بھی بھاگی چلی آئیں تھیں۔ جبکہ دادا کے توہین آمیز جملوں پر مہزلہ کی رنگت تمتما اٹھی۔ رنگت تو اسفندیار کی بھی دہک اٹھی تھی۔ مگر مہزلہ اس وقت صرف دادا کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

میں__نے___کپ__نہیں__گرایا"

اور___نہ__ہی__آپکو__میری ذات پر__تبصرہ کرنے کا__کوئی حق ہے__سنا آپ نے__"دادا کی پر جلال آنکھوں میں دیکھتی انتہائی مدھم مگر سرد لہجے میں بولتی پورے لاؤنج میں موت کا سا سناٹا طاری کر گئی تھی۔ زمدہ اور پھپھی گل بینا تک کا بے یقینی سے منہ کھل گیا تھا۔ جبکہ روشینا بے اختیار دیوار تھام گئیں۔

کم ذات۔۔۔!!!" بہرا ور خان غضب ناک تاثرات لیے دھاڑتے اسکی جانب "

لپکے تھے مگر اسفندیار بے اختیار بیچ میں آگیا۔اور انہیں مہزلہ تک پہنچنے سے پہلے

ہی تھام گیا۔"ابا صاحب۔۔ کیا کر رہے ہیں۔۔!" اسکی آواز میں دادا سے کہیں

زیادہ گھن گرج اور جلال تھا۔ہر کوئی اس وقت اپنا دل تھامے کھڑا تھا سوائے

مہزلہ کے۔۔

ہمارے آگے زبان چلا رہی ہے۔۔ ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے اسے۔۔!" اپنے "

بوڑھے وجود کے ساتھ کانپتے مہزلہ کو خون آشام نگاہوں دیکھ رہے تھے۔ مگر وہ

بھی ایسی ڈھیٹ تھی۔اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہلی تھی۔ جیسے آج حساب نبٹانے

کے لیے تیار تھی۔

"!ہائے اللہ معاف کرے۔۔ذرا شرم وحیا نہیں لڑکی تجھ۔۔"

بس۔۔!کوئی بیچ میں نہیں بولے گا۔۔"اسفندیار نے پھپھی کی زبان کو مزید "

کھلنے سے پہلے ہی بند کروادیا تھا۔اور پلٹ کر بس ایک نگاہ اسکی جانب ڈالی تھی۔

کمرے میں جاؤ۔۔!!" مہزلہ نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا۔اور اس "

وقت وہ اتنے سنگین تاثرات لیے کھڑا تھا کہ اسے دادا سے زیادہ اس شخص سے

خوف محسوس ہوا۔ "کیا۔۔ کہہ۔۔ رہا۔۔ ہوں۔۔ میں۔۔!!" اسکے وارننگ بھرے انداز پر مہزلہ نے بے اختیار تھوک نگلا تھا۔ اور پلٹتی تقریباً بھاگتی ہوئی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی تھی۔ اسفندیار نے ابا صاحب کو واپس صوفے پر بٹھاتے کونے میں لٹھے کی مانند سفید چہرہ لیے کھڑیں روشینا کو دیکھا تھا۔ آج سب سے زیادہ اسے انہی پر ترس آیا تھا۔ پھر وہ مزید نہ ٹھہرا تھا۔ جبکہ اسکے جاتے ہی ابا صاحب روشینا اور مہزلہ کے خلاف زہر اگلنے لگے تھے۔

****

شام کے سات بج رہے تھے۔ اور وہ دوپہر سے خود کو کمرے میں بند کیے بیٹھی تھی۔ نہ ماں آئی تھی نہ درخنے اسے یقیناً تائی نے ہی پکڑ کر روکا تھا۔ اور جس شخص کے آنے کا سب سے زیادہ امکان تھا حیرت تھی وہ بھی نہیں آیا تھا۔ ورنہ وہ تو سمجھ رہی تھی ابھی آکر وہ اسکی الگ کلاس لینا شروع ہو جائے گا۔ مگر شکر تھا کہ اب تک نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ ایک پل بھی سکون سے نہ رہی تھی۔ آج جو اس نے کیا تھا بس ایک ایکشن کا ری ایکشن تھا۔ اگر بہراور خان اپنے منہ سے زہر نہ اگلتے تو وہ بھی شاید یوں نہ پھٹتی۔ اور یہ صرف آج کی بات تو نہیں تھی کل بھی تو

وہ زہر کا گھونٹ پی گئی تھی۔ بلکہ بچپن سے پیتی آ رہی تھی۔ اس کا دادا ایسا دوغلہ انسان تھا جسے بس اسکی ماں اور اس میں خامیاں نظر آتی تھیں۔ باقی سب دودھ کے دھلے تھے۔

اور آج جو زمدہ نے کیا تھا۔ اسکے ڈرامے پر وہ اب تک کھول رہی تھی۔ مانا وہ دونوں بد قسمتی سے سوتنیں تھیں۔ مگر اس میں اسکا کیا قصور تھا۔۔؟ اسکے شوہر نے خود زبردستی نکاح کیا تھا اس سے۔۔ وہ کونسا اس زبردستی کے رشتے سے خوش تھی۔ اسفندیار اسے آج آزاد کر تا وہ خوشی خوشی راضی ہو جاتی۔ اس نے کبھی اسفندیار پر اپنا حق جتانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کبھی اپنی جانب راغب نہیں کیا تھا پھر وہ کس بات کے بدلے لے رہی تھی۔۔؟ ہاں مگر ایک غلطی اس سے سرزد ہوئی تھی۔ صرف اسے جلانے کے لیے اس نے اس شخص کا دیا ہوا موبائل قبول کر لیا تھا جو آج بھی بیڈ سائیڈ ٹیبل کی ڈرار میں آف پڑا تھا۔ اسی پل کمرے کا دروازہ وا ہوا تھا۔ اور جو ہستی اندر داخل ہوئی تھی۔ اسے دیکھ مہزلہ کے اندر اندر تک خوشی پھیل گئی۔

آپا۔۔!!" اسکے قریب جاتی خود سے لگا گئی۔ زرتشہ نے بھی اسے خود میں بھینچتے الگ کیا تھا اور خشمگین نگاہوں سے دیکھا۔

سنا ہے بڑے کارنامے انجام دیتی پھر رہی ہو۔۔" اسکے طنز پر مہزلہ بدمزہ ہو گئی۔

"سکون نہیں کسی کو۔۔ تمہارے آتے ہی لگا دی۔۔"

کیا لگا دی۔۔ نیچے چرچا ہی تمہاری حرکتوں کا ہو رہا ہے۔۔" مگر پھر زرتشہ کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔" ابا صاحب کے لیے ڈاکٹر آیا ہوا ہے نیچے۔۔۔!!" اور اس بار مہزلہ چونکی تھی۔" بی پی شوٹ کر گیا ہے ان کا۔۔

مم۔۔ مگر میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا آپا۔۔" اس نے بے چین ہوتے فوراً صفائی دی۔۔" خدا کی قسم زمدہ نے جان کر کپ گرایا تھا۔۔" یکدم اسکی آواز بھرا گئی۔ دوپہر سے فرسٹریشن میں پہلے ہی تھی۔ اب اس نیوز نے اوراپ سیٹ کر دیا تھا۔ زرتشہ نے آگے بڑھتے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"!بس میرا بچہ۔۔"

"اور۔۔وہ مجھے۔۔مجھے ہمیشہ ڈی گریڈ کرنے کی کوشش کرتے ہیں بس مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔۔مگر میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔۔"لب بار بار بھینچتی اپنی آنکھوں کی نمی روکنے کی کوششوں میں تھی۔زرتشہ اسے اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھا گئی۔

"مجھے سب معلوم ہے۔۔درخنے سے سن چکی ہوں سب۔۔مگر زلہ میری جان۔۔ہر کسی کی بات کا جواب نہیں دیا جاتا خاص کر بزرگوں کا۔۔کتنے بڑے ہیں وہ۔۔ہمارے دادا ہیں چاہے کبھی ہمیں محبت نہیں دی۔۔مگر ہم پر احترام تو لازم ہے نا۔۔!"

"تو انہیں بھی تو اپنے مقام کا احساس ہونا چاہیے۔۔کل کھانے پر بھی انہوں نے میری بے عزتی کی میں تو خود ان سب کے منہ نہیں لگنا چاہتی۔۔"اسکی آنکھوں میں نمی کے ساتھ نفرت بھی ابھر آئی تھی۔

"ایسا ممکن نہیں ہے۔۔تم اس گھر میں رہتی ہو۔۔ایسے کیسے کاٹ لو گی خود کو سب سے۔۔؟مورے کا سوچا ہے۔۔وہ کب سے اکیلے مقابلہ کرتی آرہی ہیں۔۔"

مقابلہ۔۔! ہونہہ کاش کبھی بولی ہوتیں اپنے حق کے لیے تو آج میرا بولنا کسی کو" اتنا کھل نہ رہا ہوتا۔۔" وہ تلخی سے سر جھٹک گئی۔ مگر پھر بہن کی جانب دیکھا تھا۔جو خاصا میک اپ کیے لبوں پر ہلکا مہرون شیڈ لگائی۔ بڑی خوبصورتی سے تیار تھی۔اس نے کبھی اپنی بہن کو اتنے زیادہ میک اپ میں نہ دیکھا تھا۔اب

!اچانک۔۔

تیار تو ایسے ہو کر آئی ہو جیسے زمدہ کا ولیمہ ہے۔۔!"اسکے غیر متوقع طنز پر ایک" پل کے لیے زرتشہ کا رنگ اڑ گیا جو میک اپ کی دبیر تہہ بھی نہ چھپا سکی تھی۔اب مہزلہ کو اپنا شک مزید پختہ ہوتا لگا تھا کہ وہ کیوں اتنا میک اپ کر کے آئی تھی۔

ب۔۔ بریال کو پسند ہے۔۔وہ ہی کہہ رہے تھے۔۔"لبوں پر زبان پھیرتی خود" کو سنبھال گئی تھی۔ مگر مہزلہ کی تیز نگاہیں اسے اب بھی اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔"اب تمہاری طرح تھوڑی ہوں شادی کے بعد بھی سر جھاڑ منہ پھاڑ پھروں۔۔"اسکے ٹاپک بدلنے پر مہزلہ کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔

"مجھے کسی کے لیے خود کو سنوارنے کی ضرورت نہیں۔۔"

"یہ غلط بات ہے زلہ۔۔اسفندیار لالا شوہر ہیں اب تمہارے۔۔میں نے تو سنا تھا موبائل بھی دلایا ہے انہوں نے تمہیں اور کالج جانے کی اجازت بھی انہی کی طرف سے ملی ہے۔۔"

"احسان نہیں کیا۔۔بہن اکیلی جارہی تھی تو مجھے بھی لٹکا دیا۔۔اور ان کے موبائل کیا کسی بھی بھیک کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔۔"اسکے مشتعل ہونے پر زرتشہ گھور گئی۔

"عقل کے ناخن لو۔۔نرمی لاؤ اپنے مزاج میں۔۔یہ حلیہ دیکھو ذرا۔۔ناک میں بالی نہ ہو تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ شادی شدہ ہو۔۔کم از کم کوئی جیولری۔۔"

"پلیز آپا۔۔!!مجھے کسی کو متاثر نہیں کرنا۔

مجھے اس رشتے سے ہی لگاؤ نہیں تو کیوں ایفرٹ کروں۔۔؟اور تم خود جو دن رات اس اوباش شخص کے لیے ایفرٹ کرتی ہو کیا ملتا ہے بدلے میں۔۔؟"اس نے انتہائی بیزاری سے اسے ٹوکا تھا مگر بریال کے ذکر پر لہجہ خود بخود کاٹ دار ہو گیا۔"بتاؤ مجھے۔۔!!اور تم کیا سمجھ رہی ہو مجھے معلوم نہیں وہ ذلیل شخص تمہیں ٹارچر کرتا ہے۔۔یہ میک اپ اس گھٹیا شخص کی اصلیت نہیں چھپا

سکتا۔۔خود راتیں باہر رنگین کرتا ہے۔۔ مگر نہیں تم نے تو ایفرٹس کرنی ہیں اسکے لیے۔۔"بہن کی کڑوی مگر سچی باتوں پر زرتشہ کی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی تھی۔اگلے پل اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

ہاں کیونکہ مجھ میں ہمت نہیں کہ مقدر کا لکھا مٹادوں۔۔!"بپھرے ہوئے" انداز میں کہتی دروازے کی سمت بڑھ گئی۔مہزلہ لب بھینچتی سامنے لگی کھڑکی گھورنے لگی۔اسے نہیں پتہ تھا اپنی اس زبان سے اور کتنے لوگوں کا سکون چھیننا تھا اس نے۔۔!

"کھانا کھانے چلو۔۔!"

"ان دوغلے لوگوں کے ساتھ تم ہی کھاؤ مجھے زہر لادو بس۔۔"

دفع ہو جاؤ پھر۔۔!"دروازہ دھاڑ سے بند کرتی وہ بھی تن فن کرتی نکل گئی" تھی۔

****

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب اسے نیند میں ہی عجیب سی بے چینی ہوئی تھی۔ایک گھٹن کا احساس تھا۔ایک مضبوط شکنجہ جو اسکے گرد بندھا تھا۔جو اسے

حرکت کرنے نہیں دے رہا تھا۔اور پھر چند لمحے بعد وہ مکمل نیند سے بیدار ہو گئی۔اسکی آنکھیں مکمل کھل گئیں تھیں۔خالی الذہنی سے اپنے کمرے کی سیلنگ گھورنے لگی۔جب اسے وہ حصار اب بھی اپنے گرد محسوس ہوا تھا۔بلکہ اب کسی کی پر تپش سانسیں اسے اپنے رخسار پر محسوس ہو رہی تھیں۔اور جب احساس ہوا یہ خواب نہیں حقیقت تھی۔اسکا جسم و جاں تڑپ اٹھا۔

کک۔۔کون ہے۔۔کون ہے دور ہو۔۔"ہذیانی انداز میں ہاتھ پاؤں مارتی خود" کو اس مضبوط گرفت سے نکالنے کی کوشش کرنے لگی۔مگر بے سود۔۔"چھوڑو۔۔کوئی____"مگر اسکے باقی الفاظ حلق میں ہی کہیں دب گئے تھے۔کیونکہ برابر میں موجود شخص بول اٹھا تھا۔

تمہارے کمرے میں۔۔تمہارے اتنے نزدیک آنے کی ہمت میرے علاوہ اور" کون کر سکتا ہے۔۔؟"اسفندیار کی بھاری خمار آلود آواز اسے ایک پل کے لیے سکتے میں ڈال گئی تھی۔وہ بے یقینی کی کیفیت میں اپنی جگہ فریز ہو چکی تھی۔کیا واقعی یہ حقیقت تھی۔۔؟کتنا قریب تھا وہ اس پل اسکے کہ مہزلہ کا جی چاہا شرم

سے ڈوب کر مر جائے۔ مگر مرنے سے پہلے وہ آخری کوشش ضرور کرنا چاہتی تھی۔

"دور۔۔ دور ہٹیں مجھ سے۔۔۔" سخت غصیلے لہجے میں کہتی اسکا بازو پرے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر یہ اتنا آسان نہ تھا۔ "میں کہہ رہی ہوں ہٹ جاؤ اسفندیار ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔۔!" اس بار وہ غصے و بے بسی سے پاگل ہوا اٹھی تھی۔

"جاناں۔۔ اور اگر تم نے مزید پیش قدمی کی۔۔ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔ اسلیے بہتر ہے مجھے سکون سے سونے دو۔۔!" اس نے گھمبیر مگر دوٹوک لہجے میں کہتے اسکی گردن کے خم میں چہرہ چھپالیا تھا۔ مہزلہ اسکی قربت کے احساس سے مرنے کی سی حالت میں ہونے لگی۔ زندگی میں کسی مرد نے اسے چھونا تو دور کی بات کبھی مکمل دیکھا بھی نہ تھا۔ اور یہ شخص۔۔! یہ اس پر زبردستی اپنا حق جمارہا تھا۔ اس نے بے آواز روتے ایک بار پھر کوشش کی تھی۔ مگر اسے مزید فاصلے مختصر کرتے دیکھ فریز ہوگئی۔

آج نجانے کیسے اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔ وہ دو بجے تک جاگتی پڑھتی رہی تھی۔ مگر کب چند لمحے کے لیے آنکھ لگی اور یہ شخص اسکے کمرے میں گھس آیا تھا۔ مگر کیوں۔۔؟ صرف اسے ٹارچر کرنے۔۔؟ آج تو جبکہ اسے اپنی اس ہوتی سوتی کے پاس ہونا چاہیے تھا۔

آج۔۔آج تو تمہیں زمدہ کے کمرے میں۔۔"اس نے آواز کو بھرانے سے" روکنے کی پوری کوشش کی تھی۔ مگر وہ بڑبڑاتا اسکی بات قطعہ کر گیا۔

"!میرا جب دل چاہے گا۔۔ میں وہاں جاسکتا ہوں جاناں۔۔"

آج۔۔آج تو تمہیں زمدہ کے کمرے میں۔۔"اس نے آواز کو بھرانے سے" روکنے کی پوری کوشش کی تھی۔ مگر وہ بڑبڑاتا اسکی بات قطعہ کر گیا۔

میرا جب دل چاہے گا۔۔ میں وہاں جاسکتا ہوں جاناں۔۔!"اور بس اسکے" بے باک الفاظ پر مہزلہ کا ضبط جواب دے گیا۔ ذرا سا اونچا ہوتے اپنے گلے کے گرد بندھی اسکی کلائی پر زوردار کاٹ گئی۔ اسفندیار نے سی کرتے گرفت ڈھیلی

کی تھی اور وہ موقعے کا فائدہ اٹھاتی تیزی سے اٹھ بیٹھی مگر اس سے پہلے کہ بیڈ سے اترتی۔ وہ کلائی تھامتا واپس تکیے پر پھینک گیا۔ مہزلہ کے لبوں سے دبی دبی چیخ نکلی تھی۔ مگر اسے یکدم اپنے سر پر موجود دیکھ اسکی روح فنا ہونے لگی۔

کہا تھا نا نہیں کرو۔۔ مگر تمہیں تو ٹریگر کرنے میں مزہ آتا ہے۔۔ پیچھلے چار پانچ" دن سے میرا پیس آف مائنڈ ختم کیا ہوا ہے۔۔" اسکے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں جکڑتا دانت پیس کر بولا تھا۔ مہزلہ نے زخمی شیرنی کی طرح اسے دیکھا۔

تم سب نے مل کر میرا پیس آف مائنڈ ختم کیا ہوا ہے۔۔ میں نے نہیں کہا مجھ" سے بات کرو یا میرے کمرے کا رخ کرو۔۔" وہ تو بپھر اٹھی تھی۔ مگر اسفندیار" چونکے اسے قابو کیا ہوا تھا اس لیے ہل نہیں سکتی تھی۔ "چھوڑو میرے ہاتھ۔۔ کل رات کو جان کر تم چچی کے کمرے میں سوئیں۔۔ تم نے میری وارننگ کے" باوجود موبائل کو آن نہیں کیا۔۔ تم نے درخنے کے سامنے میری کال کاٹی۔۔!" اسکی سرد لہجے میں دہرائی گئی فہرست سن کر مہزلہ کا دل سکڑ کر پھیلا تھا۔ اندھیرے میں اسکے تاثرات دیکھنے چاہے۔ جو یقیناً سخت اشتعال انگیز ہی ہوں گے۔

"میں نے درخنے کے سامنے کسی کی انسلٹ نہیں کی۔۔یہ سراسر جھوٹا الزام ہے۔۔اور میں جہاں چاہے سوؤں اس سے تمہارا کیا لینا دینا اور تیسری بات میں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔۔مجھے کسی موبائل کی ضرورت نہیں۔۔نہ ہی میرا کسی سے کانٹیکٹ ہے۔۔"

"تم آئندہ کسی اور کے کمرے میں نہیں سوؤ گی۔۔دماغ میں بٹھا لو یہ بات آئندہ ایسا ہوا تو اسی وقت گھسیٹتا ہوا لاؤں گا۔۔اور دوسری بات تمہارے کانٹیکٹ میں جسے ہونا چاہیے وہ میں ہوں اور یہ کافی ہے۔۔!" اسکی کلائیاں آزاد کرتا لڑائی کے سبب چہرے پر آجانے والے بال پیچھے کرنے لگا۔مہزلہ تو اسکی معنی خیز باتوں اور لمس پر پیلی پڑ رہی تھی۔"بولو اور لڑائی کرنی ہے یا سونا ہے۔۔؟"اس بار لہجے میں کوئی غصہ کوئی جھنجھلاہٹ نہ تھی بلکہ ایک عجیب سی تپش تھی جسے محسوس کرتی مہزلہ کی ریڑ کی ہڈی تک سنسنی دوڑ گئی تھی۔وہ نازک سی لڑکی تھی اسکے آگے ایک تنکے کی مانند۔لڑائی میں کونسا جیت جاتی۔اس لیے دماغ سے کام لینا بے حد ضروری سمجھا تھا۔

دیکھ۔۔دیکھیں یہ صحیح نہیں۔۔زمدہ کی طبیعت ویسے بھی صحیح نہیں آآپ کو" اسکے ساتھ ہونا___ "اسفندیار کا یکدم ابھرتا بھاری قہقہ اسکی بات ادھوری چھڑوا گیا تھا۔وہ دنگ ہوتی اسے دیکھنے لگی۔اندھیرے سے اب مانوس ہو چکی تھی۔

دیکھیں۔۔!آپ۔۔!جہاں دیکھتی ہو پھنس رہی ہو وہیں احترام بیچ میں لے" آتی ہو۔۔"اسکے شریر طنز پر مہزلہ کو خفت سے اپنا چہرہ دہکتا محسوس ہوا تھا۔وہ مزید کچھ نہ بولی اور اپنے لب کاٹتی دماغ تیزی سے آگے کے لائے عمل کے لیے دوڑانے لگی۔"اور رہی بات زمدہ کی اسکی فکر کرنے کے لیے میں ہوں۔۔پورا گھر ہے۔۔تم ٹینشن مت لو۔۔!اگر فکر کرنی ہی ہے تو میری کرو۔۔"اپنے تکیے پر لیٹتا اسے زبردستی گھسیٹ کر اپنے حصار میں لے گیا۔

اس طرح زبردستی کر کے آپ خود کو مجھ پر مسلط کر بھی لیں گے تو کیا حاصل" کریں گے۔۔؟"چند لمحے کی خاموشی کے بعد کمرے میں مہزلہ کی سرد آواز ابھری تھی۔اس نے مذاحمت ترک کر دی تھی کہ وہ جانتی تھی طاقت میں وہ اس سے نہیں جیت سکتی۔مگر اپنی زبان سے اسے زیر کر سکتی تھی۔

تم سے کس نے کہا میں مسلط ہوں گا۔۔ میں تو بڑے حق سے اپنا حق لوں گا۔۔ مگر فلحال تو اپنی دس گز کی زبان والی بیوی کے ساتھ نیند پوری کرنے آیا ہوں۔۔" وہ بڑے اطمینان بھرے لہجے میں بولتا اسے آگ لگا گیا تھا۔اس نے ایک بار پھر اسفند یار کو خود سے دور دھکیلنا چاہا تھا۔وہ اسی کے کمرے میں آکر اس پر اپنی مرضی نہیں چلا سکتا تھا۔

"اور یہ دوبارہ کوشش نہ کرنے کے لیے آخری وارننگ مہزلہ۔۔۔!"

تھی۔کیونکہ اسکے بعد وہ واقعی پتھر کی طرح ساکت ہو گئ تھی۔نجانے کب تک اسکے سینے پر سر رکھی جاگتی رہی تھی۔چار ساڑھے چار بجے جاکر کہیں اسکی آنکھ لگی تھی۔

****

دروازے پر ہوتی زوردار دستک پر اسکی آنکھ کھلی تھی۔اور موندی موندی آنکھوں سے ارد گرد دیکھا۔"مہزلہ۔۔دیر ہو رہی ہے۔۔ تم کر کیا رہی ہو۔۔!!"اس بار دروازے کے پار کھڑی درخنے نے زوردار لات دروازے پر ماری تھی۔اور اسفند یار نے اپنے بازو پر اپنی جانب سے پشت کیے سوتی اس لڑکی

کو دیکھا تھا۔اسے اپنا بازو ایک پل کے لیے محسوس ہی نہ ہوا۔کیونکہ مہزلہ کے ساری رات سر رکھ کر سونے سے سن ہو چکا تھا۔ذرا سا نیم دراز ہوتے اس نے وقت دیکھا۔جہاں پونے آٹھ ہو رہے تھے۔۔

"مہزلہ۔۔۔!"اسکی جانب جھکتے چہرے سے بال ہٹائے تھے۔جو بچوں کی طرح ہلکے سے لب وا کیے بے خبر سو رہی تھی۔نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے خراٹے بھی بھر رہی تھی۔اسفندیار ایک پل کے لیے حیران رہ گیا۔مگر باہر ہوتی دستک پر اسے ہلایا تھا۔اور مہزلہ نیند میں ہی ہڑبڑاتی اٹھ بیٹھی۔

"کیا ہوا۔۔کیا ہوا۔۔؟"

"کچھ نہیں ہوا۔۔درخنے تمہاری خون کی پیاسی بنی باہر کھڑی ہے۔۔"ایک گہری نگاہ اس پر ڈالتا بیڈ کے سرہانے سے ٹیک لگا گیا۔جبکہ مہزلہ کے دماغ نے نیند سے مکمل بیدار ہوتے اب کام کرنے کی کوشش کی تھی۔

"تم آرہی ہو۔۔یا میں جاؤں۔۔۔!"درخنے کی غصیلی آواز پر وہ چونکی تھی۔

"آ۔۔آرہی ہو بس پانچ منٹ۔۔۔!"اور تیزی سے بیڈ سے اتر کر وال کلک دیکھی۔"یا اللہ۔۔آج تو ٹیسٹ ہے۔۔!"بڑبڑاتی واشروم کی سمت بڑھ ہی رہی

تھی کہ اسفندیار اسے بازو سے تھامتا روک گیا۔ مہزلہ نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا تھا۔اور چھم سے کل رات کی لڑائی اور اسکی قربت کے تمام منظر گھوم گئے۔وہ کیسے اسکی موجودگی فراموش کر گئی تھی۔

"!چھ۔۔ چھوڑیں۔۔"

موبائل آن کروا بھی اور اسی وقت۔۔!" وہ مدھم مگر بے لچک لہجے میں بولا" تھا۔اس نے ایک بار پھر اسکی گرفت سے بازو نکالنا چاہا۔

"دیکھیں مجھے واقعی۔۔"

کیا کہہ رہا ہوں میں۔۔آن ___ کرو ___ موبائل۔۔ابھی اور اسی وقت ورنہ" بھول جاؤ آج اس کمرے سے نکلنے بھی دوں گا۔۔!"اس کے قطعیت بھرے لہجے پر مہزلہ کا شاک سے منہ کھل گیا۔

مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔ چھوڑیں۔۔!" دانت پیستے اسے گھورا تھا۔"

بات پر عمل کرو۔۔دیر تو دور کی بات میں چھٹی کروا دوں گا۔۔!" اسکی چیلنج" کرتی نگاہیں مہزلہ کو آگ لگا گئیں۔

زمدہ نے آپکو اس کمرے میں دیکھ لیا تو نئے ڈرامے کے لیے بھی خود کو تیار "
"رکھیں پھر۔۔

آئی ڈونٹ کیئر۔۔!" اسکا لہجہ کسی بھی فکر سے عاری تھی۔ مہزلہ نے بے چین "
ہوتے والکلک کی جانب دیکھا جہاں آٹھ بجنے میں دس منٹ رہ گئے تھے۔ اب
اسے ٹینشن ہونے لگی تھی۔

اوکے فائن۔۔!!" لب بھینچتی خود پر بلآخر جبر کر گئی۔" میں آن کرلوں "
"گی۔۔

"!ابھی۔۔"

ہاں ابھی۔۔ اب چھوڑیں گے۔۔!" اسفندیار نے اسکے تپے تپے تاثرات کا "
جائزہ لیتے بازو چھوڑ دیا تھا۔ وہ تیر کی تیزی سے اسکے حصار سے نکلی تھی۔ کہ کہیں
دوبارہ نہ پکڑ لے۔ اور کسی چھلاوے کی طرح باتھروم میں غائب ہوگئی۔ پانچ
منٹ بعد فریش ہوکر باہر آئی تو اسفندیار کمرے میں موجود نہ تھا۔ گہری سانس
فضاء کے سپرد کرتی اپنی تیاری میں لگ گئی۔

****

وہ کچن میں داخل ہوئی تو ملازمائیں اپنے کاموں میں لگیں تھیں۔ مگر روشینا اسے کہیں نظر نہ آئیں۔ کچن سے باہر نکلتی ان کے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ کالج سے آکر اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ آج دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا کہ درخنے کے ساتھ کینٹین میں اسنیکس کھا لیے تھے۔ جبکہ ماں سے کل ہوئے واقعے کے بعد کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

اور اسے اچھی طرح اندازہ تھا اسکی ماں اسکی شکل دیکھنے کی روادار بھی نہ ہو گئی ابھی۔ جبھی تو نہ صبح ناشتے پر روکا تھا نہ دوپہر کے کھانے کا پوچھا۔ بنا ناک کیے وہ اپنے ہی دھیان میں کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔ جہاں اسکے گھستے ہی بیڈ پر بیٹھیں روشینا نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔

موورے۔۔!!" انکی سرخ متورم آنکھیں دیکھ اسکا دل دھک سے رہ گیا۔ اور" فوراً انکے قریب آئی تھی۔

کیا کر رہی ہو تم یہاں۔۔؟" انہوں نے سخت نگاہ سے اسے دیکھا تھا۔"

"آپ کیوں رو رہیں تھیں۔۔؟"

تمہیں اس سے کیا۔۔ جا کر من مانی کرو۔۔ کبھی احساس ہوا ہے تمہیں۔۔ جو" پوچھنے آگئی ہو۔۔؟" ماں کا سرد لہجہ اسے سخت کبیدہ کر گیا۔

"آپ جانتی ہیں کل میری غلطی نہیں تھی۔۔"

تمہاری غلطی میری اولاد ہونا ہے۔۔۔!" مہزلہ کے چہرے پر ناگواری سی" پھیلنے لگی۔

اور آپکی غلطی پتہ ہے کیا ہے۔۔؟ ان لوگوں کے آگے خود کو غلام سمجھنا۔۔!" کل ایسا کیا غلط کہا مجھے بتائیں۔۔؟ وہ میرے کردار پر ہر وقت بات کر رہے ہیں۔۔ میں کیوں برداشت کروں مورے۔۔؟" اسکی آواز یکدم بھرا گئی تھی۔ روشینا اپنا دکھ بھلائیں اسکے لیے تڑپ اٹھیں۔" مجھے معلوم ہے میں نے وعدہ کیا تھا کہ اب نہیں بولوں گی آپکی طرح ہو جاؤں گی۔۔ لیکن میں کیا کروں مورے میرا ضمیر گوارا نہیں کر رہا یہ۔۔!" بیٹی کی آنکھوں میں نمی دیکھ اسے قریب کر تیں سینے سے لگا گئیں۔ اور اسکے سر پر بوسے دینے لگیں۔

میری جیسی مت بننا۔۔!! کبھی مت بننا۔۔ مگر صرف ابا صاحب کے احترام" کر لو۔۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارا شوہر بھی ان لوگوں کی فہرست میں چلا

جائے۔۔"وہ ماں تھیں۔بیٹی کے نصیب اسکے رشتے۔۔اسکی گھرستی کی فکر تھی انہیں۔۔کل تو اسفندیار انکی بیٹی کی ڈھال بن گیا تھا مگر اگر ہر وقت یہی ہوتا رہا وہ بھی پیچھے ہٹ جائے گا۔

ماں کی بات پر مہزلہ کی آنکھیں واہوئیں تھیں۔اور یکدم ذہن میں جھمو کا سا ہوا۔وہ شخص کل رات اسکے پاس آیا تھا۔مگر اپنی بیوی یا چہیتے دادا کے لیے لڑا کیسے نہیں۔۔؟لڑنا تو دور اس نے تو وہ بات ہی نہ چھیڑی تھی۔اسکے دل میں ایک عجیب سے احساس نے کروٹ لی تھی۔اور ماں سے الگ ہوتے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

وہ اس فہرست میں اول نمبر پر ہیں۔۔آج اگر اس حویلی میں میں موجود ہوں" صرف انکی وجہ۔۔"اسکے سپاٹ لہجے پر روشینا لب بھینچ گئیں۔پھر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

اسکی وجہ سے ہو۔۔مگر اس نے شادی کے بعد کیا کبھی کوئی تکلیف پہنچائی" تمہیں۔۔؟"ماں کے سوال پر اس نے حیران ہوتے منہ کھولا تھا۔مگر پھر واپس بند کر گئی۔اور نجانے کیوں اسکی غصے سے بھنویں سکڑ گئیں تھیں۔

"شادی سے پہلے اتنا کر چکے۔۔اب کوئی کسر باقی رہی ہے۔۔؟"

ایسا نہیں ہے۔۔مجھے خاناں اپنی سوچ سے خاصے مختلف لگے ہیں۔۔ابھی" پرسوں کی بات ہی لے لو۔۔ تمہارے کمرے میں آرہے تھے۔۔ مگر مجھے دیکھ کر ٹھہر گئے۔۔" مہزلہ نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔ نجانے کیوں اسے اپنی گدی کے بال کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔ جبکہ دل الگ بے چین ہوا تھا۔

"کک۔۔کیا کہہ رہی ہیں۔۔وہ کیوں۔۔"

یہی میں حیران ہوئی۔۔پھر تمہارے یہاں سونے پر اعتراض کرنے لگے کہ" ساری رات جاگ کر میری نیند خراب کرو گی۔۔"اس باران کے لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ جبکہ مہزلہ نے خفگی سے انہیں دیکھا تھا۔

آپ دونوں مل کر میری برائی کر رہے تھے۔۔وہ تو ہیں ہی میرے سب سے" بڑے مخالف۔۔!اور میں پوری رات نہ تو جاگتی ہوں نہ ہی کسی کو تنگ کرتی ہوں۔۔"کل رات کی جھلکیاں اسکے ذہن میں ابھری تھیں اور اسکا خون کھولا گئیں تھیں۔ ابھی وہ دونوں باتیں ہی کر رہیں تھیں۔ جب خیراں دستک دیتی چلی آئی تھی۔

"!بیگم بی بی کھانا تیار ہے۔۔"

اچھا تو ایسا کرو ابا صاحب کا کھانا ان کے ملازم کو دے دو۔۔وہ کھانا کمرے میں" ہی کھائیں گے۔۔"ان کی ہدایت پر وہ دروازے سے ہی پلٹ گئی تھی۔"اور اٹھو تم۔۔ٹیبل لگواؤ۔۔!"ماں کے حکم صادر کرنے پر بڑ بڑاتی بادل نخواستہ اٹھ گئی تھی۔ایک یہ اور درخنے ہی تو اسکی اپنی تھیں یہاں۔اور بس سنتی بھی انہی کی تھی وہ۔خیر اس بات میں ایک بڑا تضاد تھا۔اب تو اسے اسفندیار کے حکم کی تعمیل بھی کرنی ہوتی تھی۔

اس نے ملازماؤں کے ساتھ ٹیبل سجوائی تھی۔اتنے میں تائی بھی چلی آئیں تھیں۔اور مہزلہ کو دیکھ انکی آنکھوں میں سخت ناگواری ابھر آئی۔"مل گئی تمھں فرصت۔۔؟کل ماتم مچوا کر کمرے میں بند ہو گئیں۔۔"اپنی جگہ بیٹھتے زہر خند لہجے میں بولیں تھیں۔مہزلہ لب بھینچتی اپنی جگہ ٹک گئی۔درخنے اور روشینا بھی اپنی جگہ آ بیٹھیں تھیں۔

ابا صاحب کو بستر سے لگا دیا۔۔ذرا احساس نہیں۔۔!"بیٹے اور بہو کے نیچے" آنے پر وہ چپ ہو گئیں تھیں۔

پتہ نہیں کیا ہو گیا۔۔ دل عجیب سا ہو رہا ہے خان۔۔" اسفند یار کا ہاتھ تھامے" نزدیک آتی زمدہ نقاحت بھرے لہجے میں بولی تھی۔ سبھی نے انکی جانب دیکھا تھا۔ مہزلہ کی بھی غیر ارادی نگاہ ان کی سمت اٹھی تھی۔ اسفند یار اسے اپنے برابر والی چیئر پر بٹھا رہا تھا۔

میڈیسن لیں تھیں تم نے۔۔؟" اسکے ساتھ بیٹھتے اسفند یار نے متفکر لہجے میں" استفسار کیا تھا۔ مہزلہ نظر پھیرتی اپنے کھانے کی سمت متوجہ ہو گئی۔

"! نہیں۔۔ پتہ نہیں کیسے یاد ہی نہیں رہا۔۔"

حد کرتی ہو زمدہ۔۔ مورے آپ ہی یاد دلا دیتیں۔۔!" اسفند یار نے ماں کو" شکایت کی تھی۔

ارے بیٹا میں تو سارا دن اسکے کھانے کے پیچھے پڑی رہی۔۔ دیکھو ذرا کتنی چھوٹی" "! سی شکل ہو گئی ہے۔۔

زمدہ اب میڈیسن پر بلکل کومپرمائیز نہیں کرو گی تم۔۔۔ چچی جو یہ کہے پلیز" "ملازماؤں سے کہہ کر بنوا دیا کریں۔۔

جی بیٹا بلکل۔۔!" زمدہ نے شرمیلی سی مسکراہٹ لیے اسفندیار کو دیکھا تھا۔وہ" نرمی سے اسے دیکھتا ہاتھ تھپک گیا۔

طبیعت خراب ہو رہی ہے تو بیٹا میں کمرے میں کھانا بھجوادیتی۔۔"روشینا زمدہ" سے مخاطب ہوئیں تھیں۔ مگر وہ سر نفی میں ہلا گئی۔

خان اور آپ سب کے ساتھ تو تھوڑا بہت کھا بھی لوں گی۔۔اکیلے تو ایک نوالہ" بھی کھایا نہیں جاتا مجھ سے۔۔!"اسکے بننے پر مہزلہ نے ضرورت سے زیادہ قوت لگا کر اپنا نوالہ چبایا تھا۔وہ جانتی تھی یہ طنز کس پر کیا گیا تھا۔

میری بیٹی۔۔ورنہ کچھ تو دوسروں کا نوالہ حرام کر کے خود اکیلے بھی چین سے" کھاتے ہیں۔۔!"تائی نے محبت پاش نگاہوں سے بہو اور بیٹے کو دیکھتے زہر اگلا تھا۔

رہنے دو۔۔نکال لوں گا میں۔۔!"زمدہ کو اپنی پلیٹ میں کھانا نکالتا دیکھ وہ" ٹوک گیا تھا۔

اچھا میری پلیٹ میں یخنی ڈال دیں۔۔تھوڑی سی۔۔"اسفندیار اسکی پلیٹ میں" کھانا ڈالتا اپنے کھانے کی سمت متوجہ ہو گیا۔

بیٹا کھانا کھا کر بس وقت پر سو جانا اب۔۔ طبیعت خود بخود ٹھیک ہو جائے "
" گی۔۔

پھر تو آپ یہ خان سے کہیں کہ اپنا کام جلدی ختم کر لیا کریں۔۔ کل تو یہ اسٹڈی "
سے لوٹے ہی نہیں۔۔ پھر میں تھک ہار کر سو گئی۔۔ " اسکی شکایت پر اسفندیار کی
بے ساختہ نگاہ مہزلہ کی جانب اٹھی تھی۔ جس نے بھی اسی پل نوالہ روکتے
ٹھٹھک کر اسکی سمت دیکھا تھا۔

یہ غلط بات ہے خاناں۔۔ زمدہ صحیح کہہ رہی ہے۔۔ اب اتنا کام نہیں کرو گے "
تم۔۔ سارا دن تو کاموں میں مصروف رہتے ہو۔۔ بیوی کو رات کو تو وقت دینا
چاہیے نا۔۔ اور اس وقت تو بہت خیال رکھنا چاہیے۔۔ " اور مہزلہ کے دماغ میں
بڑا شیطانی آئیڈیا آیا تھا۔ جو ایک ساتھ دو نہیں بلکہ تین شکار کرتا۔ جبھی کھانا کھاتا
اسفندیار سنجیدگی سے ماں سے مخاطب ہوا تھا۔

" ___ پنڈی کی فیکٹری کے کچھ مسائل ہیں شاید آج بھی "

آپ تو کل میرے روم میں تھے۔۔۔! " مہزلہ نے اسفندیار کی بات قطعہ "
کرتے بڑے معصومانہ انداز میں اسے مخاطب کیا تھا۔ اور بیک وقت سب کی

شاکڈ نگاہیں خود پر اٹھتی محسوس کیں تھی۔ "اچھا کام ختم کر کے آئے تھے۔۔!" اسفند یار کی چھوٹی ہوتی آنکھوں میں آنکھیں پٹپٹا کر دیکھتی بے حد انجان بن کر بولتی کھانے کی جانب متوجہ ہو گئی۔ جبکہ ٹیبل پر یکدم ہی سناٹا سا چھا گیا تھا۔ اس نے مسکراہٹ ضبط کرتے کن اکھیوں سے زمدہ کی زرد اور تائی کی سرخ ہوتی رنگت کو دیکھا تھا۔ جبکہ اپنی ماں اور دوبارہ اسفند یار کی جانب دیکھنے کی غلطی بلکل نہ کی۔

تائی نمک دیجیے گا۔۔!" ان سب کو خاموشی سے کھانے کی جانب متوجہ ہوتا" دیکھ مہزلہ نے تبانا تائی کو جان کر مخاطب کیا تھا۔ جنھوں نے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالتے دانت پیسے تھے۔

یہ لو۔۔!" اس سے پہلے کہ اسکی ماں پھٹتی درخنے نے خود آگے بڑھ کر نمک" دانی اسے اٹھا کر دے دی۔

تھینک یو۔۔!" مہزلہ نے درخنے کو بڑی دل جلاتی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا" تھا۔ جو اسے بس گھور کر رہ گئی تھی۔ اسی پل اسکی سرسری نگاہ اسفند یار کی سمت اٹھی تھی۔ جو اس قدر پر تپش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے ابھی چٹکی بجا کر

سزا کے طور پر پرندہ بنادے گا۔ البتہ زمدہ بی بی کی تو وہ ایک ہی شورٹ میں بھوک اڑا چکی تھی۔ اب کم از کم وہ اپنے شوہر پر نظر تو رکھے گی۔

****

تمہیں اپنی اس حرکت کا ہرجانہ بھرنا پڑے گا۔۔' مردان خانے میں بیٹھے ' اسفندیار نے سامنے بیٹھے اشخاص کی بات سنتے میسج ٹائپ کیا تھا اور مہزلہ کے نمبر پر بھیج دیا۔ یہ اسے کیا جانے والا پہلا میسج تھا۔ اس کا ارادہ کھانے کے فوراً بعد اسکا دماغ سیٹ کرنے کا تھا مگر کچھ ملنے والے آگئے تھے۔ اور چونکہ کچھ اہم معاملات تھے جنہیں وہ ٹال نہیں سکتا تھا۔ خوشحال خان نے ٹیبل پر ان سب کے آگے قہوے رکھے تھے۔ اور وہ سامنے بیٹھے اپنے مہمان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ جو بڑے مودب انداز میں اپنا مسئلہ اسے بتا رہا تھا۔ اسی لمحے اسکے موبائل پر بیپ ہوئی تھی۔

کیا کیا میں نے۔۔؟' اور اسفندیار کا شدت سے دل چاہا ابھی کمرے میں جا کر اسکی ' گردن مروڑ دے۔۔

میں بتاؤں گا تمہیں جب تمہاری گردن اپنے ہاتھ سے مروڑوں گا۔۔۔!'اسکے '
برابر میں ہاتھ باندھے کھڑے خوشحال خان نے کن اکھیوں سے اپنے سردار کی
جانب دیکھا تھا۔ جنہوں نے شاید سامنے بیٹھے شخص کی بات سنی ہی نہ تھی۔ مگر
یہ اس کی غلط فہمی تھی۔

اپنے بیٹے کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔۔"موبائل ایک جانب رکھتا سپاٹ "
لہجے میں بولا تھا۔ چند لمحے بعد اسکے موبائل پر پھر بیپ ہوئی تھی۔اس بار اس نے
موبائل کی جانب نہیں دیکھا تھا۔اور جبڑے بھینچتا اس شخص کی جانب متوجہ
ہو گیا۔ مگر کب تک۔۔؟ تین سے چار منٹ بعد موبائل اسکے ہاتھ میں تھا۔

پہلے اپنی 'زمدہ' کے قہر سے تو بچ جائیں۔۔!'اور وہ اچھی طرح سے جانتا تھا اس '
نے کتنا مزہ لیتے یہ بات کہی تھی۔

کیا بات ہے مورے بتا رہی ہیں تم میڈیسن نہیں لے رہیں۔۔"وہ مردان خانے سے سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔ جہاں زمدہ صوفے میں دھنسی آنسو بہا رہی تھی۔"تم سے پوچھ رہا ہوں زمدہ۔۔

آپ کو میری پرواہ کب ہے۔۔"اسکے تلخ لہجے پر وہ بھنویں سکیڑتا وہیں صوفے پر آ بیٹھا تھا۔

"کیا مقصد ہوا اس بے تکی بات کا۔۔؟"

بے تکی ہونہہ۔۔ مہزلہ نے آج جس طرح ٹیبل پر میری اوقات سب کے سامنے بتائی ہے۔۔ سب جان گئی ہوں کہ کتنی پرواہ ہے آپکو میری۔۔"اسفندیار کے ناگواری سے تیوری پر بل پڑنے لگے تھے۔

یعنی اب ہر چھوٹی بات کی مجھ سے وضاحت مانگی جائے گی۔۔ تم لوگوں کے گھر کی سیاست سنبھالنے کے لیے رہ گیا ہوں میں۔۔؟"

سیاست۔۔؟آپ ناانصافی کر رہے میرے ساتھ اور میں چپ بیٹھی دیکھتی رہوں۔۔"اسکے تیز لہجے پر اسفندیار کی آنکھوں اشتعال ابھرنے لگا۔

شٹ اپ۔۔! تمہارا جتنا خیال کر رہا ہوں جتنی نرمی سے پیش آ رہا ہوں۔۔ تم" اتنا سر پر چڑھ رہی ہو۔۔ کب میں نے مہزلہ کا یوں خیال رکھا۔۔؟ تمہارا احساس کر کے زیادہ دن تمہارے پاس رہتا ہوں کہ میرے فیصلے میں ساتھ دیا ہے تم نے۔۔ مگر اگر تم اسی طرح مجھے سوال کرتی رہیں زمدہ۔۔ بہت غلط ہو گا۔۔۔!!" اسکے غصیلے لہجے پر وہ دم سادھ کر بیٹھ گئی۔ جب وہ مزید بولا تھا۔

تمہاری خواہش پر میں اسکے دن تمہارے ساتھ پھپھی کے گھر گیا۔۔ اور صرف" تمہاری ضد کے خاطر رکا۔۔ بولو اسکی ایسی کونسی فرمائش پوری کی ہے میں نے۔۔؟"

آ۔۔ آپ نے اسکی فرمائش پر صرف ایک بار کہنے پر موبائل دلوا دیا۔۔ اسکے" کہنے پر پڑھائی دوبارہ شروع کروادی۔۔" زمدہ نے آنکھوں میں آنسو لیے اسے دیکھا تھا۔ اور اسفندیار کا دماغ گھوم گیا تھا۔ وہ اس میسنی کو چھوڑنے والا نہ تھا۔ اسکا سکون تباہ کرنے کے لیے وہ زمدہ کو جلاتی پھر رہی تھی تاکہ وہ اسکا جینا حرام کرتی۔

تو کیا تمہارے لیے نہیں کرتا یہ سب۔۔اور پڑھائی کا شوق تمہیں خود نہیں تھا" ورنہ مجھے کوئی اعتراض نہ تھا۔۔زمدہ میری بات کان کھول کر سن لو۔۔نہ وہ تمہارے بارے میں مجھ سے کوئی سوال کرے گی اور نہ تم اس کے بارے میں۔۔میں بہتر طور پر جانتا ہوں مجھے کس کے لیے کیا کرنا ہے۔۔اگر اسی طرح رسا کشی میں لگی رہیں میرے لیے اپنا مقام خود کھو دو گی۔۔"اسکے دوٹوک لہجے پر وہ تڑپی اسکے سینے سے لگ گئی۔

آپ نہیں جانتے خان میں آپ کے لیے کتنی حساس ہوں۔۔اور وہ لڑکی مجھے " آپ کے ساتھ ایک آنکھ نہیں بھاتی۔۔یہ ظلم کیوں کیا آپ نے مجھ پر۔۔"اسفندیار نے اسکے گرد حصار باندھ دیا۔

قسمت کے لکھے کو نہیں ٹالا جا سکتا۔۔اسے میری ہی بیوی بننا تھا۔۔تمہیں یہ " حقیقت قبول کرنی ہو گی۔۔نہ ہی میں تمہاری محبت کا انکار کر رہا ہوں جو یوں دیوانوں کی طرح رو رہی ہو۔۔بس اب بند کرو رونا۔۔اور دوائی لو۔۔"اسکے تھپکنے پر وہ سیدھی ہوتی سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔ مگر دل میں مہزلہ برلاس کی

نفرت کا گراف مزید اوپر جا چکا تھا۔ وہ ہرگز بھی اس بار اسے چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اور اسے معلوم تھا کہ اسے کیا کرنا تھا۔

****

وہ اپنے ریسٹ ہاؤس کے آفس میں بیٹھا کال پر مصروف تھا۔ جب دریاب آفس میں داخل ہوا تھا۔ اسفندیار نے فون پر بات کرتے اسکی جانب دیکھا۔ جو اس وقت نجانے کس بات پر بلکل سرخ پڑھ رہا تھا۔

ضلعی صدر سے کہو مجھ سے ملنے آئے۔۔ باقی بات تبھی ہو گی۔۔!"اس نے" بات مختصر کرتے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

کیا بات ہے۔۔؟"دریاب نے اپنا موبائل نکالتے اسکی جانب بڑھایا" تھا۔ اسفندیار نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے موبائل تھام لیا۔ جہاں اسکرین پر بریال خان کسی لڑکی کے ساتھ موجود تھا۔ سیلفی لڑکی لے رہی تھی جو خاصے نامناسب کپڑوں میں تھی۔

اس اوباش شخص کا کیس رفع دفع کروانے کی کیا ضرورت تھی آپکو۔۔اچھا تھا"

چند ماہ جیل میں سڑتا۔۔!!" وہ غصے میں پھنکارا تھا۔اسفندیار گہری سانس بھرتا

موبائل ٹیبل پر رکھ گیا۔

"تمہیں کہاں سے ملی یہ تصویر۔۔؟"

یہ امپورٹینٹ نہیں ہے۔۔امپورٹینٹ اس کمینے کا دماغ سیٹ کرنا ہے جسے اپنی"

بیوی کی بھی قدر نہیں۔۔"اس وقت دریاب کا روم روم سلگ رہا تھا۔زرتشہ کے

ساتھ زیادتی پر وہ خود کو بھی ذمہ دار ٹھہرا رہا تھا۔

سب جانتا ہوں میں۔۔اور زرتشہ بھی جانتی ہے۔۔!"اسفندیار نے سپاٹ لہجے"

میں اسے آگاہ کیا۔"مگر افسوس میں اس کی پرسنل لائف پر کوئی بڑی سزا نہیں

"دے سکتا۔۔

"یعنی آپ اسے یوں کھلا چھوڑ دیں گے۔۔زرتشہ آپکی بہن نہیں۔۔؟"

اسے اپنے لیے خود قدم اٹھانا ہے۔۔اسکی چھوٹی بہن کو دیکھو۔۔کس طرح"

ناک میں دم کیا ہوا ہے سب کے۔۔ابا صاحب کو بستر سے لگا دیا۔۔سیکھے وہ بھی

کچھ اس سے۔۔"بڑے بھائی کے طنز پر وہ سختی سے لب بھینچ گیا تھا۔

"وہ شروع سے ڈرپوک فطرت کی ہے۔۔اپنے حقوق کے لیے کبھی نہیں بولے گی۔۔وہیں مر جائے گی مگر نہیں بولے گی۔۔!"

"اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟" دریاب نے اس بار آنکھوں میں شکایت لیے اسے دیکھا تھا۔"جب اسکا ہاتھ تھامنے کا موقع تھا تب تو کوشش کی نہیں۔۔پھر اب ہمدردی کے ابال کیوں اٹھ رہے ہیں۔۔؟"

"بریال مارتا ہے اسے۔۔۔!!" اور اس بار اسفندیار ٹھٹھکا تھا۔"مجھے نہیں معلوم تھا اگر میں ہاتھ نہیں تھاموں گا تو وہ یوں زندہ درگور ہو جائے گی۔۔!"

"تمہیں کیسے معلوم کہ بریال اسے مارتا ہے۔۔؟" اس بار اسفندیار کے لہجے میں بے انتہا سختی امڈ آئی تھی۔جبکہ چہرے پر سرد تاثرات پھیل گئے تھے۔۔دریاب الگ کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

"بابا کی ڈیتھ پر زلہ اور اسکی باتیں سن لیں تھیں میں نے۔۔" اور اس بار وہ مزید الجھ گیا تھا۔

"اور تم یہ بات اب اتنے ماہ بعد بتا رہے ہو۔۔؟" اسفند نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

کیا کر لیتے آپ۔۔؟ میرے ہاتھ تو ویسے ہی باندھے ہوئے ہیں۔۔اور آپ"
کے اپنے مسائل ختم نہیں ہوتے۔۔"اس نے تلخ لہجے میں کہتے سر جھٹکا۔

"وہ در خنے کی طرح عزیز ہے مجھے۔۔"

زلہ بھی تھی۔۔کیا کیا آپ نے اسکے ساتھ۔۔؟"دریاب کہاں چھوڑنے والا"
تھا۔اسفند یار نے سلگ کر اسے دیکھا۔

"شٹ اپ۔۔وہ بیوی ہے میری۔۔۔"

"!بچپن سے تو نہیں تھی نا۔۔"

"تو میں نے کب اس پر ہاتھ اٹھایا۔۔؟"

ناانصافی تو کی ہے نا۔۔زبردستی شادی نہیں کی کیا۔۔؟"اسفند یار کی آنکھوں"
میں سرخی دوڑنے لگی۔

تم مجھے سکھانے والے ہوتے کون ہو۔۔؟اب میں اپنی زندگی کے فیصلے تم سے"
"پوچھ کر کروں گا۔۔؟

وہ زلہ کی زندگی بھی تھی جسے انتقام کی بھینٹ چڑھادیا آپ نے۔۔"اسفند یار"
نے اپنی قہر آلود نگاہیں اسکی سرخ ہوتی آنکھوں میں گاڑھ دیں۔

دفع ___ ہو جاؤ ___ اپنی شکل کو لے کر۔۔یہ میری زندگی ہے۔۔اور اب وہ" میری بیوی ہے۔۔جو بکواس کرنی تھی کر چکے تم۔۔"اسکا میٹر مکمل طور پر گھوم چکا تھا۔نہ ہی وہ اس سے زیادہ بکواس برداشت کر سکتا تھا۔دو ہی تو اسے انتہا پر جا کر سلگانا جانتے تھے ایک یہ اور دوسری اسکی چہیتی۔۔۔!ابھی وہ دونوں بحث ہی کر رہے تھے کہ اسکا موبائل بج اٹھا۔دوسری جانب خوشحال خان تھا۔

"!خان ڈیرے پر ایک گارڈ نے دوسرے گارڈ کو گولی مار کر قتل کر دیا ہے۔۔"

شٹ۔۔!"کال کٹ کرتا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔دریاب نے سوالیہ" نظروں سے اسکے ناگوار تاثرات دیکھے تھے۔

ڈیرے پر چلنا ہے تو چلو۔۔نیا بکھیڑا کھڑا ہو گیا وہاں۔۔"ایک تیز نگاہ اس پر" ڈالتا باہر نکل گیا۔دریاب بھی فوراً اسکے پیچھے لپکا تھا۔

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔جب وہ ڈیرے سے لوٹا تھا۔دریاب ڈیرے سے ہی کہیں نکل گیا تھا۔پوری حویلی میں سناٹا چھایا تھا۔اس نے زمدہ کو پہلے ہی کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ اسکے لیے ہر گز بھی نہ جاگے اور دوائی کھا کر سو

جائے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اسکے انتظار میں جاگتی تھی۔ جبکہ 'دوسری' والی کو مطلع کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ اسے سرے سے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔ کہ وہ گھر آتا یا ساری رات باہر رہتا۔۔

کندھوں پر شال ڈالا مہزلہ کے کمرے میں داخل ہوا تو ویرانی نے اسکا استقبال کیا تھا۔ بارڈ پر ہاتھ مار کر لائٹس آن کیں تھیں۔ ہر چیز سلیقے سے جگہ سے رکھی تھی۔ یہ خالص زنانہ کمرا تھا۔ جہاں بیڈ پر اس وقت لائٹ پرپل بیڈ شیٹ بچھی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر سفید پھولوں کے گلدان رکھے تھے۔ اسکی چھوٹی سی ڈیسنگ پر لڑکیوں کا مختصر سا سامان رکھا تھا۔ شال بیڈ پر پھینکتا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے آنکھیں مسلتا تھکان اتارنے لگا۔ آج وہ خاصہ تھک گیا تھا۔ پولیس کی ٹیم سے الگ مغز کھپائی کی تھی۔ اور مقتول کی فیملی کے گھر بھی وہ بذاتِ خود تعزیت کے لیے گیا تھا۔ گارڈ کی خاصی زدہ حال فیملی تھی۔ اپنے پیچھے پانچ بیٹیوں اور ایک بیٹے کو چھوڑ کر گیا تھا۔ جن کی کفالت کا ذمہ اس نے لے لیا تھا۔ جبکہ قاتل کو اس نے پولیس کے حوالے کروا دیا تھا۔ اسی وقت ابا صاحب نے پریس کانفرنس کر کے انصاف کی بحالی کی خبر میڈیا تک پہنچا دی تھی۔ حالانکہ وہ اپنے

وفادار کو پولیس کے ہتھے چڑھنے نہیں دینا چاہتے تھے۔مزید دس پندرہ منٹ لیٹے رہنے کے بعد وہ زچ ہوتا اٹھ بیٹھا۔وہ اب تک نہیں آئی تھی۔اور جان کر غائب ہی اسی لیے ہوئی تھی کہ اسے معلوم تھا کہ اسے آج اسی کے کمرے میں آنا تھا۔کرتے کی پاکٹ سے موبائل نکالتا اسے میسج بھیج گیا۔

کمرے میں آؤ۔۔'میسج اسے ریسو ہو چکا تھا۔مگر اس نے دیکھنے کی زحمت نہ کی' تھی۔اور پھر وہ کال ملا گیا۔جسے دوسری بیل پر اٹھالیا گیا تھا۔

کہاں ہو۔۔؟"درخنے کے کمرے میں بیٹھی مہزلہ نے پین رجسٹر پر رکھتے اسکی" سپاٹ آواز پر پہلو بدلا تھا۔

"میں۔۔پڑھ رہی ہوں۔۔"

"!کمرے میں آؤ۔۔"

کل ٹیسٹ ہے ہم اسکی پریپریشن کر رہے ہیں۔۔"برابر میں بیٹھی درخنے نے" اسکے جھوٹ پر آنکھیں گھومائی تھیں۔ٹیسٹ تھا تو مگر دو دن بعد۔

میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔؟"اسکے حکمیہ لہجے پر مہزلہ کے جبڑوں میں حرکت ہوئی" تھی۔

میں مصروف ہوں۔۔آپکو میرے کمرے میں سونے کا شوق ہے نا تو ہو جائیں" بس۔۔!!"اپنی کہنے کے بعد مہزلہ نے دوسری جانب سے لائن ڈسکنیکٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔اور ایک پل کے لیے حیرت سے منہ کھل گیا۔

"کیا ہوا کیا کہا لالا نے۔۔؟"

پتہ نہیں شاید مان گئے۔۔"اپنی حیرت پر قابو پاتی موبائل ٹیبل پر رکھ گئی۔حالانکہ اسے یقین نہیں آیا تھا۔

کیوں اتنا تنگ کرتی ہوا نہیں۔۔"اس نے رجسٹر کھولتے گھور کر اسے دیکھا۔"

زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں۔۔ہائی لائٹر دو۔۔"اسے ڈپٹتی اپنے کام" میں لگ گئی۔درخنے بھی معنی خیزی سے مسکراتی جمائی روک کر بک کھول گئی تھی۔ابھی چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ درخنے کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔دونوں نے چونکتے بیک وقت دروازے کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"کون۔۔؟"

درخنے مہزلہ تمہارے ساتھ ہے۔۔؟"اسفندیار کی بھاری سنجیدہ آواز" دروازے کے پار سے ابھری تھی۔اور مہزلہ کو نجانے کیوں اپنی دھڑکن سست جبکہ رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔اسکے برعکس درخنے لبوں پر مسکراہٹ لیے اٹھ کھڑی ہوئی مہزلہ نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا۔مگر وہ تیزی سے دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔دراصل وہ بھی مسلسل دو گھنٹے سے پڑھ پڑھ کر اب اکتا چکی تھی۔اس کا بھائی فرشتہ بن کر ہی آیا تھا۔

جی لالا۔۔ہم پڑھ رہے تھے ساتھ۔۔"کمرے کا دروازہ کھولتے اسفندیار کو بتایا" تھا۔اور ایک جانب ہوگئی۔اسفندیار اسکا اشارہ سمجھتا اندر داخل ہوا تھا۔اور نگاہ سیدھی صوفے میں دھنسی بیٹھی زوجہ سے جا ملی۔۔

میں نے۔۔آپکو بتایا تو تھا ہم پڑھ رہے ہیں۔۔"لب تر کرتی مہزلہ بھی فوراً" بولی۔

کل ٹیسٹ ہے۔۔؟"اس نے ایک بار پھر بہن کو مخاطب کیا تھا۔"اسے نہیں" مجھے دیکھو درخنے ورنہ پورا اسکیجوئل نکلوالوں گا تم دونوں کا۔۔اور جھوٹ کی "الگ سزا ملے گی۔۔

"نہ۔ نہیں لالا۔۔ کل نہیں دو دن بعد ہے۔۔ بس ہم تھوڑی اچھی تیاری کر رہے ہیں۔۔" مہزلہ کی نگاہوں کو خاطر میں نہ لاتے اسے بھائی کو جواب دینا پڑا تھا۔اسفندیار نے اب اپنی زوجہ کی سمت دیکھا تھا جو سرخ چہرہ لیے اسکی بہن کو گھور رہی تھی۔

"تم خود اٹھو گی یا میں مدد کروں۔۔؟" اسکے طنز پر مہزلہ نے در خنے سے نظریں ہٹاتے شعلہ بار نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔اس سے پہلے کہ یہ مزید اسکا تماشہ بنواتا لب بھینچتی اپنا سامان سمیٹ کر بغیر کسی بھی جانب دیکھے باہر نکل گئی۔

"شب بخیر۔۔!" بہن کے سر پر بوسہ دیتا خود بھی باہر کی جانب بڑھ گیا۔کمرے میں داخل ہوا تو وہ سائیڈ ٹیبل کی ڈرار میں نجانے کیا ڈھونڈتی اٹھا پٹخ میں مصروف تھی۔وہ دروازہ بند کرتا بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔

"کھانا لاؤ۔۔ بھوک لگ رہی ہے مجھے۔۔!" ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھتا اسکے جھنجھلائے ہوئے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"زہر کھالو۔۔!" ڈرار زور سے بند کرتی پلٹ گئی۔جبکہ اسفندیار ایک پل کے لیے اسٹاپ ہوا تھا۔

کیا کھالوں۔۔؟" لہجے میں خود بخود وارننگ آگئی تھی۔ مگر مہزلہ اس وقت اپنی" ٹینشن میں تھی۔اسکا سر درد کی ٹیبلیٹ نہیں مل رہیں تھیں۔

زہر۔۔!!"اسکی جانب پلٹتی بے خوفی سے بولی تھی۔اور بس اسفندیار کی بس" ہو گئی۔اپنی جگہ سے اٹھتا اس تک پہنچا تھا۔ مہزلہ ایک پل کے لیے سٹپٹا گئی۔اور فوراً دور ہوئی۔

یعنی تمہیں کھالوں۔۔؟"ایک ہی جست میں اسے قریب کرتا اپنے مضبوط" ہاتھ سے اسکی ٹھوڑی پکڑے گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔ مہزلہ کا خون خشک ہونے لگا۔۔" مگر اتنا برا ٹیسٹ نہیں میرا۔۔نہ ہی مرنے کی ایسی کوئی چاہ ہے۔۔!"اسکے دل جلاتے انداز پر مہزلہ کو آگ ہی تو لگ گئی تھی۔

"ہونہہ۔۔۔اسنیکس کو کب سے زہر برا لگنے لگا۔۔؟"

جب سے ایک ناگن میں نکاح میں آگئی ہے۔۔"اسفندیار کا لہجہ بڑا معنی خیز سا" تھا۔اور حیرت کی بات تو یہ تھی اس کی زبان درازی پر اس نے ری ایکٹ نہیں کیا تھا۔"ایک ناگن زبردستی اپنے زہریلے ٹیسٹ کی عادت لگانے میں لگی

ہے۔۔"اسکے لب کا کنارہ پھیلتا دیکھ مہزلہ کے خون میں شرارے دوڑنے لگے۔

"تو نہ کرتے شادی۔۔گلریز تھا میرے ٹیسٹ کا۔۔!"وہ سوسنار کی اور ایک لوہار کی کرتی تھی۔اور یکدم ہی اسفندیار کے چہرے سے تمام خوشگواریت غائب ہوئی تھی۔اور سرد تاثرات پھیل گئے۔

"آئندہ۔۔!"اس نے انتہائی مدھم مگر برفیلے لہجے میں کہتے ہاتھ اسکی ٹھوڑی سے ہٹاتے گردن پر رکھا تھا۔اور اگلے لمحے جکڑ گیا۔۔"اس کا نام۔۔۔تمہاری زبان پر۔۔نہ آئے۔۔یہ میری غیرت کو گوارا نہیں کہ میری بیوی کسی اور مرد کا نام اس انداز میں میرے سامنے لے۔۔۔"مہزلہ نے تڑپتے دونوں ہاتھوں سے اسکی گرفت ہٹانی چاہی تھی۔"سمجھ آرہی ہے۔۔؟"اس بار وہ کرایا تھا اور ایک جھٹکے سے چھوڑتا اسے بیڈ پر پھینک گیا۔وہ بری طرح کھانستی سنبھل کر جنونی انداز میں اسکی سمت پلٹی۔

"نہیں تمہاری غلام نہیں ہوں۔۔سنا تم نے۔۔!میرا جو دل چاہے گا کہوں گی۔۔نہیں ڈرتی میں تم سے۔۔"سرخ چہرہ لیے پھنکارتی زور سے اسکے بازو سے ٹکراتی

آگے بڑھ گئی تھی۔اسفند یار جو چند لمحے پہلے غصے میں جل رہا تھا۔اس وقت لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔جب باتھ روم کا دروازہ زوردار طریقے سے بند ہونے کی آواز آئی تھی۔

"بدتمیز۔۔!!"

کچھ دیر بعد وہ آرام دہ قمیض شلوار میں ملبوس باہر نکلی تو وہ بیڈ پر نیم دراز فون پر بات کر رہا تھا۔دوپٹہ سر پر درست کرتی کمرے کے دروازے کی سمت بڑھ گئی۔اسفند یار نے فون پر بات کرتے تیوری پر بل ڈالے اسے دیکھا تھا۔

پیچھے آنے کی ضرورت نہیں کچن میں جا رہی ہوں۔۔"اسے سلگاتی باہر نکل گئی" تھی۔اور اسفند یار دانت پر دانت جما کر رہ گیا۔

سمجھتی کیا ہے یہ خود کو۔۔؟"کال کاٹتا موبائل سائیڈ میں پھینک گیا۔یعنی وہ" جس کے پیچھے حویلی کا ہر فرد بچھا جاتا تھا۔اسے یہ کسی ناگوار شے کی طرح جھٹکتی رہتی تھی۔وہاں اسکی بیوی اسکے ساتھ ذرا سا وقت گزارنے کے لیے بے قرار رہتی تھی۔اور یہ۔۔!وہ ایک بار پھر سختی سے دانت پیس گیا۔ابھی وہ انہی سوچوں میں الجھا تھا جب وہ ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اور اسفند یار

کے لیے یہ حیرت کا بڑا شدید جھٹکا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے زہر دینے میں لگی تھی اور اب خود ہی کھانا لے آئی تھی۔

ہونہہ۔۔! اسے نظرانداز کرتا واشروم کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ اپنا کافی کا مگ لیے بیڈ پر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئی تھی۔ اور ایک سلگتی نگاہ دروازے پر ڈالی تھی۔ کھانا تو اسے ہی دینا تھا۔ روشینا اسے تلقین کر کے سوئیں تھیں کہ یہ بھوکا آئے گا۔۔ کچھ دیر بعد وہ نائٹ گاؤن میں ملبوس باہر نکل آیا تھا۔ مہزلہ کے تولیے سے منہ پونچھتا صوفے پر پھینک کر وہیں بیٹھ گیا۔ وہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتی کافی کا مگ سائیڈ پر رکھ کر اپنی کتاب اٹھا گئی تھی۔ اسکے دماغ میں اس وقت اپنی کل کی حرکت گھوم رہی تھی۔ مگر اسے امید تھی اسفندیار بھول چکا ہوگا ورنہ اپنی چہیتی کی سینٹیمینٹس ہرٹ ہونے کا حساب ضرور لینے آتا۔ 'مگر کل رات تک تو بڑی دھمکیاں دے رہے تھے' اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے کھانا کھاتے اسفند کو گھورا تھا۔ 'اللہ کرے بھول گئے تو بھولے ہی رہیں۔۔' اپنے دھیان میں کتاب کا صفحہ پلٹتی ایک پل کے لیے ٹھٹھک گئی۔ جہاں ایک فوٹو رکھا تھا۔ یہ زرغان کا فوٹو تھا جس میں وہ اسکول یونیفارم میں ملبوس جھجھکا سا کھڑا تھا۔ اور اسکے

پیچھے زرتشہ اور وہ کھڑی تھیں۔یہ تصویر آج سے ایک سال پہلے کی تھی۔جو سیال نے اپنے کیمرا سے لی تھی۔اسکی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔اب نہ اسکی بہن اسکے ساتھ تھی اور نہ بھائی۔۔نجانے کتنی دیر تک وہ اس تصویر کو دیکھتی اس میں کھو سی گئی تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں۔۔کہاں گم ہو۔۔؟"اسفندیار کی آواز بہت قریب سے سنائی دی تھی۔اس نے چونکتے اپنی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔اور فوراً کتاب بند کر گئی۔جبکہ اسفندیار تو اسکی آنکھوں میں موجود آنسو دیکھ کر ایک پل کے لیے ساکت رہ گیا تھا۔کیا ہوا تھا اچانک۔۔؟

کیوں رو رہی ہو۔۔؟"ہاتھ بڑھاتے اسکے سرد پڑتے رخسار پر رکھا تھا۔"

"میں نہیں رو رہی۔۔۔!"آنکھوں میں نمی لیے اسکا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹانا چاہا تھا۔مگر وہ خود سے نزدیک کر گیا۔"یہ آنکھیں جھوٹ تو نہیں بولتیں۔۔!"مہزلہ نے اسکی گہری سیاہ آنکھوں میں دیکھا تھا۔اور چہرے پر ناگواری لیے اسکے ہاتھ دور کر گئی۔

اور یہ کس نے کہا کہ میں سچ آپ سے کہوں گی۔۔؟"اسکی آنکھوں میں موجود"
نفرت اسفندیار کے دل میں عجب طوفان برپا کر گئی تھی۔

تمہارے پاس آپشنز نہیں ہیں۔۔! مجھے میرا حق چاہیے۔۔!"وہ بھی اپنے رد"
کیے جانے پر یکدم اپنی میں پر اتر آیا جبکہ مہزلہ کو لگا کسی نے چار سو چالیس والٹ کا
جھٹکا اسے لگا دیا ہوا۔اسفندیار اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھاما جھک رہا تھا مگر وہ
تڑپتی رخ موڑ گئی۔

"!دور ہوں۔۔"

"!!تم پر پورا حق رکھتا ہوں میں مہزلہ بی بی۔۔۔"

حق کی بات کی تو مجھ سے نہیں جیت سکتے۔۔اس لیے بہتر ہے پیچھے ہٹ"
جائیں۔۔"اسکے لہجے میں ناگواری ہی ناگواری تھی۔۔اسفندیار نے آنکھیں
چھوٹی کرتے اسکا چہرہ دوبارہ اپنے سامنے کیا۔

تم مجھے پیچھے ہٹنے کو کہہ رہی ہو۔۔؟شوہر ہوں میں تمہارا۔اور اپنا حق وصول"
کرنے سے تم بھی نہیں روک سکتیں مجھے۔۔"اسکے سنگین لہجے اور قربت پر
مہزلہ کی رنگت فق پڑنے لگی۔جو بھی تھا وہ کتنا بھی احتجاج کرتی اسے نہیں روک

سکتی تھی۔ لیکن کچھ اور بھی تھا جو اس وقت اسکے دماغ میں چل رہا تھا۔ اور وہ تھے

!زرغان، زرتشہ اور روشینا۔۔

"!میری بھی ایک شرط ہے پھر۔۔"

"تم مجھے پیچھے ہٹنے کو کہہ رہی ہو۔۔؟ شوہر ہوں میں تمہارا۔۔ اور اپنا حق وصول کرنے سے تم بھی نہیں روک سکتیں مجھے۔۔" اسکے سنگین لہجے اور قربت پر مہزلہ کی رنگت فق پڑنے لگی۔ جو بھی تھا وہ کتنا بھی احتجاج کرتی اسے نہیں روک سکتی تھی۔ لیکن کچھ اور بھی تھا جو اس وقت اسکے دماغ میں چل رہا تھا۔ اور وہ تھے

!زرغان، زرتشہ اور روشینا۔۔

"!میری بھی ایک شرط ہے پھر۔۔"

شرط۔۔۔؟ کیا مطلب۔۔؟ مجھے میرا حق حاصل کرنے کے لیے شرطیں رکھو" گی تم۔۔؟" بے حد قریب سے اسکے چہرے پر چھائے سرد تاثرات دیکھتا سخت لہجے میں بولا تھا۔

ہاں۔۔ کیونکہ مجھے کوئی شوق نہیں آپکی بیوی بننے کا۔۔ یہ فیصلہ آپکا تھا۔۔ میری" زندگی کا اتنا بڑا ڈسیجن مجھ سے بغیر پوچھے لیا گیا۔۔ مگر اب میں ہرگز ایسا نہیں ہونے دوں گی۔۔!" اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی فاصلہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اسفندیار کی آنکھوں میں خشمگین تاثر ابھرنے لگا۔

"!تم جانتی ہو تم مجھے نہیں روک سکتیں۔۔"

آپ زبردستی نہیں کر سکتے۔۔۔!" اسکی آنکھوں میں بھی چیلنج تھا۔ دونوں اس" وقت بیڈ پر بے حد نزدیک بیٹھے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ اسفندیار نے پلک جھپکتے میں دونوں کا رخ بدلا تھا۔ مہزلہ اپنے تکیے پر تھی جبکہ اسکے دونوں ہاتھ سر سے لگے تھے۔

حق حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔۔" اسکا گھمبیر لہجہ" مہزلہ کے ماتھے پر پسینا چمکوا گیا۔ جبکہ دل بڑے ناخوشگوار انداز میں دھڑکنا

شروع ہو چکا تھا۔ یہ تو وہ جانتی تھی اس شخص کو نہیں روک سکتی تھی۔ کیونکہ وہ ضد اور طاقت دونوں میں اس سے کئی قدم آگے تھا۔ اسکا سکتہ محسوس کرتے اسفندیار نے اسکی گردن کے خم سے سر اٹھا کر اسکی نم آنکھوں میں دیکھا تھا۔ "مگر میں پھر بھی تمہاری شرط سننا چاہوں گا۔۔!" مہزلہ سرخ چہرہ لیے نم جلتی آنکھوں سے اسے گھورتی رہی۔ "بولو۔۔ یا ارادہ بدل لیا۔۔؟" خمار آلود لہجے میں کہتے اسکے ٹھنڈے پڑتے رخسار پر ہاتھ رکھا تھا۔ مہزلہ غصے سے جھٹک گئی۔

زرغان کو واپس حویلی لے آئیں۔۔!" اور اس بار اسفندیار نے بڑے حیرت انگیز تاثرات لیے اسے دیکھا تھا۔ یہ بات بلکل غیر متوقع تھی اسکے لیے۔۔

"کیوں وہ کہاں ہے ایسا۔۔؟ ہم نے جنگ پر بھیجا ہوا ہے۔۔؟"

جس عمر میں وہ اپنی ماں اپنی فیملی سے دور ہے اس کے لیے حالات جنگ سے کم بھی نہیں۔۔" مہزلہ اسکی گرفت ڈھیلی ہوتی دیکھ پھرتی سے اٹھ بیٹھی۔ اسفندیار نے تکیے پر سر رکھتے اسکے بے چین تاثرات دیکھے تھے۔

"سکون سے پڑھ تو رہا ہے وہاں۔۔ صرف تمہیں ہی کیوں مسئلہ ہے۔۔؟"

"نہیں۔۔ سکون سے نہیں ہے وہ۔۔ نہ ہی مورے سکون میں ہیں۔۔ ابا صاحب نے جان کر ہمیں ٹارچر کرنے کے لیے زرغان کو دور کیا ہے ہم سے۔۔!" اس بار اسفندیار کی آنکھوں میں ناگواری ابھر آئی تھی۔ اور تنبیہی نگاہ اس پر ڈالی۔

"سوچ سمجھ کر بولنا جو بھی بولو۔۔!" اسکا سخت ہوتا لہجہ دیکھ مہزلہ تلخی سے مسکراتی نظریں پھیرتی اٹھ رہی تھی مگر وہ بازو تھامتا روک گیا۔

"مجھے آپکے ابا صاحب کی شان میں گستاخی کرنے کا شوق نہیں ہے۔۔ مگر جو وہ میری مورے پر زرغان کو دور بھیج کر ظلم کر چکے۔۔ اسکے بعد گنجائش نہیں نکلتی۔۔!"

"ہر بات کو نیگیٹو رنگ مت دو۔۔ لاکھ درجے اچھے اسکول میں پڑھتا ہے وہ۔۔ اسکی بہترین اسکولنگ ہو رہی ہے وہاں۔۔ کسی چیز کی کمی نہیں۔۔"

"یہاں بھی مل سکتا۔۔ یہاں تو اپنوں میں رہے گا اور بہتر اسکولنگ ہو گی۔۔"

"ہاں جیسے تم باتمیز صاحبہ بن چکیں۔۔!" اسکے طنز پر مہزلہ سلگ اٹھی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر یہ بکواس اسکے منہ سے نکل کیسے گئی تھی۔ اسفند ابا صاحب کا چہیتا تھا۔ ایسے میں ان کے فیصلے کو کیسے نظر انداز کر دیتا۔

سو جاؤ۔۔ بہت رات ہو چکی ہے۔۔!" اسے زبردستی گھسیٹ کر بازو پر لٹاتا" حصار میں قید کر گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ روز کی طرح جاگتی اپنی لامتاع سوچوں میں الجھی رہی تھی۔اور سوچتے سوچتے نجانے کب آنکھ لگ گئی۔

****

ہاں ہاں۔۔ بریال کو بولو فکر نہ کرے بلکل بھی۔۔ ہم سنبھال لیں گے۔۔" ابا" صاحب نے رابطہ منقطع کرتے ساتھ چلتے اسفندیار کو دیکھا۔

بچا پریشان ہو گیا تھا پولیس کے چکروں سے۔۔" اسفندیار نے ناگواری سے" لب بھینچے لیے۔

"تو ایسے کرتوت نہیں کرنے چاہیں آپکے بچے کو۔۔"

تھوڑا لاؤ بالی ہے۔۔ سمجھ جائے گا۔۔" ابا صاحب نے ناک سے مکھی اڑائی" تھی۔"اب ہر کوئی ہمارے خاناں جیسا تو نہیں ہو سکتا نا۔۔"ان کے فخریہ انداز پر بھی اسکے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔اسکے دماغ میں کل بھائی سے ہوئی باتیں گھوم رہیں تھیں۔۔

"زرتشہ کیسی ہے۔۔؟"

اچھا ہو گا۔۔اور کیسا ہو گا۔۔خوش ہے اپنے گھر۔۔"اسکے غیر متوقع سوال پر" انکے چہرے عجیب کرختگی سی ابھر آئی تھی۔

بریال کی جیسی حرکتیں ہیں آپکو لگتا ہے وہ خوش ہو گی۔۔؟"اس بار ابا صاحب" نے ٹھہرتے چونک کر اسے دیکھا تھا۔اور دادا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالا وہ واضح پیغام دے گیا تھا کہ اب ہر چیز سے باخبر ہے وہ۔۔بہراور خان ناگواری سے ہنکار بھر گئے۔

ایسی باتیں امیر زادوں کے لیے عام بات ہوتی ہے خاناں۔۔اس میں گھر کی" "عورتوں کو معاملہ اچھالنے کا اختیار نہیں۔۔ان کا کام گھر چلانا ہے۔۔

امیر زادوں کے لیے نہیں ابا صاحب عیاش زادوں کے لیے۔۔جسے نہ اپنی" عزت کا پاس ہے نہ ہی خاندان کی۔۔اور زرتشہ میری بہن ہے اس کے لیے وہ جوابدہ ہے مجھے اپنے ہر اس عمل کا جس سے اسکی زندگی خراب ہوتی ہو۔۔"اسفندیار کا چہرہ اس وقت اشتعال سے سرخ پڑ رہا تھا۔بہراور خان پوتے کے تیور دیکھے چند لمحے کے لیے چپ رہ گئے تھے۔

"زرتشے نے کوئی شکایت کیا ہے تم سے۔۔؟"

اتنامان کبھی دیا ہی نہیں میں نے اسے۔۔" دادا کے مشکوک انداز پر وہ تلخ لہجے میں کہتا سر جھٹک گیا۔

"ہم بات کریں گے بریال سے۔۔" انہوں نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

"کریں بات۔۔ اور اسے سمجھائیں میرے لیے درخنے اور زرتشہ ایک جگہ ہیں اگر درخنے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تو زرتشہ کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔۔" اسکا لہجہ یکدم ہی برف کی طرح سرد ہو چکا تھا۔ دریاب نے جو انکشاف کل اس پر کیا تھا وہ کوئی عام بات نہ تھی۔

"کہہ دیا نا بس ہم سمجھا دیں گے۔۔۔ چلو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔" اسکی پیٹھ تھپکتے لاؤنج کی سمت بڑھ گئے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا غصے کا تیز بھی یہی تھا اور پاور بھی اسی کے ہاتھ میں تھی۔ بریال خان کا چٹکیوں میں نشہ ہرن کر سکتا تھا۔ کھانے کی ٹیبل پر سب ہی ان کے منتظر تھے۔ اسفندیار اور ابا صاحب کے بیٹھنے پر روشینا نے مہزلہ کو اشارہ کیا تھا۔ جو لب بھینچتی ملازمہ سے کھانے کا باؤل لے کر ان کے پاس رکھ گئی تھی۔ ابا صاحب اور اسفند دونوں نے بیک وقت اسکی سمت دیکھا تھا۔ جبکہ زمدہ کی آنکھوں میں ناگواری ابھر آئی تھی۔

آپ کا پسندیدہ شوربہ بنوایا ہے۔۔!"اس نے نظر جھکا کر سپاٹ لہجے میں کہا" تھا۔ جس پر وہ صرف ہنکار بھر گئے تھے۔ مگر کچھ بولے نہیں۔ مہزلہ بھی بغیر کسی کی جانب دیکھے اپنی جگہ آ گئی تھی۔اس دن کے بعد سے ابا صاحب اور اسکا آج سامنا ہوا تھا لہذا اسکی ماں کہاں چھوڑ سکتی تھی اسے۔۔

نگینے کے بیٹے کا شادی ہے دو دن بعد۔۔خاناں کے ساتھ کون جا رہا ہے تم" لوگوں میں سے۔۔؟" کھانے کے دوران ابا صاحب نے پوچھا تھا۔ نگینہ ان کی قریبی عزیز تھیں۔ گھر کی ہر شادی میں شامل ہوتی تھیں۔اور ان کا بیٹا زمان خان اسفندیار کا بہت اچھا دوست بھی تھا۔

بڑا دور کا سفر ہے ابا صاحب۔۔اس موسم میں نہ تو آپ جا سکتے ہیں اور نہ ہی" میری ایسی طبیعت ہے۔۔روشینے تم جاؤ گی۔۔؟"تائی نے ٹولیتے روشینا سے پوچھا تھا۔

نہیں۔۔ابا صاحب میرا جانا تو ممکن نہیں۔۔ مسئلہ ہو جائے گا بھابھی کو سب" سنبھالنے میں۔۔" انہوں نے سلیقے سے انکار کر دیا تھا۔اسفندیار کی نگاہ مہزلہ کی

سمت اٹھی تھی۔ جوان باتوں سے لاتعلق خاموشی سے کھانے میں مصروف تھی۔

اباصاحب آپ فکر نہیں کریں میں اور خان چلے جائیں گے۔۔ "زمدہ کے" شیریں لہجے پر اب مہزلہ نگاہ اٹھاتی ان کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔ صرف ایک پل کے لیے اسفندیار کی جانب دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً اپنی پلیٹ پر نظر جھکا گئی۔

نہیں۔۔ تم کہیں نہیں جارہیں۔۔ ہم کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے" سکتے۔۔ "اباصاحب نیپکن سے منہ صاف کرتے اٹھ گئے تھے۔ اور زمدہ کا چہرہ ایک پل کے لیے بلکل پھیکا پڑ گیا۔

مگر اباصاحب۔۔! "اسفندیار اسکا ہاتھ تھپک گیا۔ اباصاحب اپنے کمرے کی" جانب بڑھ گئے تھے۔

"! صحیح کہہ رہے اباصاحب۔۔ تمہاری طبیعت ویسے بھی صحیح نہیں ہے۔۔" میں ٹھیک ہوں اب خان۔۔!! "اس نے بے چین ہوتے اسفندیار کو دیکھا" تھا۔

زمدہ بچے ضد نہیں کرو۔۔ پھر چل لیں گے ہم۔۔"تائی نے بھی پچکارا تھا۔روشینا بھی اپنا کھا کر اٹھ گئیں تھیں۔

لیکن مجھے ابھی جانا ہے ماسی۔۔۔خان پلیز نا۔۔!"لاڈ سے اسکے کندھے سے لگ گئی۔درخنے نے بھنویں اچکاتے مہزلہ کی سمت دیکھا تھا۔مہزلہ کی نظریں بھی اس چھچھورپن کی طرف اٹھی تھی۔اور نجانے کیوں ان میں ناگواری سمٹ آئی تھی۔

نیکسٹ ٹائم زمدہ۔۔!تمہاری کنڈیشن سب سے زیادہ میٹر کرتی ہے۔۔کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتا میں۔۔"اسفندیار کے کندھے سے لگی زمدہ نے آنکھوں میں تفاخر لیے مہزلہ کی سمت دیکھا تھا۔جواب اپنی جگہ سے اٹھ رہی تھی۔

وعدہ کریں۔۔"اس نے الگ ہوتے اپنا ہاتھ پھیلایا تھا۔اسفند نے کن اکھیوں سے مہزلہ کی سمت دیکھا۔جو لب بھینچی ملازمہ سے ٹیبل سے بچا ہوا کھانا اٹھا رہی تھی اب۔یہ اسکا یا اسکی ماں کا کام تھا۔

ہاں وعدہ یار۔۔ تم تو تھانیدارنی بن گئیں۔۔"اسکا ہاتھ تھامتا خشمگین لہجے میں" بولا تو ہنس دی۔اپنی جگہ سے اٹھتیں تائی ان دونوں کی بلائیں لیتی نہیں تھک رہیں تھیں۔

اچھا پھر مجھے کہیں اچھی سی آئسکریم کھلانے لے کر چلیں بہت دل چاہ رہا" ہے۔۔"کچن کی سمت بڑھتی مہزلہ کا نجانے کیوں اس وقت شدت سے دل چاہا تھا کہ ہاتھ میں موجود باول کھینچ کر اس ڈرامے باز کے سر پر مار آئے۔

اس وقت۔۔؟"اسفندیار نے حیرت سے رسٹ واچ میں وقت دیکھا" تھا۔زمدہ نے چہرے پر مسکینی سجالی۔

مجھے ابھی دل چاہ رہا ہے پلیز خان۔۔!"اسکی منت پر وہ گہری سانس بھر گیا۔"

"اوکے۔۔یہیں منگوا لیتے ہیں۔۔"

نہیں آپ مجھے لے کر چلیں۔۔کتنے دن ہو گئے۔۔آپ ورنہ مجھے مہینے میں" ایک بار تو ضرور لے کر جاتے تھے۔۔"اور اس بار اسے گہری سانس بھرنی پڑی تھی۔

"اوکے ریڈی ہو کر آؤ۔تم کھاؤ گی درخنے۔۔؟"

نہیں لالا بہت تھکی ہوئی ہوں بس سوؤں گی اب۔۔! "مسکراتی انکار کر گئی۔"

"درخنے پلیز میری چادر لادو کمرے سے۔۔اب میں کیا اوپر جاؤں گی۔۔"

جی میں لادیتی ہوں۔۔"اور پھر کچھ دیر میں اسفند یار اسے لیے باہر کی سمت بڑھ گیا تھا۔ ملازماؤں سے کچن سمٹواتی مہزلہ نے کھڑکی سے ان دونوں کو ساتھ کار میں بیٹھتے دیکھا تھا۔ ایک نارمل کپل کی طرح بڑے ہی خوش و خرم ہر فکر سے پاک نظر آرہے تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے انکی گاڑیاں ڈرائیو وے سے آگے بڑھ گئیں تھیں۔ اسکا نجانے کیوں خون کھول اٹھا تھا۔ سب چھوڑ چھاڑ کچن سے باہر نکل گئی۔ حالانکہ روشینا جن کی آج طبیعت ناساز تھی انہوں نے اسے ہدایت دی تھی۔ کہ ہر کام اپنی نگرانی میں کروائے۔ مگر اس وقت اسکا اپنا دماغ آؤٹ تھا۔

مجھے کیا۔۔ بھاڑ میں جائیں دونوں لو برڈز۔۔!! "کمرے میں آکر دوپٹہ بیڈ پر پھینکا تھا۔ "کیسے چپکی ہوئی تھی بے غیرت۔۔! ذرا شرم نہیں کتنے لوگ بیٹھے ہیں۔۔ بس مجھے دکھانے کے لیے دونوں اپنی شرم بیچ کر کھا گئے۔۔! لیکن میں سوچ ہی کیوں رہی ہوں۔۔ لعنت بھیج مہزلہ۔۔ وہ جو چاہے کریں ایک دوسرے

سے کتنا بھی چپکیں۔۔میرا کیا لینا دینا۔۔"اپنی جگہ لیٹتی بک اٹھا گئی۔کل ٹیسٹ تھا تیاری تو اسکی ساری تھی بس ری وائس کرنا تھا۔اگلے ایک گھنٹے تک وہ اسی کام میں لگی رہی تھی۔ایک نظر وال کلک پر ڈالی جہاں سوا گیارہ ہو رہے تھے۔اسے نہیں معلوم تھا۔وہ دونوں لوٹے تھے یا نہیں۔خوامخواہ ہی متجسس ہوتی کھڑکی تک آئی تھی۔اور تمام گاڑیاں ڈرائیو وے پر کھڑی دیکھ اسکے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔یعنی وہ دونوں واپس آچکے تھے۔

مجھے کیا۔۔!"اپنی حرکتوں پر خود ہی جھنجھلاتی واپس بیڈ تک آگئی تھی۔مگر" نجانے کیا بات تھی وہ پڑھائی پر فوکس نہیں کر پا رہی تھی۔حالانکہ اسے خوش ہونا چاہیے تھا کہ اسفند زمدہ کے ساتھ تھا۔اور اسکا جینا حرام نہیں کر رہا تھا۔مزید آدھا گھنٹہ کتابوں میں سر دینے کے بعد بلآخر بند کر گئی۔اسے معلوم تھا اس وقت وہ نہیں پڑھ سکتی تھی۔لیکن اسکے علاوہ کچھ کرنے کو بھی نہ تھا۔زرتشہ سے بات کرنے کا دل چاہ رہا تھا۔مگر پچھلی رات کے اس وقت اسے کبھی بھی بات کرنے نہ دیتی۔اس لیے تھک ہار کر تکیے میں سر دے گئی۔

مورے میرا وعدہ ہے زرغان تو ہر صورت حویلی واپس آئے گا اب۔۔'وہ روز' اپنی ماں کو یوں مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔'چاہے اسکے لیے مجھے کسی بھی حد پر 'کیوں نہ جانا پڑے۔۔ہم کٹھپتلیاں نہیں ہیں مورے اور میں تم ہر گز نہیں۔۔

****

کب تک نکلیں گے خان۔۔؟"حویلی کی ڈرائیو وے پر کار روکتے خوشحال خان" نے اس سے پوچھا تھا۔

مغرب سے پہلے نکل جائیں گے۔۔"سفید کلف دار کرتا شلوار میں ملبوس کار" سے نکلتا حویلی کے اندر بڑھ گیا۔شام کے چار بج رہے تھے۔وہ صبح سے ہی مصروف تھا آج۔کچھ دیر میں مانسہرا کے لیے نکلنا تھا اور مہزلہ کا کچھ اتا پتہ نہ تھا۔وہ رات کو ہی اسے ساتھ چلنے کا کہنے والا تھا مگر وقت نہ مل سکا تھا۔اور صبح وہ یونی کے لیے نکل گئی تھی۔اس لیے بات نہ ہو سکی تھی۔مگر وہ ماں کو کہہ کر گیا تھا کہ جیسے ہی وہ لوٹے اسے تیاری کا کہہ دیں۔

اسلام و علیکم۔۔!"لاؤنج میں داخل ہوتے سلام کیا تھا۔جہاں اسکی ماں اور" بیوی بیٹھی تھی۔

وعلیکم اسلام۔۔آج جلدی آ گئے خان۔۔؟" حالانکہ ساس سے پہلے ہی ساری" بات سن چکی تھی وہ۔

ہاں مغرب سے پہلے نکلنا ہے۔۔ مورے آپ نے مہزلہ سے کہہ دیا" تھا۔۔؟" اسے جواب دیتے ماں سے پوچھا تھا۔جو ناک بھوں چڑھا گئیں۔

کہا تھا مگر اس نے صاف انکار کر دیا کہ مجھے پڑھنا ہے۔۔ان فالتو کاموں" کے لیے وقت نہیں میرے پاس۔۔" اسفندیار نے ایک ناگوار نگاہ فرسٹ فلور کی سمت ڈالی تھی۔

میں چل لیتی خان۔۔میری طبیعت کوئی ایسی بھی خراب نہیں ہے۔۔"اس بار" زمدہ دھیرے سے منمنائی تھی۔کیونکہ شوہر کے تیور اس وقت صحیح نہ تھے۔جھاڑ بھی پلا سکتا تھا۔

تمہیں کہہ چکا ہوں نا ایک بار میں۔۔ بار بار ایک ہی بات کی تکرار سخت ناپسند" ہے مجھے۔۔"اسفندیار نے اسے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی تنبیہہ کر دی تھی۔

تو بیٹا بچی اداس ہو رہی ہے۔۔اور لے کر بھی ساتھ کس کو جا رہے ہو۔۔ ظاہر ہے دل تو کٹے گا اسکا۔۔"تائی نے فوراً حمایت لی تھی۔ جبکہ اسفندیار کی تیوری پر بل جمع ہونے لگے۔

کیوں کٹے گا ہمیشہ کے لیے نہیں تین کے لیے جا رہا ہوں بس۔۔ یہاں آپ" لوگوں کے ڈرامے ہی ختم نہیں ہوتے۔۔!"اس بار وہ تیز لہجے میں بولتا سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔یعنی ابھی اس لڑکی نے اپنی پیکنگ بھی نہیں کی ہو گی۔۔وہ سیدھا مہزلہ کے کمرے کی سمت بڑھ گیا۔ مگر اندر داخل ہو کر اسے مزید غصہ آیا تھا۔وہ وہاں موجود ہی نہ تھی۔

"!!!مہزلہ۔۔۔"

مہزلہ۔۔۔۔!!!"کمرے سے باہر نکل کر بلند آواز میں پکارتا پوری حویلی کو سر" پر اٹھا گیا تھا۔جبکہ مہزلہ جو اسی فلور کے ٹیرس پر اس وقت زرتشہ سے فون بات کر رہی تھی۔وہ بھی اپنے اتنے بلند آواز میں پکارے جانے پر اچھل پڑی تھی۔ابھی مشکل سے دو منٹ ہی تو ہوئے تھے کال لگائے۔کال کٹ کر کے

سلیپرز پہنتی بینچ سے اٹھ ہی رہی تھی کہ اسفندیار خود ہی وہاں چلا آیا۔اور اسے یوں فارغ بیٹھا دیکھ اسکے ماتھے پر شکنیں ابھری تھیں۔

"کیا ہوا۔۔کیوں اتنی زور زور سے چیخ رہے تھے۔۔؟" مہزلہ نے نا سمجھی سے اسکے ماتھے پر بڑھتے بل دیکھے تھے۔

"تمہیں کیا کہلوایا تھا میں نے۔۔؟" قریب آتا کڑے انداز میں سوال کر گیا۔جس کا مفہوم سمجھتی مہزلہ لب بھینچ کر واپس بینچ پر ٹک گئی۔

"میں نے بھی جواب دے دیا تھا تائی کو۔۔!" وہ اسے کل رات کھانے کی ٹیبل سے اب نظر آیا تھا۔نجانے کیوں وہ تپی بیٹھی تھی اسی لیے تائی کو بھی کھرے الفاظ میں انکار کر دیا تھا۔

"میں نے تمہارا جواب نہیں مانگا تھا۔۔جاؤ تیاری کرو چلنے کی وقت نہیں میرے پاس۔۔" اسے بازو سے پکڑ کر اٹھانا چاہا مگر مہزلہ فوراً کھسکی۔

"میں کیا کروں گی وہاں جا کر۔۔؟ایک تو کسی کو جانتی نہیں دوسرا۔۔میرے پاس کسی بھی ایونٹ کے کپڑے نہیں ہیں اور تیسرا مجھے بہت سارا پڑھنا

ہے۔۔"اسفندیار اسے گھورتا برابر میں ہی ٹک گیا۔ مہزلہ نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔

"یعنی تم سیدھی طرح نہیں سنو گی۔۔! ٹھیک ہے کرو ضد۔۔ مگر میں جب کروں گا تمہاری آواز بھی نکلنی نہیں چاہیے۔۔!" اسکی دھمکی پر مہزلہ کا منہ کھل گیا۔

"کیسی ضد۔۔؟ میں سچ کہہ رہی ہوں کچھ نہیں ہے ڈھنگ کا میرے پاس۔۔اور میں پڑھ رہی ہوں فری نہیں ہوں۔۔آپ زمدہ کو لے جائیں۔۔"اسفندیار خشمگین نگاہوں سے اسکی خفا خفا سی نیلی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"جاؤ گی تو تم ہی فیصلہ کر چکا ہوں میں۔۔! اور جو تمہاری کبڈ اتنے کپڑوں سے بھری ہے۔۔اپنے بچوں کے لیے سنبھال کر رکھو گی۔۔؟"مہزلہ کے رخسار اسکے طنز پر غصے اور حیا سے دہک اٹھے۔

"گلریز کے گھر کی سوغاتیں ہیں۔۔اوکے ابھی پیک کر لیتی ہوں۔۔ویسے بھی سارے میرے پسندیدہ کلرز ہیں کتنی اچھی لگوں گی اس کے کپڑوں____"

"شٹ اپ۔۔!! میرا دماغ گھومانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اس خبیث کا کچرا اب تک تم نے اپنی الماری میں کس خوشی میں سجا کر رکھا ہے۔۔؟" وہ واقعی بھڑک اٹھا تھا۔یہ لڑکی اسکی سوچ سے زیادہ ٹیڑھی تھی۔ "واپس آکر سب سے پہلے اپنی کبڈ سے اسکے کپڑے نکال کر پھینکو گی۔۔ سمجھ آرہی ہے۔۔!!"

"ہاں جیسے مجھے تو بڑا شاپنگ پر لے کر کوئی جاتا ہے۔۔یہ کپڑے بھی شاید مامی نے پچھلی عید پر دیے تھے۔۔!" خوبصورت سفید کڑھائی سے سجے نیلے کرتے پر ہاتھ پھیرتی پر سوچ انداز میں بولی تھی۔اسفندیار نے ایک کاٹ دار نگاہ اسکے کپڑوں پر ڈالی تھی۔

"مہزلہ۔۔!!" اس بار وہ اسکا نام بری طرح پیس گیا تھا۔"ایک۔۔ایک کپڑا پھینکو گی تم۔۔ سمجھ آرہی ہے۔۔ایک ایک۔۔۔ورنہ میں پوری وارڈروب کو آگ لگادوں گا۔۔!" اسکی آنکھوں میں موجود اشتعال مہزلہ کی تیوری کے بل کچھ کم کر گیا تھا۔ جتنا غصہ وہ اسے دلا چکی تھی کافی تھا ورنہ وہ بھی لپیٹ میں آسکتی تھی۔اسی پل ٹیرس کے گلاس ڈور پر دستک دیتی زمدہ وہیں چلی آئی تھی۔

خان میں بتانے آئی تھی آپکی پیکنگ کر دی ہے میں نے۔۔!" اسکے شیریں لہجے"

پر مہزلہ کو ابکائی محسوس ہوئی۔ نجانے اتنا بنتی کیوں تھی وہ۔ اسکا شوہر کونسا بھاگا

جارہا تھا جو یوں لبھانے میں لگی رہتی تھی۔

تھینکس زمدہ۔۔اور میرے پیچھے اپنا خیال رکھنا ہے سمجھ آئی۔۔" مہزلہ"

نظریں گھوماتی ٹیبل پر پڑی کتابیں سمیٹنے لگی۔

جیسا آپ کہیں۔۔" اور پھر مہزلہ کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔" مہزلہ۔۔!"

تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو میرا مطلب ہے جیولری کپڑے سینڈل

بلا جھجھک کہہ سکتی ہو۔۔!" اس بار مہزلہ نے سلگ کر اسکی سمت دیکھا تھا۔

"تم نے کبھی یوز نہیں کیں یہ چیزیں۔۔اگر تمہیں چاہییں۔۔۔"

نو تھینکس۔۔ تمہاری بھیک کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔۔!!" بکس سینے سے"

لگائے سرخ نظروں سے اسکی کمینگی بھری آنکھوں میں دیکھتی بھڑک اٹھی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔میں تو"

"___بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں تمہیں میں"

"انفف۔۔۔بہت بول چکیں جاؤ پیکنگ کرو۔۔۔!" اسفندیار نے مداخلت کرتے ڈپٹا تھا۔اور وہ بغیر اسکی جانب دیکھے تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی۔ جبکہ زمدہ اسفندیار کے برابر میں آبیٹھی۔

"شاید اسے میرا کہنا برا لگا ہے۔۔؟"

"کوئی بات نہیں اسکی ناک پر غصہ ہی رہتا۔۔زیادہ مت سوچو۔۔" اسفندیار اسکا ہاتھ تھپک گیا۔

"چاہے وہ میری سوتن سہی مگر میں ہمیشہ اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح سمجھتی ہوں اسے خان۔۔"

"یہی بات تو پسند ہے مجھے تمہاری۔۔ چلو شاباش جلدی سے اٹھو۔۔چائے کی شدید طلب ہو رہی ہے مجھے۔۔!" وہ دونوں اٹھ ہی رہے تھے۔جب زمدہ کی اسی پل ٹیرس کے فرش پر نظر ٹھٹھکی تھی۔

"ایک منٹ خان۔۔یہ۔۔یہ کیا ہے۔۔!" اس نے فرش سے کوئی چمکتی ہوئی چیز اٹھائی تھی۔اسفندیار نے ناسمجھی سے اسکے ہاتھ میں موجود سلور رنگ کی بریسلیٹ کو دیکھا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ تو۔۔!" متحیر چہرہ لیے بریسلیٹ کا معائنہ کیا اور اسفندیار کو دیکھا مگر پھر یکدم ہی چپ ہو گئی۔

"یہ تو کیا۔۔؟" اس بار اسفندیار نے اسے الجھ کر دیکھا تھا۔ مگر زمدہ لب بھینچتی سر جھکا گئی۔ "تم سے پوچھ رہا ہوں زمدہ۔۔ کس کی بریسلیٹ ہے یہ۔۔؟" اسکے لہجے میں خود بخود ہی وارننگ ابھر آئی تھی۔ وہ لب کاٹنے لگی۔

"دیکھیں۔۔ دیکھیں خان اس کے پاس شاید یہ غلطی سے۔۔" مگر وہ انگلی اٹھاتا ٹوک گیا۔

"پہلیاں نہیں سیدھی بات۔۔!"

"یہ۔۔یہ کاروان نے مہزلہ کو تحفے میں دی تھی۔۔" اور یہ کہتے اس نے بغور اسفندیار کا چہرہ دیکھا تھا۔ جو اس وقت تانبے کی طرح دہک اٹھا تھا۔ جبکہ جبڑے سختی سے بھینچ گئے تھے۔ "خان مگ۔۔ مگر مہزلہ کے پاس شاید یہ غلطی سے رہ گئی ہو۔۔ کیونکہ۔۔"

"انفف۔۔!" اس کے ہاتھ سے بریسلیٹ لیتا جانے کا اشارہ کر گیا۔

"خان میری بات سنیں۔۔!"

کہہ دیا نا میں نے جاؤ۔۔!" زمدہ سر جھکاتی پلٹ گئی تھی۔ مگر ایسا لگ رہا تھا کسی نے اسکے دل کو پر لگا دیے ہوں۔اسے معلوم تھا یہ معمولی بریسلیٹ کبھی نہ کبھی اسکا ساتھ ضرور دینے والی تھی۔

****

"ارے دریاب۔۔! تم یہیں ہو آج کل۔۔؟" وہ ابا صاحب کے آفس سے نکلا تھا جب سامنے سے آتا بریال ٹکرا گیا۔

"کیوں مجھے اور کہاں ہونا ہے۔۔؟" سرد نگاہ اس پر ڈالتا سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔

"کیوں بڑے باہر ملکوں کے چکر لگ رہے تھے۔۔بس عیاشی پوری گئی۔۔" اسکے طنز آمیز لہجے پر دریاب نے بمشکل اپنے ہاتھ کی مٹھی کو اس کے منہ تک پہنچنے سے روکا تھا۔

"عیاشی کے لیے باہر ملک جانے کی ضرورت نہیں۔۔اگر چاہوں تو یہاں بھی کر سکتا ہوں۔۔جیسے تم بیوی کی موجودگی میں بھی باز نہیں آرہے۔۔!"اس بار بریال نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں کیوں آگ لگی ہے۔۔؟میں جو چاہوں کروں۔۔ تمہیں قطعاً جوابدہ نہیں ہوں سمجھے۔۔!"دریاب آنکھوں میں خون لیے اسکے روبرو کھڑا ہو گیا۔

"خاندان کی عزت کوڑی کی عورتوں کے پیروں میں رول رہے ہو۔۔اور تمہیں لگتا ہے اسکے بعد بھی ابا صاحب اور لالا کی سپورٹ ملے گی۔۔؟"اسکا شعلہ بار لہجہ بریال کا رنگ بھی دہکا گیا تھا۔

"مجھے کسی کی سپورٹ کی ضرورت نہیں دریاب خان۔۔چاہوں تو چٹکیوں میں سارا کھیل بگاڑ سکتا ہوں۔۔"اسکی بھبکی پر دریاب زہر خند انداز میں ہنسا تھا۔

"جو عورتوں کے گھنگرو اپنے ہاتھوں میں باندھ لیتا ہے۔۔وہ کھیل کا سب سے ناقص کھلاڑی ہے میری نظر میں۔۔!"

"دریاب خان۔۔۔!!!"بریال نے دھاڑتے اسکا گریبان پکڑنا چاہا تھا مگر دریاب اپنی مضبوط کلائی اسکے حلق پر لے جاتا دیوار سے لگا گیا۔

چوڑیاں نہیں پہنیں میں نے۔۔۔ آئندہ یہ غلطی سوچ سمجھ کر کرنا۔۔۔!" اور ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر نکل گیا تھا۔ بریال کی آنکھوں کے آگے خون اترنے لگا۔ اپنی اس توہین کا بدلہ وہ سود سمیت لینے والا تھا۔ کالر جھٹکتا اباصاحب کے آفس میں داخل ہو گیا۔ جہاں وہ فون پر مصروف تھے۔ وہ جبڑے بھینچتا کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔

پھر بات ہو گی تم سے شمشیر خان۔۔ ہاں ہاں۔۔ خدا حافظ۔۔!" موبائل بند کرتے اپنے نواسے کی جانب متوجہ ہوئے۔

"آؤ بریال آؤ۔۔ کب سے ہم تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔۔"

آپ یہاں انتظار کر رہے تھے۔۔ اور وہاں آپکا پوتا میری توہین کر رہا تھا۔۔!!" غصے سے پاگل ہوتا چیخ اٹھا۔ اباصاحب نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

بریال خان حواس میں آؤ۔۔ کس کے سامنے کھڑے ہو تم۔۔!" انہوں نے بھی ایک گرج میں اسکے ہوش ٹھکانے لگا دیے۔ "تمہیں کیا لگ رہا ہے۔۔ یہ گھر

ہے تمہارا جہاں ہر کسی کو اپنا داڑھ کے نیچے دبا لو گے۔۔؟" انکے قہر آلود لہجے پر وہ لب بھینچتا سر جھکا گیا۔

بیٹھو یہاں آکر۔۔!!" وہ شرافت کے دائرے میں آتا ان کے سامنے والی چیئر "

"!پر آبیٹھا۔" اب کیا ہوا ہے بتاؤ ہمیں۔۔

کیا بتاؤں۔۔وہ دریاب خان۔۔۔!!" اسنے اپنے جبڑے بھینچ لیے۔" باہر کھڑا " مجھ سے نجانے کیا کیا بکواس کر گیا ہے۔۔صرف آپکی وجہ سے لحاظ کر گیا ہوں میں۔۔!" اسکے انداز پر بہر اور خان ہنکار بھر گئے۔وہ اُسے بھی جانتے تھے اور !اسے بھی۔۔

ہمیں ایک بات بتاؤ بریال خان۔۔تم نے آخری بار اپنے باپ کے دفتر کا کب " چکر لگایا تھا۔۔؟" دونوں ہاتھ چیئر کی آرم پر ٹکاتے اسے بڑی کاٹ دار نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ابھی چند دن پہلے ہی گیا تھا۔۔"

دو مہینہ ہو گیا۔۔اپنی آوارگیوں سے فرصت ملے تو دیکھو نا جا کر۔۔!!اچھا" "!خاصہ جما جمایا کام بٹھا دو گے اگر اسی طرح چلتا رہا۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔ آپ سب کیوں میری زندگی کے پیچھے پڑے ہیں۔۔!" وہ جھنجھلا اٹھا۔ ابا صاحب نے تنبیہی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہارا زندگی نہیں زرتشے کا۔۔ شادی ہوا ہے تمہارا اس سے۔۔ یہ ہم نرمی سے بات کر رہے ہیں بریال خاناں۔۔ تمہارا اتنا خبریں آنے کے بعد اب تو خاناں کو بھی زرتشے کا فکر شروع ہو چکا ہے۔۔!"

"وہ کون ہوتا ہے مجھ سے میری بیوی کے بارے میں سوال کرنے والا۔۔؟" بریال کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی تھی۔

"بکواس بند کرو۔۔ وہ تو ہمیں ہی روشینے کا اولاد سے دل سے لگاؤ نہیں۔۔ ورنہ تمہارے کرتوتوں پر اب تک رشتہ ختم کروا چکے ہوتے ہم۔۔!!" انہوں نے اسے بری طرح جھاڑ دیا تھا۔ مگر بیٹی کی اولاد سے وہ نرم ہی رہتے تھے۔

"اپنے پاؤں گھر میں ٹکاؤ یہ نہ ہو کہ اب خاناں ہمارے کہنے پر بھی تمہارے کام نہ آئے۔۔"

****

بلکل بھی تنگ نہیں کرنا خاناں کو۔۔سب جاننے والے ہیں اچھی طرح" ملنا۔۔"روشینا نے اسکے ساتھ نیچے آتے سمجھایا تھا۔ملازمہ اسکا بیگ پہلے ہی لے گئی تھی۔"کیا کہہ رہی ہوں سمجھ آرہی ہے۔۔؟"اسکی عدم توجہی پر اس بار وہ ڈپٹ کر بولیں تھیں۔

ہاں سن لیا۔۔!جو مجھ سے تمیز سے بات کرے گا میں بھی اس سے بدتمیزی" قطعاً نہیں کروں گی۔۔!!"روشینا نے خشمگین نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

"اس گھر کا بہو کی حیثیت سے جارہی ہو یہ یاد رکھنا۔۔"

ہونہہ۔۔کبھی بھولنے دی ہے آپ نے یہ بات مجھے۔۔؟"اسکے متنفر انداز پر وہ" سر نفی میں ہلاتیں آگے بڑھ گئیں۔کیونکہ درخنے اسی جانب آرہی تھی۔

تین دن کے لیے جارہی ہو۔۔مزے ہیں۔۔!"اسکے کندھے پر ہاتھ مارنے پر" مہزلہ نے اسے گھورا تھا۔

بڑا پاکستان ٹور پر جارہی ہوں۔۔ایک گھر سے دوسرے گھر جا کر بیٹھ جاؤں" گی۔۔اس میں کیا مزے۔۔"اسکے بیزاری بھرے انداز پر درخنے نے اسے

گھورا۔ مگر یہ واقعہ سچ تھا اسکا بلکل جانے کا دل نہ تھا۔ نجانے کون لوگ تھے وہ جانتی تک نہیں تھی۔ خوامخواہ شرکت کرنی پڑھ رہی تھی۔

بس بس۔۔ ایسا بھی نہیں لالا اتنی دور تمہیں لے کر جا رہے ہیں۔۔ یہ کافی "نہیں تمہارے لیے۔۔؟

کیا کافی نہیں۔۔ لگ رہا ہے بڑا ویکیشنس پر جا رہی ہوں۔۔ اسکے بعد جو تین دن " کی پڑھائی کا بوجھ میرے کندھے پر گرے گا۔۔ وہ کون کرے گا۔۔؟" درخنے باقاعدہ اپنا سر پیٹ گئی۔

یا میرے اللہ تو نے اسکی شادی کروا ہی دی ہے تو تھوڑے سے رومینس کے " جراثیم بھی ڈال دے۔۔" اس بار مہزلہ نے زور سے اسے مارا تھا۔

رومینس وہ بھی تمہارے بھائی کے ساتھ اس سے بہتر ہے پنکھے سے لٹک " جاؤں۔۔" سرخ پڑتے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تھی۔ ابھی درخنے اسے گھور بھی نہیں پائی تھی جب کسی نے ان کے عقب سے گلا کھنکھارا تھا۔ اور وہ دونوں وہیں منجمد ہو گئیں۔ پلٹنے کی زحمت درخنے نے ہی کی تھی جہاں سفید کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار کھڑا تھا۔ ایک نظر ان دونوں پر ڈالتا لاؤنج میں بیٹھی

تائی کی سمت بڑھ گیا۔ زمدہ اسے نیچے تک سی آف کرنے نہیں آئی تھی۔ وہ ہرگز بھی مہزلہ اور اپنے شوہر کو ساتھ ساتھ جاتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے اسفندیار نے اسے کمرے میں ہی خدا حافظ کہہ دیا تھا۔ مہزلہ سے شادی سے پہلے اس نے کبھی اسکے جذبات پر اتنا دھیان نہیں دیا تھا مگر مہزلہ سے شادی کے بعد وہ اس بات کا خیال رکھتا تھا کیونکہ زمدہ نے یہ زہر صرف اسکی وجہ سے پیا تھا۔ جبکہ اسکی بہن سے جو مہزلہ بی بی تو اسے کسی گنتی میں ہی نہیں لاتیں تھیں۔ اور ابھی کچھ کہہ چکی تھی اسکے بعد سے مزید خود کو ریڈ زون میں داخل کر چکی تھی۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ جب وہ لوگ حویلی سے نکلے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ڈرائیور تھا اور وہ دونوں پیچھے بیٹھے تھے۔ جبکہ گارڈز کی گاڑیاں ان کے ساتھ ساتھ تھیں۔ ایبٹ آباد سے مظفر آباد کا راستہ تقریباً تین گھنٹے کا تھا۔ اسکا تو سوچ کر ہی سر چکرانے لگا تھا۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنا طویل سفر طے نہیں کیا تھا۔ صرف اسکول اور کالج سے گھر تک کا فاصلہ ہی طے کیا تھا زندگی میں۔۔ !

کھڑکی سے نظر ہٹاتے اسفندیار کی سمت دیکھا جو سپاٹ تاثرات لیے فون پر بات کر رہا تھا۔ گہری سانس بھرتی سر سیٹ کی پشت سے ٹکا گئی۔ آج دوپہر میں یونی

سے آکر بھی نہیں سوئی تھی۔اوراب سخت نیند آرہی تھی۔ باہر کا گزرتاہر منظر اس کے لیے انجان تھا۔ان کی گاڑی ہزارہ موٹروے پر دوڑرہی تھی۔

****

اس نے آنکھیں کھولتے ارد گرد دیکھا۔جہاں اسکے کمرے کی چھت نہیں بلکہ ایک کار کی روف تھی۔رخ موڑتے اپنے تکیے کو دیکھا مگراگلے پل وہ کرنٹ کھاکراٹھ بیٹھی تھی۔کیونکہ اس وقت وہ اسفندیار کے زانے پر سرر کھی سورہی تھی۔اسفندیار جو خود بھی آنکھیں موندے سیٹ سے سر ٹکائے بیٹھا تھا۔اسکے اٹھنے پر اپنی آنکھیں کھول گیا۔

آ۔۔آئی ایم۔۔سوری۔۔مجھ۔۔مجھے پتہ ہی نہیں چلا میں کب سو" گئی۔۔"سرخ چہرہ اور خمار آلود آنکھوں میں گھبراہٹ لیے اسے دیکھتی اسکے گلیشئر جیسے دل میں عجیب ہلچل کررہی تھی وہ اس وقت۔"میں نے جان کر آپکی ٹانگ پر سر نہیں رکھا۔۔!"وہ توشکر تھاپروٹیکٹر اسکرین بیچ میں کھلی تھی۔ورنہ ڈرائیور بھی اسے اتنے بے ڈھنگے انداز میں سوتا دیکھ لیتا۔

کچھ کہا کیا میں نے۔۔؟" اسکی بھاری گھمبیر آواز کار میں ابھری تھی۔ مہزلہ کی" دھڑکنوں میں نجانے کیوں اشتعال سا برپا ہوا تھا۔ اور سر نفی میں ہلا گئی۔" پھر۔۔؟" اتنا کہتا رخ پھیر گیا۔ مہزلہ نے آکورڈ ہوتے دوپٹہ درست کیا تھا اور ونڈو سے باہر جھانکنے لگی۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں تھی۔ اس نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا تھا کہ اسفندیار کا موڈ کچھ اکھڑا اکھڑا سا تھا۔ جب اس نے کار ایک بڑے سے دروازے سے اندر داخل ہوتی دیکھی تھی۔ کیا وہ لوگ پہنچ گئے تھے۔ اسے بڑی حیرت ہوئی تھی۔

کیا ہم پہنچ گئے مظفر آباد۔۔؟" اس نے بے ساختہ ہی مڑ کر اسفندیار کو" دیکھا۔ مگر وہ کار ڈرائیو وے پر رکتے ہی اتر گیا تھا۔ بلکہ جان کر اسکا سوال نظر انداز کیا تھا۔ اسکا نجانے کیوں خون کھولنے لگا۔ وہ بھی ارد گرد کا جائزہ لیتی اتر گئی تھی۔ حویلی کی طرح یہاں بھی گارڈز کی ایک بڑی فوج تھی۔ اس نے نگاہ اٹھاتے گھر کا جائزہ لیا۔ گراؤنڈ پلس ون سفید رنگ کی بڑی ہی حسین کوٹھی تھی۔ مگر ایک شادی کے گھر جیسی کوئی ہلچل ہوتی نظر نہیں آرہی تھی۔ اسفندیار نے خوشحال خان سے بات کرتے پلٹ کر کار کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں مہزلہ کھڑی

ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔شال سے نکلتی لٹیں ہوا سے اٹھکیلیاں کھیلیں اسکے چہرے پر آرہی تھی۔اسفندیار نے ارد گرد کھڑے گارڈز کی جانب دیکھا جو حیرت سے مہزلہ کو دیکھ رہے تھے۔ان کی حیرت بلکل بجا تھی۔وہ کبھی بھی حویلی کی کسی عورت کو لے کر یہاں نہیں آیا تھا۔مگر اسکی ایک نظر نے سب کو اپنی اپنی جگہ چوکنا کر دیا تھا۔

"یہاں آؤ۔۔!" مہزلہ نے اسکی سخت آواز پر چونکتے اسکی جانب دیکھا۔جو نجانے کیوں بڑے ناگوار تاثرات لیے کھڑا تھا۔اسکی تیوری کے بلوں میں مزید اضافہ ہونے لگا۔یہ کس بات کے اسے تیور دکھا رہا تھا۔۔؟مگر ناچار قدم اسی جانب بڑھا دیے تھے۔

"گاڑی سے سامان نکلوا کر کمرے میں رکھواؤ۔۔!" خوشحال خان کو حکم دیتا اسکا ہاتھ تھام کر آگئے بڑھ گیا۔مہزلہ کا اس اچانک حرکت پر منہ کھل گیا۔

"میں چل رہی ہوں ساتھ۔۔ہاتھ کیوں پکڑا ہے۔۔!" اسکے لمبے قدموں سے قدم ملنے کی کوشش کرتی دانت پیس کر بولی تھی۔مگر اس بار بھی اسفند نے اسے سرے سے نظر انداز کر دیا تھا۔

چھوڑیں نا۔۔!"" اسفندیار نے ساتھ چلتے بس ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ اور اسکا دوبارہ کھلتا منہ بند ہوا تھا۔ اور زبان اندر ہی لپٹ گئی۔ اس کے ساتھ آخر مسئلہ کیا تھا۔ وہ اندر ہی اندر سلگ اٹھی تھی۔

بڑے سے لاؤنج سے گزر کر وہ ایک کاریڈور کی سمت بڑھ گئے تھے۔ اور سب سے آخر میں بنے کمرے کا دروازہ کھولتا اسے لیے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی مہزلہ کا منہ کھل گیا۔ انتہائی لگژری بلیک اینڈ وائٹ تھیم سے سجا کمرا تھا۔ سامنے کی پوری دیوار شیشے کی تھی۔ جس پر سفید پردے ڈلے تھے۔ کنگ سائز بیڈ جس کے پیچھے بڑی حسین کیلیگرافی لگی تھی۔ اسفند کے دروازہ لاک کرنے پر وہ چونکی تھی۔

"یہ ہم کہاں آئے ہیں۔۔؟"" مگر اسفندیار کچھ کہنے کے بجائے سلیوز کے بٹن کھول کر فولڈ کرتا بیڈ کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ کی تو تلوپر لگی اور سر پر بجھی۔۔!

"آخر مسئلہ کیا ہے۔۔ کب سے پوچھ رہی ہوں۔۔ جواب کیوں نہیں دے رہے۔۔؟"" اس بار اپنے نظر انداز کیے جانے پر چیخ اٹھی تھی۔ اسفندیار نے بیڈ پر بیٹھتے سائیڈ ٹیبل پر رسٹ واچ اور موبائل رکھا تھا اور اسکی سمت دیکھا۔

مانسہرا۔۔!!اب مزید کوئی سوال نہیں کرو گی تم۔۔!" دوٹوک انداز میں کہتا دستک کی آواز پر اندر آنے کی اجازت دے گیا۔ جبکہ مہزلہ اپنی جگہ حیران پریشان کھڑی رہ گئی۔انہیں تو شادی میں مظفر آباد جانا تھا پھر یہاں کیوں آگئے تھے۔۔؟دروازہ کھلنے پر ملازم نے ان کا سامان اندر رکھا تھا۔اسکے ساتھ ایک ملازمہ میں بھی تھی۔

سلام خان۔۔ سلام خان بی بی۔۔!!" وہ غائب دماغی سے ابھی کڑھی دار گول پائیچے والی شلوار اور گول قمیض میں ملبوس ملازمہ کا جائزہ ہی لے رہی تھی کہ اسکے تخاطب پر خفیف سی ہو گئی۔اسفند نے محض سر ہلا دیا تھا۔
"کیسی ہو گل بانو۔۔؟"

"میں ٹھیک ہوں خان۔۔ ڈیر منانا۔۔!کیسا سفر رہا آپ لوگوں کا۔۔؟"
"صحیح۔۔۔!"

رات کے کھانے میں کیا کھائیں گے خان۔۔؟" وہ اتنا نارملی اسفندیار کو مخاطب کر رہی تھی جیسے بڑی پرانی شناسائی ہو۔مہزلہ کو بڑی حیرت ہوئی تھی۔

جو چاہے بنالو۔ مگر زیادہ ہیوی مت بنانا۔۔!"اور اپنے بیگ کی سمت بڑھ گیا۔"

"بی بی جی آپکو کچھ چاہیے۔۔؟"

نہیں۔۔!" اسکے سپاٹ لہجے پر وہ سر ہلاتی دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔ مہزلہ" نے ایک ناگوار نگاہ اپنے کپڑے نکالتے اسفندیار پر ڈالی تھی۔

مجھے تو جواب دینے میں موت آرہی تھی اور 'کیسی ہو گل بانو" اسکی پشت" گھورتے بڑبڑاتے ہوئے نقل اتاری تھی۔ وہ تو شکر تھا اسفندیار واشروم کی سمت بڑھ گیا تھا۔ وہ بھی لعنت بھیجی اپنے بیگ کی سمت بڑھ گئی۔

****

رات کے نو بج رہے تھے۔ جب وہ سو کر اٹھی تھی۔ فریش ہو کر شال اوڑھتی کمرے سے نکل گئی۔ اسفندیار نجانے کہاں تھا۔ وہ شام کو ہی نہا دھو کر نکل گیا تھا۔ اور وہ بستر میں دبک گئی تھی۔ کاریڈور سے نکل کر لاؤنج میں آئی تو ہر سو خاموشی چھائی تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے دباتی کچھ دیر تو وہیں کھڑی سوچتی رہی۔ مگر پھر کچن کی تلاش میں قدم آگے بڑھا گئی۔ کیونکہ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

خان بی بی۔۔!!" عقب سے ابھرتی جانی پہچانی آواز پر وہ پلٹی تھی۔"اٹھ گئیں" آپ۔۔!!" گل بانو اسی کے نزدیک چلی آئی۔

ہمم۔۔۔"ارد گرد ایک نگاہ دوڑائی تھی۔"تمہارے خان کہاں ہیں۔۔؟"اس" نے یونہی سرسری سا پوچھا۔

"وہ تو جی مردان خانے میں کچھ مہمانوں کے ساتھ ہیں۔۔"

"اچھا۔۔! کھانا بن گیا۔۔۔؟"

"جی۔۔آپ کے لیے لگاؤں۔۔؟"

بلکل۔۔سخت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔"جب یکدم ہی اسے گل بانو کی نظریں" خود پر محسوس ہوئیں تھیں۔اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔۔"تمہارے "خان نے کھالیا۔۔؟

نہیں بی بی جی۔۔وہ ابھی مہمانوں کے ساتھ ہی بیٹھے ہیں۔۔"اسکے چہرے پر" بیزاریت سی پھیل گئی۔مگر ایک طرح سے اچھا ہی تھا وہ سکون سے اکیلے کھا سکتی تھی۔

تمہارے خان تو پتہ نہیں کب تک مصروف رہیں ایسا کرو میرا کھانا کمرے میں بھجوادو۔" نخوت بھرے لہجے میں کہتی واپس پلٹ گئی۔اسے اب تک اپنی یہاں موجودگی کی وجہ نہ معلوم ہو سکی تھی۔ کچھ دیر بعد گل بانو گرم گرم نان کے ساتھ اسکے لیے اوش اور بھنا گوشت دے گئی تھی۔ ساتھ میں قہوہ بھی تھا۔ کھانا اتفاق سے اسکا پسندیدہ تھا۔ جسے دیکھ کر اسکی بھوک چمک اٹھی تھی۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد قہوہ اٹھاتی گلاس وال کی سمت بڑھ آئی۔ دور تک پھیلے وسیع و عریض لان میں اس وقت دھند چھائی تھی۔ دور سے گھر کی باؤنڈری وال اور اس پر لگے خاردار تار نظر آرہے تھے۔ گارڈز اپنی بندوقیں تانے ایک کونے سے دوسرے کونے گشت کر رہے تھے۔ وہ گہری سانس بھرتی وال سے سر ٹکا گئی۔ جب اسے کچھ لوگ گھر سے باہر نکلتے نظر آئے تھے۔ سب ہی قیمتی لباسوں میں ملبوس تھے۔ اور ان کے بیچ سب سے نمایاں سب سے منفرد بھی تھا۔ چہرے پر ہمہ وقت رہنے والے سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار تاثرات میں اس وقت کچھ نرمی تھی۔ وہ نجانے کیوں صرف اسے ہی دیکھے گئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔ اس شخص کے لیے زندگی کتنی

آسان تھی۔ وہ جو چاہے کر سکتا تھا۔ جس کا چاہے گریبان پکڑ سکتا تھا۔ جیسے ہر چیز اسکی تابع تھی۔ آخر کو سردار تھا وہ۔ ارد گرد کھڑے لوگ اسکو کس عقیدت اور احترام سے دیکھ رہے تھے۔ پھر کیوں نہ مغرور ہوتا وہ۔ انہی لوگوں کی وجہ سے تو یہ حاکمیت پسند شخص ہر کسی کو اپنی میراث سمجھنے لگا تھا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے چند ماہ پرانا منظر ابھرا تھا۔ کاروان حویلی کی دہلیز پر زخمی پڑا تھا۔ اور وہ گڑ گڑا کر اس شخص سے التجاء کر رہی تھی۔ کتنے بے بس تھے اس دن وہ اور کاروان۔۔ کتنا بدترین وقت تھا وہ اسکی زندگی کا۔۔ اس نے اسفندیار کو اس دن سے زیادہ کبھی اتنے جلال میں نہ دیکھا تھا۔ مگر اسے بعد میں حیرانی بھی ہوئی تھی کہ ایسا کیسے ممکن تھا کہ اسکے ایک بار کہنے پر ہی اس نے کاروان کی جان بخش دی۔۔؟ ورنہ چاہتا تو اسکا قتل بھی کروا سکتا تھا۔ اور اسے بھی اپنے اشاروں پر نچا سکتا تھا۔ بلکہ اسے بھی مار سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے لیے بولنے والا تھا کون۔۔؟ اس شخص کے لیے تو سب ممکن تھا۔۔!

'میں خوش ہوں تمہارے لیے کاروان۔۔ کہ تم اس عقوبت خانے سے نکل کر زندگی کے ایک اچھے سفر پر نکل چکے ہو۔۔! تمہیں ایک اچھی لائف پارٹنر مل

جائے گی جو کسی نارمل ماحول میں پلی بڑھی ہو گی۔۔ جسے میری طرح کوئی انسیکیوریٹیز نہیں ہوں گی۔۔'ہاتھ میں موجود قہوہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ گہری سانس بھرتی واپس پلٹی ہی تھی جب نگاہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھے اسفندیار سے جا ملی۔۔ وہ ایک پل کے لیے ٹھٹھک گئی۔۔! یہ کب آیا تھا کمرے میں۔۔؟

کیا سوچ رہیں تھیں۔۔؟" اسکے سرد لہجے پر مہزلہ کی ناسمجھی سے بھنویں سمٹیں" تھیں۔

"! کچھ نہیں۔۔"

جبھی میری موجودگی کی بھی خبر نہ ہو سکی۔۔!" اسکے نئے تیر پر مہزلہ کی تیوری" پر بل جمع ہوئے تھے۔ اور آگے صوفے کے پاس رکھی ٹیبل تک آتی کپ ٹرے میں رکھ گئی۔ "تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔!" اسے بیڈ کی سمت بڑھتا دیکھ اسفندیار کے لہجے میں سختی در آئی۔ مہزلہ نے دانت پیستے پلٹ کر اسکی سمت دیکھا۔

میری سوچوں تک کی خبر رکھنی ہے۔۔ اور میں جو شام سے سوال پر سوال" کر رہی ہوں اس کا کوئی جواب نہیں تمہارے پاس۔۔!!" اسکے تیز لہجے پر اسفندیار سرخ چہرہ لیے جگہ سے اٹھا تھا اور اسکی سمت قدم بڑھا گیا۔ مہزلہ کا دل

اچھل کر حلق میں آگیا۔اسکے قدم تیزی سے اس سے فاصلہ قائم کرنے کے لیے دور ہٹے تھے۔ مگر وہ دو قدموں میں ہی اسکا بازو پکڑ گیا۔

"ہاں رکھنی ہے ساری خبر۔۔ تمہاری ایک ایک سوچ جو چل رہی ہے تمہارے دماغ میں ان سب کی خبر ہونی چاہیے مجھے۔۔ کیونکہ میری ہو تم۔۔ سنا تم نے۔۔!" اسکے دھاڑنے پر مہزلہ سہم گئی تھی۔ یہ اچانک ہوا کیا تھا۔۔

"چھوڑو۔۔ مجھے۔۔!" مہزلہ نے اسکی گرفت سے بازو نکالنا چاہا۔ مگر اسکی گرفت مضبوط تھی۔ مہزلہ نے ایک تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ "اور تمہیں کس نے اس خوش فہمی۔۔ بلکہ غلط فہمی میں مبتلا کیا کہ میں تمہاری ہوں۔۔۔؟"

"یہ اٹل حقیقت ہے مہزلہ بی بی کوئی مائی کا لعل تمہیں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔۔ سارے شہر کو ایک ایک شخص کو معلوم ہے کہ تم کس کی ہو۔۔" اسکے چہرے پر عجیب جنونی سے تاثرات تھے۔ مہزلہ کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

"میں کسی کی جاگیر نہیں ہوں سنا تم نے۔۔!!"

مگر میری ہو۔۔!!! تم میری جاگیر ہو مہزلہ اسفندیار۔۔ تم۔۔ میری جاگیر" ہو۔۔!!!" وہ اس طرح کہہ رہا تھا جیسے اسکے دماغ میں یہ باتیں کھود دینا چاہتا ہو۔

"ثابت کیا کرنا چاہتے ہو۔۔؟"

یہ کہ اب میری موت ہی تمہیں آزادی کا پروانہ دے گی۔۔ کیونکہ میرے" ہوتے ہوئے تو کسی کے بارے میں سوچنا بھی تم پر حرام ہے۔۔!" اسکی عجیب وغریب باتیں مہزلہ کو حیرت میں مبتلا کر گئیں۔ یہ کس بات کی انسیکیوریٹی تھی اسے۔۔؟ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ اس شخص کی شہنشاہی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اور تم۔۔؟ اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟ جو ایک بیوی کے ہوتے ہوئے" دوسری شادی کرلی۔۔ تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں۔۔ تم ہر دوسری عورت پر اونرشپ جتاتے پھرو اور عورت بلکل کورے کاغذ کی طرح چاہیے۔۔۔ مرد جو ہو تمہیں ہر بات کی چھوٹ ہے۔۔!" اس نے تنفر بھرے لہجے میں کہتے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر اسفندیار اسکی کلائی گھوماتا پشت سے لگا گیا۔

ہاں میں مرد ہوں چاہوں تو دو اور کر سکتا ہوں۔۔ مگر تمہیں اس بات کی" اجازت نہیں کہ میرا حق میرا وقت کسی اور کو دو۔۔!" مہزلہ اسکے حاکمیت بھرے جملوں پر سلگ اٹھی۔

تم دو نہیں چار کرو۔۔ بلکہ میری بلا سے برادری کی ہر لڑکی سے شادی رچا" "!لو۔۔مجھے کبھی ایسی کوئی چاہ نہیں اپنے حق کی۔۔

مگر مجھے ہے۔۔! مجھے ہجوم سے نہیں صرف تم سے حق اور وقت" چاہیے۔۔!" اسفندیار نے گھمبیر لہجے میں کہتے فاصلے سمیٹنے چاہے تھے۔ مگر مہزلہ چہرہ موڑ گئی۔

افسوس۔۔! سردار اسفندیار کی انا کو تسکین پہنچانے کے لیے میں جھوٹ نہیں" بول سکتی۔۔ کیونکہ مجھے ایسا کوئی ارمان نہیں۔۔۔" اسکا تمسخر بھرا لہجہ اسفندیار کی آنکھوں میں شعلے بھڑکا گیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کوئی لڑکی اسے رد کرے گی وہ بھی ایک بار نہیں بلکہ بار بار۔۔۔! اور وہ پھر بھی اسی کے سامنے اپنے حق کے لیے کھڑا ہوگا۔۔ ایسا تو بس تبھی ممکن تھا یا تو اسفندیار کی عقل خبط ہو جاتی !! یا سامنے کھڑی شخصیت کالا علم جانتی۔۔

تمہیں اپنے شوہر کے قرب کا ارمان نہیں۔۔یعنی جہنم خرید رہی ہو۔۔یعنی تم "
مجھے انکار کر رہی ہو۔۔۔" اسکے یکدم بدلتے لہجے پر مہزلہ ایک پل کے لیے
ٹھٹھک گئی۔اتنی جلدی قلا بازی کیسے کھا سکتا تھا وہ۔۔یعنی اب وہ اسے ٹریپ
کر رہا تھا۔کتنا سیلفش تھا وہ۔۔۔!

"___شوہر۔۔؟کونسا شوہر تم نے زبردستی"

مگر نکاح نامے پر دستخط تو کیے ہیں نا تم نے بھی اور میں نے بھی۔۔۔" اسکی بات "
کاٹتا چیلنجنگ انداز میں بولا تھا۔اور مہزلہ جیسے ایک پل کے لیے لاجواب
ہو گئی۔چہرہ اسکی جانب سے موڑتی کمرے کا دروازہ گھور رہی تھی۔

اگر ایسا ہے بھی تو میں کنڈیشن بتا چکی ہوں۔۔!" اسفندیار جبڑے بھینچا اسکے "
دودھیا چہرے کا بایاں رخ دیکھتا رہا۔وہ جتنا دور بھاگ رہی تھی اسکے دل میں لگی
آگ اتنی شدت سے جل رہی تھی۔یعنی اسکا حصول ہی حل تھا بس۔۔!

میری بھی شرط ہے۔۔!" مہزلہ نے چونک کر اسکی سمت دیکھا۔مگر وہ اسے "
چھوڑتا اپنے کرتے کی پاکٹ سے والٹ نکال گیا۔مہزلہ آنکھوں میں الجھن لیے
اسے ہی دیکھ رہی تھی۔جب اسفندیار نے ایک سلور رنگ کی بریسلیٹ نکال کر

اپنی چوڑی ہتھیلی پر رکھی تھی۔ "تم مجھے بتاؤ گی یہ کیوں تھی اب تک تمہارے پاس۔۔۔!" مہزلہ نے متحیر نگاہوں سے اسکی ہتھیلی پر موجود بریسلیٹ دیکھی تھی۔ اسفندیار بغور اسکے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ مگر اسے بھی قسم تھی اگر اس لڑکی کے لبوں سے کچھ ایسی بات نکلی جو اسے جلا کر بھسم کر دیتی تو وہ بھی کاروان خان کو شارجہ جا کر اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے والا تھا۔

تم مجھے بتاؤ گی یہ کیوں تھی اب تک تمہارے پاس۔۔۔!" مہزلہ نے متحیر" نگاہوں سے اسکی ہتھیلی پر موجود بریسلیٹ دیکھی تھی۔ اسفندیار بغور اسکے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ مگر اسے بھی قسم تھی اگر اس لڑکی کے لبوں سے کچھ ایسی بات نکلی جو اسے جلا کر بھسم کر دیتی تو وہ بھی کاروان خان کو شارجہ جا کر اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے والا تھا۔

مہزلہ ایک لمحے میں ہی بریسلیٹ پہچان گئی تھی۔اس نے نظر اٹھاتے اسفندیار کی آنکھوں میں دیکھا۔

"!یہ۔۔یہ تو۔۔"

یہ تو کیا۔۔؟ بہت قیمتی ہے۔۔؟"اسفندیار کا لہجہ ضبط سے دھیما ہو گیا" تھا۔مہزلہ نے ایک بار پھر بریسلیٹ دیکھی تھی۔آنکھوں کے سامنے وہی منظر ابھر آیا تھا جب کاروان نے اسے یہ دی تھی۔

جس نے دی تھی۔۔اس نے بہت مان سے دی تھی۔۔!"وہ اپنے ہی خیالوں" کی رو میں بول گئی تھی۔مگر اسے نہیں معلوم تھا کیا غضب کر گئی تھی وہ۔۔

اسی لیے تم نے اب تک سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔۔؟"مشتعل انداز میں" بریسلیٹ دور پھینکتا پھنکار اٹھا۔اس وقت اسکی دو آنکھیں دو شعلے بنی ہوئیں تھیں۔اور اب مہزلہ کو بات کی سنگینی اور کسی گڑبڑ کی بو محسوس ہوئی تھی۔

یہ۔۔یہ میرے پاس نہیں تھی۔۔!"اسکی آنکھوں میں دیکھتی اپنا لرزتا دل" قابو کرتی نڈر لہجے میں بولی تھی۔

اچھا۔۔ پھر مجھ تک کیسے پہنچی۔۔؟" اسکے تفتیش بھرے لہجے پر مہزلہ کے اندر "
آگ بھرنے لگی تھی۔

تم اچھی طرح جانتے ہو یہ کاروان کی ہے۔۔! اور میں تمہیں واضح الفاظ میں "
بتا رہی ہوں۔۔ ڈرے وہ جس کے دل میں چور ہو۔۔ یہ میرے پاس نہیں
تھی۔۔ جس دن تم نے کاروان کو گھر سے نکالا اسی دن کہیں گم ہو گئی تھی
یہ۔۔ اب تمہیں یقین کرنا ہے کرو نہیں کرنا مت کرو۔۔" ایک جھٹکے سے اسکے
ہاتھ سے اپنا بازو آزاد کرواتی بیڈ کی سمت بڑھ گئی۔ اس وقت اسکا خون کھول رہا
تھا۔ اسکی سمجھ سے باہر تھا کہ یہ بریسلیٹ اچانک آ کہاں سے گئی تھی۔ اسفندیار
نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسکی صورت دیکھی تھی جو غصے سے دہک رہی
تھی۔ مگر جس بات نے اسکے دل کو سکون پہنچایا تھا وہ تھا اسکا انکار۔۔!

یعنی تمہارے لیے اسکی کوئی اہمیت نہیں۔۔؟" مہزلہ نے نگاہ اٹھا کر اسکی جانب "
دیکھا تھا۔۔

تمہارے لیے یہ جاننا اتنا اہم کیوں ہو گیا۔۔؟" اور اس نے پھر اسفندیار کی "
دکھتی رگ پر پیر رکھا تھا۔۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔۔"

اس سے کیوں نہیں پوچھتے جس نے یہ تم تک پہنچائی ہے۔۔ کیونکہ ظاہر سی" بات ہے اتنے ماہ ایک معمولی سی بریسلیٹ کو سنبھالنا کوئی آسان بات تو نہیں۔۔!" اسکے طنز پر اسفندیار کی آنکھوں کے سامنے بس ایک پل کے لیے زمدہ کا چہرہ لہرایا تھا۔ اور اس پل اسے خود پر شدت سے غصہ آیا تھا۔ جوان عورتوں کی سیاست میں خود کو گھسا لیا تھا۔

نہیں مجھے اس سے نہیں تم سے سننا ہے۔۔!" اسکے قدم خود بخود اسکی سمت" بڑھنے لگے۔ مہزلہ گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑ گئی۔ مگر اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔

اور میں ایسا کچھ نہیں کہوں گی جس سے تمہاری انا کے درخت کو مزید تقویت" ملے۔۔" اسفندیار اسکے بلکل نزدیک بیٹھتا بیڈ پر اسکے ارد گرد ہاتھ جما گیا۔

سوچ لو۔۔ سچ کہہ دو زرغان کی واپسی کا سوال ہے۔۔" اس نے ذرا سا جھکتے" گھمبیر لہجے میں کہا تو مہزلہ نے تڑپ کر اسکی سمت دیکھا تھا۔ جہاں وہ بڑی کمینگی

بھری مسکراہٹ لیے بہت نزدیک سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مہزلہ بے یقینی کی کیفیت میں اسے دیکھے گئی۔

"تم۔۔سچ کہہ رہے ہو۔۔؟"

ہاں۔۔!!اب تمہارا سچ سننا ہے۔۔!" ہاتھ بڑھتا اسکے چہرے کے گرد رکھ گیا۔

"!!میں کیسے مان لوں کہ تم مکرو گے نہیں۔۔"

میں اپنے کہے سے نہیں پھرتا مہزلہ اسفندیار۔۔" اسکے گرفت مضبوط ہوئی" تھی کہ مہزلہ اب اپنا چہرہ پھیر نہیں سکتی تھی۔" بولو کیا اہمیت ہے تمہارے لیے اس بریسلیٹ کی۔۔؟" مہزلہ اسکی گہری سیاہ آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

وہ بریسلیٹ نہیں ماضی ہے۔۔ جس نے دینی چاہی تھی وہ چیپٹر تم نے بند کر دیا" ہے۔۔اب اس سے جڑی کوئی چیز معنی نہیں رکھتی۔۔ اگر رکھتی تو تمہیں وہ کسی اور سے نہیں بلکہ میری کلائی سے ملتی۔۔!" اسکا لہجہ بے حد سادہ مگر بے حد خاص تھا۔اور اسفندیار جیسے اسکے ان چند جملوں پر بلکل ٹھہر گیا تھا۔یہ عام سے جملے اتنے خاص کیوں لگے تھے اسے۔۔؟ہاں۔۔! وہ صحیح کہہ رہی تھی اس نے

واقعی کبھی اسکی کلائی میں وہ بریسلیٹ نہیں دیکھی تھی۔ یکدم فاصلے مٹاتا اسے خود سے نزدیک کر گیا۔ مہزلہ بے اختیار اسکے کسرتی بازو تھام گئی۔ مگر آج اس کی جانب سے کوئی احتجاج بلند نہ ہوا تھا۔ ایک سپردگی تھی جو اسکے گریز میں شامل تھی۔ مگر اسکی بڑھتی شدتیں مہزلہ کو بوکھلا گئیں تھیں۔ وہ کہاں ان قربتوں کی قائل تھی۔ اس شخص سے فرار کے راستے ڈھونڈتے وہ اسی کی باہوں میں بکھر کٹھور دکھنے گئی تھی۔ جسے اسفندیار نے کسی کانچ کی گڑیا کی طرح سنبھالا تھا۔ یہ والی لڑکی شیشے کی طرح نازک تھی۔ مگر اسکی تھی۔۔!

"نہیں جاناں۔۔ اب تو فرار کا کوئی راستہ ہی نہیں۔۔" گھمبیر سرگوشی کرتا اسکے سیاہ ریشم بالوں کی خوشبو خود میں اتارتا اپنے حصار میں قید کر گیا تھا۔

****

صبح کا نجانے کونسا وقت تھا۔ جب اسکی آنکھ کھلی تھی۔ گلاس وال کے پردوں سے روشنی چھن کر اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس نے کروٹ بدلتے اپنے برابر میں ڈارک گرین قمیض شلوار میں لپٹے وجود کو دیکھا۔ جو اس وقت نیند کی وادیوں میں اترا تھا۔ اسفندیار کے لبوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ ابھری تھی۔ اس لڑکی

نے جس طرح اسکے گرد جال بنا تھا وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بچپن سے ساتھ رہتے کبھی جس کے بارے میں سوچا تک نہیں آج اسکے پہلو میں اسکی ضد بنی لیٹی ہو گی۔ یہ ضدی لڑکی جسے کوئی مائی کا لعل فورس نہیں کر سکتا تھا۔ کل صرف اسکے مان جانے کی وجہ سے خود کو اسکے سپرد کر گئی تھی۔ ساری لڑائی ساری جنگ صرف اسکے مان جانے پر ختم کر دی تھی۔ اس نے بھی کسی نازک پھول کی طرح اسے سنبھالا تھا۔ وہ جانتا تھا کتنی حساس کتنی نازک تھی وہ۔ یہ مضبوطی یہ غصہ تو اسکے اوپر کی پرت تھی ورنہ دل سے کتنی پگلی تھی وہ۔

تم۔۔!!' اسکے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ مہزلہ برلاس کا اسے تم کہنا اب' غصہ نہیں دلاتا تھا بلکہ لطف سے دوچار کرتا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھاتے اسکی کلائی کے جھلسے ہوئے نشانوں پر انگلیاں پھیریں تھیں۔ جو دکھنے میں ہی اذیت ناک لگتے تھے۔ پھر جب اسکے وجود پر پڑے ہوں گے کیا قیامت برپا ہوئی ہو گی۔ نگاہ اٹھاتے اسکے معصوم چہرے اسکی گہری بند آنکھوں کو دیکھا۔ گھنی خمدار پلکیں عارض پر سجدہ ریز تھیں۔ اسے آج بھی باپ کی وہ کال یاد تھی جب آوالمیر خان نے اسے چچا کے جل کر مرنے کی بھیانک خبر سنائی تھی۔ ان دنوں وہ لندن میں

تھا۔اسکا ڈگری کا پہلا سال تھا۔ مگر چچا کی موت پر وہ سب چھوڑ چھاڑ کر لوٹا تھا۔ خبر ہی ایسی تھی کہ ہر کسی کو ہلا کر رکھ گئی تھی۔اسے وہ وقت آج بھی یاد تھی کہ روشینا نے کس طرح اپنی بیٹیوں کو اور خود کو سنبھالا تھا۔اسکے بعد زرغان کی پیدائش۔۔ مگر مہزلہ کے ہاتھوں کے یہ زخم ایسے نہ تھے کہ بروقت علاج سے صحیح نہ ہوتے۔ مگر شاید کسی نے کوشش ہی نہ کی تھی۔آج نجانے کیوں وہ اسکی نیند کا فائدہ اٹھاتا بار باران نشانات پر انگلیاں پھیر رہا تھا۔جو اسکے دودھیا بازو تک جارہے تھے۔مہزلہ کبھی بھی اسے اپنے زخموں کو دیکھنے یا چھونے نہیں دیتی تھی۔یہی وجہ تھی کہ وہ مزید ان نشانات کی طرف اٹریکٹ ہوتا تھا۔

فاصلے مٹاتا ذرا سا جھک کر اسکے نشان پر لب رکھ گیا۔اسی طرح ایک سطر بناتا بازو تک آیا تھا۔اور اسکے چہرے پر ٹھہر گیا۔مہزلہ کی گہری نیند اور چھوٹے چھوٹے خراٹوں پر اسکے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ ابھر آئی۔اور پھر فاصلے مختصر کرتا اسکی ٹھوڑی سے رخسار تک سطر بنانے لگا۔مہزلہ نے نیند میں ہی اسے پرے دھکیلا تھا۔جبکہ ماتھے پر بل جمع ہونے لگے تھے۔ مگر اسفند اسی جگہ تھا اور اس بار

مہزلہ کی آنکھ کھل چکی تھی۔ مندی مندی آنکھوں میں سرخی لیے اسے دیکھا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔؟"

تم ہو مسئلہ۔۔!" اسکے چہرے پر غصہ دیکھ ٹھوڑی جکڑ گیا۔ "دور ہٹیں۔۔ عجیب۔۔!" اس نے زچ ہوتے اسے دور کرنا چاہا تھا۔ اور اس بار اسفندیار کی تیوری پر بل آگئے۔ اسکی یہی حرکتیں اسے پرووک کرتیں تھیں۔

نہیں ہٹ رہا۔ کرلو جو کرنا ہے۔۔!" اسے کھینچتا اپنے بازو پر سر رکھوا کر حصار" باندھ گیا۔ مہزلہ اب مکمل بیدار ہو چکی تھی۔ ایک نظر سر اٹھا کر گلاس وال کی جانب دیکھا جہاں دن نکل چکا تھا۔

کیا ٹائم ہو رہا ہے۔۔؟" زور لگاتے تھوڑا اٹھنا چاہا مگر حصار مضبوط تھا۔"

معلوم نہیں۔۔۔!" اسکے گھٹاؤں جیسے بالوں کی نرمی محسوس کرتا بڑبڑایا" تھا۔ اور اس بار مہزلہ سلگ اٹھی تھی۔

"آخر مسئلہ کیا ہے آپکے ساتھ۔۔؟"

بتایا تو ہے تم ہو۔۔!" مہزلہ نے چڑتے تکیے کے پاس پڑا اسفندیار کا موبائل" اٹھایا۔ جس میں بارہ بج رہے تھے۔ اسکا منہ کھل گیا۔ اتنی دیر تک وہ کبھی نہیں سوتی تھی۔

"مجھے فریش ہونا ہے۔۔ چھوڑیں گے آپ مجھے۔۔؟"

میں جانتا نہیں جیسے تمہارے بہانے۔۔؟" اسکے خشمگین انداز پر مہزلہ نے تپ" کر اسے دیکھا تھا۔ مگر وہ اس قدر لودیتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سرخ پڑتی نظریں پھیر گئی۔ "تم تو بچپن سے ساتھ تھیں میرے۔۔ پھر اب ہی کیوں نظر پڑی تم پر۔۔؟" اسکے گھمبیر لہجے میں کیے گئے سوال پر مہزلہ نے ٹھٹھک کر اسکی سمت دیکھا تھا۔ وہ انہی گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مجھے خون بہا میں آپکو سونپا گیا ہے۔۔ کوئی خوشی سے شادی نہیں ہوئی" ہماری۔۔" آہ۔۔ کیا کرارہ جواب تھا۔ اسفندیار بغیر برا مانے کھل کر مسکرا دیا۔ مہزلہ نے جل کر اسے دیکھا تھا۔

پھر بھی دیکھو۔۔ میں خوش رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔۔ اپنے دن رات" حسین بنانے میں لگا ہوں۔۔" اور اس بار وہ اسکے ری ایکشن کی پرواہ کیے بنا فاصلے

سمیٹ گیا تھا۔ مہزلہ اسکی بڑھتی جسارتوں پر غصیلے انداز میں چیختی دور ہوئی تھی۔ مگر اسفندیار کلائی تھامتا اسے پھر حصار میں لے گیا۔ "مگر تم ہو کو آپریٹ ہی نہیں کر رہیں۔۔"

کیونکہ میں ایسا چاہتی ہی نہیں۔ مجھے ایسی کسی خوشی کی تلاش نہیں۔۔ اب چھوڑیں گے۔۔ "اسکے بے نیاز لہجے پر اسفندیار آنکھیں چھوٹی کرتا ٹھوڑی جکڑ گیا۔

چاہنا تو پڑے گا بی بی۔۔ اب پیچھا نہیں چھوٹنے والا۔۔ "اسکے گھمبیر ہوتے لہجے" پر وہ لب بھیجتی اسکی خمار آلود ذہین آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"یہ مجھے پہلے سے معلوم ہے تم قیامت تک میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔۔"

یعنی تم قیامت تک مجھے اسی طرح تنگ کرتی رہو گی۔۔؟ "مہزلہ اسکی ڈھیلی" ہوتی گرفت دیکھ تیزی سے دور ہوتی اٹھ بیٹھی۔ اسفندیار ہتھیلی سر کے نیچے ٹکاتا اسے بال لپیٹتا دیکھتا رہا۔

"میں بھلا کسی کو کیوں تنگ کروں گی۔۔ میں خود آپ سب سے تنگ ہوں۔۔"

"اسکے!۔۔ ہاں جسکے پورے بدلے مجھ سے نکالتی ہو میری فرمانبردار بیوی"

لطیف طنز پر مہزلہ کی بھنویں سکڑیں تھیں۔ مگر اسی پل اسفندیار کا موبائل بج اٹھا

تھا۔

"ہاں۔۔ زمدہ۔۔ کیسی ہو۔۔؟" کال ریسو کرتے مہزلہ پر ایک گہری نگاہ ڈالی

تھی۔ مہزلہ لب بھینچتی اٹھ کر واشروم کی سمت بڑھ گئی۔ اب ان کی فضول باتیں

سننے کا اس میں اسٹیمنا نہ تھا۔

****

"خان۔۔؟ کیسے ہیں آپ۔۔؟ مجھے بہت فکر ہو رہی تھی آپکی۔۔" اسفند کی

خوش باش آواز سنتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھتی کمرے میں ٹہلنے لگی۔ کل شام سے

اسکا کوئی رابطہ نہ ہو سکا تھا۔ اور یہی بات اسے بے چین کیے ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہوں میں۔۔ تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔۔؟"

"میری طبیعت۔۔! بس تھوڑا جی گھبرا رہا تھا۔۔ کچھ کھانے کا دل نہیں چاہ

رہا۔۔" آواز میں خود بخود نقاہت طاری ہو چکی تھی۔

میڈیسن لو۔۔یہ کیا حرکتیں ہیں۔۔زمدہ خیال رکھو اپنا۔۔!"اسفندیار اس بار" سنجیدگی سے بولا تھا۔

"آپ نہیں ہیں تو فکر کیسے کروں۔۔؟"

غلط بات۔۔ایسا کچھ نہیں سنوں گا میں۔۔مجھے تو شاید تین دن سے زیادہ لگ" جائیں۔۔کیا اتنے دن تم لاپرواہو جاؤ گی خود سے۔۔؟"اسکی فکر پر جہاں وہ خوش ہو رہی تھی دوسری بات پر ٹھٹھک گئ۔

کک۔۔کیا مطلب۔۔؟کیوں نہیں آئیں گے خان۔۔؟شادی تو بس دودن کی" !!ہے۔۔"

شادی میں تو پہنچ ہی نہیں سکے ہم۔۔لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے راستے بند" ہیں۔۔فلحال تو مانسہرا میں ہوں یہاں اپنے کام نبٹارہا ہوں۔۔شاید ولیمہ اٹینڈ کرلیں۔۔!"اور زمدہ کو لگا اسکے ہاتھ ٹھنڈے پڑنے لگے ہوں۔مہزلہ اتنے دن تک اسکے ساتھ رہی تو یقیناً کوئی نہ کوئی پٹی تو پڑھا ہی دیتی۔

لل۔۔لیکن خان۔۔مم۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟ایسے کیسے راستے بند" "ہو گئے

"کیا مطلب۔۔؟اب کوئی جان کر راستے بند کرے گا۔۔؟"

نہیں مم۔۔میرا مطلب ہے۔۔مہزلہ کہاں اسٹے کرے گی اکیلی۔۔آ۔۔آپ" تو اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے۔۔"اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔وہ کیا کرتی کہ اڑ کر وہاں پہنچ جاتی۔

وفادار ملازمین ہیں یہاں۔۔میں بھی ہوں۔۔تم اسکی فکر نہ کرو۔۔اپنی" کرو۔۔میں مورے سے پوچھوں گا کہ وہ تمہاری ڈائٹ کا خیال کیوں نہیں رکھ رہیں۔۔!"

مجھے ان کی نہیں آپکی ضرورت ہے خان۔۔"بھیگے لہجے میں منت سے بولی" تھی۔دوسری جانب چندپل کے لیے خاموشی چھا گئی۔

بچوں کی طرح بی ہیو کب کرنے لگیں تم زمدہ۔۔؟میں پہلی بار تو نہیں" گیا۔۔شاباش بلکل خود کو سوچوں میں نہیں الجھانا چند دن میں لوٹ آؤں گا میں۔۔"

آپ نہیں سمجھ سکتے مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔۔آپ اکیلے نہیں گئے میری سوتن" کو ساتھ لے کر گئے ہیں۔۔"وہ شکایت کیے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

اگلی بار تمہیں لے جاؤں گا اس میں کونسی بڑی بات ہے۔۔اور اس سے کیوں "
ڈرتی رہتی ہو زمدہ۔۔ تم دونوں کا اپنا مقام ہے۔۔ میں پہلے بھی سمجھا چکا
"ہوں۔۔نہ تمہارا حق اسے دوں گا نہ اس سے اسکا حق چھینوں گا۔۔

میں جانتی ہوں خان۔۔بس آپ کو یاد کر رہی ہوں اسی لیے تھوڑی حساس "
ہو گئی۔۔"نم لہجے میں بولتی ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچ گئی۔اب وہ یہ تو پوچھنے
سے رہی تھی کہ اس بریسلیٹ کو دیکھنے کے بعد بھی تم اسکی شکل دیکھ رہے ہو یا
نہیں۔۔

"!آئی کین انڈر اسٹینڈ۔۔۔"

"اچھا خان۔۔۔مجھے کچھ کہنا تھا آپ سے۔۔"

"ہاں کہو۔۔"

وہ۔۔پلیز آپ مہرلہ سے بریسلیٹ کے بارے میں کچھ ڈسکس مت کیجیے "
"!گا۔۔اسے اچھا نہیں لگے گا۔۔

"!زمدہ۔۔!آج کے بعد اس بریسلیٹ کا ذکر تمہارے لبوں پر نہ آئے۔۔"

"مگر خان میں تو۔۔"

"زمدہ منع کر دیا نا میں نے۔۔اب کبھی نہ سنوں میں۔۔اور جو حرکت تم کر چکی ہو اس سے ناواقف نہیں ہوں میں۔۔ تم اسی طرح رسا کشی میں اور اسے میری نظروں میں گرانے میں لگی رہیں تو جانتی ہو کیا ہو گا۔۔؟" اسکی سرد آواز پر زمدہ زرد پڑھتی بیڈ پر گرسی گئی۔ "وہ تو اپنا مقام بنا لے گی مگر تم کھو دو گی۔۔۔

"نن۔۔ نہیں یہ۔۔یہ کیا رہے ہیں آپ خان۔۔؟"

"غور کرو اور عقل پکڑو۔۔۔!!" اسفند نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹتا بیڈ پر گرا تھا۔ جبکہ چہرہ اس پل بلکل سفید ہو چکا تھا۔اسے یونین نہیں آرہا تھا اسفندیار نے کتنی بڑی بات کہہ دی تھی اسے۔وہ بھی صرف مہزلہ کی وجہ سے۔۔!

"اس۔۔اس کمینی کو نہیں چھوڑوں گی میں۔۔میں نہیں چھوڑوں گی۔۔۔" مٹھیاں بھینچتی کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔اسکا ارادہ اب اسفند کی واپسی تک اپنے میکے میں رکنے کا تھا۔

****

ناشتے کے بعد اسفندیار کسی کام سے خوشحال خان اور گارڈز کے ساتھ نکل گیا تھا۔ یہاں رکنے کی اس نے بس ایک وجہ بتائی تھی کہ راستے بند ہیں۔ جس پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا اسفندیار نے یہاں کتنے دن رکنے کی پلاننگ کی ہوئی تھی۔ وہ دو تین دن سے زیادہ کی چھٹی افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔ پہلے ہی اتنی چھٹیاں کر چکی تھی۔ اب تو ایک اضافی چھٹی پر بھی ہر پروفیسر اسکے پینڈنگ اسائنمنٹس اسکے منہ پر مار دیتا۔ اسکی زندگی کا ایک یہی خواب تو بچا تھا بس اسے بھی اسفندیار کی ضدوں کی نظر نہیں کر سکتی تھی۔

ہیلو۔۔! مل گئی تمہیں فرصت بے غیرت۔۔!" درخنے کال ریسو کرتے ہی" پھٹ پڑی تھی۔ اس نے بے اختیار موبائل کان سے دور کیا۔

کل شام کو ہی تو گئی ہوں۔۔ مجھ سے کب سے اتنا گہرا عشق ہو گیا" تمہیں۔۔؟" اسکے چڑاتے انداز پر وہ تپ گئی۔

"ہاں ہاں ہنی مون پر نکلی ہو۔۔ اب کہاں یاد آئے گی ہماری۔۔"

پھر وہی بکواس۔۔!" اسکا چہرہ نجانے کیوں سرخ پڑنے لگا۔ آنکھوں کے" سامنے اسفندیار کی بے تابیاں آئیں تو وہ ایک پل کے لیے سٹپٹا سی گئی۔

"تو میں نے تو سنا ہے۔۔ شادی میں گئے ہی نہیں تم لوگ۔۔ بلکہ کہیں اور ہی نکل گئے ہو۔۔" اسکے چھیڑتے لہجے پر وہ آنکھیں گھوما گئی۔

"مانسہرا میں ہوں۔۔ اور کوئی گھوم نہیں رہی۔۔ تمہارے لالا مجھے یہاں چھوڑ کر خود نجانے کہاں کہاں نکلے ہوئے ہیں۔۔ میں خوامخواہ ہی آ گئی۔۔ پڑھائی کی الگ ٹینشن ہو رہی ہے۔۔"

"فضول باتیں مت کرو۔۔ اتنی اچھی جگہ ہو سکون میں گھر سے دور۔۔ تھوڑا انجوائے کرو۔۔ پڑھائی کا کیا ہے۔۔ تم جیسا کتابی کیڑا سب کور کر لے گا۔۔۔

"ہاں مجھے پاگل سمجھا ہوا ہے۔۔ پہلے ہی تیاری نہیں۔۔ تم چاہتی ہو میرے گریڈز خراب ہو جائیں۔۔" اسکے جلے کٹے انداز پر وہ ہنس پڑی۔

"ہاں میں بلکل ایسا ہی چاہتی ہوں۔۔"

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا۔۔ یہ بتاؤ مورے کہاں ہیں۔۔؟"

"وہ تھوڑی دیر پہلے زرغان سے بات کر کے بیٹھیں ہیں اور اب نماز پڑھ رہی ہیں۔۔"

ان سے کہنا مجھ سے بھی بات کر لیں۔۔ کہیں سے اٹھا کر نہیں لائیں"
"تھیں۔۔اچھا بڑی پھپھی کی کال آئی ہے زمدہ یا تائی کو۔۔؟
"آئی ہو گی پتہ نہیں۔۔ ویسے ہر وقت تو موبائل سے ہی لگی رہتی ہیں بھابھی۔۔"
میں کب سے کال ملا رہی ہوں انہیں مگر اٹھا ہی نہیں رہیں۔۔اتنا دل چاہ رہا تھا"
"آپا سے بات کرنے کا۔۔
"بھابھی شاید میکے جا رہی ہیں۔۔انہی تیاریوں میں لگی ہوں گی۔۔"
چلو میں ایک بار پھر ٹرائے کرتی ہوں تم بس پڑھائی پر فوکس رکھو۔۔ تمہارا ہی"
"دماغ کھاؤں گی آکر۔۔
اوکے مادام۔۔!" وہ چڑتی کال ڈسکنیکٹ کر گئی۔ مہزلہ مسکرا دی تھی۔ آج"
نجانے کیوں اس کا موڈ بڑا خوشگوار سا تھا۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا میں آگے بڑھتی وہ
لان میں رکھی بینچ پر آبیٹھی تھی۔ شال اسکے گرد لپٹی تھی۔
تو مہزلہ برلاس تم اسی حویلی کی مکین ہو چکی ہو۔۔اب رہائی کا تو سوال ہی'
نہیں۔۔اسفندیار خان اب کسی صورت تم سے دستبردار نہیں ہو گا۔۔'اور

نجانے کیا بات تھی۔ یہ سوچ اسے اس طرح بے چین نہیں کر رہی تھی۔ جیسے آج سے چندماہ پہلے کرتی تھی۔

توکیامیں ان زنجیروں کو قبول کر چکی ہوں۔۔؟ میرا سب کو نشش کیا مجھ سے ' پہلے ہار مان گیا تھا۔۔۔؟ یعنی میں اندر ہی اندر جانتی تھی کہ رہائی کا تو راستہ ہی نہیں۔۔ انھی بیڑیوں کے ساتھ تمام عمر گزارنی ہے۔۔ مگر اسفندیار۔۔! وہ تو پہلے سے شادی شدہ تھے۔ انہوں نے تو مجھ سے اپنے باپ کے بدلے میں شادی کی ہے۔۔ انکی زندگی میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔۔ اب تو اولاد بھی دینے والی ہے زمدہ۔۔ پھر یہ شخص میری شرائط کیوں مان رہا ہے۔۔؟ مجھے پڑھائی کی طرف دوبارہ کیوں لائے ہیں۔۔؟' اسکی نگاہ ہاتھ میں موجود چمچماتے موبائل پر ٹھہر گئی۔ جس کا اسفندیار نے ہی زبردستی سے عادی بنایا تھا۔ 'یہ چاہتے کیا ہیں۔۔؟' بچپن سے اس نے اسفندیار کو فیملی سے بلکل الگ تھلگ پایا تھا۔ اس شخص کا کمرا۔ اسکی پڑھائی۔۔ اسکا باہر شہر اور پھر باہر ملک پڑھنے جانا۔۔ ہر چیز پر توزمدہ تو تائی تبانا اور ابا صاحب اسے اسپیشل پروٹوکول دیتے تھے۔ واپس لوٹا پلکیں بچھائے پہلے ہی تیار بیٹھی تھی۔ مگر اس نے بغیر کوئی اعتراض کیے بچپن کی

منگ کے نام پر شادی کر لی۔۔ ورنہ چاہتا تو باہر ایک سے ایک لڑکی سے شادی کر سکتا تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ ابا صاحب کوئی اعتراض بھی نہ کرتے۔۔ مگر

دوسری شادی۔۔۔!!!

دوسری شادی کرتے وقت اس نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ تو پہلے ہی گھر کے ملازم کے ساتھ نظر آچکی ہے۔ اور کل کا منظر تو اسے حیران ہی کر گیا تھا۔ وہ بریسلیٹ زمدہ کے علاوہ اور بھلا کون اسفندیار کو دے سکتا تھا۔۔؟ کیا اس فسادی عورت کی زندگی میں اور کچھ نہ تھا جو اسکی پہلے سے تباہ شدہ زندگی میں اور زہر گھولنے میں لگی تھی۔ اور اسفندیار۔۔! وہ اس سے پوچھ رہا تھا اس بریسلیٹ کی اہمیت۔۔؟ کیا کہتی کہ اسکے دوست کی آخری نشانی ہے یہ اسے لوٹا دو۔۔؟ ہاں یہ سچ تھا اب اس بریسلیٹ کی وہ اہمیت نہ تھی جو اسکی شادی سے پہلے تھی مگر پھر بھی کاروان اس کا بچپن کا ساتھی تھا۔ اس نے بچپن سے آج تک ہر دکھ سکھ اس سے شیئر کیا تھا۔ کچھ نہ سہی اسکی آخری نشانی کے طور پر ہی سنبھال لیتی۔۔

کتنے سیلفش ہو تم۔۔ مجھ سے اپنی مرضی کے الفاظ سننے کے لیے کل کیسا جال' بچھایا تم نے۔۔!!" اسکی رنگت شرم وغصے سے دہک اٹھی تھی۔ اسی پل اسکا

موبائل بج اٹھا۔ جہاں ہسبینڈ کی ہی کال آرہی تھی۔ اس نے چند سیکنڈ تو اسکرین کو گھورا تھا۔ پھر ریسو کرتی کان سے لگا گئی۔

"ہیلو۔۔!"

"میں گارڈز کے ساتھ اپنی گاڑی بھیج رہا ہوں۔۔ وہ تمہیں میرے پاس لائیں گے۔۔ ریڈی ہو جاؤ۔۔!" اسپیکر پر ابھرتی اسکی گھمبیر آواز پر مہزلہ حیرت کا شکار ہو گئی۔

"کیا مطلب۔۔ کہاں آنا ہے مجھے۔۔؟"

"تم سے جتنا کہہ رہا ہوں اتنا کرو۔۔!" اس کے ڈپٹنے پر اسکی تیوری پر بل پڑنے لگے۔

"میں تو نہیں کروں گی۔۔!"

"مہزلہ۔۔۔!" اسکے وارننگ بھرے لہجے پر مہزلہ کو اپنی دھڑکنیں منتشر ہوتی محسوس ہوئیں تھیں۔ "فوراً ریڈی ہو۔۔" اتنا کہتا رابطہ منقطع کر گیا۔ اسی پل مہزلہ نے پورچ میں گاڑیاں رکتی دیکھیں تھیں۔

****

گارڈ کے دروازہ کھولنے پر اس نے لب کاٹتے ارد گرد دیکھا۔ دور دور تک اسٹریٹ پر کاریں کھڑیں نظر آرہیں تھیں۔ اسے اسفندیار کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ وہ شال درست کرتی باہر نکل گئی۔

بی بی جی اس طرف۔۔! "خوشحال خان کی آواز پر وہ اسکی سمت متوجہ ہوئی تھی" جو اسے ایک شاپ کی جانب چلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر حیرت سے شیشے کی بنی جیولری شاپ کو دیکھا تھا۔ اور اسی جانب قدم بڑھا گئی۔ اسفندیار نے اسے یہاں کیوں بلایا تھا۔۔؟ اندر داخل ہوئی تو ایک سیلز گرل پروفیشنل انداز میں مسکراتی اسکے نزدیک آگئی۔

گڈ ایوننگ مسز خان۔۔ پلیز ہیو آ سیٹ۔۔! "اس نے الجھن کا شکار ہوتے" دروازے کی جانب دیکھا۔ جہاں خوشحال خان کھڑا گارڈز کو ہدایات دے رہا تھا۔

میم۔۔؟ "وہ چونکتی سیلز گرل کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔ اور ایک سیٹ پر بیٹھ " "گئی۔ "کیا لیں گی میم۔۔ جوس کافی۔۔؟

"نتھنگ۔۔"

آل رائٹ۔۔آپ یہ چیک کریں۔۔"سیلز گرل اسکی گھبراہٹ پر نرمی سے"
کہتی مختلف قسم کی گولڈ کی جیولری دکھانے لگی۔

ایکسکیوزمی۔۔!میں۔۔"مہزلہ نے اپنے خشک پڑتے ہونٹ ترکیے"
تھے۔"مجھے اس میں سے کچھ نہیں چاہیے۔۔!"اپنے حواس باختہ تاثرات کو قابو
کرنے کی کوشش کرتے سامنے سجی قیمتی جیولری کو دیکھا تھا۔اور اسکے تاثرات
دیکھ سیلز گرل الجھن کا شکار ہوگئی۔

"میڈم۔۔یہ سب نیو کلیکشن ہے۔۔اگر آپ کو کسی اور طرح کا۔۔"
نہیں مجھے کچھ بھی۔۔"اسی پل اسے اپنے برابر والی چیئر موو ہوتی محسوس ہوئی"
تھی۔اس نے نگاہ پھیرتے نوارد کو دیکھا۔سفید کلف دار کرتا شلوار میں ملبوس
گھنی تراشیدہ ڈارھی اور وجیہ چہرے پر ہمہ وقت رہنے والے تاثرات لیے
اسفندیار آ بیٹھا تھا۔اسکے کلون کی خوشبو نے یکدم ہی مہزلہ کو اپنے حصار میں لے
لیا تھا۔

"کچھ پسند آیا۔۔؟" اسکی صورت دیکھتے سینجیدگی سے پوچھا گیا تھا۔ مہزلہ کو جہاں اسفندیار کی موجودگی سے ڈھارس ملی تھی۔ وہیں بھنویں بھی سکڑنے لگیں۔ کیونکہ اسفندیار نے ہی اسے یہاں بلایا تھا۔

"سر میں آپکو کچھ ڈفرینٹ دکھاتی ہوں۔۔ میڈم کو اس میں کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔!" سیلز گرل اسکی رعب دار پرسنیلٹی کو دیکھ کچھ سٹپٹاتی پلٹ گئی تھی۔ اور مہزلہ نے آنکھوں میں الجھن لیے اسکی جانب دیکھا تھا۔

"کیوں بلایا ہے آپ نے مجھے یہاں۔۔؟"

"جیولری شاپ میں کیوں آتے ہیں۔۔؟" ایک ابرو اچکاتے باکس میں سے ایک نازک سی گولڈ کی رنگ نکال کر شوکیس پر رکھے اسکے ہاتھ کو تھامتے پہنا دی۔ مہزلہ کا چہرہ یکدم ہی سرخ پڑنے لگا تھا۔ اس نے فوراً اسکے ہاتھ سے ہاتھ نکالتے انگوٹھی جگہ پر رکھی تھی۔

"مجھے ایسی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔۔"

"یہ ضرورت نہیں شوق میں پہنی جاتی ہیں۔۔!"

"ٹھیک۔۔! مگر مجھے شوق بھی نہیں یہ سب پہننے کا۔۔"

تمہارے شوق کے لیے نہیں بلکہ میں اپنی عزت کے لیے کر رہا ہوں۔۔ایک "سردار کی بیوی ہو تم۔۔"اسفندیار کا انداز کسی بھی رعایت سے عاری تھا۔وہ لب بھینچتی ادھر سے اُدھر ہوتیں سیلز گرلز کو گھورنے لگی۔نجانے کیوں اسے یکدم ہی غصہ آنے لگا تھا۔

اگر آپ کو اپنی ایسی شان و شوکت دکھانی ہے تو مجھے نہیں زمدہ کو لانا چاہیے تھا" پھر۔۔کیونکہ مجھے ایسے کسی دکھاوے میں دلچسپی نہیں۔۔"اسفندیار نے موبائل سے نظر ہٹاتے اسکی سمت دیکھا۔

افسوس اب میں زمدہ کو اتنی ایمرجنسی بنیادوں پر نہیں بلا سکتا۔۔لہذا کل ولیمہ " ہم دونوں کو ہی اٹینڈ کرنا ہے۔۔"اسے دل جلاتا جواب دیتا قریب آتی سیلز گرل کی سمت متوجہ ہو گیا۔

"ڈائمنڈ میں دکھائیں کچھ۔۔یونیک ہونا چاہیے۔۔"

شور سر۔۔"سیلز گرل ایک نظر مہزلہ کو دیکھتی مسکرا کر پلٹ گئی تھی۔اور چند" لمحے بعد ایک ششے کے باکس کے ساتھ حاضر ہوئی تھی۔جس میں ڈائمنڈ کی مختلف قسم کی جیولری تھی۔مہزلہ نے ایک نظر دیکھنے کے بعد دوبارہ ان بیش

قیمت چیزوں پر نظر بھی نہ ڈالی تھی جبکہ اسفندیار کو ایک بریسلیٹ پسند آگئی تھی۔ سیلز گرل سے نکلواتے اس نے مہزلہ کو ہاتھ آگے کرنے کو کہا۔ مگر وہ اسی طرح ہاتھ چھپائی اسے گھور رہی تھی۔ "ہاتھ آگے کرو۔۔!" مگر اسکی ضد پر اسفندیار کو خود ہی اسکی گود سے زبردستی ہاتھ اٹھانا پڑا تھا۔ اور اس نے جان کر اسکا نشانات والا ہاتھ اٹھایا تھا۔ مہزلہ نے بے چینی سے پہلو بدلتے اسفندیار کی سمت دیکھا۔ مگر وہ پورے انہماک سے بریسلیٹ کا لاک لگا رہا تھا۔

ہمم۔۔ نائس۔۔!" اپنی چوڑی ہتھیلی پر اسکا نازک ہاتھ رکھ کر جائزہ لیتا بڑبڑایا" تھا۔ جیسے خود سے مخاطب تھا۔

مگر مجھے پسند نہیں آئی۔۔" اسفندیار نے نظر اٹھاتے اسکی سرخ پڑتی صورت" دیکھی تھی۔

تمہیں تو میں بھی پسند نہیں۔۔ مگر کیا کریں کبھی کبھی دوسروں کی پسند بھی" برداشت کرنی پڑتی ہے۔۔" اسکا ہاتھ شوکیس کے نیچے کرتا اپنی انگلیاں اسکی انگلیوں میں پیوست کر گیا۔ مہزلہ نے سٹپٹاتے سیلز گرلز کو دیکھا جو اسی سمت

متوجہ ان دونوں کو دیکھتیں دبا دبا سا مسکرا رہیں تھیں۔اس کا سر شرم سے جھک گیا۔

"کوئی مسئلہ ہے آپ کے ساتھ۔۔؟"

"تمہیں نوز پن کمفرٹ ایبل رہے گی یا نوز رنگ۔۔؟"

"میں پہنی ہوئی ہوں۔۔ نظر نہیں آرہی آپکو۔۔؟"

ہاں آرہی ہے۔۔اور اسے چومنے کا اس وقت جتنی شدت سے دل چاہ رہا ہے" تمہیں نہیں بتا سکتا۔۔"اسکی گھمبیر مگر مدھم آواز پر اسکا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔اسے ایک پل کے لیے یقین ہی نہیں آیا وہ اتنی بے باک بات وہ بھی پبلک پلیس میں بیٹھ کر کیسے کر گیا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا شاپ کا مینجر چلا آیا۔

سر آپ آنے سے پہلے انفارم کر دیتے۔۔!"وہ بڑے مودب انداز میں بولا" تھا۔

اٹس آل رائٹ۔۔!"اسفندیار نے اپنے مخصوص لیے دیے مغرور لہجے میں" جواب دیا تھا۔

"سر آپکو صحیح طرح ڈیل کر رہی ہیں گرلز۔۔ کوئی پرابلم تو نہیں۔۔؟" مہزلہ نے ان دونوں کو باتوں میں مصروف دیکھ بریسلیٹ کھول کر واپس بوکس میں رکھ دی تھی۔ اتنے میں سیلز گرل ڈائمنڈ جیولری بھی لے آئی تھی۔ پھر اسفندیار نے اس کے اپروول کے بغیر نجانے کیا کیا خرید اتھا۔ اسے نہیں پتہ تھا۔ مینجر نے اسے تمام جیولری گھر پر ڈلیور کرنے کو کہہ دیا تھا۔ وہ اسے لیے باہر نکل گیا تھا۔ مہزلہ خاموشی سے اسکی ہمراہی میں کار میں جا بیٹھی تھی۔ مگر ان کا اگلا پڑاؤ گھر نہیں بلکہ شاپنگ مال تھا۔

"اترو۔۔!"

"کس لیے۔۔؟ اگر آپ کو اب میرے کپڑوں سے بھی مسئلہ ہے۔۔ تو میں ہر گز آپ کے ساتھ نہیں جارہی۔۔ شادی کے لیے میں نے کپڑے رکھے تھے۔۔ وہی پہن لوں گی۔۔!" اسے نجانے کیوں غصہ آنے لگا تھا۔ اسے اسکی یہ عنایتیں بلکل پسند نہیں آرہیں تھیں۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا تم وہ کپڑے نہیں پہنو گی۔۔!" اسکے دوٹوک لہجے پر مہزلہ کی تیوری پر بل آئے تھے۔

اگر آپکو لگ رہا ہے کہ میں نے گلریز کی جانب سے دیے کپڑے رکھے ہیں تو ایسا"

"!نہیں ہے میں نے اپنے۔۔

شٹ اپ۔۔! میں تمہیں پہلے بھی منع کر چکا ہوں۔۔اس خبیث کا نام"

تمہارے منہ پر نہیں آئے۔۔!!"اسفند یار کا چہرہ یکدم ہی تمتما اٹھا تھا۔ مگر مہزلہ کو بھلا دل جلائے بغیر سکون مل سکتا تھا۔۔؟

کیوں۔۔؟اس سے کیا ہو گا۔۔؟کیا حقیقت بدل جائے گی کہ آپ نے گلریز کی"

"منگیتر سے شادی کی۔۔؟

آئی سیڈ۔۔۔جسٹ۔۔۔شٹ۔۔۔اپ۔۔۔!!!"زوردار ہاتھ اگلی سیٹ پر"

مارتا دھاڑ اٹھا تھا۔ مہزلہ بے اختیار آنکھیں میچ گئی۔ جبکہ زبان تالو سے چپک چکی تھی۔اسے اب بولنے کے بعد احساس ہوا تھا کہ کیا کر چکی تھی وہ۔آنکھیں کھولتے اسکا لہو چھلکاتا چہرہ دیکھا۔ مگر وہ اسکی سمت سے نظریں پھیرتا ونڈو پر ہاتھ مار گیا۔

گھر چلو۔۔۔!"اسکی گرجدار آواز پر ڈرائیور واپس گاڑی میں بیٹھتا کار اسٹارٹ"

کر گیا تھا۔ مہزلہ نے مال کے آگے سے گاڑی بڑھتے دیکھ دھڑکتے دل کے ساتھ

کن اکھیوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔ جو سختی سے جبڑے بھینچے ونڈو سے باہر دیکھ رہا تھا۔ لب کاٹتی اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔ اسے سمجھ ہی نہ آیا تھا یہ ہوا کیا تھا۔ گھر پہنچنے پر اسفندیار اسے ڈراپ کرتا گارڈز کے ساتھ خود کہیں نکل گیا تھا۔ وہ منہ لٹکائی اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اس وقت اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اسے مخاطب کر لیتی۔

****

دروازے پر ہوتی دستک پر اسکی آنکھ کھلی تھی۔ موندی موندی آنکھوں سے سورج کی روشنی سے جگمگاتے کمرے کو دیکھا۔ اور پھر رخ موڑتے اپنے برابر والی جگہ دیکھی۔ جو بنا کسی سلوٹ کے خالی پڑی تھی۔ یعنی وہ ساری رات کمرے میں ہی نہیں آیا تھا۔ کل شام اسے یہاں چھوڑنے کے بعد وہ گیارہ بارہ بجے کے قریب لوٹا تھا۔ اسے یقین تھا کھانا تو ساتھ ہی کھائیں گے مگر اسفندیار نے کمرے کا رخ ہی نہیں کیا تھا۔ وہ خود ہی باہر چلی گئی تھی۔ جب اسے گل بانو سے پتہ چلا تھا کہ اسفندیار آج اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا چکا تھا۔ وہ واپس اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ اسے نجانے کیوں شدید غصہ آیا تھا جس کے سبب اس نے کھانا

ہی نہیں کھایا۔ نیند ویسے ہی نہیں آتی تھی۔اس لیے ساڑھے تین چار بجے تک جاگتی رہی مگر اسفندیار نے کمرے کا رخ نہیں کیا۔وہ بھی پھر اس پر لعنت بھیجتی بھوکے پیٹ سوگئی تھی۔ مگر اسے اب بھی کمرے سے غائب دیکھ سلگ اٹھی تھی۔

مجھے کیا میری بلا سے کہیں بھی جائیں۔۔!!"اسی پل ایک بار بھی دروازے پر" دستک دی گئی تھی۔"آجاؤ۔۔۔!!" بال فولڈ کرتی نیم دراز ہوگئی۔

"صبح بخیر خان بی بی۔۔!آپ کا ناشتہ یہیں لے آؤں۔۔؟"

"!نہیں ابھی موڈ نہیں۔۔"

مگر آپ نے رات کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔۔!"اس بار وہ متفکر ہوئی" تھی۔ مہزلہ کسلمندی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا لے آؤ۔۔ تمہارے خان کہاں ہیں۔۔؟"

"خان تو سویرے ہی نکل گئے تھے کسی کام سے۔۔"

ٹھیک۔۔!" بانو کمرے سے نکل گئی تھی۔ جبکہ اسکا دماغ مختلف سوچوں کی" آماجگاہ بن چکا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔کہ اسفندیار صرف اسکی ایک بات پر

اتنا سینٹی کیوں ہو گیا تھا۔ کہ ساری رات کمرے میں ہی نہیں آیا۔ یا شاید وہ ہی کچھ زیادہ سوچ رہی تھی۔ ورنہ وہ شخص کیوں اور کب سے اسکی باتوں کو اتنا سیریس لینے لگا تھا۔ اسے جب اس کی پروا نہیں تھی تو اسکی باتوں کو خاک سیریس لیتا۔

اپنی سوچوں پر اسے خود ہی جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی۔ ابھی وہ باتھروم کی جانب بڑھ ہی رہی تھی کہ اسکے قدم ٹھٹھکے تھے۔ نگاہ ٹیبل پر رکھے شاپنگ بیگز تک گئی تو قدم بھی خود بخود اسی جانب بڑھنے لگے۔ اس نے حیرت زدہ ہوتے بیگز میں جھانکا تھا۔ جس میں سے ایک میں لائٹ فروری رنگ کا لباس تھا جبکہ دوسرے میں سینڈل۔۔! اسے تیسرا بیگ دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ کیونکہ اسکے باہر ہی جیولر کا نام لکھا تھا۔

یہ کب خریدے انہوں نے۔۔؟" لب کاٹتے سوٹ بیگ سے نکال" لیا۔ "او۔۔واؤ!" قدموں تک آتی سلک کی فراک دیکھ اسکے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ سلور نفیس کام سے سجی اس قدر خوبصورت فراک تھی کہ وہ ایک پل کے لیے مبہوت رہ گئی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اسفندیار یہ اس کے

لیے لایا تھا۔ جبھی دروازہ کھلا تھا۔ وہ فوراً پلٹی جہاں بانو ناشتے کی ٹرے لیے کھڑی تھی۔

ارے واہ۔۔ بی بی جی۔۔ کتنا پیارا جوڑا ہے۔۔!!" بانو بھی قریب آتی تعریف" کیے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ مہزلہ نجانے کیوں سرخ پڑتی فراک صوفے پر ڈال گئی۔

"یہ لیں آپ کا گرما گرم ناشتہ۔۔ یہاں رکھ دوں۔۔؟"

ہاں رکھ دو۔۔" وہ سیدھی واشروم کی سمت بڑھ گئی۔ فریش ہو کر واپس آتی" وہیں صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ بانو اسکے پاس ہی کھڑی تھی۔

ابھی جب میں ناشتہ بنا رہی تھی۔۔ گھر کے فون پر خان کی کال آئی" تھی۔۔" گل بانو کی اطلاع پر اسکی بھنویں سکڑیں تھیں۔

"کس لیے۔۔؟"

وہ خان کہہ رہے تھے آپ چار بجے تک تیار رہیں۔۔ خان کے آتے ہی آپ کو" نکلنا ہے۔۔!" مہزلہ کا منہ اوہ کی شکل میں کھلا تھا۔ تو یہ بات ڈائیریکٹ اس سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔۔؟ یا اس کا موبائل بند ہو چکا تھا۔۔؟

خان بی بی آپ پھر یہاں نہیں آئیں گی۔۔؟" گل بانو کی اداسی بھری آواز پر وہ" چونکی تھی۔"آپ کے علاوہ خان آج تک حویلی کی کسی عورت کو نہیں لے کر آئے یہاں۔۔"اس بار مہزلہ کو حیرت ہوئی تھی۔

کسی کو بھی نہیں۔۔؟" حالانکہ زمدہ کے ساتھ وہ ایک دو بار تین تین دن" کے لیے کہیں جا چکا تھا۔

نہیں خان بی بی۔۔اور آپکو دیکھ کر میں بتا نہیں سکتی کتنا اچھا لگا ہے" مجھے۔۔!"اسکی سادہ دلی پر وہ مسکرا دی۔

مجھے بھی تم سے مل کر اچھا لگا۔۔اور کوئی نہیں تمہارا یہاں۔۔؟"ناشتہ کرتے" اس سے پوچھا تھا۔

ہیں نا باغ کو جو سنبھالتا وہ میرا ابا ہے۔۔چوکیدار جو ہے وہ میرا بھائی ہے۔۔اور" اماں اور میں گھر کی دیکھ ریکھ کرتے۔۔خان مہینے دو مہینے میں چکر لگاتے رہتے ہیں " یہاں کا۔۔مگر اپنی بیوی کو پہلی بار لائے ہیں۔۔

"ہمم۔۔۔اور عمر کیا ہے تمہاری۔۔پڑھائی کی۔۔؟"

ابھی اٹھرا کی ہوئی ہوں۔۔اور پڑھائی وغیرہ میں مجھے دلچسپی نہیں تھی۔۔اماں نے ڈانٹ ڈانٹ کر نویں تک پڑھوایا تھا۔۔پھر میرے منگیتر کو بھی زیادہ نہیں پسند یہ سب۔۔"اس نے شرما کر بتایا تو مہزلہ اسکے بھول پن پر اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔اس معصوم کی کتنی مختصر سی زندگی تھی۔نجانے کیوں وہ اپنی زندگی کا اسکی زندگی سے موازنہ کرنے لگی۔اسے تو پھر بھی سہولیات اور آسائشیں دستیاب تھیں۔۔وہ اپنی تعلیم کے لیے سرگرداں تھی اور ایک یہ سامنے کھڑی لڑکی تھی۔۔!

پڑھائی تو بہت اچھی چیز ہوتی ہے بانو۔۔!تم پڑھو گی تو تمہاری آگے آنے والی نسل بھی پڑھے گی پھر۔۔"اس نے نرمی سے سمجھانا چاہا تھا۔

خان بی بی پڑھنے کے لیے استاد اور سر پر سمجھانے والا ہونا چاہیے۔۔ہمارے سکولوں میں تو استاد ہی نہیں تھا۔۔"منہ پر دوپٹہ رکھتی ہنس پڑی تھی۔مہزلہ افسردہ سانس بھر کر رہ گئی۔اسکے قصوروار بھی جاگیردار تھے جنھوں نے اسکولوں کی تعلیم کو روک رکھا تھا۔خاص کر اسکا ابا صاحب جوان قضبوں کا کرتا دھرتا تھا۔گورنمنٹ سے اس کام کا معاوضہ وصول کرتا تھا۔

"میں کپڑے استری کر دوں آپکے۔۔؟"

ہاں کر دو۔۔! "اتنا کہتی وہ چائے کا مگ اٹھا گئی تھی۔اسکا دل نجانے کیوں اداس ہونے لگا تھا۔کاش وہ اپنے علاقے کی عورتوں کے لیے کچھ کر سکتی۔کاش اسکے ہاتھ میں کچھ ہوتا۔مگر وہ کیا کسی کے لیے بولتی یہاں اسکی ماں کو کبھی انصاف نہ مل سکا تھا۔جو ایک مظلوم کی بیوہ تھی۔جسکا شوہر اپنے ہی گھر کی چاردیواری میں جل کر مر گیا تھا۔

****

شام کے ساڑھے چار ہو رہے تھے۔جب اسکی گاڑی پورچ میں آکر رکی تھی۔کریم کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر لائٹ براؤن شال ڈالا وہ گو سے باہر نکلا تھا۔آج صبح سے وہ سیاسی سرگرمیوں میں مصروف تھا۔پارٹی ممبرز سے میٹنگ پھر جرگے کے کچھ پیچیدہ فیصلوں پر گفت وشنید کے بعد اب فرصت ملی تھی۔آج زمان خان کا ولیمہ تھا۔جسے اٹینڈ کرنے کی حامی وہ بھر چکا تھا۔اسکے بعد کے پلان کا اس نے فلحال کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔

خان انسپیکٹر ولی خان کی کال آئی تھی۔۔ کہ جب واپس ایبٹ آباد پہنچیں تو"
انہیں وقت دے دیں۔۔!" خوشحال خان نے اسکے ساتھ چلتے آگاہ کیا
تھا۔اسفندیار پر سوچ انداز میں سر ہلاتا ہاتھ پشت پر باندھ گیا۔

"حویلی سے کوئی خبر۔۔؟"

اباصاحب طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے پیشاور نہیں جاسکے۔۔اور چھوٹے"
خان بھی فلحال ایبٹ آباد میں ہی ہیں۔۔!" اسفندیار دریاب کے ذکر پر لب بھینچ
گیا تھا۔اسے معلوم تھا وہ آج کل کیوں اتنا حویلی میں ٹکا ہوا تھا۔ بریال خان سے
جڑی ایک ایک چیز پر وہ جس طرح نظر رکھا ہوا تھا اس سے بخوبی آگاہ تھا وہ۔

مقبول خان نے بتایا ہے بریال خان اور چھوٹے خان کی تلخ کلامی ہوئی تھی ابا"
صاحب کے آفس کے باہر۔۔!" اسفندیار کے آگے بڑھتے قدم ٹھہر گئے۔ جبکہ
پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئی تھیں۔

"کب کی بات ہے یہ۔۔؟"

دو دن پہلے کی۔۔!" خوشحال خان اسکا موڈ بدلتا دیکھ فوراً سر جھکا گیا تھا۔"

"اباصاحب کو علم ہے۔۔؟"

معلوم نہیں خان۔۔اس وقت کوئی موجود نہ تھا۔۔مقبول خان نے بھی دور" سے دیکھا تھا۔۔"وہ دانت پیستا گھر کے اندر کی سمت بڑھ گیا۔ان دونوں کا دماغ اسے ہی ٹھکانے لگانا تھا اب۔۔

سلام خان۔۔!"گل بانو نے اسے لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھ فوراً سلام کیا" تھا۔اسفندیار سر کے اشارے سے جواب دیتا لاؤنج میں رکھے صوفے پر آبیٹھا۔

مہزلہ کو بلاؤ۔۔کہو دیر ہو رہی ہے۔۔جلدی آؤ۔۔!"کرتے کی جیب سے" موبائل نکالتا اسے جانے کا اشارہ کر گیا۔اسے اس وقت دریاب سے بات کرنی تھی۔'یہ لڑکا اپنے جذباتی پن میں ضرور کچھ کر گزرے گا'کال جا رہی تھی مگر وہ اٹھا نہیں رہا تھا۔ابھی وہ اسے دوبارہ کال کرنے کا سوچ ہی رہا تھا۔جب سامنے کاریڈور سے اسے بانو کی ہمراہی میں 'وہ' آتی نظر آئی تھی۔

جس نے کل شام سے اسکی عقل خبط کی ہوئی تھی۔

جس کے سبب وہ کل ساری رات جاگا تھا مگر کمرے کا رخ نہیں کیا تھا کہ اسے دیکھتے ہی وہ اپنا سارا غصہ بھول جائے گا۔جو اس پر شام سے تھا۔

جو بنا سوچے سمجھے انجام کی پرواہ کیے بنا اسکے وہ بٹن پریس کر دیتی تھی جس کی کبھی کسی نے ہمت نہ کی تھی۔

مگر یہ سامنے سے آتی لڑکی بڑے دھڑلے اور طمطراق سے ہر حد پار کر رہی تھی۔اسے زیر کر رہی تھی۔اور وہ کھڑا بس تماشا دیکھ رہا تھا۔کتنا صحیح کہتے ہیں لوگ کہ صرف ایک عورت تخت و تاج کی بازی الٹ سکتی ہے۔یہ بات اسے اس لڑکی کی قربت سے پہلے جھوٹ اور ڈھکوسلہ لگتی تھی مگر آج سردار اسفندیار خان اس بات پر خود مہر لگا رہا تھا۔

اسکا پسند کیا لباس اور اسی کی پسند کا ڈائمنڈ سیٹ پہنی۔اپنے لمبے بالوں کو پشت پر بکھرائی ہاف کیچر لگائی ہوئی تھی۔سر پر سلیقے سے دوپٹہ ٹکا تھا اور ہیل میں احتیاط سے چل کر اسکی سمت آتی کسی ریاست کی شہزادی ہی لگی تھی۔میک آپ کے نام پر آنکھوں پر لائنر اور لبوں پر مہرون رنگ کا شیڈ تھا۔کیا اس لڑکی نے اس سے زیادہ میک کبھی کیا تھا۔۔؟ مگر اسے ضرورت ہی کہاں تھی بننے سنورنے کی۔۔!

جب یکدم ہی اسکی آنکھوں کے سامنے اسکا دلہن بنا سراپا ابھرا تھا۔جب وہ گلریز خان کے نام پر دلہن بنی تھی مگر اسکے نکاح میں آگئی تھی۔ہاں اس دن وہ بن

سنور کر تیار ہوئی تھی۔ مگر اسکی ہوتے ہی جو حرکت اس نے کی تھی آج بھی اسے وہ منظر یاد تھا کہ کس طرح اسکی خون سے تر کلائیوں کو باندھتا وہ لے کر بھاگا تھا۔

یعنی تم آخری بار بن سنور کر اس رزیل کے لیے تیار ہوئیں تھیں۔۔'نجانے' کیوں اس سوچ نے اسے حسد میں مبتلا کر دیا تھا۔جب مہزلہ اسکے عین سامنے آتی ٹھہر گئی۔

"چلیں۔۔۔؟"

تم کہو تو سہی۔۔اس وقت تو تمہارے لیے چاند تک کی سیڑھی بھی لگوا دوں' گا۔۔'اسے استحقاق بھری مگر خفا خفا سی نگاہوں سے دیکھتا۔بغیر کچھ کہے اپنے ہاتھ میں اسکا ہاتھ لے کر انگلیاں اسکی انگلیوں میں پیوست کرتا خارجی راستے کی سمت بڑھ گیا۔مہزلہ اسکی بے باکی پر ششدر ہوتی اسکے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔

****

ولیمے کی تقریب اپنے عروج پر تھی۔ جس کا انعقاد بینکوئٹ میں کیا گیا تھا۔ وہ خواتین کے حصے میں بیٹھی تھی۔ نگینہ صاحبہ نے خاص مہمانوں کے ساتھ اسے بٹھایا تھا۔ آخر کو خان حویلی کی اکلوتی عورت آئی تھی۔ مگر اس کے لیے سارے چہرے ہی غیر شناس تھے۔ سوائے نگینہ اور ان کی بہو اور بیٹی کے جو بھائی کی شادی پر اسٹیج پر ہی تھیں۔ اس نے دلہن کو دور سے ہی دیکھا تھا۔ جب اسے اپنے برابر میں ایک ادھیڑ عمر خاتون بیٹھتیں نظر آئیں تھیں۔ اور جتنا غور سے اسے دیکھ رہیں تھیں۔ وہ مروتاً مسکرا دی۔

تم روشینا کی بیٹی ہو نا۔۔۔؟" اس بار مہزلہ ٹھٹھکی تھی۔ یہاں جب سے آئی" تھی سب اسے یا تو بہر اور خان کی پوتی کہہ رہے تھے یا سردار کی بیوی کچھ نے تو حسد میں اسے دوسری بیوی کہہ کر بھی مخاطب کیا تھا۔ جسے وہ سرے سے نظر انداز کر گئی تھی۔ اب بھلا سچی بات پر وہ کیا کہہ سکتی تھی۔ وہ تھی اسفندیار کی دوسری بیوی وہ بھی خون بہا میں بیاہی جانے والی۔ مگر اس عورت کا روشینا کی بیٹی کہہ کر مخاطب کرنا اسے حیران کر گیا تھا۔

جی۔۔!" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔ مگر عورت کی نگاہیں اب بھی اسکا اوپر سے نیچے تک جائزہ لے رہیں تھیں۔ "کیسی ہے وہ۔۔؟" مہزلہ اب مزید حیرت میں مبتلا ہوئی۔

آپ میری مورے کو جانتی ہیں۔۔؟" اسکی بے یقینی پر وہ عورت اداسی سے مسکرادی۔

"!تمہاری مورے کالج کے زمانے میں اچھی دوست رہ چکیں میری۔۔"

"اچھا۔۔! کیا نام ہے آپکا۔۔؟ مورے سے ملنے نہیں آئیں آپ کبھی۔۔؟"

گل افشاں۔۔۔روشینا کو بتانا۔۔یاد آجاؤں گی میں اسے۔۔۔اور پھر بیٹا۔۔فرصت "!ہی نہیں ملی کبھی۔۔۔میں اپنی زندگی میں مصروف ہو گئی اور وہ اپنی۔۔

اور کون آیا ہوا ہے تمہارے ساتھ۔۔؟ سنا ہے سردار کی بیوی بھی آئی" ہے۔۔؟" ان کے پوچھنے پر مہزلہ ایک پل کے لیے بلکل چپ سی رہ گئی۔ مگر پھر پہلو بدلتے بولنا پڑا۔

"!میں ہی ہوں وہ۔۔"

"کیا۔۔! مگر وہ تو___ "مگر نجانے کیوں وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئیں۔اور مہزلہ ان کے شاک کو بخوبی محسوس کر گئی تھی۔

"سردار اسفندیار کی بیوی ہو تم۔۔؟"انہوں نے نام لیتے اس بار یقین دہانی کرنی چاہی۔

"جی۔۔!"وہ اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"مگر میں نے تو سنا تھا ونی کا معاملہ تھا۔۔؟"مہزلہ کو اپنے چہرے کے تمام رنگ اترتے محسوس ہوئے۔جسے سامنے بیٹھی عورت نے محسوس کر لیا تھا۔

"بیٹا معاف کرنا اگر میں نے۔۔!"

"نہیں اٹس اوکے۔۔میرے منگیتر پر تایا ابا کے قتل کا الزام لگا تھا جس کی وجہ سے۔۔!"

"ہونہہ۔۔!تو تمہیں بلی چڑھا دیا۔۔اور تمہاری ماں ہمیشہ کی طرح خاموش رہی جیسے اپنے شوہر کی موت___ "مہزلہ نے ٹھٹھک کر انکی جانب دیکھا تھا۔اور وہ یکدم مضطرب سی ہوتیں خاموش ہو گئیں۔"میں شاید کچھ زیادہ ہی بول جاتی ہوں کبھی کبھی۔۔!"مگر مہزلہ نے انکا عزر سنا ہی نہ تھا۔

"آپ جانتی ہیں میرے بابا کی ڈیتھ کیسے ہوئی۔۔؟"

کون نہیں جانتا بہراور خان کا بیٹا جل کر مرا تھا۔۔یہ بات تو پورے صوبے میں" پھیل گئی تھی۔۔!" مہزلہ لب بھینچتی اپنے دائیں ہاتھ کو گھورنے لگی۔جس میں اس وقت اسفندیار کی دی ہوئی ڈائمنڈ بریسلیٹ جھلملا رہی تھی۔جبکہ آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر وہی آگ آ گئی تھی۔"ہائے۔۔نظر کھا گئی ان دونوں کی جوڑی کو۔۔بڑا چبھتے تھے تمہارے ماں باپ سب کو۔۔!" مہزلہ نے انکی جانب دیکھا۔وہ اپنے ہی خیالوں کی رو میں تھیں۔

تمہارے باپ میں ہمت تھی جو تمہارے دادا کے سامنے تن گئے۔۔ورنہ" "روشینا کبھی یہ قدم نہ اٹھاتی۔۔

کونسا قدم۔۔؟" اس عورت نے مہزلہ کی جانب دیکھا تھا۔"

روشینا نے بتایا نہیں تمہیں۔۔؟" اسکی ماں ایک بند کتاب تھی ان کے لیے" ہمیشہ سے۔ماضی کیا کبھی اپنی اور اپنے باپ کی کہانی تک ڈسکس نہیں کی تھی۔اسے یہ تک نہیں معلوم تھا کہ جب تائی اور تایا کی شادی کی تصویریں موجود تھیں تو اسکے ماں باپ کی کوئی یاد کیوں نہ تھی۔۔!

کس بارے میں۔۔؟" اور اب اس عورت کو لگا تھا وہ ضرورت سے زیادہ بول گئی تھی۔ "چلو میں ذرا دلہن سے مل لوں پھر بات ہوتی ہے۔۔!" وہ اٹھ رہی تھی مگر مہزلہ اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی روک گئی۔

"!پلیز آنٹی۔۔آپ اس طرح مجھے الجھا کر نہیں جا سکتیں۔۔"

"ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے بیٹا۔۔فرصت میں ملے تو۔۔"

مجھے نہیں معلوم میں دوبارہ کبھی آپ سے ملوں گی بھی یا نہیں۔۔" اسکی" آنکھوں میں التجا دیکھ وہ گہری سانس بھرتی بیٹھ گئی۔

آپ میری مورے کے بارے میں اور کیا کیا جانتی ہیں۔۔؟" اسکے اشتیاق پر" وہ عورت مسکرا دی۔ بھلا کوئی بیٹی اپنی ماں کی زندگی سے بھی اتنی بے خبر ہو سکتی تھی۔۔؟

روشینا اور میں ساتھ ہی کالج جایا کرتے تھے۔۔ابھی پہلا ہی سال تھا جب" بہرا ور خان کے چھوٹے بیٹے کو روشینا پسند آگئی تھی۔۔روشینا تو یہ سن کر ہی خوفزدہ ہو گئی۔۔اسکا رشتہ پہلے ہی طے تھا مگر نجانے کیسے اسکے منگیتر کو ایسے ملیریا نے جا لیا تھا کہ بات موت کی وجہ بن گئی۔۔اب برلاس خان کی محبت میں

اور شدت آچکی تھی اور روشینا بھی بھلا کب تک اپنے جذبوں سے بھاگ سکتی تھی۔۔ مگر دونوں خاندانوں میں زمینوں پر تنازعہ شروع سے تھا۔روشینا کے والد یعنی تمہارے نانا اور تمہارے دادا ہمیشہ ہی ایک دوسرے کے مدِ مقابل رہتے تھے۔۔اور جب بہراور خان کو برلاس خان کی خواہش کا علم ہوا انہوں نے عاق کرنے کی دھمکی دے دی۔ کیونکہ برلاس خان ایک تو پہلے سے منگنی شدہ تھا دوسرا روشینا دشمن کی بیٹی تھی۔۔ مگر برلاس خان بغیر کسی کی پرواہ کیے ایک دن دونوں خفیہ طور پر روشینا سے شادی کر کے حویلی لے گیا۔۔ تمہارے نانا توان کے خون کے پیاسے بنے گھوم رہے تھے۔۔ شور تو تمہارے دادا نے بھی خوب مچایا۔۔ مگر وہ سیاست دان تھے۔۔انہوں نے روشینا کے گھر سے بھاگ کر شادی کرنے کی خبر جو پورے شہر سے چھپی تھی جنگل میں آگ کی طرح پھیلوا دی۔۔ مگر بیٹے کو تو مرتے نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے علاقے کا سپورٹ حاصل کرنے کے لیے روشینا کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور اپنے گھر کے ایک کونے میں جگہ دے دی مگر برلاس خان کو وہ ہر چیز سے الگ کر چکے تھے وہ۔۔ میں بس شادی ہونے سے پہلے ایک بار ہی روشینا سے ملنے جا سکتی تھی۔۔ بیچاری بڑی پریشان

تھی۔۔امید سے تھی مگر گھر میں کھانے کو اناج بھی نہ تھا برلاس خان نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔۔اسکے بعد سے میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہوا۔۔"اس عورت نے دکھ بھری سانس خارج کی تھی۔جبکہ مہزلہ کا دل اس وقت کسی پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔آج اسے معلوم ہوا تھا کہ اسکی ماں کبھی ان کے لیے آواز کیوں نہ اٹھا سکی تھی۔

بہراور خان کیوں انہیں ہمیشہ تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

کیوں روشینا اور اسے ایک پلڑے میں تولتے تھے۔

آج اسے حویلی والوں سے اور شدید نفرت محسوس ہوئی تھی جنہوں نے اسکے ماں باپ کی محبت کو ان کے لیے جرم بنا دیا تھا۔تاریخ نے جیسے روشینا کے واقعے کو اس پر دہرایا تھا۔مگر وہ محبت پانے میں کامیاب ہو گئیں تھیں جبکہ وہ۔۔!وہ اپنا دوست بھی کھو بیٹھی تھی۔اور آج دونوں ہی اس حویلی کی قیدی تھیں۔۔روشینا نے اس قید کو خود چنا تھا۔۔جبکہ اسکے مقدر میں پہلے ہی لکھی جا چکی تھی۔۔!

****

رات کے دس بج رہے تھے۔زمان خان نے آج کی رات انہیں اپنا مہمان بنالیا تھا۔حالانکہ اسفندیار کا اپنا ہوٹل بھی تھا یہاں مگر اس نے دوست کا مان رکھنے کے لیے حامی بھرلی تھی۔مہزلہ زمان خان کی بہن کی ہمراہی میں گیسٹ روم میں چلی آئی تھی۔جو پورے گھر کی طرح بڑا ہی شاندار تھا۔وڈین فلور کنگ سائز قیمتی لکڑی سے بنا بیڈ۔۔گہرے نیلے رنگ کے پردے۔۔ہر چیز سلیقے سے سجی تھی۔

"میرے کپڑوں کا بیگ گاڑی میں ہے۔۔!"

جی میں منگوادیتی ہوں۔۔"درینہ اشتیاق سے اسے دیکھتی بولی تھی۔اس" وقت وہ اتنی ڈسٹرب تھی کہ صحیح طرح مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔درینہ کے جانے کے بعد وہ گہری سانس بھرتی کھڑکی کے پاس رکھے صوفے پر آبیٹھی۔

اسے حویلی سے نکلے آج تیسرا دن تھا۔اور اس وقت شدت سے دل چاہ رہا تھا اپنی ماں کی آغوش میں جا کر منہ چھپا لیتی۔اپنے گزشتہ رویوں کی معافی مانگتی۔بچپن سے آج تک ان کے دل کی پرواہ کیے بنا اپنی بھڑاس اپنا غصہ ان پر نکالتی آئی تھی۔جبکہ اصل غم کی چکی میں تو وہ پسی تھیں۔حویلی کی اصل غلام تو وہ تھیں۔آنکھوں کی نمی کو حلق میں اتارتے کھڑکی سے باہر دیکھا۔جہاں نیچے ہی

اسے اسفندیار بون فائر کے آگے بیٹھا نظر آیا تھا۔اسکے ساتھ دو تین لڑکے اور تھے اور سب ہی باتوں میں مصروف تھے۔

'کتنی آسان ہے تمہارے لیے زندگی اسفندیار۔۔! ابا صاحب کی آنکھ کا تارا ہو۔۔اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آ چکے ہو۔۔ حویلی کے بے تاج بادشاہ۔۔مجھے پہلے کاروان سے الگ کیا۔۔ پھر میرے ہی منگیتر کی کنپٹی پر بندوق رکھ کر مجھ سے نکاح کر لیا۔۔ تمہیں تو معلوم تھا میری ماں تو آواز اٹھائے گی نہیں اسلیے جیسا چاہے ستم کرو۔۔میری زندگی تو مذاق ہے تمہارے لیے۔۔۔' گھٹنوں پر سر رکھی وہ بے خیالی میں اسے دیکھے گئی۔

اسی پل اسفندیار کی نگاہ بھی بے ارادہ ہی یا شاید اسکی نظروں کے ارتکاز پر فرسٹ فلور کی سمت اٹھی تھی۔ جہاں وہ اداس چہرہ لیے کھڑکی میں بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ ایک پل کے لیے ٹھٹھکتا اس ساحرہ کی نظر سے بندھ گیا۔ مہزکہ کو ابھی اس شخص کی آنکھوں میں اترا آگ کا عکس دیکھتے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ وہ نگاہ پھیر گئی تھی۔اور اسکی یہ حرکت نیچے بیٹھے شخص کو بے کل سا کر گئی تھی۔'میں کیوں اس شخص کو اپنا آپ سونپ گئی۔۔یہ بھی تو ابا صاحب جیسا ہی

ہے اس نے بھی تو مجھے باپ کے قصاص کے طور پر خرید اہے۔۔پھر میں کیسے اس شخص سے یہ امید لگا بیٹھی کہ یہ مورے کو ان کا بیٹا لوٹا دے گا۔۔؟'وہ انہی سوچوں میں گم جانے کہاں سے کہاں نکل گئی تھی۔اس پل کمرے کا دروازہ وا کرتا اسفندیار اندر داخل ہوا تھا۔مہزلہ نے رخ موڑتے دروازے کی سمت میں رکھ دیکھا۔کندھوں پر شال ڈالا دروازہ بند کرتا اسکا اور اپنا بیگ وہیں کونے گیا تھا۔مہزلہ پاؤں نیچے فرش پر رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔شام سے اس بھاری فراک کو پہنے پہنے تھک چکی تھی۔آگے بڑھ کر اپنا بیگ اٹھاتی واپس صوفے پر ہی آگئی تھے۔اسفندیار نے بغور اسکا چہرہ دیکھا تھا۔اس کی غیر معمولی خاموشی اسکے ماتھے پر بل لے آئی تھی۔

یہ کیوں چپ تھی جبکہ خفا تو وہ تھا اسکی کل شام میں کی گئیں باتوں کی وجہ سے۔۔!کپڑے نکال کر دوپٹہ سائیڈ پر رکھتی ڈریسنگ روم کی سمت بڑھ ہی رہی تھی کہ وہ آگے بڑھتا بازو تھام کر روک گیا۔مہزلہ نے اپنی متورم آنکھیں اٹھاتے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔اور اسفندیار کی آنکھیں چھوٹی ہونے لگیں۔

"کیا بات ہے۔۔؟"

کیا مطلب۔۔؟"اسکی بھونیں بھی سکڑیں تھیں۔"

یہ آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں۔۔؟"دوسرے ہاتھ سے اسکے بال" چہرے سے ہٹائے تھے۔اور مہزلہ کا دل ایک بار پھر بھر آیا تھا۔ مگر وہ اسکے سامنے تو قطعاً نہیں رو سکتی تھی۔

"یہ ایسی ہی ہیں۔۔"

"اچھا۔۔؟ میں تو جیسے جانتا نہیں۔۔یا پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔۔؟"

ہاں شاید پہلی بار دیکھ رہے ہو کیونکہ میں ایسی ہی ہوں۔۔!"اسکا آپ سے تم پر" آنا اسفندیار کو بتا گیا تھا کہ وہ اس وقت غصے میں تھی۔

میں بتاؤں کیسی ہو۔۔؟"اسکی گردن کی پشت پر ہاتھ رکھتا ذرا اونچا" کر گیا۔ مہزلہ کو اسکے کھمبے جیسے قد کی وجہ سے پنجوں پر آنا پڑا تھا۔وہ پانچ فٹ چار انچ تھی جبکہ یہ شاید چھ فٹ کو کراس کرتا تھا۔

مجھے پتہ ہے میں کیسی ہوں۔۔اس وقت اپنی برائیاں سننے میں کوئی دلچسپی نہیں۔۔!" سرد لہجے میں کہتے اسکا ہاتھ اپنی گدی سے ہٹانا چاہا۔ مگر وہ فاصلے مزید مختصر کر گیا۔

"بلکل شیر کے بچے جیسی۔۔اپنے چھوٹے چھوٹے ناخنوں سے بڑے شکاری پر حملہ کرنے والی شیر خوار شیرنی۔۔!" اسے جملے کے آخر میں مسکراہٹ ضبط کرتا دیکھ مہزلہ سرخ پڑتی سر سے پیر تک سلگ اٹھی۔ یہ شخص لمحوں میں اسے گیس لائٹ کرتا تھا اور پھر جب وہ وار کرتی تھی تو سارا الزام اس پر ڈال دیتا تھا۔

"اور تم پتہ ہے کون ہو۔۔؟"

"ہاں ببر شیر۔۔!! جو اس شیر خوار شیرنی کو کبھی بھی اپنے پنجوں میں جکڑ لے گا۔۔!" اور رہا سہا فاصلہ بھی سمیٹ گیا تھا۔ مہزلہ نے غصیلے انداز میں ہاتھ پاؤں چلاتے اسکی گرفت سے نکلنا چاہا تھا۔ مگر وہ چند لمحے بعد سر اٹھاتا بے ساختہ قہقہ لگا گیا۔

"دیکھ لو پھر شیر خوار شیرنی کی طرح حرکتیں کر رہی ہو۔۔ جبکہ جانتی ہو میرے آگے یہ کوششیں بے سود ہیں۔۔!" اسکے ہاتھ سے کپڑے چھینتا صوفے پر

پھینک گیا تھا۔ مہزلہ شرم وغصے سے سرخ ہوتی اپنی کلائی چھڑانے کی تگ ودو میں تھی۔ جب وہ ایک ہی جست میں اسے باہوں میں اٹھاتا بیڈ کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ کا اسکی حرکت پر شاک سے منہ کھل چکا تھا۔ تمام سوچیں جو اسفندیار کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اسکے گرد تارِ عنکبوت بُن رہیں تھیں اس نے ایک پھونک میں سب توڑ دیا تھا۔

****

صبح کے دس بج رہے تھے۔ جب اسکی آنکھ موبائل پر ہوتی رنگنگ سے کھلی تھی۔ ایک نظر پلٹ کر اپنی جانب سے رخ کیے سوئی مہزلہ کو دیکھا اور موبائل اٹھا گیا۔ جہاں اسکی ماں کی کال آرہی تھی۔

"!اسلام وعلیکم مورے۔۔"

وعلیکم اسلام۔۔! خاناں کہاں ہو اس وقت۔۔؟"ان کی فکرمند آواز پر وہ نیم" دراز ہو گیا۔

مظفرآباد میں ہی ہوں ابھی تو۔۔!"ہاتھ بڑھاتے مہزلہ کے لانبے بالوں میں" ہاتھ پھیرا تھا۔ جو تکیے پر دور تک پھیلے تھے۔

"بس فوراً واپس آجاؤ اب۔۔"

"کیوں خیریت۔۔؟"

خیریت ہی تو نہیں۔۔ زمدہ کل رات سے ہسپتال میں ہے۔۔!" اسفندیار کا"

مہزلہ کے بالوں میں چلتا ہاتھ یکدم ٹھہر گیا۔

واٹ۔۔۔!! کیا ہوا ہے اسے۔۔۔؟" اسکے لہجے میں تفکر واضح تھا۔ مہزلہ کی" آنکھ بھی اسکی پریشان آواز پر کھل گئی تھی۔ اور موندی موندی آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا۔

فجر کے وقت گل بینا کا فون آیا تھا کہہ رہی تھی اچانک حالت خراب ہوئی ہے" بریال کے ساتھ ہسپتال لے کر چلی گئی تھی۔۔۔۔ تم بس آجاؤ۔۔۔" خود پر سے کمفرٹر ہٹاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

تو یہ بات آپکو مجھے اسی وقت بتانی چاہیے تھی۔۔ کیسی طبیعت ہے اب" اسکی۔۔؟" مہزلہ نے بھنویں سکڑتے اسکی جانب دیکھا۔ مگر وہ اسکی سمت متوجہ نہیں تھا۔

"ڈرپ لگوائی ہوئی ہے ابھی تو بے ہوش ہی ہے۔۔"

میں آ رہا ہوں۔۔ فکر نہیں کریں آپ۔۔!"رابطہ منقطع کرتا۔ کسی اور کو کال" لگا گیا تھا۔

ہاں خوشحال۔۔!! ایبٹ آباد کے ٹکٹس بک کرواؤ آج کی فوراً۔۔"دوسری" جانب سے کچھ کہا گیا تھا۔"اچھا۔۔ کب کی۔۔ چلو صحیح ہے۔۔ بس پھر نکلتے ہیں۔۔!"کال کاٹتا پلٹا تو مہزلہ کو جاگتا پایا تھا۔

"کس کی طبیعت خراب ہے۔۔؟"

زمدہ کی۔۔ ریڈی ہو جاؤ۔۔ ایک گھنٹے میں ہماری فلائٹ ہے۔۔"موبائل" سائیڈ ٹیبل پر رکھتا عجلت میں واشروم کی سمت بڑھ گیا۔ جبکہ مہزلہ ہونق بنی بیٹھی تھی۔

فلائٹ۔۔؟ یعنی پلین سے۔۔؟"نجانے کیوں اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی" تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی ٹرین کا سفر نہیں کیا تھا جہاز تو بہت دور کی بات تھی۔

وہ شاور لے کر واپس آیا تو مہزلہ کو اسی جگہ جما ہونٹ چباتا دیکھ زچ ہو گیا۔"کن سوچوں میں گم ہو۔۔؟ ریڈی نہیں ہونا۔۔؟"مہزلہ چونکتی اٹھ گئی تھی۔

"اور کون کون جا رہا ہے ہمارے ساتھ۔۔؟"

ہم دونوں کی ہی ارجنٹ فلائٹ بک ہو سکی ہے۔۔خوشحال خان گارڈز وغیرہ" کے ساتھ بائے روڈ ہی آئے گا۔۔"اپنے نم بال رگڑتا ڈریسنگ کی سمت بڑھ گیا۔

اچھا۔۔؟تو۔۔تو میں ان لوگوں کے ساتھ آجاؤں گی۔۔آپ چلے" جائیں۔۔!"اسفندیار کے آگے بڑھتے قدم ٹھہر گئے۔اور پلٹ کر الجھی نگاہ اس پر ڈالی۔

"کیا مطلب۔۔؟"

مطلب۔۔آپ کو ابھی جلدی ہے۔۔پلین سے چلے جائیں۔۔میں آرام سے" گارڈز کے ساتھ بائے روڈ آجاؤں گی۔۔"اسکے نادر مشورے پر اسفندیار نے خشمگین نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہارے دماغ کا اسکرو کہیں گر گیا ہے۔۔؟"

"جی۔۔؟"

نہیں مجھے بتاؤ تا کہ میں نیا لگا کر ٹائٹ کروں، میں یہاں تمہیں گارڈز کے" بھروسے چھوڑ جاؤں۔۔اور خود اکیلا چلا جاؤں۔۔؟ابھی تمہاری صحبت میں رہ کر

اتنا پاگل نہیں ہوا۔۔! " مہزلہ اسکے طنز ہر سلگ اٹھی تھی۔وہ ڈریسنگ کی جانب متوجہ ہوتا بالوں میں برش پھیرنے لگا۔

اگر آپ اس لیے کر رہے کہ میں کہیں اور نہ نکل جاؤں تو آپ کے گارڈز " میرے ساتھ ہوں__ "اسفندیار نے رخ پھیرتے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی جو اسکی زبان پر بریک لگانے کے لیے کافی تھی۔پھر وہ لب بھینچتی باتھ روم کی سمت بڑھ گئی۔اور احتجاجاً زوردار طریقے سے دروازہ بند کیا تھا۔اسفندیار نے باتھروم کے دروازے کو گھورا تھا۔

"! عجیب ہے۔۔"

اگلے آدھے گھنٹے میں وہ لوگ زمان خان کی فیملی کو الوداع کر کے ائیرپورٹ کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ مہزلہ کے پیٹ میں اونچائی کا سوچ کر ہی ہول اٹھنے لگے تھے۔ مگر اپنا یہ خوف وہ اسفندیار کو نہیں بتا سکتی تھی۔ مگر اسکے لب مسلسل ورد کر رہے تھے۔اسفندیار نے فون پر گفتگو کرتے راستے میں کئی بار اسکی سمت دیکھا تھا۔جو اڑے ہوئے حواس کے ساتھ مسلسل کچھ پڑھنے میں مصروف تھی۔

کیا بات ہے۔۔؟"ائیر پورٹ میں داخل ہوتے اسفند یار نے اس سے پوچھا" تھا۔

کچھ نہیں۔۔!"ماتھے پر ہاتھ پھیرتی اسکے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔"

"پھر چہرے کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے۔۔؟"

ایسا ہی ہے میرا چہرہ۔۔"لب بھینچتی آس پاس سے گزرتے لوگ گھورنے" لگی۔۔جو انہیں ٹھہر ٹھہر کر دیکھ رہے تھے۔اسے مزید گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔اسکے برعکس اسفند یار اپنی بارعب اور وجیہہ پرسنالٹی لیے سب کو نظرانداز کرتا اس اکیس سالہ ضدی بچی کو دیکھ رہا تھا۔

اتنا برا ابھی نہیں جتنا اس وقت لگ رہا ہے۔۔"اسکے مسکراتے لہجے پر مہزلہ نے" سلگ کر اسکی جانب دیکھا۔

تو کس نے کہا ہے مجھے دیکھو۔۔؟"اسکے تپے تپے لہجے پر وہ سر نفی میں ہلاتا" آگے بڑھ گیا۔جہاز میں بیٹھتے وقت اسکی رنگت مزید نچڑ چکی تھی۔اسفند یار نے اپنی سیٹ بیلٹ لگاتے اسکی جانب دیکھا تھا۔اور اس بار اسکی بھنویں سکڑ گئیں تھیں۔جو سفید چہرہ لیے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں سے سیٹ بیلٹ باندھنے کی

کوششوں میں تھی۔اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے اسکے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا تھا جو بلکل برف ہو رہے تھے۔

اتنی ٹھنڈ لگ رہی ہے تو سوئیٹر کیوں نہیں پہنا۔۔؟"اسکی سیٹ بیلٹ لگاتے ڈپٹا تھا۔مہزلہ دونوں ہاتھ شال میں چھپاتی لب کاٹنے لگی۔کچھ دیر میں پلین ٹیک آف کرنے کی آناؤنسمینٹ ہونے لگی تھی۔اور اسے اپنے ماتھے پر ٹھنڈا پسینہ پھوٹتا محسوس ہوا۔

یا اللہ مدد۔۔۔مدد۔۔۔مجھے۔۔۔مجھے ایسے نہیں مرنا۔۔۔!"جہاز اڑان بھر رہا تھا۔جب اس نے مہزلہ کو کہتے سنا تھا۔اور چونک کر اسکی جانب دیکھا جو سر جھکائے آنکھیں میچی بڑبڑا رہی تھی۔"یا اللہ پلیز۔۔!"جب اسے اسفندیار کا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست ہوتا محسوس ہوا تھا۔اس نے بے ساختہ آنکھیں کھول کر اسکی گہری آنکھوں میں دیکھا تھا۔

میں اب اتنی آسانی سے مرنے بھی نہیں دوں گا۔۔!"اس نے نزدیک جھکتے انتہائی مدھم اور گھمبیر لہجے میں سرگوشی کی تھی۔وہ بنا پلک جھپکائے اسے دیکھے چلی گئی۔اس شخص کا لمس تھا یا نگاہیں وہ خوف بھلائی بس اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

****

ایبٹ آباد پہنچ کر مہزلہ گارڈز کے ساتھ گھر چلی گئی تھی۔ جبکہ وہ ہاسپٹل روانہ ہو گیا تھا۔ اسکی راستے میں ماں سے بات ہو گئی تھی۔ زمدہ کی حالت اسٹیبل تھی۔ جس وقت وہ ہاسپٹل پہنچا دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔

"خان۔۔؟" پژمردہ سی حالت میں وہ بیڈ پر نیم دراز بیٹھی تھی اور پھپھی اسے جوس پلانے کی کوششوں میں تھی۔ جب اسفندیار روم میں داخل ہوا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اب۔۔؟" قریب آتے پھپھی سے استفسار کیا تھا۔ زمدہ اسکے قریب آنے پر سینے سے لگتی حصار باندھ گئی۔

"اب تو اللہ کا کرم ہے بہتر ہے۔۔ ورنہ صبح تو اللہ معاف کرے اس کی ایسی حالت تھی ہم سب کے پاؤں پھلا دیے تھے۔۔" پھپھی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے بتایا تھا۔ اسفندیار اسے الگ کرتا اسکے چہرے کے اترے رنگ دیکھنے لگا۔

"اللہ کا شکر ہے۔۔ کیسا محسوس کر رہی ہو اب۔۔؟"

"بس تھکن سی ہو رہی ہے۔۔"

کچھ کھایا۔۔؟"اسکے فکر مندی سے استفسار کرنے پر تائی اور پھپھی مسکرا دیں" تھیں۔

کہاں کچھ لبوں پر رکھ ہی نہیں رہی یہ لڑکی۔۔ڈاکٹر کہہ کر گئی ہے اسے کھلاؤ"

"پلاؤ۔۔

"یہ کیا سن رہا ہوں میں زمدہ۔۔ تم نے میرے پیچھے خیال نہیں رکھا اپنا۔۔؟"

بیٹا ایسی حالت میں لڑکی خود خیال کہاں رکھتی ہے۔۔ ہمیں ہی رکھنا"

ہے۔۔"تائی نے فوراً بہو کی طرف داری کی تھی۔

چلو کچھ کھالو اب۔۔"سائیڈ ٹیبل سے جوس اٹھا کر اسکی سمت بڑھایا تھا۔ مگر وہ" سر نفی میں ہلا گئی۔

"!نہیں خان۔۔مجھے آپکے ساتھ گھر جانا ہے بس۔۔"

"ڈاکٹر کب جانے کا کہہ رہی ہے۔۔؟"

اس نے تو دوپہر تک کا کہہ دیا تھا۔۔ میں پوچھ لیتی ہوں۔۔" پھپھی جگہ سے" اٹھتیں باہر نکل گئیں۔

سیدھے یہیں آئے ہو۔۔؟"تائی نے اس سے استفسار کیا تھا جس پر وہ محض سر ہلا گیا۔"مہزلہ کہاں ہے۔۔؟"زمدہ نے بغور اسکے نکھرے نکھرے وجیہہ چہرے کو دیکھا تھا۔

"وہ تھک گئی تھی۔۔سیدھا گھر گئی ہے۔۔"

ایسا بھی کیا تھک گئی تھی۔۔زمدہ کی خیریت کے لیے تو آ ہی سکتی تھی۔۔"تائی" نے منہ بناتے ناگواری سے کہا۔

کوئی بات نہیں ماسی۔۔میں۔۔گھر ہی تو جا رہی ہوں۔۔مل لے گی" وہیں۔۔"ایک نظر اسفندیار کے سپاٹ چہرے کو دیکھی نقاہت بھرے لہجے میں بولی۔

جوس ختم کرو پہلے۔۔پھر دیکھتے ہیں کیا، کرنا ہے۔۔!"اسفندیار نے اسکے ہاتھ" میں جوس تھما دیا تھا۔

کوئی مرد کیوں نہیں یہاں۔۔؟بریال کہاں ہے۔۔؟"اس نے بھنویں" سکیڑتے ماں سے پوچھا۔

دریاب تو لاہور گیا ہوا ہے۔۔ ابا صاحب کی ایسی حالت نہیں تھی۔۔ جبکہ "

" بریال۔۔

لالا یہیں تھے۔۔ زرتشہ کی کال پر گئے ہیں۔۔!" سنبھل کر بیٹھتے زمدہ فوراً"

بولی تھی۔ اسفندیار نے اسکی جانب دیکھا۔

" موبائل تو ہے نہیں زرتشہ کے پاس ہے نا۔۔؟"

گھر کے نمبر سے آئی تھی کال۔۔" آدھا گلاس پی کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر گلاس "

رکھ دیا۔

میں ذرا دیکھ لوں۔۔ یہ گل بینا کہاں رہ گئی۔۔ تم ذرا بیٹھو اسکے پاس "

خاناں۔۔" تائی اپنا دوپٹہ درست کرتیں باہر نکل گئیں تھیں۔ زمدہ ان کے نکلتے

ہی اسفندیار کا ہاتھ تھام گئی۔

میں نے بہت یاد کیا آپکو خان۔۔!" آنکھوں میں محبت لیے اسکی جانب دیکھا "

تھا۔ اسفندیار نرمی سے اسکے رخسار تھپک گیا۔

" مجھے معلوم ہے۔۔"

" آپ ناراض تو نہیں۔۔ میری وجہ سے اچانک واپس آنا پڑ گیا۔۔"

کیسی بیوقوفی کی بات کر رہی ہو۔۔آنا تو تھا نا۔۔چلو بس مورے کو بولو تمہارا" سامان رکھیں۔۔پھر گھر چل رہے ہیں۔۔"زمدہ کے اندر اندر تک آسودگی اتر گئی تھی۔اسکی محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔

****

ارے۔۔تم کب آئے۔۔؟"وہ حویلی پہنچی تو لاؤنج میں بیٹھے زرغان کو دیکھ کر" سرپرائز رہ گئی۔زرغان بھی بہن کو دیکھ دوڑا چلا آیا تھا۔

آپا۔۔!!میں صبح ہی آیا ہوں۔۔۔"اس سے لگتے چہکا تھا۔مہزلہ نے نرمی سے" مسکراتے اسکے بال بکھیر دیے۔

"کس کے ساتھ آئے ہو۔۔؟"

"دریاب لالا۔۔وہ لاہور میں ہی تھے نا۔۔"

اچھا۔۔۔ویری گڈ۔۔مورے کہاں ہیں۔۔"اسکے ساتھ صوفوں کی سمت" بڑھتے پوچھا۔

کچن میں میرے لیے چائینیز بنا رہی ہیں۔۔"اسکے مزے لے کر کہنے پر مہزلہ" ہنس پڑی۔

شہری بابو آیا ہے۔۔اب تو مورے دستر خوان لگا دیں گی۔۔"زرغان اسکی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

اوہو۔۔ویلکم بیک۔۔!!"سیڑھیوں سے نیچے آتی درخنے ان کے پاس ہی چلی آئی۔

یہ آپ نے کس کو دیکھ کر کہا آپا۔۔اس بار تو زلہ آپا بھی نادرن ایریاز سے آئیں ہیں۔۔"زرغان نے شرارت سے آنکھیں گھماتے پوچھا تھا۔درخنے ہنس پڑی۔جبکہ مہزلہ نے جھینپتے اسکے سر پر چپت لگائی تھی۔

ارے ہاں۔۔یہ تو سوچا ہی نہیں میں نے ورنہ تو ہمارے لاڈ صاحب ہی آتے ہیں ملاقات کرنے۔۔"وہ بھی ان دونوں کے ساتھ ہی آبیٹھی۔

آپا لالا نہیں آئے۔۔؟"زرغان نے اسفندیار کے بارے میں پوچھا تھا۔"

نہیں۔۔انہیں کام تھا۔۔تھوڑی دیر میں آئیں گے۔۔"اتنے میں ہاتھ میں پاستا اور فریش جوس سے سجی ٹرے لیے روشینا بھی چلی آئیں تھیں۔اور بیٹی کو بیٹھا دیکھ حیران رہ گئیں۔

تم کب آئیں۔۔؟"قریب آتے زرغان کے سامنے ٹرے رکھی تھی۔مہزلہ" نے ان کے سادہ پر نور چہرے کو بغور دیکھا تھا۔جو آج بیٹے کی آمد پر دمک رہا تھا۔

"ابھی آئی ہوں گارڈز کے ساتھ۔۔"

"آپا پلین سے آئی ہو یا بائے روڈ۔۔؟"

پلین سے۔۔! پھر یہاں تک روڈ سے مسٹر "اور یہ کہتے نجانے کیوں اسکا چہرہ" سرخ پڑھ گیا تھا۔جبکہ درخنے اور روشینا دونوں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

ڈریں نہیں۔۔؟"درخنے کے مزاحیہ انداز پر مہزلہ نے اکڑ کر اسے دیکھا تھا۔"

نہیں۔۔!"کیونکہ اسکا اونچائی سے خوف زرتشہ اور ان دونوں کو ہی معلوم تھا" مگر آج اسفندیار بھی اس کا رازدار بن چکا تھا۔۔درخنے بے ساختہ قہقہ لگا گئی۔

میں مان ہی نہیں سکتی لالا سے تصدیق کرنی پڑے گی۔۔"روشینا نے بھی اپنی" مسکراہٹ ضبط کرتے بیٹے کو پلیٹ میں پاستا نکال کر دیا تھا۔

"!! میں منہ توڑ دوں گی تمہارا اگر ان سے کچھ پوچھا۔۔"

ہمم۔۔"روشینا نے اسکے پھاڑ کھانے والے انداز پر ٹوکا تھا۔ مگر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ درخنے بھی ہنستی اسکے ساتھ اٹھ گئی۔ دونوں کا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا۔

سچ بتاؤ اتنے لوگوں کے سامنے لالا نے کیسے تمہیں دلاسہ دیا۔۔"اسکے کان میں" گھس کر کہنے پر مہزلہ کو اپنے چہرے سے دھواں اٹھتا محسوس ہوا۔ آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر وہی منظر ابھرا تھا۔

اپنی باہوں میں بھر کر۔۔بس خوش۔۔۔!!!"زچ ہوتی تیزی سے سیڑھیاں" چڑھ گئی۔ جبکہ درخنے کا منہ کھلتا فرش سے ٹکرا گیا تھا۔

****

وہ کمرے میں آکر لمبی تان کر سو گئی تھی۔اور شام کے وقت آنکھ کھلی تھی۔ جس کے بعد وہ سیدھا درخنے کے کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ تین دن کا پینڈنگ ورک جو اسکی کمر پر آکر گرا تھا وہ بھی تو مکمل کرنا تھا۔ابھی تو گزشتہ کام ہی اتنی مشکلوں سے کور کر پائی تھی۔اور جب درخنے نے اپنے اسائنمینٹ کی گڈی اسکے سامنے

رکھی۔اسکا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔اسے معلوم تھا یہی ہونا تھا۔اسی لیے وہ نہیں جانا چاہ رہی تھی۔

پھر وہ رات تک کتابوں میں سر دیے بیٹھی رہی۔سننے میں آیا تھا۔اسفندیار زمدہ کو دوپہر میں گھر لے آیا تھا۔مگر اسے کسی بات کا ہوش نہ تھا۔اسکی پڑھائی اس کے لیے سب سے بڑی ٹینشن بنی تھی۔

ویسے تمہاری بھابھی کو ہوا کیا تھا۔۔؟"اس نے صفحے پر تیزی سے پین گھسیٹتے" درخنے سے پوچھا۔

پتہ نہیں۔۔یہاں سے تو میکے بلکل صحیح گئیں تھیں۔۔اللہ جانے کیا کرتی پھرتی" ہیں۔۔"اسکے بیزاری سے کہنے پر مہزلہ نے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

جو بھی ہو میرے لیے تو اسکی بیماری اچھی ہی رہی ورنہ تمہارے سردار صاحب" "نجانے کتنے دن مجھے وہاں پھنسا کر رکھتے۔۔

ہاہ۔۔بس کرو مزے ہی کرتیں۔۔تین دن حویلی سے دور رہنے پر اتنا گلو" آگیا۔۔زیادہ دن رہتیں تو لالا تمہارا حسن چھپانے کے لیے نقاب کرانے

لگتے۔۔!!"اسکے بے باک جملوں پر مہرلہ دانت کچکچاتی اسکے کندھے پر دھموکا جڑ گئی۔ جبکہ وہ اسکے سرخ پڑنے پر کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"!بکواس نہیں کرو۔۔پڑھنے دو مجھے۔۔"

بند کرو۔۔ملازمہ دو بار آچکی ہے کھانے کے لیے بلانے۔۔!"درخنے نے" کندھا سہلاتے اس سے کتاب چھین لی۔

"!مجھے بھوک نہیں۔۔!!بک واپس کرو۔۔"

"!نو۔۔"

تم نے سنا نہیں درخنے۔۔واپس کرو۔۔دیکھ رہی ہو کتنا کام کرنا ہے ابھی" مجھے۔۔"وہ واقعی اس وقت سخت ٹینشن میں آئی ہوئی تھی۔

تو بیٹا اس طرح پوری رات بھی بیٹھی رہیں تو نہیں ہوگا۔۔بلکہ تم بے ہوش" "ہو کر گر جاؤ گی۔۔

تو گر جاؤں۔۔میں نے پہلے ہی کہا تھا۔۔مجھے نہیں جانا۔۔دیکھو عذاب بھی تو" میری جان پر آیا ہے نا۔۔!"اس بار وہ غصیلے لہجے میں بولی تھی۔ جس پر درخنے کو ترس آگیا۔

کرلیں گے کچھ نہ کچھ۔۔ریکویسٹ کریں گے پروفیسر سے کہ تمہاری دادی مر" گئیں تھیں اسی لیے نہیں آسکیں۔۔"مہزلہ اسکے مشورے پر دیکھ کر رہ گئی۔

ہاں اور وہ یقین کرلے گی۔۔؟ یہ بچگانہ طریقے اب زرغان کی کلاس میں بھی" "اپلائے نہیں ہوتے میڈم۔۔

اچھا۔۔!"وہ ہنس پڑی۔"چلو پھر کچھ اور سوچ لیں گے۔۔مگر کھانے کے بعد" کیونکہ بھوک سے میرے چوہے بھی مر چکے ہیں۔۔"اسکے گھسیٹنے پر مہزلہ اسے گھورتی اپنا مہرون رنگ کا شیفون کا دوپٹہ اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"زرغان کے ساتھ ڈھیر سارے پزا فرائز کس نے ٹھونسے تھے۔۔؟"

وہ تو چھ بجے کھائے تھے۔۔تین گھنٹے گزر گئے اس بات کو تو۔۔"دونوں" کمرے سے نکلتیں آگے بڑھ گئیں تھیں۔مگر اس کا دھیان اسائنمنٹ میں ہی الجھا تھا۔اصل ٹینشن تو یہ تھی اسکی سب سے اسٹریکٹ پروفیسر کا اسائنمنٹ تھا جنہوں نے اسکی پچھلی چھٹیوں اور پینڈنگ ورک پر ہی اچھی خاصی جھاڑ پلا کر وارننگ دی تھی۔اب تو اسکا لیٹ ورک منہ پر مار دیتیں۔

دونوں نیچے آئیں تو گھر کے تمام افراد ہی ٹیبل پر کھانے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔ ملازمائیں روشینا کے ساتھ کھانا لگا چکیں تھیں۔ وہ دونوں اپنی جگہوں کی جانب بڑھ گئیں۔ مگر آج مہزلہ کی جگہ پر زرغان بیٹھا تھا۔ اس نے درخنے کو سامنے والی لائن میں بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔ اسے بھائی کے ساتھ ہی بیٹھنا تھا۔ اسفندیار اور زمدہ فلحال نہیں آئے تھے۔

کیسا بے وفا بچا ہے ہمارا۔۔ آیا ہوا ہے مگر دادا سے ملنے نہیں آیا۔۔ !" ابا صاحب" نے اپنی جگہ بیٹھتے زرغان کو مصنوعی خفگی سے گھورا تھا۔

ایسا نہیں ہے ابا صاحب ___ "روشینا نے صفائی دینی چاہی تھی مگر وہ ہاتھ" اٹھاتے روک دیا۔

یہ ہمارا اور پوتے کا معاملہ ہے۔۔ "انکی آنکھوں میں موجود تنبیہہ پر جہاں" روشینا سبکی کا شکار ہوئیں تھیں وہیں مہزلہ کے جبڑے بھینچ گئے۔

سوری ابا صاحب۔۔ آپ جب گھر آئے میں خوشحال خان کے ساتھ گیا ہوا" تھا۔۔" زرغان منمنایا تھا۔ اور ابا صاحب کا موڈ خوشگوار ہو گیا۔

ہمارا شیر۔۔! کھانے کے بعد دادا تم کو شطرنج سکھائے گا۔۔" اتنے میں" اسفندیار اور زمدہ بھی چلے آئے تھے۔

اور زمدہ کیسا طبیعت ہے بچا۔۔؟" ابا صاحب نے اسفندیار کے ساتھ بیٹھتی زمدہ" سے استفسار کیا۔

"! بہتر ہے اب تو ابا صاحب۔۔۔"

ہاں خیال رکھو بچا۔۔ تبا نے ہمارا بچی کو بلکل بھی کوئی کام نہیں کرنے دینا"

"اب۔۔

"! جی ابا صاحب۔۔"

تم بھی کچھ بولو گے۔۔ یا زبان کہیں رکھ آئے ہو۔۔؟" ابا صاحب نے اپنی" دوسری جانب بیٹھے دریاب کو گھورا تھا۔ جو فیملی سے بلکل کٹا کٹا سا رہتا ہے۔

کھانا کھا رہا ہوں۔۔ بیچ میں کیا بولوں۔۔" دریاب کے عجیب اکھڑے اکھڑے" لہجے پر اسفندیار نے بھی آنکھوں میں خشمگین تاثر لیے اسے دیکھا تھا۔ جبکہ دادا ناراضی سے بولے۔

خانہ خرابہ تم کھانے پر تو نظر بھی آرہا ہے اس کے بعد تو نجانے کس بل میں گھسے گا کون جانے۔۔" مہزلہ کے منہ میں زہر سا گھلنے لگا۔یہی لہجہ گھر کی عورت اختیار کرتی تو اب تک نام نہاد غیرت جاگ چکی ہوتی۔

کیسا جارہا ہے سب لاہور میں۔۔؟" اسفندیار نے دریاب سے لاہور کی فیکٹری کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ مگر دریاب نے بھائی کی آنکھوں میں موجود تاثر کو محسوس کرتے جبڑے بھینچ لیے۔وہ جانتا تھا اسفندیار اس سے تفتیش کرنے کے لیے بیٹھا تھا۔

" صحیح جارہا ہے۔۔دو دن بعد کچھ انویسٹرز آرہے ہیں۔۔"

ڈیل بھی تم کرو گے۔۔" دریاب لب بھینچتا سر ہلا گیا۔تائی نے فخریہ نگاہوں سے اپنے بیٹوں کو دیکھا تھا۔پوری وراثت کی دیکھ ریکھ انہی کے ہاتھوں میں تھی۔

خاناں شادی کا تو تم نے بتایا ہی نہیں۔۔ صحیح رہا سب۔۔؟" اسفندیار کی نگاہ بے ساختہ ہی مہزلہ تک گئی تھی۔ مگر وہ فلحال اپنے بھائی کی جانب متوجہ تھی۔

ہاں سب اچھی طرح ہو گیا۔۔ زمان خان تو رکنے پر بہت اصرار کر رہا" تھا۔۔" زمدہ نے اسفندیار کی جانب دیکھا تھا جس کی نگاہ مہزلہ پر ٹکی تھی۔اسکے اندر عجیب بے چینیاں کروٹیں لینے لگیں۔

خان۔۔چاول دوں۔۔؟"اسفندیار نے مہزلہ سے نظر ہٹاتے اسکی سمت" دیکھا۔

نہیں۔۔اور صحیح طرح کھاؤ۔۔دوائی لینی ہے تم نے۔۔"اسکی بھاری آواز پر" اس بار مہزلہ نے نگاہ ان کی جانب کی تھی۔جہاں زمدہ جو سو کالڈ مریض تھیں اس وقت بلکل فریش لگ رہیں تھیں اور اپنے شوہر کی کیئر پر شرماتیں کھانے کی سمت متوجہ ہو گئیں تھیں۔ نظریں گھوماتی اپنی پلیٹ میں موجود کھانا ادھر سے اُدھر کرنے لگی۔دراصل بھوک اسے تھی ہی نہیں۔کھانا بے رغبتی سے کھا کر اٹھ رہی تھی کہ اسفندیار مخاطب کر گیا۔

مہزلہ۔۔!مجھے کافی چاہیے کچھ دیر میں اسٹڈی میں۔۔!"مہزلہ نے لب" بھینچتے اسکی جانب دیکھا تھا۔مگر جو اسکی نظروں کا پیغام تھا اسے بے چین کر

گیا۔ ابھی اگر ٹیبل پر ابا صاحب موجود نہ ہوتے وہ اسے صاف اور واضح الفاظ میں انکار کر دیتی۔ مگر اب معاملہ الگ تھا۔

"میں بنا دوں گی خان۔۔!" زمدہ نے فوراً مداخلت کرتے اسفندیار کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا تھا۔

"نہیں۔۔ تم کمرے میں جا کر ریسٹ کرو۔۔" اتنا کہتا وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ ابا صاحب اور دریاب بھی اپنے کمروں کی سمت بڑھ گئے تھے۔ زمدہ نے ایک تیز خونخوار نگاہ مہزلہ پر ڈالی تھی۔ جو بغیر اس پر توجہ دیے سوچوں میں الجھی اپنی پلیٹ لے کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔

****

اس نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹاتے رسٹ واچ میں وقت دیکھا۔ جہاں دس بج رہے تھے۔ وہ کتنی دیر پہلے اسے کافی کا کہہ کر آیا تھا۔ مگر اب تک نہ کافی آئی تھی اور نہ وہ۔ مگر اسی پل دروازہ کھلا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھاتے دروازے جانب دیکھا۔ جہاں مہزلہ تو نہیں بلکہ زمدہ کھڑی تھی۔ یعنی اس کا مطلب تھا وہ نہیں

آنے والی تھی۔ کتنی آسانی سے وہ اسکی بات رد کر دیتی تھی۔اور حویلی آتے ہی اس کا خود سر و ضدی موڈ پھر سے ایکٹو ہو گیا تھا۔

"میڈیسن لیں۔۔؟"

جی لے لیں۔۔!" قریب آتی اسکے پاس ہی ٹیبل سے ٹیک لگا گئی۔"

تو ریسٹ کرنا تھا نا پھر۔۔۔ صبح ہی ہاسپٹل سے آئی ہو۔۔" واپس اسکرین کی" سمت متوجہ ہوتے اسے کہا۔

نیند نہیں آرہی۔۔اور آپ اتنے دن بعد لوٹے ہیں۔۔اب بھی مجھے ٹائم نہیں" دیں گے۔۔؟" بیچارگی سے اسفندیار کی جانب دیکھا تھا۔اسفندیار نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"کام ختم کر کے تمہارے پاس ہی آؤں گا۔۔"زمدہ ٹیک ہٹاتی اسکی چیئر کی آرم پر آ بیٹھی۔

آپکا کام تو ختم ہی نہیں ہوتا۔۔ یہاں میں انتظار میں مری جاتی ہوں۔۔"اسکی" شکایت پر وہ گہری سانس بھر گیا۔

بہت کام ہے زمدہ تین چار دن سے کسی فیکٹری کا اکاؤنٹ چیک تک نہیں" کیا۔"زمدہ اسکے گلے میں باہیں ڈال گئی۔

مجھ پر بھی تو ترس کھائیں۔۔آپ کے ہجر میں بستر سے جا لگی ہوں۔۔اوپر سے گئے بھی اکیلے نہیں تھے۔۔"اسکے لہجے کی اداسی پر اسفند یار اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا مگر سامنے زمدہ کا چہرہ ہونے کے باوجود کوئی اور عکس آنکھوں کے سامنے آنے لگا۔زمدہ نزدیک ہوتی فاصلے سمیٹ گئ تھی۔اسی لمحے اسفند یار چونکا تھا۔اور اگلے ہی پل خود کو سرزنش کی تھی۔وہ کس وقت کیا اور کسے سوچ رہا تھا۔یہ غلط تھا۔۔یہ زمدہ کے ساتھ ناانصافی تھی۔۔

جبھی اسفند یار کی کافی لیے مہزلہ اسٹڈی کا دروازہ وا کرتی اندر داخل ہوئی تھی۔مگر سامنے کا منظر دیکھ اسکے قدموں سے زمین کھسک گئ۔جبکہ چہرہ شرم سے تپ اٹھا تھا۔کھٹکے کی آواز پر اسفند یار نے لمحے کے ہزارویں حصے میں زمدہ کو خود سے علیحدہ کیا تھا۔اور سامنے کافی کا مگ لیے ساکت کھڑی مہزلہ کو دیکھ ایک پل کے لیے خود بھی فریز رہ گیا۔زمدہ اسکے تاثرات دیکھ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتی جھجھک کر اسفند یار کی چیئر سے اتر گئ۔

"مم۔۔مہزلہ تم۔۔"زمدہ نے انتہائی بھدی ایکٹنگ کرتے صفائی دینی چاہی۔مگر مہزلہ جبڑے بھینچتی اسکی بات قطع کر گئ۔

آئی ایم سوری۔۔مجھے ناک کیے بغیر نہیں آنا چاہیے تھا۔۔"کافی سائیڈ ٹیبل پر" پختی بغیر کسی بھی جانب دیکھے واپس مڑ گئی تھی۔اور زمدہ کو لگا تھا اسکا تین دن کا صبر بلا آخر رنگ لے آیا تھا۔جبکہ دوسری جانب بیٹھے اسفندیار نے لب بھینچتے بند دروازے کو دیکھا تھا اور نظر پھیرتا خالی الذہنی سے لیپ ٹاپ اسکرین گھورنے لگا۔

****

اسلام وعلیکم لالا۔۔!"وہ ڈیرے سے گھر لوٹا تو لاؤنج میں درخنے بیٹھی پڑھ رہی" تھی۔

وعلیکم اسلام۔۔پڑھائی ہو رہی ہے۔۔"اسکے ساتھ بیٹھتے ارد گرد دیکھا مگر نظر" ناکام ہی لوٹی تھی۔

جی لالا۔۔بہت ٹف کورس ہے۔۔اب تو دن رات پڑھنا ہے۔۔"اس نے" بیچارگی سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"اور تمہاری ساتھی کہاں ہے اسے نہیں پڑھنا۔۔؟"

مہزلہ۔۔؟ اسکا تو پوچھیں ہی مت۔۔ بیچاری کے ساتھ بڑا غلط ہو رہا" ہے۔۔" اسکے تاسف سے کہنے پر اسفندیار کی بھنویں سکڑیں تھیں۔

"کیا مطلب۔۔ کیا ہو رہا ہے اسکے ساتھ۔۔؟"

اسکا چھٹیوں کی وجہ سے لیٹ ورک تھا اور کچھ ان کمپلیٹ بھی تھا۔ کل لاسٹ" ڈیٹ تھی سبمٹ کروانے کی۔۔ مہزلہ جیسے تیسے آج کام کمپلیٹ کر کے لے کر گئی پروفیسر کے پاس مگر انہوں نے ڈانٹ کر واپس بھیج دیا۔" درخنے کے بتانے پر اسفندیار کی پیشانی کے بل گہرے ہوئے تھے۔" اور اوپر سے ہاسپٹل کے وزٹ "پر بھی ساتھ آنے نہیں دیا۔۔ اتنی اداس تھی وہ صبح سے۔۔

تمہاری پروفیسر کو پتہ نہیں کس کی بیوی ہے وہ۔۔؟" اسکے ناگوار لہجے پر درخنے" چونکی تھی مگر پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

نہیں وہ نئی اپوائنٹ ہوئیں ہیں۔۔ میں نے زلہ سے کہا بھی کہ ریفرنس دو مگر وہ" سختی سے انکار کر گئی۔۔" اس بار اسفندیار نے لب بھینچ لیے تھے۔

"کیا نام ہے اس پروفیسر کا۔۔؟"

مس آمنہ وقار۔۔!" درخنے کے بتانے پر وہ سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔"

"اور مہزلہ کدھر ہے اس وقت۔۔؟"

وہ زرغان کے ساتھ کافی دیر پہلے باہر باغ کی طرف گئی تھی۔۔" اسکے بتانے پر" اسفندیار لاؤنج کراس کرتا خارجی دروازے سے باہر نکل گیا۔ لمبی راہ داری عبور کر کے سیڑھیاں اترتے خوبانی کے درختوں کے جھنڈ کی سمت دیکھا تھا اور پھر قدم اسی سمت بڑھ گئے تھے۔

آپا آپ کو پتہ ہے اسکول میں ہر ویکینڈ میرے سارے فرینڈز کی فیملیز ملنے" آتی ہیں یا وہ گھر چلے جاتے ہیں۔۔" شورٹس اور ٹی شرٹ میں ملبوس زرغان نے فٹ بال کھیلتے اسے بتایا تھا۔ مہزلہ نے کتاب سے سر اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔" مگر ایک میں ہوتا ہوں جس سے ملنے نہ کوئی آتا ہے نہ ہی گھر بلواتا ہے۔۔" اسکی ہلکی سی کک پر فٹ بال مہزلہ کے پاؤں کے قریب آرکی جسے وہ ہاتھ میں لے گئی۔

توتم چاہتے ہو ہم تم سے ملنے آئیں یا تم یہاں آؤ۔۔؟" ابرو اچکاتے سوال" پوچھا۔ جس پر وہ کندھے لٹکاتا اسکے برابر میں ہی آبیٹھا۔

"میرا تو دل چاہتا ہے یہاں آؤں۔۔اور کبھی بھی واپس نہ جاؤں۔۔مورے اتنی سیڈ ہو جاتی ہیں جب میں جاتا ہوں۔۔"اسکی اداسی پر مہزلہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔اور بے اختیار اسکے گرد حصار باندھ گئی۔

"میرا اچا۔۔دیکھنا میں بہت جلد تمہیں یہاں بلا لوں گی۔۔!"زرغان نے بے ساختہ جگمگاتی آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا۔

"سچ۔۔؟"

"مچ۔۔"اور اسکے ماتھے پر بوسہ دے گئی۔

"مگر یہ کیسے ہو گا۔۔؟ابا صاحب سنتے ہی نہیں میری۔۔!"اسکے چہرے پر دوبارہ اداسی چھانے لگی۔

"انہیں تھوڑا اونچا سنائی دیتا ہے زور سے بولا کرو۔۔"اسکے ہلکے پھلکے انداز میں کہنے پر وہ کھلکھلا اٹھا تھا۔جبھی دائیں جانب سے ایک گھمبیر آواز ابھری تھی۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں۔۔!"دونوں نے بیک وقت گرے کلر کے کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار کو نزدیک آتے دیکھا تھا۔زرغان فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

آپا کہہ رہی ہیں وہ مجھے یہاں بلالیں گی۔۔" زرغان کے پرجوش انداز میں کہنے پر اسفندیار کی نگاہ مہرلہ تک گئی تھی۔ جو اسے مکمل نظرانداز کرتی دوبارہ کتاب کی جانب متوجہ ہوگئی۔

اچھا۔۔! تمہاری آپا کا خود تو دل لگتا نہیں یہاں تمہیں کیوں بلانا چاہتی ہیں۔۔" اسکے طنز پر مہرلہ لب بھینچتی کتاب کے صفحے پلٹنے لگی۔

میں نہیں ہوں نا اس لیے نہیں لگتا۔۔ جب میں آؤں گا یہ بھی خوش ہوجائیں گی۔۔ ہے نا آپا۔۔؟" زرغان نے پلٹ کر اس سے تصدیق چاہی جس پر وہ اسے دیکھتی نرمی سے مسکرادی تھی۔ مگر جیسے ہی نگاہ اسفندیار سے ملی لب آپ ہی آپ سکڑ گئے تھے۔ اور نگاہ واپس جھکا گئی۔ اسفندیار نے لب بھینچتے اسکی حرکت نوٹس کی تھی۔

جاؤ چچی بلا رہی ہیں تمہیں۔۔!" اس وقت نجانے کیوں اسے اس معصوم سے بچے سے جیلیسی محسوس ہوئی تھی۔ اسکی بیوی اپنے پسندیدہ لوگوں سے ڈھیروں باتیں کرتی تھی۔ انہیں مسکرا کر دیکھتی تھی مگر وہی مسکراہٹ اسے دیکھ کر سکڑ جاتی تھی۔ یعنی اسکے پاس اسکے لیے ایک مسکراہٹ بھی نہیں تھی۔۔؟

ہاں میں نے چیز پاپ کارن کہے تھے مورے سے۔۔! آپا آپ کھاؤ"
گی۔۔" زرغان کے پوچھنے پر مہزلہ کو جیسے اٹھنے کا موقع مل گیا تھا۔
بلکل مجھے بھی بھوک لگی ہے۔۔" اسفندیار کی آنکھیں اس پر چھوٹی ہوئیں"
تھیں۔اس سے پہلے کہ وہ اسکے آگے سے گزر جاتی۔اسفندیار بازو تھامتا روک
گیا۔مہزلہ کی توقع کے کچھ بھی برعکس نہ تھا۔اس لیے لب بھینچتے تنبیہی نگاہ اس
پر ڈالی تھی۔

تمہاری آپا میرے ساتھ آئیں گی۔۔ تم جاؤ چیمپ۔۔!" مہزلہ کی آنکھوں میں"
دیکھتا زرغان سے مخاطب ہوا تھا۔جو کندھے اچکاتا اچھلتا کودتا نکل گیا۔

"اینی پرابلم۔۔؟"

"!وہی جاننے آیا ہوں۔۔"

بہت شکریہ۔۔ مگر مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔۔" بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی"
اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔اسفندیار اسے لیے اسی درخت کی سمت
بڑھ گیا جہاں وہ بیٹھی تھی۔اسکی حرکت پر وہ تڑپ اٹھی۔" ہاتھ چھوڑیں
"!! میرا۔۔

پھر منہ سے آج یہ ایکسٹرا آگ کیوں نکل رہی ہے۔۔؟" اسے درخت سے لگاتا" اپنے حصار میں قید کر کے ہلکا سا جھکا تھا۔ مہزلہ نے جبڑے بھینچتے اسکی آنکھوں میں موجود پر لطف تاثر کو دیکھا تھا۔

میری زبان سے کب آپ کے لیے پھول نکلے ہیں۔۔؟" لاجواب کرنے میں" تو ماہر تھی یہ لڑکی۔ اسفندیار خشمگین نگاہوں سے اسکا سپاٹ چہرہ دیکھتا رہا۔

اپنے سب سے قریبی رشتے کے لیے زبان پر مٹھاس نہیں" تمہارے۔۔؟" مہزلہ کی بھنویں اوپر کی جانب اٹھی تھیں۔

"اس خوش فہمی میں کس نے مبتلا کیا آپکو کہ آپ قریبی ہیں۔۔؟"

اچھا نہیں ہوں۔۔؟" وہ کچھ اور قریب ہوا تھا۔ یہ لڑکی جتنا خود سے دور کرنے" کی کوشش کرتی تھی۔ وہ اتنا اسکے قریب آنا چاہتا تھا۔ وہ جو سمجھ رہا تھا اسکا حصول یہ بے چینی کم کر دے مگر وہ جوں کی توں تھی یا شاید اب یہ تشنگی اور بڑھ گئی تھی۔ جبکہ دوسری جانب مہزلہ کے اندر غصے کی شدت بڑھنے لگی۔

"!!دور ہٹیں۔۔"

"کیوں۔۔؟ ابھی خود پوچھا ہے۔۔۔ خود پر وواک کیا ہے تم نے۔۔"

"تو آپ سے کس نے کہا ہے میرے منہ لگیں۔۔؟"

ابھی لگا ہی کہاں ہوں ____ "اس سے پہلے کہ وہ فاصلے مٹاتا اسکی ٹھوڑی پر" جھکتا۔ مہزلہ نے سلگتے اسے پرے دھکیلا تھا۔

آخر مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ۔۔؟ بہانے بہانے سے کیوں میرے نزدیک" آنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔۔؟ کیا زمدہ کافی نہیں آپ کے لیے۔۔"غصے وجنون سے وہ بپھر اٹھی تھی۔ جبکہ اسفندیار کی آنکھوں میں اتنی ہی تیزی سے ناگواری ابھری تھی۔ مگر اگلے ہی پل ذہن میں جھموکا سا ہوا تھا۔

اوہ۔۔۔!"اسکا تمتماتا چہرہ دیکھ خفگی بھلاتا مسکرادیا۔"اب سمجھ آیا کس بات کا" غصہ ہے یہ۔۔"مہزلہ نے بھنویں سکیڑتے اسکی مسکراہٹ دیکھی تھی۔جب وہ مزید جھکا تھا۔" حالانکہ میں نے زمدہ کو نہیں بلایا تھا۔۔ مگر تمہیں ناک کر کے آنا چاہیے تھا نا۔۔!"اسکے معنی خیز لہجے پر مہزلہ کو لگا اسکے چہرے سے دھواں اٹھنے لگا ہو۔ جبکہ شرم وغصے کے سبب آنکھوں میں سرخی کے ساتھ نمی بھی ابھرنے لگی۔

مجھے کوئی شوق نہیں چڑھا تھا آپکی خدمتیں کرنے کا۔۔ایسے بے ہودگی کے کام" کرنے ہوتے ہیں تو روم لاک کر کے کیا کریں۔۔"بک سینے سے لگائے دوسرے ہاتھ سے اسے دور کرنا چاہا تھا۔

ایک بیوی شوہر سے محبت کرے تو یہ بے ہودگی ہے۔۔؟تم نے تو کی نہیں نا" "کبھی۔۔

اور نہ ہی کبھی کروں گی۔۔کان کھول کر سن لیں"

میں۔۔زمدہ۔۔نہیں۔۔ہوں۔۔!!میں نے آپ سے عشق میں مبتلا ہو کر شادی نہیں کی۔۔بلکہ آپ نے گن پوائنٹ پر خون بہا میں مجھے اپنایا ہے۔۔!!!میری مرضی تک شامل نہیں تھی اس میں۔۔!!"آنکھوں میں غیض لیے وہ مدھم مگر انتہائی سرد لہجے میں بولتی اسفندیار کے وجود میں ایک عجیب سا احساس بھر گئی تھی۔اسکی آنکھوں میں موجود جذبہ اسفندیار کو اندر تک بے چین کر گیا تھا۔مگر بظاہر بلکل اوپوزٹ ری ایکٹ کیا۔

تم پہلی ہو گی جو خون بہا کو عشق میں بدلو گی۔۔جاناں۔۔!"اسکے دل جلاتے" انداز پر مہرلہ کا کل رات سے پکتا غصہ اس پل مزید بڑھا تھا۔

"!پھر تو اللہ کرے اس حادثے سے پہلے میں مر جاؤں۔۔"

شٹ اپ۔۔۔!!!"اسفندیار کا میٹر یکدم ہی گھوما تھا۔اور مہزلہ اپنا غصہ بھلائی" اچھل پڑی۔"برداشت کر رہا ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ سر پر چڑھاؤں گا۔۔!!ہر وقت کی بد تمیزی۔۔جو منہ آیا بول دیا۔۔دو منٹ۔۔۔مہزلہ بی بی صرف دو منٹ لگیں گے تمہارا دماغ ٹھکانے لگانے میں۔۔۔!"مہزلہ نے زرد پڑتے اسکی قہر آلود آنکھیں دیکھ بے اختیار تھوک نگلا تھا۔جبکہ وہ اپنا غصہ قابو کرنے کی کوشش کرتا دور ہٹ گیا۔اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسکی پشت دیکھی تھی۔جو خود پر قابو پانے کے لیے اپنے سیال گھنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔اس نے موقع غنیمت جانتے وہاں سے دوڑ لگا دی۔اسفندیار نے پلٹ کر اسکی سمت دیکھا تھا۔جو تیز قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ مگر یہ دیکھے بنا کہ سیڑھیاں دوسری جانب سے کون چڑھ رہا تھا۔اس بار وہ دانت پیس گیا تھا۔اور خود بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسی جانب بڑھ گیا۔

کہاں سے آ رہی ہو تم لڑکی۔۔!!"وہ جو آنسو روکنے کی کوششوں میں سر جھکائی" تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ابا صاحب کی گرجدار آواز پر جہاں تھی وہیں تھم

گئی۔ سامنے ہی اپنی لاٹھی تھامے بادام خان کے ساتھ ابا صاحب کھڑے تھے۔ اسکا خون ان کے لہجے پر مزید خشک ہو گیا۔

تم پوچھ رہے ہیں۔۔ کیا کر رہی تھیں وہاں درختوں میں۔۔۔!!"ان کی" گرجتی آواز میں مزید جلال اور ناگواری سمٹ آئی تھی۔ مہزلہ کی آواز نجانے کیوں بند ہو گئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا حلق میں کوئی بھاری وزن آ گرا ہو۔ جبھی ابا صاحب اسکی سمت بڑھے تھے۔ مگر ان کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہی ایک روح پرور گھمبیر مگر سپاٹ آواز نے ابا صاحب کے قدموں کو زنجیر کر دیا۔

میرے ساتھ تھی۔۔!"اسفندیار کو اسکے عقب میں ٹھہرتا دیکھ ابا صاحب ایک" پل کے لیے ٹھٹھک گئے۔ انہیں ابھی اسفندیار کی اسکے ساتھ موجودگی کا یقین !! نہیں آیا تھا کجا کہ مہزلہ کی حمایت میں کھڑا تھا وہ۔۔

"یہ لڑکی وہاں تمہارے ساتھ تھی خاناں۔۔؟"

جی بلکل۔۔!! آپ اندر چلیں مجھے جرگے کے کچھ معاملات ڈسکس کرنے" ہیں۔۔" انہیں اپنی جگہ سن کھڑا دیکھ مہزلہ پر نگاہِ غلط بھی ڈالے بنا اپنے ساتھ

لیے آگے بڑھ گیا۔ جبکہ مہزلہ!! وہ تو ساکت کھڑی ٹکٹکی باندھے اسفند یار کی پشت دیکھ رہی تھی۔

****

آج پھر ڈیرے پر ایک بڑا مجمع اکھٹا تھا۔ کیونکہ ایک ہی خاندان کے بیچ فیصلہ ہونا تھا۔ دونوں جانب کے افراد جمع تھے۔ اسلحہ بردار گارڈز کی بھاری نفری ڈیرے کے صحن میں موجود تھی۔ اور سوائے ان کے کسی دوسرے شخص کو ڈیرے میں اسلحہ رکھنے کی اجازت نہ تھی۔

اسفند یار اور جرگے کی اہم شخصیات کے آنے پر کاروائی کا آغاز ہوا تھا۔ معاملہ غیرت کا تھا۔ اس لیے جرگے کے افراد آج کچھ محتاط نظر آ رہے تھے۔

"جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔۔ گلالئ میری بچپن کی منگیتر ہے میں کسی صورت اس سے دست بردار نہیں ہوں گا۔۔" نوجوان نے اسفند یار کے آگے اپنا مدعا رکھا تھا۔ جس پر اس نے فریقین میں سے کسی مرد کے بجائے سر سے دوپٹہ اوڑھی عورت کو اٹھتے دیکھا تھا۔ اور اسکی بھنویں الجھن میں جڑ گئیں۔

"تمہارے گھر میں کوئی مرد نہیں بی بی۔۔؟"اسفندیار کا بھاری لہجہ عورت کو دیکھ کچھ نرم ہوا تھا۔ عورت قدم اٹھاتی نزدیک آگئی تھی۔ مگر گارڈز نے مزید اسفندیار کے قریب حدود میں آنے سے روک دیا۔

"آنے دو۔۔!"

"خاناں میں اپنی تین بیٹیوں کی کفیل ہوں۔۔ میرا مرد آج سے دو سال پہلے مر چکا ہے۔۔"

"پھر تمہیں کیا اعتراض ہے اس سامنے کھڑے شخص کو اپنی بیٹی کا شوہر اور گھر کا کفیل بنانے میں۔۔ جبکہ یہ رشتے دار بھی ہے تمہارا۔۔!"عورت نے انتہائی نفرت سے اس لڑکے اور اسکے باپ کی جانب دیکھا تھا۔

"سارا معاملہ ہی یہی ہے سردار صاحب یہ دولت ہڑپنا چاہتا ہے ہماری۔۔ صرف اسی لیے اس شادی پر بضد ہے۔۔!"اسفندیار نے بغور اس عورت کے تاثرات دیکھے تھے۔

"اگر ایسا ہی تھا تو کیا یہ بات تمہارے شوہر کو نہیں معلوم تھی۔۔؟اس نے کیوں کیا تھا یہ رشتہ طے۔۔؟"

اس نے صرف خاندان کو مضبوط کرنے کے لیے یہ قدم اٹھایا تھا۔ مگر ان "

"لوگوں کی فطرت دیکھ وہ مرنے سے پہلے رشتہ توڑ گیا تھا۔

جھوٹ بول رہی ہے سردار صاحب یہ عورت۔۔۔!!" نوجوان غصے سے چیخا "

تھا۔ مگر اسفندیار ہاتھ اٹھا گیا۔

جب بولنے کا کہا جائے صرف تب بولنا۔" اور یہ تنبیہہ تھی جو نوجوان کو اپنی "

حدود یاد دلا گئی تھی۔

بیٹی کہاں ہے تمہاری بی بی۔۔؟" اسفندیار کے سوال پر عورت سے کچھ فاصلے پر "

کھڑا مرد بے چین ہوتا قریب چلا آیا۔

"!گھر پر ہے سردار صاحب۔۔"

اور تم کون ہو۔۔؟" اس بار اسفندیار کی پیشانی پر بل آئے تھے۔ "

سردار میں۔۔ میں لڑکی کا ماموں ہوں۔۔ مہربانی کر کے ہمارا اپنی کو ان "

"معاملات سے دور رکھیں۔۔

خان یہ خبیث کا بچہ گلالئی کو گھر میں بند کر کے آیا ہے۔۔" لڑکا ضبط کھوتا پھر بولا "

تھا۔ اور اسفندیار کے گارڈ نے رائفل کا پچھلا حصہ اسکے سر پر دے مارا۔

یہ۔۔یہ جھوٹ ہے خان۔۔وہ اپنا دو چھوٹی بہنوں کے ساتھ ہے۔۔"عورت" نے ایک نظر درد سے کراہتے لڑکے کو دیکھ تھوک نگلتے گھبرا کر کہا تھا۔اسفندیار نے اپنے پیچھے کھڑے خوشحال خان کو انگلی سے نزدیک آنے کا اشارہ کیا تھا۔خوشحال خان فوراً اسکے قریب چلا آیا۔اس نے کان میں کچھ کہا تھا۔جس پر وہ سر اثبات میں ہلاتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔

کیا کرتے ہو تم۔۔؟"اس بار اسفندیار لڑکے کی جانب متوجہ ہوا تھا۔"

خاناں میں ابا کے ساتھ ٹائر کا کام کرتا ہوں۔۔اور چچا کے حصے کا پیسہ ہر مہینے چچی" "کے ہاتھ پر رکھ کر آتا ہوں۔۔

یہ سچ کہہ رہا ہے۔۔؟"اسفندیار نے عورت سے تصدیق چاہی تھی۔جس پر وہ" لب تر کرتی کشمکش میں پڑ گئی۔

"ہمارے حق کا نہیں دیتا۔۔"

چچی اللہ سے ڈر میرے پاس رسیدیں موجود ہیں۔۔"اسفندیار معاملے کی تہہ" تک پہنچ چکا تھا اب۔جبھی ڈیرے میں ہلچل ہوئی تھی اور گارڈز کے ساتھ نقاب میں چھپی گلالئی چلی آئی تھی۔

"تو یہاں کیا کر رہی ہے گلالئی۔۔" ماموں تیزی سے لڑکی کی جانب بڑھا تھا مگر گارڈز گریبان سے اسے پیچھے دھکیل گئے۔

"تم گلالئی ہو لڑکی۔۔۔؟" جرگے کے فرد نے اس سے تصدیق چاہی۔ جس پر وہ سر اثبات میں ہلاتی جھکا گئی۔

"یہ لڑکا جس کا نام ناصر کرم اللہ ہے۔۔ خود کو تمہارا بچپن کا منگیتر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔۔ کیا اس نے تمہیں یا تمہارے خاندان کو تنگ کیا ہے۔۔؟" لڑکی نے نظر اٹھاتے بے چین کھڑی ماں اور ماموں کو دیکھا تھا۔ اور پھر لڑکے کی سمت دیکھا۔ اسکی خاموشی پر اسفندیار کو مداخلت کرنی پڑی۔

"لڑکی کسی سے خوفزدہ ہونے کی یا ڈرنے کی ضرورت نہیں تمہارا جو بھی فیصلہ ہو گا۔۔ اس کے بعد تمہارے خاندان کی حفاظت کی جائے گئ۔

"سردار صاب۔۔! میں۔۔ میرا ماموں اور مورے چاہتے ہیں میرا شادی ان کا بیٹے سے ہو۔۔"

"اور تم کیا چاہتی ہو۔۔"

"مم۔۔۔ میں ناصر سے ہی شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔"

تو بس پھر فیصلہ ہو گیا ہے۔۔!!! گلالئی کی شادی ناصر کرم اللہ سے ہی" ہو گئی۔ جبکہ لڑکی کا ماموں نیاز خان اس وقت تک ان کے گھر کے گرد نظر نہیں آئے گا جب تک ان لڑکا لڑکی کی شادی نہیں ہو جاتی۔۔اور تم خاتون۔۔"اسفندیار اب اس عورت کی سمت متوجہ ہوا تھا جو بیٹھی کو خونخوار نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ اسفندیار کے مخاطب کرنے پر یکدم کانپنے لگی۔"اگر تم نے باقی دو بیٹیوں کی زندگی کا فیصلہ بھی جھوٹ کی بنیاد پر کرنے کی کوشش کی تم سے ہم سختی سے نبٹیں گے۔۔!"اور جرگے کی کاروائی برخاست ہوئی تھی۔ کونے میں خاموش کھڑے دریاب نے مسکراتے بھائی کی پشت دیکھی تھی۔ جو گارڈز کے ساتھ دالان سے اندر کی سمت بڑھ رہا تھا۔اسکے قدم بھی اسی جانب بڑھ گئے۔اسفندیار کی بیٹھک کا دروازہ وا کرتا اندر داخل ہوا تو وہ تنہا ہی تھا۔ جبکہ گارڈز دروازے پر پہرا دے رہے تھے۔ سگریٹ سلگاتے اسفندیار نے دروازے کی سمت دیکھا۔اور دریاب کو کھڑا دیکھ اسکے تاثرات مزید تن گئے۔

ہاہ۔۔تو بلآخر سیٹھ صاحب کو فرصت مل گئی۔۔"گہرا کش بھرتا طنز کیے بنا نہ رہ" سکا۔ دریاب کندھوں کو خفیف سی جنبش دیتا صوفے پر آ بیٹھا۔

آپ نے ہی لگایا ہوا ہے۔۔اب کر رہا ہوں تو بھی مسئلے ہیں۔۔"اسفند یار نے اس کے انجان بننے پر ایک اور کش بھرتے تیز نگاہوں سے گھورا تھا۔

کس لیے تم اور بریال دست و گریباں ہوئے تھے۔۔ایک سیکنڈ کے اندر اندر" بولنا شروع کر دو۔۔"دریاب نے اسکی جانب دیکھتے سر جھٹکا اسے معلوم تھا اسفند یار سے بھلا چھپ سکتی تھی یہ بات۔۔؟

"جس سے معلوم کیا ہے باقی بات بھی اسی سے پتہ لگوا لیتے۔۔"

"!!!دریاب۔۔۔"

کچھ خاص نہیں۔۔منہ لگ رہا تھا میں نے وارننگ دے کر چھوڑ" دیا۔۔"اسفند یار سگریٹ کا آخری کش بھرتا اسی کے سامنے صوفے پر براجمان ہو گیا۔

کیوں اتنی آگ لگی ہوئی ہے۔۔؟جب وقت پر اسٹینڈ لینے کی ہمت نہیں تھی تو" اب کیوں تلملاتے پھر رہے ہو۔۔"سگریٹ کے ڈبے سے نئ سگریٹ سلگاتا ساتھ میں دریاب کو بھی راکھ کر گیا۔اس نے سرخ نگاہوں سے بڑے بھائی کو دیکھا تھا۔

صحیح کہہ رہے ہیں مجھے بھی آپکی طرح گن پوائنٹ پر شادی کرنی چاہیے"

تھی۔۔کم از کم اس بے غیرت ذلیل کے ہتھے نہ چڑھتی وہ۔۔!!"

بکواس بند کرو۔۔میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔۔زرتشہ کو بیچ میں مت لایا"

کرو۔۔اور جب میں نے ہینڈل کرنے کا کہہ دیا تھا تو تمہیں کیا ضرورت تھی اسکے

منہ لگنے کی۔۔؟"اسکے گرجنے پر دریاب زوردار مکا صوفے پر مارتا اٹھ کھڑا ہوا۔

مجھ سے برداشت نہیں ہوتا لالا۔۔روز وہ کمینہ باہر عیاشیوں پر نکلا ہوتا ہے"

شراب اور شباب کے شوقین اس آوارہ کو جی چاہتا ہے زمین کے اندر گاڑھ

دوں۔۔!!"

اور میں تمہیں گاڑھ دوں اگر اب کوئی حرکت کی۔۔"دریاب نے خفگی سے"

اسے دیکھا تھا۔"کہیں اور کا غصہ مجھ پر مت نکالیں کیونکہ یہ آپ بھی جانتے ہیں

میں صحیح ہوں۔۔"اسے تیلی لگاتا وہ نکل گیا تھا۔جبکہ اسفندیار جبڑے بھینچ کر رہ

گیا۔اسے دریاب سے اتنے صحیح اندازے کی توقع نہ تھی۔کل دوپہر سے اسکا

دماغ اس لڑکی کی وجہ سے گھوما ہوا تھا۔اور اس نے تب سے اسکی شکل بھی نہیں

دیکھی تھی۔ جبکہ کل سے اسے اسی کے کمرے میں جانا تھا مگر وہ جان کر اپنے کمرے میں ہی رکا تھا۔

رات کے دس بجے اسکی واپسی ہوئی تھی۔ مگر مردان خانے میں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے اس لیے اسے وہیں بیٹھنا پڑا تھا۔ جب اسے اپنے موبائل پر میسج موصول ہوا تھا۔ اور کسی اور کی نہیں بلکہ مہزلہ کی جانب سے ہی تھا۔

مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔۔ 'موبائل بند کرتا ایک جانب رکھ گیا۔ تقریباً' ایک گھنٹے بعد نشست برخاست ہوئی تھی۔ مردان خانے سے نکلا تو سامنے ہی بے چینی سے کاریڈور میں ٹہلتی مہزلہ کو دیکھ ایک پل کے لیے حیران رہ گیا۔ یہ لڑکی اسکی منتظر تھی۔۔؟

جب سے اسے زرغان کے کل واپس لاہور جانے کا پتہ چلا تھا۔ اسے ایک پل قرار نہ تھا۔ شام سے وہ اسفندیار کی منتظر تھی۔ مگر آج ایسا لگ رہا تھا وہ جان کر آنے

میں دیر کر رہا تھا۔ مگر جیسے ہی اسکے گھر لوٹنے کا پتہ چلا تھا وہ فوراً نیچے چلی آئی تھی۔ مگر وہ اب بھی مردان خانے میں بند تھا۔ اس نے میسج بھی کر دیا تھا۔ جسے وہ سین کر کے چھوڑ گیا تھا۔ جس پر اسکی جھنجھلاہٹ غصے میں بدلنے لگی تھی۔ مگر وہ ضبط کرتی وہیں کاریڈور میں چکر کاٹ رہی تھی۔ وہ اس بات کا رسک نہیں لے سکتی تھی کہ اسفندیار خود کمرے میں آتا۔ کیا معلوم وہ آج پھر اپنی چہیتی کے پاس رک جاتا۔

جبھی اسے مردان خانے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ اور فوراً پلٹی تھی۔ سفید کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر کریم رنگ کی شال ڈال وہ سپاٹ چہرہ لیے کھڑا تھا۔

میں کب سے انتظار کر رہی ہوں آپ کا۔۔!" اسکے نزدیک آتی بے چینی سے " بولی تھی۔ اور اسفندیار کی بھنویں اوپر کو شوٹ کر گئیں۔ مگر اگلے ہی پل تاثرات قابو کرتا آگے بڑھ گیا۔

کس لیے۔۔؟" اسکے بے تاثر لہجے میں کہتے آگے بڑھنے پر مہرلہ نے پشت " گھوری تھی۔ اور اسکے ساتھ ہی قدم بڑھا گئی۔

"بات کرنی ہے مجھے۔۔"

مگر میرا ایسا کوئی موڈ نہیں۔۔جو بھی بات ہے صبح کہنا۔۔!"لاؤنج کراس کرتا" وہ سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا تھا۔ مگر اسکے ایٹیٹیوٹ پر مہزلہ کو تو آگ ہی لگ گئی۔

کیوں صبح کہنا۔۔؟؟مجھے ابھی بات کرنی ہے۔۔!!اتنی دیر سے انتظار اسلیے" نہیں کررہی تھی۔۔"اسکے لہجے میں غصہ وناگواری سمٹ آئی تھی۔اس شخص کو !سیدھی زبان میں بات کرنا اس ہی نہیں آتا تھا شاید۔۔

میں نے نہیں کہا تھا میرا انتظار کرو۔۔"اسفندیار اسے نظرانداز کرتا سیڑھیاں" طے کرنے لگا۔ مہزلہ کا تو دماغ ہی گھوم گیا۔

آخر مسئلہ کیا ہے۔۔ابھی سننی ہوگی آپکو ابھی اسی وقت سننی ہوگی"

میری____"اسکی بات بیچ میں ہی ادھوری رہ گئی کیونکہ فرسٹ فلور کے لاؤنج میں ہی اسکی ساس اپنی بہو کو لے کر کھڑیں تھیں۔ مگر گھور وہ اسے رہیں تھیں۔

یہ تم کس لہجے میں خاناں سے بات کررہیں تھیں۔۔ساری تمیز۔۔لحاظ کہاں" گیا۔۔؟اس طرح بات کرتے ہیں شوہر سے۔۔"تائی تو بھنائی ہوئی کھڑی

تھیں۔ بھلا آج تک کوئی کر سکا تھا اسفند یار خان سے اس ٹون میں بات۔۔۔؟

تائی کے ٹوکنے پر مہزلہ ایک پل کے لیے واقعی چوٹّی سی ہو گئی۔ "خاناں لحاظ کر رہا ہے تو آپے سے باہر ہوتی جا رہی ہو۔۔؟ زمدہ کو دیکھا ہے کبھی اس طرح بات کرتے۔۔ "اور زمدہ میسنی کا ذکر آتے ہی مہزلہ نے سلگ کر ساس بہو کو اور پھر شوہر کو دیکھا۔ جو خشمگین نگاہوں سے اسے دیکھتا نظریں پھیر کر ماں کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"آپ دونوں یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔ کیا ہوا ہے اسے۔۔؟"

کیا بتاؤں خاناں شام سے الٹیاں کر رہی ہے۔۔ کچھ نہیں کھایا۔۔ بس گھبراہٹ" کے سبب چہل قدمی کر رہی تھی۔۔ "تائی کے پریشان کن لہجے پر اسفند یار نے بھنویں سکیڑتے زمدہ کی جانب دیکھا۔

"تم نے میڈیسن لیں تھیں زمدہ۔۔؟"

بس شروع ڈرامے۔۔ "یہ مہزلہ تھی جو آنکھیں گھماتی منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔ مگر اسفند یار کے تیز کان اسکی بڑبڑاہٹ سے محضوض ہو گئے تھے۔ اور اسکے تنبیہی نگاہ ڈالنے پر مہزلہ یکدم خجل سی ہو گئی۔

نہیں کھائی جارہی خان۔۔افف۔۔میرا سر۔۔مجھے چکر آرہے ہیں___"اسکے" سر پر ہاتھ رکھنے پر وہ فوراً اسکی جانب بڑھا تھا۔اب تائی تو اکیلے سنبھالنے سے رہیں تھیں۔اور مہزلہ نجانے کیوں سلگ اٹھی۔

میں تو کہتی ہوں طاقت کی ڈرپ چڑھوالاؤ اسے۔۔کچھ تو چہرے کے رنگ "لوٹیں گے۔۔

نہیں اسکی ضرورت نہیں۔۔"زمدہ نے نقاہت زدہ لہجے میں کہا تھا۔"

کیوں ضرورت نہیں صحیح کہہ رہیں ہیں مورے۔۔"ان تینوں کو آپس میں لگا" دیکھ مہزلہ کو اپنا یہاں کھڑا رہنا فضول لگا۔

اگر آپ فارغ ہوجائیں۔۔روم میں آجایئے گا مجھے بات کرنی ہے۔۔"ساس" بہو کو نظرانداز کرتی وہ سیدھا اسفندیار کو مخاطب ہوئی تھی۔اور وہاں سے نکل گئی۔زمدہ کے اندر اندر تک زہر گھل گیا۔جبکہ آنکھوں میں سرخی سی پھیلنے لگی۔کس حق کس استحقاق اور دھونس کے ساتھ وہ اسکے شوہر کو مخاطب ہوئی تھی۔اتنی دیدہ دلیری۔۔!اتنی ہمت۔۔!!اسکی اتنی جرات کیسے ہوگئی تھی۔۔؟

****

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو کلاس نہیں لینی۔۔؟" درخنے اسے ڈھونڈتی کالج کے پارک میں آگئی تھی۔ جہاں وہ بیگ سائیڈ میں ڈالی بینچ پر خاموش بیٹھی تھی۔ مہزلہ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور لب بھینچتی سائیڈ واک پر چلتے اسٹوڈینٹس کو گھورنے لگی۔

"میم آمنہ کی کلاس لے کر خود کو ایک بار پھر ذلیل کروانے سے بہتر ہے یہاں بیٹھ کر ہوا کھالوں۔۔"

"کیا بچکانہ باتیں کر رہی ہو۔۔اٹینڈینس اگر پوری نہ ہوئی پھر تو سیمسٹر ایگزام میں بھی بیٹھنے نہیں دیں گی۔۔" اسے بازو سے پکڑتے اٹھانا چاہا مگر وہ چھڑا گئی۔

"مجھے نہیں جانا درر۔۔ میرا سر گھوم رہا ہے۔۔!" اپنی آنکھیں مسلتی بیزاریت سے بولی تھی۔ درخنے نے بغور اسکا چہرہ دیکھا تھا۔ آنکھیں بلکل سرخ ہو رہی تھیں۔

"تم پوری رات نہیں سوئیں۔۔؟" مہزلہ کندھوں کو خفیف سی جنبش دے گئی۔ "روز جو دو تین گھنٹوں کی نیند میسر آجاتی تھی آج وہ بھی نہیں آئی۔۔" درخنے افسردگی سے اسے دیکھتی برابر میں بیٹھ گئی۔

"لالا کہاں تھے وہ سو رہے تھے۔۔؟"

وہ۔۔؟" مہزلہ کا اسفندیار کے ذکر پر یکدم ہی خون کھول گیا۔ اسی شخص کی وجہ سے تو وہ نہیں سو سکی تھی۔۔ وہ اسکے کمرے میں آیا ہی نہیں تھا۔ بلکہ اپنی اس ہوتی سوتی کی خدمتوں میں لگا رہا تھا۔

ان کا میری نیند سے بھلا کیا لینا دینا۔۔ اور وہ میرے نہیں اپنی چہیتی کے ساتھ تھے کل۔۔" اسکے سلگنے پر نجانے کیوں درخنے کو ہنسی آگئی۔ مہزلہ نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"سوری۔۔! ویسے لالا پورے ہفتے زمدہ بھابھی کے ساتھ رہے ہیں اس بار تو۔۔"

"ہونہہ۔۔ پورا مہینہ رہیں میری بلا سے۔۔" اسکے زہر خند انداز پر وہ صرف اپنی مسکراہٹ ضبط کر گئی۔ مگر کچھ دیر میں وہ اسے لیکچر کے لیے گھسیٹ کر لے گئی تھی۔ مگر اصل حیرت انہیں اس وقت ہوئی تھی جب لیکچر میں لیٹ پہنچنے پر میم نے انہیں کچھ نہیں کہا تھا۔ بلکہ ایک نگاہ ڈال کر واپس پروجیکٹر کی جانب متوجہ ہو گئیں تھیں۔

میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔۔؟" درخنے نے اپنی جگہ کی سمت بڑھتے"
سرگوشی کی تھی۔

خواب ہی ہے اور ہم ساتھ دیکھ رہے ہیں یہ خواب۔۔!!" تقریباً ایک گھنٹے کا" لیکچر تھا۔ جو بلآخر اختتام پایا تھا۔ سب اسٹوڈنٹس کلاس سے نکل رہے تھے۔ اس نے بھی ناک کی سیدھ میں کلاس روم کے خارجی دروازے کی سمت قدم بڑھا دیے تھے۔ میم آمنہ کچھ اسٹوڈینٹس کے ساتھ بات کر رہیں تھیں۔ ان کی نظر میں آئے بغیر ہی کلاس سے نکلنا بہتر تھا۔

مہزلہ۔۔۔!!" اور اس نے ان کی کڑک آواز پر بے اختیار آنکھیں بند کیں" تھیں۔ "کم ہیئر۔۔" اس نے ایک بے بس نگاہ درخنے پر ڈالی تھی اور دونوں پھر انہی کی سمت بڑھ گئیں۔ تمام اسٹوڈنٹس کلاس سے نکل چکے تھے۔

یس میم۔۔!!" اس نے بے اختیار لب تر کیے۔۔"

آپ دونوں آج لیٹ ہو گئیں۔۔ آئندہ خیال رکھیے گا۔۔ اور مہزلہ آپ کل اپنا" اسائنمنٹ لے آیئے گا بیٹا۔۔ میں چیک کرلوں گی۔۔" ان کے نرم لہجے پر مہزلہ ایک پل کے لیے بلکل بلینک ہو گئی۔ اسے یقین ہی نہ آیا کہ اسکے سامنے وہی

کرخت پروفیسر کھڑی تھی جس نے کل اسے جھاڑ پلائی تھی۔یہی حال درخنے کا بھی تھا۔

"وو۔۔واٹ میم۔۔آآپ۔۔میرا مطلب ہے۔۔"

آٹس آل رائٹ بیٹا۔۔اگر کچھ سمجھ نہ آرہا ہو۔۔یا پرابلم ہو رہی ہو۔۔مجھ سے" پوچھ لیجیے گا۔۔"نرمی سے مسکرا کر آگے بڑھ گئیں جبکہ مہزلہ نے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے درخنے کا ہاتھ تھاما تھا۔

در۔۔مم۔۔میں خواب تو نہیں دیکھ رہی۔۔یہ۔۔یہ ہماری ہی میم ہیں نا۔۔اور" تم نے بھی وہی سنا جو میں نے سنا۔۔؟ پلیز بتاؤ مجھے۔۔یہ ہیلو سینیشن تو نہیں۔۔؟"درخنے نے اسے اور پھر پلٹ کر کلاس روم سے نکلتیں میم کو دیکھا اور پھر معنی خیزی سے مسکرا دی۔

کیا نام ہے تمہاری میم کا۔۔'ذہن میں اپنے بھائی کی سنجیدہ آواز ابھری تھی۔اور' اس کا یا پلٹ کی اصل وجہ اسے لمحوں میں سمجھ آگئی۔

تم کھڑی مسکرا رہی ہو۔۔یہاں مجھے یقین نہیں آرہا۔۔یہ کیکٹس کی جگہ" پھول کیسے اگ گئے ان کے منہ میں۔۔!!"مہزلہ نے پاگل ہوتے اسے ہلایا تھا۔

اور اگر میں ان پھولوں کو انکے منہ میں ٹھونسنے والے کا نام بتا دوں"

پھر۔۔؟"اسکے پراسرار لہجے پر مہزلہ نے دروازے سے نظر ہٹاتے ناسمجھی سے

اسے دیکھا۔

"کیا مطلب۔۔؟"

مطلب یہ کے ان کا سوفٹ ویئر اپڈیٹ کیا ہے کسی نے۔۔"اور اسے سسپینس"

میں کھڑا چھوڑ مسکراہٹ دباتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔مہزلہ تیوری پر بل لیے

تیزی سے اسکے پیچھے لپکی تھی۔۔

مجھے پوری بات بتاؤ درخنے۔۔ کس کی بات کر رہی ہو تم۔۔؟"اسکی چھٹی حس"

جس شخص کی جانب سگنل دے رہی تھی۔وہ اسکی درخنے کے منہ سے تردید

!چاہتی تھی۔ہر صورت۔۔

تمہارے شوہر نامدار کی۔۔!!"اسے سکتے میں کھڑا چھوڑ وہ مطمئن انداز میں"

کینٹین کی سمت بڑھ گئی تھی۔

پھر چھٹی تک وہ عجیب کیفیت میں مبتلا رہی تھی۔نجانے کیوں اسے غصہ بھی آ رہا

تھا اور سمجھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ اتنی فرسٹریٹڈ کیوں ہو رہی تھی۔

میں کیوں اتنا سوچ رہی ہوں۔۔اسائنمنٹ لیٹ بھی تو انہی کی وجہ سے ہوا' تھا۔۔اب اگر ایک چھوٹی سی۔۔ چھوٹی سی۔۔؟ نہیں تھوڑی بڑی فیور دے دی توان کا کیا گیا۔۔؟'گاڑی میں بیٹھتے اکڑ کر سوچا تھا۔'اور کونسا میرے کہنے پر کیا اپنی لاڈلی بہن کی منتوں پر کیا ہو گا۔۔۔'اور یہ کہہ کر اس نے خود کو مکمل طور پر مطمئن کر لیا تھا۔

****

فریش ہو کر نیچے آئی تو لاؤنج خالی پڑا تھا۔ بھوک کے سبب اسکے قدم خود بخود ہی کچن کی جانب بڑھ گئے مگر روشینا وہاں موجود نہ تھیں۔البتہ ملازمائیں اپنے کام میں لگیں تھیں۔

"کھانے میں کیا ہے۔۔؟"

روغنی پلاؤ۔۔اور باقی سارا زرغان بابا کی پسند کا بنا ہے۔۔"نچلا لب دباتی واپس" باہر نکل گئی۔اسکا رخ زرغان کے کمرے کی جانب تھا جو گراؤنڈ فلور پر ہی روشینا کے کمرے کے برابر میں تھا۔لاؤنج کی کھڑکیوں سے سورج کی روشنی اندر داخل ہوتی لاؤنج اور کاریڈورز کو روشن کر رہی تھی۔کھڑکیوں کے پاس سے گزرتے

اس نے ڈرائیو وے پر اسفندیار کے گارڈز اور گاڑیوں کو کھڑا دیکھا تھا۔ جس کا مطلب تھا وہ گھر پر ہی تھا۔ زرغان کے کمرے میں داخل ہوئی تو روشینا اسکا سامان پیک کر رہی تھیں۔ نجانے کیا کیا بنایا تھا اسکے لیے جبکہ زرغان کھڑکی کے پاس رکھی ٹیبل پر سر رکھے بیٹھا باہر گارڈن کو گھور رہا تھا۔

خاناں نے کہا ہے وہ تمہارے وارڈن سے بات کر چکے ہیں۔۔اب اس لڑکے " کے ساتھ کمرے میں نہیں رہو گے۔۔" روشینا نے بیٹے کا موڈ بہتر کرنا چاہا تھا۔ جبکہ مہزلہ کے ماتھے پر بل پڑنے لگے۔

عالیان کو میں ہینڈل کر سکتا ہوں۔۔!" اسکے روٹھے روٹھے لہجے پر مہزلہ کو اس" پر ترس اور پیار بیک وقت آیا تھا۔ اور اسفندیار پر اتنا ہی غصہ۔۔۔!روشینا نے پلٹتے دہلیز پر کھڑی بیٹی کو دیکھا تھا۔ مگر وہ اندر آنے کے بجائے واپس مڑ گئی۔ اسے ابھی ایک شخص سے حساب نبٹانا تھا۔

تمہارے خان کہاں ہیں۔۔؟" ایک ملازمہ کو روک کر پوچھا تھا۔ اب اس" بھول بھلیاں میں خود تو ڈھونڈنے سے رہی تھی۔

بی بی جی خان ٹی وی والا کمرا میں ہیں۔۔"اسکے قدم اسی سمت بڑھ گئے۔غصے کے سبب اسکی آنکھوں میں سرخی دوڑ رہی تھی۔

ہاں فلحال تم ڈیرے____"وہ بغیر ناک کیے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تھی۔اسفندیار اور خوشحال خان جو کسی اہم معاملے پر بات کر رہے تھے دونوں نے بیک وقت دروازے کی سمت دیکھا تھا۔

یہ کونسا طریقہ ہے۔۔؟"اسفندیار نے بھاری سخت لہجے میں استفسار کیا" تھا۔جبکہ خوشحال خان فوراً سر جھکاتا الرٹ ہو گیا۔

مجھے___بات___کرنی___ہے"اسکی آنکھوں کی سرخی مزید بڑھی تھی۔مگر" اسفندیار آسمانی رنگ کے کاٹن کے قمیض شلوار اور دوپٹہ سر سے اوڑھی اس آتش فشاں کو گھورتا رہا۔جب مہزلہ خوشحال خان سے مخاطب ہوئی تھی۔

جاؤ تم یہاں سے۔۔"اس کا لہجہ سراسر مالکانہ تھا۔خوشحال خان نے ایک نظر" اپنے خان پر ڈالی تھی وہ بھی جانے کا اشارہ کر گیا تھا۔

تمہیں میرے خاص آدمی پر حکم چلانے کی اجازت کس نے "

دی۔۔؟" خوشحال خان کے جانے کے بعد اسفند یار نے اس سے پوچھا۔ مہزلہ

قدم اٹھاتی نزدیک چلی آئی۔

ہمارے درمیان کیا طے ہوا تھا۔۔؟" اسکے بپھرے ہوئے انداز پر اسفند نے "

آنکھیں چھوٹی کی تھیں۔

خوشحال خان کو اب تمہارا حکم ماننا ہو گا۔۔؟ یہ کب طے ہوا۔۔؟" مہزلہ اس "

کے انجان بننے پر سلگ اٹھی۔

تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تم زرغان کو گھر لاؤ گے۔۔ پھر اب وہ واپس کیوں "

جا رہا ہے۔۔ مجھے کل رات بھی یہی بات کرنی تھی ورنہ تمہاری چہیتی بیوی سے

الگ کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔۔" وہ تو بھری بیٹھی تھی۔ اسفند یار نے اپنی

زکام کے سبب دکھتی پیشانی کو دو انگلیوں سے مسلا تھا۔

میں اسے گھر نہیں لایا وہ خود آیا تھا۔۔ اب جانا بھی پڑے گا۔۔ اور دوسری بات "

تم مجھے کسی سے کیا خود سے الگ نہیں کر سکتیں۔۔!" مہزلہ نے اسکی دوسری

بات سنی ہی نہ تھی۔اسکی آنکھوں میں چنگاریوں کے ساتھ نمی بھی ابھرنے لگی۔کتنی آسانی سے وہ اپنے کہے سے پھر گیا تھا۔

"یعنی تم نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا۔۔مجھ سے جھوٹا وعدہ کیا تھا۔۔۔!!"اسکی آواز کانپنے لگی تھی۔کتنی پاگل تھی وہ۔"کتنے جھوٹے اور دوغلے ہو تم صرف مجھے حاصل ___"

"انففف۔۔۔!!"اسفندیار کا بس ایک بھاری مگر تنبیہی لفظ میڈیا روم میں ابھرا تھا۔

"نو ڈیٹس نوٹ انف۔۔تم کیا سمجھ رہے ہو اس طرح تم مجھے دبا سکتے ہو۔۔؟مجھے جھکاؤ گے۔۔؟نہیں اسفندیار خان اب میں ڈائیریکٹ ابا صاحب سے بات کروں گی۔۔"اسفندیار جو اسکی زبان درازی پر اپنا ضبط ٹوٹتا محسوس کر رہا تھا۔اسکے پلٹنے پر جھٹکے سے اٹھا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسکے دروازہ کھولنے سے پہلے اس تک پہنچ کر واپس بند کر گیا۔

"ہٹو میرے راستے سے۔۔"مہرلہ نے بپھرتے ہینڈل گھمایا تھا مگر وہ باآسانی اسے قابو کرتا دروازہ لاک کر گیا۔

"تم لاتوں کی بھوت ہو۔۔!" اسے کلائی سے تھامتا جارحانہ انداز میں صوفے تک لا یا تھا۔اور جھٹکے سے اس پر پھینک گیا۔ مہزلہ اس اچانک افتاد پر ایک پل کے لیے سہم گئی۔ صوفے پر سنبھل کر بیٹھتے اسکے غصیلے تاثرات دیکھے تو سارا غصہ کسی جھاگ کی طرح بیٹھنے لگا۔

"بولو اب کیا کہہ رہیں تھیں۔۔؟" سرخ چہرہ لیے قریب آتا بلکل اس کے سر پر جھکا تھا۔ وہ صوفے کی پشت سے لگ گئی۔

"اس۔۔اس طرح کر کے آپ میری آواز نہیں دبا سکتے۔۔" لہجے کی لرزش پر قابو پاتے بظاہر مضبوط لہجے میں بولی تھی مگر دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔اسفندیار تمسخرانہ انداز میں ہنس دیا۔ مگر اگلے پل مہزلہ کا گلا اسکے ہاتھ میں تھا۔

"مہزلہ بی بی میں چاہوں تو گلا بھی دبا سکتا ہوں آپکا۔۔" مزید قریب ہوتا اسکی وحشت سے پھیلتی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ مگر اب وہاں نمی بھی تیر رہی تھی۔ ہتھیار۔۔!! یہ دوسرا ہتھیار تھا اس لڑکی کا۔

ہاں یہاں آپکا قانون جو چل رہا ہے۔۔ مگر سن لیں میں آخری دم تک لڑوں "

" گی۔۔

تو لڑو___ "اسے چیلنج کرتا یکدم فاصلے سمیٹ گیا۔ مہزلہ اسکی حرکت پر ایک پل " کے لیے ششدر رہ گئی تھی۔ اسکا ذہن پراسس ہی نہ کر سکا۔ مگر اسفندیار کی بڑھتی جسارتیں اسے حواس باختہ کر گئیں تھیں۔

دور ہوں۔۔ "سرخ ہوتے اسے پرے دھکیلتی چیخی تھی۔ اسفندیار اسکے برابر " میں ہی صوفے پر گرسا گیا۔ مگر اسے دور نہ ہونے دیا۔ اس لڑکی نے اپنی زبان کی وجہ سے اسے پچھلے دو تین دن سے ڈسٹرب کر رکھا تھا کہ وہ اسی کے لمس سے دور ہو گیا تھا۔ اور یہ بے چینی ہی اس وقت اسکے بلاوجہ بخار کی وجہ تھی۔

اگر جتنی تمہاری زبان چلتی ہے دماغ بھی چلنے لگے تو کتنا اچھا ہو۔۔ "اسفندیار " کے ملامتی انداز پر اس نے سرخ پڑتا چہرہ لیے بھنویں سکیڑیں تھیں۔

کیا مطلب۔۔؟ "اسفندیار نے اسے بازو سے پکڑ کر زبردستی سینے پر گرا لیا۔ "

زرغان کے نیکسٹ منتھ فائنلز ہیں۔۔ اور میری یہاں ملیٹری اسکول کے " پرنسپل سے بات ہو گئی ہے۔۔ اب نیو سیشن میں ہی لوٹے گا وہ۔۔ "اسکے نم

بالوں سے کیچر نکالتا اطمینان بھرے لہجے میں بولا تھا۔ جبکہ مہزلہ کا منہ ایک پل کے لیے کھلا رہ گیا تھا۔

"تو آپ نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔۔؟"

تم نے پوچھا۔۔؟ لڑنے سے فرصت ملے تو کچھ کام کی بات کرو نا۔۔!" اسکے" خفگی سے کہنے پر مہزلہ اپنے جذباتی پن پر خفت زدہ ہوتی اس سے الگ ہونے لگی۔ مگر یکدم چونکی تھی۔ اسفندیار کو ٹیمپریچر ہو رہا تھا۔ نگاہ اٹھاتے اسکی سرخ ہوتی شکل اور لال ڈوروں بھری آنکھوں میں دیکھا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔اب بھی شک ہے۔۔؟" اس بار وہ زچ ہوا تھا۔"

"آپ کو ٹیمپریچر ہو رہا ہے۔۔؟"

ہاہ۔۔!! شکر ہے محسوس تو ہوا تمہیں۔۔!" اسکے طنز پر مہزلہ نے خشمگین" نگاہوں سے اسے دیکھتے ایک بار پھر اٹھنا چاہا تھا۔ مگر اسفندیار روک گیا۔

سرد باؤ۔۔ فلو کی وجہ سے اس وقت پھٹ رہا ہے۔۔" اسکی فرمائش پر مہزلہ نے" طنزیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"کیوں میڈیسن لیں۔۔ میں تو کسی سے نہیں دبواتی۔۔"

اچھا۔۔ چلو ڈیل کر لو۔۔ جب تمہارے ہو گا میں دبا دوں گا۔۔ مگر اللہ کی بندی" دباؤ پھٹ رہا ہے سر۔۔"اس بار مہزلہ گومگوں کی کیفیت میں پڑھتی اپنے بال چہرے سے ہٹانے لگی۔

اتنا درد ہے تو ڈاکٹر کے پاس جائیں پھر۔۔۔ دبانے سے ٹھیک نہیں" ہو گا۔۔"اب بھی وہ دبانے پر راضی نہ تھی۔اسفندیار کی گہری نگاہیں اس دلکش لڑکی پر ٹھہریں تھیں۔اسکے اعصاب جیسے اسے قریب پاتے ہی پر سکون سے ہونے لگے تھے۔ساری بے چینی اور بے قراری کمرے کی کھڑی سے دور بھاگنے لگی تھی۔

میڈیسن لے چکا ہوں۔۔اور ڈاکٹر اس وقت میری باہوں میں ہے۔۔اس لیے" شرافت سے دباؤ۔۔" مہزلہ نے سرخ ہوتے اس پر تیز نگاہ ڈالی تھی۔ مگر وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔جس کا مطلب تھا اب اسے دبانا ہے۔نچلا لب دانتوں تلے دباتے اس نے کچھ جھجھکتے ہاتھ آگے بڑھائے تھے۔یہ سب اس کے لیے نیا تھا مختلف تھا۔اور بلآخر اسکے ٹھنڈے نرم ہاتھ اسفندیا کی تپتی پیشانی کو چھو گئے تھے۔اسفندیار کے سینے سے بے اختیار ایک گہری سانس خارج ہوئی تھی۔اسکے

حصار میں بیٹھی وہ احتیاط سے سر دبانے لگی تھی۔ ابھی مشکل سے دس سے پندرہ منٹ ہی گزرے تھے کہ اسفندیار کا موبائل بج اٹھا تھا۔ مہزلہ جو ٹکٹکی باندھی اسے ہی دیکھ رہی تھی اسکی محویت بھی ٹوٹی تھی۔ جبکہ اسفندیار اپنی خمار آلود آنکھیں کھولتا موبائل کان سے لگا گیا۔

ہیلو۔۔! "مہزلہ کا ماتھے پر موجود ہاتھ اب اسفندیار کے دوسرے ہاتھ کے نیچے" اسکے سینے پر رکھا تھا۔ مگر دوسری جانب سے نجانے کیا کہا گیا تھا۔ وہ ایکدم سیدھا ہوا تھا۔ جبکہ چہرے پر سختی سی پھیلنے لگی۔

کدھر ہے وہ۔۔" ایک نظر مہزلہ کی ناسمجھ تاثرات لیے صورت کو دیکھا" تھا۔ "اوکے میں آرہا ہوں۔۔" کال کاٹتا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

کیا ہوا۔۔؟" مہزلہ کے لبوں سے بے اختیار نکلا تھا۔"

ایک بہت اہم کام آگیا ہے۔۔ ایک گھنٹے تک واپس آجاؤں۔۔" ٹیبل پر پڑا کیچر" اسکے بال سمیٹ کر لگاتا اسے ساکت چھوڑ نکل گیا تھا۔

****

"ارے خاناں۔۔میرا بچا۔۔کیسے آنا ہوا۔۔"لاؤنج میں بیٹھیں گل بینا اسفندیار کو گھر میں گھستا دیکھ ایک پل کے لیے حیران ہی تو رہ گئیں تھیں۔"زمدہ کو ساتھ نہیں لائے۔۔؟"

"میں گزر رہا تھا۔۔سوچا آپ سے ملتا ہوا جاؤں۔۔!"انہی کے ساتھ صوفے پر آبیٹھا۔"بریال کہاں ہے۔۔"اسکے سنجیدہ لہجے میں کیے گئے سوال پر پھپھی نے پہلو بدلا تھا۔

"وہ تو زرتشے کو لے کر ڈاکٹر کے کلینک تک گیا ہے۔۔پگلی نے اپنا پاؤں پر گلدان گرالیا۔۔بس میرا بچا بڑا پریشان ہو گیا تھا۔۔"

"اچھا۔۔!!اپنے پاؤں پر خود گلدان گرالیا۔۔؟یہ لڑکی لاپرواہ ہو گئی۔۔گھر میں تو بڑی سمجھدار تھی۔۔"اسکے تعجب پر پھپھی نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"اب کیا بتاؤں تم کو خاناں۔۔یہ لڑکی پہلا دن سے ہی خوش نہیں۔۔عجیب کھویا کھویا رہتا ہے۔۔جبکہ بریال تو بڑا اس کے ساتھ وقت گزارنے کا کوشش کرتا

ہے۔۔ کہتا ہے سجا سنوار کرو۔۔ مگر مجال ہے یہ لڑکی۔۔" اسفند یار انکی شکایتیں سن کر لب بھینچ گیا۔

"آج گھر پر کیسے تھا۔۔ ورنہ تو میں نے سنا ہے کم ہی پایا جاتا ہے۔۔"

ارے بس زرتشے کو لے کر جا رہا تھا آج گھومانے۔۔ اب میں تو جاتی نہیں۔۔" اسفند یار ناگواری دبا تا رسٹ واچ پر نظر ڈال گیا۔

"کب گئے تھے یہ لوگ۔۔؟"

ابھی آدھا ایک گھنٹا ہی ہوا ہو گا۔۔ میں چائے بنواتی ہوں تمہارے لیے۔۔" وہ بے چینی سے کہتیں اٹھ رہیں تھیں۔ مگر اسفند یار انکار کر گیا۔

نہیں پھپھی۔۔ موڈ نہیں ابھی۔۔" ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا۔ جب لاؤنج کے دروازے سے چیختا بریال اندر داخل ہو رہا تھا جبکہ اسکے پیچھے بلکل زرد پڑتی زرتشہ تھی جو دو ملازماؤں کے سہارے اندر آرہی تھی۔

کمینی میں نے تجھے کہا بھی تھا ڈاکٹر کے سامنے اپنی اس زبان کو لگام_____" بریال کے باقی الفاظ منہ میں ہی کہیں گم ہو گئے تھے نگاہ لاؤنج میں ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھے اسفند یار سے جا ملی۔ پھپھی کا رنگ بھی اسی پل اڑ

گیا۔ جبکہ لاؤنج میں قدم رکھتی زرتشہ اسفندیار کو دیکھ سر جھکا گئی تھی۔ بریال کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اسکے لیے ذلت کا مقام تھے۔

"ارے خاناں تم کب آئے۔۔! خوش آمدید۔۔ خوش آمدید۔۔۔ مورے چائے وائے کا انتظام کیا۔۔؟" ماتھے پر پسینا لیے بظاہر بڑے دوستانہ انداز میں بولا تھا۔

"ہاں۔۔ ہاں میں ابھی ملازماؤں___" اسفندیار سرخ چہرہ لیے ایک جھٹکے سے اٹھا تھا۔ گل بینا بھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔

"کیا ہوا ہے زرتشہ کے پاؤں کو۔۔؟" ان دونوں کی جانب بڑھتے بھاری سرد لہجے میں استفسار کیا تھا۔ بریال کے چہرے سے ایک رنگ آکر گزرا تھا۔

"میں نے بتایا تو تھا خاناں۔۔" مگر اسفندیار ہاتھ اٹھا تا روک گیا۔

"آپ سے نہیں پوچھا پھپھی۔۔!" اسکا وارننگ بھرا لہجہ بریال خان کو الرٹ کر گیا۔ جبکہ زرتشہ نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"چوٹ آگئی تھی۔۔ بس وہی پٹی کروانے گیا تھا۔ جاؤ اسے کمرے میں لے جاؤ ڈاکٹر نے پاؤں پر وزن دینے سے منع___" مگر اسکا جملہ اسفندیار کے بھاری ہاتھ

کے طمانچے کے سبب ادھورا ہی رہ گیا۔ زرتشہ اور پھپھی دونوں نے بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ بے یقینی کے عالم میں ان کی آنکھیں پھٹ پڑیں تھیں۔ بریال خان نے خود ششدر ہوتے اپنا گریبان تھامتے شخص کو دیکھا تھا۔ جس نے ایک کے بعد اب دوسرا طمانچہ بھی دے مارا تھا۔

"یہ بیوی کے پیر پر گلدان مارنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا بریال خان۔۔!!" اور پھر ایک اور طمانچہ پڑا تھا کہ بریال کے ہونٹ سے خون نکالنے لگا۔ پھپھی تڑپتی ہوئی اس تک آئیں تھیں۔

"یہ۔۔یہ۔۔کیا کر رہے ہو خاناں۔۔" اسفندیار نے انگلی اٹھاتے پر جلال تنبیہی نگاہوں سے پھپھی کو دیکھا تھا۔

"دور ہٹ جاؤ پھپھی ابھی۔۔" جب ایک اور طمانچہ بریال خان کے منہ پر پڑا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا خاناں۔۔ چھوڑو مجھے۔۔" بریال جلال سے پاگل ہوتا دھاڑا تھا۔ مگر اسفندیار کی طاقت اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔

"اپنی بہن اس لیے نہیں دی تھی کہ کسی بے جان گڑیا کی طرح توڑ دے اسے تو۔۔!!" غیض و غضب سے پاگل ہوتا گرجا تھا اور اسے مارتا چلا گیا۔ اسکی

آنکھوں کے سامنے زرتشہ کا لاغیر چہرہ اور بے نور آنکھیں تھیں بس۔۔اس وقت اس شخص کو مارتے اسے وہ وقت یاد آیا تھا جب ان دونوں کی شادی پر صرف مہزلہ خلاف تھی کیونکہ وہ ان لوگوں سے زیادہ گہری تھی۔اسے اپنی بہن کا مستقبل واضح نظر آرہا تھا۔

بس کردو خاناں مر جائے گا میرا بچا۔۔!" پھپھی کی سسکی بھری فریاد پر" اسفندیار ہوش میں لوٹا تھا اور زمین پر لہولہان پڑے بریال کو دیکھا جو بری طرح کھانستا ادھمواہو چکا تھا۔اور پھر پلٹ کر بے آواز روتی زرتشہ کو دیکھا۔اس پل جیسے اسکا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔اگر آج اسکی بھیجی گئی ملازمہ کال کر کے تمام معاملہ اسکے گوش گزار نہ کرتی تو شاید چند دن میں زرتشہ برلاس کی لاش حویلی آتی۔مگر اب۔۔!اب وہ ایسا ہرگز نہیں ہونے دینے والا تھا۔

چلو زرتشہ۔۔!اب یہاں نہیں رہو گی تم۔۔"اسکے دوٹوک لہجے پر زرتشہ کی" آنکھیں پھیلنے لگیں۔

"لالا۔۔مم۔۔"

کیا کہہ رہا ہوں میں۔۔ چلو۔۔!"اسی ملازمہ کو زرتشہ کو سہارا دینے کا اشارہ کیا" تھا۔ زرتشہ اب تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا یہ ہوا کیا تھا۔ ملازمہ کے سہارا دینے پر اس نے ایک آخری دھندلائی نگاہ خود کو گھورتے ماں بیٹے پر ڈالی تھی اور تلخی سے مسکراتی پلٹ گئی۔ اس گھر نے کبھی اس کی قدر نہیں کی تھی۔ کبھی اسکی خوشیوں کا سبب نہ بنا تھا۔ اور آج وہ تہی داماں لوٹ رہی تھی۔

****

اسفندیار زرتشہ کو حویلی لے کر پہنچا تو ہر شخص جیسے ٹھٹھک کر رہ گیا تھا۔ اور اس پر زرتشہ کا حال۔۔!! ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے بس بھوکی پیاسی بکھرے حلیے میں سر سے دوپٹہ اوڑھ کر چل دی تھی۔ جبکہ پاؤں پر لپٹی پٹی سب کے دماغ ٹھنکا گئی تھی۔

سب خیریت تو ہے خاناں۔۔ زرتشہ تم خاناں کے ساتھ کیسے "

آ گئیں۔۔" روشینا کا دل کسی انہونی کے احساس سے اس وقت لرز رہا تھا۔ زرتشہ کے نزدیک آتے دونوں سے استفسار کیا۔ جبکہ مہزلہ اب تک درخنے کے ساتھ

صوفے کے پاس کھڑی تھی۔اسکا دل نجانے کیوں بڑے عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔کیا اسفندیار کال پر اس لیے اتنا ارجنٹ گیا تھا۔۔؟زمدہ بھی تائی کے ساتھ ان کے کمرے سے نکل آئی تھی۔

"!کیا بات ہے آپ دونوں چپ کیوں ہیں۔۔"

چچی کچھ نہیں پوچھیں اس سے۔۔بس میں اسے لے آیا ہوں اور آج کے بعد یہ" دوبارہ اس گھر میں قدم نہیں رکھے گی۔۔!!"اسکی سخت دوٹوک آواز پر لاؤنج میں سناٹا چھا گیا تھا۔مہرلہ سمیت سبھی نے ششدر ہوتے اسے دیکھا تھا۔

یہ۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں خاناں۔۔کیا ہوا کیا ہے آخر۔۔؟"روشینا تو حواس" باختہ ہو گئیں تھیں کبھی بیٹی کو دیکھیں کبھی اسفندیار کو۔آخر کیا قیامت گزر گئی تھی۔۔؟

آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے۔۔؟خاناں بات کیا ہے۔۔؟"تائی نے بھی استفسار کیا" تھا۔جبکہ زمدہ کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا تھا۔اسفندیار نے ملازمہ کو زرتشہ کے کمرے میں لے جانے کا اشارہ کیا تھا۔اور سب نے خاموشی سے اسے لنگڑاتے

ہوئے ملازمہ کے ساتھ آگے بڑھتے دیکھا تھا۔ ابا صاحب ڈیرے پر تھے اور اب تک اس معاملے سے لاعلم تھے۔

"آپ لوگوں میں سے کون کون اس بات سے آگاہ تھا کہ بریال زرتشہ پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔۔!" زرتشہ کے جانے کے بعد وہ سرد اور سنگین لہجے میں بولا تھا۔ اور سب کے چہرے دیکھے تھے۔ تائی اور زمدہ نے ٹھٹھکتے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ روشینا تو صدمے سے صوفے پر گر سی گئیں تھیں۔ جبکہ مہزلہ کا چہرہ ضبط سے سرخ پڑھنے لگا اس نے ایک کاٹ دار نگاہ زمدہ اور تائی پر ڈالی تھی۔

"کوئی کچھ بولے گا۔۔۔!!" اسکی گرج دار آواز سب کو ہلا کر رکھ گئی۔

"کوئی۔۔ کوئی نہیں جانتا تھا خان۔۔ بھلا کسی کو کیوں معلوم ہوگا۔۔" زمدہ لب تر کرتی اسکے نزدیک آئی تھی۔ "مم۔۔ میں تو جب بھی ملنے جاتی تھی زرتشہ اور لالا بڑے صحیح طرح رہتے تھے۔۔" اسفندیار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسکے تاثرات دیکھے تھے۔ "جبھی اسکا آج یہ حال ہے۔۔؟" اسفندیار کا لہجہ بڑا کاٹ دار تھا۔ زمدہ کے باقاعدہ ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔

"مم۔۔ میں سچ۔۔"

جھوٹ بول رہی ہے یہ۔۔!!" مہزلہ کا ضبط بلآخر جواب دے گیا۔ سب نے " چونک کر اسکی جانب دیکھا تھا۔" یہ پہلے دن سے آگاہ تھی کہ میری بہن پٹ رہی ہے۔۔ میں مان ہی نہیں سکتی پھپھی اور بریال خان اس سے کچھ چھپائیں۔۔" غم و غصے سے اسکی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔

نن۔۔ نہیں یہ سچ نہیں ہے خان۔۔" زمدہ نے تڑپ کر آنکھوں میں آنسو لیے " اسفندیار کو دیکھا تھا۔" زرتشہ میری بہنوں جیسی ہے۔۔ بھلا مجھے پتہ ہوتا تو کیا میں "لالا کو نہ روکتی۔۔؟

"___ تم کیوں روکو گی تمہاری دلی خواہش ہے ہم ماں بیٹوں کی زندگی برباد"

مہزلہ۔۔۔!!" اسفندیار نے مہزلہ پر تنبیہی نگاہ ڈالی تھی۔ مگر وہ ہاتھ کی پشت" سے آنسو رگڑتی نزدیک چلی آئی۔

بلکہ آپ اس سے نہیں مجھ سے پوچھیں۔۔!! میں جانتی تھی کہ میری بہن پٹ " رہی ہے۔۔ مگر مجھے بتائیں میں کس سے جا کر کہتی۔۔؟ کس کا گریبان پکڑتی۔۔؟ کون تھا جو یہاں سنتا اور ساتھ دیتا۔۔؟" آنکھوں میں آنسو اور نفرت لیے وہ سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔" آج آپ جس حال میں اسے لائے ہیں اسکے

ذمہ دار آپ بھی ہیں۔۔ ابا صاحب بھی ہیں۔۔ میری ماں بھی ہے۔۔ کیونکہ سب کو معلوم تھا وہ بدکار شخص اس لائق نہیں کہ میری بہن اسے سونپی جائے۔۔" اور بلاآخر وہ پھٹ پڑی تھی۔ اسکی بہن کی حالت نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ زرتشہ کی تکلیف اسے اپنے دل اپنی روح پر محسوس ہو رہی تھی۔

"تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو۔۔؟ خان کیا ابا صاحب کوئی غلط فیصلہ کر سکتے ہیں۔۔؟" زمدہ نے تاسفی انداز میں کہتے اسفندیار کی جانب دیکھا۔

"غلط فیصلہ۔۔۔؟" مہزلہ نے ایک زہر خند نگاہ اس پر ڈالی۔ "اس حویلی میں کبھی صحیح فیصلہ ہوا ہی کب ہے۔۔؟ مگر ہم ماں بیٹیوں کو تو ایکسٹرا ٹارچر کی کیٹیگری میں رکھا گیا ہے ہمیشہ۔۔ جس کا تمہارے بھائی اور تم نے پورا فائدہ اٹھایا ہے

زمدہ۔۔!"

"میں کیوں اٹھاؤں گی فائدہ۔۔؟ مجھے تو اب تک یقین نہیں آ رہا خان کہ لالا ایسا بھی کر سکتے ہیں۔۔" آنسو ایک تواتر سے زمدہ کی آنکھوں سے گر رہے تھے۔ اسفندیار ضبط سے جبڑے بھینچتا آنکھیں بند کر گیا۔

بہر حال۔۔اب زرتشہ واپس نہیں جائے گی۔۔!! ہر شخص یہ بات کان کھول "کر سن لے اور اپنے ذہن میں بٹھا لے۔۔

مگر خاناں ابا صاحب۔۔"کب سے خاموش تائی نے بلآخر لب کشائی کی تھی۔" آپ کو لگتا ہے بریال کے اس عمل کے بعد ابا صاحب زرتشہ کو بھیجنے کی بات کریں گے۔۔؟"تائی بیٹے کے حیرت و غصے بھرے سوال پر چپ سی ہو گئیں تھیں۔جبکہ مہزلہ کے چہرے پر ایک بار پھر نفرت پھیلنے لگی۔ابا صاحب ہی تو انکے غموں کا پودا پروان چڑھانے والے تھے۔اس سے پہلے کہ آنسو بند توڑتے وہ قدم آگے بڑھاتی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی تھی۔اس کا رخ زرتشہ کے کمرے کی جانب تھا۔

****

ابا آپ یقین نہیں کرو گے خاناں نے کس طرح زخمی کیا ہے میرے بچے " کو۔۔ابھی تک غنودگی میں پڑا ہے۔۔"گل بینا نے ابا صاحب کو روتے ہوئے تمام روداد اپنے انداز میں سنا دی تھی۔جس پر وہ شدید جلال میں بیٹھے تھے۔ان کی پیٹھ پیچھے اتنا سب ہو چکا تھا۔

ارے میاں بیوی میں تو چھوٹے موٹے جھگڑے ہو جاتے ہیں۔۔ ذرا سی چوٹ" ہی تو تھی۔۔ مگر خاناں نے ذرا لحاظ نہ کیا۔۔ یہ ہونا ہوا اس کمبخت مہزلہ کی پڑھائی پٹی ہے جو وہ بلکل بدل گیا ہے۔ پہلے میرا بیٹی کا حق مارا اس کلموہی نے اور اب بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا۔۔ آپ کو نظر نہیں آ رہا کیا ابا۔۔؟" ابا صاحب نے ہنکار بھرا تھا۔ ان کی آنکھوں میں اس وقت بے پناہ اشتعال تھا۔

سب نظر آ رہا ہے۔۔ اندھے نہیں ہیں۔۔ وہ چیونٹی ہماری نظروں کے سامنے" "ہمارے خاناں اور اس گھر کے اصولوں کو نہیں بدل سکتی۔۔

تو کچھ کریں ابا۔۔ زمدہ تو پہلے ہی غم میں ہے۔۔ اس خاندان کو وارث دینے والا" ہے اسکے باوجود معصوم خاموشی سے سب سہہ رہا ہے۔۔" فون بند کرتے ابا صاحب نے ضبط سے لاٹھی فرش پر ٹھوکی تھی۔

ہم سے ٹکرائے گی۔۔! ہمارے خاناں کو ہمارے سامنے کھڑا کرے گی۔۔!" ابھی جانتی ہی نہیں ہم کیا شے ہیں۔۔!!" انہوں نے تنفر سے ہنکار بھرا تھا۔

شام کے سات بج رہے تھے۔ اسفندیار زرتشہ کو چھوڑ کر نکل گیا تھا۔ اور جب سے ابا صاحب گھر لوٹے تھے۔ اسی کے منتظر تھے۔ رات کا کھانا بھی نہ کھایا

تھا۔جب بادام خان نے انہیں اسفندیار کے گھر آنے کی اطلاع دی تھی۔اور انہوں نے اسے کمرے میں طلب کر لیا تھا۔

اسفندیار کمرے میں داخل ہوا تھا۔ابا صاحب کھڑکی کے پاس ٹیبل پر شطرنج لیے بیٹھے تھے۔وہ ان کے سامنے ہی آ بیٹھا۔

بات کرنی تھی آپکو۔۔؟" ابا صاحب نے حقے سے دھواں چھوڑتے اسکی جانب" دیکھا تھا۔

تم بتاؤ خاناں۔۔آخر بات کیا ہے۔۔یہ کیا ہو رہا ہے ہمارا خاندان میں کیا کبھی" بھائی نے بھائی کا گریبان یوں پکڑا ہے۔۔؟" انکے ناگوار لہجے پر اسفندیار کے جبڑے بھنچے تھے۔یعنی پھپھی نے پہلے ہی قصہ سنا دیا تھا۔

آج تک خاندان کی بیٹی یوں پٹی بھی نہیں ہے۔۔!!" اسکے سرد لہجے پر ابا" صاحب نے ہنکار بھرا تھا۔

کس نے کہا تم سے خاناں کہ بریال نے مارا ہے اسے۔۔؟ چھوٹے چھوٹے" جھگڑوں پر کیا یوں گریبان تک پہنچتے ہیں وہ بھی بھائی کے۔۔؟" اسفندیار نے بے اختیار دانت پیسے تھے۔

"بریال اسے زدوکوب کرتا ہے ابا صاحب۔۔اور آج انتہا کر دی اس خبیث نے گلدان مارا ہے اسے۔۔اور یہ مت پوچھیے گا کہ مجھے کیسے پتہ چلا۔۔۔میری پہنچ اسکی سوچ سے آگے تک ہے!" ابا صاحب اسکے قہر آلود لہجے میں کیے گئے انکشاف پر ایک پل کے لیے حیران رہ گئے۔انہیں بریال پر شدید اشتعال آیا تھا جو اپنے گھر کی خبر بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔

"اور کیا میں نے پہلے ہی آپ سے نہیں کہا تھا کہ اسے ڈیل کریں مگر اس نے آپکا مان نہیں رکھا پھر نتائج تو بھگتنے تھے اسے۔۔!"

"تف ہے اس خبیث پر۔۔!! ہمارا خاندان میں ایسا ناکارہ بھی پیدا ہو گا ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔۔بہت اچھا کیا تم نے خاناں۔۔" ان کی زیرک نگاہیں اس پل شطرنج کی نئی بازی سجتی دیکھ چکی تھیں۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔۔زرتشہ اب واپس نہیں جائے گی۔۔!"

"یہ اسکا زندگی کا معاملہ ہے خاناں فیصلہ جلد بازی نہیں کرنا ہمیں۔۔'یہ بتاؤ کھانا کھایا۔۔؟"

"نہیں سیدھا آپکے پاس آیا ہوں۔۔"

"چلو پھر بادام خان سے یہیں کھانا منگوا لیتے ہیں۔۔ ہم بھی تمہارے ہی منتظر تھے۔۔"

****

"یہ تمہاری مسلسل چپ کا نتیجہ ہے۔۔ کبھی اپنے لیے بول لیتیں تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔۔!" زرتشہ کے برابر میں بیٹھتے مہزلہ نے ناگواری سے کہا تھا۔ جس پر وہ گہری سانس بھر گئی۔ روشینا ابھی اسے کھانا اور دوائی کھلا کر گئیں تھیں۔ مہزلہ اور درخنے شام سے ہی اسکے ساتھ تھیں۔ درخنے ابھی ماں کے بلانے پر گئی تھی۔

"میرے کہنے سے بھلا کیا ہوتا۔۔؟ تم جانتی نہیں یہاں مجھ سے زیادہ بریال کی زبان پر یقین ہوتا۔۔!"

"مگر آپا تم نے وہ آخری کوشش بھی نہیں کی۔۔ اسی لیے تو وہ تم پر اتنا حاوی ہو گیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی۔۔" ایک غصیلی نگاہ اسکے پیر کی جانب ڈالی تھی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا۔ ابھی جا کر اس شخص کا قتل کر دیتی۔

مجھ میں ہمت ہی نہیں تھی۔۔ مورے کو بتاتی تو کیا بتاتی وہ تو خود اس گھر کے "
نظام کے نیچے دبیں تھیں۔۔ ہماری سننے والا آج سے پہلے کوئی تھا کیا
بولو۔۔؟" مہزلہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا تھا۔
آج جس طرح آکر لالا نے مجھے پروٹیکٹ کیا۔۔ جس طرح میرا سائبان بن کر "
کھڑے ہوئے۔۔ مجھے یقین ہی نہیں آرہا تھا زلہ۔۔" زرتشہ نے نم آنکھوں سے
اسکی جانب دیکھا تھا۔ مہزلہ بلکل ساکت ہوگئی تھی۔ "آج پہلی بار احساس ہوا
ایک بڑا بھائی ایک باپ کیسا ہوتا ہوگا۔۔ کیسا احساس ہوتا ہوگا جب وہ آپکے تحفظ
کے لیے لڑ پڑے۔۔ اسفند لالا نے آج اس احساس سے روشناس کروایا ہے
مجھے۔۔ میں ان کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔۔" رخسار سے آنسو صاف
کرتی بڑے مان سے بولی تھی۔ مہزلہ اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گئی۔
احسان کیوں کہہ رہی ہو۔۔ ان کا فرض ہے ہمیں پروٹیکٹ کرنا۔۔!" اس نے "
نخوت سے کہا۔ مگر دل ہی دل میں وہ بھی زرتشہ کی بات سے قائل ہوئی
تھی۔ بلکہ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا اسفندیار نے اتنا بڑا اسٹیپ لیا تھا۔ یہ تو اسکے
وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ زرتشہ نے اسکی بات پر گھورا تھا۔

بیوقوفی کی باتیں مت کرو لالا نے آج میرے لیے بہت بڑا اسٹینڈ لیا ہے۔۔اور" یہ ان کی ذمے داری نہیں تھی کہ مجھے میرے شوہر سے بچانے آتے مگر مجھے وہ بہن سمجھتے ہیں اور آج کر کے بھی دکھایا ہے۔۔"

اچھا اب تم ان کی زیادہ طرفداری نہیں کرو۔۔اور سو جاؤ۔۔ مورے کب کی" دوائی کھلا گئیں۔۔"زرتشہ کے پیچھے تکیہ درست کرتی اٹھ گئی۔زرتشہ بس اسے گھور کر رہ گئی تھی۔مہزلہ اسکے کمرے سے نکلی تو اس وقت ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔اسکا ارادہ اپنے لیے کافی بنانے کا تھا۔اس نے اسفندیار کو آج کھانے پر بھی نہیں دیکھا تھا مگر روشینا نے بتایا تھا کہ وہ آچکا تھا اور ابا صاحب کے ساتھ ہی تھا۔اب نجانے ابا صاحب اور اس شخص نے مل کر کیا پلان بنایا ہو گا۔'آپا میری دعا ہے تمہارا بھرم اتنی جلدی تو ہرگز نہ ٹوٹے'افسردگی سے سوچتی قدم آگے بڑھا گئی۔جب اسکی نگاہ لاؤنج کے کھلے سلائڈنگ ڈور پر پڑی تھی۔جہاں ٹیرس پر دو ہیولے اسے کھڑے نظر آئے تھے۔اور یہ دونوں کون تھے۔وہ بخوبی پہچان گئی تھی۔اسکی جانب سے پشت کیے اسفندیار زمدہ کے گرد حصار باندھا باتوں میں تھا۔جو ایک مصروف تھا۔دور سے ہی یہ بڑا ہی محبت کرنے والا کپل نظر آرہا

دوسرے کے دکھ سکھ ایک دوسرے کے مزاج سے بخوبی آشنا تھے۔جسے زمانے کی کوئی بات کوئی سرد گرم لہجہ نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ایک لڑکی کو زندگی میں اور چاہیے ہی کیا ہوتا ہے۔۔؟اوراس نے بھی کب اس سے زیادہ کی خواہش کی تھی۔۔؟مگراس سے تو وہ بھی چھین لیا گیا تھا جو اسکا تھا۔اسکی آنکھیں نجانے کیوں ایک عجیب سے احساس کے تحت جلنے لگیں تھیں۔

ابا صاحب کے پاس سے اٹھ کر وہ ٹیرس پر آگیا تھا۔ان کا اپنے فیصلے پر ساتھ دینے پر وہ مطمئن بھی تھا۔اسے یقین تھا ابا صاحب کبھی بھی غلط کا ساتھ دینے کے لیے اسکے خلاف نہیں ہوں گے۔اورانہوں نے وہی کیا تھا جسکی اسے توقع تھی۔سگریٹ کا آخری کش بھر رہا تھا جب اسے اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی تھی۔گردن ہلکی سی ترچھی کرتے کچھ فاصلے پر کھڑی زمدہ کو دیکھا۔اور نگاہ واپس پھیر گیا۔

میں کچھ دیر اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔۔"اسکی سپاٹ آواز پر وہ تڑپتی نزدیک آگئی۔"

آپ مجھے بھی قصوروار سمجھ رہے ہیں اس لیے کہہ رہے ہیں نا۔۔"اس نے سسکتے ہوئے کہا تو اسفندیار گہری سانس بھرتا سگریٹ ایک جانب پھینک گیا۔

"زمدہ۔۔کیا کہہ رہا ہوں میں تم سے۔۔؟"

میں کیسے یقین دلاؤں خان میرا کوئی لینا دینا نہیں۔۔لالا زرتشہ کے ساتھ کیسا "رویہ رکھتا تھا پیچھے اس میں میری کیا غلطی ہے۔۔؟

غلطی تمہاری نہیں ہماری ہے جو تمہارے آوارہ بھائی کو اپنی بہن سونپ" دی۔۔!!"زمدہ کو اس پل اپنے بھائی پر شدید غصہ آیا تھا۔صرف اسکی وجہ سے آج اسفندیار اسے شکی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

ہمیں خود اندازہ نہیں تھا کہ لالا کہاں ہوتا ہے۔۔اماں مجھ سے لالا کے بارے" میں ہر بات چھپا لیتی تھیں۔۔پلیز آپ لالا کی وجہ سے مجھ سے بھی ناراض نہ ہوں خان۔۔۔مم۔۔میرا یقین کریں مہزلہ جھوٹ بول رہی تھی کہ مجھے علم تھا۔آپ بتائیں خان کیا میں ایسی ہوں۔۔؟"آنکھوں میں آنسو لیے وہ بے بسی کی تصویر بنی کھڑی تھی۔وہ جبڑے بھینچا اسے دیکھتا رہا۔

مہزلہ زرتشہ کی وجہ سے فرسٹیٹڈ ہے اسی لیے کہہ دیا۔۔ تم نے زرتشہ کی حالت "
نہیں دیکھی جب میں اتنا ڈسٹرب ہوا ہوں۔۔ تو چچی اور اسکا بھی تو
سوچو۔۔۔! "اس نے زمدہ کو انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔ مگر وہ پھوٹ پھوٹ
کر روتی اسکے سینے سے لگ گئی۔ اسفندیار نے بے اختیار اپنی پیشانی مالی تھی۔
نہیں خان وہ چاہتی ہے کہ آپ مجھ سے دور ہو جائیں مجھ سے بدگمان ہو جائیں "
پلیز اسکی باتوں کا یقین مت کیجیے گا۔۔ "اسکے ہچکیوں سے رونے پر اسکے گرد
حصار باندھتے اسفندیار نے اب ڈپٹا تھا۔

کیا بچپنا ہے یہ زمدہ۔۔!! طبیعت خراب ہو جائے گی تمہاری۔۔ رونا بند "
کرو۔۔ "اور اسکی ڈانٹ کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا۔ اس نے سسکیاں ضبط کرتے آنسو
پونچھ لیے۔

"میڈیسن لیں۔۔؟"

"کھانا ہی نہیں کھایا ابھی تو۔۔"

یہ کیا حرکت ہے تم چھوٹی بچی ہو جو تمہیں روز کہنا پڑے گا۔۔؟"اس بار" اسفندیار کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔اس کی اپنی سو الجھنیں تھیں۔دن رات کہاں ان چیزوں کی فکریں پال سکتا تھا۔زمدہ انگلیاں مروڑنے لگی۔

"بس شام سے ٹینشن میں تھی کچھ دل ہی نہیں کیا کھانے کا۔۔"

جا کر کھانا کھاؤ۔۔"اسے خود سے علیحدہ کرتا اس بار قدرے نرم لہجے میں بولا تھا۔۔مہزلہ جو ابھی چند لمحے پہلے ہی یہاں آ کر کھڑی ہوئی تھی۔اس محبت بھرے منظر کو دیکھ جلتی آنکھوں سے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔اسے نہیں معلوم تھا اسکا دل کیوں جل رہا تھا۔اسے رونا کیوں آ رہا تھا۔یہ تو شروع سے طے تھا وہ زمدہ کا شوہر تھا اور اسی کا رہنا تھا اسکی تمام محبت تمام فکر زمدہ کے لیے ہی رہنی تھی۔مگر اسکا کیا۔۔؟اسکی زندگی کیوں تباہ کی تھی اس شخص نے۔۔؟اسے پہلے کاروان سے دور کیا۔۔تب بھی دل نہیں بھرا تو گلریز سے چھین کر زبردستی اپنا لیا۔کیا وہ کوئی کھلونا تھی۔۔؟کیا اسکے اندر دل اور جذبات نہیں تھے۔۔؟جو اپنی ملکیت کی مہر اس پر لگا کر اسے اپنا دوسرا آپشن بنا لیا تھا۔۔؟

کمرے میں آکر دروازہ لاک کرتی اسی سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔اسکی آنکھوں سے آنسو باہر آنے لگے تھے۔اسے کوئی ایسا لمحہ یاد نہ تھا جب اس شخص نے اس سے یوں نرمی سے بات کی ہو۔یا کبھی اسکی فکر کی ہو۔

میں بھی کیا سوچ رہی ہوں۔۔اور کیوں سوچ رہی ہوں۔۔؟وہ شخص مجھ سے' نرمی سے بات کیوں کرے گا۔۔؟میری فکر کیوں کرے گا۔۔؟میں تو خون بہا میں اسکے ساتھ بیاہی گئی ہوں جبکہ زمدہ۔۔!اسے تو بچپن سے پسند کرتا ہے وہ۔۔اب تو اور بھی دل کے قریب ہوگی کیونکہ دوسری بیوی کو قبول کرلیا اور پھر اولاد دے رہی ہے۔۔میں تو اس شخص کی اس لیے بھی ناپسندیدہ ہوں کہ اسکے آگے سر نہیں جھکاتی۔۔زمدہ کی طرح اسکی غلامی نہیں کرتی۔۔اور نہ ہی کبھی کروں گی۔۔۔!'آنسو رگڑتی سر جھٹک کر آگئے بڑھ گئی۔مگر نجانے کیا بات تھی دل آج ان دلیلوں پر مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔

تو پھر میری زندگی کیوں برباد کی اس شخص نے۔۔؟جب اسکے پاس چاہنے والی' بیوی تھی۔۔میں ان دونوں کی زندگی میں تھرڈ ویل کی حیثیت سے ہوں بس۔

اس سے زیادہ کیا او قات ہے میری۔۔؟'ایسی منفی سوچیں آکر اسکا دماغ مزید خراب کرنے لگیں تھیں۔

کاش میری شادی ہی نہ ہوئی ہوتی ان سے۔۔نہ شادی ہوتی نہ اس حویلی میں ' ہوتی اور نہ ہی اس وقت خود کو تھرڈ ویل محسوس کر رہی ہوتی۔۔گلریز کی کم از کم پہلی اور اکلوتی بیوی تو ہوتی۔۔ہاں کاش اسی سے شادی ہو جاتی میری۔۔'مگر نجانے کیوں دل عجیب بے چین سا ہونے لگا تھا۔جیسے کوئی دھیرے دھیرے مسل رہا ہو۔'میری زندگی برباد کرنے کے لیے یا اللہ کیا تجھے یہی انسان ملا تھا۔۔؟'آنکھوں میں نمی لیے بیڈ پر اسفندیار کی جگہ لیٹ گئی جو کبھی اسکی ہوا کرتی تھی۔مگر اسفندیار نے چار جنگ سو کٹڈ کی وجہ سے یہ جگہ منتخب کی تھی۔اسے اپنی آنکھوں کی نمی کی وجہ خود معلوم نہ تھی۔کہ یہ آنسو اس کی آنکھوں سے کیوں نکل رہے تھے۔تکیہ منہ پر رکھتی بے آواز رونے لگی۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا۔جب اسے کچی نیند میں اپنی باہوں سے تکیہ نکلتا محسوس ہوا تھا۔اور اسکے بعد اسے تکیے کے بجائے کسی نے اپنے بازو پر لٹا یا تھا۔اور

اسکے گرد حصار باندھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس شخص کی داڑھی کی چبھن اسے اپنے رخسار پر محسوس ہوئی تھی۔ اور وہ گہری نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

****

اسکی آنکھ کھلی تو وہ اس وقت کمفرٹر میں چھپی اسفندیار کے حصار میں تھی۔ مونذی مونذی آنکھیں مسلتے اسکے ڈھیلے ہوتے حصار کو توڑا تھا اور اٹھ بیٹھی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا وہ کمفرٹر اوڑھ کر نہیں سوئی تھی۔ بال چہرے سے ہٹاتے ایک نظر گہری نیند سوئے اسفندیار کو دیکھا تھا۔ اور لب بھیجتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کبڈ سے کالج جانے کے لیے کپڑے نکالے تھے۔ اور واشروم میں گھس گئی۔ واپس آئی تو اسفندیار بیدار ہو چکا تھا۔ ایک سرسری نظر اس پر ڈالتی ڈریسنگ کی سمت متوجہ ہو گئی۔ بالوں کو ڈھیلی چٹیا کی شکل میں باندھا تھا اور صوفے پر پڑا دوپٹہ اٹھاتی واپس ڈریسنگ کی طرف مڑ گئی۔ اس سارے عمل میں اسے اسفندیار کی گہری نگاہیں خود پر محسوس ہوئیں تھیں۔ مگر اس نے خود پر خول چڑھا لیا تھا۔ جس پر نہ اس شخص کی نظریں اثر کرنے والیں تھیں نہ جذبے اور نہ ہی لہجہ۔۔!

"کل رات کو کیوں رو رہیں تھیں۔۔؟" اسکا دوپٹے میں سیفٹی پن لگاتا ہاتھ ٹھٹھکا تھا۔ جبکہ چہرہ خفت کے سبب سرخ پڑنے لگا۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔؟" اسکے گھمبیر لہجے پر مہزلہ نے ناگواری آنکھوں میں لیے اسکی جانب دیکھا تھا اور بھنچے لہجے میں بولی۔

"اپنی ماں کی۔۔ اپنی بہن کی۔۔ اور اپنی قسمت پر غم ہی منا سکتی ہوں"

"بس۔۔!!" اسفندیار لب بھینچتا کمفرٹر ایک جانب پھینکتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایکسپلین کرو گی۔۔؟"

"ایکسپین۔۔؟ جب اتنی زندگی آنکھوں پر پٹی باندھ کر گزار لی۔۔ باقی بھی گزار لیں۔۔" اسکے لہجے میں کانچ کی سی چبھن تھی۔ قریب آتے اسفندیار نے بخوبی محسوس کی تھی۔

"کھولو میری پٹی۔۔ تمہیں تو ہنر آتا۔۔۔" اسکے قدم فاصلہ مختصر کرتے جا رہے تھے۔ مہزلہ نے لب بھینچتے اسے اپنے نزدیک آتے دیکھا تھا۔

"ہونہہ۔۔ میں ایسے لوگوں کو ہدایت دلوانے کا ہنر نہیں جانتی جو ظلم کرنے والوں کی پہلی صف میں ہوں۔۔"

یعنی تم سہنے والوں میں سے ہو۔۔۔؟" اسفندیار کا لہجہ بے پناہ سنجیدہ تھا۔ مہزلہ "
نے اپنے برابر میں ڈریسنگ پر اسے ہاتھ رکھتا دیکھا تھا۔

بد قسمتی سے۔۔! خاص کر ہم ماں بیٹیوں کے نصیبوں پر جو سیاہی ملی ہے اس "
" حویلی نے۔۔ اسکے بعد کچھ بچا ہے کہنے کو۔۔؟

وہی کہہ رہا ہوں وضاحت کرو۔۔!" اسفندیار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسکی "
آنکھوں میں گاڑھ دیں۔ مہزلہ نظریں پھیرتی تلخی سے ہنسی۔

اچھا میں وضاحت کروں کہ میری ماں کیوں بد قسمت ہے جس نے شوہر کو "
آنکھوں سے جلتا دیکھا ہے۔۔ میں وضاحت کروں کہ میری بہن بد قسمت کیوں
ہے کہ ایک بد کار اور تشدد کرنے والے گھٹیا انسان سے شادی پر بھی چپ کیوں
رہی۔۔؟ مگر میں احسان مند ہوں آپکی کہ آپا کو مرنے کے بعد گھر نہیں لائے
کیونکہ جو حال وہ شخص میری بہن کا کر چکا چند دن میں مار بھی دیتا۔۔" وہ اسفندیار
کی دھیرے دھیرے سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھتی بولی تھی مگر اسکے لہجے میں
ذرہ برابر بھی تشکر نہ تھا۔

اور میں۔۔!! میرا تو معاملہ ہی الگ ہے۔۔میری بد قسمتی پر تو جیسے پوری حویلی" کا ہر شخص ایک ہو گیا تھا۔۔ مجھ سے صرف اس بات کا بدلہ لیا گیا کہ میرے منگیتر پر قتل کا شک تھا۔۔!!" مہزلہ نے زہر خند نگاہوں سے اپنے بلکل نزدیک کھڑے شخص کو دیکھا تھا۔

چلو چچی اور زرتشہ کا تو سمجھ آتا ہے۔۔ تم کیوں صبر شکر نہیں کر لیتیں اپنی قسمت " پر۔۔؟" بغور اسکا سرخ چہرہ دیکھتا گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔اور ڈریسنگ پر اسکی دوسری جانب بھی ہاتھ رکھ گیا۔ مہزلہ کی تیوری کے بل بڑھنے لگے۔

ظلم پر میں صبر شکر کر لوں۔۔؟ تمہاری بربریت اور ناانصافی پر چپ بیٹھ " جاؤں۔۔ ہونہہ ناممکن۔۔ ناممکن اسفندیار خان۔۔!! صرف تمہاری وجہ سے آج اس عقوبت خانے میں ہوں میں۔۔ ورنہ گلریز مجھے کب کا رخصت کر کے اپنے ___ "

شٹ اپ۔۔!! جسٹس شٹ اپ۔۔۔!!" اسفندیار کی رنگت تمتما اٹھی" تھی۔ اسکا لہجہ۔۔ اسکا انداز۔۔ اسکے وار۔۔۔ اسکی گستاخی سب برداشت کر سکتا تھا۔۔ سوائے دوسرے شخص کے نام کے۔۔ جو اس وقت اسکی آنکھوں میں

خون اتروا گیا تھا۔ ''گلریز۔۔ گلریز۔۔ گلریز۔۔۔ آئندہ یہ نام تمہاری زبان پر آیا تو جانتی ہو کیا کروں گا میں۔۔؟'' غضب ناک تاثرات لیے بلکل چہرے پر جھکا تھا۔ مہزلہ کو اس پل اپنے قدموں سے جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ ''اپنی بندوق کی ساری گولیاں اس شخص کے حلق میں اتار آؤں گا۔۔ اور اسکی ذمے دار صرف تم ہو گئی مہزلہ اسفندیار صرف تم۔۔'' اسے وارن کرتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ اپنی جگہ فریز ہو کر رہ گئی۔ جس انداز میں وہ کہہ کر گیا تھا اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ صرف دھمکی نہ تھی۔

****

دوپہر میں وہ کالج سے آکر چند گھنٹے سو گئی تھی۔ اسکی آنکھ پانچ بجے کے قریب کھلی تھی۔ عصر پڑھ کر باہر نکلی تو ابھی کاریڈور کراس ہی کیا تھا کہ نگاہ لاؤنج میں یلو کاٹن کے اسٹائلش سوٹ پر شیفون کا باریک دوپٹہ اوڑھے سجی سنوری بیٹھی زمدہ پر پڑ گئی جو اس وقت فون پر مصروف تھی۔ اور اسے دیکھتے ہی آواز خود بخود بلند بھی ہو گئی تھی۔

"جی جی۔۔خان آنے والے ہیں بس۔۔ڈاکٹر کو دکھا کر کسی اچھی جگہ کھانا کھانے کا ارادہ ہے۔۔" کھلے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیرتی فون والے سے زیادہ اسے بتا رہی تھی۔ "نہیں نا خان مجھے کہاں انکار کرتے ہیں۔۔؟" مہزلہ لب بھینچتی آگے بڑھ گئی۔ مگر اگلے ہی پل رکنا بھی پڑا تھا۔ کیونکہ زمدہ نے رابطہ منقطع کرتے اسے پکارا تھا۔

"رکو تو سہی۔۔!" مہزلہ نے پلٹ کر ایک کوفت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔؟" زمدہ کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"کل بڑا چیخ چیخ کر الزام لگائے جا رہے تھے۔۔ کیا ہوا۔۔؟ خان تو میرے خلاف نہیں ہوئے۔۔!!" اسکے آنکھیں پٹپٹانے پر مہزلہ کے اندر ابال اٹھنے لگے تھے مگر چہرہ بے تاثر رکھا۔

"اور تم سے کس نے کہا میرا لیول اتنا گر گیا ہے کہ اب میں تمہارے خلاف دوسروں کو بھڑکاؤں گی۔۔؟" اسکے انتہائی سرسری انداز پر زمدہ کی مسکراہٹ سکڑی تھی مگر وہ بھی ہار نہ مانی۔

"ہونہہ کوشش بھی نہیں کرنا نتیجہ کل دیکھ چکی ہو۔۔!"

"اس بکواس کے لیے میرا وقت ضائع کرنے کے لیے روکا تھا۔۔؟"

"ارے نہیں میں نے تو یہ بتانے کے لیے روکا تھا کہ کل خان کو تمہارے کمرے میں میں نے ہی بھیجا تھا۔۔بہن کے غم میں پھر کوئی نفسیاتی قدم نہ اٹھا لو۔۔"اسکے تمسخر بھرے لہجے پر مہزلہ کی رنگت دہک اٹھی تھی۔

"تمہیں مجھ پر یہ احسان کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے خان خود ہی میری جانب کھنچے چلے آتے ہیں۔۔"اس نے بھی کمال اداکاری کرتے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ سجالی تھی۔"دل ہی نہیں لگتا اب ان کا میرے بغیر۔۔جب دیکھو کسی نا کسی بہانے سے میرے کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں۔۔"اور اس پل زمدہ کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھ مہزلہ کے جلتے دل پر جیسے اوس گر گئی تھی۔اس نے دل ہی دل میں خود کو گلے سے لگالیا تھا۔

"یہ کیوں نہیں کہتیں جو اس رشتے سے بھاگنے کا ڈھونگ کرتیں تھیں اب ختم ہو گیا۔۔میرے خان کی ذرا سی قربت اور التفات نے تمہارے ارمان جگا دیے۔۔"اس کے بے حیا اور بے باک جملوں پر مہزلہ نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

"اور کتنا گروگی۔۔ شرم تو چھو کر بھی نہیں گزری لگتا ہے تمہیں۔۔!"

"شرم۔۔؟" زمدہ ہنس پڑی۔ "تم جیسی بے شرم اب شرم پر لیکچر دے گی۔۔ جس کی خلوت میں شاید خان سے پہلے وہ ملازم کاروان آچک___" زمدہ کا واہیات جملہ مکمل بھی نہ ہو سکا تھا کہ مہرلہ کا ہاتھ اٹھا تھا اور زوردار طمانچے کی صورت اسکے منہ پر جا پڑا۔ زمدہ نے بے یقینی کے عالم میں اپنا غصے سے کانپتا ہاتھ رخسار پر رکھتے اسکی لال انگارہ ہوتی آنکھوں کو دیکھا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ جنون سے پاگل ہوتی اس پر جھپٹتی منہ پر ہاتھ رکھے سسکنا شروع ہو گئی۔ مہرلہ نے بھنویں سکیڑتے اسے روتے دیکھا تھا۔ اسکا دماغ اسکے ردِعمل پر ابھی ورک بھی نہ کر پایا تھا۔ کہ عقب سے ایک گھمبیر پر جلال آواز کاریڈور میں ابھری تھی۔ اور اسے جیسے اسکی چال بازی کی وجہ معلوم ہو گئی۔

"کیا ہو رہا ہے وہاں۔۔!!" اسفندیار لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان تک آ رہا تھا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی باتیں تو نہ سن سکا تھا۔ مگر مہرلہ کو زمدہ کو تھپڑ مارتا دیکھ چکا تھا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کیا ہو رہا ہے یہ۔۔۔؟" اس بار وہ دھاڑا تھا۔ نیچے سے تائی اور روشینا بھی چلی آئیں تھیں۔ درخنے بھی اپنے کمرے سے نکلتی فوراً وہاں آئی تھی۔

"خان۔۔۔!!" زمدہ نے سسکتے اسکی جانب دیکھا تھا جو سن کھڑی مہزلہ کو سرخ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔ وضاحت کرو۔۔!!" اسکے بازو سے پکڑنے پر مہزلہ چونکی تھی۔ اور خون آشام نگاہ روتی ہوئی زمدہ پر ڈالی۔

"اپنی بیوی سے پوچھیں۔۔!"

"نہیں۔۔۔!!! میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔ تم نے کیوں ہاتھ اٹھایا ہے زمدہ پر جواب دو۔۔۔۔!!!!" اسکے گرجتے لہجے پر جہاں سب ہی حراساں ہوئے تھے وہیں باقی سب وجہ معلوم ہونے پر حیرت میں پڑ گئے۔ مہزلہ نے نمی حلق میں اتارتے اسفندیار کی جانب دیکھا تھا۔ مگر منہ میں الفاظ جیسے ختم ہو گئے تھے۔ وہ سرِ عام کیا بتاتی کہ ابھی اسکی پارسا بیوی نے کیا الزام لگایا تھا اس پر۔

جو آپکی بیوی کہہ چکی ہے اسے میں دہرانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتی اتنی غلیظ "
اور گھٹیا نہیں ہوں میں۔۔!!" وہ بھی نفرت سے چیخی تھی اسفندیار نے
بھنویں سکیڑتے زمدہ کی جانب دیکھا۔ جو گہرے گہرے سانس بھرتی سر نفی میں
ہلا رہی تھی۔

کیا کہا ہے تم نے اسے۔۔۔؟ جواب دو۔۔۔!!" اسفندیار اس بار زمدہ پر دھاڑا "
تھا۔ غصے کے سبب اسکے دماغ کی نس پھڑک رہی تھی۔ زمدہ کا چہرہ ایک پل
کے لیے سفید پڑ گیا۔

خان مم۔۔ میں نے۔۔ میں نے بس اس سے زرتشہ اور لالا کے بارے میں "
بات کی تھی۔۔ مگر اس نے۔۔" جملہ ادھورا چھوڑتی منہ پر ہاتھ رکھ کر سسک
اٹھی۔ اسفندیار نے اس بار مہزلہ کو دیکھا تھا جو زمدہ کو خونخوار نگاہوں سے دیکھ
رہی تھی۔

"بریال لالا کے کیے کا بدلہ تم مجھ سے لو گی اب۔۔۔؟"

اے بھئی اتنی ہمت۔۔ یہ لڑکی تو آپے سے باہر ہو رہی ہے۔۔" تائی تبانہ نے "
کان پکڑ لیے تھے۔

تم نے اس وجہ سے تھپڑ مارا ہے اسے۔۔؟" اسفندیار نے سخت لہجے میں اس سے استفسار کیا۔ مہزلہ جبڑے بھینچی اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ کوئی تصدیق یا تردید نہ کی تھی۔ بس اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی سرخ نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ اسفندیار کا ضبط اسکی ضد پر ٹوٹنے لگا تھا۔ "کس نے اجازت دی تمہیں۔۔؟"

"اور اسے کس نے اجازت دی کہ میرے منہ لگے۔۔؟"

"یہ جسٹیفیکیشن ہے تمہارے پاس اسے تھپڑ مارنے کی۔۔؟ مجھے ابھی اور اسی وقت وضاحت کرو گی تم۔۔۔ ادر وائز یو ہیو ٹو سے سوری ٹو ہر رائٹ ناؤ۔۔!!" اسکے دوٹوک لہجے پر مہزلہ کی آنکھوں میں اس بار عجیب سی چبھن ہونے لگی تھی۔ کیا کہتی وہ اس شخص سے کہ ابھی اسکی بیوی نے بدکاری کا الزام لگایا تھا اس پر۔۔؟ اور یہ سامنے کھڑا شخص کونسا اس کا تھا جو اسکی وضاحت سن کر اسکی طرفداری کرتا وہ تو اسکا تھا جسے اپنے عقب میں کیے کھڑا تھا۔ اور پھر اس نے وہ کیا جو اسکی انا کو گوارا تھا۔

میں مر کر بھی___معافی___نہیں___مانگوں___گی۔۔۔!!"وہ ہر شے"
بھول گئی تھی اگر اس وقت کچھ مقدم تھی تو وہ اس کی سیلف اسٹریم تھی۔جو وہ
زمدہ کے آگے تو قطعاً بکھرنے نہ دیتی۔اسفندیار اسکی باغی سرخ آنکھوں میں
دیکھتا ایک قدم نزدیک ہوا تھا۔

"تم مجھے چیلنج کرو گی۔۔؟"

خان۔۔ککوئی بات نہیں۔۔میں نے معاف کیا اسے۔۔"زمدہ نے ڈرامہ"
شروع کرتے اسفندیار کو روکنا چاہا تھا۔مہزلہ نے مشتعل ہوتے اسے دیکھا تھا۔
میں تم پر تھوکنا پسند نہ کروں معافی مانگنا تو بہت دور کی بات ہے۔۔!!"جب"
اسفندیار نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی جانب متوجہ کیا۔
کسی کے قابو میں نہیں آؤ گی۔۔جس کو جو مرضی آئے کہہ دو گی۔۔ہاں۔۔؟"
کیا مسئلہ کیا ہے آخر۔۔؟"مہزلہ نے حلق میں اٹکتا گولا بمشکل اندر اتارا
تھا۔روشینا بے جان ہوتے قدموں سے ان کے نزدیک آگئیں۔

خان چھوڑ دیں اسے۔۔میں اسکی جگہ معافی مانگتی ہوں زمدہ"
سے۔۔!"روشینا کی غمگیں آواز مہزلہ پر کوڑے کی طرح پڑی تھی۔اس نے

اور اسفند یار نے بیک وقت ان کی جانب دیکھا تھا۔اور ان کی حالت دیکھ مہزلہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلنے لگے۔اس کا ضبط ٹوٹ گیا تھا۔

میں نے کچھ نہیں کیا مورے۔۔پھر کس بات کی معافی۔۔؟"اس نے چیختے" ایک جھٹکے سے اسفند یار سے بازو چھڑایا تھا۔اور نفرت بھری نگاہوں سے واپس اسکی سمت پلٹی۔"مل گئی خوشی۔۔؟آپکی پارسہ بیوی کو انصاف مل گیا۔۔؟مگر یاد رکھیے گا ایک بات" مہزلہ نے انگلی اٹھائی تھی۔مگر اسفند یار کی نگاہیں اسکے بہتے آنسوؤں پر ٹھہر گئیں تھیں۔"آپ صرف اسکے شوہر ہیں۔۔!!مجھے نہ آپکی حمایت کی توقع تھی۔۔نہ انصاف کی۔۔مگر آپ پر حرام ہو گا اب میرے نزدیک "___آنا۔۔کیونکہ مجھے آپ کو اپنا شوہر بنانے میں

بکواس بند کرو اپنی۔۔۔!!"اسفند یار جلال سے پاگل ہوتا پوری قوت سے " دھاڑا تھا مگر مہزلہ اسی طرح جمی کھڑی رہی۔اور اب وہ زمدہ کو دیکھ رہی تھی۔

سنبھال کر رکھو اپنے شوہر کو۔۔میرے کمرے میں قدم نہ رکھیں اب"

"!!یہ۔۔

تم ہوتی کون ہو مجھے روکنے والی۔۔" وہ شدید طیش کے عالم میں اسکی جانب بڑھا تھا۔ مگر درخنے اور روشینا چچیتیں فوراً بیچ میں آ گئیں۔

"پلیز لالا۔۔!!"

"خاناں۔۔ خدا کا واسطہ۔۔!!"

"بہن!!۔۔۔ اسے سمجھائیں چچی۔۔ یہ میرے ضبط کی حدوں کو پار کر رہی ہے۔۔۔!!" بہن کی اوٹ میں خود کو گھورتی مہزلہ کو دیکھا دھاڑا تھا۔ مگر زمدہ اسی جگہ ٹھہری اس وقت بلکل زرد پڑ چکی تھی۔ اسکا دل جیسے اس لمحے کئی چھوٹی چھوٹی کرچیوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اسے اپنے شوہر سے یہ توقع نہ تھی۔ مہزلہ نے اتنی شدت سے اسکے شوہر کو ٹھکرایا تھا اور وہ۔۔!! وہ بجائے اسکے کہ طلاق کے تین بول بول کر لعنت بھیجتا۔ وہ تو اس سے فاصلے کا سوچ کر ہی لڑ پڑا تھا۔ یہ بھیانک آگاہی زمدہ شیر افگن کے غرور اور نام نہاد محبت پر تازیانہ ثابت ہوئی تھی۔ درخنے مہزلہ کو اسکے کمرے میں لے گئی تھی جبکہ اسفندیار لمبے لمبے ڈگ بھرتا نکل گیا تھا۔ اور وہ اکیلی ایک سائیڈ کریکٹر کی طرح کھڑی رہ گئی تھی۔ کیونکہ وہ جیت کر بھی ہار گئی تھی۔ اسکی خالی نگاہیں اسفندیار کو خود سے جاتا دیکھ رہیں تھیں۔ وہ معصوم بن کر

بھی ہار گئی تھی۔اور مہزلہ بری بن کر بھی اسکے شوہر کو جیت گئی تھی۔کیا یہ بربادی کی شروعات تھی۔۔؟اسکے خان نے ایک بار بھی اسے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔دیکھتا بھی کیوں اس وقت تو وہ مہزلہ برلاس کی دھمکی کے حصار میں تھا۔

****

"یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔؟"زرتشہ ملازمہ کا سہارا لے کر اسکے پاس چلی آئی تھی۔رات کے گیارہ بج رہے تھے۔وہ تنہا درختوں کے سامنے بنی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔اسکی آواز پر گھٹنوں سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔زرتشہ نے ملازمہ کو جانے کا اشارہ کر دیا۔

"کیوں تمہیں اعتراض ہے کوئی۔۔!"روکھے لہجے میں کہتی واپسی اپنی سابقہ پوزیشن میں چلی گئی۔زرتشہ اسکے برابر میں بیٹھتی ہاتھ میں موجود ایکسٹرا شال اس پر ڈال گئی۔

"کھانا کیوں نہیں کھایا۔۔؟"

مرضی میری۔۔اور زیادہ لمبی کرنے کی ضرورت نہیں مجھے پتہ ہے مورے "الف سے ے تک ایک ایک بات تمہیں پروچکی ہیں۔۔اور اب یہاں تم میری کلاس لینے آئی ہو۔۔"اسکے منہ پھٹ انداز پر زرتشہ نے اسے گھورا تھا۔مگر وہ شال اچھی طرح اپنے گرد لپیٹتی درختوں کو گھور رہی تھی۔"خود اب دو تین دن تک ناراض رہ کر مجھے بلیک میل کریں گی مگر تمہیں بھیج دیا۔۔!"

"انہوں نے نہیں درخنے نے بتایا ہے سب۔۔انہوں نے صرف کھانے کا پوچھنے بھیجا تھا۔۔"مہزلہ نے چونک کر اسے دیکھا مگر وہ اسے خشمگین نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"کیا بیوقوفی کی ہے تم نے۔۔اب بتاؤ گی مجھے۔۔؟"

"نہیں۔۔!"

"کیا بچپنا ہے زلہ۔۔!اس طرح اکیلے بیٹھ کر بھوکا رہ کر سب سے کٹ کر کیا حاصل ہو گا۔۔!"

مینٹل پیس۔۔! جو میرے پاس بلکل نہیں۔۔اور اچھا ہے نا ان سب کے لیے "
"میں مسئلہ ہوں۔۔اب الگ بیٹھی ہوں تم تب بھی خوش نہیں۔۔؟

مجھے تمہاری تقریر نہیں سننی۔۔مجھے یہ بتاؤ آخر زمدہ بھابھی نے تمہیں کیا کہہ "
دیا تھا کہ تم نے تھپڑ ہی جڑ دیا۔۔" مہزلہ کی آنکھوں کے سامنے ایک بار پھر وہ
منظر ابھرا تھا۔اسے پھر سے غصہ آنے لگا۔"اور مار اتو مار الالا کی موجودگی کا بھی
"خیال نہیں کیا۔۔

جب اس نے بکواس کی وہ تب نہیں تھے مگر جب میں نے تھپڑ مارا نجانے کہاں "
سے نمودار ہو گئے۔۔" تلخی سے کہتی سر جھٹک گئی۔"اپنی چہیتی کو پروٹیکٹ
"! کرنے۔۔

"تم نے تھپڑ کی ریزن دی انہیں۔۔؟"

"ہونہہ۔۔ریزن بتا کر خود کو اور ذلیل کروا لیتی۔۔؟"

تو پھر تم کیا چاہ رہی ہو۔۔تم تھپڑ بھی جڑ دو اور وضاحت بھی نہ دو اور یہ "
ایکسپیکٹ کرو کہ وہ تمہاری طرفداری کریں گے۔۔؟"اس بار زرتشہ نے اسے
ڈپٹا تھا۔مہزلہ نے رخ موڑتے سلگ کر اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں نازیادہ ان کی چمچی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ !"

"اچھا۔۔اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟ مجھے وجہ بتاؤ زلہ۔۔اس ٹھنڈ میں پاؤں کی تکلیف کے ساتھ زیادہ دیر جنگ نہیں کر سکتی میں۔۔" مہزلہ نے چونکتے فوراً اسکا پٹی لپٹا پاؤں دیکھا جو اس وقت آرام دہ سلیپر میں مقید تھا۔

تم کیوں آئی ہو۔۔تکلیف بڑھ جائے گی۔۔" وہ فوراً متفکر ہوئی تھی۔"

"تم تو آتیں نہیں اسلیے مجھے ہی آنا پڑا۔۔"

"تم نے بلایا ایک بار بھی جھوٹی۔۔ !"

"مجھے بتاؤ زلہ۔۔ !" اس بار وہ بے انتہا سنجید گی کے ساتھ بولی تھی۔ مہزلہ چہرے سے بال ہٹاتی گارڈن میں گشت کرتے گارڈز کو گھورنے لگی گئی۔

"وہ اتنی غلاظت اپنے ذہن میں رکھتی ہے۔مجھے سوچ کر گھن آرہی ہے۔۔اس لڑکی نے آج حد پار کی تھی۔۔اسی لیے میں انتہا کو پہنچی ہوں۔۔" زرتشہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکا چہرہ اپنی جانب کیا۔" میرے اور کاروان کے بارے میں گھٹیا باتیں کر رہی تھی بس مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔۔" اسکے چہرے پر چھائے کرب کو دیکھ زرتشہ کا دل اس کے لیے اداس ہونے لگا۔

تو تمہیں بتانی چاہیے تھی یہ بات لالا کو۔۔" مہزلہ اداسی سے مسکرا دی۔"

مجھے ان کی حمایت چاہیے ہی نہیں آج کے تھپڑ کے بعد اگر مجھے وہ اور "

"بد تہذیب اور خود سر سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں۔۔

کیا ساری زندگی ان سے اسی طرح جھگڑتی رہو گی۔۔؟ اور یہ کیا بات ہوئی تم "

"نے آج پورے گھر کے سامنے انہیں شوہر ہی ماننے سے انکار کر دیا۔۔

تو وہ جب زمدہ کے شوہر ہی بنے رہیں گے تو مجھے کیا ضرورت ہے انہیں اپنا شوہر "

"کہلوانے کی۔۔

زلہ بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔۔ اگر تم طریقے سے انہیں سچ بتا دیتیں۔۔ تو کیا "

"بات اتنی بڑھتی۔۔؟

"کیا گارنٹی تھی کہ وہ میرا یقین ہی کرتے۔۔؟"

تم نے کوشش بھی نہیں کی۔۔ اور انہیں سب کے سامنے کیا کیا کہہ دیا۔۔ کوئی "

کبھی ان کے آگے اتنا بولا ہے بتاؤ۔۔؟ ایک تم واحد ہو جس کی اتنی برداشت

کر لیتے ہیں وہ۔۔!" مہزلہ کے منہ میں کڑواہٹ گھل گئی۔ مگر پھر اکڑ کر بولی۔

"میں سچ بولتی ہوں اس لیے سننا پڑتا ہے۔۔"

واہ خوب۔۔ کبھی غور کیا ہے تم نے اپنے لہجے پر کتنا سخت اور ناگوار ہوتا ہے ان"
کے لیے۔۔ زلہ شوہر ہیں اب وہ تمہارے تمہیں ہر صورت نرمی لانی
ہوگی۔۔ تمہیں مرد کی انا کا علم نہیں کتنی بھیانک بیماری ہے یہ۔۔ اسکے لیے وہ
بڑے سے بڑا قدم اٹھانے سے بھی نہیں چوکتے" مہزلہ نے لب بھینچتے بہن کی
زرد رنگت دیکھی تھی۔

"کیا کریں گے۔۔؟ ہاتھ اٹھائیں گے یا چھوڑ دیں گے۔۔؟"

پھر وہی بچپنا۔۔ زمدہ بھابھی کو دیکھا ہے چاہے ہم سب سے کڑوی ہیں مگر لالا"
کے ہر وقت آگے پیچھے رہتی ہیں مگر کبھی اونچی آواز میں بات کرنے کی ہمت
"نہیں ہوئی۔۔ اور کتنی بار تو وہ ڈپٹ دیتے ہیں انہیں بھی۔۔

تو میری ذات پر کیا احسان کر رہے ہیں۔۔ مجھے تو ہمیشہ غصیلی نگاہوں سے ہی"
دیکھتے۔۔ اس لیے میں نے بھی صاف کہہ دیا میں کمرے میں گھسنے نہیں دوں
گی۔۔" زرتشہ نے مرغی کی ایک ٹانگ پر اپنا سر پیٹ لیا۔

ماشاءاللہ۔۔ کتنی عقلمند ہو تم۔۔ ویسے انہیں تمہارے کمرے میں گھسنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہی نہیں۔۔ کیزان کے پاس ہیں۔۔" مہزلہ نے سلگ کر اسے دیکھا تھا۔ زرتشہ مسکراہٹ ضبط کر گئی تھی۔

"یعنی تمہارے کہنے کا مطلب ہے ساری غلطی میری ہے۔۔؟ صحیح تو میرے پاس کیوں بیٹھی ہو جاؤ اپنی بھابھی کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھو۔۔" غصیلے لہجے میں کہتی اٹھنے لگی مگر زرتشہ ہاتھ تھامتی روک گئی۔

"مار کھا لو گی مجھ سے اب۔۔ بیٹھو۔۔ تمہیں پتہ بھی ہے لالا جب سے گھر سے گئے ہیں اب تک نہیں لوٹے۔۔ فون بھی نہیں اٹھا رہے۔۔" مہزلہ اس سے ہاتھ چھڑاتی اسکے برابر میں ہی بیٹھ گئی۔

"ہاہ۔۔ بیچاری زمدہ۔۔!! بڑے پلان بنائے ہوئے تھے پہلے یہاں جاؤں گی پھر وہاں جاؤں گی پھر ساتھ ڈنر کریں گے۔۔" اسکے منہ بنا کر کہنے پر زرتشہ اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکی تھی۔ جو کار سے اتر کر اسی جانب آتے دریاب نے بھی سنی تھی۔ اسے کل شام ہی توماں نے بتایا تھا۔ اور وہ اپنے تمام کام نبٹا کر آج ہی دوڑا چلا آیا تھا۔

"اوہ۔۔تو تم جیلس ہو رہی تھیں۔۔؟"

میں اور جیلس۔۔؟ وہ بھی ان دونوں سے۔۔!! میری بلا سے ساری زندگی "گھومتے رہیں اور حویلی میں قدم نہ رکھیں۔۔

اہم اہم۔۔یہ کس کو اتنا کھلم کھلا بددعا کے اسٹیل میں دعا دی جارہی ہے۔۔؟" مہزلہ اور زرتشہ دونوں بیک وقت پلٹیں تھیں۔اور سامنے کھڑے دریاب کو دیکھ ایک پل کے لیے حیران رہ گئیں۔

ارے دریاب لالا۔۔آپ کب لوٹے۔۔؟" مہزلہ نے خجالت مٹاتے اس سے" استفسار کیا۔دریاب کی نگاہ زرتشہ کی سمت اٹھی تھی جو فوراً نظریں جھکا گئی تھی۔

"بس ابھی آیا ہوں۔۔کام ختم ہو گیا تھا۔۔"

کل ہی تو گئے تھے زرغان کے ساتھ۔۔"زرتشہ کو نجانے کیوں اپنا یہاں ٹھہرنا" مشکل لگنے لگا۔

ہاں مگر یہاں زیادہ اہم کام آ گئے تھے۔۔!"اسکے گہرے لہجے پر زرتشہ اٹھ" کھڑی ہوئی مگر اچانک اٹھنے کے سبب پاؤں میں زبردست ٹیس اٹھی تھی۔

آپا۔۔۔!!" دریاب کی نگاہ اسکے پراذیت تاثرات سے ہوتی بے اختیار اسکے پاؤں تک گئی تھی۔ اور اسکی آنکھوں میں جیسے خون اترنے لگا۔ اگر اسفندیار بریال کو اس حرکت پر نہ مارتا تو پھر وہ اس سے کہیں زیادہ تکلیف اس شخص کو دیتا جس نے اس نازک سی لڑکی کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

مجھے روم تک چھوڑ دو۔۔۔!" دریاب کی جانب نگاہِ غلط بھی ڈالے بنا وہ مدھم آواز میں مہزلہ سے بولی تھی۔ اور اس پل مہزلہ کو بہن کا رویہ بڑا ہی عجیب لگا تھا۔ جب اسکی نگاہ دریاب کی سمت اٹھی تھی۔ جس کی نگاہیں صرف زرتشہ پر ٹکی تھیں۔ اور وہ ایک پل کے لیے ساکت رہ گئی۔ کیونکہ دریاب کی نگاہوں میں ترس یا رحم نہیں بلکہ شدت تھی۔ مگر اگلے ہی پل اپنا وہم سمجھتی اسے لے کر آگے بڑھ گئی۔

****

کیا بات ہے۔۔۔ جب سے آیا ہے چپ چپ سا ہے۔۔۔" صوفے کی پشت سے سر ٹکائے اسپین اسٹائل میں بنی سیلنگ کو گھورتا گہرے گہرے کش بھر رہا

تھا۔ جب سامنے بیٹھے زمان خان نے پوچھا تھا۔ آج کل وہ یہیں ایبٹ آباد آیا ہوا تھا۔ اور اسفندیار کے ریسٹ ہاؤس میں ہی اسٹے کر رہا تھا۔

اسفندیار بھی ڈیرے سے گھر جانے کے بجائے یہاں چلا آیا تھا۔ جس وقت وہ گھر سے نکلا تھا اتنا شدید غصے میں تھا کہ ڈیرے پر آکر اس نے ایک ایک کو ٹائٹ کر دیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسی کے گھر میں بچپن سے رہنے والی شخصیت یوں اسکے دماغ کے پرخچے اڑائے گی۔ اسے یوں سب کے سامنے چیلنج کرے گی۔ ورنہ اتنا غصہ اسے گھر کے کسی شخص پر کب آیا تھا۔۔؟ یہ تو صرف مخالفین کے لیے مختص تھا۔

تجھ سے کہہ رہا ہوں۔۔ کہاں گم ہے خاناں۔۔؟" زمان خان کے ایک بار پھر" متوجہ کرنے پر اسفندیار نے اپنی ذہین آنکھیں اسکی سمت موڑیں۔ جو اس وقت بلکل سرخ ہو رہی تھیں۔

کہاں گم تھا کب سے پکار رہا ہوں۔۔ کون ظالم ہے جس نے تجھے یوں اپنے" اردگرد سے بے خبر کر دیا۔۔" اسکے معنی خیز انداز پر اسفندیار سر جھٹکتا گہرا کش بھر گیا۔

"!مت چھیڑ دماغ آؤٹ ہے ابھی۔۔"

"وہی پوچھ رہا ہوں۔۔ کس بات کی ٹینشن ہے۔۔؟"

"کیا تو نے کبھی کسی الٹی کھوپڑی والے شخص کو دیکھا ہے۔۔"

ہاں میرے سامنے بیٹھا ہے۔۔"اور اپنے ہی جوک پر ہنس پڑا جبکہ اسفند یار کے "
چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔

"تجھے لگتا ہے میں الٹی کھوپڑی کا ہوں۔۔؟"

لگتا کیا یار ایقین ہے یقین۔۔ سردار کا موڈ کب بدل جائے کوئی نہیں "
جانتا۔۔"اسفند یار بدمزہ ہوتا سگریٹ ایش ٹرے میں مسل گیا۔

اچھا بتا نا۔۔ سیاست کا مسئلہ ہے یا دل کا۔۔؟"اس بار اسفند یار چونکا تھا۔اور "
تنفر سے ہنکار بھر گیا۔

سیاست میں ابھی مجھ سے ٹکر لینے والا اس شہر میں نہیں آیا۔۔اور دل کے "
"معاملے میں پالتا نہیں۔۔

تو پھر کس مائی کے لعل میں اتنی ہمت آگئی جس نے اسفند یار کو اپنی سوچوں میں "
الجھا دیا۔۔"اب وہ اسے کیا بتاتا وہ مائی کا لعل نہیں بلکہ حویلی کی چڑیل تھی۔جو

اسکے قابو میں آکر نہیں دے رہی تھی۔ ہر بار جب بھی وہ سوچتا کہ اسے اپنے بس میں کر سکتا ہے وہ پھر مچھلی کی طرح پھسل جاتی تھی۔

'آپ پر حرام ہو گا اب میرے نزدیک آنا۔۔'

'! سنبھال کر رکھو اپنے شوہر کو۔۔ میرے کمرے میں قدم نہ رکھیں اب یہ۔۔'

یہ مجال تمہاری۔۔۔! تم مجھے اپنے قریب آنے سے روکو گی۔۔!! ہوتی کون ہو' تم۔۔!! اتنا اختیار کب دیا میں نے تمہیں۔۔!'یکدم ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں۔۔؟"

ایک ضروری کام یاد آگیا۔۔ کل ملاقات ہوتی ہے ڈیرے پر۔۔"اسے الوداع" کرتا باہر نکل گیا تھا۔ گارڈز کی سیکیورٹی میں ریسٹ ہاؤس سے باہر نکلتے موبائل چیک کیا جہاں زمدہ کے لاتعداد میسجز آئے ہوئے تھے۔ ابا صاحب اور ماں کی بھی کالز تھیں۔ مگر وہ کہیں نہیں تھی۔ نہ کالز میں نہ میسجز میں۔۔! اسکا دل اور سلگنے لگا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے ورنہ عموماً وہ سات بجے تک گھر پر ہوتا تھا۔ وہ گاڑی کی سمت بڑھ ہی رہا تھا۔ کہ فضاء میں ہولناک فائرنگ کی آوازیں گونج اٹھیں تھیں۔

خاناں۔۔۔!!"چاروں اطراف سے تڑاتڑ فائرنگ ہو رہی تھی۔اسفندیار کے گارڈز نے بھی جوابی کاروائی شروع کر دی تھی۔ذرا سی دیر میں ریسٹ ہاؤس میدانِ جنگ کا منظر اختیار کر گیا تھا۔

****

اسفندیار پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔اور یہ خبر حویلی میں کسی بم کی طرح گری تھی۔ابا صاحب کو بادام خان نے یہ خبر دی تھی۔اور وہ جیسے غم و غصے سے پاگل ہوا ٹھے تھے۔انکا لختِ جگر اس وقت ہسپتال میں پڑا زندگی اور موت سے لڑ رہا تھا۔آہستہ آہستہ بات پوری حویلی میں پھیل گئی تھی۔اور جو جو سن رہا تھا۔صدمے سے بے حال ہو رہا تھا۔

درخنے جو پانی کی بوتل لینے نیچے آئی تھی۔لاؤنج کا منظر دیکھ ایک پل کے لیے ٹھٹھک گئی۔دریاب بری طرح چیختے چلاتے ابا صاحب کو سہارا دیا ہوا تھا۔جبکہ اسکا چہرہ خود غصے سے لال ہو رہا تھا۔زمدہ اور اسکی ماں بری طرح رو رہیں تھیں۔جبکہ روشینا پریشان صورت لیے وہیں کھڑیں تھیں۔

ہم نہیں چھوڑیں گے اس خبیث حرکت کرنے والے کو۔۔ گاڑی نکلواؤ"
فوراً۔۔ "ابا صاحب بادام خان پر دھاڑے تھے۔

کک۔۔ کیا ہوا ہے مورے۔۔؟"ماں کو روتا دیکھ تیزی سے ان کے نزدیک"
آئی تھی۔

حملہ ہوا ہے تمارا لالا پر درخنے۔۔!! ہسپتال میں ہے ہمارا بچا۔۔"تائی نے"
روتے ہوئے اسے بتایا تھا۔ درخنے کا تو صدمے سے برا حال ہونے لگا۔

"کک۔۔ کیا۔۔؟ مگر کس نے۔۔۔؟"

"!ابھی کچھ نہیں پتا دعا کرو اپنے لالا کے لیے۔۔"

مجھ۔۔ مجھے خان کے پاس لے چلیں۔۔! مجھے انہیں دیکھنا ہے۔۔"زمدہ نے"
سسکتے ان سے کہا تھا۔ اور پھر ابا صاحب اور دریاب کے ساتھ تائی اور زمدہ بھی
ہاسپٹل روانہ ہو گئیں تھیں۔

دعا کرو بیٹا اللہ رحم کرے گا۔۔"روشینا نے نم لہجے میں کہتے درخنے کو تسلی دی"
تھی۔ اس نے روتے ہوئے انکی جانب دیکھا۔

"مہزلہ کو بتایا۔۔؟"

نہیں۔۔جاؤ اسے بھی بتادو۔۔میں نفل پڑھنے جارہی ہوں انشاءاللہ سب خیر ہو گی۔۔"انہیں کمرے کی سمت بڑھتا دیکھ درخنے سیڑھیوں کی جانب لپکی تھی۔مہزلہ کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ جاگ ہی رہی تھی اور اس وقت کھڑکی کے پاس کھڑی جھانک رہی تھی۔دروازہ کھلنے کی آواز پر بے ساختہ پلٹی تھی۔مگر وہاں اسفندیار نہیں بلکہ درخنے کھڑی تھی۔

تم اس وقت۔۔؟اور یہ نیچے کیسا شور ہے۔۔اتنی گاڑیاں کہاں نکلی ہیں"

در۔۔؟"وہ بے چین ہوتی اسکے نزدیک آتی تھی۔اسکا دل نجانے کیوں بڑا عجیب ہو رہا تھا۔جیسے کچھ ہو گیا تھا۔۔درخنے سسکتی اسکے گلے سے لگ گئی۔مہزلہ اسکی حرکت پر بلکل حیران رہ گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے در۔۔ایسے کیوں رو رہی ہو۔۔؟"

لالا پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے زلہ۔۔!ہاسپٹل میں ہیں وہ اس وقت۔۔"اور مہزلہ جس کے ہاتھ کچھ دیر پہلے درخنے کی پیٹھ پر تھے یکدم ہی بے جان ہوتے پہلو میں آ گرے تھے۔اسکا دل اس وقت بلکل الگ انداز میں دھڑک رہا تھا۔یوں جیسے وہ

اپنی ہی دھڑکن محسوس نہ کر پا رہی ہو۔ درخنے سے علیحدہ ہوتے اسکا متورم چہرہ دیکھا۔ "کس۔۔ کس پر حم۔۔ لہ۔؟

اسفند لالا پر۔۔ کہہ رہے ہیں لالا کو گولیاں لگی ہیں۔۔ بہت سیریس کنڈیشن میں ہیں۔۔!" مہزلہ کو پتا بھی نہ چل سکا تھا۔ کب آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پر گرا تھا۔ "بھابھی اور مورے دریاب لالا اور ابا صاحب کے ساتھ ہاسپٹل گئیں ہیں ابھی۔۔" درخنے اور نجانے کیا کیا بتا رہی تھی مگر مہزلہ کا دل تو اس وقت نجانے کیوں قیامتوں میں گھرا تھا۔

'آپ پر حرام ہوگا اب میرے نزدیک آنا۔۔'

'! سنبھال کر رکھو اپنے شوہر کو۔۔ میرے کمرے میں قدم نہ رکھیں اب یہ۔۔'

آج دوپہر میں کہے جملے اس وقت اسکے کانوں میں گونجتے اسکا دل بند کر رہے تھے۔ کیا اتنا آسان تھا خود سے اتنے مضبوط رشتے میں جڑے شخص کو یوں خود سے دور کرنا۔۔؟ اگر تھا تو اس وقت اسکی تکلیف پر اسکی آنکھوں سے آنسو کیوں گر رہے تھے۔ یہ درد کیوں ہو رہا تھا۔؟

'اس اٹل حقیقت کو میری موت بدل سکتی ہے۔۔ چاہو تو اسکی دعا کر سکتی ہو۔۔'

اسفند یار کا ماضی میں کہا جملہ اس پل نجانے کیوں یاد آیا تھا۔اور وہ ضبط کھوتی رو پڑی۔

میں ایسا۔۔ایسا نہیں چاہتی تھی در۔۔"دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتی ہچکیوں" کے درمیان بولی تھی۔درخنے اسے اپنے گلے سے لگا گئی۔

"میں جانتی ہوں زلہ۔۔تم کیوں ایسا چاہو گی۔۔"

میں نے۔۔میں نے انہیں بددعا بھی نہیں دی در۔۔اتنا سب ہو گیا میرے" ساتھ پھر۔۔پھر بھی کبھی انہیں بددعا نہیں دی۔۔"بچوں کی طرح روتی اس سے لپٹ گئی۔

مجھے سب معلوم ہے۔۔اس میں تمہارا کیا قصور پاگل لڑکی۔۔"درخنے نے" روتے ہوئے اسے ڈپٹا تھا۔جب اسکے ہاتھ میں موجود موبائل بج اٹھا تھا جہاں سیال کی کال آرہی تھی۔

سیال کی کال آرہی ہے ہاسپٹل سے۔۔میں بات کر کے آتی ہوں۔۔تم دعا" کرو۔۔اور خود کو الزام دینے کی ضرورت نہیں۔۔"اسکے آنسو پونچھتے سمجھاتی

باہر نکل گئی جبکہ مہزلہ وضو کرنے چلی گئی تھی۔ واپس آکر نفل پڑے اور سجدے میں گر گئی تھی۔

"یا اللہ میں اب ایسا نہیں کہوں گی۔۔ انہیں کمرے میں آنے سے بھی نہیں روکوں گی پلیز انہیں ٹھیک کر دے۔۔!"

****

وہ نیچے اسٹڈی میں آگئی تھی۔ بیچینی اتنی تھی کہ ایک جگہ ٹک ہی نہیں پا رہی تھی۔ ہاسپٹل سے اب تک کوئی خبر نہیں آئی تھی۔ سیال نے دو تین گھنٹے پہلے درخنے کو کال کر کے بتایا تھا کہ اسفندیار آئی سی یو میں ہی ہے۔ اس نے نگاہ وال کلک پر ڈالی رات کے تین بج رہے تھے۔ صوفے کی پشت سے سر ٹکاتی گہری سانس بھر گئی۔

اسے نہیں معلوم تھا اللہ نے اسکے نصیب میں کیا لکھا تھا اسکی زندگی کی کتاب کا ہر پلٹتا صفحہ اسے نئے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیتا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی کہ اسفندیار خان کی زندگی کے لیے بھی کبھی دعا کرے گی۔ اور آج قسمت نے اس سے وہ بھی کروادیا تھا۔ 'میں تم سے کتنا بھی بغض رکھ لوں اسفندیار خان مگر میرا دل اتنا بے رحم نہیں کہ کسی کی تکلیف پر خوش ہوں یا اسکی موت کی دعا کروں۔۔' اپنی جھیل آنکھیں موند گئی تھی۔ آنسو بند آنکھوں سے نکلتے کنپٹیوں میں جذب ہو گئے۔ نجانے کتنی دیر وہ یونہی آنکھیں موندے بیٹھی رہی۔ اسے خبر بھی نہ ہو سکی تھی کب اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔

سورج کی کرنیں اسٹڈی کی کھڑکی سے چھن کر آتیں اس کے چہرے پر پڑی تھیں اور اسے بے چین کر گئیں۔ مگر اسکی بے چینی کی وجہ سورج کی کرنیں نہیں بلکہ کسی کے چیخ چیخ کر رونے کی آوازیں تھیں۔ اور اگلے پل وہ مکمل طور پر بیدار ہو گئی۔ موندی موندی آنکھوں سے ارد گرد دیکھا اسکے پاس کوئی نہ تھا۔ اسٹڈی خالی پڑی تھی۔ اسے اپنی نیند پر حیرت ہوئی تھی۔ نظر وال کلک پر ڈالی جہاں صبح کے دس بج رہے تھے۔ وہ صبح تک اتنی بے خبری کی نیند کیسے سو گئی

تھی۔۔؟جب ایک بار پھر رونے کی آوازیں اسے سنائی دیں تھیں۔اس نے چونکتے دروازے کی سمت دیکھا۔اور دھڑکتے دل کے ساتھ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔جیسے جیسے اسکے قدم دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے آوازیں واضح ہوتی جارہیں تھیں۔

اس نے لرزتا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر رکھا مگر پھر دور کرلیا۔اسکا دل اس پل نجانے کیوں لرز رہا تھا۔مگر اگر اس دروازے کے باہر نہ جاتی تو شاید دھڑکنا بند کردیتا۔دھڑکنوں کو قابو کرتے ہمت کرکے دروازہ کھولا تھا۔اور جیسے گھٹی گھٹی آوازیں اب واضح ہو گئیں۔کئی لوگوں کی ایک ساتھ بین کرنے کی آوازیں اسکے سرپر ہتھوڑے برسانے لگیں۔وہ ننگے پاؤں باہر نکلی تھی۔کاریڈور کے سنگ مرمر کے ٹھنڈے پڑتے فرش پر رلتا اسکا دوپٹہ بیچ میں ہی کہیں رہ گیا تھا۔مگر اسکے قدم نہ تھمے تھے۔اور جب لاؤنج میں پہنچی۔اسکی روح جیسے فنا ہو گئی تھی۔بے یقینی ایسی تھی کہ جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔سامنے کا منظر مہزلہ برلاس کا دل اس وقت بند کر گیا تھا۔لاؤنج کے بیچوں بیچ ایک جنازہ رکھا تھا۔اور سفید چادروں پر بیٹھیں سیاہ چادروں میں ملبوس عورتیں چہرے چھپائے پھوٹ پھوٹ

تو اس بات کر رو رہیں تھیں۔ 'ایسا کیسے ممکن تھا۔۔؟ یہ شخص کل شام تک کر کے گیا تھا۔۔ زندہ تھا۔۔ پھر کیسے۔۔؟ کیا اتنی عارضی ہے یہ دنیا کی زندگی۔۔؟ کیا موت اتنی بے رحم حقیقت ہے۔۔؟' پلک سے آنسو ٹوٹ کر اسکے سفید پڑتے رخسار پر گرا تھا۔

مر گیا میرا خاناں۔۔ دیکھ لے آکر۔۔ مر گیا وہ۔۔" جنازے کے پاس بیٹھی تائی" نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔" دیکھ مر گیا وہ۔۔" اسکا دم گھٹ رہا تھا۔ یوں جیسے کوئی اسکا دم نکال رہا ہو۔۔ اسکی ماں اور زرتشہ جنازے کے سر پر کھڑیں رو رہیں تھیں۔۔ سب کی چیخیں اسکا دم نکال رہی تھیں۔۔

مر گیا۔۔ آزاد ہو گئی تو۔۔ دیکھ لے آخری بار آکر۔۔۔"تائی روتے ہوئے چیخ" چیخ کر کہہ رہیں تھیں۔ روشینا نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا تھا۔

آخری بار دیکھ لو مہزلہ۔۔۔ خاناں کو پھر لے کر جا رہے ہیں۔۔!" ماں کے سرد" لہجے میں کہنے پر وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی سفید کفن میں لپٹے جنازے کی سمت بڑھنے لگی۔ سیاہ چادروں میں ملبوس عورتیں اسے راستہ دیتی جا رہیں تھیں۔ اسکے قدم لڑکھڑائے تھے۔ اور ڈولی سے کچھ فاصلے پر گر گئی۔ تائی ڈولی کو پکڑے

اسفندیار کے جنازے کو اب بس گھور رہی تھیں۔ان کے آنسو جیسے خشک ہو چکے تھے۔اب وہ پاگلوں کی طرح ہنس رہیں تھیں۔اسے اور شدت سے رونا آنے لگا۔لرزتے ہاتھوں سے سفید کفن اسفندیار کے چہرے سے ہٹایا تھا۔اور اگلے پل وہ کرنٹ کھاتی دور ہٹی تھی مگر تائی اسے مضبوطی سے جکڑ گئی۔"نہیں۔۔نہیں مجھے چھوڑو۔۔۔!!"وحشت بھری نگاہوں سے کفن میں لپٹے جھلسے ہوئے چہرے کو دیکھ بری طرح چیخنے لگی۔

"!دیکھ دیکھ۔۔یہی چہرہ اب تیرے ساتھ قبر میں جائے گا۔۔۔"

نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔!!"وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔حویلی میں اسکی" چیخیں گونج رہیں تھیں۔"نہیں۔۔۔۔!!!"اور اسی پل وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔پھٹی پھٹی نگاہوں سے ارد گرد دیکھا۔وہ اسٹڈی میں ہی تھی اور اسی صوفے پر بیٹھی تھی۔پسینے سے بھیگا چہرہ اٹھاتے وقت دیکھا رات کے ساڑھے چار ہو رہے تھے۔تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور دروازہ کھولتی باہر نکل آگئی۔اسکے ننگے پاؤں خواب کی طرح کاریڈور میں دوڑ رہے تھے۔لاؤنج میں آئی تو مکمل ویرانی چھائی تھی۔کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔بیچوں بیچ کوئی جنازہ نہ رکھا

تھا۔ کسی کے بین کرنے کی آوازیں نہیں آرہیں تھیں۔ مہزلہ سسکتی وہیں صوفے پر گرسی گئی۔ اسے تنہا اور خوفزدہ دیکھ اسکے بھیانک خوابوں نے آج پھر اس پر حملہ کر دیا تھا۔

****

حویلی کے ہر فرد کی رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ اور بلآخر سب کی دعائیں رنگ لے آئیں تھیں۔ صبح سات بجے کے وقت اسفندیار کو ڈاکٹرز نے خطرے سے باہر قرار دے دیا تھا۔ ہر شخص کی جیسے جان میں جان آئی تھی۔ ہاسپٹل کے کاریڈور سے لے کر ایگزٹ تک اس وقت چپے چپے پر گارڈز اور پولیس اہلکار طعنات تھے۔ آخر کو شہر کے اونچے خاندان کا سب سے اہم فرد بسترِ مرگ پر تھا۔ جرگے کا سب سے اہم رکن اور بہراور خان صوبے کے ایم پی اے کا پوتا۔۔! میڈیا ہسپتال کے باہر ہی تھا۔ بہراور خان نے صبح آٹھ بجے پریس کانفرنس کر کے اسے دہشتگردوں کی سازش قرار دے دی تھی۔

جبکہ گھر پہنچ کر ایک کہرام مچا دیا تھا۔ مہزلہ، زرتشہ، روشینا اور درخنے سمیت دونوں پھپھیاں بھی لاؤنج میں ہی جمع تھیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی دریاب نے کال کر کے انہیں اسفندیار کے خطرے سے باہر ہونے کی خبر دی تھی۔

ابا صاحب۔۔!!" سبھی انہیں دیکھتیں اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔ مگر وہ قہر آلود" نگاہوں سے روشینا اور مہزلہ کو دیکھ رہے تھے۔

روشینے شکر مناؤ ہمارا پوتا ہوش میں آگیا ورنہ ابھی تم سب کا لاشیں بچھا دیتے" ہم۔۔۔!!"ان کی گرجدار آواز پر سب ہی کو جیسے سانپ سونگ گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ اسکے تو ماتھے پر لاتعداد بل پڑنے لگے۔

"کک۔۔ کیا مطلب ابا صا۔۔"

بند کرو یہ ڈرامہ ہمارا سامنے۔۔۔بے غیرتوں تمہارا بے غیرت خاندان ہی ہے" اسکے پیچھے۔۔۔"ان کی پھنکار پر مہزلہ نے انتہائی نفرت سے انہیں دیکھا تھا۔

"یہ۔۔یہ کیسے ہو سکتا ہے ابا صاحب۔۔"

ایسا ہی ہے۔۔وہ کنجر مرجان اور اسکا بیٹا تمارا بیٹی کا عاشق۔۔۔!!" مہزلہ پر"

کاٹ دار نگاہ ڈالتے دھاڑے تھے۔"اسی کمینے نے اسکا وجہ سے ہمارا خاناں پر یہ

"بزدلانہ حملہ کروایا ہے۔۔۔

مجھے بیچ میں مت لائیں۔۔!!" مہزلہ نے اس بوڑھے کی عمر کا لحاظ کرتے مدھم"

مگر دو ٹوک لہجے میں کہا تھا۔روشینا کا دل جیسے لرز اٹھا تھا۔جبکہ ابا صاحب نے

قہر آلود نگاہ اس پر ڈالی تھا۔چھوٹی پھپھی اور درخنے ان کی سمت بڑھ آئیں تھیں۔

سارا فساد کا جڑ ہی تم ہو لڑکی۔۔ورنہ اس گلریز خاں کا اتنا مجال کہ نگاہ بھی ہمارا"

سمت ڈالے۔۔!مگر تم نے خاناں کا زندگی اجیرن کر دیا ہے۔۔۔!!"ان کے

زہر میں بجھے لفظ اسکی آنکھوں میں نمی جمع کروا گئے تھے۔ان ماں بیٹیوں کے لیے

اس شخص کی نفرت کی کوئی حد بھی تھی۔۔؟کیا وہ اس سامنے کھڑے شخص کے

خاندان سے نہیں تھیں۔۔؟

تو میں نے نہیں کہا تھا میرا نکاح اپنے سونے کے بنے پوتے سے"

کروائیں۔۔!"وہ بھی ضبط کھوتی پھٹ پڑی۔

ہاں تمارا کچھ اور جو ارادہ تھا ہمارا سر میں خاک ڈالنے کا۔۔ مگر تم کیا سمجھ رہا ہے" اسے اور تمہیں ہم چھوڑے گا۔۔؟"سب ہی خواتین اپنی اپنی جگہ سہم گئیں تھیں۔۔

مہزلہ کمرے میں جاؤ۔۔"روشینا نے رندھے ہوئے لہجے میں بیٹی کو جانے کو کہا" تھا مگر اسکا دل تو جیسے پھٹنے کو تھا۔ کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا تھا۔ کیا لڑکی پیدا ہونا ان کی نظر میں اتنا بڑا جرم تھا۔ مگر درخنے اور زمدہ بھی تو تھیں۔۔ان سے تو کبھی اتنے غلیظ اور گھیٹا الفاظ نہیں کہے گئے تھے۔ مہزلہ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ روشینا کے ہاتھ سے نکالا تھا اور انتہائی نفرت سے دادا کو دیکھا۔

"___میں نے آپ جتنا کمظرف شخص"

"!!مہزلہ۔۔"

اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔۔ اگر گلریز نے اٹیک کروایا بھی ہے تو اس سے میرا" کیا لینا دینا۔۔ کیا میں نے کہا تھا۔۔؟ کیا میں اس کے پاس گئی تھی۔۔۔!!! اور آپ سب نے کیا چوڑیاں پہن رکھی تھیں جو ایک اٹیک نہیں روک

سکے۔۔" اسکی چیختی بھرائی ہوئی آواز پورے لاؤنج میں گونجتی سب پر سناٹا سا طاری کر گئی۔

گستاخ۔۔۔!!" بہراور خان نے جلال سے پاگل ہوتے ہاتھ اٹھایا تھا مگر مہزلہ" نے خود تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کا لرزتا ہاتھ بیچ میں ہی روک لیا ہر شخص اس پل دم سادھ گیا تھا۔

دوبارہ کوشش مت کیجیے گا۔۔ مفت میں مار کھانے نہیں بیٹھی یہاں۔۔ اپنی" چہیتیوں پر نکالیں یہ شوق۔۔!!" اور پوری قوت سے ان کا ہاتھ جھٹکتی رخسار پر لڑھک آنے والے آنسو رگڑتی تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ لاؤنج میں جیسے سکتہ سا طاری ہو چکا تھا۔ بہراور خان نے بے یقینی کی کیفیت سے نکلتے خون آشام نگاہوں سے اپنے ہاتھ کو اور پھر روشینا کو دیکھا۔

اپنا ذلیل بیٹی سے بے عزت کروا کر اچھا نہیں کیا تم نے روشینے۔۔!!" سنگین" لہجے میں کہتے وہ لاٹھی کے سہارے خارجی دروازے کی سمت بڑھ گئے تھے۔ جبکہ روشینا بے دم سی ہوتیں صوفے پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں تھیں۔

****

شام کے پانچ بج رہے تھے۔جب اسفندیار کو ہوش آیا تھا۔اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔زمدہ اور تائی کل رات سے ہاسپٹل میں ہی تھیں۔مگر سب سے پہلے ابا صاحب اپنے لختِ جگر سے ملے تھے۔

"ہمارا بچا۔۔ہمارا شیر۔۔کیسا ہے۔۔؟"

ٹھیک۔۔۔ہوں۔۔!"اسفندیار ٹھہر کر بولا تھا۔اسکے دو گولیاں لگیں" تھیں۔ایک کندھے پر سینے سے تھوڑا اوپر اور دوسری بازو پر۔

تم بے فکر ہو جاؤ خاناں تمہاری صحتیابی کا ان کتوں کی لاشوں پر جشن منائیں" گے جنھوں نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے۔۔!"اسفندیار نرمی سے دادا کا ہاتھ تھپک گیا تھا۔

اور لالا۔۔ڈرا دیا تم نے تو سب کو۔۔!!"اسفندیار نے دریاب کی جانب" دیکھا۔

تم۔۔کب۔۔آئے۔۔؟"آنکھیں چھوٹی کرتے اس سے پوچھا۔اور بھائی کی" آنکھوں میں ابھرتا تاثر وہ ایک پل کے لیے سٹپٹا یا تھا۔

"کل ہی آیا ہوں۔۔"

خوشحال خان۔۔؟ کیسا ہے وہ۔۔؟" اسفندیار کو یکدم ہی اپنا وفادار یاد آیا تھا۔"

"!ٹھیک ہے وہ سر پر چوٹیں آئیں ہیں بس۔۔"

ہمارا سامنے لاؤ اس خبیث کا بچا کو۔۔یہ سیکیورٹی تھا اسکا۔۔؟" ابا صاحب سخت" ناگواری سے بولے تھے۔

"!نہیں ابا صاحب۔۔وہ۔۔میرا بندہ۔۔ہے۔۔ چھوڑ دیں۔۔"

اچھا اب تم اپنا مورے اور زنانی سے مل لو رات سے یہیں ہے رو رو کر برا حال" کر چکا ہے اپنا۔۔" اسفندیار نے چونک کر انکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔سینے میں قید گوشت کے لوتھڑے میں یکدم ہی ایک ہلچل سی ہوئی تھی۔وہ اسکے لیے روئی تھی۔۔؟ اسکے لیے پریشان ہوئی تھی۔۔؟ ابا صاحب اور دریاب دروازے کی سمت بڑھ گئے تھے۔کچھ ہی دیر میں دروازہ دوبارہ کھلا تھا۔اور سر سے دوپٹہ اوڑھی اسکی بے حال سی ماں اندر داخل ہوئی تھی۔اسکے پیچھے زمدہ تھی جس کی آنکھیں گریہ کے سبب سوج رہیں تھیں۔اور پھر۔۔! پھر کوئی داخل نہ ہوا تھا اور

دروازہ بند ہو گیا تھا۔اس نے چند لمحے دروازے کو دیکھا تھا مگر دوبارہ نہ کھلا تھا۔۔شاید وہ باہر بیٹھی ہو۔۔!

"میرا لعل۔۔"تائی اسکے نزدیک آتیں روپڑیں تھیں۔زمدہ بھی دوسری جانب آتی اسکے برابر میں بیٹھ کر اسکا ہاتھ تھامتی چوم گئی۔

"کل رات سے ایک پل چین نصیب نہیں ہوا خان۔۔جان نکال دی تھی آپ نے۔۔"اسفندیار نے نرمی سے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھا تھا۔

"ٹھیک __ہوں __میں __اب۔۔ٹینشن نہ لیں۔۔"ماں کو بھی تسلی دی تھی۔

"جو بھی اس کے پیچھے ہے اسے زندہ نہیں چھوڑنا۔۔تمہارے ابا کے بعد میں کسی اور کا ایسا حال نہیں دیکھ سکتی۔۔"تائی روپڑیں تھیں۔اسفندیار نے نرمی سے انکا ہاتھ تھپکا تھا۔

"بے فکر ہو جاؤ۔۔مورے۔۔چن چن کر۔۔بدلہ لونگا۔۔"

"مگر پہلے میرا چاند بلکل ٹھیک ہو گا۔۔اسکے بعد ہی اب تمہیں ملنے دوں گی میں۔۔"انکی دھونس بھری ممتا پر دھیرے سے مسکرا دیا۔

جیسا آپ کا حکم۔۔اور باقی سب کہاں ہیں۔۔؟" زمدہ نے بغور اسفندیار کی جانب دیکھا مگر وہ بلکل سپاٹ تھا۔

گھر پر ہی ہیں۔۔ تمہاری دونوں پھپھیاں تو چلو مسلسل فون پر رابطے میں ہیں مگر باقی کسی نے تو پوچھا تک نہیں۔۔"تائی نے منہ بناتے اسے بتایا تھا۔اور اسفندیار ماں کو دیکھ کر رہ گیا۔" حالانکہ رات کو روشینا ماسی کے سامنے ہی ہم گھر سے نکلے تھے۔۔"زمدہ نے بھی افسردگی سے کہا تھا۔اور اسفندیار لب بھینچتا اپنے بازو پر لپٹی سفید پٹی گھورنے لگا تھا۔

زمدہ دریاب سے کہو ڈاکٹر سے پین کلر دلوائے۔۔بازو میں ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔۔"

****

مہزلہ۔۔!"چادر اوڑھی درخنے عجلت میں اسکے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔مہزلہ نے جرنل سے سر اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔"میں، چچی اور آپا دریاب لالا کے ساتھ ہاسپٹل جا رہے ہیں۔۔ریڈی ہو جاؤ تم بھی۔۔!"وہ اسکے پاس ہی آ گئی تھی۔مگر مہزلہ واپس جرنل کی سمت متوجہ ہو گئی۔

نہیں تم جاؤ۔۔!"اسکے سپاٹ لہجے پر درخنے نے تاسف سے اسکی جانب دیکھا" تھا۔کل ہوا واقعہ ہر کسی کے ذہن میں تازہ تھا ابھی۔

"کیوں زلہ۔۔؟وہاں لالا۔۔"

"!میں نے کہا نا جاؤ میں نہیں آرہی۔۔"

تم ابا صاحب کا غصہ لالا پر کیوں نکال رہی ہو۔۔؟"درخنے کی شکایت پر مہزلہ" نے انتہائی ترش نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

میں کسی کا غصہ کسی پر نہیں نکال رہی۔۔نہ ہی کسی کی بات میرے لیے اتنی" اہمیت رکھتی ہے۔۔بس مجھے نہیں جانا میری مرضی۔۔!"اسکی ضد پر وہ گہری سانس بھرتی اٹھ گئی تھی۔کیونکہ اسے معلوم تھا گھر کا کوئی شخص اسے قائل نہیں کر سکتا تھا سوائے اسکے لالا کے جو اس وقت خود ہاسپٹل میں تھا۔درخنے کے جانے کے بعد اس نے دھڑ سے بند ہوتے دروازے کو دیکھا تھا۔اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا گئی تھی۔کل سے اب تک وہ نجانے کتنی بار رو چکی تھی۔اللہ نے ایک تو اسکا باپ چھین لیا تھا اوپر سے اتنا کمظرف دادا ان کے نصیب میں لکھ دیا

تھا۔وہ سب کے سامنے تو بڑا تن کر مضبوط بن جاتی تھی۔ مگر اس بوڑھے شخص کی باتیں اسے زہر کے تیروں کی طرح تکلیف دیتی تھیں۔یعنی اتنی نفرت۔۔!! کیا بگاڑا تھا اس نے۔۔اسکی ماں نے ان سب کا۔اور اگر گلریز نے اسفندیار پر حملہ کروایا بھی تھا تو اس میں اسکا کیا قصور تھا۔وہ کیوں موردِ الزام ٹھہرائی جا رہی تھی۔۔؟ان کے لیے ان کا پوتا اسکی زندگی اسکی عزت سب کچھ تھی۔اور وہ۔۔!!اسکی زندگی کی وقّت تھی نہ عزت کی۔۔نہ انا کی۔۔؟اسے سرِعام اپنے پوتے کے لیے اس بوڑھے شخص نے دو ٹکے کا کر دیا تھا۔اسکے کردار کی دھجیاں اڑا دیں تھیں۔اس وقت اسکا دل غم سے پھٹ رہا تھا۔پھر وہ کیا اس شخص سے ملنے جاتی۔۔اور کیوں جاتی۔۔؟

زمدہ کل سے اب تک بس کچھ دیر کے لیے ہی گھر آئی تھی۔پھر واپس ہاسپٹل چلی گئی تھی۔جبکہ تائی رات کو گھر پر ہی سوئیں تھیں۔مگر وہ کل سے اب تک بہت کم ہی کمرے سے نکلی تھی۔

****

زرتشہ، درخنے، روشینا گھر سے ایک ایک شخص ملنے آگیا تھا سوائے اسکے۔۔! وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ دوسروں کو انتظار کا مزہ چکھانے والا زندگی میں پہلی بار یہ مزہ چکھے گا۔اسکا دل جل رہا تھا اس وقت وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔یہ لڑکی اتنی سنگ دل اور ضدی ہو گی۔اسے اتنا ٹف ٹائم دے گی۔کہ ایسی خفا ہوئی تھی کہ پلٹ کر دیکھا بھی نہ تھا کہ وہ زندہ بھی تھا یا مر گیا تھا۔اس نے بے چینی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے کال بھی کی تھی مگر اسکا نمبر بند تھا جس کا مطلب کیا تھا وہ بخوبی جانتا تھا۔

بس اب جلدی سے ٹھیک ہو جائیں لالا۔۔ہم سب بہت فکر مند ہیں آپ کے "لیے۔۔" زمدہ اپنے چیک اپ کے لیے اسی ہاسپٹل کی ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔اس وقت وہی تینوں تھیں بس۔۔

ہاں نظر آرہا ہے کتنے پریشان ہیں سب۔۔سوائے ایک کے۔۔!"اسکی زبان" خیالوں کی رو میں نجانے کیسے پھسل گئی تھی۔زرتشہ اور روشینا نے چونکتے اسکی جانب دیکھا تھا۔مگر وہ بہن کی جانب متوجہ تھا۔جبکہ بہن تو خود چپ سی رہ گئی تھی۔

آپکو پتہ ہے۔۔ ہمارے اگلے ہفتے سے ٹیسٹ شروع ہو رہے ہیں۔۔ ہم تو اسی میں سر جوڑے بیٹھے ہیں۔۔ مگر ابا صاحب نے ابھی کالج جانے کو منع کیا ہوا ہے۔۔" درخنے نے بھائی کا موڈ بہتر کرنا چاہا تھا۔

تمہاری سیکیورٹی کے لیے کر رہے ہیں بیٹا۔۔ یہ ضروری ہے فلحال۔۔!" اتنے میں دریاب بھی ان لوگوں کو واپس لینے چلا آیا تھا۔ وہ اس وقت ڈاکٹر سے اسفندیار کی کنڈیشن ڈسکس کر رہا تھا۔

خاناں۔۔ آپکے پسندیدہ کھانے بنائے ہیں میں نے۔۔ کھا لیجیے گا۔۔" روشینا" نے اٹھتے اسے مخاطب کیا تھا۔

تھینکس چچی۔۔" مگر اس لڑکی کو تو پھر بھی ساتھ نہیں لائیں۔۔! اسکا شکوہ" زبان پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ گیا تھا۔ دریاب نے روشینا کے ساتھ اٹھتی زرتشہ کو بس ایک نظر دیکھا تھا اور پھر بھائی کی جانب متوجہ ہو گیا۔

ڈاکٹر چیک اپ کے لیے آئے گا ابھی۔۔" بازو میں اٹھتی تکلیف نظرانداز کرتا" وہ بیڈ سرہانے سے ٹیک لگا گیا تھا۔ درخنے نے جگہ سے اٹھتے لب کاٹے تھے اور ایک نظر اپنے لالا کو دیکھا۔

میں آتی ہوں آپ لوگ گاڑی میں جا کر بیٹھو۔۔"اسکے کہنے پر وہ دونوں" دریاب کے پیچھے باہر نکل گئیں تھیں۔اسفندیار نے بہن کو واپس بیٹھتے دیکھ ایک نرم نگاہ ڈالی تھی۔

ایک بات بتاؤں لالا۔۔"اسکے جھجھکتے لہجے پر اسفندیار کی بھنویں سکڑیں" تھیں۔

"کیا بات ہے در۔۔؟"

آ۔۔آپ۔۔میں جو آپ کو بتاؤں گی۔۔وہ آپ پلیز کسی کو بتائیں گے تو نہیں" کہ میں نے بتایا۔۔میرا مطلب مہزلہ کو۔۔؟"اور اس لڑکی کے ذکر پر ہی اس نے بے چین ہوتے اٹھنا چاہا مگر تکلیف نے ایسا ہونے نہ دیا۔

کیا بات ہے درخنے۔۔بتاؤ شاباش کسی سے نہیں کہیں گے تمہارے" لالا۔۔"اسکے حوصلہ دینے پر درخنے کی سانس بحال ہوئی تھی۔

آپکو پتہ ہے جب آپ پر حملے کی خبر مہزلہ کو پتا چلی وہ بہت روئی" تھی۔۔!"اسفندیار نے ٹھٹھک کر بہن کو دیکھا تھا۔کیا کہا تھا ابھی اس نے۔۔؟

"کیا کہا ابھی تم نے۔۔کون رویا تھا میرے لیے۔۔؟"

"مہزلہ۔۔!! لالا وہ پوری رات روئی اور آپ کے لیے جانماز پر بیٹھی رہی۔۔"

ہاں جبھی نہ ملنے آئی۔۔ اور اس خوف سے کہ میں کال نہ کرلوں کل سے"

موبائل بند ہے۔۔" زہر خند لہجے میں کہتے سر جھٹکا۔ درخنے بے چین سی ہو گئی۔

میں بلکل سچ کہہ رہی ہوں لالا۔۔ اور آپ کو نہیں پتا کہ کل گھر میں کیا ہوا"

ہے۔۔" کہتے کہتے اسکی آواز بھرا گئی تھی۔ اور یہ اسفندیار کے لیے پہلے سے زیادہ

چونکا دینے والی بات تھی۔

کیا ہوا ہے۔۔؟" اسے تو کسی نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر درخنے نے آنسو ضبط"

کرتے کل صبح کا پورا قصہ اسکے گوش گزار کروا دیا تھا۔ کہ کیسے ابا صاحب مہزلہ

اور چچی پر چیخے تھے ان پر الزامات اور تہمتیں لگائیں تھی۔ مہزلہ کو کیوں مارنے کی

کوشش کی تھی۔ درخنے نے کچھ نہیں چھپایا تھا۔ جبکہ اسفندیار کا چہرہ ضبط سے

سرخ پڑھ چکا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا اتنی بڑی بات گھر والوں نے اس سے

چھپائی تھی۔

وہ تو خود کل سے اتنی ڈسٹرب ہے کمرے سے بھی نہیں نکلی۔۔!" اسفندیار"

نے درخنے کو دیکھتے نرم لہجے میں سوال کیا تھا۔

"بہت پیار کرتی ہو اس سے۔۔؟"

وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے لالا۔۔اس جیسی کوئی بھی نہیں۔۔زبان کی تھوڑی" سی تیز ہے مگر دل شیشے کی طرح صاف ہے۔۔"اور اسفندیار اب ہر حال میں اس شیشے میں اپنا عکس دیکھنا چاہتا تھا۔"ابا صاحب نجانے کیوں اسے اتنا ناپسند "کرتے ہیں۔۔

میں سب ٹھیک کر دوں گا۔۔بے فکر ہو جاؤ۔۔"مگر اس وقت اسکے دماغ میں" مختلف سوچیں تھیں۔درخنے بھی دریاب کے میسج پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اور اسے خدا حافظ کرتی باہر نکل گئی۔جبکہ اسفندیار کا سر تکیے پر گر گیا تھا۔پچھلے تین دن میں یہ پہلا سکون کا سانس تھا جو اسے نصیب ہوا تھا۔چاہے دماغ میں ہزار مختلف سوچیں تھیں مگر گھنی مونچھوں تلے لبوں پر دلکش مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔بند آنکھوں کے پیچھے بس ایک چہرہ تھا۔

****

"بیٹھو یہاں۔۔!" وہ کمرے میں داخل ہوئی تو روشینا جانماز طے کر رہی تھیں۔ مہزلہ خاموشی سے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ دو دن پہلے ہوئے واقعے کے بعد ماں بیٹی کے درمیان عجیب سی چپ آگئی تھی۔ ہر لڑائی کے بعد یہی ہوتا تھا۔ مہزلہ نے کن انکھیوں سے انہیں دیکھا تھا۔ جو دراز میں نجانے کیا تلاش رہیں تھیں۔

"یہ لو۔۔ زرتشہ بتا رہی تھی تم بام ڈھونڈ رہیں تھیں کل۔۔" واپس پلٹتے اسے تھمائی تھی۔ ماں کا توقع کے برعکس رویہ اسے لب کاٹنے پر مجبور کر گیا۔

"ڈانٹنے کے لیے نہیں بلایا یہاں۔۔؟"

"کس بات پر۔۔؟" اسکے برابر میں بیٹھتے ٹیبل سے تسبیح اٹھا گئیں۔ مہزلہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے انہیں دیکھا تھا۔

"آپ مجھ سے خفا نہیں۔۔؟" روشینا اداسی سے مسکرا دیں۔

"خفا مجھے نہیں تمہیں ہونا چاہیے جو کبھی تم لوگوں کے حقوق کے لیے نہیں بولی۔۔" بڑے تلخ انداز میں بولیں تھیں۔ "آج ابا صاحب سرِ عام جو تمہاری

کردار کشی کر رہے ہیں اسکی وجہ میں ہوں زلہ۔۔ میری غلطی ہے جو کبھی انکی زبان بند نہیں کروائی۔۔!"آخر میں انکا لہجہ بھرا گیا تھا۔

"ان کے آگے دبتی چلی گئی۔۔اور وہ میرے ساتھ تم سب کو بھی دباتے چلے گئے۔۔ مگر میں کیا کرتی زلہ۔۔ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا۔۔میں کس کا بازو تھام کر تم لوگوں کے لیے کھڑی ہوتی۔۔ میرے بھائی کا بیٹا تمہارے لیے بھی ایک بوگھس سہارا ثابت ہوا جیسے اسکا باپ کبھی اپنی بہن کے لیے آگے نہیں بڑھا۔۔ پھر میں کس بل بوتے پر ان کے آگے بولتی۔۔؟"ماں کے رونے مہزلہ ان کے کندھے سے لگ گئی۔

"میں جانتی ہوں مورے۔۔ آپ ان سب کے آگے بے بس تھیں۔۔ ابا صاحب آپ سے شروع سے نفرت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کیونکہ آپ کے لیے بابا نے اسٹینڈ جو لیا تھا۔۔!"حلق میں کڑوا گولا اندر اتارا تھا جبکہ روشینا تو ایک پل کے لیے ساکت رہ گئیں۔ مہزلہ نے نگاہ اٹھاتے انکی تحیر بھری صورت دیکھی۔

"تم۔۔؟ تم کیسے کہہ سکتی ہو یہ۔۔؟"

"!مجھے سب معلوم ہے مورے۔۔"

کس۔۔ کس نے بتایا۔۔ تمہیں کس نے بتایا یہ مہزلہ۔۔ "روشینا کی رنگت" بلکل نچڑ چکی تھی۔ وہ ساری زندگی اسی لیے تو غلام بنی رہیں تھیں کہ کبھی اولاد کے سامنے انکے اور برلاس خان کے عمل کو گناہ کی صورت نہ بتایا جائے۔

مجھے زمان خان کی شادی پر آپکی دوست گل افشاں ملیں تھیں۔۔!"ماں کا ہاتھ" تھامتے نرمی سے بولی تھی۔

گل افشاں۔۔۔؟"اور پھر ماضی کی بھولی بسری شکلیں نگاہوں میں گھوم" گئیں تھیں۔ماضی کے بچھڑے چہرے دھندلے تھے مگر آج بھی انکی آنکھوں میں نمی لے آئے تھے۔

اور آپ نے ایسا کیا کیا تھا مورے جو ساری زندگی یوں دبتی آئیں۔۔ نکاح ہی تو" کیا تھا جو جائز حق تھا آپکا۔۔ گناہ نہیں تھا وہ۔۔ مگر ان گھر والوں نے غلام بنا دیا آپکو مورے۔۔!!"مہزلہ کے چہرے پر نفرت ہی نفرت تھی۔۔ جبکہ روشینا دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں پونچھ گئیں تھیں۔

"کیسی ہے گل افشاں اب۔۔؟"ماں کے بات بدلنے پر وہ انہیں دیکھتی رہی پھر
خود بھی مزید نہ بولی۔

"وہ تو صحیح ہی نظر آرہیں تھیں۔۔وہیں مظفر آباد میں ہوتی ہیں۔۔آپکو بہت یاد
کر رہیں تھیں۔۔"

"وقت گزرنے کے بعد یادوں کا ہی تو تعلق رہ جاتا ہے۔۔"وہ گہری سانس بھر
گئیں تھیں۔انکے چہرے پر صدیوں کی سی تھکان تھی۔اور یہ صدیاں انہوں
نے تنہا گزاری تھیں۔

"میں نے تمہیں ایک بات کرنے کے لیے بلایا تھا۔۔"

"جی بولیں۔۔؟"

"خاناں سے ملنے جاؤ گی آج تم۔۔!"انکا لہجہ اس بار دوٹوک تھا۔مہزلہ کی بھنویں
سکڑ گئیں۔

"اور میں پوچھ سکتی ہوں کس لیے۔۔؟"ماں نے ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھا
تھا۔

"شوہر وہ بھی جو ہاسپٹل میں زخموں سے چور پڑا ہوا اس سے ملنے جانے کے لیے تمہیں وجہ کی ضرورت ہے۔۔؟"

"ہونہہ۔۔ شوہر۔۔؟ اس شوہر کے لیے دو دن پہلے جتنی ذلت اٹھا چکی ہوں کافی ہے۔۔ اب آپ یہ چاہ رہی ہیں اباصاحب مجھے ہاسپٹل سے دھکے دے کر نکلوائیں۔۔؟"

"فضول کی ضدمت کرو مہزلہ تم بیوی ہو خاناں کی۔۔ خاناں کو اس وقت تمہاری ضرورت ہے"

"نہیں بلکل بھی نہیں۔۔ انہیں بلکل بھی میری ضرورت نہیں۔۔ انکے پاس انکی چہیتی زمدہ موجود ہے۔۔" اسکے لہجے میں تلخی سی گھل گئی تھی۔ ابھی وہ دونوں باتیں ہی کر رہیں تھیں۔ جب دروازہ ناک کرتی ملازمہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"بیگم بی بی۔۔ خاناں ہسپتال سے آ گئے ہیں۔۔!" ملازمہ کی اطلاع پر دونوں نے ٹھٹھک کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

خاناں۔۔اتنی جلدی۔۔"وہ حیرت زدہ ہوتیں باہر کی جانب لپکیں تھیں۔جبکہ" مہزلہ کو اپنا دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔وجود میں ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔دل کے ہاتھوں مجبور اسکے قدم بھی خود بخود باہر کی سمت بڑھ گئے۔

****

احتیاط سے خاناں۔۔!"دریاب کے سہارے وہ لاؤنج میں رکھے صوفے پر آ" بیٹھا تھا۔جب ماں نے ہی فکر مند ہوتے ہوئے کہا تھا۔اسکے زخم ابھی تازہ تھے۔صحیح طرح ہیل بھی نہیں ہوئے تھے۔مگر اسکے گھر آنے کی ضد نے جیسے سب کو بے بس کر دیا تھا۔

پانی لاؤ۔۔!"چھوٹی پھپھی نے ملازمہ کو دوڑایا تھا۔سبھی اسکے ارد گرد جمع" ہو گئے تھے۔زرتشہ اور درخنے بھی اسفندیار کو اچانک گھر پر دیکھ حیران تھیں۔انہیں تو سننے میں آیا تھا۔ابھی ہفتوں ہاسپٹل میں اسٹے کرنا تھا اسے۔پھر یہ اچانک آمد۔۔!!

خان یہ صحیح نہیں کیا آپ نے۔۔ڈاکٹر کتنا منع کر رہا تھا۔۔"زمدہ نے برابر میں" بیٹھتے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہوں میں۔۔وہ ڈاکٹر بکواس کر رہا تھا۔۔ہر بات نہیں سنتے انکی۔۔"

لو بھلا اسکا کیا فائدہ اس میں۔۔؟"ماں نے بھی خفگی سے اسے دیکھا تھا۔مگر اسکا" دھیان فلحال کہیں اور تھا۔سب ارد گرد جمع باتوں میں مصروف تھے۔اگر نہیں تھا کوئی تو وہ ہی نہیں تھی۔جب اسکی نگاہ سامنے کاریڈور سے آتیں روشینا اور ان کے عقب میں سیاہ قمیض شلوار پر سیاہ ہی دوپٹہ اوڑھے حیران تاثرات لیے قریب آتی مہزلہ پر پڑی تھی۔اور پھر نگاہ وہیں زنجیر ہو کر رہ گئی۔حتہ کہ وہ دونوں لاؤنج میں آ گئیں تھیں۔مہزلہ کی نگاہیں پل بھر کے لیے اس سے ملیں تھیں۔اور پھر اسکے وجود کا طواف کرنے لگیں۔کرتے کی سلیوز بازو تک فولڈ تھی۔جہاں پٹی لپٹی ہو دیکھ چکی تھی۔جبکہ کندھے پر لگی پٹی کرتے کے سبب چھپ گئی تھی۔چہرے پر وہی رعب اور سنجیدگی تھی۔مگر حادثے کے اثار بھی تھے۔چند خراشیں۔۔بڑھی ہوئی شیو۔۔آنکھوں کے گرد حلقے اور زرد چہرہ۔۔

خاناں۔۔خوش آمدید۔۔کیسی طبیعت ہے اب آپکی۔۔؟"روشینا نے سب کو" نظر انداز کرتے اس سے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں چچی۔۔"

لیکن اتنا جلدی واپسی۔۔؟"وہ بھی اپنی حیرت نہ چھپا سکیں تھیں۔زمدہ کی" کاٹ دار نگاہیں مہزلہ کی سمت تھیں جو اسکے شوہر کو ہی دیکھنے میں مصروف تھی۔

چچی آپکو نہیں معلوم۔۔گن پوائنٹ پر واپس آئے ہیں لالا۔۔"دریاب نے" بڑی سنجیدگی سے بھائی کا کارنامہ بتایا تھا۔

اللہ خیر کرے۔۔کس نے گن رکھی آپ پر۔۔"وہ واقعی پریشان ہو گئیں" تھیں۔جبکہ اسفندیار نے دریاب کو ناگواری سے دیکھا تھا۔

ارے ان پر نہیں چچی۔۔انہوں نے زبردستی ڈاکٹرز کی کنپٹی پر گن رکھ کر چھٹی" لی ہے۔۔"دریاب کے انکشاف پر مہزلہ نے بے یقینی کے عالم میں منہ کھولے اسفندیار کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔جو اسے ہی خشمگین نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔نجانے کیوں وہ گڑبڑاتی نظریں پھیر گئی۔

میرا تو دل گھبرا رہا ہے خاناں۔۔دریاب تم ڈاکٹر کو یہیں بلالو۔۔"تائی نے"
ہولتے اسفندیار کو دیکھا تھا۔ مگر اسفندیار بیزار ہوتا اٹھنے لگا۔
"کیا کر رہے ہیں یار۔۔اسٹیچز کھل جائیں گے سارے۔۔"
مجھے لیٹنا ہے تھکن محسوس ہو رہی ہے۔۔"اسکے اکتائے ہوئے انداز پر دریاب"
اسے سہارا دے کر اٹھا گیا تھا۔
"ہاں صحیح کہہ رہے ہیں خاناں۔۔زمدہ کمرا تیار کروا دیا تھا نا۔۔؟"
"___جی ماسی"
اسکی ضرورت نہیں۔۔میں مہزلہ کے کمرے میں ہوں۔۔!"اپنا حکم سناتا وہ"
آگے بڑھ گیا تھا۔ جبکہ زمدہ اور مہزلہ دونوں پر بجلیاں گرا گیا تھا۔
مگ۔۔مگر خان۔۔آپ ڈسٹرب ہوں گے۔۔پلیز اپنے کمرے میں"
چلیں۔۔"زمدہ بے چین ہوتی اسکے ساتھ چل پڑی۔
نہیں۔۔!!بہت خدمت کر لیں تم نے میری وہ بھی اس کنڈیشن"
میں۔۔ریسٹ کرو اب۔۔"اس کا انداز دوٹوک تھا۔زمدہ نے بے بسی سے نم
ہوتی آنکھوں سے اسے آگے بڑھتے دیکھا تھا۔اور پھر بل کھاتے مہزلہ کی جانب

دیکھا۔ جو خود ٹینشن میں کھڑی تھی۔ اگر ماں نے اسکا ہاتھ نہ تھاما ہوا ہوتا تو یقیناً منہ سے ضرور کچھ نکالتی۔

زمدہ صحیح کہہ رہے ہیں خاناں۔۔ اس حالت میں تمہیں بھی آرام کا ضرورت" ہے۔۔ کیا ان کے لیے خود کو بیمار ڈالو گی۔۔" چھوٹی پھپھی نے بھی اسفند کے فیصلے کی تائید کی تھی۔

ہاں بچا۔۔ اور اسے بھی کچھ فرض نبھانے دو۔۔ ہسپتال میں دیکھنے تک نہیں" آئی۔۔ کہ میرا بچا ہے کیسا۔۔" تائی نے تیز نظروں سے مہزلہ کو گھورا تھا۔ وہ لب بھینچتی ماں کی گرفت میں کلائی مسل گئی۔ جبکہ روشینا شرمندہ ہو گئیں تھیں۔

نہیں بھابھی۔۔ یہ آج آ ہی رہی تھی ملنے۔۔ مگر پھر خاناں خود ہی آ گئے۔۔ آپ" "بے فکر ہو جائیں مہزلہ سب سنبھال لے گی۔

ہونہہ۔۔ تم نے کہہ دیا اور اس نے سنبھال لیا۔۔ دیکھا تھا ہم نے بھی کہ کیا" تماشہ لگا تھا چند دن پہلے۔۔" طنز کرتیں ملازمہ اور زمدہ کی جانب متوجہ ہو گئیں۔ اسفندیار کے لیے پرہیزی کھانا تیار کروانا تھا۔

بھابھی۔۔مجھے دے دیں خاناں کا کھانے کا چارٹ۔۔میں دیکھ لوں گی۔۔اور تم میرے ساتھ آؤ۔۔"روشینا زمدہ کی جلتی نگاہیں مسلسل بیٹی پر محسوس کرتیں کچن میں گھسیٹ لائیں۔

آپکو کیا مسئلہ ہے آخر۔۔کیوں جھوٹی تسلیاں دے رہیں تھیں۔۔میں تو نہیں کر رہی کسی کی خدمتیں۔۔"کچن میں آتے ہی ماں سے ہاتھ چھڑاتی دانت پر دانت جما کر بولی تھی۔روشینا نے اسکے کندھے پر دھمو کا جڑ دیا۔

کوئی بکواس نہیں سنوں گی میں اب۔۔اور آواز دھیمی رکھو۔۔"ماں کے ڈپٹنے پر وہ انہیں گھورنے لگی۔

"میں کھانا تیار کروا رہی ہوں۔۔جب تک تم خاناں کے پاس جاؤ۔۔"

میں تو نہیں جا رہی۔۔عجیب میرے کمرے پر قبضہ کر لیا۔۔اوپر سے اب حکم بھی سن ___ آپ میری مورے نہیں ہیں۔۔سنا آپ نے۔۔"ان کے گھورنے پر اسے اور جھنجھلاہٹ ہوئی۔

خاناں شوہر نہیں ہیں۔۔میں ماں نہیں ہوں۔۔تو بی بی ہمیں اکھٹی لسٹ بنا" کر دے دو۔۔کون تمہارا سگا رشتہ ہے۔۔"ماں کے طنز پر وہ خفت سے سرخ پڑتی باہر نکل گئی۔

****

ابا صاحب کا ماننا ہے اس اٹیک کے پیچھے گلریز خان کا ہاتھ ہے۔۔"مہرلہ کے" کمرے میں داخل ہوتے دریاب نے اسے بیڈ پر لٹنے میں مدد دی تھی۔"اب بھی ڈی آئی جی کے ساتھ میٹنگ میں گئے ہیں۔۔"اسفندیار تکیہ درست کرتا نیم دراز ہو گیا۔

اس سلسلے میں انہوں نے مجھ سے اب تک بات نہیں کی۔۔وہ صرف ابھی" ہماری حفاظتی تدابیر میں لگے ہیں۔۔"اسفندیار کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"آپکو کس پر شک ہے۔۔؟"

بہت سوں پر ہے۔۔ان میں گلریز بھی ہے مگر سب سے آخری نمبر پر۔۔"وہ" اپنے ہی خیالوں کی رو میں بولا تھا۔اور دریاب کی بھنویں اوپر کو شوٹ کر گئیں۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں۔۔جس نے بابا کا قاتل ہی اسے ٹھہرایا تھا اور پھر بدلے میں اسکی منگیتر سے شادی کرلی۔۔"اسکے طنز پر اسفندیار نے ایک سلگتی تنبیہی نگاہ اسکی جانب ڈالی تھی۔

"ایک ہاتھ پر پٹی ہے۔دوسرا بیکار نہیں ہوا ابھی۔۔اس لیے سوچ سمجھ کر بولو۔۔"

"کیوں اتنا غصہ کیوں آرہا ہے۔۔ایک عام سی بات پوچھی ہے میں نے تو۔۔کیا پتا گلریز نے ہی انتقاماً اٹیک کروایا ہو۔۔آخر کو۔۔"اور وہ دانستہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔

"میں اسکا سر کچل چکا ہوں دریاب خان۔۔اب وہ اس حملے کا اہل نہیں۔۔"اسکے دانت پیسنے پر دریاب خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔"یہ کسی پوشیدہ دشمن کا کام ہے۔۔"اس بار دریاب کی بھنویں سکڑیں تھیں۔

"آپکو ایسا کیوں لگ رہا ہے۔۔؟"ابھی وہ دونوں بات ہی کر رہے تھے۔جب دروازے پر دستک دیتی زمدہ اسفندیار کی دوائیاں لے آئی تھی۔

وہ میں دوائیاں دینے آئی تھی۔۔!"قریب آتے مہزلہ کے کمرے کا جائزہ لیا"
تھااور سائیڈ ٹیبل پر دوائیاں رکھ گئی۔دریاب کال آنے پر کمرے سے نکل گیا
تھا۔

اتنے سے کمرے میں کیسے ایڈجسٹ کریں گے خان۔۔ابھی تو بہت احتیاط کی"
ضرورت ہے آپکو۔۔"اسفندیار نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھپکا تھا۔وہ لگاوٹ سے
اسکا ہاتھ تھام گئی۔

"تم اپنا خیال کرو میری فکر چھوڑو۔۔"

کیسے چھوڑوں آپ کو کیا معلوم یہ دن کتنے بھاری گزرے___"اسی پل"
دروازہ واکرتی مہزلہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اور سامنے کا منظر دیکھ اسکی
آنکھوں میں تیزی سے ناگواری ابھرنے لگی۔

ایکسکیوزمی۔۔!"لہجے میں تیزی لیے ان دونوں کی سمت آئی تھی۔"شاید آپ"
دونوں بھول گئے ہیں۔۔یہ میرا کمرا ہے۔۔!!"اسفندیار اسکے ناگواری سے پر
چہرے کو دیکھتا رہا۔

نہیں۔۔میں بلکل نہیں بھولی کہ یہ تمہارا کمرا ہے۔۔"زمدہ نے جس طرح" نظر گھومائی تھی مہزلہ کو آگ لگا گئی۔

زمدہ مجھے چائے چاہیے۔۔"اسفندیار نے ان دونوں کو مزید ایک دوسرے کے" منہ لگنے سے باز رکھا تھا۔

جی خان ابھی لائی۔۔!"ایک نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالتی وہ کمرے سے نکل" گئی۔جبکہ مہزلہ بغیر اسفندیار کی جانب دیکھے۔ٹیبل کے پاس رکھی کتابوں کی سمت بڑھ گئی۔اسفندیار نے لب بھینچتے اسکی پشت دیکھی تھی۔

کپڑے نکالو میرے۔۔فریش ہوں گا میں۔۔"مہزلہ نے پلٹ کر اسکی سمت" دیکھا۔

کیسے ہوں گے۔۔؟پٹیاں تو بندھی ہیں۔۔"اسکے پوچھنے پر اسفندیار نے" آنکھوں میں ایسا تاثر لیے اسے دیکھا تھا کہ ایک پل کے لیے وہ گڑبڑا گئی۔

تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔۔جتنا کہا ہے اتنا کرو۔۔"اسکے تپے" ہوئے لہجے پر مہزلہ لب بھینچتی کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔کچھ دیر بعد واپس آئی تو ہاتھ میں ٹی شرٹ اور ٹراؤزر تھا۔

"کرتا شلوار نکالو۔۔!"

"کیوں۔۔اس میں کیا مسئلہ ہے۔۔یہ تو کمفرٹیبل ہے۔۔"

"تم نہ سوچو میرے کمفرٹ کے بارے میں۔۔بہت شکریہ۔۔!"اسکے ہاتھ سے کپڑے جھپٹتا اٹھ رہا تھا۔مگر ہاتھ میں یکدم ٹیس اٹھی تھی۔اسکے کراہنے پر مہزلہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کک۔۔کیا ہوا۔۔"اسکے لب بھینچنے پر وہ بے چین ہوئی تھی۔اسفندیار نے سلگ کر اسکی متفکر صورت دیکھی تھی۔تین دن تک اسے دیکھنے تک نہیں آئی تھی۔اور اب بھی اتنے فاصلے پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔

"کچھ نہیں۔۔مرا نہیں ہوں ابھی۔۔"کپڑے وہیں پھینکتا واشروم کی سمت بڑھ گیا۔پانچ منٹ بعد ہاتھ منہ دھو کر باہر نکلا تو زمدہ چائے دے کر جا چکی تھی۔جبکہ مہزلہ بیڈ پر پاؤں لٹکائے بیٹھی ایک ٹانگ مسلسل ہلا رہی تھی۔اسفندیار اسے نظرانداز کرتا بیڈ تک آیا تھا اور کرتے کے بٹن کھولنے لگا۔مگر مسئلہ اتارنے کا تھا۔لب بھینچتے اذیت برداشت کرتا خود اتارنے لگا تھا۔مگر مہزلہ کی تمام توجہ اسی پر تھی اسی لیے قریب آگئی تھی۔

ہیلپ کروں۔۔؟" اس نے یونہی کہا تھا مگر اسفندیار نے پھر اسے اسی نگاہ سے دیکھا تھا۔

"احسان کرنے کی ضرورت نہیں جب گولیاں کھا کر نہیں مرا تو ایک کرتا اتارنے میں بھی نہیں مروں گا۔۔" اسکے سلگتے لہجے پر مہزلہ کی بھنویں سکیں تھیں۔

"یہ مرچیں کس خوشی میں چبا رہے ہیں۔۔ میرے کمرے میں خود آئے ہیں آپ۔۔ میں لے کر نہیں آئی۔۔ ایک تو ہیلپ کر رہی ہوں۔۔

"ہونہہ۔۔ ہیلپ۔۔ جب موت کے منہ میں تھا تب کسی کو پرواہ نہیں تھی۔۔ اب احسان کرنے کی بھی ضرورت نہیں بی بی۔۔!" مگر مہزلہ اسکی کڑوی باتوں کو نظرانداز کرتی۔ اسکا کرتا اونچا کر گئی تھی۔ اسفندیار نے اسکی حرکت پر گھورا تھا مگر دور نہیں کیا۔ مہزلہ نے بے حد احتیاط سے اسے کم سے کم تکلیف پہنچائے کرتا اتروایا تھا۔ اور نگاہیں جھکاتی اسکی ٹی شرٹ اٹھا گئی۔

"کتنی سنگ دل ہو تم۔۔ مجھے دیکھنے تک نہیں آئیں۔۔" اسکا ٹی شرٹ تھاما ہاتھ پکڑ گیا تھا۔ جبکہ اسکے شکوے پر مہزلہ نے چونک کر نظر اٹھائی تھی۔ اسفندیار اسکا

ہاتھ پشت سے لگاتا نزدیک کر گیا۔"تم سے اچھے تو غیر نکلے جو بغیر کسی تعلق کے کم از کم میری تکلیف پر دیکھنے تو آگئے تھے۔۔"مہزلہ کی آنکھوں کی زمین نم ہونے لگی۔

میں تو بقول آپ سب کے اصل وجہ ہوں آپکے ان زخموں کی۔۔میرا ہی تو" منصوبہ تھا پھر بھی آپ مجھ سے ہمدردی کے دو بول سننا چاہتے ہیں۔۔؟"نمی حلق میں اتارتی اسکی گہری سیاہ آنکھوں میں دیکھتی سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔اور اسکی گرفت سے ہاتھ نکال گئی۔۔

میں تو بقول آپ سب کے اصل وجہ ہوں آپکے ان زخموں کی۔۔میرا ہی تو" منصوبہ تھا پھر بھی آپ مجھ سے ہمدردی کے دو بول سننا چاہتے ہیں۔۔؟"نمی حلق میں اتارتی اسکی گہری سیاہ آنکھوں میں دیکھتی سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔اور اسکی گرفت سے ہاتھ نکال گئی۔۔

مگر اسفندیار اسکے دور ہونے سے پہلے اسکے گرد حصار باندھ گیا۔مہزلہ نے ٹھٹھکتے اسکے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

تم نے کس حق سے سب میں مجھے شامل کیا۔۔؟ کیا میں نے تمہیں ایک لفظ "بھی کہا۔۔؟ کیا مجھ سے متعلق کوئی خبر تم تک پہنچی۔۔؟ بولو جواب دو۔۔؟

آپ سب سے بڑے دشمن ہیں میرے۔۔۔اور کہا نہیں تو اب کہہ " دیں۔۔ کیونکہ آپ بھی اس حملے کا ذمے دار مجھے سمجھتے ہیں۔۔ میں نے ہی "___گل

مہزلہ۔۔۔!!!" اسکے مدھم مگر تنبیہی لہجے پر وہ نم نگاہیں موڑ گئی۔ "میں دوسروں کے کہے کا ذمے دار نہیں ہوں۔۔ مگر یہ بات ذہن میں بٹھالو۔۔ کہ میں کبھی بھی اپنی بیوی کو کسی دوسرے شخص سے منسوب نہیں کروں گا۔۔ اپنے معاملات میں خود ہینڈل کرنا جانتا ہوں۔۔ میرے ہزار دشمن ہیں ہزار مسائل ہیں کیا ان کا ذمے دار تمہیں کہوں گا۔۔؟ یاد رکھو گھر کی عورت کو دبا کر خود کو مرد ثابت نہیں کروں گا۔۔۔!!!" مہزلہ اسکے حصار میں ساکت کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس شخص نے آج پہلی بار۔۔ زندگی میں پہلی بار سمجھایا تھا کہ ایک مرد عورت کا تحفظ کیوں کہلاتا ہے۔۔ ایک عورت کو مرد کے مضبوط کندھے کی کیوں ضرورت ہوتی ہے تاکہ کوئی شخص اسے میلی آنکھ سے نہ دیکھ

سکے۔اس شخص کے چند جملوں نے جیسے اسے ہپنٹائز کر دیا تھا۔اسکا بھاری لہجہ مہزلہ کے کانوں سے لے کر دل تک گہرا اثر چھوڑ رہا تھا۔ پچھلے دو دن سے وہ کیا قدم سوچ چکی تھی کہ اگر اسفندیار نے بھی اس پر الزام لگایا وہ کیا کیا کیا نہ انتہائی کر گزرے گی۔۔ مگر اس شخص کے چند جملوں نے سب پلٹ کر رکھ دیا تھا۔

اگر ابا صاحب نے تم سے ایسا کچھ کہا ہے تو بلکل غلط کہا ہے۔۔"اور اس بار وہ" ششدر ہوتی اسے دیکھے گئی۔ابھی اس نے کیا کہا تھا۔۔؟نہیں۔۔ناممکن۔۔ابا !!صاحب وہ بھی غلط۔۔

سپوز گلریز نے اگر مجھ پر حملہ کروایا بھی ہے تو اسے میں اپنے طور پر ڈیل کروں" گا۔۔تم سے آکر حساب نہیں مانگوں گا۔۔!"اسکا لہجہ دوٹوک اور کھرا تھا۔ مگر مہزلہ کو ایک طرح سے مطمئن اور دوسری طرح سے بے چین کر گیا۔

لل۔۔ لیکن گلریز ایسا نہیں ہے۔۔!"اور اسے بولنے کے بعد احساس ہوا وہ کیا" عذاب اپنے سر لے چکی تھی۔اسفندیار کی آنکھوں میں کچھ دیر پہلے موجود نرمی اس پل بلکل مفقود تھی۔اب وہاں سرخی کا ڈیرہ تھا۔

میں نے تم سے کب پوچھا کہ گل___ریز کیسا ہے۔۔؟" حصار تنگ کرتا دانت "

تقریباً پیس گیا تھا۔ مہزلہ خفیف سی ہو گئی۔

"میرے کہنے کا مطلب تھا وہ اس قسم۔۔"

میرا ضبط مت آزماؤ پچھلے چار دن سے میرا دماغ گھوما ہوا ہے وہ بھی تمہاری وجہ "

سے۔۔" اسکے الزام پر مہزلہ کا منہ کھل گیا۔

"میری وجہ سے۔۔؟"

ہاں کیونکہ آج سے تین دن پہلے کا قصہ بھولا نہیں ہوں میں۔۔" اور اسکے یاد "

دلانے پر مہزلہ کو بھی یاد آگیا۔ اسکی آنکھوں میں ناگواری ابھرنے لگی۔

میں بھی نہیں بھولی ہوں۔۔ بلکہ اسی لیے دیکھنے نہیں آئی آپ کو۔۔" اسے "

سلگانے کے لیے وہ مبالغہ آرائی پر اتر آئی تھی۔ ورنہ وہ رات کیسے گزری تھی وہ

کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔ اسفندیار جسے اسکا صاف جھوٹ معلوم تھا اسے اونچا

کرتا پنجوں پر لے آیا۔

اسی لیے میں بھی تم سے خدمتیں کروانے کے لیے ہی یہاں شفٹ ہوا"

ہوں۔۔" دل جلاتی مسکراہٹ لیے جھکتا فاصلے سمیٹ گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ اندر

تک جل کر رہ گئی تھی۔اور مچل کر اسکی گرفت سے نکلی۔

آپ کوئی شرٹ پہنی ہے یا نہیں۔۔؟" سرخ چہرہ لیے اسے گھورا تھا مگر وہ اس"

قدر پر تپش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ میں سمٹ گئی۔ مگر اسے

گھورنا نہیں چھوڑا۔

کیوں جلدی کس بات کی ہے۔۔؟" اسکی پیش قدمی پر مہزلہ اسے دیکھ کر رہ"

گئی۔

"مجھے پڑھنا ہے۔۔ تین دن سے ویسے ہی کالج نہیں گئی۔۔اتنا لوس ہو گیا۔۔"

میں ٹیوٹر لگا دوں گا۔۔!" اسے ایک بار پھر بازو پکڑ کر قریب کیا تھا۔ مہزلہ نے"

طنز آمیز نگاہ اسکی جانب ڈالی۔

کس کو۔۔پروفیسر آمنہ کو۔۔؟" اسفندیار نے اسکی چیلنج کرتی آنکھوں میں"

آنکھیں چھوٹی کرتے دیکھا تھا۔اور پھر کچھ یاد آنے پر اطمینان سے کندھے اچکا

گیا۔

انہیں رکھنا ہے۔۔رکھوادوں گا۔۔" مہزلہ اسکے انجان بننے پر کلس گئی۔"

بہت شکریہ۔۔مجھے نہیں چاہیے ٹیوٹر۔۔اور آپ تو پھر انہیں دھمکانے پہنچ جائیں گے۔۔؟"اسفندیار نے اسکی چہرے پر آئی لٹ پیچھے کی تھی۔

اسے دھمکانا نہیں بات کرنا کہتے ہیں۔۔"مہزلہ ناک سکیڑ گئی۔اسے معلوم تھا" اسکا بات کرنے کا طریقہ بھی کتنا بھیانک تھا۔اسفندیار اسکے ہاتھ سے ٹی شرٹ لیتا سر پر پہن گیا۔اسے بازو ڈالتا دیکھ وہ خود ہی مدد کرنے لگی۔اسفندیار کی نظر اسی پر ٹھہر گئی۔اور آج اسے معلوم ہوا تھا وہ سیاہ رنگ میں خوب جچتی تھی۔مگر آج بھی صرف ناک میں وہی بالی تھی۔اسکی دی ہوئی چیزیں نجانے کہاں ڈالی ہوئیں تھیں۔ابھی وہ یہ کہنے ہی والا تھا۔جب اسکا فون بج اٹھا تھا۔اور مہزلہ کی رکی سانس بحال ہوئی تھی۔ورنہ اسکی نظروں کی تپش سے آج ضرور پگھل جاتی وہ۔۔اسفندیار کو موبائل اٹھا کر کمرے سے نکلتا دیکھ گہری سانس بھرتی اپنی کتابوں کی سمت بڑھ گئی۔

****

پہلے سوپ پلانا ہے۔۔اسکے بعد کھانا کھلانا۔۔"روشینا نے ٹرے میں کھانا رکھتے اسے ہدایت کی تھی۔"اور اسکے آدھے گھنٹے بعد ہی دوائی دینی ہے پھر۔۔تم سن رہی ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں۔۔"اسے خاموش کھڑا دیکھ وہ چڑ گئیں۔

ہاں سن چکی ہوں نا۔۔آگے بولیں۔۔بلکہ پہلے یہ بتائیں۔۔دوپہر کی طرح" زمدہ بی بی دوڑ کر کیوں نہیں آئیں۔۔؟"دوپہر میں اسفندیار فون آنے پر جو نکلا تھا۔پھر سارا وقت فرسٹ فلور کے لاؤنج میں ہی سیاسی فون کالز میں لگا رہا تھا۔پھر دوپہر کے کھانے پر ہی لوٹا تھا اور زمدہ اسکے ساتھ چپکی تھی۔کیونکہ دوپہر کا کھانا لائی تھی۔وہ پڑھنے درخنے کے کمرے میں چلی گئی تھی۔اور جب لوٹی اس وقت وہ سو رہا تھا۔پھر وہ نماز وغیرہ پڑھ کر دوبارہ باہر نکل گئی تھی۔آج کل اس پر پڑھائی کا خبط سوار تھا۔جتنا وہ کالج کی چھٹیاں کر رہی تھی اتنی ٹینشن ہو رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔آخر کب انہیں دوبارہ اجازت ملنی تھی۔

"امید سے ہے وہ۔۔اتنا ذہنی دباؤ میں رہی ہونے لگیں الٹیاں۔۔"

اوو معصوم۔۔اب اپنے خان کی خدمت کیسے کرے گی۔۔"ماں کے افسردگی" سے کہنے پر اس نے بھی کمال اداکاری کی تھی۔ جس پر وہ گھور گئیں۔۔

بتاؤں ابھی۔۔۔لے کر جاؤ کھانا۔۔"وہ منہ بناتی ٹرے اٹھا کر کچن سے نکل گئی۔اسے اسفندیار کے کام کرنے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔اصل اعتراض اسے زمدہ کی پریزینس سے تھا۔جو ہر جگہ اپنا منحوس چہرہ لا کر چاشنی جیسے لہجے میں توجہ اپنی جانب کر لیتی تھی۔اور اسفندیار کی خدمتوں میں لگ جاتی تھی۔پھر بھلا مہزلہ کے مزاج کہاں مل سکتے تھے۔۔؟اسے کہاں ایسی بناوٹی حرکتیں کرنی آتی تھیں۔

دروازہ وا کرتی کمرے میں داخل ہوئی تو ایک پل کے لیے ٹھٹھکتی وہیں دہلیز پر ٹھہر گئی۔کمرے میں ابا صاحب بیٹھے اسفندیار پر برس رہے تھے۔جبکہ تبانا تائی سائیڈ میں کھڑی تھیں۔

تم کو ضرورت ہی کیا تھا خاناں چھٹی لے کر آنے کا۔۔اپنا حالت دیکھو۔۔"انکی" ڈانٹ میں بھی اس شخص کے لیے محبت ٹپک رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں میں اب۔۔اکتا گیا تھا۔۔نہیں رہا جا رہا تھا وہاں۔۔"ایک نظر دروازے پر کھڑی مہزلہ کو دیکھتا بیزاری سے بولا تھا۔تائی اور ابا صاحب نے بھی رخ موڑتے نظر جھکائے اندر آتی مہزلہ کو دیکھا اور چہرے پر ناگواری آپ ہی آپ ابھر آئی تھی۔

"تو یہاں کونسا چین نصیب ہے۔۔زمدہ بچہ تو خود تمہارے لیے ہلکان ہے۔۔اور کس سے توقع ہے تمہیں۔۔!!"انکا لہجہ بڑا زہر خند سا تھا۔۔

"اپنا گھر اپنا گھر ہوتا ہے ابا صاحب۔۔یہاں سب خیال رکھ رہے ہیں۔۔اور اب بہتر ہے طبیعت بھی۔۔'آپ کیوں خاموش کھڑیں ہیں مورے۔۔؟"مہزلہ نے بیڈ کی دوسری جانب سے آتے کھانا اسفندیار کے آگے رکھ دیا تھا۔

"صحیح کہہ رہے ہیں ابا صاحب۔۔میں تو خود پریشان ہوں۔۔'کھلاؤ بیٹھ کر کیا اٹھ رہی ہو۔۔"مہزلہ کو اٹھتا دیکھ تائی نے سختی سے کہا تو وہ واپس ٹک گئی۔اسفندیار کی گہری نگاہیں بار بار اسکی جھکی گھنی پلکوں پر اٹک رہیں تھیں۔اسے نہیں معلوم تھا کبھی وہ کسی کی جانب یوں بھی اٹریکٹ ہو گا۔۔ورنہ بیوی تو زمدہ بھی تھی۔اور اچھی خاصی میرڈ لائف گزر رہی تھی اسکے ساتھ جبکہ یہ لڑکی۔۔!جیسے اسکی

اسٹریٹ فوروڈ لائف میں آکر یکدم ادھم مچادی تھی۔ ایک ہلچل سی پیدا کر دی تھی۔ کہ نجانے کیا بات تھی وہ لڑ جھگڑ کر بھی اسی کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ خود کو اس نئے میٹھے زہر کا مزہ چکھانے۔ جیسے اسکا وجود اب عادی ہو چکا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا اس زہر کا تریاک بھی وہی دیتی۔۔ اسے درد دے کر دوا بھی وہی دیتی۔۔ مہزلہ سوپ کا پیالا تھامتی اسکے نزدیک ہو گئی۔

"مجھے نہیں پینا۔۔ کھانا کھلاؤ۔۔"

پینا ہوگا ضروری ہے۔۔" مہزلہ کا لہجہ مدھم مگر دوٹوک تھا۔ اسفندیار نے" آنکھیں چھوٹی کرتے منہ کھول دیا۔

کل ڈی آئی جی ملنے آئے گا تم سے۔۔ ہمارا بات ہوا تھا اس سے۔۔ "ابا صاحب" نے لاٹھی کی مدد سے اٹھتے اسے بتایا تھا۔ "اس نے بڑے وعدے کیے ہیں مجرموں کو پکڑنے کے۔۔" انکے کرخت لہجے پر اسفندیار نے انکی جانب دیکھا تھا۔ جو بڑی ناگواری سے مہزلہ کو دیکھ رہے تھے۔

اسکی ضرورت نہیں ابھی۔۔جب میں مکمل صحت یاب ہو جاؤں گا۔۔اس" معاملے کو اپنے طریقے سے دیکھوں گا۔۔"ابا صاحب نے اب خفگی سے اسے دیکھا تھا۔"آپ بے فکر ہو جائیں جو کوئی بھی ہے۔۔میں پکڑ لوں گا اسے۔۔ توخاناں تم کیوں ڈی آئی جی سے نہیں ملتا۔۔وہ اپنے طریقے سے ان کو گرفتار" بھی کر لے گا۔۔"تبانہ تائی بھی پریشان ہوئی تھی۔

اور ہم بخوبی جانتے ہیں یہ کس خبیث کا حرکت ہے۔۔"مہزلہ کا ہاتھ ایک پل" کے لیے تھما تھا۔کیونکہ ابا صاحب کس پر چوٹ کر رہے تھے اور نفرت انگیز نگاہیں کس پر تھیں اسے معلوم تھا۔اسکا جی چاہا ابھی اٹھ کر بھاگ جائے یہاں سے۔۔یا ان سب کے گریبان پکڑ کر سوال کرے کہ کیا وہ اس گھر کی بیٹی نہیں تھی۔یا اپنے دادا جیسے بے ضمیر انسان کو جھنجھوڑ دے کہ کیا وہ اسکی سگی پوتی نہیں تھی۔۔؟کیا برلاس خان اسکا سگا بیٹا نہیں تھا۔۔؟پھر یہ فرق کیوں تھا۔۔؟

کسی پر صرف شک کی بنیاد پر کیس نہیں کروں گا میں ابا صاحب۔۔جب تک" خود اپنے طریقے سے ثبوت نہ اکھٹے کر والوں۔۔پھر پولیس نہیں اسکی عاقبت کا

فیصلہ بھی میں ہی کروں گا۔۔" مہزلہ نے نظر اٹھاتے اسفندیار کی جانب دیکھا۔وہ سنجیدہ تاثرات لیے ابا صاحب کو دیکھ رہا تھا۔

کسی کی نہیں خاناں یہ مرجان خان اور اسکا بیٹے کا حرکت ہے۔۔۔بدلہ لینا چاہتا" تھا وہ اپنا ذلت کا۔۔" معاملے کو اتنا ہلکا لینے پر وہ پوتے پر برس پڑے تھے۔

ثبوت دیں پھر مجھے۔۔کیونکہ میں بنا ثبوت کے اس پر چڑھائی نہیں کر سکتا جبکہ " سردار ہوں میں۔۔!"

تم اپنا اس زنانی کا وجہ سے معاملے کو اتنا ہلکا لے رہا ہے۔۔؟"اس بار انہوں نے" کڑک لہجے میں استفسار کیا تھا۔مہزلہ چمچہ پلیٹ میں رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔اسفندیار،تائی اور ابا صاحب نے بیک وقت اسے دیکھا تھا۔

بیٹھو۔۔!" مہزلہ نے اسفندیار کو سرخ شکایتی نظر سے دیکھا تھا۔"کیا کہہ رہا" ہوں میں۔۔بیٹھو۔۔!"اسکے سخت تنبیہی لہجے پر وہ بادل نخواستہ ٹک گئی۔

ابا صاحب۔۔"اسفندیار غضب ناک تاثرات لیے ابا صاحب کی جانب متوجہ " ہوا تھا۔"میرے کسی بھی فیصلے یا مجھ پر ہونے والے حملے سے مہزلہ کا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔۔!اگر گلریز خان نے یہ کیا بھی ہے تو میں اسے ہینڈل کرنا جانتا

ہوں۔۔اس سے اس حملے یا گلریز خان سے متعلق کسی بھی بات کی پوچھ گچھ نہیں کروں گا۔۔"اسکا لہجہ دوٹوک تھا۔ابا صاحب،تائی اور خود مہزلہ بھی ایک پل کے لیے جیسے سکتے میں آ گئے تھے۔انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا یہ کیا کہہ گیا تھا ان کا پوتا۔تائی الگ حیران تھیں بھلا ان کے خاناں نے کب یوں پلٹ کر جواب دیا تھا ابا صاحب کو۔۔مہزلہ کی تو الگ ہی کیفیت تھی۔۔اسے بھلا کب کسی سے وہ بھی ابا صاحب کے چہیتے سے یہ توقع تھی کہ وہ اسکی طرفداری کرے گا۔۔!!

"خاناں یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔؟"

مورے مجھے معلوم ہے کہ کیا کرنا ہے۔۔!"پوتے کے تیوروں پر ابا صاحب" لب بھینچتے تائی کو مزید بولنے سے روک گئے۔

اگر یہ کہہ رہا ہے تو یقیناً کچھ سوچ کر کہہ رہا ہو گا۔۔ہمیں یقین ہے ہمارا سردار" سنبھال لے گا۔۔"اسکے کندھے پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے باہر نکل گئے۔تائی بھی حیران بیٹھی مہزلہ پر تیز نگاہ ڈالتیں ان کے پیچھے ہی ہو لیں تھیں۔

کھانا کھلاؤ۔۔"اسے دروازہ گھورتا دیکھ اسفندیار نے ہیڈ بارڈ سے ٹیک لگاتے کہا" تو وہ چونکی تھی۔اور پلیٹ سے لڈ ہٹاتے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔مگر وہ اپنے

دھیان میں تھا۔ مہزلہ نے نان توڑتے یخنی سے بھرا نوالہ اسکے آگے کیا تھا۔ جب تک اسفندیار نے کھانا مکمل کیا۔ دونوں کے درمیان ایک عجیب سی خاموشی چھائی رہی تھی۔

آپکو۔۔ ابا صاحب کے سامنے مجھے ڈیفینڈ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔" اسفندیار نے پانی پیتے اسکی جانب دیکھا آنکھوں میں خود بخود ہی ناگواری ابھر آئی تھی۔

تم سے میں نے رائے نہیں مانگی کہ کب کیا کرنا ہے اور دوسری بات۔۔ جو ہر دوسرے دن تم محاذ کھول کر کھڑی ہو جاتی ہو اپنی اس عادت کو بھی ختم کرو۔۔ ابا صاحب تمہارے برابر نہیں ہیں جو ہر بات کا انہیں جواب دو گی تم۔۔" مہزلہ نے ٹھٹھکتے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ چند لمحے پہلے جو نرمی اسکے دل میں آئی تھی اس پل بلکل مفقود تھی۔ اسکی آنکھوں میں سرخی سی سمٹنے لگی۔ یعنی اسفندیار سے اسکا اور ابا صاحب کا معرکہ ڈھکا چھپا نہ رہا تھا۔

"یعنی آپکو خبر ہے کہ میری اور ابا صاحب کی اس ٹاپک پر بات ہو چکی ہے۔۔؟اور جن کے ذریعے معلوم ہوئی ہو گی اسکے بعد تو قطعاً میری طرفداری نہیں کرنی چاہیے تھے۔۔" اسکا طنز وہ بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"مجھے کسی کی طرف داری کرنے کی ضرورت نہیں۔۔جو مجھے صحیح لگے گا میں وہی کروں گا۔۔۔"

"جس نے بھی آپ کے کان بھرے ہیں سن لیں۔۔شروعات میری جانب سے نہیں ہوتی۔۔" اسکا لہجہ انتہائی سرد تھا۔آنکھوں میں بھی وہی سرد مہری تھی۔

"بات شروعات کی نہیں۔۔تمہاری سو گز کی زبان کی ہے۔۔" اسکے طنز پر مہزلہ لب بھینچتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھ سے جس لہجے میں بات کی جائے گی جواب بھی اسی لہجے میں ملے گا۔۔اگر آپ کنکر ماریں گے۔۔"

"تم پتھر کھینچ کر مارو گی۔۔۔ہے نا۔۔!"

"بلکل۔۔!مجھے ابا صاحب کیا کسی سے بھی کوئی سروکار نہیں۔۔پھر کوئی کیوں آکر میرے منہ لگتا ہے۔۔؟"

تم سب سے کٹ کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔۔زدو کوب کیا جارہا ہے تمہیں "یہاں۔۔؟"اسفندیار کے لہجے میں اب غصہ سمٹ آیا تھا۔اس لڑکی کی زبان درازی کا تو وہ خود گواہ تھا۔

زدو کوب۔۔! ہونہہ مجھے ونی کردیا۔۔آپا کو جہنم میں پھینک دیا۔۔میری "مورے نے زندگی غلامی میں گزاردی۔۔اس سے بدتر مثال بتادیں مجھے۔۔؟

مگر میں آپ سے کیوں کہہ رہی ہوں آپ تو خود اس ماحول کا حصہ
ہیں۔۔دوسروں کو ٹارچر کرنا آپکا بھی تو پسندیدہ مشغلہ ہے۔۔" تنفر بھرے لہجے میں کہتی دروازے کی سمت بڑھ گئی۔اسفندیار کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا۔

واپس آؤ ادھر۔۔مہزلہ۔۔!"وہ شدید طیش میں آتا گرجا تھا۔مگر مہزلہ بنا پلٹے "دہلیز پار کرگئی تھی۔اس نے اذیت کی پرواہ کیے بنا اپنا زخمی ہاتھ بے اختیار ہیڈ بارڈ پر مار دیا تھا۔

****

رات کے دس بج رہے تھے جب درخنے دروازہ ناک کرتی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اسفندیار نے موبائل پر بات کرتے اسکی جانب دیکھا۔اور اسے نزدیک آکر رکتا دیکھ بات مختصر کر گیا۔

"کیا بات ہے۔۔سوئیں نہیں اب تک۔۔؟"

"وہ میں۔۔پڑھ رہی تھی لالا۔۔آپ نے دوائی لی۔۔؟"

نہیں۔۔لاؤ دے دو۔۔"اب وہ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا جسے دینی تھی وہ جنگ" کر کے اسے درد میں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔درخنے نے خاموشی سے دوائی دیتے اسکے تاثرات دیکھے جو اس وقت ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ تھے۔"کل سے "کالج چلی جانا۔۔

جی لالا۔۔!"اسکے دوائی کھانے کے بعد وہ سیدھی اپنے کمرے میں گئی" تھی۔جہاں مہزلہ ٹینشن میں بیٹھی لب کاٹ رہی تھی۔جب سے اپنی گز بھر کی زبان سے بلا تکان بول کر آئی تھی۔غصہ ٹھنڈا ہوا تو ٹینشن سوار ہو گئی تھی۔اب بھی اس نے ہی درخنے کو بھیجا تھا۔کمرے کا ماحول دیکھنے کے لیے۔

کیا ہوا۔۔؟"اسکے کمرے میں داخل ہونے پر مہزلہ فوراً جگہ سے اٹھی تھی۔"

مت پوچھو بڑا خراب موڈ ہے۔۔" بیڈ پر آتی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ جبکہ مہزلہ " کے پیٹ میں ہول اٹھنے لگے۔ اسے خود نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنا کیوں بول گئی تھی۔ حالانکہ اسفندیار نے تو ابا صاحب کے سامنے اسکی حمایت کی تھی۔ اور وہ اسی سے لڑ گئی تھی۔ اور اتنا بول گئی تھی کہ اب سوچ کر اسکا رنگ اڑ رہا تھا۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔ میڈیسن نہیں لیں۔۔؟"

وہ تو لے لیں مگر انکے تاثرات ایسے تھے کہ جیسے ابھی کسی کا گلا پکڑ لیں" گے۔۔" درخنے نے اپنے تکیے پر لیٹتے بڑے اطمینان سے اسکے سر پر بم پھوڑا تھا۔ اور اس نے بے اختیار تھوک نگلا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا وہ کس کا گلا ہو سکتا تھا۔

اب تم بھی جا کر سو جاؤ۔۔ لالا نے کہا ہے کل سے کالج جائیں گے ہم۔۔" مہزلہ" نے چونکتے اسے دیکھا۔

"اچھا واقعی۔۔؟ یہ انہوں نے کہا۔۔؟"

"ہاں نا۔ جاؤ بھی۔۔ نیند آ رہی ہے مجھے۔۔"

تو مر کیوں رہی ہو۔۔ جا رہی ہوں۔۔" مہزلہ تپ کر کہتی پلٹ گئی تھی۔ درخنے" نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔اسے معلوم تھا ہو نہ ہو وہ ہی اسکے لالا کا پارا ہائی کر کے آئی تھی۔

موورے کے کمرے میں سو جاتی ہوں۔۔ ابھی تو وہ چھوڑیں گے نہیں اگر شکل" بھی دکھادی۔۔" بیچ کاریڈور میں کھڑی ناخن کتر رہی تھی۔" نہیں مگر موورے تو جان سے مار دیں گی اگر انکے زخمی داماد کو اکیلا چھوڑا۔۔" اور اسی کشمکش میں وہ دروازے کی دہلیز پر آ کھڑی ہوئی تھی۔

آہستہ سے دروازہ وا کرتے اندر جھانکا جہاں گھپ اندھیرا چھایا تھا۔اسکے سینے سے جیسے اٹکی ہوئی سانس برآمد ہوئی تھی۔اندر داخل ہوتے احتیاط سے دروازہ واپس بند کیا اور دبے پاؤں بیڈ تک آ گئی۔ جہاں وہ چہرے پر بازو رکھا شاید سو چکا تھا۔ ورنہ اسکی آمد پر تو ضرور اٹھتا۔انہی دبے قدموں سے کبڈ تک آئی تھی۔اور آہستہ سے کھولتے اپنے لیے جو ہاتھ لگا تھا۔ لے کر واشروم کی سمت بڑھ

گئی۔ڈھیلے ڈھالے کرتے اور شلوار میں ملبوس بالوں کو جوڑے میں لپیٹی بیڈ پر آگئی۔ نماز وہ پہلے ہی پڑھ چکی تھی۔ مگر ابھی صرف ساڑھے گیارہ ہوئے تھے۔ کمفرٹر کھولتے ایک نظر چہرے پر بازو رکھے سوئے اسفندیار کی جانب دیکھا۔اسکے چھوٹے سے بیڈ پر وہ بڑا سا وجود آدھی سے زیادہ جگہ گھیر لیتا تھا۔ باقی بچی کچی جگہ میں اسے ایڈجسٹ کرنا پڑتا تھا۔

اسفندیار نے کروٹ لی تھی۔ مگر اگلے ہی پل زخم پر زور پڑھنے پر کراہا اٹھا تھا۔مہزلہ نے سائیڈ لیمپ آن کرتے بے اختیار ہی اسکے بازو پر ہاتھ رکھا تھا۔

کیا ہوا۔۔؟"اسفندیار نے اذیت کے سبب لب بھینچ لیے تھے۔اور اس پر نگاہِ" غلط بھی ڈالے بنا بازو پر رکھا اسکا ہاتھ ہٹا گیا۔

اپنے کام سے کام رکھو۔۔!"اسکے سرد لہجے پر لب کا کنارہ دانتوں تلے دبا" گئی۔اسفندیار کچھ دیر تو یونہی آنکھیں بند کیے لیٹا رہا مگر زخم میں بڑھتی تکلیف کے سبب ذرا سا اٹھتا نیم دراز ہو گیا۔مہزلہ نے تکلیف کے سبب اسکی پیشانی پر چمکتی پسینے کی بوندیں دیکھیں تھیں۔اور ایک بار پھر نزدیک ہوئی تھی۔

کوئی دوائی دوں۔۔؟"اسفندیار نے اسکی جانب دیکھا۔"

زہر دے دو۔۔! تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی۔۔!" جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہتا سر جھٹک گیا۔ مہزلہ کی آنکھوں میں غصے کے ساتھ نجانے کیوں نمی بھی تیرنے لگی۔

میں نے کب آپکے مرنے کی بات کی ہے۔۔؟" اسکی گھٹی ہوئی آواز پر اسفندیار" نے چونک کر پہلی بار اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

کیوں کچھ دیر پہلے مجھ سے نفرت کا اظہار کر کے نہیں گئیں تم۔۔؟" اسکی" آنکھوں میں جھانکتا گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

ہاں دشمنوں میں تو اب بھی شامل کروں گی۔۔ مگر مارنا تو نہیں چاہا نا۔۔" نم" آنکھوں سے اسے دیکھتی دھڑلے سے بولی تھی۔ اسفندیار اسے دیکھ کر رہ گیا۔

تو دشمنوں کی خدمت نہیں کرتے۔۔ سو جاؤ تم بھی۔۔" نظریں پھیرتا ٹی" شرٹ کی آستین اونچی کر کے پٹی کا جائزہ لینے لگا۔ ایسا لگ رہا تھا۔ پورا ہاتھ درد سے سن ہو چکا ہو۔

دیکھیں میں۔۔ صحیح طرح کہہ رہی ہوں۔۔ بتائیں میڈیسن یا کچھ اور" چاہیے۔۔؟" اسفندیار نے نگاہ ترچھی کرتے اسکی جانب دیکھا۔

کچھ اور۔۔!" مہزلہ نے الجھ کر اسے دیکھا تھا مگر اسکی آنکھوں میں موجود"
جذبے دیکھ یکدم سٹپٹا بھی گئی۔

"مم۔۔میرا مطلب ہے کچھ کھانے پینے۔۔"

سو جاؤ۔۔!" اس بار لہجہ ناگواری سے پر تھا۔اور چہرے پر ایک بار پھر بازو رکھ"
گیا۔مہزلہ کشمکش میں مبتلا چند لمحے اسے یونہی دیکھتی رہی پھر بلا آخر ہاتھ بڑھاتے
اسکی آنکھوں سے بازو ہٹا دیا۔اسفندیار ایک بار پھر حیرت کا شکار ہوا تھا۔وہ خود
ہی بلا جھجک یوں پہلی بار اسے چھو رہی تھی۔

میں جانتی ہوں آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔۔" مشکوک نگاہوں سے اسے"
دیکھا تھا۔اسفندیار بھی اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گیا۔

اچھا۔۔! کیوں کر رہا ہوں میں۔۔" اسے لگا شاید یہ لڑکی اسکے جذبے سمجھ گئی"
تھی۔اسلیے اس پل مکمل توجہ دی تھی۔۔

تاکہ پھر۔۔مورے سے کہہ سکیں کہ اس نے تو میرا خیال ہی نہیں"
رکھا۔۔میں تکلیف میں تھا اور یہ مزے سے سو رہی تھی۔۔اور یہ

سننے کے بعد مورے سمیت سب مجھ پر چڑھ دوڑیں۔۔"وہ واقعی اسکیچال پر تپ اٹھی تھی۔ جبکہ اسکی الزام تراشیوں پر اسفندیار کے جذبات پر پانی کی بالٹی گری تھی۔اور وہ بس دانت بھینچے اسے دیکھے گیا۔

کتنی۔۔ذہین۔۔ہو گئیں۔۔میرا بلکل یہی ارادہ ہے۔۔مگر یہ تو تب ہونا جب" تم کسی سے کم ہو۔۔وہ دو سنائیں گے تم چھ سنا دو گی۔۔"اسکے جلے کٹے انداز پر مہزلہ کو غصے کے ساتھ مسکراہٹ بھی آگئی تھی۔جو اسفندیار سے مخفی نہ رہ سکی تھی۔جس پر وہ مزید جلا تھا۔اور واپس چہرے پر بازو رکھ گیا۔مگر چند لمحے بعد اسے مہزلہ کے گداز ہاتھوں لمس اپنی درد سے شل ہوتی کلائی پر محسوس ہوا تھا۔وہ آہستہ آہستہ بے حد نرمی سے اسکا ہاتھ دبا رہی تھی۔اور اسفندیار کو لگا یکدم ہی اسکے اعصاب پر سکون ہونے لگے ہوں۔کیا تھی یہ لڑکی۔۔؟

چہرے سے ہاتھ ہٹاتے اسکی جانب دیکھا۔ڈھیلے ڈھالے کرتے میں ملبوس تھی۔ڈھیلے سے جوڑے سے نکلتیں سیاہ لٹیں اسکے چمکتے چہرے کے گرد ہالہ کیے ہوئیں تھیں۔جبکہ نظریں جھکی تھیں۔اس نے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے سے بال ہٹائے تھے۔مہزلہ نے نظر اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔وہ لو دیتی نگاہوں سے

اسے دیکھتا اسے بلش کر گیا۔ مہزلہ نے ساری توجہ اسکے ہاتھ کی جانب مبذول کرلی۔ مگر اسفندیار نے یکدم اسے گردن کی پشت سے پکڑتے خود سے نزدیک کیا تھا۔ مہزلہ توازن رکھنے کی کوشش میں اسکا زخم والا کندھا تھام گئی۔ اور وہیں اسفندیار صاحب کی کراہیں نکل گئیں تھیں۔

"سوری۔۔ ویری سوری۔۔ مجھ۔۔ مجھے نہیں پتا تھا۔۔"

تم چاہتی ہی نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔ جان کر کیا ہے تم نے۔۔" اسکے غصے پر" مہزلہ کا منہ کھل گیا۔

جھوٹے۔۔ میں نے کہا تھا کیا مجھے پکڑ کر____" کہتے کہتے وہ یکدم ہی جملہ ادھورا" چھوڑتی چپ ہو گئی۔ اسفندیار اب اٹھ بیٹھا تھا۔ اور اسے گھورنے لگا۔ "نہیں بولو "چپ کیوں ہو گئیں۔۔

مجھے کل کالج جانا ہے آپ جاگتے رہیں۔۔ میں سو رہی ہوں۔۔" خفت زدہ" ہوتی اپنی جگہ کھسکنے لگی مگر بازو سے تھامتا روک گیا۔

"! میں بھی دیکھتا ہوں مجھے بے چین کر کے کیسے سوؤ گی۔۔"

"آپ کے چوٹ لگی ہوئی ہے۔۔ دیکھیں آپ کو بھی ریسٹ کرنا چاہیے۔۔"

"!وہ میرا مسئلہ ہے۔۔"

****

صبح کا نجانے کونسا وقت تھا۔جب اسکی آنکھ کھلی تھی۔ موندی موندی آنکھوں سے ارد گرد دیکھا۔ سورج کی روشنی دبیر پردوں کو پار کرتی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔اس وقت وہ اسفندیار کے حصار میں اسکے سلامت کندھے پر سر رکھی لیٹی تھی۔اتنی چوٹوں کے بعد بھی اس شخص نے اپنے کندھے پر لٹا کر یقیناً دوسرا بازو بھی سن کر لیا ہو گا۔ نظر اٹھاتے اسفندیار کی جانب دیکھا۔جو سو رہا تھا۔نجانے کیوں اسکے لبوں پر مسکراہٹ سی کھل گئی تھی۔ مگر اگلے ہی پل سکڑی تھی۔اسکا حصار توڑتے تیزی سے اٹھ کر وال کلک دیکھی۔ جہاں بارہ بج رہے تھے۔

یااللہ۔۔!! یہ کیا ہو گیا۔۔!!" اسکا صدمے سے برا حال تھا۔بے اختیار اپنا سر" پکڑ کر بیٹھ گئی۔ آج اتنے دن بعد تو کالج جانے کی اجازت ملی تھی۔اور درخنے وہ تو ہمیشہ اسے جگانے آتی تھی۔ مگر آج اسفندیار کی وجہ سے نہیں آئی ہو گی۔

"یااللہ۔۔کیوں نہیں کھلوائی میری آنکھ۔۔؟؟"

کیوں شور کر رہی ہو۔۔"اسفندیار نے نیند میں بڑبڑاتے اسے حصار میں لینا چاہا" تھا۔ مگر وہ تپی اسکا ہاتھ دور کر گئی۔

سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔۔ میری چھٹی ہو گئی۔۔وہ بھی صرف آپکی وجہ " سے۔۔!!"اسکے چیخنے پر اسفندیار نے خمار آلود آنکھیں اس بار وا کیں تھیں۔ مہزلہ غصیلے تاثرات لیے اسے گھور رہی تھی۔

"کیوں۔۔میں نے کہا تھا نہیں اٹھو۔۔؟"

غصہ مت دلائیں۔۔ایک تو میں پہلے ہی بلیک لسٹ اسٹوڈینٹس میں " ہوں۔۔کوئی پروفیسر مجھے پوچھے گا بھی نہیں۔۔اور اسکی وجہ صرف آپ ہیں۔۔"اسفندیار نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ جسے چھڑانے کی تگ و دو میں تھی وہ۔

مجھے نام بتا دینا اپنے پروفیسرز کے باقی میں دیکھ لوں گا۔۔"اسکے شاہانہ انداز پر" مہزلہ کو مزید آگ لگی تھی۔ مگر اب وہ اسفندیار کے حصار میں تھی۔

آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔۔ڈائریکٹ ان لوگوں سے میرے نام کی جعلی " ڈگری بنوا کر لے آئیں۔۔روز روز دھمکانہ بھی نہیں پڑے گا۔۔"اسکے سلگتے لہجے پر اسفندیار جاندار قہقہ لگا گیا تھا۔

ویسے آئیڈیا برا نہیں۔۔ کہو۔۔ کر دوں۔۔؟" اسکی آنکھوں میں جھانکتا بڑی سنجیدگی سے بولا تھا۔ مگر اسکی آنکھوں سے جو شرارت ٹپک رہی تھی اسے مہزلہ بخوبی جانتی تھی۔اور پھر اسکے بعد جو مہزلہ نے کیا تھا وہ اسفندیار کو کراہنے پر مجبور کر گیا۔اس نے جان کر اسکے بازو پر اسی جگہ ہاتھ رکھ کر زور دیا جہاں زخم تھا۔ مگر ایک سیکنڈ میں ہی ہٹا لیا تھا۔

"ظالم۔۔!!!"

اوہ۔۔ سوری۔۔ غلطی سے ہو گیا۔۔ آپکی زبان بھی بہت چل رہی ہے"

نا۔۔" اسفندیار نے تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر اپنے طور پر بدلا لیتا اسکے ہوش اڑا گیا۔ مہزلہ بیڈ سے اٹھی تو چہرہ بلکل سرخ ہوا اس باختہ تھا۔ایک سلگتی نگاہ اس پر ڈالتی واشروم کی سمت بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد فریش ہو کر نکلی تو اسفندیار بیڈ پر نیم دراز فون پر مصروف تھا۔ مگر اسکے نکلتے ہی نظریں اسکا طواف کرنے لگیں۔ نم بالوں سے ٹاول کھولتی ڈریسنگ کی سمت بڑھ گئی۔اسے ابھی درخنے کو کال کر کے گالیاں بھی دینی تھیں۔ جو اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ وہ بال سلجھا رہی تھی۔جب اسفندیار رابطہ منقطع کرتا بیڈ سے اٹھ گیا تھا۔ مہزلہ نم بالوں کو ہی

عجلت میں کیچر میں لپیٹتی اسکے قریب آنے سے پہلے صوفے سے دوپٹہ اٹھاتی دروازے کی جانب لپکی تھی۔اور اسکی اس حرکت پر اسفندیار نے بدمزہ ہوتے خشمگین نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"!!ناشتہ لاؤ۔۔"

وہی لا رہی ہوں۔۔"مہزلہ اسکے دانت پیسنے پر مسکراہٹ ضبط کرتی دہلیز پار" کر گئی۔نیچے آئی تو لاؤنج میں تائی اور زمدہ دونوں موجود تھیں۔اسکی مسکراہٹ خود بخود ہی کہیں غائب ہو گئی۔اور زمدہ نے جن سرخ نظروں سے سر سے پیر تک اسے دیکھا تھا۔اسکا جی چاہا تھا شرم سے ابھی ڈوب مرے۔۔

وقت دیکھ رہی ہو۔۔نہ خاناں کے ناشتے کا خیال ہے نہ دوا کا۔۔"تائی کے" لتاڑنے پر وہ لب کاٹتی کچن کی سمت بڑھ گئی۔زمدہ کی خونی نگاہیں اسے کچن میں آنے تک خود پر محسوس ہوئیں تھیں۔خیر اسے رتی برابر بھی پرواہ نہ تھی۔ کچن میں روشینا دوپہر کے کھانے کی تیاری کروا رہیں تھیں۔بیٹی کو دیکھ سبزی چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اٹھ گئے خاناں۔۔؟"

ہاں اٹھ گئے۔۔اور یہ بتائیں درخنے کو اکیلے جانے کیسے دیا آپ نے۔۔؟" وہ" ماں پر بھی خفا ہوئی۔
"وہ تو کال کر رہی تھی مگر میں نے ہی منع کیا کہ خاناں کی نیند خراب ہو گی۔۔"
واہ۔۔بیٹی کی پڑھائی کی پرواہ نہیں۔۔اسکی ڈگری جائے تیل لینے۔۔بس" "خاناں کی نیند خراب نہ ہو۔۔
بس۔۔!! ہر وقت ٹر ٹر۔۔یقیناً اُن کا بھی دماغ خراب کر کے رکھتی" ہو گی۔۔" اسے ٹوکتیں اسٹوو کی سمت بڑھ گئیں۔جب تک انہوں نے اسکا پراٹھا، آملیٹ اور اسفندیار کے انڈے بوائل کیے تھے۔اس نے چائے بنادی تھی۔اسفندیار کے لیے روشینا نے میووں والا دودھ الگ سے بنایا تھا۔ گرما گرم ناشتہ ٹرے میں سجا کر وہ اوپر کی سمت بڑھ گئی تھی۔واپسی پر اسے زمدہ لاؤنج میں نظر نہیں آئی تھی۔اور اسکا سبب اسے اپنے کمرے میں آکر معلوم ہو گیا تھا۔کیونکہ وہ صوفے پر اپنے خان کے ساتھ چپکی بیٹھی تھی۔اسکے منہ میں کڑواہٹ سی گھل گئی۔

میرا دل نہیں چاہ رہا جانے کا خان۔۔" اسکے کندھے پر سر رکھتے نروٹھے انداز میں بولی تھی۔

ضد نہیں کرتے۔۔ مورے کے ساتھ چلی جانا شام تک۔۔" مہزلہ نے ٹیبل پر ٹرے پٹخنے والے انداز میں رکھی تھی۔اور ٹرے سے پلیٹ میں اپنا ناشتہ الگ کرنے لگی۔ جسے اسفندیار نے محسوس کرلیا تھا۔

"تم نے ناشتہ کرلیا۔۔؟"

"نہیں۔۔ ماسی نے بہت اصرار کیا تھا۔۔ مگر دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔۔"

یہ غلط بات ہے زمدہ۔۔ چلو ہمارے ساتھ کرلو۔۔!" مہزلہ نے جبڑے بھینچتے ان دونوں کو دیکھا تھا۔اور دونوں کی نظریں ہی اس پر تھیں۔

رئیلی۔۔؟ مہزلہ تمہیں برا تو نہیں لگے گا۔۔؟" اس نے انتہائی معصومیت سے پوچھا تھا۔ مہزلہ کی آنکھوں میں ابھرتی ناگواری دونوں نے ہی بخوبی محسوس کی تھی۔ مگر وہ کندھوں خفیف سے جنبش دے گئی۔

مجھے کیوں برا لگے گا۔" اور پھر اسفندیار کو دیکھا جس نے لبوں پر ہاتھ رکھتے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ اسے اور آگ لگ گئی۔ یعنی وہ اسکے تاثرات سے

مزے لے رہا تھا۔ وہ اسے گھورتی اپنی ناشتے کی پلیٹ لیے بیڈ پر جا بیٹھی تھی۔ اب اسکے بڑے سے کمرے کے بڑے سے صوفے پر اتنی جگہ تو تھی نہیں کہ وہ بھی پھنس کر بیٹھتی۔ مگر زمدہ کو اپنے سامنے ڈرامے کرتے دیکھ کر اسکی بھوک ضرور اڑ گئی تھی۔ پھر اس نے برائے نام ہی کھایا تھا مگر اسفندیار کی نظریں وقتاً فوقتاً خود پر محسوس ہوتی رہیں تھیں۔ زمدہ بی بی نے ہی اپنے شوہر کو ہاتھوں سے کھلانے کا شرف حاصل کیا تھا۔ مگر اسفندیار کے موبائل پر آتی ارجنٹ کال نے اسے ناشتہ ادھورا چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کال ریسو کرتا وہ کمرے سے نکلا تو زمدہ مسکراتی ٹشو سے ہاتھ صاف کرتی ہوئی اسکے نزدیک آ گئی۔

آئی ایم سوری۔۔ تمہاری ناشتے کی ڈیٹ خراب کر دی میں نے۔۔ "اسکے دل" جلاتے انداز پر مہزلہ نقلی ہنسی تھی۔

اوریئلی۔۔؟ اچھا اب نکلو میرے کمرے سے۔۔ تمہارے شوہر بھی نہیں" یہاں۔۔ اسلیے تمہارا چہرہ مزید برداشت نہیں کر سکتی۔۔ "اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہتی پلیٹ اٹھا کر بیڈ سے اٹھ گئی۔ زمدہ نے ایک کاٹ دار نگاہ اسکی پشت پر ڈالی تھی اور کمرے سے نکل گئی تھی۔ مہزلہ نے دروازہ دھڑ سے بند ہونے پر

پلٹ کر جلتی نگاہ ڈالی تھی۔ مگر پھر لعنت بھیجتی اپنے بیگ کی سمت بڑھ گئی۔ کالج نہیں گئی تھی تو گھر میں تو پڑھنا ہی تھا۔

****

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اسفند یار کی واپسی ہوئی تھی۔ کمرے میں داخل ہوا تو وہ بیڈ پر بیٹھی پڑھنے میں مصروف تھی۔ وہ چڑتا نزدیک آ گیا۔

"یہ کونسا وقت ہے پڑھنے کا۔۔؟" مہزلہ نے کتاب سے سر اٹھایا تھا۔

"کالج نہیں گئی تو گھر میں بھی نہیں پڑھوں۔۔؟" اسفند یار بیڈ پر ٹانگیں لٹکاتا لیٹ گیا۔ ایسے کہ مہزلہ کا چہرہ اب عین اسکے سامنے تھا۔

"میں سامنے ہوں تو قطعاً نہیں۔۔" اور اسکے ہاتھ میں موجود کتاب بند کر گیا۔ مہزلہ کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں تھیں۔

"ٹھیک ہے پھر آپکے سامنے سے غائب ہو جاتی ہوں۔۔!" اسے اٹھتا دیکھ اسفند یار نے فوراً بٹھایا تھا۔ جبکہ اسکی چالاکی پر دانت پیس گیا۔

"دماغ خراب نہیں کرو۔۔" اور اگلے پل کتاب کی جگہ اسفند یار کا سر تھا اسکی گود میں۔۔ اسکے پھیلنے پر مہزلہ اسے گھورنے لگی۔

"ہٹیں۔۔مجھے پڑھنا ہے۔۔!"

"بعد میں۔۔پہلے سر دباؤ میرا۔۔دکھ رہا ہے۔۔!" اور واقعی مسلسل فون پر بات کرنے سے اسکے سر میں درد ہونے لگا تھا۔

"تو میڈیسن لیں نا۔۔پھر زمدہ آجائے گی۔۔" اسکے منہ سے بے ساختہ ہی نکلا تھا۔اور اگلے ہی پل اس نے زبان دانتوں تلے دبالی۔اسفندیار نے اسکی گردن کی پشت پر ہاتھ رکھتے یکدم قریب کیا تھا۔

"اور پھر ہمارا رومینس ادھورا رہ جائے گا۔۔" اسکے گھمبیر لہجے پر اسکا دل کانوں میں دھڑکنے لگا۔جبکہ اسکی آنکھوں میں موجود شرارت پر وہ سرخ پڑھ گئی تھی۔

"فضول۔۔کچھ بھی۔۔مجھے کیا پڑی ہے یہ بیہودگی کرنے کی۔۔" اسکے تنکنے پر اسفندیار اپنا جاندار قہقہہ نہ روک سکا تھا۔مہزلہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑی تھی۔اور اسکا ہاتھ اپنے بالوں سے ہٹانے لگی۔

"دوائی لیں۔۔مجھے پڑھنا ہے۔۔" مہزلہ نے زچ ہوتے ہاتھ پیچھے کرلیا۔جس پر اسفندیار نے اسے مزید نزدیک کیا تھا۔

"آج نہیں پڑھو گی تو قیامت نہیں آئے گی۔۔!"

آپ رہتے تو ہیں مجھ پر ہر وقت نازل___"اور اسکے باقی الفاظ اسفند یار قید کر گیا۔

"وہ چیزیں کہاں ہیں جو میں نے تمہیں دلائیں تھیں۔۔؟"چند لمحے بعد اسے آزاد کرتا بھاری مخمور لہجے میں بولا تھا۔مہزلہ نے حواس درست کرتے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کونسی۔۔؟"

"مانسہرا میں کچھ دلایا تھا میں نے تمہیں۔۔یا تم وہیں پھینک کر آ گئیں۔۔؟"اس بار وہ کڑے تیوروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسے اب بھی وہی ناک کی بالی پہنے دیکھ وہ سلگ گیا تھا۔جبکہ مہزلہ کے دماغ میں جھمو کا سا ہوا تھا۔

"وہ۔۔!وہ تو کبڈ میں ہیں۔۔"اس نے منہ بسورتے کہا تو اسفند یار اسے ملامتی نظروں سے دیکھتا کندھے میں اٹھنے والی ٹیکسوں کو نظر انداز کرتا اٹھ بیٹھا۔

"لے کر آؤ۔۔"

"لیکن۔۔"

"کیا کہہ رہا ہوں لے کر آؤ۔۔" اس بار ڈپٹ کر بولا تھا۔ مہزلہ کی تیوری پر بل اکھٹے ہونے لگے۔۔

"اس طرح بولیں گے تو کبھی بھی نہیں لاؤں گی۔۔" اسکی دھمکی پر اسفندیار عش عش کر اٹھا۔ یعنی اب وہ دھمکیاں دے رہی تھی۔

"تم جا رہی ہو یا نہیں۔۔؟" اسکے سنگین ہوتے لہجے پر وہ غصیلے انداز میں اسے گھورتی اٹھی تھی۔ اور سیدھی کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔ چند منٹ گھسے رہنے کے بعد اسے مطلوبہ باکس مل گیا۔ تن فن کرتی بیڈ تک آئی تھی اور اسے باکس تھما دیا۔

"میں ویسے بھی نہیں پہن رہی تھی۔۔ دے دیجیے گا اپنی ہونے والی کو۔۔"

"یہاں آؤ۔۔" اسکی فضولیات وہ یکسر نظر انداز کر گیا تھا۔

"نہیں۔۔!"

"میں اٹھوں۔۔؟" مہزلہ نے دانت پر دانت جماتے اسکی سمت دیکھا تھا۔ مگر وہ اتنی پر تپش نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ وہ خجل سی ہوتی خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ یہ شخص کچھ زیادہ ہی رعب میں لے رہا تھا اسے۔

قریب آؤ مہزلہ ڈرامے نہیں کرو۔۔!!" وہ دانت پیستی تھوڑا سا کھسکی تھی اور" اسفندیار کلائی تھامتا نزدیک کر گیا۔اور ہاتھ بڑھاتا اسکی نوز رنگ اتارنے لگا۔

"کیا کر رہے ہیں۔۔؟"

"اندھی ہو۔۔؟"

اوچ۔۔!"اسفندیار اسکا احتجاج نظر انداز کرتا بالی اتار کر باکس میں ڈال گیا۔"

"یہ چیزیں کبڈ کی زینت بننے کے لیے نہیں دلائیں تھیں۔۔"

میرے لیے بھی نہیں دلوئیں تھیں۔۔اپنی شوشا کے لیے دلائیں" تھیں۔۔"اسفندیار نے تنبیہی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"زبان کو قابو کر لو۔۔"

سوری یہ تو ناممکن ہے۔۔میرے ارد گرد اتنے سارے ڈیمنز ہیں۔۔کتنا" کنڑول کروں۔۔؟"آنکھیں گھوماتی اتنی پیاری لگی تھی اسفندیار بے ساختہ اسکا چہرہ جکڑتا فاصلے سمیٹ گیا۔مہزلہ غصے سے جدا ہوئی۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔؟"

یہی طریقہ ہے تمہیں قابو کرنے کا۔۔" وہ بھی دل جلاتا اسے ہیرے کی نوز پن" پہنا گیا۔ اسٹوپر مہزلہ نے خود ہی لگایا تھا۔ اسی طرح کانوں کے ٹاپس بھی پہنائے تھے۔ بریسلیٹ کی باری آئی تو مہزلہ نے خود ہی اپنا بایاں ہاتھ آگے کیا تھا۔ مگر اسفندیار دوپٹے میں چھپا اسکا دایاں ہاتھ تھام گیا۔

نہیں اس میں نہیں پہنتی میں کچھ۔۔" وہ نجانے کیوں جھجھک کر بولی" تھی۔ اسفندیار زبردستی ہاتھ اپنے سامنے کر گیا۔

مگر میں نے اسی کلائی کے لیے لی تھی یہ۔۔" قیمتی چمچماتی بریسلیٹ اسکی داغدار" کلائی پر سجا گیا تھا۔ مہزلہ حیرت سے اسے دیکھے گی۔ مگر اسکی ساری توجہ اسکی کلائی پر تھی۔ بریسلیٹ کا لاک لگاتا آستین اونچی کر کے اسکے داغوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

یہ اسکارز نہیں ہیں۔۔ یہ تمہارے بابا کی یاد ہے جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے" گی۔۔ اسے چھپایا مت کرو۔۔" وہ نجانے کس دھیان میں کہہ رہا تھا۔ مگر مہزلہ۔۔!! وہ تو جیسے فریز ہو گئی تھی۔ اس نے ہمیشہ اپنے ان داغوں کو چھپانا چاہا تھا۔ یہ اسکی بدصورتی تھے۔ مگر یہ شخص کیا کہہ گیا تھا۔۔؟ اتنے خوبصورت الفاظ

کا چناؤ اس سے پہلے کبھی کسی نے کیوں نہیں کیا تھا۔۔؟ اسفند یار اسکی کلائی ذرا اونچی کرتا لبوں سے چھونے لگا۔ مگر جب یہ عمل بار بار کیا مہزلہ نے چونکتے کسمسا کر نکالنی چاہی تھی مگر اس نے نہ چھوڑی بلکہ عمل میں مزید شدت آچکی تھی۔ جبھی دروازہ بنا اجازت وا کرتی زمدہ چلی آئی تھی۔

"خان وہ ___" مگر سامنے کا بھیانک منظر اسکے چہرے کے تمام رنگ نچوڑ گیا۔ مہزلہ اسفند یار سے کلائی چھڑاتی فوراً بیڈ سے اتری تھی۔ جبکہ اسکی رنگت حیا سے دہک اٹھی تھی۔ مگر زمدہ پر بھی بلا کا غصہ آیا تو جو منہ اٹھا کر اسکے کمرے میں نازل ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے سب خیریت تو ہے۔۔؟" زمدہ کی بے یقینی سے پھیلتی آنکھیں نظر انداز کرتے اسفند یار نے اچانک آمد کی وجہ پوچھی تھی۔ "تم سے پوچھ رہا ہوں زمدہ۔۔۔!!"

"ہا۔۔ بادام خان کی کال آئی ہے۔۔ درخنے کالج میں نہیں ہے۔۔!!" سرد لہجے میں بم گراتی نم آنکھیں لیے پلٹ گئی تھی۔

****

درخنے کی گمشدگی پر خان حویلی میں جیسے کہرام مچ گیا تھا۔اسفندیار، دریاب اور ابا صاحب تینوں اطلاع ملتے ہی کالج پہنچ گئے تھے۔پولیس کی بھاری نفری تعینات تھی۔ہر اسٹوڈیٹ سے پوچھ گچھ کی جارہی تھی۔جبکہ ٹیچرز کا کہنا تھا۔درخنے آج ایپسنٹ تھی۔جس کا مطلب تھا وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے غائب تھی۔پورے شہر کی ہر سڑک پر ناکے لگوائے جاچکے تھے۔مگر وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔اور اب تک کوئی خبر نہ آئی تھی۔

دونوں پھپھیاں بھی حویلی چلی آئیں تھیں۔سیال کام کے سلسلے میں چائنہ گیا ہوا تھا۔اس لیے اسے ابھی کسی نے آگاہ نہ کیا تھا۔تائی نے دوپہر سے رو رو کر خود کو ہلکان کرلیا تھا۔ہر کوئی پریشان تھا۔آخر کو جوان لڑکی کا معاملہ تھا۔صبح سے شام ہوچکی تھی۔مگر اب تک کوئی خیر کی خبر نہیں آئی تھی۔

مہزلہ کو تو جب سے خبر ملی تھی اسکے ہوش اڑ گئے تھے۔اس نے اپنے طور پر ہر دوست اور کلاس کے تمام گروپس پر درخنے کے بارے میں پوچھ لیا تھا مگر کسی کو

اسکا اتا پتا نہیں تھا۔ اسکی تو بہن تھی وہ۔ ان کا تو ہر لمحہ ساتھ گزرتا تھا۔ سب سے زیادہ وہ کلوز بھی اسی سے تھی۔

کاش آپا آج میں چھٹی نہ کرتی۔۔"اس نے نم آنکھوں سے زرتشہ کو دیکھا" تھا۔ وہ برابر میں بیٹھتی اسے اپنے ساتھ لگا گئی۔"یہ سب میری وجہ سے ہوا "ہے۔۔اگر میں اسکے ساتھ ہوتی۔۔وہ اکیلی نہ ہوتی۔۔

"پاگل ہو۔۔بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔۔اس میں تمہارا کیا قصور۔۔؟"

پھر کہاں گئی وہ آپا۔۔میں نے سب دوستوں سے معلوم کر لیا۔۔کالج کے علاوہ" ہم آج تک کہیں اکیلے نہیں گئے۔۔!"زرتشہ نے افسردگی سے اسے دیکھتے اسکے آنسو صاف کیے۔

دعا کرو۔۔جہاں بھی ہو خیرت سے ہو اور مل جائے لالا کو۔۔"اسفندیار کا بھی" کوئی پتا نہ تھا۔ وہ دوپہر میں جس جلال کے ساتھ گھر سے نکلا تھا۔ اسے اچھی طرح سے یاد تھا۔ وہ دونوں میڈیا روم میں بیٹھیں تھیں۔ جبکہ تمام خواتین لاؤنج میں تھیں۔ اسی پل باہر سے سب کے تیز بولنے کی آوازیں آئیں تو وہ دونوں ایک

دوسرے کو دیکھتیں تیزی سے باہر کی جانب لپکیں تھیں۔لاؤنج میں آئیں تو تائی تیز آواز میں روتیں دریاب سے پوچھ رہیں تھیں۔

کہاں ہے میرا درخنے۔۔ تم کچھ بول کیوں نہیں رہا۔۔"دریاب نے سرخ چہرہ" لیے ماں کو ساتھ لگالیا۔

"!دعا کرو مورے۔۔۔"

میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے دریاب۔۔ میرا بچی لے کر آؤ۔۔ کس خبیث کا اتنا جرات" ہوگیا۔۔؟"وہ غم سے چیخ رہیں تھیں۔پھپھیوں نے بڑی مشکل سے انہیں سنبھالا تھا۔

"بھابھی حوصلہ رکھو۔۔دریاب خاناں اور ابا صاحب کہاں ہیں۔۔؟"

"وہ ڈی آئی جی کے ساتھ مردان خانے میں ہیں۔۔۔"

توآخر کس نے اتنی جرات کی دریاب تمہیں شک ہے کسی پر۔۔؟"زمدہ نے" ایک زہر خند نگاہ مہزلہ پر ڈالی تھی۔اسکے وجود پر چمکتے ہیرے اسکے اندر انتقام کی آگ بھڑکا رہے تھے۔مہزلہ نے اسکی آنکھوں میں موجود تاثر دیکھ بھنویں سکیڑیں لیں۔وہ اسکی جانب کیوں دیکھ رہی تھی۔۔؟

جن پر شک ہے سب کے گھروں میں گھس کر دیکھ رہے ہیں۔۔بے فکر رہو" بھابھی جلد مل جائے گی میری بہن۔۔"دریاب کے لہجے میں اس سے بات کرتے کر خنگی سمٹ آئی تھی۔

بیٹا اسکے کالج والوں نے کیا کہا۔۔کوئی ویڈیو نہیں ملی۔۔"روشینا نے بے چینی" سے پوچھا تھا۔ان کے لیے تو مہزلہ زرتشہ اور درخنے ایک ہی سی تھیں۔

کوئی سراغ نہیں ملا چچی۔۔یا تو کیمرے ہیں نہیں یا آدھے سے زیادہ خراب" پڑے ہیں۔۔"اسی پل زوردار آواز میں مردان خانے کا دروازہ کھلا تھا۔اور اسفندیار سرخ چہرہ لیے باہر نکل آیا تھا۔

وہ خبیث سمندر خان اور شمشیر خان آوارامزاج ہیں آپ اس ڈی آئی جی کے" سامنے ان کی طرفداری کیوں کر رہے تھے۔۔؟"پیچھے بادام خان کے ساتھ آتے اباصاحب سے وہ غصیلے لہجے میں بولا تھا۔سب ہی اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔جبکہ اباصاحب نے ناگواری سے پوتے کو دیکھا تھا۔

غصہ تمہارا عقل کھا گیا ہے خاناں۔۔اسے کیا پڑا ہے اپنا موت کو دعوت دینے" کا۔۔؟وہ ہمارا ساتھیوں میں ہے"وہ بھی گرجے تھے۔

میری بہن کا۔۔میری غیرت کا سوال ہے ابا صاحب۔۔اگر اپنی پر آ گیا میں "
اپنے وفادار کا گھر بھی کھنگالوں گا۔۔وہ خبیث کا بچا شے کیا ہے۔۔؟" اسکی غضب
ناک چٹانوں سی سخت آواز پر سب ہی کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔گھر کے دو اہم
فرد بول رہے تھے۔ایک دریاب ہی تھا جو اسفندیار کے نزدیک آیا تھا۔

لالا کام ڈاؤن۔۔ابا صاحب بھی پریشان ہیں۔۔" اسفندیار نے قہر آلود نگاہوں "
سے اسے دیکھا تھا۔

تو یا تو خود سچوئیشن ہینڈل کریں یا مجھے کرنے دیں۔۔کیونکہ اس طرح ہاتھ "
" !! باندھنے کی کوشش کریں گے تو میں ایک ایک کو اپنی گن سے اڑا دوں گا۔۔
تو پھر کرو۔۔جو کرنا ہے۔۔!" ابا صاحب جھنجھلاتے سرخ چہرہ لیے صوفے پر "
جا بیٹھے تھے۔اسفندیار نے ایک نگاہ ان پر ڈالی تھی۔اور ٹراؤزر کی پوکٹ سے
موبائل نکالتا کال ملا گیا۔وہ صبح والے حلیے میں ہی تھا۔سفید ٹی شرٹ اور بلو
ٹراؤزر میں ملبوس بے چینی سے اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے شخص کو مہزلہ
نے بے بس نگاہوں سے دیکھا۔اسکی اپنی حالت خراب تھی مگر بہن کے لیے صبح
سے خود کو فراموش کر چکا تھا۔اسفندیار کال کاٹتا دریاب کی سمت پلٹا تھا۔

انتظام کر لیا ہے۔۔سب سے پہلے ان کے اڈوں پر چھاپا مارنا ہے۔۔"ابھی وہ" دونوں آگے کا لائحہ عمل ہی طے کر رہے تھے۔کہ اسفندیار کا موبائل بج اٹھا۔اس نے ہاتھ میں موجود موبائل دیکھا تھا۔جہاں ان نون نمبر کی کال آرہی تھی۔اسکی بھنویں سکڑ گئیں۔کال ریسو کرتا موبائل کان سے لگا گیا۔

"!ہیلو۔۔"

اور سالے صاحب کیا حال چال ہیں۔۔؟"دوسری جانب سے بڑی ہشاش" بشاش مردانہ آواز ابھری تھی۔اور اسفندیار جیسے ایک پل کے لیے فریز رہ گیا۔

کون___بات___کر رہا___ہے۔۔؟"اسکا لہجہ انتہائی سنگین تھا۔جبکہ اسکی" چھٹی حس اسے بہت سارے سگنل دے رہی تھی۔

"ارے اتنی جلدی بھول گئے۔۔خیر اب تو مضبوط رشتہ جڑ۔۔"

بکواس بند کر۔۔میں آخری بار پوچھ رہا ہوں۔۔کون۔۔؟"مہزلہ، زمدہ ابا" صاحب سبھی نے ٹھٹھکتے اسفندیار کا تانبے کی طرح دہکتا چہرہ دیکھا تھا۔

گلریز خان بات کر رہا ہوں۔۔ سردار صاحب اتنی جلدی بھول گئے۔۔ارے" جس کی منگ چھینی تھی تم نے۔۔!! مگر دیکھو میری اعلیٰ ظرفی تمہاری بہن کو اپنا بنا لیا ہے۔۔"

حرام زادے۔۔!!!! جان لے لوں گا میری۔۔!"اسفندیار جلال سے پاگل ہو گیا تھا۔

کیوں بہن کو بیوہ کرنا چاہتے ہو۔۔"اتنا کہتا قہقہ لگا کر رابطہ منقطع کر گیا" تھا۔اسفندیار کی آنکھوں کے سامنے جیسے ہر چیز سرخ ہونے لگی۔اس کا روم روم سلگ رہا تھا اس وقت۔

"کس کی کال تھی خاناں۔۔؟"

میں۔۔نہیں۔۔ چھوڑوں گا۔۔اس حرام زادے کو۔۔میں نہیں چھوڑوں" گا۔۔"غصے سے پاگل ہوتا کونے میں کھڑے خوشحال خان کے ہاتھ میں موجود گن چھینتا خارجی دروازے کی سمت بڑھ گیا۔ہر کوئی ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا۔ابا صاحب اور دریاب اسکے پیچھے لپکے تھے۔جبکہ تائی صدمے کے مارے صوفے پر گر گئیں تھیں۔۔نجانے اب کونسی قیامت ان کی منتظر تھی۔۔

****

"خاناں آخر بات کیا ہے۔۔ کس کا فون تھا۔۔؟"ابا صاحب کے متفکر لہجے میں استفسار کرنے پر پیسنجر سیٹ پر بیٹھے دریاب نے بھی اسکی جانب دیکھا تھا۔ جبکہ ڈرائیو خوشحال خان کر رہا تھا۔ اسفندیار نے ونڈو سے نظر ہٹاتے لب بھینچ کر انکی جانب دیکھا تھا۔ اسکے چہرے پر موجود چٹانوں سی سختی دیکھ ابا صاحب بھی ایک پل کے لیے ٹھٹھکے تھے۔

"گلریز کے پاس ہے درخنے۔۔!" کار میں اسکی سرد آواز ابھری تھی اور ان دونوں کو جیسے منجمد کر گئی۔ مگر اگلے پل ابا صاحب جلال سے چیخ اٹھے۔

"!! وہ خبیث کا بچہ۔۔ اتنا اوقات اسکا۔۔"

"وہی بتانے جا رہا ہوں۔۔"

"کیا مطلب تم اسکا گھر جا رہا ہو۔۔؟" ابا صاحب نے متحیر نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ جس پر وہ لب بھینچے بیٹھا رہا۔ "تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا خاناں۔۔؟ وہ خبیث کا بچہ جال بچھائے بیٹھا ہے۔۔"

"!اب فرق نہیں پڑتا۔۔"

"بچوں جیسا باتیں مت کرو۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمہارا انتظار میں گولیاں کھانے کے لیے بیٹھا ہے۔۔؟"

"مگر اسکا مطلب یہ تو نہیں نا ابا صاحب کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں۔۔ اسکی ہمت دیکھیں لالا کو کال کر کے بکواس کی ہے۔۔!" دریاب بھی اس وقت شدید اشتعال میں تھا۔ ابا صاحب بے چینی سے پہلو بدل گئے تھے۔ کچھ دیر بعد ان کی دس پندرہ گاڑیاں جو کہ اسلحہ بردار گارڈز سے بھریں تھیں مرجان خان کی حویلی پر آکر رکیں تھیں مگر وہاں بھی گارڈز کی بڑی فوج کھڑی تھی۔

"کچھ بھی کرنے سے پہلے سوچ لینا ہمارا لڑکی ان کے پاس ہے۔۔" ابا صاحب نے اسفندیار کو تنبیہہ کی تھی۔ وہ جبڑے بھینچتا موبائل پر کسی کو کال ملا گیا۔

"اگر اگلے پانچ منٹ کے اندر اندر میری بہن تیرے مین گیٹ سے باہر نہ آئی۔۔ اس گھر کو قبرستان میں بدل دوں گا میں۔۔"

"ارے ارے۔۔ سردار صاحب باہر کھڑے ہو۔ اطلاع تو دیتے۔۔ 'او بھئی اندر آنے کی اجازت دو نا نہیں۔۔" گلریز نے فون پر ہی ملازم کو حکم دیا تھا۔

"گلریز خان۔۔!! میرا ضبط مت آزماء۔۔"

کیوں سردار صاحب۔۔ کیا صرف تمہیں حق ہے دوسروں کی غیرت اور" عزت سے کھیلنے کا۔۔؟" اسی پل اسفندیار نے حویلی کا مین گیٹ کھلتا دیکھا تھا۔اور جبڑے بھینچتا کار کا دروازہ کھول گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ باہر نکلتا ابا صاحب روک گئے۔

"کیا کر رہے ہو۔۔؟"

اپنی بہن کے لیے ابھی کچھ بھی کر سکتا ہوں ابا صاحب۔۔!" اور پھر گن لوڈ" کرتا وہ کار سے اتر گیا تھا۔آج صرف اسکی وجہ سے اسکی بہن مصیبت میں تھی۔اب تو آر کرنا تھا یا پار۔۔!

بیوقوفی مت کرو خاناں۔۔!!" مگر دریاب بھی کار سے نکل گیا تھا۔دونوں" جوان خون تھے۔اعر قتل و غارت تو اس علاقے کی رسم تھی۔ابا صاحب بھی ہانپتے ہوئے لاٹھی تھامے باہر نکلے تھے۔۔

"صرف آپ تینوں کو آنے کو کہا ہے صاحب نے۔۔!" اسے پوری فوج سمیت گھستا دیکھ گارڈز نے سر جھکاتے راستہ روک لیا تھا۔ اسفندیار نے خون آشام نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔ اور اگلے پل اسکا گریبان جھپٹ گیا۔

"کس کے باپ میں دم ہے جو ہمیں روکے۔۔۔ بول۔۔۔!"

"آنے دو مسافر خان سب کو آنے دو۔۔!!" دور گھر کی سیڑھیوں پر کھڑے گلریز خان نے بلند آواز میں آنے کی اجازت دی تو اسفند گارڈ کو ایک جانب پھینکتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر وسیع و عریض پورچ میں آتا اس تک پہنچ ہی رہا تھا مگر گلریز خان کے گارڈز بیچ میں آ گئے۔

"درخنے کہاں ہے گلریز خان۔۔۔!!!" وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا۔

"بیوی اپنے شوہر کے گھر پر ہوتی ہے۔۔ وہ بھی میرے ہی پاس ہے۔۔!!" اسکا اطمینان بھرے لہجے میں کہا گیا جملہ ابا صاحب اور دریاب پر بجلیاں گرا گیا تھا۔ جبکہ اسفندیار ایک ہاتھ سے دونوں گارڈز کو پچھاڑتا اپنے زخموں کی پرواہ کیا بغیر اس پر پل پڑا۔

"گلریز۔۔! اگر یہ گھٹیا بات تیری زبان پر آئی۔۔ میں تیری جان لے لوں گا۔۔"
گلریز خان ایک پنچ کے بعد اسکا دوسرا پڑنے سے پہلے ہوا میں ہی تھام گیا۔

"کیوں۔۔۔؟ بڑی آگ لگ رہی ہے۔۔؟ سوچ اس وقت میرا کیا حال ہو گا جب سارے شہر کے سامنے تو نے مجھ سے میری منگ چھینی تھی۔۔!" گلریز خان بھی پر جلال لہجے میں دھاڑا تھا۔

"وہ تیری تھی ہی نہیں خبیث انسان۔۔۔ تجھے یہیں گاڑھ دوں گا۔۔ اگر اسے بیچ میں لایا۔۔" دریاب اسے پیچھے سے قابو کرتا گلریز سے دور کرنے لگا۔

"باپ کی موت کی آڑ میں تو اسے بیچ میں لایا تھا۔۔ اسی وجہ سے ہی میں انتقام لینے پر مجبور ہوا ہوں۔۔ میری منگ پر نیت خراب ہو گئی تھی تیری۔۔۔ تجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ وہ مجھے کیوں مل رہی ہے۔۔ بس اسی لیے تجھے تیرے ہی انداز میں جواب دینا ضروری تھا سردار صاحب۔۔۔!!" اسکے سرگوشی نما انتقامی لہجے پر اسفندیار کے روم روم میں شرارے دوڑنے لگے تھے۔ اور اپنی لوڈڈ گن اس پر تان گیا۔ دریاب اور ابا صاحب اپنی اپنی جگہ فریز ہو گئے۔

"خاناں۔۔!"

نہیں خان صاحب اسے کرنے دو شوق پورا۔۔ مگر مجھے بھی قسم ہے یہاں میں "مرا تو تم تینوں بھی نہیں بچو گے۔۔!" گلریز خان کے سنگین لہجے پر ابا صاحب نے گارڈز کی بھیڑ جمع ہوتی دیکھی تھی۔ سارے کے سارے اسلحہ سے لیس تھے۔ یعنی گلریز خان بھی کچی گولیاں نہیں کھیل رہا تھا۔

کسے پرواہ ہے اب جب تجھ جیسا ناگ صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا تو۔۔" اور وہ ٹریگر دبا گیا۔ فضاء میں ٹھا کی آواز گونجی تھی۔ مگر وہ بغیر کسی وجود کو چھوئے آسمان کی بلندیوں میں چلی گئی تھی۔ اسفندیار نے بے یقینی کے عالم میں اپنا ہاتھ اونچا کرنے والے کو دیکھا۔

"!!ابا صاحب۔۔"

ہوش سے کام لو خاناں۔۔! اور تم گلریز خاناں۔۔ کہاں ہے ہمارا لڑکی۔۔ اسے "!لوٹاؤ۔۔ باقی معاملہ جرگہ دیکھے گا۔۔

کس نے کہا میں اپنا شادی کا معاملہ تمہارا جرگے میں لے کر جاؤں گا۔۔ خان" صاحب۔۔؟" اسکے طنزیہ انداز پر ابا صاحب کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔

"بکواس۔۔ سب بکواس۔۔ ہمارا بچی سیال خان کا منگ ہے۔۔ وہ تم سے شادی کر ہی نہیں سکتا۔۔!"

"مہزلہ بھی میری تھی___" اور اسفندیار جیسے پاگل ہوا اٹھا تھا۔ اس شخص کے منہ سے مہزلہ کا نام اسکے روم روم میں آگ لگا رہا تھا۔ گلریز خان اسکے اچانک پڑنے والے طاقتور پنچ سے بچ نہ سکا تھا۔ جس کے نتیجے میں اسکا ہونٹ پھٹ گیا۔ اور اس بار اس نے غضب ناک ہوتے اسکے منہ پر بھی پنچ مارا تھا۔ اتنے میں مرجان خان بھی گھر سے نکل آیا تھا۔ گارڈز اور دریاب نے مل کر بڑی مشکل سے ان دونوں کو علیحدہ کیا تھا۔

"خوب مرجان خان۔۔ خوب۔۔ خوب تم نے کھیل کھیلا ہے۔۔"

"وہ تو کھیلا جا چکا ہے خاں صاحب شروعات آپکے پوتے نے کی ختم میرے بیٹے نے کر دی۔۔!"

"وہ جرگے کے سامنے معاہدہ ہوا تھا مرجان خان۔۔۔!! میں آخری بار کہہ رہا ہوں۔۔ درخنے کو ہمارے حوالے کر دو۔۔"

باخوشی اگر وہ چاہے۔۔'بابا۔۔!ذرا بلوائیں اسے بھی۔۔!" یہ گلریز خان تھا" جس نے نیا پتہ پھینکا تھا اور اسفندیار سمیت وہ دونوں اندر ہی اندر ایک عجیب سے شبے میں گھرنے لگے۔" آپکی بیٹی اپنی مرضی اور خوشی سے میرے نکاح میں آئی "!ہے۔۔زبردستی نہیں کی۔۔

میری بہن پر ایک خراش بھی آئی نا گلریز خان۔۔"اسفندیار اسکی آنکھوں میں " آنکھیں ڈالا انتہائی سنگین لہجے میں بولا تھا۔" خدا کی قسم وہ حشر کروں گا موت کے لیے ترسے گا۔۔" گلریز خان کے خونی لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔اسی پل ایک ملازمہ کی معیت میں سرخ فراک میں ملبوس سر سے شال اوڑھی۔ڈری سہمی درخنے چلی آئی تھی۔اسفندیار دریاب اور ابا صاحب اسکا حلیہ دیکھ کر جیسے گونگے ہو گئے۔مگر یہ صدمہ بس ایک پل کا تھا۔اگلے پل اسفندیار اور دریاب تیزی سے اسکی جانب لپکے تھے۔

"درخنے۔۔میرا بچہ۔۔تم ٹھیک ہو نا۔۔؟"

"جواب دو درخنے۔۔کیا کیا ہے ان خبیثوں نے تمہارے ساتھ۔۔"

سچ سچ بتاؤ درخنے۔۔ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔"اسفندیار اسے سینے میں" بھینچ گیا تھا۔ مگر وہ گھبراہٹ کا شکار ان سب کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔ جبکہ آنکھیں ہلکی ہلکی سرخ ہو رہی تھیں۔"بتاؤ مجھے کیا کیا ہے ان خبیثوں نے۔۔۔"ایک زہریلی نگاہ ان دونوں باپ بیٹے پر ڈالی جو اس وقت درخنے کو ہی دیکھ رہے تھے۔ درخنے خوف سے باقاعدہ لرزنے لگی تھی۔

ای۔۔ایسا کچھ۔۔ کچھ نہیں ہے لالا۔۔۔!"اس نے اٹکتے گھبراتے بمشکل جملہ" مکمل کیا تھا۔ دریاب اور وہ دنگ اسے دیکھے گئے۔۔

کیا کہہ رہی ہو۔۔ کیسا نہیں ہے۔۔ جب میں کہہ رہا ہوں ان خبیثوں سے" "ڈرنے کی۔۔

ممیں۔۔ میں کسی سے ڈر کر نہیں کہہ رہی لالا۔۔"لب کاٹتے اسکا لہجہ مزید" دھیما اور نم ہو گیا تھا۔ اسفندیار نے ایک قہر آلود نگاہ تمسخرانہ تاثرات لیے کھڑے گلریز پر ڈالی تھی۔ وہ بخوبی اس برین واشنگ کو جانتا تھا۔

گھر چلو۔۔ باقی بات وہیں ہو گی۔۔!!" اسکار خسار تھپکتا حصار میں لے کر آگے بڑھ رہا تھا۔ مگر درخنے کے جمے قدموں اور جھکی نظروں نے اسفندیار کے قدموں سے زمین کھینچ لی تھی۔

"در۔۔؟" اسکے لب بے یقینی کے عالم میں آہستہ سے ہلے تھے۔

"درخنے۔۔ چلو بچا۔۔!!"

"آئی۔۔ آئی ایم سوری لالا۔۔ مگ۔۔ مگر میرا گلریز خان سے نکاح ہو چکا ہے۔۔!!"

"کیا بکواس ہے یہ۔۔۔!!" وہ پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ جب گلریز خان نے نزدیک آتے نکاح نامے کی کاپی اسفندیار کے سینے پر ماری تھی۔ اور درخنے کو اسکے حصار سے نکال گیا۔

"جاؤ سردار صاحب۔۔ جہاں یہ شادی چیلنج کرنی ہے کر دو۔۔!!" اسفندیار نے سرخ نگاہوں سے اسکی مسکراہٹ اور اسکے حصار میں سر جھکائے کھڑی اپنی بہن کو دیکھا تھا۔ اور بھلا یہ منظر کب اسکی آنکھوں کو برداشت تھا۔ وہ جنونی ہوتا گلریز خان کا گلا دبوچتا پے در پے حملے کرتا چلا گیا۔۔ ابا صاحب خوشحال خان دریاب اور

گارڈز پوری طاقت لگاتے انہیں جدا کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ جبکہ یہ تماشہ دیکھ درخنے رونے لگی۔۔

تم چلو گی ہمارے ساتھ درخنے۔۔! "الگ ہوتا اسفندیار غصے سے بری طرح" ہانپ رہا تھا۔ اس بار وہ بہن پر دھاڑا تھا۔ اسکے بازو پر لپٹی پٹی سے خون کی لکیر بہنے لگی تھی۔ جسے دیکھتی وہ سسکتی ہوئی پیچھے ہٹ رہی تھی۔

مم۔۔مجھے معاف کردیں لالا۔۔یہ۔۔یہ ناممکن ہے اب۔۔ "اور وہ واپس" پلٹتی گھر کے اندر کی سمت بڑھ گئی تھی۔ اسفندیار اور دریاب مارے صدمے کے اسی دہلیز کو دیکھتے رہ گئے تھے۔ آج انہوں نے اپنی بہن کھو دی تھی۔۔! آج اسفندیار خان پہلی بار شکست خوردہ ہو گیا تھا۔

****

رات کے دس بج رہے تھے۔ جب ان کی واپسی ہوئی تھی۔ ساری خواتین لاؤنج میں ہی جمع انکی منتظر بیٹھیں تھیں۔ مہزلہ نے ابا صاحب اور دریاب کو لاؤنج میں داخل ہوتا دیکھا تھا جبکہ اسفندیار اور درخنے کہیں نہ تھے۔

ابا صاحب۔۔؟ درخنے۔۔ درخنے کا پتا چلا کہاں ہے وہ۔۔؟" تبانا بے تابی سے" انکی جانب لپکیں تھیں۔

دریاب بیٹا۔۔ درخنے کہاں ہے۔۔ اور خاناں۔۔؟" روشینا بھی قریب آئیں" تھیں۔ دریاب نے لب بھینچتے ماں کی دگرگوں ہوتی حالت دیکھی تھی۔ اور انکے گرد حصار باندھ گیا۔

کیا بات ہے۔۔ تم کچھ بول کیوں نہیں رہا۔۔؟" انہوں نے بے چین ہوتے" اسکا حصار توڑا تھا۔" خاناں کہاں ہے۔۔ تم کچھ بول کیوں نہیں رہا۔۔!! ابا "صاحب بتائیں کچھ۔۔؟

نہیں آئے گی اب وہ۔۔!!" ابا صاحب کی غصیلی گرجدار آواز لاؤنج میں" ابھری تھی۔ اور سب پر جیسے موت کا سا سناٹا طاری کر گئی۔۔

کک۔۔ کیا۔۔ یہ۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں ابا صاحب۔۔"تائی نے فق چہرہ لیے دریاب کو دیکھا تھا۔سب کا بے یقینی اور خوف سے برا حال تھا۔

صحیح کہہ رہے ہیں ابا صاحب مورے۔۔! اب ہماری درخنے نہیں آئے "

"!! گی۔۔۔

نہیں۔۔ نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے تم۔۔ نہیں۔۔" چھوٹی پھپھی تائی کے پاس چلی" آئی تھی۔

ابا کیا کہہ رہے ہیں۔۔ کہاں ہے درخنے۔۔اور کیوں نہیں آئے گی۔۔ مہربانی" کرکے بتائیں دل بند ہو رہا ہے ہمارا۔" ابا صاحب نے ایک قہر آلود نگاہ مہزلہ اور روشینا پر ڈالی تھی۔دونوں ہی اندر ہی اندر ڈر گیئں تھیں۔دل جیسے وہموں میں گھرنے لگا۔

اس سب کے پیچھے وہ خبیث گلریز خاں ہے۔۔اسی نے ہماری بچی کو اٹھایا" ہے۔۔" انکی پھنکار مہزلہ روشینا اور زرتشہ تینوں کو پیلا کر گئی۔وہ بے یقینی کے عالم میں ابا صاحب کو دیکھے گیئں۔باقی سب بھی جیسے سکتے میں جا چکے تھے۔

اس خبیث نے زبردستی نکاح کر لیا ہے ہماری بچی سے۔۔!" یہ نیا دھماکا تھا جوان"
سب کے سروں پر ہوا تھا۔تائی لڑکھڑاتی دریاب کے ہاتھوں سے پھسلنے لگی۔۔

"!!مورے۔۔"

میری بچی۔۔میری درخنے۔۔ہائے ظالموں۔۔میری بچی مجھے لا کر دو۔۔!"وہ"
کلیجے پر ہاتھ رکھتیں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ہر کوئی شاک میں تھا اس
وقت۔مگر مہزلہ روشینا اور زرتشہ پر تو جیسے موت کی کیفیت طاری تھی۔

اے۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔ابا صاحب آپ نے کیسے یونین کر لیا۔۔اس"
"خبیث کو جان سے نہیں مارا۔۔ہماری درخنے کو واپس کیوں نہیں لائے۔۔؟

دریاب نکاح نامہ دو اپنا پھپھی کو۔۔!اور وہ درخنے۔۔اسے نجانے کیا پلا دیا ہے"
اس حرام زادے نے۔۔آنے سے انکار کر چکا ہے وہ۔۔کہتا ہے اب میں اسی کے
ساتھ رہوں گی۔۔"ابا صاحب تنفر بھرے لہجے میں بولے تھے۔توہین سے انکا
چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔

"!!وہ تو دھمکا رہا ہو گا۔۔آپ نے کیسے یقین کر لیا ابا صاحب۔۔"

اپنا برداری میں نکاح کا اعلان کر وا چکا وہ خبیث۔۔اور عاشقی کا رنگ دیا ہے کہ "
ہمارا لڑکی اسکے ساتھ بھاگا ہے۔۔پھر قتل کر کے اپنے گھر کا اور چار لوگ مر وا
دوں کم بختوں۔۔۔!!!" وہ غضبناک ہوتے دھاڑ اٹھے۔زمدہ نفرت سے مہزلہ
کو دیکھتی قریب آگئی۔

اس سب کی ذمہ دار یہ مہزلہ ہے۔۔اسی کی وجہ سے آج ہماری درخنے کے "
ساتھ یہ ہوا ہے۔۔"سب نے چونک کر زمدہ کو دیکھا تھا جو انتہائی زہریلی نظروں
سے مہزلہ کو دیکھ رہی تھی۔مہزلہ کی رنگت مزید پھیکی پڑنے لگی۔"اسکے منگیتر
"!نے پہلے ماموں کا قتل کیا اور اب ہماری درخنے کی زندگی برباد کر دی۔۔
زبان سنبھال کر بات کرو۔۔"مہزلہ مزید ضبط نہ کر سکی تھی۔"
ورنہ۔۔؟ورنہ کیا۔۔؟کیا آج جو ہو رہا ہے اسکے پیچھے تمہارا منگیتر "
نہیں۔۔؟"زمدہ کی کاٹ دار نگاہیں اسکی کلائی سے لے کر نوز پن اور کانوں میں
ڈلے ٹاپس پر بار بار ٹھہر رہیں تھیں۔صبح کا منظر اسکے دل پر نقش تھا۔اگر کوئی
اسے اس سامنے کھڑی لڑکی کے قتل کی اجازت دیتا وہ لمحے کا انتظار بھی نہ کرتی۔

اب وہ میرا منگیتر نہیں۔۔اور دوسری بات وہ جو چاہے کرے میں اسکے کیے کی" جوابدہ نہیں ہوں۔۔!!" اسکے غصیلے لہجے میں کہنے پر تائی نے دریاب کے سینے سے سر اٹھاتے قہر برساتی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔اور تیر کی تیزی سے اسکی جانب لپکیں تھیں۔

تو ہی ہے میرے گھر کی بے سکونی اور غموں کی وجہ۔۔ تیری وجہ سے میری بیٹی" اغواء ہوئی۔۔" مہزلہ اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی تھی۔تائی بری طرح اسے جھنجھوڑتیں چیخ رہیں تھیں۔سب ہی ان کی جانب لپکے تھے۔

پہلے میرا شوہر دور ہوا۔۔پھر بیٹا اور پھر اس نے میری بیٹی بھی چھین لی۔۔میں" اسے نہیں چھوڑوں گی۔۔" اسکے بازو چھوڑتیں جنونی انداز میں گلا پکڑ گئیں۔روشینا اور دریاب مہزلہ کو انکی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگے۔جبکہ ابا صاحب بڑی پھپھی اور زمدہ سرخ آنکھوں سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

بس کریں بھابھی۔۔۔!!" روشینا نے پوری قوت لگاتے انہیں پرے دھکیلا" تھا اور چیخ اٹھیں۔سب نے ٹھٹھک کر انہیں دیکھا تھا۔۔ ہر شخص جہاں تھا وہیں

ساکت رہ گیا۔ مہزلہ جو پھندا لگنے کے سبب کھانسنے لگی تھی۔ وہ بھی ماں کو دیکھنے لگی جو اس وقت ضبط اور غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ آج زندگی میں پہلی بار روشینا برلاس کی آواز حویلی میں گونجی تھی۔

آپ میں سے کسی کو کوئی حق نہیں میری بیٹی کو ہاتھ لگانے یا اسے اذیت پہنچانے کا۔۔!!!" وہ تائی کو نہیں بلکہ لاؤنج میں کھڑے ایک ایک شخص کو دیکھ رہیں تھیں۔ انکی سرخ ہوتی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

درخنے مجھے بیٹیوں کی طرح عزیز تھی۔۔ اسکی تکلیف پر میں بھی غم زدہ" ہوں۔۔ مگر اسکی وجہ سے میری بیٹی تکلیف سہے۔۔ اسے موردالزام ٹھہرایا جائے۔۔ اسے معصوم ہونے کے باوجود کٹھرے میں کھڑا کیا جائے۔۔ یہ گورا نہیں مجھے۔۔ میں نے اس گھر میں جیسے تیسے زندگی گزار لی۔۔ مگر بیٹیاں۔۔!! میری بیٹیاں کوئی اذیت نہیں سہیں گی اب۔۔" اور یہ جملہ انہوں نے ابا صاحب کی تانبے کی طرح دہکتی رنگت دیکھ کر کہا تھا۔ پھر وہ مزید نہ رکیں تھیں اور مہزلہ کو لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ لاؤنج میں جیسے موت کا سا سناٹا

چھا چکا تھا۔ یعنی آج واقعی ظلم انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ آج روشینا کا صبر اذیت کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔

****

کیا ایک کپ مجھے مل سکتا ہے۔۔؟" وہ چائے بنا رہی تھی۔ جب عقب سے " دریاب کی آواز ابھری تھی۔ زرتشہ نے پلٹ کر اسکی جانب دیکھا۔ عجیب بکھرا بکھرا سا لگا تھا وہ اس وقت۔ اگلے پل نظر چراتی سر ہلا کر واپس چائے کی جانب متوجہ ہو گئی۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ اسفندیار اب تک نہیں لوٹا تھا۔ آج کسی نے بھی رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ مہزلہ بھی روشینا کے ہی کمرے میں تھی۔ وہ ان دونوں اور اپنے لیے ہی چائے بنانے آئی تھی۔

دریاب وہیں ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ اس وقت اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ماں کو میڈیسن کھلوا کر آیا تھا۔ جب کہیں جا کر وہ سوئی تھیں۔ زرتشہ نے کپوں میں چائے نکالی تھی۔ اور ایک کپ تھامی اسکی سمت آ گئی۔ دریاب نے خاموشی سے تھام لیا تھا۔

میں۔۔میں جانتی ہوں آپ لوگ بہت پریشان ہیں اس وقت۔۔!" دریاب" نے نظر اٹھاتے اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھا تھا۔" مگر جو ہوا اس میں مہزلہ کا "کوئی قصور نہیں۔۔

میں جانتا ہوں زرتشہ۔۔ مگر ابا صاحب اور مورے کو کون سمجھا سکتا" ہے۔۔؟" وہ تاسفی انداز میں کہتا سر جھکا گیا۔" مگر اصل فکر مجھے درخنے کی ہے۔۔!" زرتشہ کا دل اداسی سے بھرنے لگا تھا۔

وہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں آئی۔۔؟" زرتشہ نے بڑی مشکل سے آواز" کو نم ہونے سے روکا تھا۔ دریاب اداسی سے مسکرا دیا۔

اس نے خود کو قربان کیا ہے زرشتہ تاکہ دو برداریوں میں خون ریزی نہ" ہو۔۔!" یہ بات اسفندیار اور وہ بخوبی جانتے تھے۔انکی بہن کا مسلسل انکار اسی بات کی جڑ تھا۔

گناہ کسی کا بھی ہو آخر میں عورت ہی قربانی دیتی ہے۔۔" زرتشہ تلخی سے بولی" تھی۔ دریاب نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔ جہاں بڑے پر اذیت تاثرات

تھے۔ وہ کپوں کی ٹرے لیے کچن سے نکل ہی رہی تھی جب دریاب نے اسے پھر پکارا تھا۔

زرتشہ۔۔!" وہ ٹھہری تھی۔ اور پلٹ کر اسکی جانب دیکھا۔ " بریال خان سے " رشتہ ختم کرو جلد از جلد۔۔!!" اور زرتشہ کو لگا اسکا وجود کسی نے برف کر دیا ہو۔ نظر پھیرتی بغیر کوئی جواب دیے آگے بڑھ گئی۔

****

کندھوں کے گرد شال لپیٹی اس وقت وہ سرد ہوا میں ٹیرس پر رکھی کرسی پر سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔ اسکی متورم آنکھیں بار بار بھیگ رہیں تھیں۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا اسکی دوست۔۔ اسکی بہن۔۔ اسکی ساتھی کے ساتھ کیا ستم ہو گیا تھا۔ وہ جو گلریز کا ایک سوبر اور سلجھے ہوئے انسان کا خاکہ اسکے ذہن میں تھا آج بری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ وہ بھی ان حویلی والوں کی طرح نکلا تھا۔ اپنی جھوٹی انا اور غیرت کے نام پر عورت کو نشانہ بنایا تھا۔ عورت کے ذریعے انتقام لیا تھا۔ اسکا ذہن یہ ماننے کو تیار ہی نہ تھا کہ درخنے اسی کے ماموں کی بہو بن چکی تھی۔ کیا مذاق تھا۔۔! کیا کھیل کھیلا تھا قسمت نے۔۔ کہاں اسے اس گھر رخصت ہونا

تھا۔درخنے تو بچپن سے سیال کی منگ تھی۔مگراس نسل نے اپنے بوڑھوں کے فیصلوں کو جوتے کی نوک پر رکھ کراڑادیا تھا۔نہ گلریز خان کو اسکی منگ ملی تھی نہ سیال خان کو۔اوراس کی وجہ بس ایک شخص تھااور وہ تھاانکا سردار۔۔!

اورانہی کی ماں مجھ پر الزام لگارہی ہے۔۔'اس نے تنفر سے سر جھٹکا تھا۔اسے ' تائی اوراباصاحب کے ری ایکشن سے رتی برابر بھی فرق نہ پڑا تھا۔اسے صرف درخنے کی فکر تھی۔اس نے اسے ابھی کچھ دیر پہلے کال کرنی چاہی تھی۔مگراسکا نمبراب تک بند تھا۔اسکا جی چاہ رہا تھاابھی جاکر گلریز خان کا منہ تھپڑوں سے لال کردے جس نے اسفندیار کا بدلہ اس معصوم سے لیا تھا۔مگراس سب میں جو غیر متوقع بات رونما ہوئی تھی وہ اسکی ماں کا اپنے اوراسکے حق میں آواز اٹھانا تھا۔اسکی ماں کو بھی بلآخران سب نے بولنے پر مجبور کردیا تھا۔

حویلی کادروازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونکی تھی۔جگہ سے اٹھتی منڈیر تک آئی تھی۔نیچے تین سے چار گاڑیاں ڈرائیووے پر آکررکیں تھیں۔بلآخراسفندیار لوٹ آیا تھا۔۔!

اسکے قدم خود بخود ہی موڑے تھے۔لاؤنج میں آتی نیچے جاتی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی۔ مگر ابھی دو سے تین سیڑھیاں ہی اتری تھی۔جب اسے لاؤنج میں مارچ کرتی زمدہ نظر آگئی تھی۔ قدم جہاں تھے وہیں تھم گئے تھے۔ جبکہ آنکھوں میں ناگواری سی ابھرنے لگی۔اب بھلا وہ نیچے جا کر کیا کرتی۔۔؟اور اسے یقین تھا یہ ناگن اتنا زہر اسفندیار میں بھر دے گی کہ اسے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ چہرے پر زہر خند تاثرات لیے سر جھٹکتی واپس مڑ گئی۔

****

خان۔۔!!! کہاں تھے آپ۔۔۔؟ کتنی پریشان ہو رہی تھی"

میں۔۔!!"اسفندیار تھکا تھکا سا لاؤنج میں داخل ہوا تو زمدہ فوراً اسکے نزدیک چلی آئی تھی۔وہ تو کب سے اسی کی منتظر تھی۔اسفندیار بغیر اسکی جانب دیکھے صوفے پر آکر گر سا گیا تھا۔ بازو میں اٹھتی تکلیف پر لب بھینچ گیا تھا۔وہ گلریز خان کے گھر سے سیدھا ریسٹ ہاؤس گیا تھا۔اس کا کوئی انتہائی قدم اٹھانے کا ارادہ تھا مگر زمان خان نے اسے فل وقت تحمل سے کام لینے کا مشورہ دیا تھا۔کیونکہ اسکی بہن اس خبیث کے چنگل میں تھی۔وہ بھی جس کی برین واشنگ کر چکا تھا وہ۔وہیں زمان

خان نے اس کے لیے ڈاکٹر بلوالیا تھا۔ اسکے بازو اور کندھے کی ڈریسنگ بھی کروائی تھی۔ کیونکہ لڑائی میں خاصا خون بہا چکا تھا وہ اپنا۔

"میں آپ سے بات کر رہی ہوں خان جواب کیوں نہیں دے رہے۔۔؟" اسفندیار نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں وا کرتے اسکی جانب دیکھا۔

"زمدہ اس وقت کوئی بات نہ کرو۔۔۔ میں کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔۔!" اسکے بھاری پر اذیت لہجے پر زمدہ بے اختیار اسکا ہاتھ تھام گئی۔

"ایسا مت کہیں خان۔۔"

"پھر کیا کہوں میری وجہ سے آج میری بہن عذاب میں مبتلا ہے۔۔ میں بے بس کھڑا اسے کسی اور کے حوالے کر آیا ہوں۔۔ اب بچا ہی کیا ہے میرے پاس کہنے کو۔۔؟" تلخی سے کہتے اپنے مضبوط ہاتھوں کو دیکھا۔ جہاں چند انگلیوں اور ہتھیلی پر بینڈج لگے تھے۔ "میرے ہاتھ میں گن تھی۔۔ مجرم میرے سامنے تھا اور میں پھر بھی اسے زندہ چھوڑ آیا ہوں زمدہ۔۔۔!!"

"اس میں آپکا قصور نہیں ہے خان۔۔ آپ حق بجانب ہیں۔۔ یہ سب اس مہزلہ کی وجہ سے ہوا ہے۔۔ صرف گلریز خان نہیں وہ بھی درخنے کی اور آپکی مجرم ہے

خان۔۔!!" اسکے نفرت بھرے لہجے پر اسفندیار نے نظر پھیرتے اسکی جانب دیکھا۔اور اسکی بھنویں سکڑنے لگیں۔

"کیا مقصد ہے اس بات کا۔۔۔؟"

گلریز خان نے یہ قدم اسی کی وجہ سے اٹھایا ہے۔۔وہ لڑکی شروع سے ہماری" زندگیوں کا کانٹا بنی ہوئی ہے۔۔آپ نہیں جانتے درخنے کے نکاح کا سن کر ماسی کا "کیا حال تھا۔۔وہ تو غم سے پاگل ہو گئیں تھیں۔۔

تو اس سے مہزلہ کا کیا لینا دینا۔۔؟اس نے کال کر کے کہا تھا گلریز کو کہ یہ سب" کرو۔۔؟ یا اس نے کہا تھا مجھ سے کہ میں اس سے نکاح کروں۔۔؟" اسفندیار کے کرخت لہجے پر زمدہ کا چہرہ پھیکا پڑ گیا وہ ٹکٹکی باندھی اسے دیکھ رہی تھی۔"یہ میرا فیصلہ تھا زمدہ جسے اس نے اب تک قبول نہیں کیا۔۔اور جو اس خبیث نے درخنے کے ساتھ کیا ہے وہ کسی کے کہنے پر نہیں کیا بلکہ اپنی منشاء سے کیا "ہے۔۔جس کی کڑی سزا دوں گا میں اسے۔۔

یعنی آپکی نظر میں مہزلہ کی کوئی غلطی نہیں۔۔درخنے آپکی بہن اتنے بڑے" حادثے سے گزر گئی اور مہزلہ پھر بھی بے قصور۔۔؟" زمدہ آنکھوں میں بے

یقینی رلیے اسے دیکھ رہی تھی۔اسکے صدمے کی اس پل انتہا نہ تھی۔جب تبانا۔۔ابا صاحب اسے قصوروار سمجھ رہے تھے تو یہ ایسی باتیں کیوں کر رہا تھا۔۔؟

"زمدہ۔۔!اس وقت میں تم سے دوسروں کے قصور اور الزامات سننے کے لیے نہیں لوٹا ہوں۔۔ تمہیں لگ رہا ہے میرے دماغ پر کم ٹینشن ہے۔۔؟بہت سکون میں ہوں میں۔۔؟"اسکے جھڑکتے انداز پر وہ فوراًحواس میں لوٹی تھی۔

"مم۔۔میرا یہ مطلب نہیں خان۔۔آئی۔۔آئی ایم سوری۔۔میں تو خود پریشان ہوں صبح سے۔۔"آنکھوں میں آنسو لاتی سر جھکا گئی۔اسفندیار کو بھی یکدم جیسے اسکی کنڈیشن کا احساس ہوا تھا۔وہ امید سے تھی ایسے میں اتنا ڈپریشن اسکے لیے بھی صحیح نہیں تھا۔

"تم چاہو تو کچھ دن پھپھی کے پاس چلی جاؤ۔۔"زمدہ نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"کک۔۔کیوں خان۔۔آآپ مجھے خود سے دور کرنا چاہتے ہیں۔۔؟"اسکی پیلی پڑتی رنگت دیکھ اسفندیار نے اسکا ہاتھ دبایا تھا۔

"تمہاری کنڈیشن کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔۔ کچھ دن وہاں رہو اسٹریس فری ہو جاؤ گی۔۔"

"نہیں۔۔ نہیں میں آپکے ساتھ آپکے ہر غم میں ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔۔ آپکو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔۔" نم لہجے میں کہتی اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتی چوم گئی تھی۔ اسفندیار اسکی اپنے لیے دیوانگی سے آگاہ تھا۔ اور اس پل گہری سانس بھر گیا تھا۔ آج جس کیفیت جس ٹینشن میں اسکا دن گزرا تھا۔ وہ اپنی اذیت اپنا درد بھول گیا تھا۔

"بس آپ جلدی سے درخنے کو واپس لے آئیں خان کچھ بھی کر کے۔۔ کیا آپ اس گلریز کو اریسٹ نہیں کروا سکتے۔۔؟"

"کس بل بوتے پر۔۔؟ جب میری بہن خود اسکے حق میں گواہی دینے کے لیے تیار کھڑی ہے۔۔" درخنے کے کہے جملے جب جب اسکے ذہن میں گھوم رہے تھے۔ اسے نئے سرے سے غصہ آ رہا تھا۔

"آپ پھر روشینا ماسی سے بات کریں اور ان کے ذریعے مرجان خان کو۔۔"

میں عورتوں کی پیٹھ کے پیچھے چھپ کر منصوبے نہیں بناتا۔۔"اس نے" ناگواری سے اسے ٹوک دیا۔"اٹھو اب۔۔بہت وقت ہو گیا۔۔سو جا کر۔۔"زمدہ ایک بار پھر ٹھٹھکی تھی۔

مم۔۔میں آپکے ساتھ سوؤں گی۔۔پلیز ہمارے روم میں چلیں خان۔۔"اسکا" ہاتھ تھامتی بڑے بے بس اور التجائیہ لہجے میں بولی تھی۔

مجھے اسٹڈی میں کام ہے۔۔تم جاؤ۔۔فارغ ہوا تو آجاؤں گا۔۔"سپاٹ لہجے میں" کہتا اٹھ گیا تھا۔اسکا دماغ اس وقت بری طرح الجھا ہوا تھا۔وہ گلریز خان کو جلد از جلد سبق سکھانا چاہتا تھا۔

"مگر خان آپ تھکے ہوئے۔۔"

زمدہ۔۔!"اور اسکی ایک تنبیہہ کافی تھی۔زمدہ لب بھینچتی سر ہلا گئی" تھی۔اسفندیار اسٹڈی کی سمت بڑھ گیا۔جہاں دریاب پہلے ہی صوفے پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔اسفندیار اسکے ہاتھ میں موجود جلتے شعلے کو دیکھ ایک پل کے لیے چونکا تھا۔مگر پھر سر جھٹکتا اسی سمت بڑھ گیا۔دریاب نے سر اٹھاتے بھائی کو دیکھا تھا۔جو اسے نظر انداز کرتا سامنے رکھے صوفے پر جا بیٹھا تھا۔

اگر ہم اُس دن جلد بازی میں فیصلہ نہ کرتے تو آج یہ دن نہ دیکھنا"

پڑتا۔۔!"سگریٹ سلگاتے اسفند یار نے پیشانی پر بل لیے بھائی کی جانب دیکھا۔

کس جلد بازی کے فیصلے کی بات کر رہے ہو۔۔؟"دریاب نے لب بھینچتے"

بغور اسفند یار کی آنکھوں میں ابھرتی ناگواری دیکھی تھی۔اور سگریٹ ایش

ٹرے میں مسل گیا۔

گلریز خان کی منگ بنا کسی ثبوت کے اپنے نکاح میں لینے کی۔۔!"اور دریاب"

نے اس بار اسفند یار کی آنکھوں میں ناگواری کے بجائے جلال ابھرتا دیکھا تھا۔

وہ۔۔گلریز خان۔۔۔کی۔۔منگ۔۔نہیں۔۔ہے۔۔اگر اب تمہارے منہ"

"سے ایسی کوئی بکواس سنی میں تمہارا حشر خراب کر دوں گا۔۔

مگر تھی تو نا۔۔!!اور آپ اس بات کو نہیں جھٹلا سکتے کہ یہی چیز اسکی غیرت پر"

"لگی تھی۔۔تبھی اس نے ہماری عزت پر حملہ کیا ہے۔۔

تو تمہارے کہنے کا مطلب ہے میں باپ کے قتل کے شک پر اسے معاف"

"کر دیتا۔۔؟

شک۔۔!!" دریاب طنزیہ ہنستا سر جھٹک گیا۔" میں حیران ہوں اب تک آپکے اس فیصلے پر۔۔آپکو اس کے قاتل ہونے پر اتنا یقین تھا کہ اسے پورے شہر کے سامنے ذلیل کر کے اسکی منگیتر چھین لی۔۔ مگر قتل نہیں کیا۔۔لالا اتنے نرم دل کب سے ہو گئے آپ۔۔؟" اسفندیار نے قہر برساتی نگاہوں سے چھوٹے بھائی کو دیکھا تھا۔

تم اب مجھ سے سوال کرو گے۔۔؟اس خبیث کی حرکت ڈیفینڈ کرو گے "
تم۔۔؟؟" اسکے گرجدار لہجے پر دریاب جبڑے بھینچتا اٹھ کھڑا ہوا۔" تمہیں کیا لگ رہا ہے اگر میں ابھی درخنے کو اسکے پاس چھوڑ آیا ہوں تو بخش دوں گا اسے۔۔؟" دریاب اسکے لہجے سے ٹپکتے جنون پر ایک پل کے لیے فریز ہو گیا۔

"کیا مقصد ہے آپکی اس بات کا۔۔؟"

دریاب خان تم اسے بہن سونپ سکتے ہو مگر میں مرنے کے لیے نہیں چھوڑ "
"!سکتا اسے۔۔

شاید آپ بھول رہے ہیں چچی بھی ہمارے گھر آچکیں وہ اُسی گھر کی بیٹی "
"!!تھیں۔۔انہوں نے بھی یہ زہر پیا ہے آپکو بھی پینا پڑے گا۔۔۔

بکواس بند کرو۔۔۔!! چچا اور چچی کی پسند کی شادی تھی۔۔!! اور یہاں اس" خبیث نے۔۔" اسفندیار نفرت سے کہتا لب بھینچ گیا۔

کیسے ثابت کریں گے۔۔؟ ساری برداری میں اپنے اور درخنے کے نکاح نامے" کے ساتھ یہ خبر پھیلوا چکا ہے وہ کہ یہ پسند کی شادی ہے۔۔" وہ بھی دوبدو ہو کر بولا تھا اور اسفندیار کے ضبط کی انتہا ہو گئی تھی۔" اپنی شکل لے کر دفع ہو جاؤ "! میری نظروں سے۔۔

آپ مانیں یا نہ مانیں لالا اس بار گلریز خان پکا کھیل کھیل گیا ہے۔۔" اور یہ کہتا" وہ رکا نہیں تھا بلکہ اسٹڈی سے ہی نکل گیا تھا۔ اسفندیار نے ٹیبل پر رکھی ایش ٹرے اٹھا کر پوری قوت سے دیوار پر ماری تھی۔ کمرے میں شیشہ ٹوٹنے کی آواز چھناکے سے ابھری تھی۔ اس وقت اس کا روم روم سلگ رہا تھا۔ ماتھے کی نس ابھرتی غصے کے سبب پھڑک رہی تھی۔ کافی دیر تک تو وہ سگریٹوں پر سگریٹیں پھونکتا رہا مگر جب بھی اندر بڑھتی گھٹن کم نہ ہوئی۔ سگریٹ کا ٹکڑا اسائیڈ میں پھینکتا اسٹڈی سے نکل گیا۔ سیڑھیاں چڑھتے اسکا رخ دوسری کے بجائے پہلی منزل کی جانب تھا۔

****

مہزلہ کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ کسی بھی نفس سے خالی تھا۔اسکے قدم واش روم کی سمت بڑھ گئے۔ مگر وہاں بھی نہ تھی۔لب بھینچتا کمرے سے نکل گیا۔لاؤنج میں آکر ٹیریس کی جانب دیکھا مگر وہاں دروازہ لاک تھا جس کا مطلب تھا باہر کوئی موجود نہیں۔اور اس پل ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ بر فباری شروع ہو چکی تھی۔وہ تو پہلے ہی فرسٹریشن کا شکار تھا اب مزید زچ ہونے لگا تھا۔
کہاں گئی۔۔؟"واپس مڑتا کاریڈور میں آگے بڑھ گیا۔اور جتنے غیر استعمال شدہ" کمرے تھے سب کے دروازے ایک ایک کر کے کھول رہا
تھا۔"مہزلہ۔۔۔!!"اس نے اب غصیلے لہجے میں پکارا
تھا۔"مہزلہ۔۔۔!!"اسکی گرجدار آواز کاریڈور کی ویرانی میں بڑے زوردار طریقے سے ابھری تھی۔اور اسی پل کونے میں بنا زرتشہ کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔اسفندیار فوراً پلٹا تھا۔جہاں سے وہ متحیر چہرہ لیے زرتشہ کے ساتھ باہر نکلی

تھی۔اسفندیار کی گرجدار آواز نے ان دونوں کو ہی دنگ کر دیا تھا۔جبکہ مہزلہ کے دل عجیب سے خدشات میں گھرنے لگا۔کیا وہ زمدہ کے کہنے پر یوں اسکے پاس آیا تھا۔۔؟کیا وہ بھی اسی طرح سوال کرنے والا تھا۔۔؟ابھی تو کل رات سے آج صبح تک کے منظر اسکے ذہن میں خوشبودار پھولوں کی طرح تازے تھے۔کیا ان پھولوں کی میعاد اتنی کم تھی۔۔؟

"لالا۔۔؟سب خیریت ہے نا۔۔؟"اسفندیار کو غضب ناک تاثرات لیے اسی سمت آتا دیکھ زرتشہ نے فوراً پوچھا تھا۔ایک نظر بہن کی اڑی رنگت پر بھی ڈالی تھی۔

"یہاں ہو تم۔۔!!!کب سے ڈھونڈ رہا ہوں تمہیں۔۔پاگل کیا ہوا ہے۔۔!"قریب آتا اسے ایک ہی جست میں بازو سے تھام گیا۔مہزلہ حواس باختہ ہوتی بے اختیار اسکے سینے پر ہاتھ رکھ گئی۔

"میرے ساتھ تھی لالا یہ۔۔"اس بار بھی زرتشہ کی جانب سے ہی جواب آیا تھا۔مہزلہ نے حواس درست کرتے اسکی گرفت سے بازو نکالنا چاہا تھا۔

کیوں ڈھونڈ رہے تھے۔۔۔؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہتے اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھا تھا۔ زرتشہ نے اسکے انداز پر بے ساختہ اسفندیار کی جانب دیکھا۔ جو اس وقت ضبط کے کڑے مرحلوں سے گزر رہا تھا۔ "یقیناً زمدہ نے ہی الزامات کی لسٹ تھمائی ہو گی۔۔ جن کی پوچھ گچھ کرنی ہو گی ہے نا۔۔؟"

"مہزلہ۔۔!" زرتشہ نے دبے دبے لہجے میں ٹوکا تھا۔ جبکہ اسفندیار اسے خشمگین نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"جاؤ زرتشہ۔۔ سو جا کر تم۔۔ بہت رات ہو چکی۔۔" مہزلہ کے تیز لہجے کا جواب دینے کے بجائے اسکے بازو پر گرفت مضبوط کرتا زرتشہ سے مخاطب ہوا تھا۔ اور اسے لیے آگے بڑھ گیا۔ مہزلہ نے لب بھینچتے اسکے تنے ہوئے تاثرات دیکھے تھے۔ مگر مزاحمت نہ کی۔ اور خاموشی سے کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ کیونکہ رات کے اس پہر بیچ کاریڈور میں اپنا تماشا وہ بھی بنوانا نہیں چاہتی تھی۔ دونوں نے خاموشی سے کمرے کا راستہ طے کیا تھا۔

اندر داخل ہوتا اسکا بازو چھوڑ کر دروازہ بند کر گیا۔ مہزلہ نے گرفت والی جگہ سہلاتے تیوری پر بل ڈال کر اسے دیکھا تھا۔ مگر وہ لب بھینچے بغیر اسکی جانب

دیکھے بیڈ کی سمت بڑھ گیا۔اور جس طرح تھکا ہارا سا بیڈ پر گرا تھا۔ مہزلہ کے دل میں بے چینیاں سی کروٹیں لینے لگیں۔ وہ اپنے اختلافات اور کدورتیں اس پل بھولنے لگی تھی۔ آج کیا قیامت گزری تھی اس شخص پر وہ بخوبی جانتی تھی۔ جبکہ وہ خود تکلیف میں تھا۔ آج سے چند دن پہلے اسے گولیاں لگیں تھیں۔ ابھی وہ زخم بھی آرام نہیں ہوئے تھے۔ اسفندیار بیڈ کے بیچوں بیچ آنکھیں موندے لیٹا دو انگلیوں سے پیشانی مسل رہا تھا۔ وہ لب کاٹتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی نزدیک چلی آئی۔

کیا ہوا۔۔؟ کچھ کہو گے نہیں مجھے۔۔؟" اسفندیار نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں" کھولتے میرون مخمل کی سیاہ دھاگے سے کڑھی ہوئی قمیض میں ملبوس اس دلکش لڑکی کو دیکھا تھا۔ سر پر ٹکا ہم رنگ دوپٹہ شانوں پر آ چکا تھا۔ چہرہ بلکل سادہ تھا مگر آنکھیں متورم تھیں۔ اس نے دو سے تین بار ہی اس لڑکی کو مصنوعی رنگوں سے سجا دیکھا تھا۔ مگر اسے سنورنے کی بھلا ضرورت تھی۔۔؟ مگر یہ بات تسلیم کرنے میں اسے کوئی عار نہ تھی کہ وہ سج سنور کر اسکے سامنے آتی تو اسفندیار جو

نام نہاد سردار تھا اپنے سدھ بدھ کھوتا اسکے قدموں میں دل رکھ دیتا۔ مگر ابھی وہ حواس میں تھا اور اسے یہ بات ہر گز بتانے والا نہ تھا۔

آپ سے کہہ رہی ہوں۔۔" مہزلہ اسے خود کو مسلسل گھورتا دیکھ مزید" جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔

کیا کہہ رہی ہو۔۔؟" گھمبیر لہجے میں کہتے اپنا دایاں ہاتھ اسکی سمت بڑھایا" تھا۔ مگر تکلیف سے ٹیسیں بھی اٹھنے لگیں تھیں۔ مہزلہ نے تیوری پر بل لیے اسکی چوڑی ہتھیلی کو اور پھر اسکی تھکن سے چور ہوتیں آنکھوں کو دیکھا۔ مگر دونوں کو نظرانداز کر کے اسی کے برابر میں رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔" درخنے کے ساتھ جو ہوا۔۔ اس میں سب کی نظر میں تو غلطی میری ہی ہے۔۔ اور آپ بھی اسی لیے مجھے ڈھونڈ رہے تھے۔۔" اسفندیار نے اسکی پشت پر بکھرے لانبے سیاہ بال دیکھے تھے پھر اپنی خالی ہتھیلی۔۔ اور اگلے پل مہزلہ کا ریشمی جال اسفندیار کی مٹھی میں تھا۔ وہ جھٹکا کھاتی پیچھے بیڈ پر گری تھی۔ اس اچانک افتاد نے اسے بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

میں نے کہا۔۔؟ کچھ کہا ہو تو بولو۔۔" اسکے دونوں ہاتھ سر سے لگا تا بہت نزدیک سے اسکے نقوش دیکھ رہا تھا۔ مہزلہ کی تو زبان ہی جیسے تالو سے چپک گئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکی سرخ ڈوروں بھری آنکھوں میں دیکھے گئی۔ اسفندیار کا یہ ری ایکشن تو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ تو سمجھی بیٹھی تھی درخنے کے لیے وہ اسکا گلا آکر پکڑے گا۔ ماں کے آنسو اور بیوی کے بھڑکانے پر وہ بھی اسے الزام دے گا۔ گلریز خان کے کیے کی جواب طلبی اس سے کرے گا۔

تو کہیں۔۔ کیوں نہیں کہہ رہے کہ درخنے کی تکلیف کی وجہ میں ہوں۔۔ "نا" چاہتے ہوئے بھی آنسو آنکھوں سے نکلتے اسکی کنپٹیوں میں جذب ہو گئے تھے۔ اسفندیار اپنی جگہ ساکت اسے دیکھے گیا۔ بظاہر چٹان کی طرح دکھنے والی یہ چھوٹی سی لڑکی جو آہستہ آہستہ اسفندیار خان جیسے گلیشیئر کو توڑ رہی تھی۔ وہ اس بات کی ٹینشن لیے بیٹھی تھی۔۔؟۔ اگلے پل جھکتا بے اختیار اسکی آنکھیں چوم گیا۔

اسکی تکلیف کا تم سے کوئی لینا دینا نہیں تو کیوں کہوں تمہیں۔۔؟" گھمبیر مدھم" لہجے میں کہتا وہ اسکے ہر نقش کو لبوں سے چھو رہا تھا۔

پھر سب۔۔سب کیوں کہہ رہے ہیں۔۔ کیا وہ میری۔۔ میری بہن نہیں" تھی۔۔!" اس نے بمشکل اپنی سسکی روکی تھی۔وہ بھی انسان تھی۔سب کی نظریں ان کی باتیں اسے ہرٹ کرتی تھیں۔چاہے کتنے بھی بے حسی کے خول چڑھا لیتی۔دل کو پتھر تو نہیں کر سکتی تھی نا۔

احمق ہیں۔۔!" اسفندیار کی آواز مزید بھاری ہوئی تھی۔اور لمس مزید پر تپش" مہزلہ نے دھندلائی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"ابا صاحب۔۔تائی۔۔زمدہ۔۔ پھپھی۔۔سب یہی کہہ رہے۔۔"

کہنے دو۔۔تم بس وہ سنو جو میں کہہ رہا ہوں۔۔ باقی میں دیکھ لوں گا۔۔"اسکی" قربت پر مہزلہ آنکھیں میچ گئی مگر دل پر جیسے اوس سی پڑنے لگی تھی۔اور اسے خود نہیں معلوم تھا اس شخص کے یہ الفاظ اسے اتنے بھلے کیوں لگ رہے تھے۔وہ کیوں اس شخص کو اپنا طرفدار چاہتی تھی۔۔

مگ۔۔ مگر درخنے۔۔اس اسکا کیا ہو گا۔۔؟" مہزلہ نے بے اختیار اسکے سینے پر" ہاتھ رکھے تھے۔اور یکدم اسے احساس ہوا تھا۔اسفند یار بخار میں تپ رہا تھا۔

"میں۔۔ سنبھال لوں گا۔۔۔"

"آپکو بخار ہو رہا ہے۔۔؟"

نہیں تم مجھے جلا رہی ہو۔۔ تمہاری قربت ایسی ہی ہے۔۔آگ جیسی۔۔"مہزلہ" اسے سائیڈ پر دھکیلتی اٹھ بیٹھی اسفند یار چت بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔اسکے اعصاب واقعی تھکان سے جواب دے چکے تھے۔

یہ میں نہیں۔۔ آپکا بخار ہے جو آپکا جلا رہا ہے۔۔"اسکے سیاہ بال پیشانی سے" ہٹاتے مہزلہ نے ٹھنڈی ہتھیلی رکھی تھی۔اور وہ بے اختیار گہرا سانس بھر گیا۔

تم اور بخار ایک جیسے ہی تو ہو۔۔ سر پر چڑھے رہتے ہو۔۔"اسکی بڑبڑاہٹ پر" مہزلہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اس بڑے سے وجود کو دیکھا تھا۔مگر اسفند یار کی آنکھیں بند تھیں۔وہ جلدی سے اٹھی تھی۔اور کمرے سے باہر نکل گئی۔اسفند یار نے آنکھیں کھولتے سر ہلکا سا اونچا کیا تھا۔اور اسے کمرے سے غائب پا کر اسکے ماتھے پر بل پڑے۔

کہاں چلی گئی پھر سے۔۔بس مجھ سے بھاگنے میں لگی رہتی ہے۔۔"اور واپس" اپنا دکھتا سر بیڈ پر مار گیا۔ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے۔وہ آواز لگانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ مہزلہ ہاتھ میں ٹرے لیے چلی آئی تھی۔

"اٹھیں جلدی۔۔"

کہاں گئیں تھیں۔۔ تمہیں اچھا لگتا ہے میں تمہیں ڈھونڈتا پھروں۔۔"اسکے" چڑ چڑے انداز پر مہزلہ نے ناک سکیڑلی۔

مجھے کیا اچھا لگتا ہے کیا نہیں اسکی فکر چھوڑدیں آپ۔۔اور اٹھیں" جلدی۔۔"وہ دودھ بسکٹ اور ایک باول میں سادہ پانی لائی تھی۔اسفندیار نے تمام چیزوں کو ایک نظر دیکھا تھا۔مگر اٹھا نہیں۔

"تم نہیں کرتیں۔۔میں تو بڑے دل کا ہوں۔۔میں تو کروں گا۔۔"

آپ اٹھیں گے یا نہیں۔۔؟"اس بار وہ وارننگ بھرے لہجے میں بولی تھی۔"

"ہمت نہیں اٹھنے کی۔۔"

کیوں ابھی کچھ دیر پہلے تو بڑا مجھے گھسیٹتے ہوئے لائے تھے۔۔" مہزلہ نے ذرا سا اسکی سمت جھکتے گھورا تھا۔اسفندیار نے ذرا کی ذرا آنکھیں وا کرتے اسکی شیشے کی مانند چمکتی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

تم نزدیک آجاؤ۔۔شاید پھر آجائے۔۔"اسکی بہکی بہکی باتوں پر مہزلہ نے زچ ہوتے اسے دیکھا تھا۔اسکے چکر میں دودھ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

اچھا اٹھیں میں سہارا دے رہی ہوں۔۔"اسے بازو سے تھام کر اٹھانے لگی تو" اسفندیار بھی اٹھتا ہیڈ بورڈ سے ٹیک لگا گیا۔مہزلہ نے دودھ بسکٹ اٹھاتے اسے کھلانا شروع کر دیا۔دوائی لینے سے پہلے اسکے پیٹ میں کچھ غذا جانی ضروری تھی۔

بس۔۔!"وہ چار پانچ بسکٹس کے بعد ہی بدذائقہ سا منہ بناتا انکار کر گیا۔"

نہیں یہ سارے ختم کرنے ہیں۔۔"مہزلہ نے کسی اماں کی طرح حکم دیا تھا۔اور" ڈپ کر کے اسکے منہ کے آگے لے گئی۔اسفندیار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا تھا۔"کھائیں جلدی۔۔!"اور اس نے پھر سارے بسکٹ ختم کروا کر دودھ پلا کر ہی چھوڑا۔

اب کہاں جا رہی ہو۔۔؟"اسے پھر اٹھتا دیکھ بے اختیار پوچھا۔"

کہیں نہیں جارہی۔۔ میڈیسن لارہی ہوں۔۔" مہزلہ نے بھی جھنجھلا کر جواب دیا تھا۔اور اسفند یار اکڑ کر لیٹ گیا۔ "لیں۔۔" دوائی اور پانی سامنے کیا۔

"میرا موڈ نہیں لائٹ بند کرو۔۔"

جلدی لیں۔۔ میں ساری رات آپکی خدمتیں نہیں کرنے والی۔۔"اسکے تنکنے پر اسفند یار نے سلگتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

تواب بھی کرنے کو کس نے کہا ہے۔۔؟"اسکے خفگی بھرے لہجے پر مہزلہ نے بغور اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ مگر پھر نظر پھیر گئی۔

"لیں جلدی۔۔مجھے نیند آرہی ہے۔۔"

"__اچھا۔۔آج سے پہلے تو نہیں آئی۔۔وہ تو بس میری قربت میں آپکے ساتھ مسئلہ کیا ہے آخر۔۔؟"اسکی بات کاٹتی سرخ چہرہ لیے چیخ اٹھی۔ مگر اسفند یار کی نگاہیں اتنی گہری تھیں کہ اسے محاذ پر ٹکنا مشکل لگنے لگا۔

کیوں سچ نہیں ہے یہ۔۔؟"مہزلہ کو دہکتا چہرہ لیے اٹھتا دیکھ وہ فوراً ہاتھ تھامتا گلاس لے گیا۔اس سرپھری کا کچھ پتہ بھی نہیں تھا۔ پھر چلی جاتی۔اسکے دوائی

کھانے کے بعد مہزلہ نے ماتھے پر بخار چیک کیا۔ جواب بھی ہو رہا تھا مگر اتنا تیز نہیں تھا۔ لائٹس آف کرتی بیڈ پر ہی دوسری جانب آ کر لیٹ گئی۔

سرد باؤ۔۔" وہ ذرا سا کھسکتی اسکا سر دبانے لگی اسفندیار آنکھیں موندا اسکا دوسرا" ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے گیا۔ چند لمحے یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے تھے۔ جب اسفندیار کی گھمبیر آواز نے کمرے کی اس خاموشی کو توڑا تھا۔

کل ہم ڈاکٹر کے پاس چلیں گے اور تم مجھے تفصیل سے بتاؤ گی۔۔ یہ نیندیں" کب سے اڑی ہوئی ہیں تمہاری۔۔" مہزلہ کا سر دباتا ہاتھ تھما تھا۔ اور اندھیرے میں ہی اسفندیار کا چہرہ دیکھا۔

مجھے کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔۔" مہزلہ کا لہجہ سرد اور دوٹوک تھا۔"

میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔۔" اور اسفندیار کا اس سے کہیں زیادہ" اٹل۔ مہزلہ کی آنکھیں جلنے لگیں۔

"!! یہ میری زندگی ہے۔۔ میری نیند ہے۔۔ میں جو چاہے کر سکتی ہوں۔۔"

اب مجھ سے تعلق ہے۔۔اور میں نے سنا ہے چچی بھی بہت منتیں کر چکیں "تمہاری۔۔بہت شوق ہے لوگوں کو اپنے آگے پیچھے پھرانے کا۔۔" اسکے الزام پر مہزلہ تڑپ کر رہ گئی۔اور اپنا ہاتھ اسکے ماتھے سے ہٹا لیا۔

میں نے نہیں کہا کہ وہ یا کوئی اور میرے آگے پیچھے پھرے۔۔میری نیندیں" "میرا مسئلہ ہیں۔۔کسی کو اس میں بولنے کی اجازت نہیں دوں گی۔۔

تمہاری نیندیں میرا مسئلہ بن چکی ہیں اب۔۔اور میں اجازت نہیں مانگ رہا" بتا رہا ہوں۔۔کل ہم چلیں گے۔۔!!" مہزلہ غصے کے مارے اٹھ بیٹھی۔

میں نہیں جاؤں گی سنا آپ نے۔۔اگر آپکو مسئلہ ہے میں صوفے پر سو جاتی" "ہوں یا زمدہ کے پاس چلے جائیں۔۔

شٹ اپ۔۔!میرا دماغ خراب مت کرو۔۔" اسکے ڈپٹنے پر مہزلہ نے" اندھیرے میں ہی سلگتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔اسے غصہ اور رونا دونوں ساتھ آ رہے تھے۔

جب کبھی کسی نے توجہ نہیں دی۔۔ کسی کو مسئلہ نہیں ہوا۔ آپکو کیا مسئلہ "ہے۔۔" بھرائی ہوئی آواز میں کہتی چیخ اٹھی۔ اسکی نم آواز پر اسفند یار اسے دیکھتا رہا۔ چند لمحے دونوں میں سے کوئی نہ بولا تھا۔

یہاں آؤ۔۔" اپنا بازو وا کرتے اسے نزدیک بلایا۔ مہزلہ ہاتھ کی پشت سے آنکھ کا" کنارہ صاف کرتی سر نفی میں ہلا گئی۔

ماہ۔۔!!" اور اس بار وہ ٹھٹھکی تھی۔ اندھیرے میں بھی اسفند یار کی نرم" نگاہیں وہ خود پر محسوس کر سکتی تھی۔ "نہیں سن رہیں۔۔؟" مہزلہ خفا خفا سی سر نفی میں ہلا گئی۔ اسفند یار نے ہاتھ بڑھاتے اسکا بازو تھاما تو اسکے برابر میں لیٹتی بازو پر سر رکھ گئی۔ مگر اسکے نزدیک ہونے سے گریز ہی کیا تھا۔ اسفند یار بازو لپیٹتا اسے خود ہی نزدیک کر گیا۔

اگر مجھے نہیں بتانا چاہتیں۔۔ ڈاکٹر سے شیئر کر لینا۔۔ مگر یہ تو طے ہے تمہیں" ڈسکس تو کرنا ہے اب۔۔" اسفند یار کی گھمبیر آواز اسکے کانوں میں اتری تھی۔ مہزلہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی شرٹ پر بنے لوگو کو ٹریس کرنے لگی۔ جبکہ آنکھ سے آنسو نکل کر اسکی آستین میں جذب ہوا تھا۔

"ایسی کوئی بات ہی نہیں جو ڈسکس کروں۔۔"

"تو پھر کب سے اڑی ہیں یہ نیندیں۔۔؟"

یاد نہیں۔۔! بس بابا کی۔۔ بابا کی ڈیتھ کے۔۔ بعد عجیب عجیب خواب۔۔ آنے" لگے۔۔ اور مجھے۔۔ سونے سے ڈر لگنے لگا۔۔" وہ نجانے کیوں اسے بتا رہی تھی۔ اور اسفندیار کا اسکی پیٹھ تھپکتا ہاتھ ساکت رہ گیا۔

!گیارہ سال۔۔۔

گیارہ سال سے یہ چھوٹی سی لڑکی بے خوبی کا شکار تھی۔!! اور گھر میں کسی نے اسے سیریس تک نہیں لیا تھا۔۔؟ آج واقعی اسے خود سمیت حویلی کے ہر فرد کی بے حسی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ کیا برلاس خان اس لڑکی کا باپ زندہ ہوتا تو یہ حال ہو سکتا تھا۔۔؟ ایک بچی اس قدر ٹراما میں چلی گئی تھی کہ اپنی نیندوں سے اپنے خوابوں سے بھاگنے لگی تھی۔ اور کسی نے توجہ تک نہیں دی تھی۔۔ یکدم ہی اسفندیار نے اس چھوٹی سی گڑیا کو خود سے قریب تر کر لیا تھا۔ اس وقت اسکا دل !چاہا تھا۔ اپنے سینے میں کہیں چھپا لے اسے۔۔

با۔۔ بابا کا چہرہ۔۔ان وجود۔۔ان کی چیخیں۔۔ بس میرے خوابوں میں" آتی۔۔آتی ہیں۔۔اسی لیے میں نہیں سوتی۔۔"وہ گھٹی گھٹی سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ اسفندیار اسکے سر پر بوسہ دیتا ہلکی سی کروٹ بدل کر اپنا زخمی ہاتھ بھی اسکے گرد باندھ گیا۔ حالانکہ یہ کرنے میں اسے شدید تکلیف ہوئی تھی۔ مگر اس لڑکی کا قرب سب سے زیادہ عزیز تھا اسے۔ مہزلہ نے نظر اٹھاتے اسکی جانب دیکھنا چاہا تھا۔ مگر وہ جھکتا دونوں آنکھیں چوم گیا۔

تمہارا باپ شہید ہوا ہے ماہ۔۔اس وقت جنت کے باغوں میں مزے کر رہا" ہو گا۔۔ مگر تمہیں اس حال میں دیکھے تو اسے اپنی جنت کے لطف بے معنی لگنے لگیں۔۔ تم اب بھی اگر ان اذیت ناک لمحوں سے پیچھا نہیں چھڑواگی تو وہ ہمیشہ کے لیے روگ بن جائیں گے۔۔ یہ درد کا پودا ناسور بن جائے گا۔۔اور اس سے پہلے تمہیں یہ نوچ پھینکنا ہے۔۔!"اسکے رخسار پر لب رکھتا جذبوں سے بھاری ہوتے لہجے میں بولا تھا۔"دنیا میں ہزاروں لوگ ہیں جو حادثات کا شکار ہوتے ہیں۔۔ان کی فیملیز بھی تو موو آن کرتی ہیں نا۔۔ تمہیں بھی کرنا پڑے گا۔۔!!"مہزلہ ضبط کھوتی اسکی گردن میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی

تھی۔وہ آج بکھر گئی تھی۔ مگر آج تنہا نہیں تھی وہ اسے سمیٹنے والا اسکے پاس تھا۔اسکے زخموں پر پھائے رکھتا اپنے قرب کا اسکی اہمیت کا احساس دلا رہا تھا۔اپنے لمس سے بتا رہا تھا کہ کسی کے لیے کتنی انمول تھی وہ۔

****

اس نے کروٹ بدلتے ایک نظر بیڈ پر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی درخنے کو دیکھا۔اور واپس تکیے میں سر دے گیا۔اسکا نچلا ہونٹ اسفندیار کے پنچ کے سبب سوج چکا تھا۔وہ مار دھاڑ والا انسان نہیں تھا نہ ہی کبھی سوچ سکتا تھا کہ کسی لڑکی کو اغواء کروائے گا یا زبردستی گن پوائنٹ پر نکاح کرے گا۔لیکن اسفندیار خان اسے اس مقام پر لے آیا تھا کہ وہ یہ قدم اٹھاتا۔

اگر تمہارا سوگ ختم ہو گیا ہو۔۔ کیا مجھے ناشتہ مل سکتا ہے۔۔؟" درخنے نے" چونکتے رخ موڑ کر اسکی جانب دیکھا۔اور فوراً آنسو صاف کرتی سر سے دوپٹہ لے گئی۔گلریز نے بغور اسے دیکھا تھا۔اپنے ملیح چہرے کو رو رو کر بلکل سرخ کر چکی تھی۔جبکہ آنکھیں دو انگارے ہو رہی تھیں۔

تم سے کہہ رہا ہوں۔۔ مجسمہ کیوں بنی ہو۔۔؟" درخنے نے حلق میں اٹکتا گولہ اندر اتارا تھا۔

"مم۔۔مجھے نہیں۔۔۔ معلوم کچن کس طرف ہے۔۔"

باہر نکلو گی تو کوئی نا کوئی بتا ہی دے گا۔۔اب یہ تمہارا گھر ہے۔۔اسی میں رہنا ہے۔۔۔ کمرے میں قید ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" اسکے سرد لہجے پر درخنے نے زخم خوردہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔اور اگلے پل نظریں پھیر گئی۔ جبکہ اسکی آنکھوں میں موجود تاثر دیکھ گلریز کے دل میں ایک پل کے لیے ندامت سی چھائی تھی۔ مگر اگلے ناگواری سے سر جھٹکتا اٹھ گیا تھا۔وہ کیوں شرمسار ہو رہا تھا۔اس لڑکی کے بھائی نے بھی تو بھرے شہر میں اسکی عزت نیلام کی تھی۔

اٹھو۔۔!" اسکے سخت لہجے پر درخنے دوپٹہ سنبھالتی بادل ناخواستہ اٹھ گئی۔"

یاد رکھو درخنے۔۔! تمہارا جینا مرنا اسی گھر میں ہے اب۔۔ بھاگنے یا حویلی کی طرف واپس پلٹنے کا آپشن کل رات ہی ختم ہو چکا۔۔! کیونکہ اب بیوی ہو تم میری۔۔میری عزت ہو۔۔" اسکے انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرنے پر درخنے کا جی چاہا

یہیں زمین میں گڑھ جائے۔آنسو ایک بار پھر آنکھوں میں جمع ہونے لگے تھے۔اسکو کڈنیپ کر کے زبردستی نکاح کرنے کے بعد اسے اسکے بھائیوں کے سامنے رسوا کروانے کے بعد بھی یہ شخص سمجھتا تھا وہ حویلی پلٹنا چاہے گی۔۔؟اس نے نم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

آپ نے مجھ سے میرے بھائی چھین لیے۔۔ان کا اعتماد چھین لیا۔۔اسکے بعد تو" میں مر بھی جاؤں تو حویلی میری لاش مت بھیجیئے گا۔۔!" مدھم جلتے لہجے میں کہتی کمرے سے نکل گئی تھی۔گلریز لب بھینچے کچھ دیر اسی طرح ساکت کھڑا رہا مگر اگلے پل تنفر سے سر جھٹکتا کبڈ کی سمت بڑھ گیا۔

****

وہ کھڑکی کے پاس بیٹھی۔سرخ ڈوروں بھری آنکھوں سے گارڈن کو گھور رہی تھی جہاں مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا۔کل ساری رات اسکی ایک لمحہ بھی آنکھ نہیں لگی تھی۔اسکی آنکھوں کے سامنے بس ایک منظر تھا۔اسفندیار مہزلہ کو

اسکے کمرے میں لے کر گھسا تھا۔ وہ جس جلال میں اسے پکار رہا تھا۔ اسے لگا تھا۔ وہ اپنی بہن کا بدلہ اسی سے لے گا۔ مگر اسکی توقعات کے برعکس مہزلہ کچھ دیر بات کمرے سے نکلی تھی۔ اور نیچے چلی گئی تھی۔ اس نے پیچھا کیا تو معلوم ہوا تھا وہ کچن میں تھی۔ اسفندیار کے لیے دودھ گرم کر رہی تھی۔ اسکے شاک کی انتہا نہیں تھی۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا۔۔؟

یہ اسی کا شوہر تھا نا۔۔؟ جس نے کچھ دیر پہلے اسے بری طرح جھڑک دیا تھا۔ مگر اس لڑکی کے پاس جا کر اسے کیا ہو جاتا تھا۔۔؟ کہاں کہ مہزلہ کا گلا پکڑنا چاہیے تھا ان دونوں کے درمیان ایک محاذ کھڑا ہونا چاہیے تھا۔ آخر مہزلہ کے منگیتر نے درخنے کو اغواء کیا تھا۔

مگر یہ سب کیا تھا۔ وہ دونوں اتنے نارمل کیسے ہو سکتے تھے۔ اس لڑکی نے آخر کیا پھونک کر رام کیا تھا اسکے شوہر کو جو وہ تمام جلال بھلائے اسکے کمرے میں خاموشی سے جا بیٹھا تھا۔ اسکا دل پھٹنے کو تھا۔

وہ کس طرح اس کے آگے للکی تھی۔ اپنی کشکول اسکے سامنے پھیلائی تھی کہ کل اسکے پاس ٹھہر جائے۔ مگر وہ اسے کسی بیزار شے کی طرح نظر انداز کر گیا

تھا۔ جبکہ مہزلہ۔۔! اسکی جانب وہ ایک اندھے کی طرح بھاگتا تھا۔ مہزلہ بر لاس نے نجانے کیا گھول کر پلایا تھا اسکے شوہر کو جو وہ اسکی قربت میں رہنا چاہتا تھا۔ مہزلہ جسے کسی نے چاندی کی چیز نہیں دی تھی اسے وہ ڈائمنڈ پہنا رہا تھا۔

اسکی سرخ آنکھ سے آنسو ٹپک کر رخسار پر گرا تھا۔

خدا کی قسم میں تمہیں برباد کر دوں گی۔۔ تم نے میرے شوہر کو دور کرنے کی" کوشش کی ہے۔۔ میں تم پر زندگی تنگ کر دوں گی۔۔" اسکی آنکھیں انتقام اور وحشت سے جل رہیں تھیں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ جس لڑکی کو وہ چینوٹی کی طرح مسل چکی تھی وہ یوں اسکی جڑیں کاٹ رہی تھی۔ ایسا اسکے شوہر کو اپنے دام میں کیا تھا کہ وہ بہن کے ساتھ ہونے والے حادثے پر بھی اسے کچھ نہ بولا تھا۔۔ حالانکہ اسفندیار کو معلوم تھا اس لڑکی کا ماضی کیا تھا۔ اس کے باوجود۔۔!! دروازے پر ہونے والی دستک پر وہ اپنے آنسو رگڑ گئی تھی۔

آجاؤ۔۔!" ملازمہ اسکا جوس لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ قریب آتی" احتیاط سے اسکے سامنے رکھ گئی۔

"خان اٹھ گئے۔۔؟"

جی دلہن بی بی۔۔وہ تو آج جلدی ہی اٹھ گئے تھے۔۔!"زمدہ نے بھنویں" سکیڑتے اسے دیکھا تھا۔

"تمہیں کیسے معلوم اور کہاں ہیں اب وہ۔۔؟"

وہ۔۔وہ جی صبح دس بجے مہزلہ بی بی اپنا اور خان کا ناشتہ کمرے میں لے جاتی نظر" "آئیں تھیں۔۔اس۔۔اسکے بعد۔۔۔

اس کے بعد کیا۔۔۔؟"غصے سے پاگل ہوتی چیخ اٹھی۔ملازمہ خوف زدہ ہو گئی۔"

اس کے بعد وہ اور خان کہیں چلے گئے۔۔"زمدہ کے چہرے پر ایک رنگ آرہا" تھا اور ایک جا رہا تھا۔یہاں وہ کمرے میں بند پڑی سسک رہی تھی۔اور وہ دونوں سیر سپاٹوں پر نکل گئے۔۔؟

نن۔۔نہیں۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔"اس نے مدھم آواز میں خود کلامی کی" تھی۔جسے ملازمہ نے بھی سنا تھا۔

نہیں دلہن بی بی یہ سچ ہے۔۔دونوں ایک ہی گاڑی میں بیٹھ کر گئے" ہیں۔۔"زمدہ نے قہر برساتی نگاہ ملازمہ پر ڈالی تھی۔

دفع ہو یہاں سے۔۔۔دفع ہو۔۔۔!!!"اسکے ہذیاتی انداز میں چیخنے پر ملازمہ" تیر کی تیزی سے کمرے سے باہر نکلی تھی۔وہ پاگل ہوتی اپنا سر تھام گئی۔اسکی انگارہ ہوتی آنکھیں انتقام کی آگ سے جل رہیں تھیں۔

****

کار حویلی کے مین گیٹ پر آکر رکی تو وہ چونکی تھی۔اور رخ پھیرتے کچھ فاصلے پر سفید کلف دار کرتا شلوار میں ملبوس گھنی مونچھوں تلے لب بھینچے اسفندیار کو دیکھا۔

تم اندر جاؤ۔۔مجھے ڈیرے پر جانا ہے۔۔"اسکے اشارے پر لب کاٹتی سر پر" اوڑھا دوپٹہ درست کر کے باہر نکل گئی۔

اللہ حافظ۔۔"اسفندیار کی نگاہیں اسکے چہرے پر ٹکی تھیں۔مہزلہ نے نظر" اٹھاتے جواب دیا تھا اور دروازہ بند کرتی حویلی کے گیٹ کی سمت بڑھ گئی تھی۔آج وہ کالج نہیں گئی تھی۔بلکہ اسفندیار اپنے کہے کے مطابق اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا۔وہ کل رات سے اب تک اسکے رویے پر الجھی الجھی سی

تھی۔اسے نہیں معلوم تھااس شخص کواچانک ہوا کیا تھا۔وہ کیوں الگ بیہیو کر رہا تھا۔اتنا نرم اتنا مہربان۔۔!

ڈاکٹر نے فلحال اسے چند میڈیسنز لکھی تھیں۔باقی اسفند یار سے اسکی کیا بات ہوئی تھی اسے نہیں معلوم تھا۔لاؤنج میں داخل ہوئی تو تائی اور زمدہ کا چہرہ دیکھ اسکا موڈ اسی پل خراب ہو گیا۔دونوں اس قدر شر انگیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہیں تھیں کہ مہزلہ ایک پل کے لیے اپنی جگہ ٹھہری تھی مگر اگلے پل دونوں کو نظرانداز کرتی آگے بڑھ گئی۔اور حیرانی کی بات تھی۔دونوں میں سے کسی نے بھی اسے نہیں پکارا تھا۔جبکہ زمدہ کی نگاہیں دروازے پر تھیں جہاں سے اسے اسفند یار کے آنے کا انتظار تھا۔

کچن میں آئی تو زرتشہ گاجریں چھیل رہی تھی۔وہ وہیں آبیٹھی۔مگر زرتشہ ایسی سوچوں میں گم تھی کہ اسکا نوٹس ہی نہ لیا۔

کہاں گم ہو۔۔"اسکے ہلانے پر وہ چونکی تھی۔"

"یہیں ہوں۔۔تم کہاں تھیں۔۔؟"

کالج گئی تھی۔۔کچھ اسئنمینٹ سبمٹ کروانے۔۔"گاجر کا ٹکڑا اٹھاتے نجانے" کیوں اس نے جھوٹ بولا تھا۔اور اگلے پل اپنے جھوٹ پر شرمندہ بھی ہوئی تھی۔ مگر نجانے کیوں وہ کسی کو نہیں بتانا چاہتی تھی۔یہ اسفندیار اور اسکا راز !تھا۔۔

اچھا۔۔!"وہ سر ہلاتی واپس کام میں لگ گئی۔مہزلہ نے بغور اسے دیکھا تھا۔"

کیا بات ہے آپا۔۔؟پریشان ہو۔۔؟"زرتشہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔"

"ارے نہیں۔۔!بس یونہی۔۔"

کیا یونہی۔۔؟"مہزلہ نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔زرتشہ چھری اور گاجر ٹرے میں" رکھتی گہری سانس بھر گئی۔

یہی کہ کیا زندگی ہے ہم لڑکیوں کی۔۔یا تو تمہارے اور درخنے کی طرح انتقام" اور خون بہا کی نظر ہو جاتی ہیں یا میری طرح کسی بھی کھونٹے سے باندھ دی جاتی ہیں۔۔"اسکے تلخی سے کہنے پر مہزلہ لب بھینچ گئی۔کیا غلط کہہ رہی تھی وہ۔۔؟گلریز خان نے جو درخنے کے ساتھ کیا تھا اس پر وہ اسے مرتے دم تک معاف کرنے والی نہ تھی۔اسکی بہن اسکی ساتھی ہمیشہ کے لیے اس سے بچھڑ گئی

تھی۔خاندان میں ایک ہی تو سلجھی ہوئی جوڑی تھی سیال اور اسکی۔۔ مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔اسے تو ابھی سے افسوس ہو رہا تھا کہ سیال کیساری ایکٹ کرے گا۔آخر بچپن سے منگیتر تھی درخنے اسکی۔۔!

"گلریز کو درخنے ہی عقل دے گی دیکھ لینا آپا۔۔اور تم کس بات کے انتظار میں ہو اس خبیث سے علیحدگی کب لو گی۔۔؟"

"میں بہت پریشان ہوں زلہ۔۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی زندگی مجھے اس مقام پر لا کھڑا کرے گی۔۔"اسکی آنکھ سے آنسو ٹپک کر رخسار پر گرا تھا۔"میں نے کیا مانگا تھا اس شخص سے۔۔؟ کچھ بھی تو نہیں زلہ۔۔وہ چاہے مجھ سے محبت نہ کرتا مگر احترام تو کر سکتا تھا نا۔۔"بہن کا غم دیکھ اسکا اپنا دل کٹنے لگا۔اسکے گرد بازو پھیلاتی اپنے ساتھ لگا گئی۔

"دیکھنا آپا اللہ میاں نے کوئی بہت پیارا انسان لکھا ہو گا تمہارے لیے جو تمہاری قدر کرے گا۔۔"مہزلہ لہجے پر بمشکل قابو پاتی محبت سے بولی تھی۔

اہم۔۔!"کسی کے گلا کھنکھارنے پر دونوں نے بیک وقت دروازے کی جانب" دیکھا۔جہاں دریاب کھڑا تھا۔زرتشہ کا ایک پل کے لیے چہرے کا رنگ بلکل اڑ گیا۔اسکی نظر بس ایک پل کے لیے اس شخص سے ملی تھی پھر فوراًرخ موڑ گئی۔

اگر تم دونوں میں سے کوئی فارغ ہے تو مردان خانے میں کسی کے ہاتھ پانچ" "کپ چائے بھجوادو۔۔

جی لالا۔۔"دریاب زرتشہ کی پشت پر ایک نظر ڈالتا پلٹ گیا تھا۔"

****

اسفندیار کی واپسی رات کو ہی ہوئی تھی۔اتنے دن سے وہ اپنے سیاسی اور کاروباری معاملات سے دور تھا۔انکی بھی جانچ کرنی تھی دوسرا اسے ڈی ایس پی سے بھی ملنا تھا۔کچھ اہم امور پر بات کی تھی۔جس کا اسے یقین تھا بہتر رزلٹ ہی نکلنا تھا۔ابا صاحب دوپہر میں ہی پیشاور چلے گئے۔

وہ ابھی گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ تائی نے کمرے میں بلا لیا تھا۔دروازہ وا کرتا اندر داخل ہوا تو تبانا کے ساتھ زمدہ بھی موجود تھی۔اور انہیں کوئی دوائی دے رہی تھی۔

کیسی طبیعت ہے آپ کی۔۔؟"اس نے نزدیک آتے استفسار کیا تھا۔زمدہ"
وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔وہ ماں کے برابر میں آبیٹھا تھا۔
مل گئی تمہیں ماں کا حال پوچھنے کی فرصت۔۔؟"انکے تلخ لہجے پر اسفندیار کی"
بھنویں سمٹیں۔
"کیا مقصد ہوا اس بات کا۔۔؟کیا مجھے آپکی فکر نہیں۔۔؟"
ہونہہ۔۔اگر ہوتی میرا کلیجہ کٹنے پر اتنے پرسکون نہ ہوتے۔۔میرا بچی کو وہ"
تمہاری اس چہیتی کا منگیتر اٹھا کر لے گیا مگر تم اسے اپنے پروں میں لیے پھر رہے
ہو خاناں۔۔!"ماں نے کلیجے پر ہاتھ مارتے روتے ہوئے کہا تھا۔زمدہ بے چینی
سے پہلو بدل گئی۔کیونکہ اسفندیار کے چہرے پر سخت تاثرات چھانے لگے تھے۔
"!!وہ کمینہ مہزلہ کا منگیتر نہیں ہے مورے۔۔"
ہاں کیونکہ تم نے اسے ہمارے سینوں پر مونگ دلنے کے لیے چھوڑ دیا اور اسکا"
"!ہرجانہ میری بچی بھر رہی ہے۔۔

میں زمدہ کو بھی بتا چکا ہوں۔۔اور اب آپکو بھی بتا رہا ہوں۔۔یہ معاملہ میرا اور" گلریز کا ہے۔۔مہزلہ کو بیچ میں نہ لائیں۔۔!"اس نے دوٹوک لہجے میں تنبیہہ کی توتائی اور زمدہ کو تو جیسے آگ ہی لگ گئی تھی۔

کیوں نہ لاؤں۔۔اسی میسنی نے زمدہ کا جینا حرام کیا ہوا ہے۔۔میری بچی اس" خبیث کے پاس ہے۔۔میں بتا رہی ہوں خاناں اب وہ کالج نہیں جائے گی۔۔"ماں کے نفرت بھرے انداز پر اسفندیار کی تیوری کے بلوں میں اضافہ ہوا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟کیوں نہیں جائے گی۔۔؟"

اسکی وجہ سے میرا خاندان تباہ ہو گیا۔۔اسے تو اپنے ہاتھوں سے ماردوں۔۔تم" "اسکے چوچلے پورا کرنے میں لگے ہو۔۔یہ میں نہیں ہونے دوں گی۔۔

درخنے تھی تو وہ بھی پڑھ رہی تھی مہزلہ کے لیے کوئی انوکھا کام نہیں کر رہے" تھے ہم۔۔اور یہ فیصلہ میں لے چکا ہوں۔۔آپ کیا اباصاحب بھی میرے فیصلے کو رد نہیں کر سکتے۔۔!"اسکے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔دونوں ساس بہو

پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ زمدہ کو تو اپنا وجود سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ کیا بازی اسکے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔۔؟

"یہ۔۔ یہ اسی نے۔۔ اسی نے ورغلایا ہے نا جو آج تم مجھے منہ پر ذلیل کر رہے ہو۔۔۔ یہ اوقات رہ گئی اب میری۔۔!" دوپٹہ منہ پر رکھتیں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اسفندیار نے بے بسی سے آنکھیں بند کیں تھیں۔ اور بے اختیار ماں کو حصار میں لے گیا۔

"مورے یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔۔ بھلا تمہاری توہین کا سوچ سکتا ہوں میں۔۔ تم مورے ہو میری۔۔ تمہاری اپنی جگہ ہے میرے دل میں مگر زمدہ کی طرح مہزلہ بھی بیوی ہے میری۔۔ اسکے ساتھ ناانصافی کیسے کر سکتا ہوں۔۔؟" زمدہ کا مزید کمرے میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھتی بغیر کسی بھی جانب دیکھے واک آؤٹ کر گئی تھی۔ اسفندیار اور تائی دونوں نے کی اسکا موڈ محسوس کر لیا تھا۔

"میری بات تو رہنے دو۔۔ تم اس لڑکی کے ساتھ کیا کر رہے ہو۔۔ تمہاری اولاد لانے والی ہے۔۔ ذرا بھی خیال ہے تمہیں۔۔؟ یا بس 'اسی' کو اپنا سب کچھ مان لیا

ہے تم نے۔۔؟"تائی آج بھگو بھگو کر طعنے مار رہی تھی۔ کیونکہ وہ کئی دن سے بھری بیٹھی تھی۔ جبکہ ماں کی بات پر وہ ایک پل کے لیے چپ رہ گیا۔ مگر جب بولا لہجے میں خفگی سی تھی۔

بجائے آپ زمدہ کو عقل دیں الٹا مجھے طعنے مار رہی ہیں۔۔ میرے لیے میری" دونوں بیویوں کی اہمیت ہے۔۔ اور اچھے سے معلوم ہے زمدہ کیسی حالت میں ہے۔۔ مگر میں آپ لوگوں کی گھریلو سیاست کی بنیاد پر اپنے فیصلے نہیں کروں گا۔۔ آپ بڑی ہیں۔۔ بردباری دکھائیں۔۔ دریاب نے بتایا ہے کہ کل آپ نے کیا کیا ہے۔۔"تبانا نے خفگی سے بیٹے کو دیکھا تھا۔ مگر وہ رکا نہیں۔۔"آپ سرِعام ایک انسان کو ذلیل کریں گی وہ بھی بنا ثبوت کے کیا یہ صحیح ہے۔۔؟ میں جانتا ہوں آپ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے بلکہ ہم سب غم میں ہیں۔۔ آپکو اندازہ نہیں کل سے مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔۔ میں اس وقت دوسرے مسئلوں میں نہیں الجھ سکتا۔۔!"اسکے ڈسٹرب لہجے پر تائی نے مزید کچھ نہ بولنا ہی بہتر سمجھا تھا۔ وہ جانتی تھیں بیٹا کس مزاج کا تھا۔

مجھے بس میری درخنے سے ملوادو۔۔مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔۔مجھے اس سے" ملوادو خاناں۔۔"اسفندیار انہیں سینے سے لگا گیا۔

"بے فکر ہو جائیں بہت جلد ملواؤں گا۔۔"

****

سیال اسی شام چائنہ سے واپس آگیا تھا۔درخنے کے ساتھ ہوئے حادثے کا اسے معلوم ہوا تو اس نے غصے اور ناگواری کا اظہار کیا تھا۔دریاب اور اسفندیار کو گلریز خان سے بدلہ لینے کا بھی کہہ دیا تھا۔جس پر اسفندیار نے اس سے بدلے کا وعدہ کر لیا تھا۔مگر ایک بات تھی جو مہزلہ کو کھٹکی تھی۔وہ تھا اس کا ری ایکشن جو اسکی سوچ کے برعکس بے حد کم آیا تھا۔سیال نے نہ تو آسمان سر پر اٹھایا تھا نہ کوئی واویلا مچایا تھا۔بلکہ تمام معاملہ اپنے سردار کے سپرد کر دیا تھا۔یا شاید وہ ہی کچھ زیادہ سوچ رہی تھی۔شاید سیال کا مزاج ہی ٹھنڈا تھا۔

مگر اسی شام ایک اور عجیب بلکہ حیرت انگیز بات ہوئی تھی۔جب بریال خان پھپھو کے ساتھ زرتشہ کو لینے چلا آیا تھا۔ہر کوئی دم سادھ گیا تھا۔اسفندیار نے جو

حال اسکا کیا تھا وہ قصہ ابھی اتنا پرانا نہیں ہوا تھا۔سب ہی کے ذہنوں میں نقش

!تھا۔خاص کر زرتشہ کے۔۔

ناممکن لالا۔۔۔اس خبیث کو نکالیں گے آپ ابھی اور اسی وقت "دریاب تو"

جلال سے پاگل ہوا اٹھا تھا۔اس وقت وہ دونوں دریاب کے کمرے میں ہی تھے۔

"!خاموشی سے بیٹھو۔۔"

کیسے بیٹھ سکتا ہوں جب وہ درندہ زرتشہ کو لینے آگیا ہے۔۔"بھائی کے اطمینان پر"

"وہ احتجاجاً چیخ اٹھا۔"آپ اسے دفع کریں ورنہ میں جان لے لوں گا اسکی۔۔

اگر اسی طرح چیختے چلاتے رہے۔۔زرتشہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس خبیث کے"

ساتھ روانہ ہو جائے گی۔۔"اسکے مشتعل ہونے پر اسفندیار نے اسے تنبیہی

نگاہوں سے دیکھتے حقیقت کا آئینہ دیکھا تو وہ ایک پل کے لیے اپنی جگہ کھڑا رہ گیا

مگر اگلے پل بیڈ پر ڈھیر ہوتا سر تھام گیا۔

میں اب نہیں کھو سکتا لالا اسے۔۔"شدتِ جذبات سے اسکی آواز بھاری ہو گئی"

تھی۔اس بار اسفندیار کچھ نہ بولا تھا۔بھائی کا شریکِ راز تھا وہ۔مگر کوئی امید کوئی

ڈور بھی تھمانا نہیں چاہتا تھا۔کیونکہ فیصلے کا تمام اختیار زرتشہ کو حاصل تھا۔بھائی کا

کندھا تھپکتا اسکے کمرے سے نکل گیا تھا۔ نیچے بریال ابا صاحب اور تائی وغیرہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ مگر اسکا رخ زرتشہ کے کمرے کی جانب تھا۔ جہاں روشینا اور مہزلہ پہلے ہی موجود تھیں۔

"میں اس ذلیل انسان کو چھوڑوں گی نہیں۔۔ اسکی ہمت بھی کیسے ہوئی دوبارہ تمہارے بارے میں سوچنے کی۔۔؟" وہ دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ مہزلہ کی غصیلی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ اور دروازہ دھکیلتا اندر داخل ہو گیا۔

"تم بیچ میں نہیں بولو گی۔۔۔!" اسکی آواز پر تینوں ماں بیٹی بے اختیار دروازے کی سمت پلٹیں تھیں۔ مہزلہ نے ماتھے پر بل لیے اسکی جانب دیکھا تھا اور قریب چلی آئی۔

"میری بہن ہیں آپا۔۔ کیوں نہیں بولوں گی میں۔۔؟ اور جو گھٹیا حرکت وہ کر چکا ہے۔۔ اس کے بعد میں اپنے ہاتھوں سے جان لوں گی اسکی۔۔" وہ تو غصے سے بپھر اٹھی تھی۔ اس ذلیل انسان کی ہمت پر حیران تھی وہ تو۔ زرتشہ اور روشینا دونوں ہی اسکے لب و لہجے پر گھبرا تیں اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔

مہزلہ۔۔!" روشینا نے اسے ٹوکا تھا۔ اسفند یار نے ایک نظر نم آنکھیں لیے کھڑی زرتشہ کو دیکھا تھا۔ اور لب بھینچ گیا۔

کیا مہزلہ۔۔؟ اگر آپ حساب نہیں لیں گی تو میں لوں گی کسی کو نہیں چھوڑوں گی۔۔"

بس۔۔!!! کیا کہہ رہا ہوں میں تم سے۔۔ خاموش رہو یا کمرے میں جاؤ۔۔" اس بار اسفند یار ڈپٹ کر سخت لہجے میں بولا تھا۔ اسکی تیز زبان کا اب تک کوئی حل نہ نکل سکا تھا۔ جبکہ مہزلہ اپنی بات کے یوں رد کیے جانے پر جلتی سرخ نگاہوں سے اسکی تنبیہہ کرتی نگاہوں میں گھورنے لگی۔

میں کیوں جاؤں۔۔؟ میں اپنی بہن سے بات کر رہی ہوں جسے مسئلہ ہے وہ چلا جائے۔۔" اس بار وہ سرخ چہرہ لیے انتہائی بدتمیزی سے بولی تھی۔ روشینا نے بے چینی کے عالم میں پریشان کھڑی زرتشہ کو اور پھر بیٹی کو گھورتے اسفند یار کو دیکھا۔ یقیناً اسفند یار اسکا دماغ سیٹ کرنے والا تھا۔

شٹ اپ۔۔! تمہارے جنگجو مشورے صرف زرتشہ کا دماغ خراب کریں گے اس لیے بہتر یہی ہے انہیں اپنے تک محدود رکھو۔۔" دانت پر دانت جمایا انتہائی

ضبط سے کہتا مہزلہ کی آنکھیں غصے و بے بسی سے نم کر گیا تھا۔ وہ اس پل اسے اپنا سب سے بڑا مخالف اور سخت زہر لگا تھا۔

"میں کیوں جاؤں۔۔؟ میں اپنی بہن سے بات کر رہی ہوں جسے مسئلہ ہے وہ چلا جائے۔۔" اس بار وہ سرخ چہرہ لیے انتہائی بدتمیزی سے بولی تھی۔ روشینا نے بے چینی کے عالم میں پریشان کھڑی زرتشہ کو اور پھر بیٹی کو گھورتے اسفندیار کو دیکھا۔ یقیناً اسفندیار اسکا دماغ سیٹ کرنے والا تھا۔

شٹ اپ۔۔! تمہارے جنگجو مشورے صرف زرتشہ کا دماغ خراب کریں گے" اس لیے بہتر یہی ہے انہیں اپنے تک محدود رکھو۔۔" دانت پر دانت جمایا انتہائی ضبط سے کہتا مہزلہ کی آنکھیں غصے و بے بسی سے نم کر گیا تھا۔ وہ اس پل اسے اپنا سب سے بڑا مخالف اور سخت زہر لگا تھا۔

آپ مجھے اس طرح بے دخل نہیں کر سکتے یہ میری بہن کی زندگی کا معاملہ " ہے۔۔" حلق میں اٹکتا کڑوا گولہ اندر اتارتی غصیلے لہجے میں بولی تھی۔

ایگزیکٹلی۔۔یہ اسکی زندگی ہے۔۔اس لیے فیصلے کا حق بھی اسے ملے"

گا۔۔"اسفندیار کا لہجہ دوٹوک اور سخت تھا۔روشینا مہزلہ کے نزدیک آتیں اسے اسفندیار سے کچھ فاصلے پر کر گئیں تھیں۔

تم چپ رہو۔۔چھوٹی ہو ابھی تم۔۔!"ماں کے مدھم لہجے میں کہی بات پر" مہزلہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

میری شادی کرتے وقت تو یہ نہیں سوچا تھا کہ چھوٹی ہوں ابھی میں۔۔!"وہ تو" ماں کے جواز پر تنک ہی گئی۔یعنی اتنے پہاڑ اس پر اس کم عمری میں ٹوٹ چکے تھے اسکے بعد بھی اسے کسی تجربے کی ضرورت تھی۔۔؟

رہنے دیں چچی۔۔آپ اسکی گز بھر کی زبان سے نہیں جیت"

سکتیں۔۔"اسفندیار خشمگین لہجے میں کہتا زرتشہ کی سمت بڑھ گیا تھا۔جبکہ مہزلہ آنکھوں میں سرخی لیے ماں کا ہاتھ چھڑاتی کمرے سے نکل گئی۔دروازہ دھاڑ سے بند ہونے کی آواز پر اسفندیار نے بس ایک ضبط بھری نگاہ دروازے پر ڈالی اور زرتشہ کی جانب متوجہ ہو گیا۔

بیٹھو یہاں۔۔"صوفے پر اپنے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سر جھکاتی اپنے آنسو ضبط کرتی بیٹھ گئی۔

"دیکھو زرتشہ یہ زندگی تمہاری ہے۔۔اسکا فیصلہ بھی تم کرو گی۔۔مگر یہ بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہے۔۔نیچے بریال تمہارا منتظر بیٹھا ہے۔۔مگر اسکا مطلب یہ نہیں تم اس سے ملو ہی ملو۔۔میں بڑا بھائی ہوں تمہارا۔۔اور تمہارے ساتھ ہوں جو فیصلہ تم کرو گی وہی ہو گا۔۔"اس نے زرتشہ کے سر پر ہاتھ رکھتے مشفیق لہجے میں کہا تھا۔روشینا کی آنکھیں ضبط کے باوجود بھر آئیں تھیں۔زندگی میں پہلی بار کوئی ان کے لیے اور انکی بیٹیوں کے لیے کھڑا ہوا تھا۔انکا سہارا بنا تھا۔زرتشہ سسکیاں بھرنے لگی۔

"مج۔۔مجھے نہیں معلوم لالا۔۔۔میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔"

"ڈرنے کی ضرورت نہیں۔۔کوئی کچھ نہیں کہے گا۔۔اگر تم اسکی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتیں ایسا ہی ہو گا۔۔"زرتشہ نے آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھا تھا۔

"م۔ممگر لالا ابا صاحب۔۔؟"

مجھے دے دو فیصلے کا اختیار۔۔!" اسکے خوف کی وجہ وہ بخوبی سمجھ گیا تھا۔ زرتشہ نے اسکی بات پر بے حد ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ بڑے بھائی ہیں لالا۔۔ مجھ سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں آپکو۔۔ مجھے یقین ہے آپ میرے لیے بہترین فیصلہ لیں گے۔۔" اسکے مان پر اسفندیار سر تھپکتا اٹھ گیا۔

"تم نے مجھے مان دیا ہے۔۔ بے فکر ہو جاؤ زرتشہ تمہارا لالا یہ ٹوٹنے نہیں دے گا۔۔" وہ دروازے کی سمت پلٹ رہا تھا جب اسکی نگاہ تشکر بھری نظروں سے دیکھتیں روشینا سے جا ملی تھی۔ اسے بے اختیار ان کا احساس ہوا تھا۔ کس بے بسی کی زندگی گزار رہیں تھیں۔ کہ بیٹی کے لیے آواز اٹھانے تک کا اختیار نہ تھا۔

"فکر نہ کریں۔۔ میں سنبھال لوں گا۔۔" اسکے مضبوط لہجے پر وہ آنسو پونچھتیں سر اثبات میں ہلا گئیں تھیں۔

****

اسفند یار اور روشینا سیڑھیوں کی سمت آئے تو مہزلہ انہیں لاؤنج میں بے چینی سے مارچ کرتی نظر آگئی تھی۔اس نے ماں کی جانب دیکھا تھا۔اور اسفند یار کو مکمل نظرانداز کر دیا۔ جبکہ زرتشہ کو ساتھ نہ دیکھ اسکے دل کو کچھ اطمینان ہوا تھا۔

"آپا کہاں ہے۔۔؟"

"وہ کمرے میں ہے۔۔ تم اسکے پاس جاؤ۔۔"

کیوں۔۔میں بھی نیچے چلوں گی آپکے ساتھ۔۔"اس نے تیوری پر بل ڈالتے" کہا تھا۔اسفند یار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا تھا۔جو اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

خاناں آپ چلیں۔۔میں آرہی ہوں۔۔"اسفند یار سر ہلاتا سیڑھیاں اتر گیا" تھا۔جبکہ روشینا نے اسے کہنی سے تھام لیا۔

"بہت بدتمیزی ہو چکی مہزلہ۔۔اب میری برداشت ختم ہو رہی ہے۔۔"

وہ تو میری ختم ہو رہی ہے۔۔کیا کھچڑی پکائی ہے آپ لوگوں نے مل کر۔۔میں" آپا کو اس جہنم کدے میں نہیں بھیجوں گی۔۔سنا آپ نے۔۔۔"اور کہنی چھڑاتی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی۔روشینا بھی اسی کے پیچھے لپکیں تھیں۔وہ جانتی تھیں

یہ غصے کی کتنی تیز تھی۔اور نیچے جا کر کیا کچھ کر سکتی تھی۔دونوں نیچے آئیں تو سبھی اپنی اپنی نشستیں سنبھالے ہوئے تھے۔ابا صاحب نے بریال اور پھپھی کو اپنے دائیں بائیں بٹھایا ہوا تھا۔تبانہ کے ساتھ دریاب لب بھینچے بیٹھا تھا۔جبکہ زمدہ ماں کے پاس سے اٹھتی اسفندیار کے برابر میں آبیٹھی تھی۔

روشینے بریال کو کچھ بات کرنی ہے تم سے اور زرتشے سے۔۔"ابا صاحب نے" ایک نگاہ سرخ چہرہ لیے کھڑی مہزلہ پر ڈالتے روشینا مخاطب کیا تھا۔

کس سلسلے میں ابا صاحب۔۔؟"روشینا نے لہجے کو متوازن ہی رکھا تھا۔اور" بریال کی جانب دیکھا جو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ماسی۔۔میں کچھ باتیں کلیر کرنا چاہتا ہوں آپ سے اور زرتشہ سے۔۔"

سب کچھ واضح ہے بریال۔۔اب مزید کیا واضح کرنا ہے۔۔؟"آج وہ بیٹی" کے لیے خاموش نہ رہ سکیں تھیں۔آج انہیں بولنا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔۔بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔۔انہیں ہی کلیر۔۔"

غلط فہمی۔۔؟میری آپا کو مارنا غلط فہمی ہے۔۔؟" مہزلہ سے مزید چپ نہ رہا" گیا۔اور نفرت سے اسکا شریف مکھوٹا چڑھا چہرہ دیکھا۔جبکہ اسکے بولنے پر تمام افراد کے چہرے پر تیزی سے ناگواری سمٹ آئی تھی۔

لڑکی اپنا منہ بند رکھو۔۔!!"ابا صاحب دھاڑے تھے۔اسفندیار جبڑے" بھینچتا اٹھا کھڑا ہوا۔ایک نظر پلٹ کر مہزلہ کو دیکھا تھا۔اور اس کے لیے وہی نظر کافی تھی۔اور پھر بریال کے مدمقابل آگیا۔زمدہ فوراًان دونوں کے پاس آئی تھی۔

کیوں ابا صاحب۔۔؟کیا غلط کہہ رہی ہے۔۔؟کس بات کی وضاحت دے" گا۔۔کتنی ماروں کی وضاحت دے گا۔۔یا یہ چاہ رہا ہے میں اسے اتنا ہی ماروں جتنا یہ اس شادی کے عرصے میں زرتشہ کو مار چکا ہے۔۔؟"قہر آلود تاثرات لیے وہ دیکھ بریال کی آنکھوں میں رہا تھا مگر مخاطب ابا صاحب سے تھا۔

ایسا نہیں ہے۔۔میرا بریال ایسا نہیں۔۔بس کبھی کبھی ہاتھ اٹھ جاتا ہے غصے" میں۔۔اور وہ شرمندہ ہے خاناں۔۔" پھپھی فوراًطرف داری میں آگئی تھی۔

"میں واقعی شرمندہ ہوں اپنے کیے پر۔۔اور اسی لیے یہاں آج زرتشہ سے بات کرنے اسے واپس لے جانے آیا ہوں۔۔" بریال خلافِ معمول ندامت بھرے لہجے میں بولا تھا۔ مہزلہ کے چہرے پر تنفر سا پھیل گیا۔

"یہ تو ممکن نہیں۔۔" دونوں ہاتھ پشت پر لپیٹتا اسفندیار قطیعت سے بولا تھا۔

"خاناں۔۔! یہ میاں بیوی کا معاملہ ہے۔۔" اباصاحب نے پہلو بدلتے اسے ٹوکا تھا۔

"نہیں اباصاحب اب یہ میاں بیوی کا نہیں بلکہ زرتشہ کے بھائی اور اس کا معاملہ ہے۔۔"

"تم مجھے نہیں روک سکتے اس سے ملنے سے وہ بیوی ہے میری۔۔" دریاب پر جلال نگاہوں سے اسے دیکھتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیوی سمجھتے تو آج حالات اس نہج پر نہ پہنچتے۔۔" دریاب کی پر جلال آواز پر سبھی نے ٹھٹھکتے اسکی سمت دیکھا تھا۔ جو آج پہلی بار اس معاملے میں بولا تھا۔

"بیٹھ جاؤ دریاب۔۔! میں بات کر رہا ہوں۔۔اور تم۔۔! کان کھول کر سن لو زرتشہ تمہارے ساتھ جانا تو دور بات بھی نہیں کرے گی۔۔ سمجھ

آئی۔۔!!"اس نے انتہائی سرد اور دوٹوک لہجے میں بات مکمل کی تھی۔ بریال نے شکایتی نظروں سے اباصاحب کی جانب دیکھا جو خود سرخ چہرہ لیے بیٹھے تھے۔

مجھے تم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔۔زرتشہ۔۔۔!"بریال نے بلند" آواز میں اسے پکارا تھا۔

"وہ نہیں آئے گی۔۔ چیخنے کا فائدہ نہیں۔۔"

"مگ۔۔ مگر خان۔۔ پلیز آپ ایک موقع۔۔"

زمدہ اگر میرے بجائے تم اسکی طرفدار ہو تو خاموش رہو۔۔کیونکہ آج کسی کا" لحاظ نہیں کروں گا میں۔۔"اسفندیار اسے تنبیہ کرتا سانپ سنگھوا گیا جبکہ بریال شدید اشتعال میں کھڑا تھا۔

اسفندیار میں اپنا اور زرتشہ کا معاملہ تمہاری عدالت میں حل کرنے نہیں" "!!آیا۔۔ میں ڈائریکٹ اسی سے بات کروں گا۔۔

اچھا۔۔۔؟اور اگر زرتشہ نے ہی مجھے فیصلے کا اختیار دے دیا ہو" پھر۔۔؟"اسفندیار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسکی سرخ ہوتی شکل دیکھی

تھی۔ جبکہ سب کی نگاہیں بے اختیار ہی روشینا کی سمت اٹھی تھیں۔ یہاں تک کہ مہزلہ کی بھی۔ اسکی آنکھوں میں بھی باقی سب کی طرح بے یقینی تھی۔

جی ہاں۔۔ زرتشہ نے خاناں کو ہی فیصلے کا اختیار دیا ہے۔۔ "روشینا کے لہجے میں" ایک مضبوطی سی تھی۔ جسے کسی اور نے تو محسوس کی ہو نہ کی ہو مگر اپنی جگہ بیٹھے بہرام خان نے ضرور کی تھی۔ انکے دل و دماغ میں ایک طوفان سا اٹھنے لگا تھا۔ جو کچھ پچھلے چند مہینوں سے حویلی میں ہوتا آرہا تھا۔ وہ ان کے اصولوں کے میناروں کو ہلا رہا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ یہ ستونیں گر جاتیں انہیں قدم اٹھانا تھا۔ وہ اپنے اباواجداد کے اصولوں کو ان ماں بیٹیوں کے پیر کی جوتی نہیں بننے دے سکتے تھے۔

یہ تینوں ان کے پوتے کی آڑ میں اپنے کام نکال رہیں تھیں۔ انکے خون میں شرارے سے دوڑنے لگے تھے۔ آج انہی لوگوں کی وجہ سے انکے وارث آمنے سامنے کھڑے تھے۔

اب مجھے یقین ہے تم اپنی اوقات میں رہو گے۔۔۔ اور دوبارہ یوں دھڑلے" سے زرتشہ سے بات کرنے نہیں آؤ گے۔۔ اور دوسری بات۔۔ !"اسفندیار کے

چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی۔"خان ہوں میں تم سب کا۔۔۔سردار ہوں۔۔آئندہ یوں اونچی آواز میں میرے سامنے بولنے کی کوشش کی وہیں گاڑھ دوں گا۔۔۔!!!"لاؤنج میں موت کا سا سناٹا طاری کرتا وہ نکل گیا تھا۔

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔وہ کمرے میں داخل ہوا تو زمدہ فون پر مصروف تھی۔اسکے کمرے میں داخل ہونے پر کال کاٹ گئی تھی۔جبکہ کچھ حیرت سے اسفندیار کی جانب دیکھا تھا۔

میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہی خان۔۔؟آج آپ خود 'ہمارے' کمرے میں" آئے ہیں۔۔؟"اپنی جگہ سے اٹھتی بڑی تلخی سے بولی تھی۔اسفندیار نے موبائل اور والٹ ٹیبل پر رکھتے اسکی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب۔۔؟"

مطلب۔۔؟اب کہاں آپکو میری باتوں کے مطلب سمجھ آئیں گے۔۔جب" اس کمرے کی جانب رخ کرنے کو ہی دل نہیں کرتا۔۔"اسفندیار کی آنکھوں میں اس بار ناگواری ابھر آئی تھی۔

میرے سر میں پہلے ہی درد ہے زمدہ۔۔مزید مت بڑھاؤ۔۔"بیڈ پر ڈھیر ہوتا" کنپٹیاں مسلنے لگا۔

کل ساری رات میں نے آپ کا انتظار کیا۔۔اپنی کنڈیشن کا بھی خیال نہ کیا آپکا" انتظار کرتی رہی۔۔"اسفندیار نے آنکھیں وا کرتے نم آنکھیں لیے کھڑی زمدہ کو دیکھا۔اور ایک پل کے لیے چونکا تھا۔" مگر آپ۔۔آپ کو میری پرواہ نہیں تھی۔۔آپ میرے پاس نہیں آئے حالانکہ میں نے التجا بھی کی تھی مگر آپ اس۔۔اس کے پاس چلے گئے۔۔!!کیوں خان کیوں۔۔؟"وہ پاگلوں کی طرح روتی بیڈ پر گرسی گئی۔اسفندیار نے لب بھینچتے اسے دیکھا تھا۔

زمدہ۔۔!بچوں جیسی باتیں مت کیا کرو۔۔شاید تم بھول رہی ہو۔۔میں اسکے" پاس تین دن جبکہ تمہارے پاس چار دن ہوتا ہوں۔۔!اسکے باوجود بھی شکایت کر رہی ہو۔۔؟"زمدہ نے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

مگر آپکا دل تو ان چار دنوں میں بھی وہیں اٹکا رہتا ہے۔۔کیا میں اندھی" "___ہوں۔۔۔؟آپ اسکی قربت کے متمنی ہیں جبکہ مجھ سے بھاگ

شٹ اپ۔۔۔!"اسفندیار اسے ٹوکتا جبڑے بھینچ گیا۔"بیوقوفی کی باتیں بند کرو۔۔! ایسا کیا اس کے لیے کیا ہے۔۔جو تمہارے لیے نہیں کیا۔۔جواب دو۔۔؟"

"کیوں کیا آپ اسکی بدزبانیاں برداشت نہیں کرتے۔۔؟ کیا آپ نے درخنے کے معاملے میں اسکا ساتھ نہیں دیا۔۔؟ کیا اسے نوازشات سے نہیں نواز رہے۔۔؟اس نے ابا صاحب سے منہ در منہ ہو کر بدتمیزی کی اس سے تب بھی سوال نہیں کیا گیا اور آج۔۔!"اس نے شدید طیش میں کہتے آنسو رگڑے۔"آج اسکی وجہ سے میرا لالا بے عزت ہوا۔۔کیا انہیں معافی کا ایک حق بھی نہیں۔۔؟"اسفندیار آنکھیں سکیڑا اسکی شکایات سن رہا۔

"اسکی بدزبانیوں کا سبب جانتا ہوں اور ناجائز بات کرتی ہے تو دماغ بھی درست کر دیتا ہوں۔۔اور درخنے کے معاملے میں اسے بیچ میں مت لاؤ وہ ابا صاحب کے سامنے بھی اسی وجہ سے بولی ہے۔۔ہر معاملے میں تم سب جو اسے گھسیٹ کر لے آتے ہو اسکی بدزبانیوں کی یہی وجہ ہے۔۔وہ تمہارا خبیث بھائی اسکے ایک ایک رنگ سے واقف ہوں میں۔۔آج اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہی پہچان گیا تھا

وہ زرتشہ کے لیے نہیں آیا تھا۔۔" زمدہ کے چہرے سے ایک پل کے لیے رنگ غائب ہوئے تھے۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟"

وہ صرف پھپھی کے فورس کرنے پر آیا تھا۔۔ نادم لوگوں کے چہرے ہی الگ" ہوتے ہیں زمدہ بی بی۔۔" اسکے معنی خیز طنز پر زمدہ کے منہ میں جیسے الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے۔

اور کونسی نوازشات۔۔؟" اس بار بڑے سخت لہجے میں بولا تھا۔ زمدہ نے نم" آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔" وہ چند چیزیں جواب وہ پہنی نظر آرہی ہے۔۔ تم اسکی بات کر رہی ہو۔۔؟ مجھے تم سے اتنی کم ظرفی کی توقع نہیں تھی زمدہ۔۔ خود کو دیکھو۔۔ اس سے کئی گنا زیادہ نعمتیں تمہاری جھولی میں ہیں۔۔ مگر تم اسکی مختصر سی چیزوں پر حسد کر رہی ہو۔۔!!!" اسفندیار بڑے تاسف بھرے انداز میں بولا تھا۔ جیسے زمدہ سے ایسی گھٹیا باتوں کی توقع نہ تھی۔ مگر زمدہ۔۔! اسکی تو سوئی ہی مہزلہ سے نفرت پر اٹکی تھی۔ وہ تو غاصبوں میں سے تھی اسے تو اپنے خزانوں کے بعد بھی مہزلہ برلاس کی وہ مختصر سی خوشیاں چاہیئے تھیں۔

اور اگر میں کہوں میری سب سے قیمتی چیز وہ چرا گئی ہے پھر۔۔؟" کھوئے کھوئے لہجے میں کہتے اسفندیار کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ایک پل کے لیے نا سمجھی سی ابھری تھی۔ مگر جب مفہوم سمجھ آیا۔ وہ ایک پل کے لیے بلکل بلینک رہ گیا۔ اسکے دل و دماغ میں فل وقت کوئی جملہ اسکی تسلی یا تردید کے لیے نہیں ابھرا تھا۔ اسکا دماغ تو زمدہ کی بات پر اٹک گیا تھا۔ جبکہ دل۔۔؟ اسکی جانب سے کوئی جواب نہ آیا تھا۔

پھر وہی فضول باتیں۔۔ زمدہ بچی نہیں ہو تم۔۔ ماں بننے والی ہو۔۔ اللہ اولاد " دے رہا ہے اور چھوٹی چھوٹی باتیں دل پر لے رہی ہو۔۔ تم دونوں میری بیویاں ہو۔۔ اور دونوں ہی میرے لیے اہم ہو۔۔ میں نہ تمہارے ساتھ ناانصافی کروں گا نہ اسکے ساتھ۔۔" اسکا ہاتھ تھامتا نرمی سے بولا۔

"اور محبت۔۔؟"

محبت۔۔؟" اسفندیار نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ "وہ تو میں سب سے کرتا" ہوں۔۔ تم سے۔۔ مورے سے۔۔ اباصاحب سے۔۔ کیا میرا عمل تمہیں اس بات کا یقین نہیں دلاتا۔۔؟" اسکے گھمبیر لہجے میں کہنے پر زمدہ کی آنکھیں یکدم

ہی خوشی سے جیسے جھلملا اٹھیں تھیں۔بے اختیار اسکے نزدیک ہوتی سینے سے لگ گئی۔اسفندیار کی فہرست میں 'وہ' کہیں نہ تھی۔

"اور وہ۔۔۔؟"

اگر اسے شامل ہونا ہے اس لسٹ میں تو میرا دل جیت لے۔۔اسے بھی شامل کرلوں گا۔۔"نجانے کیوں ایک مبہم سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر آکر معدوم ہوئی تھی۔ذہن کے پردے پر کل رات کے منظر گھوم گئے تھے۔کل زندگی میں پہلی بار وہ لڑکی اس پر کھلی تھی۔اسے اپنی ذات کا خفیہ پہلو دکھایا تھا۔

****

میم میں بہت شرمندہ ہوں آپ نے مجھے کال کر کے بتایا۔۔۔"وہ فرسٹ فلور" پر لاؤنج میں بیٹھی اپنا پڑھ رہی تھی۔جب پروفیسر آمنہ کی اسے کال آگئی تھی۔پچھلے ایک ہفتے وہ کالج نہ جا سکی تھی۔جس کی وجہ سے کام کا لوڈ بہت بڑھ گیا تھا۔وہ دوستوں سے لے کر کام کمپلیٹ کر رہی تھی۔مگر اب سیمسٹر اگزام سر پر آن پہنچے تھے۔اور یہی بتانے کے لیے میم نے اسے کال کی تھی۔گھبراہٹ میں مبتلا ہوتی جگہ سے اٹھتی لاؤنج میں مارچ کرنے لگی۔

جی۔۔جی میم میرا تمام کام کمپلیٹ ہے۔۔میں انشاءاللہ کل ہی آکر سب سبمٹ" کروادوں گی۔۔"لب کاٹتی سیڑھیوں کے پاس آرکی تھی۔اسکا تو دل حلق میں آیا ہوا تھا۔سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔"جی میم۔۔وہ گھر میں کچھ پرابلم چل رہی ہے۔۔"مگران کے اگلے سوال پر وہ ٹھہر گئی تھی۔

درخنے۔۔؟وہ۔۔اس۔۔اسکی کچھ طبیعت صحیح نہیں انشاءاللہ وہ بھی جلد" آجائے گی۔۔۔"اسکا دل درخنے کے ذکر پر اداسی سے بھرنے لگا۔وہ کبھی اسکے بغیر پڑھی ہی نہ تھی۔دونوں پکی ساتھی تھیں۔اس وقت اسے شدت سے درخنے کی یاد آئی تھی۔ابھی وہ بات ہی کر رہی تھی۔جب اچانک ہی کسی نے اسے عقب سے آکر دھکا دیا تھا۔اسکے لبوں سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔اور موبائل ہاتھ سے چھوٹا سیڑھیوں سے پھسل کر نیچے جارہا تھا۔اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں پھسلنے سے بچنے کے لیے دوسری سیڑھی پر ہی ریلنگ تھام لی۔مگر جو وجود اسکے پیچھے تھا وہ ایسا لڑکھڑایا تھا کہ تھامنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔اور بھیانک چیخوں کے ساتھ لڑھکتا ہوا سیڑھیوں کے نیچے جارہا تھا۔حواس باختہ سی مہزلہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس خوفناک منظر کو دیکھتی رہ گئی تھی۔اسے اس وجود کو

گرنے سے بچانے کا موقع تک نہ مل سکا تھا۔پوری حویلی میں خوفناک دل

چیخیں گونج اٹھیں تھیں۔ دہلادینے والی

****

دوپہر کے تین بج رہے تھے۔اسفندیار اس وقت ڈیرے پر جرگے کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھک میں بیٹھا تھا جب اسے دریاب کی کال موصول ہوئی تھی۔آج وہ صبح سے ہی جرگے کے معاملات میں الجھا تھا۔کیونکہ اتنے دن کی غیر حاضری نے بہت سے فیصلے روک رکھے تھے۔

"ہاں دریاب بولو۔۔؟"

لالا۔۔!کہاں ہیں آپ اس وقت۔۔؟"دریاب کی انتہائی سنجیدہ آواز اسپیکر پر" ابھری تھی۔اسفندیار کی چھٹی حس نے اسے ایک لمحے میں الرٹ کیا تھا۔

"ڈیرے پر۔۔سب خیریت ہے۔۔؟"

ہاسپٹل پہنچ جائیں فوراً۔۔ ہم یہیں ہیں۔۔!"اسفندیار بے اختیار جگہ سے اٹھا" تھا۔ارد گرد بیٹھے افراد نے چونک کر اسے دیکھا تھا مگر وہ سب کو نظر انداز کرتا حال نما کمرے سے باہر نکل گیا۔خوشحال خان بھی تیز قدموں سے اسکے پیچھے لپکا تھا۔

"کون ہے ہاسپٹل میں۔۔؟"

آپ پہنچیں فوراً۔۔ میں سب بتادوں گا آپکو۔۔!"ہاسپٹل کا نام بتاتا وہ رابطہ" منقطع کر گیا تھا۔جبکہ اسفندیار کے تو جیسے دل و دماغ میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔"گاڑی نکالو جلدی۔۔!!"اسکی دھاڑ پر سارے گارڈز حرکت میں آ گئے تھے۔اور اگلے پانچ منٹ کے اندر اندر ان کی گاڑیاں ٹیڑھے میڑھے راستے طے کرتیں شہر کی پکی سڑکوں پر دوڑ رہیں تھیں۔

****

صاحب آپکی چائے۔۔!"گلریز لاؤنج میں بیٹھا۔فون پر گفتگو میں مصروف" تھا۔جب ملازمہ نے اسکی چائے ٹیبل پر لا کر رکھی تھی۔اس نے موبائل سے نگاہ اٹھاتے ایک نظر ملازمہ کو اور پھر کچن کے دروازے کو دیکھا۔

"درخنے کہاں ہے۔۔؟"

وہ صاحب جی۔۔بی بی جی کو بڑا بخار چڑا ہے۔۔وہیں باورچی خانے میں سر" "پکڑے بیٹھی ہیں۔۔

بلا کر لاؤاسے۔۔"لب بھینچتا واپس موبائل کی سمت متوجہ ہو گیا۔کچھ دیر" بعد ملازمہ کے ساتھ آسمانی رنگ کے ملگجے سے لباس میں ملبوس بکھرے بالوں پر دوپٹے اوڑھی۔سرخ چہرہ اور متورم آنکھیں لیے درخنے چلی آئی تھی۔گلریز نے دوانگلیاں لبوں پر رکھتے اسکا سر سے پیر تک جائزہ لیا تھا۔اور نظروں سے ہی اپنے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ جھجھکتی دوپٹے کا کنارہ مٹھی میں دباتی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

کیا بات ہے۔۔؟"اس کے سوال پر درخنے نے کچھ ناسمجھی سے اسے دیکھا" تھا۔"نہیں مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔۔؟کیا چاہ رہی ہو۔۔؟واپس بھجوا دوں۔۔؟"گلریز بڑے بے لچک لہجے میں بولا تھا۔اور اسکے چہرے پر وحشتیں سی پھیلنے لگیں۔کیا اب وہ واپس جاسکتی تھی۔۔؟کیا اب کوئی راستہ بچا تھا اسکے پاس۔۔؟جاتی بھی تو کس منہ سے۔۔؟

"بولو۔۔؟"

نہ۔۔ نہیں۔۔!"لہجہ خود بخود ہی بھرا گیا تھا۔"

تو پھر یہ سوگ۔۔ یہ بیماری۔۔ کس لیے۔۔؟"درخنے کی آنکھوں سے تیزی سے آنسو گرنے لگے اسے نہیں معلوم تھا وہ کیا جواب دیتی۔"یا تم یہ ثابت کرنا چاہ رہی ہو کہ میں یہاں زدوکوب کر رہا ہوں تمہیں تاکہ تم کیس کر سکے مجھ پر۔۔؟"اس بار لہجہ ناگواری بھرا تھا۔

مم۔۔ میں نے کب ایسا کہا۔۔؟اور مجھے یہی کرنا ہوتا تو اسی دن۔۔۔لالا۔۔اور ابا صاحب کے سامنے بھی کر سکتی تھی۔۔"اسکی گہری براؤن آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔اور گلریز نجانے کیوں بے چین سا ہو گیا۔

مگر اسکا مطلب یہ نہیں تم سارا دن ایک کونے میں پڑی رہو۔۔۔میں نے دیکھا تھا رات کو تمہیں بخار تھا مگر اتنا نہیں۔۔ میڈیسن پڑھ رہی ہو مگر ایک گولی نہیں لے سکتیں۔۔"وہ ڈپٹ کر بولا تو درخنے کا چہرہ تپ اٹھا تھا جبکہ سر خود بخود جھک گیا۔"اب اگر تمہیں بخار تھا تو تمہیں خود خیال کرنا چاہیے۔۔میں اتنا عظیم نہیں ہوں کہ ڈاکٹر کے پاس لے جاتا پھروں۔۔"

مم۔۔میں میڈیسن لے لوں گی۔۔"لب تر کرتی جگہ سے اٹھ گئی۔اس شخص" کی نظریں اسے گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھیں۔

بیٹھو واپس۔۔!"اسے فرار کے راستے ڈھونڈتا دیکھ واپس بیٹھنے کا اشارہ" کر گیا۔درخنے لب کاٹتی بادل نخواستہ بیٹھ گئی۔

دیکھو میں جانتا ہوں یوں سب اچانک وہ بھی زبردستی جو کچھ تمہارے ساتھ" ہو گیا اسے قبول کرنا آسان نہیں ہے۔۔مگر یہ جان لو تم میرے حقوق پورے کر رہی ہو تو شوہر ہونے کا فرض میں بھی جہاں تک ہو سکا نبھاؤں گا۔۔اب بیوی ہو میری اس لیے حقیقت کو تسلم کرو"درخنے اسکے الفاظ پر شرم وحیا کے ساتھ تحیر میں بھی مبتلا ہو گئی تھی۔"مجھے معلوم ہے تمہاری شادی تمہارے کزن سیال خان سے طے تھی۔۔مگر کچھ منگنیاں ٹوٹنے کے لیے ہی ہوتی ہیں۔۔جیسے میری اور مہرلہ کی۔۔ویسے ہی تمہاری اور سیال کی۔۔"اسکا انداز اس بار بڑا جتاتا ہوا تھا۔اور درخنے لب بھینچتی نظریں پھیر گئی۔"کہنے کا مقصد یہ ہے۔۔اپنے ٹراما سے جلد نکل آؤ۔اور اس گھر کی ذمے داریاں سنبھالو۔۔میں بس چند دن کی

مہلت دے رہا ہوں۔۔وہ بھی صرف اس لیے کہ تمہاری برائی کبھی سننے میں نہیں آئی۔۔ورنہ وہ تمہارے بھائی کی بیوی کیا نام ہے اسکا۔۔؟"

"زمدہ۔۔!"

"ہاں۔۔شکل سے ہی شاطر اور چالباز لگتی ہے۔۔"درخنے لب بھینچی بیٹھی رہی۔اسکے پاس چپ بیٹھے رہنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔بلکہ اب اسکی زندگی کا ہی کوئی چارہ نہ تھا۔تمام عمر بس اسی شخص کی قید میں گزارنی تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں۔۔"اس نے چونکتے اسکی سمت دیکھا جو خشمگین نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ ایکدم سہم گئی۔

"جی۔۔؟"

"تمہارا موبائل کہاں ہے۔۔؟"

"میرا موبائل۔۔؟"اسکے ذہن میں ایک بار پھر وہی دن گھوم گیا۔جب گلریز کے نقاب پوش اسے کالج کے ویران کاریڈور سے اٹھا کر لے گئے تھے۔

"بیگ۔۔بیگ میں۔۔"

"اچھا۔۔وہ گاڑی میں ہے۔۔میں نکلوا دوں گا۔۔"

جی۔۔؟"اس بار وہ شاکڈ ہی تو رہ گئی تھی۔ کیونکہ جب سے یہاں آئی تھی۔اس نے موبائل دیکھا بھی نہ تھا۔

"ایسے حیرانی سے نہ دیکھو۔۔میں تمہارے اس ذلیل بھائی کی طرح جلاد نہیں ہوں۔۔ایک سیدھا سادہ انسان تھا یہ سب کرنے پر اسی نے مجبور کیا ہے مجھے۔۔۔"درخنے کی آنکھوں میں ناگواری سے ابھر آئی۔

"___آآپ۔۔نے آپ نے میرے بابا کا قتل"

"جملہ مکمل مت کرو درخنے ورنہ ساری نرمی بھول جاؤں گا۔۔"گلریز اسے ٹوک گیا۔ مگر اسکے آنسو بھلا رک سکتے تھے۔۔؟

"میں نے تمہارے باپ کا قتل نہیں کیا۔۔اسکے ثبوت فلحال میرے ہاتھ میں نہیں ورنہ تمہارے بھائی کو زبردست جواب دیتا۔۔آوالمیر خان سے میرے بہت اچھے تعلقات تھے۔۔ایک وہی تو نارمل انسان تھے تمہاری ابنارمل فیملی میں۔۔اور بھلا میں کیوں مارتا انہیں۔۔کیا اسفندیار بہتر ٹارگیٹ نہیں تھا بولو۔۔؟"اسکے غصیلے لہجے پر وہ دم سادھی اسے دیکھے گئی۔جب وہ زچ ہوتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

میں کیوں صفائی دے رہا ہوں۔۔ خیر تمہیں موبائل مل جائے گا اپنی ماں سے بات کر لینا۔۔اتنا جابر نہیں ہوں میں۔۔"اور یہ کہتا وہ خارجی دروازے کی سمت بڑھ گیا جبکہ درخنے اپنی جگہ ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔اسے سمجھ نہ آیا تھا اس شخص کا اصل روپ کیا تھا۔وہ قاتل تھا یا نہیں اسے یہ تو نہیں پتہ تھا۔مگر اتنا ضرور احساس ہو گیا تھا۔وہ سنگ دل نہیں تھا۔

****

اسفندیار ہاسپٹل پہنچا تو ایک بھیانک خبر اسکی منتظر تھی۔ تقریباً ہر فرد ہی ابا صاحب سمیت ہاسپٹل میں موجود تھا۔سوائے روشینا کی فیملی اور زمدہ کے۔تو پھر آخر کون ایڈمٹ تھا۔اسکا دل و دماغ فل وقت کوئی اندازہ نہ لگا سکا تھا۔وہ تیز قدموں کے ساتھ فاصلہ مٹاتا ماں اور دریاب کے پاس چلا آیا۔تائی اسے دیکھتے ہی پاگلوں کی طرح زور زور سے رونے لگیں۔

"!!خاناں۔۔۔خاناں غضب ہو گیا۔۔"

کیا ہوا ہے۔۔ مورے۔۔۔؟" اس نے ماں کو سینے سے لگاتے دریاب اور ابا" صاحب کو دیکھا۔ ابا صاحب لاٹھی تھامے لب بھینچے بیٹھے تھے۔ ان کے تاثرات انکے ضبط کے گواہ تھے۔

تم کچھ بولو گے۔۔؟" اس بار وہ دریاب پر دھاڑا تھا۔"

زمدہ بھابھی سیڑھیوں سے گر گئیں ہیں۔۔ اور اس وقت آئی سی یو میں" ہیں۔۔" دریاب کے الفاظ تھے یا بم اسفندیار کے تو جیسے قدموں سے زمین نکل گئی تھی۔ اس نے بے اختیار گردن موڑتے آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔ دریاب نے کیا ہولناک خبر اسے سنائی تھی اسے ایک پل کے لیے یقین ہی نہ آیا۔

گری نہیں خاناں۔۔ گری نہیں۔۔" تائی اس سے الگ ہوتیں آستین تھام" گئیں۔ اسفندیار نے خالی خالی نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔

مورے۔۔۔!" دریاب نے انہیں مزید کچھ کہنے سے روکنا چاہا تھا۔ مگر انہوں" نے شدید طیش کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔" کیوں کیوں روکنا چاہ رہے ہو۔۔ پتہ تو چلے اسے بھی یہ کس نے کیا ہے۔۔" وہ جگہ کی پرواہ کیے بغیر چیخیں

تھیں۔ جبکہ اسفندیار کے ماتھے پر ان گنت شکنیں پڑنے لگیں۔۔بے اختیار ماں کا رخ اپنی سمت کیا تھا۔

کیا بات ہے۔۔بتائیں مجھے مورے۔۔"اسکا لہجہ خوفناک حد تک سنگین ہو چکا تھا۔

زمدہ گری نہیں ہے۔۔اسے مہزلہ نے دھکا دیا ہے۔۔!!"اور اسفندیار کے لیے یہ جھٹکا پہلے سے کہیں زیادہ شدید تھا۔ایسا لگا تھا ہاسپٹل کی چھت اسکے سر پر آن گری ہو۔۔"اس نے اتنا نفرت کیا ہم سے کہ اس معصوم جان کا بھی نہ سوچا جو ابھی دنیا میں بھی نہیں آئی۔۔خاناں تمہارا اولاد ہمارا وارث کا بھی نہیں سوچا اس نے۔۔۔"ماں کی باتیں اسکے جسم سے روح کھینچتی جا رہیں تھیں۔ کیا بھلا ایسا ممکن تھا۔۔؟ کیا مہزلہ ایسی حرکت کر سکتی تھی۔۔۔؟

ایسا۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے مورے۔۔۔ مہزلہ۔۔۔! مہزلہ ایسی نہیں ہے۔۔"اسے نہیں معلوم تھا وہ کس مقام پر کھڑا تھا۔اسکی بیوی کس حالت میں آئی سی یو میں تھی۔ مگر وہ تو بس وہ بول رہا تھا جو اسکا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔مہزلہ جیسی حساس لڑکی اتنی سفاکی کیسے دکھا سکتی تھی۔۔؟

"تو کیا تمہیں لگتا ہے زمدہ خود سیڑھیوں سے گرے گی۔۔۔؟ پوچھو اپنا بھائی سے۔۔اس وقت اس نے زمدہ کو نیچے جبکہ مہزلہ کو سیڑھیوں پر کھڑا دیکھا تھا۔۔۔!" تائی اسفندیار کی بے یقینی پر تنفر بھرے لہجے میں بولیں تھیں۔ابا صاحب کی لاٹھی مسلسل کاریڈور کا چمچماتا فرش کر دینے میں لگی تھی۔اسفندیار کی نظروں نے دریاب کا سفر کیا تھا۔اور آج شدت سے اسکا دل چاہا تھا وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی مہزلہ کے حق میں بولے اور اس کے لیے لڑے۔

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے لالا۔۔۔!اس وقت ہمیں بھابھی کے لیے دعا کرنی چاہیے۔۔۔!" دریاب لب بھینچتا اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا تھا۔اور اسفندیار اسے دیکھتا رہ گیا۔کیا یہی وہ الفاظ تھے جو اسفندیار اسکے منہ سے سننا چاہتا تھا۔۔؟نہیں ہرگز نہیں۔۔۔تو پھر۔۔؟بے اختیار بینچ پر گرتا سر تھام گیا۔یہ کیا ہوا تھا اچانک۔۔؟اسکا دل و دماغ ماننے سے انکاری تھا۔نہ اسے زمدہ کے آئی سی یو میں ہونے کا یقین آرہا تھا نہ مہزلہ کے اسے دھکا دینے کا۔۔مگر یہ قیامت رونما ہو چکی تھی۔اور یہ اٹل حقیقت تھی۔۔

اسی لمحے ایمرجنسی روم کا دروازہ کھلا تھا۔ اور اسفندیار سمیت سبھی نے بے ساختہ باہر آتی لیڈی ڈاکٹر کو دیکھا تھا۔ سب ہی اسکی جانب لپکے۔

"ڈاکٹر میری وائف۔۔؟"

ڈاکٹر بچہ تو ٹھیک ہے نا۔۔؟" یہ تائی تھی جس نے ڈاکٹر سے اپنے مطلب کا" سوال پہلے پوچھا تھا۔ ڈاکٹر نے بڑی افسردہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔ دراصل وہ ڈر بھی رہی تھی۔ اسفندیار اور بہراور خان کو کون نہیں جانتا تھا۔۔؟

مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑے گا سر ہم۔۔۔ آپکے بے بی کو نہیں بچا سکے" جبکہ۔۔ مدر کی حالت خطرے سے باہر ہے۔۔ مگر ہم پھر بھی رات تک انڈر اوبزرویشن ہی رکھیں گے۔۔" یہ دل دہلا دینے والی خبر بریال کے ساتھ آتیں گل بینا نے بھی سنی تھی۔ اور باقی سب کی طرح ان پر بھی سکتہ طاری کر گئی تھی۔ ڈاکٹر اپنی کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ جبکہ اسفندیار صدمے کی کیفیت میں واپس بینچ پر ڈھے گیا تھا۔ جو خواب ابھی سجائے بھی نہ تھے اس بھیانک طریقے سے بکھریں گے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ہائے ظالم۔۔ میری بیٹی کو جیتے جی مار دیا۔۔!!" گل بینا جاہلانہ انداز میں سینے پر " ہاتھ مارتی تیز آواز میں رونے لگیں۔" وہ منحوس لڑکی شروع سے حاسد تھی۔۔۔ میری بیٹی سے جلتی تھی اس نے لگادی اسکی خوشیوں کو آگ۔۔" پھوٹ پھوٹ کر روتیں مہزلہ کو کوس رہیں تھیں۔ چھوٹی پھپھی انہیں دلاسہ دینے ساتھ بیٹھ گئیں تھیں۔ جبکہ تائی صدمے میں بیٹھی تھیں۔

ان ماں بیٹیوں نے کبھی ہمیں اپنا سمجھا ہی نہیں۔۔ ڈس لیا میری بیٹی " کو۔۔۔ ہائے کیا حال کر دیا اس مہزلہ نے میری بچی کا۔۔" وہ غم سے چیخ رہیں تھیں۔ دریاب ابا صاحب کے پاس لب بھینچے کھڑا تھا۔ جبکہ اسفندیار اس وقت ایسی کیفیت میں تھا کہ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اگر سنائی دے بھی رہا تھا تو اس وقت وہ رسپونس کرنے سے قاصر تھا۔ تائی بھی نجانے کیا کیا کہہ رہیں تھیں۔ ابا صاحب نے صرف ہنکار بھرنے پر اکتفاء کیا۔ وہ فلحال کچھ نہ بولے تھے۔ مگر ایک آواز تھی۔ ایک نفرت بھرا لہجہ تھا جو اسفندیار کے کانوں میں واضح پڑا تھا۔ اور اسکو صدمے بھری کیفیت میں بھی جھنجھوڑ گیا تھا۔

اس آوارہ کو سر پر چڑھایا تھا نادیکھ لیں دکھادی نا اس نے اپنی "

اوقات۔۔۔!" اسفندیار نے گردن ہلکی سی ترچھی کرتے۔یہ زہریلا جملہ بولنے والے کی شکل دیکھی تھی۔جہاں بریال آنکھوں میں شعلے لیے سب سے شکایت کر رہا تھا۔اور پھر اسفندیار کو نہیں معلوم ہو سکا تھا اس نے کس طرح پلک جھپکتے میں وہ پانچ سے چھ قدموں کا فاصلہ لمحے میں طے کیا تھا۔اور اس تک پہنچتا پوری قوت سے اسکے جبڑے پر مکا جڑ گیا۔گھر کی عورتوں کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں تھیں۔کیونکہ مکا اتنا شدید اور زور آور تھا کہ بریال لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے ٹکرایا تھا جبکہ اسکے منہ سے خون بہنے لگا تھا۔

کس نے دی تجھ جیسے پیلد کو اجازت کہ تو میرے گھر کی عورت کے بارے میں "

بکواس کرے۔۔۔؟" اسے کالر سے دبوچتا اسفندیار بادلوں کی سی گھن گرج کے ساتھ دھاڑا تھا۔"بول کس نے دی اجازت۔۔!" اسکی آنکھیں اشتعال کے سبب سرخ ہو گئیں تھی۔بریال درد سے کراہتا سانس کھینچ کر رہ گیا۔ابا صاحب پھپھی اور تائی تیزی سے انکی جانب لپکے تھے۔مگر دریاب نے ایسی کوئی کوشش نہ کی تھی۔

یہ۔۔یہ کیا کر رہے ہو خاناں۔۔۔؟" ابا صاحب نے اسفند یار کو علیحدہ کرنا" چاہا۔ مگر وہ پر جلال نگاہوں سے بریال کو گھور رہا تھا۔

اسے کس نے اجازت دی یہ میرے گھر کے معاملے میں میری بیوی کے" معاملے میں بولے۔۔" وہ ابا صاحب کا لحاظ کیے بنا دھاڑا تھا۔

"اسکی بہن آئی سی یو میں ہے۔۔"

وہ بیوی ہے میری۔۔۔! مجھ سے زیادہ میری اولاد کھونے کا دکھ کسی کو نہیں" ہو سکتا۔۔۔!! پھر یہ کیسے مجھ سے جڑی ہستی کے بارے میں بکواس کر رہا ہے۔۔۔؟؟؟" بریال نے آستین سے خون صاف کرتے اپنا کالر چھڑانا چاہا تھا۔

کیوں۔۔؟ کیا زمدہ میری بہن نہیں اس نے میری بہن کو سیڑھیوں سے نہیں" پھینکا سردار صاحب۔۔۔؟" بریال دانت پیستا پھنکارا تھا۔" اب تمہارا کیا فیصلہ ہے۔۔؟ کیا ابا صاحب اسے یونہی چھوڑ دیں گے۔۔؟" اسفند یار کی نگاہوں میں دیکھتا وہ جلتے لہجے میں بولا تھا۔

اگر۔۔اس۔۔۔نے۔۔۔زمدہ۔۔کو۔۔ گرایا۔۔۔ بھی۔۔۔ہے۔۔۔تو۔۔میں۔۔" ۔صرف۔۔۔صرف میں اختیار رکھتا ہوں اسے سزا دینے کا سمجھا۔۔۔" اور

پوری قوت سے اسے چھوڑا تھا۔ بریال دیوار سے ٹکراتا کراہ اٹھا۔ جبکہ تائی اور پھپھو دونوں بل کھا کر رہ گئیں تھیں۔ اسفندیار لمبے لمبے ڈگ بھرتا کاریڈور سے نکل گیا۔

****

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ حویلی میں اس وقت ویرانی چھائی تھی۔ گھر کے تمام افراد دوپہر سے ہاسپٹل گئے ہوئے تھے۔ اور وہ تب سے کمرے میں بند تھی۔ اسکی گہری جھیل آنکھیں نجانے کتنی بار بھر آئیں تھی۔

آج دوپہر کا منظر جب جب اسکی آنکھوں کے سامنے ابھر رہا تھا۔ اسکی دھڑکن سست سے سست تر پڑتی جا رہی تھی۔ وہ لڑکی کیا کر بیٹھی تھی۔۔!! اسکی نفرت میں اتنی انتہا پر نکل گئی تھی کہ اللہ کی لاٹھی تک کو بھول گئی۔ جہاں آج مہزلہ بر لاس کو پڑا ہونا تھا وہاں وہ خود اپنے کرموں کی سزا بھگت رہی تھی۔

مگر اسکا رب گواہ تھا اسکے دل میں ایک خیال بھی ایسا نہ گزرا تھا کہ اسکی حالت پر خوش ہوتی۔ اس وقت اسکا دل دکھ سے بھر رہا تھا۔ اسے زمدہ سے زیادہ اس ننھی جان کی فکر تھی جو ابھی دنیا میں بھی نہیں آئی تھی مگر اپنی ماں کے گناہوں کی سزا

کاٹ رہی تھی۔ان لوگوں میں سے کسی کو معلوم نہ تھا زمدہ یا اسکا بچہ کیسا تھا۔ کسی نے انہیں نہیں بتایا تھا۔ مگر اس نے سب خیر ہونے کی اللہ سے دعا ضرور کی تھی۔وہ حویلی کے ہر فرد سے تہہ دل سے نفرت کرتی تھی مگر پھر بھی کبھی کسی کی موت یا نقصان کا نہیں سوچا تھا۔اسکا دل اللہ نے ایسا بنایا ہی نہ تھا۔وہ تو بہت معصوم اور نرم دل کی مالک تھی۔اسکے مزاج کی سختی اسکی بداخلاقیاں تو ان لوگوں کے عمل کا ردعمل تھیں۔

کہاں ہے یہ کمینی۔۔۔!!"اچانک ہی اسکے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔اور سرخ" چہروں پر بے انتہا نفرت لیے پھپھی اور تائی اندر داخل ہوئیں تھیں۔مہزلہ فق چہرہ لیے تیزی سے بیڈ سے اتری تھی۔

منحوس لڑکی۔۔تو کھا گئی میری بیٹی کی خوشیوں کو۔۔۔"انہیں خطرناک عزائم" کے ساتھ اپنی سمت بڑھتا دیکھ مہزلہ دل جیسے بند ہونے لگا تھا۔

****

ساری رات گزر گئی تھی۔ اگلے دن کا سورج طلوع ہو گیا تھا۔ اسفندیار ہاسپٹل سے نہ ہلا تھا۔ زمدہ کو رات کو ہی ڈاکٹرز نے روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ مگر وہ بے ہوشی کی کیفیت میں ہی تھی۔ جبکہ باقی تمام افراد کو اس نے رات کو ہی گھر بھیج دیا تھا۔ دریاب اسکے ساتھ ہی رکا تھا۔ وہ بھائی کو اس حال میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ دریاب کو تو ماں پر حیرانی ہو رہی تھی وہ گھر چلی کیسے گئی تھی۔ صبح کو اسفندیار نے اسے بھی زبردستی گھر بھیج دیا تھا۔ خوشحال خان اور گارڈز ویسے بھی یہیں موجود تھے۔

سر۔۔۔! "وہ کاریڈور میں بنی ونڈو کے پاس کھڑا تھا۔ جب نرس اسکے پاس چلی" آئی تھی۔

آپکی وائف ہوش میں آگئی ہیں۔۔"اسفندیار نے لب بھینچتے ایک نظر اسکے" کمرے کے دروازے پر ڈالی تھی۔ اور آہستہ سے سر ہلا گیا۔ اسے نہیں معلوم تھا۔ وہ زمدہ سے کیا کہے گا۔ اسکی آنکھوں میں کس طرح دیکھے گا۔ اس نے تو ذہن میں بھی کوئی تسلی بخش جملے اسکے لیے ترتیب نہ دیے تھے۔ گہری سانس بھرتا ہر خیال جھٹک کر کمرے کی سمت بڑھ گیا۔

دروازہ وا کرتا اندر داخل ہوا تو سفید پٹیوں میں لپٹی زمدہ بیڈ پر نیم مردہ حالت میں پڑی تھی۔ اسکا ماتھا، کلائیاں اور ٹانگیں بھی بری طرح زخمی ہوئیں تھیں۔

خا۔۔۔ خان۔۔۔!" سوجی آنکھیں وا کرتے اس نے کراہ کی صورت اسکا نام پکارا" تھا۔ اسفندیار فاصلے مختصر کرتا اسکے بلکل نزدیک آ کھڑا ہوا۔

کیسا محسوس کر رہی ہو۔۔؟" نرمی سے اسکے سر میں ہاتھ پھیرا تھا۔"

مم۔۔ میں کہاں ہوں۔۔؟" زمدہ کے ذہن میں فلحال کچھ نہ تھا۔ یہ ایک" سائیکولوجل بات تھی کہ انسان کسی بڑے حادثے کے بعد ہوش میں آتا ہے تو فوری طور پر اسکے ذہن میں کچھ نہیں ہوتا۔ اور کافی دیر پروسس کرنے یا کسی کے یاد دلانے پر ہی واقعہ ذہن میں ابھرتا ہے۔

"ہاسپٹل میں ہو۔۔"

"کک۔۔ کیوں۔۔؟ میں۔۔ میں۔۔"

ذہن پر زیادہ زور مت ڈالو۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔" اسفندیار نے اسے" بہلانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ تو بس اسے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ کیوں تھی ہسپتال میں۔۔؟ آخر ایسا کیا____ جب اچانک ہی

اسکے ذہن میں جھمو کا سا ہوا تھا۔ آنکھوں کے سامنے ایک بھیانک منظر لہرایا تھا۔ جب وہ بے بسی سے چیختی گر رہی تھی۔ اسکے بعد کوئی منظر نہ ابھرا تھا مگر اسکے لبوں سے چیخیں بر آمد ہوئیں تھیں۔

نہ۔۔ نہیں۔۔ نہیں ایسا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ "اس نے اپنے پیٹ پر ہاتھ" رکھتے اٹھنا چاہا مگر اسفندیار اسے تھامتا ایسا کرنے سے روک گیا۔ "نہیں۔۔ نہیں بولیں۔۔ بولیں ناخان۔۔ نہیں یہ ممکن نہیں۔۔ بتائیں مجھے۔۔۔ آپ بول کیوں نہیں رہے۔۔ "ہذباتی انداز میں چیختی تیز آواز سے رو رہی تھی۔ اسفندیار جھکتا اسے سینے سے لگا گیا۔

صبر کرو زمدہ۔۔۔!! اللہ کو یہی منظور تھا۔۔!! "مگر اسے اب بھلا کہاں صبر" نصیب ہونا تھا وہ تو بس چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ اسکا حال کسی پاگل دیوانی کا سا ہو گیا تھا۔ اسفندیار اپنی باہوں میں موجود اس لڑکی کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے غم کا اندازہ وہ لگا سکتا تھا۔ اور بلآخر زمدہ روتے روتے اسی کی باہوں میں ہی جھول گئی تھی۔

****

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ جب وہ گھر آیا تھا۔ اسکے وجود کے ہر حصے میں شدید تھکان اتری تھی۔ مگر یہ جسمانی سے زیادہ ذہنی تھکن تھی۔ زمدہ کو سکون آور ادویات پر رکھا گیا تھا۔ اور فلحال اسکی ماں اور پھپھی اسکے پاس تھیں۔ اسے گھر آنا ضروری تھا۔ بہت سی باتیں تھیں جنہیں کلیر کرنا تھا۔ بہت کچھ تھا جو اسے جاننا تھا۔ اور وہ گھر میں داخل ہوتا سیدھا سیڑھوں کی سمت بڑھ گیا تھا۔ اپنے کمرے سے نکلتیں روشینا اسفندیار کو گھر میں موجود دیکھ اپنی جگہ ساکت رہ گئیں۔ یعنی بلاآخر وہ وقت آن پہنچا تھا۔ نم آنکھوں سے وہ اسے اوپر جاتا دیکھتی رہیں تھیں۔

مہزلہ پلیز۔۔ کچھ کھالو۔۔۔ ایسے کب تک چلے گا تم کل دوپہر سے ___ "وہ نیم وا دروازہ پورا کھولتا کمرے میں داخل ہوا تو زرتشہ کی نم آواز اسکے کانوں میں ٹکرائی تھی۔ سامنے ہی بیڈ پر وہ کمبل میں چھپی لیٹی تھی۔ جبکہ زرتشہ اسکی منتیں کررہی تھی۔

لالا۔۔۔!!" زرتشہ کی نگاہ دروازے کی سمت اٹھی تھی اور واپس پلٹنا بھول گئی۔ جبکہ کمبل میں چھپی مہزلہ کا دل جیسے اس پل بند ہو گیا تھا۔ "آآپ

"یہاں۔۔ وہ۔۔

مجھے مہزلہ سے بات کرنی ہے۔۔"اسکا لہجہ بلکل سپاٹ تھا۔زرتشہ نے ایک نظر کمبل میں چھپی مہزلہ کو دیکھا تھا۔اور سر اثبات میں ہلاتی باہر نکل گئی۔جانے سے پہلے دروازہ بند کرنا نہ بھولی تھی۔اسفندیار تھکے تھکے قدم اٹھاتا بیڈ تک آیا تھا۔اور اسکی جانب سے پشت کرتا بیٹھ گیا۔مہزلہ نے اپنے برابر میں بیڈ دھنستا محسوس کیا تھا۔اسکی جلتی آنکھ سے ایک آنسو نکلتا تکیے میں جذب ہو گیا۔اور پھر نجانے کتنے لمحے گزر گئے ان دونوں میں سے کوئی نہ بولا۔مہزلہ اپنی جگہ پڑی رہی جبکہ اسفندیار کہنیاں زانوں پر ٹکائے فرش گھورتا رہا۔جب وہ بلآخر بولا تھا۔

میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو۔۔اٹھو۔۔۔!"اس نے اسی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے اسے مخاطب کیا تھا۔مگر مہزلہ اسی طرح پڑی رہی۔اسفندیار نے سرخ ڈوروں بھری آنکھوں سے گردن ہلکی سی ترچھی کرتے اسے دیکھا تھا۔

مہزلہ۔۔۔!!!مجھے بات کرنی ہے۔۔۔!"اس بار اسکے لہجے میں ناگواری ابھری تھی۔مگر وہ پھر بھی نہ اٹھی۔اور اسفندیار کی اب بس ہو چکی تھی۔یہاں وہ کرب کے عالم میں بیٹھا تھا۔اور اس لڑکی کو پرواہ ہی نہ تھی۔اس نے ہاتھ بڑھاتے ایک جھٹکے سے اسکے وجود سے کمبل اٹھایا تھا۔"جب میں کہہ رہا ہوں

مجھے تم سے بات ____" مگر اسفند یار کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ وہ ایک پل کے لیے بلکل شاکڈ رہ گیا اسکے ہاتھ کمبل پر جہاں تھے وہیں ساکت رہ گئے تھے۔ جبکہ مہزلہ اپنے بکھرے بال لیے اٹھ بیٹھی تھی۔ مگر یہ چہرہ۔۔!

اب بات نہیں۔۔۔ فیصلہ ہو گا اسفند یار خان۔۔" سرخ متورم آنکھیں لیے وہ" بے حد سرد اور بیٹھی ہوئی آواز میں بولی تھی۔ اسفند یار کی نگاہیں اسکے چہرے سے ہوتیں گردن تک گئیں تھیں اور اسے لگا جیسے اسکا دل کسی نے چیر دیا ہو۔ اگلے پل فاصلے مٹاتا اسکا نیل و نیل چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھر گیا۔

کس نے کیا ہے یہ۔۔۔؟" ہر بات۔۔ ہر سوال۔۔ ہر شبہ جیسے اس لمحے بھول" گیا تھا۔ اسکے چہرے پر درندگی کے آثار کس نے چھوڑے تھے۔ کس نے اس چاند چہرے کو داغدار کیا تھا۔ اسکا نچلا لب تک سوجھ کر نیلا ہو رہا تھا۔ جبکہ گلے پر انگلیوں کے نشان اور خراشیں تھیں۔ "تم سے پوچھ رہا ہوں کس نے کیا ہے یہ۔۔۔؟" وہ وحشت سے پاگل ہوتا دھاڑا تھا اور اسے جھنجھوڑ گیا۔ مگر مہزلہ۔۔۔! اسکی آنکھوں میں اس وقت برفیلا سا تاثر تھا۔

فیصلہ اسفندیار خان فیصلہ۔۔سچ تو تم اپنے اپنوں کے منہ سے سن چکے ہو۔۔۔فیصلہ کرو ابھی اور اسی وقت۔۔۔"اسکے دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے گرد سے ہٹاتی سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔اور اسفندیار ٹھٹھکتا اسے دیکھے گیا۔

کیسا فیصلہ۔۔؟

کیسا سچ۔۔؟

کیا ان زخموں کے بعد بھی وہ اسے درد دینے کا سوچ سکتا تھا۔۔؟

"مجھے۔۔بتاؤ۔۔یہ۔۔کس۔۔۔نے۔۔کیا۔۔ہے۔۔"

"!تمہارے بچے کو مار دیا میں نے اسفندیار۔۔تمہاری بیوی ہسپتال میں ہے۔۔"

مجھے بتاؤ مہزلہ یہ کس نے کیا ہے۔۔ورنہ میں پورے گھر میں کہرام مچا دوں گا۔۔"اسکا لہجہ مہزلہ سے کئی گناہ برفیلا تھا۔جبکہ چہرے پر سنگلاخ تاثرات تھے۔

کیا تمہیں غم نہیں اولاد کھونے کا۔۔؟مجھے سزا نہیں دو گے۔۔تمہاری اتنی" بڑی خوشی چھین لی میں نے۔۔؟"وہ خود اذیتی کا شکار ہوتی اسے اکسا رہی

تھی۔ مگر اسفندیار کے کانوں تک اسکی آواز پہنچ ہی نہیں رہی تھی۔ اسکی تمام توجہ اس بربریت کے نشانات پر تھی جسے وہ چھوٹی سی لڑکی سہہ چکی تھی۔

تم نہیں بولو گی۔۔۔؟" اس بار اسفندیار کا لہجہ دوٹوک تھا۔ مہزلہ سرد نگاہوں "سے اسے دیکھتی رہی۔ اور پھر تلخی سے مسکرا دی۔

اب تو مر کر بھی نہیں۔۔۔! تم فیصلہ کرو اب۔۔ تاکہ میں اپنا بندوبست "کروں۔۔۔" اسفندیار ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈالتا اٹھا تھا اور دروازے کی سمت بڑھ گیا ابھی باہر نکلا ہی تھا جب کچھ فاصلے پر کھڑیں روشینا اور زرتشہ سے نظر جا ملی۔ وہ لب بھینچتا انہی کی سمت بڑھ آیا۔

کس نے کیا ہے۔۔۔؟" اسکے سرد لہجے میں کیے گئے سوال پر وہ دونوں ایک پل "کے لیے ٹھٹھک گئیں۔

"جی۔۔؟"

کس۔۔۔نے۔۔ہاتھ۔۔اٹھایا۔۔۔ہے۔۔اس۔۔پر۔۔؟" روشینا نے تحیر "بھری نگاہوں سے زرتشہ کی جانب دیکھا تھا۔ انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ اسفندیار مہزلہ سے بازپرس کرنے کے بجائے اس پر ہوئے تشدد کا پوچھ رہا

تھا۔" اگر آپ دونوں بھی خاموش رہیں میں اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔۔۔!!!"

لالا۔۔!" زرتشہ نے اسے بھرائی ہوئی آواز میں مخاطب کیا تھا۔اور کل ہوا سارا" واقعہ اسے حرف بہ حرف بتا گئی۔روشینا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔انہوں نے کتنا ان درندیوں کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ان پر تو جیسے جنون سوار تھا۔جبکہ تمام معاملہ سننے کے بعد اسفندیار کا چہرہ لہو رنگ ہو چکا تھا۔اسکے دماغ کی نس ضبط کے مارے پھڑک رہی تھی۔

کل زمدہ ڈسچارج ہو رہی ہے۔۔اب فیصلہ کل ہی کروں گا میں۔۔۔" ایک نگاہ" کمرے کے دروازے پر ڈالتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر آگے بڑھ گیا تھا۔

****

تم انہیں کیوں نہیں بتانا چاہتی تھیں۔۔؟" زرتشہ نے اسکے رخسار کے نیل پر" اوئنمینٹ لگاتے پوچھا تھا۔وہ تکلیف کے سبب لب بھینچ گئی تھی۔"تم سے کہہ رہی ہوں۔۔کیوں حقیقت نہیں بتائی۔۔؟" مہزلہ نے زخم خوردہ نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

کیا ہوتا کہنے سے۔۔؟ اپنے لفظوں کو بے مول کروالوں۔۔؟ تمہیں کیا لگتا ہے" کیا پھپھی تائی اور ابا صاحب نے کسی سچ کی گنجائش چھوڑی ہے۔۔؟ میں کیوں اور کس سے کہوں سچ۔۔ کیا پہلے کبھی سنی گئی ہے ہماری۔۔؟"

"لالا ایسے نہیں ہیں زلہ۔۔۔"

"ہونہہ۔۔! اسی گھر کا مرد ہے وہ شخص بھی۔۔ میں اب واقعی فیصلہ چاہتی ہوں۔۔ کیا کریں گے زیادہ سے زیادہ۔۔؟ مار پیٹ کر تو چین نہیں ملا ہو گا۔۔ اب جان سے ماریں گے۔۔؟ یا اس شخص سے طلاق دلوائیں گے۔۔؟" زرتشہ نے ڈھل کر اسے دیکھا تھا۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔۔"

"نہیں آپا یہ لوگ اپنی انتہا پر جا چکے ہیں۔۔ مجھے بھی اب کسی انتہائی فیصلے کا انتظار ہے۔۔ میں ساری عمر یوں ان ناگنوں کے بیچ سانس نہیں لے سکتی۔۔ جو آئے دن کوئی نا کوئی چال سوچی بیٹھی ہوتی ہیں۔۔ کیا گھروں میں ایسا ہوتا ہے۔۔؟" اسکی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ جسے وہ اگلے پل صاف کر گئی تھی۔

"مم۔۔۔میرے منہ میں خاک اللہ نہ کرے۔۔اگران لوگوں نے تمہیں اور لالا کو علیحدہ کرنے کا فیصلہ لیا۔۔پھر کیا کرو گی۔۔یہ لوگ ہم پر زندگی مزید تنگ کر دیں گے؟" مہزلہ نے ایک سپاٹ نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"کیوں تنگ کر دیں گے۔۔۔؟ دنیا بہت بڑی ہے ہم کہیں بھی چلے جائیں گے۔۔۔اور میں اس شخص سے علیحدگی پر بخوشی راضی ہو جاؤں گی۔۔ظاہر ہے اتنا بڑا فیصلہ تمہارے لالا کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہو گا نا۔۔" یہ جملہ کہتے اس نے اپنے دل کا خود خون کر دیا تھا۔ جبکہ زرتشہ ضبط کھوتی اسے اپنے ساتھ لگا گئی تھی۔

****

"زرتشہ۔۔۔!!" وہ نیچے آئی تو لاؤنج میں بیٹھے شخص کو دیکھ ایک پل کے لیے ٹھٹھک گئی۔ بریال اسے دیکھتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"آ۔آپ یہاں۔۔!" زرتشہ کا ایک پل کے لیے خون خشک ہو گیا تھا۔ اس شخص کا اب یہاں آنے کا کیا مقصد تھا۔ جب چند دن پہلے ساری بات کلیر ہو چکی تھی۔

"ہاں میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔"

دیکھیں جو بھی بات تھی۔۔اسی۔۔اسی دن لالا نے۔۔" بریال قدم اٹھاتا اسکی" جانب بڑھ آیا۔زرتشہ فوراً پیچھے ہٹی تھی۔اور ارد گرد دیکھا مگر فلحال لاؤنج میں کوئی موجود نہ تھا۔" دیکھ۔۔دیکھیں آپ جائیں یہاں سے مجھے کوئی بات نہیں "کرنی۔۔

پلیز زرتشہ۔۔!"اس کے دور جانے سے پہلے ہی وہ ہاتھ تھامتا ملتجی ہوا" تھا۔زرتشہ ایک پل کے لیے تحیر میں مبتلا ہو گئی۔"میں واقعی بہت شرمندہ ہوں "اپنے کیے پر۔۔

"ہا۔۔ہاتھ چھوڑیں۔۔"

میں جانتا ہوں بہت غلطیاں کر چکا ہوں ماں اور بہن کی باتوں میں آکر۔۔مگر" پلیز ایک موقع دے دو۔۔"اسکی باتیں زرتشہ کو چکرا گئیں۔بریال خان معافی مانگنے آیا تھا۔۔۔!!!اور الزام کسی اور پر نہیں بلکہ اپنی ہی بہن اور ماں پر ڈال رہا !تھا۔۔۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں۔۔ آپکی بہن ہاسپٹل میں ہے۔۔ جس کا الزام میری بہن پر لگایا جارہا ہے۔۔" زرتشہ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے نکالا تھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔۔ مگر اس سے ہماری زندگی کا کیا لینا دینا۔۔؟ یقین کرو جب سے تم گئی ہو۔۔ میں بدل گیا ہوں۔۔"

"مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔ میں واپس کبھی نہیں۔۔"

"پلیز ایسا مت کہو۔۔۔ تم تو بہت نرم دل ہو زرتشہ۔۔ کیا میرے لیے تمہارے دل میں ذرا بھی گنجائش نہیں۔۔؟" زرتشہ نے تلخ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا کبھی آپ نے مجھے اتنا مان بخشا۔۔؟ مجھے عزت دی۔۔؟ اس رشتے کو احترام دیا۔۔؟ جو میں گنجائش نکالنے کا سوچوں۔۔؟" اسکی آنکھیں آنسوؤں اور نفرت سے لبریز ہونے لگیں تھیں۔۔ بریال لب بھینچ گیا۔

"مگر میں پھر بھی تم سے ایک موقعے کی توقع رکھوں گا۔۔ میں جانتا ہوں تمہارا دل بہت بڑا ہے۔۔ پلیز ایک بار مجھے معاف کرنے کے بارے میں ضرور

سوچنا۔۔" لہجے میں بے انتہا ندامت تھی۔ جبکہ نظریں اسکے معصوم چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

کیا آپ جانتے ہیں کل آپکی ماں میری بہن کا کیا حال کر کے گئی ہے۔۔؟ میں" مان ہی نہیں سکتی۔۔ آپ لوگوں کی فطرت بدل جائے۔۔" زرتشہ کے زہر خند انداز پر وہ ایک پل کے لیے حیران رہ گیا۔

"کیا۔۔ کیا کیا ہے مورے نے۔۔؟"

مہزلہ کو تائی کے ساتھ مل کر مارا ہے۔۔ اور ان سب حرکتوں کے بعد بھی آپکو" "لگتا ہے میں اب پلٹوں گی آپکی طرف۔۔؟

میں قسم کھا سکتا ہوں زرتشہ میں نہیں جانتا مورے نے یہاں آ کر کیا"

"___کیا۔۔ میں

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں بریال۔۔۔" روشینا کی آواز پر دونوں نے چونکتے ان" کی جانب دیکھا تھا۔ جو پریشان کن تاثرات لیے بیٹی کے پاس آ رہیں تھی۔

"میں زرتشہ سے بات کرنے آیا تھا ماسی۔۔"

"کیسی بات۔۔ جب آپ سے ایک بار بات ہو چکی سب کے سامنے۔۔"

میں زرتشہ سے معذرت کرنے آیا تھا چچی۔۔میں درخواست کرنے آیا تھا"

زبردستی نہیں کروں گا مگر میں چاہتا ہوں بس ایک بار واپسی کے بارے میں

سوچ لے۔۔"اور اتنا کہتا وہاں سے نکل گیا تھا۔دونوں ماں بیٹی نے اسکی پشت

سے نظر ہٹاتے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔مگر کہا کچھ نہ تھا۔۔

****

رات کے نو بج رہے تھے جب اسفندیار نے ہاسپٹل میں شام کے بعد اب قدم رکھا تھا۔یہ گزرے چند گھنٹے اس نے تنہائی میں گزارے تھے۔وہ اس قدر ذہنی خلفشار کا شکار تھا اگر اُس وقت گھر سے نہیں نکلتا یقیناً آج اس سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو جاتا۔مگر وہ فیصلہ کر کے لوٹا تھا کہ اسے کیا کرنا تھا۔ان کرائیسز سے کیسے نکلنا تھا۔

خان۔۔۔؟کہاں تھے آپ۔۔؟"زمدہ نے اسے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ نم" لہجے میں پکارا تھا۔اسفندیار نے ایک نظر اسے اور پھر اپنی ماں اور پھپھی کو دیکھا۔جو صوفے پر بیٹھیں تھیں۔

کہاں تھے خاناں تم کتنے فون کیے میں نے تمہیں۔۔"تائی نے بھی استفسار" کیا۔ مگر وہ بغیر کوئی جواب دیے زمدہ کے بیڈ تک آ گیا۔

"کیسا فیل کر رہی ہو۔۔؟"

کیسا فیل کر سکتی ہوں۔۔؟"اسکا لہجہ بڑا زخمی سا تھا۔اسفندیار لب بھینچ" "گیا۔ "میری گود اجڑ گئی۔۔اب تو بس موت کا انتظار ہے۔۔

ہائے کیسی باتیں کر رہی ہے زمدہ۔۔" پھپھی نے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔"

زندگی ختم نہیں ہوئی زمدہ۔۔اگر اللہ نے چاہا ہمیں پھر اولاد سے نواز دے" گا۔۔"اسفندیار نے اسے بس اتنا ہی کہہ کر دلاسا دیا تھا۔ جس پر زمدہ کے انگ انگ میں شرارے سے بھرنے لگے۔

اللہ نوازے اور وہ ڈائن میرے بچے کو مار دے۔۔بس میں یہی غم اٹھاتی" رہوں۔۔؟"روتے ہوئے وہ چیخ اٹھی۔۔اسفندیار جبڑے بھینچ گیا۔"اس نے مجھے دھکا دے کر میری اولاد ختم کی ہے خان۔۔اسے میں نہیں چھوڑوں "گی۔۔۔

اور اس نے ایسا کیوں کیا زمدہ۔۔؟" اسکے سوال پر تینوں نے ہی ٹھٹھکتے اسکے سرد تاثرات دیکھے تھے۔

وہ شروع سے جلتی تھی مجھ سے خان۔۔ مجھے پہلے سے پتہ تھا۔۔ میرا دل ڈرتا رہتا تھا۔۔ اسے ہم کبھی معاف نہیں کریں گے۔۔ اس نے ہماری اولاد کو مارا ہے۔۔" اسکی گریہ وزاری پر تائی اور پھپھی دونوں اسے سنبھالنے آ گئیں تھیں۔

" وہ ڈرامے باز لڑکی ضرور کوئی ڈرامہ کھیل کر اپنی کہانی بنائے گی۔۔ خاناں بہت چالاک ہیں یہ ماں بیٹیاں مگر اب سبق سکھانا ضروری ہے۔۔" تائی نے نفرت بھرے انداز میں زہر اگلتے بیٹے کو سمجھایا تھا۔ مگر وہ بس انہیں سرد نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ آج نجانے کیوں اسے اپنی ماں بہت بدلی ہوئی لگی تھی۔ یہ کونسا روپ تھا انکا۔۔؟

" صحیح کہہ رہی ہیں۔۔ بہت ضروری ہو گیا ہے اب۔۔" اور اتنا کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ لوگ تو موجود ہی ہیں۔۔ زمدہ ریسٹ کرو۔۔ میں ایک ضروری کام نبٹا کر آرہا ہوں۔۔" اور پھر وہ چلا گیا تھا۔ زمدہ کی نگاہوں نے دروازے سے نکلنے

تک اسے دیکھا تھا۔وہ بچہ کھونے کے بعد اسفند یار کو مر کر بھی کھونا نہیں چاہتی تھی۔وہ ہی اسکی آخری امید اور اثاثہ تھا۔۔

****

زمدہ اسفند یار اور باقی گھر والوں کے ساتھ گھر آگئی تھی۔چوٹیں ابھی تازہ تھیں۔لہذا اسے ویل چیئر پر لایا گیا تھا۔روشینا اور زرتشہ دونوں نے فاصلے سے ہی اسے سب کے ساتھ بیٹھا دیکھا تھا۔زمدہ کی ان سے نظر ملتے ہی چہرے پر بڑے نفرت بھرے تاثرات پھیل چکے تھے۔لہذا انہوں نے فاصلہ رکھنا ہی بہتر سمجھا تھا۔دونوں پھپھیاں اور تائی ابا صاحب اور اسفند یار کے ساتھ لاؤنج میں ہی تھیں۔

روشینے حال نہیں پوچھو گی بچی کا۔۔؟" ابا صاحب نے ہنکار بھرتے بڑے" کاٹ دار لہجے میں کہا تھا۔

کیسی طبیعت ہے بیٹا۔۔"اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی انہوں نے نرمی سے "

استفسار کیا تھا۔

نظر نہیں آرہا ماسی کیا حال کیا ہے تمہاری بیٹی نے میرا۔۔"آنکھوں میں آنسو "

لیے بے بس لہجے میں بولی تھی۔

مجھے بہت افسوس ہے تمہارے ساتھ ہوئے حادثے کا۔۔ مگر بیٹا مہزلہ کسی کو "

یوں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔۔"انہوں نے بہت آزردہ لہجے میں کہا تھا۔

میرے اس حال کے بعد بھی آپکو لگتا ہے آپکی۔۔آپکی بیٹی بے قصور "

ہے۔۔"اسفندیار نے بس ایک نگاہ ان کی سمت ڈالی تھی اور پھر زرتشہ سے

مخاطب ہوا۔

جاؤ زرتشہ۔۔ مہزلہ کو بلا کر لاؤ۔۔"اسکے اچانک بولنے پر سبھی اسکی سمت متوجہ "

ہوئے تھے۔

"مگر لالا۔۔"

نہیں زرتشہ ابھی۔۔۔!!فیصلہ ابھی ہو گا جاؤ بلا کر لاؤ اسے۔۔کب تک کمرے "

میں چھپی رہے گی۔۔"اسکے سخت لہجے پر زرتشہ لب بھینچتی سیڑھیوں کی سمت

بڑھ گئی۔ دریاب بھی اسی پل سیڑھیوں سے اترتا نیچے آیا تھا۔ زرتشہ کمرے میں داخل ہوئی تو مہزلہ جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ زرتشہ نزدیک آتی اسی کے پاس بیٹھ گئی۔

"زمدہ کو لے آئے ہیں گھر۔۔"

معلوم ہے۔۔" اسکے چہرے پر بلا کا اطمینان تھا۔"

لالا نیچے بلا رہے ہیں تمہیں۔۔" مہزلہ نے گھٹنے پر ٹھوڑی رکھے اسکی سمت "دیکھا۔ اور سر اثبات میں ہلاتی جانماز طے کرنے لگی۔ اسکے اتنے نارمل بیہیویئر پر زرتشہ کے دل نے عجیب کروٹیں سی لیں تھیں۔ وہ ایسا بیہیو کیوں کر رہی تھی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ یا اسے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔

مہزلہ۔۔؟" اسے دروازے کی سمت بڑھتا دیکھ زرتشہ نے بے اختیار" پکارا۔ مہزلہ نے اسے پلٹ کر دیکھا تھا۔

کیا ہوا۔۔؟" زرتشہ نے اسکی خالی بے نور ہوتی آنکھیں دیکھیں تھیں۔"

کچھ نہیں۔۔ چلو" لب بھینچتی اسکے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔ وہ دونوں" سیڑھیاں اترتیں نیچے آرہیں تھیں اور سب ہی نے انہیں دیکھا تھا۔ تائی اور

پھپھو اسکے چہرے پر موجود نشانات دیکھ پہلو بدل گئیں تھیں۔ جبکہ زمدہ آنکھوں میں سرخی لیے اسے نیچے آتا دیکھ رہی تھی۔ زرتشہ نے بریال کو بھی ماں کے برابر میں صوفے پر بیٹھے دیکھا تھا۔ یعنی ابھی آیا تھا وہ۔

یہاں آؤ مہزلہ۔۔۔!" ابا صاحب کے برابر میں بیٹھے اسفندیار نے گھمبیر آواز" میں کہتے اسے اپنے نزدیک بلایا تھا۔ مہزلہ لب بھینچی اسکی سمت بڑھ گئی۔ جبکہ اور کسی کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کیا تھا۔ اسکے نزدیک آنے پر اسفندیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے چہرے کی سمت ہاتھ بڑھانا چاہا تھا مگر مہزلہ دور ہو گئی۔

مہزلہ۔۔۔!!!" اس نے تنبیہی لہجے میں پکارتا اور بازو سے تھام کر سابقہ جگہ" لے آیا۔ وہ لب بھینچی اسکی جانب سے نظریں پھیری کھڑی تھی۔ اسفندیار نے اسکے چہرے کے گرد سے دوپٹہ لوز کرتے تشدد کے نشانات دیکھے تھے۔ جو دو دن گزر جانے کے باوجود بھی گہرے تھے۔

کس نے کیا ہے یہ۔۔۔؟ کس نے ہاتھ اٹھایا ہے تم پر۔۔؟" جب اچانک ہی" اسکی سرد گرجدار آواز لاؤنج میں گونجتی ہر شخص کو ہلا گئی۔ تائی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"تم یہ کیا بات لے کر بیٹھ گئے خاناں۔۔اس سے زمدہ کے ساتھ کی گئی حرکت
کا___"اسفندیار نے گردن ترچھی کرتے ماں کو دیکھا تھا۔

"مورے۔۔۔! بیٹھ جائیں واپس۔۔۔میں نے آپ سے سوال نہیں کیا
'ابھی'۔۔"اسکا لہجہ ضبط سے بھینچ چکا تھا۔جبکہ بات انہیں بہت اچھی طرح سمجھ
آگئی تھی۔

"کس کی اتنی جرات ہوئی جو میرے کہنے کے باوجود بھی آکر تم پر ہاتھ
اٹھایا۔۔؟"مہزلہ نے ایک سرخ نگاہ تائی اور پھپھی پر ڈالی تھی۔

"میرے لیے یہ اہم نہیں۔۔آپ نے فیصلے کی بات کی تھی۔۔لہٰذا فیصلہ
کریں۔۔"اسے ان ناگنوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔

"مگر میرے لیے اہم ہے۔۔!!میری ایک بیوی سیڑھیوں سے گر گئی دوسری
کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔۔'چچی بتائیں۔۔کس نے کیا ہے یہ۔۔۔"روشینا نے
بس ایک نگاہ لب بھینچے بیٹھے ابا صاحب پر ڈالی تھی جو آنکھیں چھوٹی کیے مہزلہ کو
دیکھ رہے تھے۔

"پرسوں رات گل بینا اور بھابھی مہزلہ کے کمرے میں گئیں تھیں۔۔"

یہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔تاکہ اپنی بیٹی کا گناہ چھپا سکے۔۔"گل بینا نے چیختے اپنا" دفاع کیا تھا۔

گھر کا ایک ایک ملازم مہزلہ کی چیخوں کا گواہ ہے گل بینا۔۔"روشینا نے ملامت" بھرے انداز میں کہا تھا۔ جبکہ تائی آگے بڑھ آئی۔

گواہوں کی ضرورت نہیں بی بی تمہاری آوارہ بیٹی کے کرتوت ہی ایسے ہیں کہ " مارا جائے۔۔ہاں میں نے مارا ہے۔۔اگر تم بچانے نہ آتیں اپنے ہاتھوں سے اس "کی جان لیتی۔۔۔

اور یہ اختیار کس نے دیا آپکو۔۔۔"اسفندیار سنگین تاثرات لیے اس پل پورا" ماں کی سمت مڑا تھا۔۔"کس نے اختیار دیا جواب دیں۔۔کیا میں نے کہا تھا۔۔؟کیا میری اولاد اور میری بیوی کی تکلیف کا مجھ سے زیادہ احساس ہے آپ کو۔۔۔؟"اسکی بلند آواز اور غضب ناک تاثرات دیکھ ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔تائی بے یقینی کے عالم میں بیٹے کا پر جلال چہرہ دیکھ رہیں تھیں۔یہ بازی کس طرف جا رہی تھی۔زمدہ کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔

خان۔۔آ۔۔آپ اب بھی۔۔اس اس لڑکی کی طرف داری کر رہے "
ہیں۔۔؟"زمدہ کی سسکی بھری آواز لاؤنج میں ابھری تھی۔"اس۔۔اس نے
ہماری اولاد کا قتل کیا ہے خان۔۔!"اسفندیار نے لب بھینچتے واپس مہزلہ کی
جانب دیکھا۔جو ا نہی سرد تاثرات کے ساتھ کھڑی تھی۔جیسے اسے کسی کے بھی
اپنے حق میں یا خلاف بولنے سے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔وہ تو بس فیصلے کی منتظر
تھی۔

"کیا ہوا تھا مہزلہ اس دن۔۔؟"

آپ فیصلہ کریں۔۔گھر کے ہر فرد سے سن چکے ہیں کہ کیا ہوا تھا۔۔"اسکا لہجہ "
بے لچک تھا۔
لڑکی تمہیں شرمندگی تک نہیں۔۔۔!"ابا صاحب اسکی گردن میں موجود "
سریے کو محسوس کرتے بل کھا گئے۔مہزلہ ایسی بن گئی جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو وہ
بس اسفندیار کو دیکھ رہی تھی۔

آپ کو میرے کہے کا یقین نہیں۔۔؟جو اس سے سننا چاہتے ہیں۔۔میری گود "
"!!اجاڑی ہے اس نے۔۔اسے بھی آپکی زندگی میں رہنے کا حق نہیں خان۔۔

فیصلہ تم نہیں میں لوں گا۔۔۔!!!" اسفند یار ایک نظر زمدہ کی جانب دیکھتا تھا" اور سرد لہجے میں کہتے ٹوک دیا۔ مہزلہ نے حلق میں اٹکتا گولہ اندر اتارا تھا۔

صحیح کہہ رہی ہے وہ۔۔ کریں فیصلہ۔۔۔!!!" اسکی ضد پر اسفند یار کی آنکھوں" میں خون اترنے لگا۔

اگر اب تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا مہزلہ میں انیکسی کو ڈیمولش کروا" دوں۔۔۔!!" اسکی غضب ناک دھمکی پر مہزلہ سمیت لاؤنج میں بیٹھا ہر شخص جیسے دہل گیا تھا۔ اور اسفند یار جانتا تھا اب وہ ضرور بولے گی۔۔ اپنے لیے نہ سہی باپ کی آخری نشانی کے لیے تو ہر صورت بولے گی۔

آ آپ ایسا نہیں کریں گے۔۔ جب سب کے سامنے ہے ساری بات تو میرے" منہ سے کیوں سننا ہے۔۔؟" زمدہ کے چہرے پر اضطراب سا پھیلنے لگا تھا مگر وہ اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہی۔ وہ زخمی تھی۔۔ اس نے اولاد کھوئی تھی۔ ہر کوئی اسکی بات پر یقین کرے گا۔

میں دونوں جانب کا سن کر فیصلہ کرتا ہوں۔۔ اور آج بھی ایسا ہی ہوگا۔۔ اور یہ" تمہارے پاس آخری موقع ہے۔۔" وہ پہلے ہی تنبیہہ کر گیا تھا۔ مہزلہ نے دھند

لائی نگاہوں سے اسے اور پھر زمدہ کی جانب دیکھا تھا۔جو اس وقت شدید نفرت کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔

میں۔۔"اور پھر اس نے بولنا شروع کیا تھا۔۔"میں لاؤنج میں اوپر بیٹھی پڑھ رہی تھی۔۔جب۔۔مجھ۔۔مجھے پروفیسر آمنہ میری ٹیچر ان کال آگئی۔۔"اسکی جھکی نگاہیں اسفندیار کی پہلو میں بھنچی مٹھی پر تھیں۔"میں۔۔میں بس انہی سے بات کرتے کرتے سیڑھیوں تک آئی تھی۔ابھی بات ہی کر رہی تھی

"کہ۔۔کسی۔۔کسی نے مجھے پیچھے سے دھکا۔۔

"یہ۔۔یہ جھوٹ بول رہی ہے خان۔۔۔"

"!!!خاموش ہو جاؤ زمدہ۔۔۔"

مجھے نہیں معلوم تھا میرے پیچھے کون ہے۔۔میں دھکے کی وجہ سے ایک دو" سیڑھیاں پھسلی تھی مگر میں نے فوراً ریلنگ تھام لی۔۔لیکن میرا موبائل۔۔میرا موبائل سیڑھیوں سے گر گیا تھا ابھی میں اپنے حواس بھی قابو نہیں کر پائی تھی کہ اگلے ہی پل زم۔۔زمدہ۔۔۔"مہزلہ کی نظریں سفید چہرہ لیے بیٹھی زمدہ تک گئیں تھیں۔۔"میں کسی کی بھی قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔۔مجھے معلوم

بھی نہیں تھا پیچھے کون ہے۔۔یا مجھے دھکا دیتے خود گر جائے گا۔۔میرے پچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی وہ گر چکی تھی۔۔"اس نے اس بار اسفند یار کی آنکھوں میں دیکھا تھا جو بلکل سرخ ہو رہی تھیں۔

یہ۔۔یہ جھوٹی ہے۔۔یہ جھوٹ بول رہی اس نے آکر مجھے دھکا دیا تھا" خان۔۔۔!!"زمدہ ویل چیئر موو کرتی اسکے نزدیک آگئی۔"یہ اپنا گناہ چھپانے کے لیے جھوٹی کہانیاں بنارہی ہے۔۔قاتل ہے یہ۔۔!"

میں قاتل نہیں ہوں۔۔۔!!"مہرلہ اسکے الزام پر تڑپتی چیخ اٹھی۔"قاتل تم ہو۔۔۔تمہاری چالبازیوں نے مارا ہے تمہاری اولاد کو۔۔!!!"اسکے بپھرنے پر ہر شخص اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اسفند یار کا چہرہ ضبط کی شدت سے دہک رہا تھا۔جبکہ زمدہ بلکل سفید پڑ گئی تھی۔اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔

اللہ کا خوف کرو لڑکی۔۔اس نے اپنی اولاد کھوئی ہے تمہاری وجہ سے۔۔تم اسی پر الزام لگا رہی ہو۔۔"پھپھی بیٹی کے لیے بلبلاتیں اسکے برابر میں آ کھڑی ہوئیں۔

یہ اللہ کی لاٹھی ہے پھپھی کتنا بھی مجھے موردِ الزام ٹھہرالو۔۔ حقیقت نہیں "بدل سکتی کہ جس گڑھے میں یہ مجھے گرانا چاہتی تھی خود گرگئی۔۔

مہزلہ۔۔۔۔!!!"اسفندیار نے تنبیہی لہجے میں اسے ٹوکا تھا۔"تم نے اپنا" پوائنٹ آف ویو دیا ہے۔۔بے گناہ ثابت نہیں ہوئی ہو۔۔"اسکے سخت لہجے پر مہزلہ لب بھینچتی اسکے مقابل آگئی۔

جو چاہے فیصلہ کرلیں۔۔میں اللہ سے ڈرتی ہوں آپ سب سے نہیں۔۔!!" میرا گواہ بھی وہ ہے۔۔اور مجھے پالنے والا بھی وہ۔۔گھر سے نکالیں گے۔۔۔؟"اسکی آنکھوں میں اس وقت شعلے جل رہے تھے۔۔"طلاق دیں "!!گے۔۔۔؟ابھی اسی وقت دیں۔۔۔

جسٹ___شٹ___اپ۔۔!!!"وہ ضبط کھوتا پوری قوت سے دھاڑا" تھا۔سب اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔"آئندہ یہ گھٹیا بات تمہاری زبان پر آئی۔۔پھر کانسیکوئینس کے لیے تیار رہنا۔۔۔!!"اسے وارن کرتے اس نے تمام افراد پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی تھی اور پھر زمدہ کو دیکھا۔

میں نے تم دونوں کو ساتھ رکھنا چاہا تھا۔۔ مگر مجھے نہیں لگتا اب یہ کسی کے لیے بھی سود مند ہے۔۔اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے۔۔۔"وہ اب ابا صاحب کی جانب پلٹا تھا۔وہ بھی اسے ہی الجھی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"یہ دونوں اب ایک گھر میں نہیں رہ سکتیں۔۔!!اسی لیے مہزلہ اب اس گھر میں نہیں رہے گی۔۔۔!!"اسکے فیصلے پر سب نے ٹھٹھک کر مہزلہ کی سمت دیکھا تھا۔جسے لگا تھا۔کسی نے اسے کسی اونچے مینار سے نیچے پھینک دیا ہو۔کیا وہ واقعی اسے گھر سے نکال رہا تھا۔۔؟

"یہ۔۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں خاناں۔۔؟میری بچی کہاں جائے گی۔۔؟"روشینا گھبراہٹ کا شکار ہوتیں اسکی سمت لپکی تھیں۔مگر مہزلہ کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔وہ سن ہو چکی تھی۔۔اور زمدہ کو لگا اسکے چہرے کے سارے رنگ واپس آنے لگے ہوں۔بلآخر وہ جیت گئی تھی۔!!اسفندیار نے اپنی جگہ پتھر کھڑی مہزلہ کو دیکھا تھا۔

چچی اگر یہ حویلی میں نہ بھی رہی تب بھی میری ذمہ داری ہے۔۔!! بلکہ یہ "
نہیں آپ اور زرتشہ بھی اسکے ساتھ جائیں گی۔۔!!" اور اب سب کے دماغ
ٹھنکے تھے۔ زمدہ نے بھنویں سکیڑتے اسفندیار کو یکھا تھا۔

یہ کیا کہہ رہے ہو تم خاناں۔۔؟" ابا صاحب ناگواری سے بولے تھے۔ "

یہی سب کے حق میں بہتر ہے ابا صاحب۔۔ جاؤ سامان سمیٹو اپنا۔۔" مہزلہ "
بنا پلک جھپکائے اسے دیکھے گئی۔ یہ ہو کیا رہا تھا۔۔؟ مگر اسکا دل جو چند لمحے پہلے بند
ہو چکا تھا۔ ماں اور بہن کے ساتھ ہونے پر جیسے پھر سے دھڑکنے لگا تھا۔ لیکن
اسے اسفندیار کے فیصلے نے عجیب کشمکش میں ڈال دیا تھا۔ یہ سزا تھی یا جزا۔۔۔؟

کس کا انتظار ہے تمہیں۔۔۔؟" اسے اپنی جگہ جما دیکھ اسفندیار دھاڑا تھا۔ اور وہ "
بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹتی پلٹی تھی۔ اور سیڑھیوں کی سمت قدم بڑھا گئی۔

" جائیں چچی سامان پیک کریں۔۔"

" روشینے اس گھر کا بہو ہے خاناں۔۔ تم اسے کس۔۔"

توکیا وہ اس گھر کی بیٹی نہیں۔۔؟" اس کا ترکی بہ ترکی سوال ابا صاحب کو لب "
بھینچنے پر مجبور کر گیا۔ " یا آپ چاہتے ہیں میں اسے اکیلا چھوڑ دوں۔۔؟ میری

عزت ہے وہ اسکی حفاظت مجھے ہی کرنی ہے ابا صاحب۔۔!! اور اس حویلی کا سکون واپس قائم کرنا ہے۔۔" ابا صاحب جیسے اس پل بے بس ہو گئے تھے۔ جبکہ تائی بے چینی سے پہلو بدل گئیں۔ چاہے وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ مگر روشینا حویلی کا اہم نوکر تھیں ان کے لیے۔ لیکن اب بول کر مزید کچھ بگاڑ بھی نہیں سکتی تھیں۔

"جاؤ زرتشہ تم بھی۔۔"

زرتشہ۔۔۔؟" اسفندیار کے کہنے پر بریال نے کھڑے ہوتے اسے پکارا" تھا۔ جس پر دریاب جو بغور بھائی کو دیکھ رہا تھا۔ ٹھٹھک کر اسے دیکھا تھا۔ بلکہ سب نے ہی ان دونوں کو دیکھا تھا۔

میں تمہیں لینے آیا ہوں۔۔ تم چلو گی نا۔۔۔" اسکے نرم لہجے میں کی گئی ڈیمانڈ پر" اسفندیار اور دریاب دونوں کی ہی تیوری پر لاتعداد شکنیں پڑیں تھیں۔

وہ کیوں جائے گی تمہارے ساتھ۔۔؟" اسفندیار انتہائی ناگواری کے ساتھ" اسے مخاطب ہوا تھا۔ مگر وہ زرتشہ کو دیکھ رہا تھا۔ اور دریاب۔۔!! اسکے دل پر تو

جیسے کسی نے چھریاں چلادیں تھیں۔اس وقت زرتشہ کی نگاہیں جس طرح جھکی تھیں اسے اسکا فیصلہ بتانے کے لیے کافی تھیں۔

بولو زرتشہ کیا فیصلہ ہے تمہارا۔۔۔؟" بریال لہجے میں مزید نرمی سمیٹ لایا تھا۔"

میں فیصلہ سنا چکا ہوں۔۔!زرتشہ تمہارے ساتھ نہیں رہے گی"

اب۔۔!!"اسفندیار انتہائی طیش کے عالم میں کہتا بریال کی سمت بڑھ رہا تھا کہ زرتشہ نے بے اختیار ہی اسے بازو سے تھام لیا۔دریاب اور اسفندیار دونوں نے ٹھٹھکتے اسکے بازو پر رکھے زرتشہ کا ہاتھ دیکھا تھا۔اور بریال کے چہرے پر تفاخر بھری مسکراہٹ بکھر گئی۔

مم۔۔میں اپنی شادی کو۔۔ایک۔۔موقع دینا چاہتی ہوں لالا۔۔۔"اس نے" دیارب کی جانب نہیں دیکھا تھا۔وہ دیکھ ہی نہیں سکتی تھی ان بے یقین نگاہوں میں۔۔جہاں اس شخص کے اعتبار اور بکھرے خوابوں کی کرچیاں تھیں۔۔جبکہ اسفندیار کے آگے سر اٹھانے کی ہمت نہ تھی۔

زرتشہ۔۔۔؟"اسفندیار ایک پل کے لیے بلکل اسٹنٹ رہ گیا تھا۔اور ابا صاحب" کی آنکھوں میں نواسے کے لیے فخر ابھر آیا تھا۔اس نے روایت توڑنے نہ دی تھی۔

خاناں وہ فیصلہ کر چکی ہے۔۔!!"ابا صاحب کی مداخلت پر اسفندیار نے پلٹ" کر شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔

مم۔۔میں جانتی ہوں لالا آپ خفا ہو جائیں گے میرے فیصلے" سے۔۔آئی۔۔آئی ایم سوری۔۔"سر جھکائے مدھم پشیمان لہجے میں کہتی رو پڑی تھی۔دریاب دھواں دھواں چہرہ لیے مزید ایک لمحہ بھی ٹھہرے بنا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا تھا۔بریال نے ایک زہر خند نگاہ اسکی پشت پر ڈالی تھی۔اسکے دماغ میں شک نے ایسے ہی پھن نہیں مارا تھا۔کیونکہ دھواں وہیں سے اٹھتا تھا جہاں آگ لگتی تھی۔

میں تم سے خفا نہیں ہوں زر۔۔یہ تمہاری زندگی ہے جو چاہے فیصلہ لو" بیٹا۔۔میری بہن ہو تم۔۔میں تمہارے لیے بہترین چاہتا ہوں۔۔مگر یہ فیصلہ تم اچانک کیسے لے سکتی ہو۔۔کیا اس شخص نے دباؤ ڈالا ہے تم پر۔۔؟"اسفندیار

نے قہر آلود نگاہ بریال پر ڈالتے اس سے پوچھا تھا۔اور وہ نظریں جھکائے سر نفی میں ہلا گئی تھی۔روشینا بے یقینی کے عالم بیٹی کو دیکھتی رہ گئیں تھیں۔یہ کیا کرنے جارہی تھی وہ اپنے ساتھ۔۔؟

****

اپنی کبڈ سے کپڑے اور کتابیں نکال کر بیڈ پر کھلے سوٹ کیس میں رکھتی وہ زار و قطار رو رہی تھی۔آج وہ اس حویلی کو چھوڑ رہی تھی۔جو بچپن سے ایک قید خانہ تھی اس کے لیے۔۔جہاں سے بھاگنے کی دور جانے کی جستجو تھی اسے۔جہاں سے وہ شادی کے بعد بھی رخصت نہ ہو پائی تھی۔آج وہاں سے جارہی تھی۔مگر آج احساس ہو رہا تھا اپنے اصل سے دور جانا اتنا آسان بھی نہ تھا۔شاید یہ اسکے باپ کی یادیں تھیں جن سے دور جانا اسے اتنا مشکل لگ رہا تھا۔زندگی کے اکیس سال جہاں گزارے تھے۔اب اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ رہی تھی۔اسی پل کوئی دروازہ وا کرتا کمرے میں داخل ہوا تھا۔اس نے ہتھیلی سے فوراً آنسو رگڑ دیے۔

مہزلہ۔۔؟" ماں کی آواز پر وہ بیگ کی زپ بند کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔"

"سامان رکھ لیا آپ نے اپنا۔۔؟"

"!ہمم۔۔"

اور آپا نے۔۔؟" وہ نجانے کیوں اس پل ان کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ جانتی"
تھی اسکی ماں بھی ضبط کے کڑے مراحل میں تھی۔

وہ نہیں جا رہی۔۔۔!" مہزلہ ٹھٹھکتی ان کی سمت پلٹی۔"

کیا مطلب۔۔؟" روشینا نے اسکا متورم سوجا چہرہ دیکھا تھا۔ اور نظریں چراتیں"
اسکا سوٹ کیس بیڈ سے اتار گئیں۔ "مورے میں آپ سے پوچھ رہی

"!!!ہوں۔۔۔

"!وہ بریال کے ساتھ جا رہی ہے۔۔"

کیا۔۔؟ کس کے ساتھ۔۔؟" ان کا بازو تھامتے اپنی جانب موڑا تھا۔ اسکی"
آنکھیں بے یقینی سے پھٹ پڑیں تھیں۔

"وہ اپنی شادی کو ایک اور موقع دینا چاہتی ہے۔۔"

اور آپ نے اس خودکشی میں انکا ساتھ دیا۔۔" وہ تو جیسے پاگل ہوا ٹھی تھی۔ اور"
سب چھوڑ چھاڑ کمرے سے نکلتی زرتشہ کے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ اسکے

کمرے کا دروازہ وا کرتی اندر داخل ہوئی تو وہ درمیانے سائز کے بیگ میں سامان رکھ رہی تھی۔

آپا۔۔؟"زرتشہ نے گردن موڑتے اسکی سمت دیکھا تھا۔"کیا سن رہی ہوں یہ" میں۔۔؟"زرتشہ سر جھکاتی واپس کام میں لگ گئی۔

تم سے کہہ رہی ہوں۔۔تم نے اس ذلیل کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیوں لیا" ہے۔۔میں ایسا نہیں کرنے دوں گی تمہیں۔۔!!"اسکے ہاتھ سے کپڑے چھینتی ایک جانب پھینک گئی۔

میں ایسا کر رہی ہوں زلہ۔۔اور پلیز مجھے مت روکو۔۔"زرتشہ نے نم لہجے میں" اس سے درخواست کی تھی۔

"مگر کیوں۔۔؟"

اس شخص نے مجھ سے ایک موقع مانگا ہے۔۔میں یہ موقع اسے نہیں بلکہ اپنی" شادی شدہ زندگی کو دے رہی ہوں۔۔تاکہ جس فیصلے کو کرنے میں مجھے مشکل ہو رہی تھی وہ آسان ہو جائے۔۔یا شاید وہ شخص واقعی بدل جائے۔۔"مہزلہ دھندلائی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

وہ اس موقعے کے لائق نہیں آپا۔۔ یہ نہ کرو پلیز۔۔!"اس بار اس نے التجا کی تھی۔اور زرتشہ اپنے آنسو پونچھتی اسکا ہاتھ تھپک گئی۔

آج ہم دونوں نئے سفر پر نکل رہے ہیں۔۔ بیسٹ آف لک کہو بس۔۔!" مہزلہ تڑپتی اسکے گلے لگ گئی۔ واقعی وہ سچ کہہ رہی تھی۔ آج سے ان دونوں کی زندگیاں ہی بدلنے والی تھیں۔ مگر دونوں ہی نہیں جانتی تھیں یہ تبدیلی مثبت ہونی تھی یا منفی۔۔۔!

اور پھر زرتشہ پھپھی اور بریال کے ساتھ روانہ ہو گئی تھی۔ مہزلہ بھی حویلی کی دہلیز پر کھڑی تھی۔اس نے کسی کو اللہ نگہبان نہیں کیا تھا۔ یہاں اسکا کوئی خیر خواہ نہ تھا۔ بچپن سے آج تک ان لوگوں نے اسے اسکی بہن اور ماں کو غموں کے سوا اور کچھ نہ دیا تھا۔اس نے نکلتے وقت اسی لیے کسی کی شکل بھی نہ دیکھی تھی۔

ڈرائیو وے پر کاریں کھڑی تھیں۔ خوشحال خان دروازہ کھولے ان کا منتظر تھا۔وہ دونوں خاموشی سے کار میں جا بیٹھی تھیں۔اس نے ماں کی آنکھوں میں واضح آنسو دیکھے تھے جسے وہ پلو میں چھپا گئیں تھیں۔انہیں نہیں معلوم تھا انکی اگلی

منزل کیا تھی۔ جب اس نے سائیڈ مرر سے عقبی کار میں اسفند یار کو بیٹھتے دیکھا تھا۔ اور پھر ان کی کاریں اسٹارٹ ہوتیں حویلی کا مین گیٹ کراس کر گئیں تھیں۔

****

مہزلہ۔۔۔! مہزلہ۔۔۔!!!" وہ نیند میں تھی جب دور سے اسے کسی نے پکارا" تھا۔ "اٹھ جاؤ مغرب ہونے والی ہے۔۔ یہ کیا نحوست پھیلائی ہوئی ہے۔۔۔!" اسکا کندھا ہلاتے اس بار روشینا ڈپٹ کر بولیں تھیں۔ اس نے تکیے سے منہ نکالتے مندی مندی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"کیا ٹائم ہو رہا ہے۔۔؟"

چھ بجنے والے ہیں۔۔ اٹھو۔۔ نہ کھانا کھایا۔۔ نہ منہ ہاتھ دھوئے بس آتے ہی پڑ" گئیں بیڈ پر۔۔" اسکا کمرے سمیٹتیں بڑبڑا رہیں تھیں۔ مہزلہ جمائی روکتی اٹھ بیٹھی۔

کھانا گرم کر رہی ہوں آجاؤ جلدی۔۔!" اسکے طے شدہ کپڑے صوفے پر رکھتیں۔ کمرے سے نکل گئیں تھیں۔ مہزلہ نے ہیڈ بارڈ سے ٹیک لگاتے موبائل اٹھایا۔ جہاں ایک میسج جگمگا رہا تھا۔ اس نے فوراً اوپن کیا تھا۔ مگر کلاس گروپ کا میسج دیکھ بدمزہ ہوتی واشروم کی سمت بڑھ گئی۔

آج سے ایک ہفتے پہلے جب اسفندیار انہیں حویلی سے لے کر نکلا تھا انہیں لیے حویلی سے ایک گھنٹے کی مسافت پر بنے اپنے 'سردار ہاؤس' پر لے آیا تھا۔ یہ ایک گراؤنڈ پلس ون چھوٹا مگر بے حد حسین بنگلہ تھا۔ جو الیکشن کے دنوں میں اسفندیار کی سیاسی سرگرمیوں کا گڑھ ہوا کرتا تھا۔ مگر اب ان کی رہائش گاہ تھا۔ جہاں اسفندیار نے ہر قسم کی آسائش انہیں مہیا کر دی تھی۔ ایک ملازمہ گھر کی صفائی کے لیے تھی۔ جو کچن کا کام بھی کرتی تھی۔ گھر کے باہر گارڈز سخت پہرا دیتے تھے۔ جبکہ خوشحال خان گھر کے پیچھے بنے کوارٹر میں اب مستقل طور پر منتقل ہو گیا تھا۔

اسفندیار خود پہلے دن کے بعد اسے دوبارہ نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے مہزلہ کے لیے نیا موبائل بھی خوشحال خان کے ہاتھ بجھوا دیا تھا۔ مگر روشینا سے اسے

معلوم ہوا تھا وہ حویلی میں بھی نہ تھا بلکہ لاہور گیا ہوا تھا۔ اس نے یہاں منتقل ہونے کے دو تین دن بعد سے یونیورسٹی جانا شروع کر دیا تھا۔ اور یہ انتظار بھی اس نے چہرے پر پڑے نیل مندمل ہونے کے لیے کیا تھا۔

زرتشہ سے اس پورے ہفتے میں اسکی اور روشینا کی تین سے چار بار بات ہوئی تھی۔ جس میں اس نے سب خیر ہے کا ہی سگنل دیا تھا۔ مگر اندر ہی اندر وہ دونوں ہی ڈری ہوئیں تھیں۔ کہ پھپھی یا بریال کہیں زرتشہ کو نقصان نہ پہنچا دیتے۔ اس پورے ہفتے میں ان کے پاس حویلی کی کوئی خبر نہ آئی تھی۔ بس زرتشہ نے ہی زمدہ کی طبیعت کا بتا دیا تھا۔ یہ ہفتہ ان کے لیے ایسا خواب سا گزرا تھا کہ زندگی میں کبھی تصور ہی نہ کیا تھا کہ کوئی لمحہ ان کی زندگی میں ایسا بھی گزر سکتا تھا۔ اب اسکی ماں کو دن رات چولہے میں جھکنا نہیں پڑتا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر خود کو ذلیل نہیں کروانا پڑتا تھا۔ اپنے ناپسندیدہ چہروں اور ان کی کڑوی باتوں کو سننا نہیں پڑتا تھا۔

مغرب کی نماز پڑھ کر سیڑھیوں سے اترتی نیچے لاؤنج میں آگئی تھی۔ جو سفید ماربل سے لگژری طرز کا بنا تھا۔ بیچ میں گرے رنگ کا صوفہ سیٹ پڑا تھا دیوار پر

فل سائیز ایل سی ڈی لگی تھی۔ایک جانب آپن کچن تھا جہاں روشینا چائے بنا رہیں تھیں۔آگے ہی سکس سیٹر ڈائننگ پڑی تھی۔وہ اسی جانب بڑھ آئی۔روشینا اسکا کھانا اور چائے وہیں لے آئیں تھیں۔

گھر کے فون پر خاناں کی کال آئی تھی ابھی۔۔۔!"ٹرے اپنی جانب کھسکاتی" مہزلہ چونکی تھی۔اس شخص کے نام پر اسکا دل بڑے ہی عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔

"کک۔۔کب۔۔؟"

"ابھی۔۔کچھ دیر پہلے۔۔"

کیا کہہ رہے تھے۔۔؟"اسکے اندر بے چینیاں سی کروٹیں لینے لگیں۔جب" سے یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔اس نے موبائل پر ایک بار بھی رابطہ نہیں کیا تھا۔جبکہ روشینا سے لینڈ لائن پر یہ تیسری چوتھی کال تھی۔اس شخص کی اس لاتعلقی پر وہ ناچاہتے ہوئے بھی الجھ گئی تھی۔

ان کی کوئی ملازمہ آرہی ہے مانسہرا سے کہہ رہے تھے۔۔اب ہمارے ساتھ ہی" "رہی گی۔۔میں نے منع بھی کیا کہ کیا ضرورت ہے مگر۔۔

"گل بانو۔۔؟"

ہاں یہی نام بتایا تھا۔۔ تمہیں بھی بتایا ہے خاناں نے۔۔؟"انکے پوچھنے پر لب بھینچتی چاولوں میں چمچہ چلانے لگی۔

"نہیں۔۔جب ہم مانسہرا گئے تھے تبھی ملی تھی۔۔"روشینا نے بغور اسکے تاثرات دیکھے۔

"بات ہو رہی ہے تمہاری خاناں سے۔۔۔؟"اسکا پلیٹ میں چمچہ چلاتا ہاتھ ایک پل کے لیے ٹھہرا تھا مگر اگلے پل وہ منہ میں تھوڑے سے چاول لیتی سر نفی میں ہلا گئی۔

"کیوں۔۔انہیں گئے ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا۔۔ تمہیں خیر خیرت تو پوچھنی چاہیے تھی۔۔"

"تو یہ کام وہ بھی کر سکتے ہیں۔۔"ماں اسکے جواب پر لب بھینچ گئیں۔

"ہر بات میں انا کو مت لایا کرو مہزلہ۔۔ میاں بیوی کا رشتہ ان فضول باتوں پر نہیں چلتا۔۔"ان کے خشمگین لہجے میں کہنے پر اس نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔یعنی یہ صرف اس کی غلطی تھی۔۔؟

"تو وہ جب آپکو کال کر سکتے ہیں۔۔مجھے کال کرتے وقت کیا چیز آڑے آرہی ہے۔۔آپ بتائیں گی۔۔؟"

"بیٹا ہو سکتا ہے وہ تمہارے فون کے منتظر ہوں۔۔۔اب دیکھو کتنی مصروفیات میں بھی انہیں ہماری فکر ہے۔۔یہاں کا پورا انظام اپنی نظروں میں رکھے ہوئے ہیں۔۔اپنے وفادار کو جسے کبھی الگ نہیں کیا۔۔صرف ہماری حفاظت کے لیے خوشحال خان کو یہاں چھوڑا ہوا ہے۔۔سوچو کتنے پریشان ہوں گے۔۔"

"تو حویلی سے نکالنے کا فیصلہ بھی انہی کا تھا۔۔"

"فیصلہ ان کا تھا۔۔مگر یہ سالوں سے پنپتی خواہش تھی تمہاری۔۔اسلیے مظلوم بننے کے میرے سامنے ڈرامے مت کرنا۔۔"اسکے عزر پر روشینا نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔"ہر آسائش۔۔ہر طرح کا سکون مہیا کر رہے ہیں وہ تمہیں۔۔جبکہ خود کتنے کرائسس سے گزر رہے ہیں۔۔"ماں کے لتاڑنے پر وہ چائے اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دو شادیوں کا فیصلہ بھی انہی کا تھا۔۔!"

****

صاحب باہر پولیس والا آیا ہے۔۔"وہ اس وقت گھر والوں کے ساتھ رات کا" کھانا کھا رہا تھا۔جب ملازم نے اسکے کان میں آکر اطلاع دی تھی۔اس نے چونکتے اسکی جانب دیکھا۔

کس لیے۔۔۔؟"درخنے سمیت مرجان خان اور رخسانہ نے بھی بیٹے کے" ناگوار تاثرات دیکھے تھے۔

"معلوم نہیں صاحب۔۔بس کہہ رہے ہیں آپ سے ملنا ہے۔۔"

کون آیا ہے گلریز۔۔؟"مرجان خان نے کھانے سے ہاتھ روکتے اس سے" پوچھا۔

پولیس ہے۔۔!میں دیکھتا ہوں۔۔"وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔اسکی بات پر تینوں ہی" چونکے تھے۔

کیوں آئی ہے یہ پولیس وہ بھی رات کے اس وقت۔۔؟"مرجان خان نے" ایک کاٹ دار نگاہ گلریز کو دیکھتی درخنے پر ڈالی تھی۔"تم ٹھہرو۔۔ہم ساتھ چلتے ہیں۔۔!"پھر دونوں لاؤنج سے نکلتے باہر پورچ کی سمت بڑھ گئے۔جہاں پولیس کی بھاری نفری کھڑی تھی۔

"کیا بات ہے انسپیکٹر۔۔؟رات کے اس وقت سب خیریت تو ہے۔۔؟"

خیریت نہیں ہے خان صاحب اسی لیے تو آئے ہیں۔۔"مرجان خان اور گلریز" دونوں کی تیوی پر بل پڑنے لگے۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"!گلریز خان کے لیے اریسٹ وارنٹ ہے۔۔۔"

کیا۔۔۔!!"مرجان خان نے انتہائی ناگواری سے اسکے ہاتھ میں موجود پیپر کو" اور پھر اسے دیکھا۔جبکہ گلریز خان آنکھیں چھوٹی کیے اسکے نزدیک آگیا۔

"اور کس جرم میں جاری ہوئے ہیں یہ وارنٹ۔۔؟"

آپکے قالین کے کارخانے سے بھاری مقدار میں اسلحہ برآمد ہوا" ہے۔۔۔!!!"انسپیکٹر کی بات پر وہ ایک پل کے لیے فریز رہ گیا۔مگر اگلے پل دھاڑا تھا۔

"!!!کیا بکواس ہے۔۔۔"

انسپیکٹر کیا کھیل کھیل رہے ہو تم۔۔۔؟"مرجان خان بھی طیش میں آچکے" تھے۔

خان صاحب ہم صرف حکم کے غلام ہے اس سے زیادہ اس کھیل میں کوئی" حصہ نہیں ہمارا۔۔اور ابھی ہمیں آپ کے بیٹے کو لے کر جانا ہوگا۔۔!" انسپیکٹر سہولت سے بولا تھا۔گلریز نے ایک ضبط بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر باپ کی سمت مڑا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ کس کی حرکت ہے۔۔"

ہم جانتا تھا وہ خبیث اتنا سکون سے نہیں بیٹھے گا۔۔۔" انکے زور زور سے بولنے" پر درخنے اور رخسانہ بھی وہیں چلی آئیں تھیں۔اور گلریز اور مرجان خان کو پولیس سے لڑتا دیکھ وہ دونوں ہی سہم گئیں۔

خان صاحب ابھی آپکو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔۔"ان دونوں کے دل" دھک سے رہ گئے۔درخنے نے گلریز کا غضب سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھا تھا۔اس کا دل نجانے کیوں انجانے خدشات سے گھرنے لگا تھا۔اور پھر پولیس اسے گاڑی میں بٹھا کر لے گئی تھی۔مرجان خان شدید اشتعال میں واپس اندر کی سمت آئے تھے اور ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈالتے اپنے وفادار کو بلند آواز میں پکارنے لگے۔درخنے ایک کونے میں سہمی کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔کچھ دیر میں کسی

سے فون پر بات کرتے وہ بھی نکل گئے تھے۔رخسانہ لاؤنج میں بیٹھیں رو رہیں تھیں۔اسے سمجھ ہی نہیں آیا تھا کہ کیا کرے۔وہ ایک تنہا تنکے کی مانند تھی نہ اس کا اپنے گھر والوں سے کوئی رابطہ تھا نہ سسرال والوں سے کوئی انڈر اسٹینڈنگ۔۔رخسانہ نے کبھی اس سے اتنی بات ہی نہ کی تھی کہ ابھی جا کر تسلی دیتی۔نہ ہی اس کے پاس اپنا غم شیئر کرنے والا کوئی تھا۔گلریز خان نے اسے کا تو کہا تھا مگر اس بات کو بھی ایک ہفتے سے اوپر گزر چکا تھا اور اس موبائل دینے نے اب تک اسکا موبائل اسے نہ دیا تھا۔

****

آج سے اسکے سیمسٹر اگزامز شروع ہو چکے تھے۔پچھلے دو سال میں ہر پیپر کی تیاری وہ اور درخنے مل کر کرتیں تھیں۔رات رات بھر جاگ کر نوٹس بناتی تھیں۔ایک دوسرے کے لیے کافی بنانا۔۔کوئی سو جائے تو اسے ہلا کر یا پانی ڈال کر جگانا۔مگر اس بار۔۔!اس بار وہ تنہا تھی۔درخنے اس سفر میں اسے تنہا چھوڑ گئی تھی۔شادی کے بعد درخنے نے پڑھائی کنٹینو نہیں کی تھی۔یا شاید گلریز نے ہی اسے اجازت نہ دی تھی۔

مہرلہ کو وہ شدت سے یاد آئی تھی۔اس نے مامی کے نمبر پر کال بھی کرنی چاہی تھی مگر انکا نمبر بند آرہا تھا۔اب وہ تنہا امتحانات کی تیاری کر رہی تھی۔اکیلے یونیورسٹی جاتی تھی۔کلاس میں اسکے برابر میں ساتھ بیٹھنے والی کہیں کھو گئی تھی۔

شام کے سات بج رہے تھے۔وہ کمرے سے نکلتی سیڑھیوں کی سمت آئی ہی تھی جب اسے نیچے سے باتوں کی آوازیں آئیں تھیں۔گل بانو جو کہ کل ہی ان کے گھر آئی تھی۔اسکی اور روشینا کی خاصی بن گئی تھی مگر یہ انکی باتوں کی آوازیں نہ تھیں۔متجسس ہوتی نیچے آئی تو ایک پل کے لیے بلکل حیران رہ گئی۔لاؤنج میں سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر شال ڈالا اسفندیار اور اسکے برابر میں ہی زرغان بیٹھا تھا۔اسے ایک پل کے لیے یقین ہی نہ آیا۔

آپا۔۔۔!!!"زرغان اسے آخری سیڑھی پر کھڑا دیکھ چہکا تھا۔روشینا سے گفتگو" کرتے اسفندیار نے بھی بے ساختہ نگاہ اٹھاتے اسکی جانب دیکھا تھا۔میرون کلر کی لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ میں ملبوس۔ہمرنگ شیفون کا دوپٹہ اوڑھی تھی۔چہرہ الگ ہی گہری نیند لے کر اٹھنے کی خبر سنا رہا تھا۔اسے معلوم تھا وہ دن میں تو ضرور سوتی تھی۔

زرغان اس تک پہنچتا سینے سے آلگا۔ مہزلہ حیران کن تاثرات لیے کھل کر مسکرا دی۔۔

واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔۔!!"زرغان کے بال سہلاتے اس نے اسفندیار کی" سمت دیکھا تھا مگر وہ نظریں پھیر گیا تھا۔ مہزلہ ایک پل کے لیے ٹھٹھک گئی۔

آپ کو پتہ ہے آپا اب میں یہیں آپ لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔۔"زرغان" اسکا ہاتھ تھامے لاؤنج میں لاتا چہک کر بولا تھا۔ جس پر مہزلہ کی باچھیں کھل اٹھی تھیں۔ بلآخر اس شخص نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔

سچ۔۔۔؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔!"وہ اسکے ساتھ ہی صوفے پر اسفندیار" کے عین سامنے آبیٹھی تھی۔ جب اسکی نگاہ ماں سے ملی تھی جو بے چینی سے پہلو بدل گئیں تھیں۔

خاناں۔۔ایسا کیسے ممکن ہے۔۔جب۔۔جب ابا صاحب کو معلوم ہو گا۔۔وہ" بہت خفا ہوں گے۔۔"روشینا تو بیٹے اور داماد کی اچانک آمد پر حیران ہی رہ گئیں تھیں۔ اور اصل حیرانی زرغان کے تمام سامان کو دیکھ کر ہوئی تھی۔

میں سنبھال لوں گا آپ فکر نہیں کریں۔۔"اسفندیار بھاری سنجیدہ لہجے میں" بولا تھا۔

نہیں بیٹا آپ پہلے ہی ہمارے لیے بہت کچھ کر چکے ہیں۔۔"روشینا کی آواز" بھیگ سی گئی تھی۔ مہزلہ لب بھینچتی زرغان کی سمت متوجہ ہو گئی۔جو اپنے میک میں اسے کچھ دکھا رہا تھا۔

بیٹا کہہ رہی ہیں پھر پرایا بھی کر رہی ہیں چچی۔۔اور کچھ نہیں کہیں گے ابا" صاحب۔۔انہیں بھی سیکیورٹی کے حوالے سے کچھ تحفظات تھے۔۔"ان کا ہاتھ تھپکتا سہولت سے سمجھا گیا۔مہزلہ کے کانوں میں اسکی گھمبیر آواز ابھری تھی۔اس نے نگاہ اٹھاتے اسکے بے انتہا سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔اور اس وقت یہ شخص اسے بہت اپنا اپنا سا لگا تھا۔

مگر میں پھر بھی یہی کہوں گی اگر ابا صاحب زرغان کو واپس بھیجنا چاہیں گے تو" مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔"ماں کی بات پر اسکی تیوری پر بل سمٹ آئے۔

"کیا مطلب۔۔ آپ ان کی وجہ سے اسے واپس بھجوادیں گی۔۔؟" اسکے ناگواری سے کہنے پر روشینا اور اسفندیار دونوں نے ہی بیک وقت اسے دیکھا تھا۔ مہزلہ کی نگاہ بھی اس پل اسفندیار کی سپاٹ نگاہوں سے ملی تھی۔

"تم بیچ میں مت بولو مہزلہ۔۔۔!" ماں کے ڈپٹتی آواز پر اسکی نظروں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔ اتنے میں گل بانو سب کے لیے چائے لے آئی تھی۔

"سلام خان۔۔!"

"وعلیکم اسلام۔۔۔!"

"یہ لیں خاناں چائے لیں۔۔" انہوں نے خود اسے چائے دی تھی۔ "کیا کھائیں گے۔۔ بہت دن ہو گئے آپ کی پسند کا بنائے۔۔" وہ اپنائیت بھرے لہجے میں بولیں تھیں۔ مہزلہ اپنی چائے کا کپ اٹھاتی بس دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"نہیں چچی کھانے تک نہیں رک سکوں گا۔۔ حویلی جانا ہے۔۔" وہ ائیرپورٹ سے زرغان کو لے کر سیدھا یہیں آیا تھا۔ مہزلہ نے چونک کر اسکی سمت دیکھا تھا۔ اسے تو لگا تھا ___

جانتی ہوں بیٹا۔۔وہاں جانا بھی ضروری ہے۔۔ مگر کھانا کھا کر چلے جایئے" گا۔۔"ان کا لہجہ بڑا مان بھرا تھا۔اسفندیار انکار نہ کر سکا تھا۔روشینا چائے کے بعد فوراً ہی گل بانو کے ساتھ کچن میں گھس گئیں تھیں۔جبکہ اسفندیار موبائل پر کسی سے گفتگو کرتا مہزلہ کو سرے سے نظرانداز کیے باہر خوشحال خان کے پاس پورچ میں چلا گیا تھا۔بہت سے معاملات تھے جو اسے اپنے وفادار سے شیئر کرنے تھے۔صرف ان دونوں کی وجہ سے اس نے اپنا دایاں بازو یہاں چھوڑا ہوا تھا۔

جبکہ دوسری جانب مہزلہ نے بھی اسے باہر کی سمت بڑھتے دیکھا تھا۔اور بہت شدت سے محسوس کیا تھا کہ یہ شخص اسے مسلسل اگنور کر رہا تھا۔نہ اس سے اسکا حال پوچھا تھا نہ کوئی بات کی تھی۔مگر کس لیے۔۔؟اس نے کیا کیا تھا۔۔۔؟

****

"کیا بات ہے کن سوچوں میں گم ہو۔۔؟" روشینا کھانا باؤل میں نکالتیں پلٹی تو اسے اسٹول پر بیٹھے بڑی گہری سوچوں میں پایا تھا۔ گل بانو وہیں اسکے برابر میں بیٹھی سلاد سجارہی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر ماں کو دیکھا۔

"کچھ نہیں۔۔ بس آپا یاد آرہی ہیں۔۔ کتنا اچھا ہوتا وہ بھی ساتھ ہوتیں تو۔۔" اس نے لاؤنج میں ایل سی ڈی پر کارٹون دیکھتے زرغان کو دیکھتے کہا۔ کتنا مکمل لگ رہا تھا سب کچھ۔ ایک نارمل فیملی۔۔ ایک مکمل گھر۔۔

"وہ اپنے گھر میں ہے بیٹا۔۔ بلائیں گے اسے بھی۔۔ چلو اٹھو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔ ٹیبل پر لگاؤ۔۔ اور بانو جاؤ تم خاناں کو بلا لاؤ۔۔" اسکا کندھا تھپکتیں وہ ٹیبل کی سمت بڑھ گئیں تھیں۔ جب تک ان لوگوں نے کھانا لگایا اسفندیار بھی چلا آیا تھا۔

"لالا میں نئے اسکول کب سے جانا شروع کروں گا۔۔" وہ چیئر کھسکا کر بیٹھ رہا تھا جب زرغان نے اسکے سامنے والی چیئر پر ماں کے ساتھ بیٹھتے پوچھا۔

"فرائے ڈے کو تمہارے ایڈمیشن ہو جائے گا یعنی منڈے سے تم جوائن کر رہے ہو۔۔" زرغان کا چہرہ پل میں مرجھا گیا۔

"کیا ہم کچھ دن بعد نہیں جا سکتے۔۔ ابھی تو میں یہاں آیا ہوں۔۔ اب یہیں رہنا ہے۔۔ اور سیشن شروع ہو رہا ہے اس لیے نو مور ایکسکیوزز۔۔" زرغان نے ہونٹ لٹکاتے پانی کا جگ لاتی بہن کو دیکھا تھا۔ مہزلہ کو بھی ایک پل کے لیے ترس آ گیا تھا۔ مگر مصلحتاً خاموش رہتی اسفندیار کے برابر والی چیئر کھسکا کر بیٹھ گئی تھی۔ کیونکہ پچھلے دس دن سے جس جگہ وہ بیٹھ رہی تھی وہاں اسفندیار بیٹھا تھا۔ اسفندیار نے بس ایک ترچھی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ اور پھر جگ اٹھاتا اپنے لیے پانی نکالنے لگا۔

"خاناں کے لیے نکالو۔۔" روشینا نے اسکی جانب اوش کا باؤل بڑھایا تھا۔ مہزلہ نے ان پر بس ایک نگاہ ڈالی تھی مگر انہوں نے ایسی تنبیہی نگاہوں سے دیکھا وہ خاموشی سے باؤل تھامتی اسفندیار کی پلیٹ میں نکالنے لگی مگر وہ روک گیا۔

"نکال لوں گا میں۔۔" اسکے سپاٹ لہجے اور سرد تاثرات پر اس بار وہ ٹھٹھکی تھی۔ اور بغور اسکا چہرہ دیکھا جو اسے نظرانداز کیے پلیٹ میں بریانی نکال رہا تھا۔ جبڑے بھینچتی باؤل ناچاہتے ہوئے بھی باؤل ٹیبل پر پٹخ گئی۔ روشینا اور

اسفند یار دونوں نے اسکی حرکت نوٹس کی تھی۔وہ تو پہلو بدل گئیں تھیں مگر اسفند یار کھانے کی سمت متوجہ رہا تھا۔

اور زمدہ کی طبیعت کیسی ہے اب۔۔؟" ٹیبل پر صرف زرغان روشینا یا کبھی" کبھی اسفند یار کی باتوں کی آواز ابھر رہی تھی۔جب انہوں نے اس سے پوچھا تھا۔

"بہتر ہے۔۔اب چل پھر رہی ہے۔۔"

اللہ صحت دے۔۔" مہزلہ نظریں گھوما گئی۔اسکی ماں جتنی رحم دل تھی لوگ" اتنا ان کے ساتھ کھلواڑ کر جاتے تھے۔بعض اوقات حد سے زیادہ نیک ہونا بھی سزا بن جاتا ہے۔اسی پل اسفند یار کی کال آگئی تھی۔نیپکن سے ہاتھ پونچھتا کال ریسو کر گیا تھا۔روشینا نے اشارے سے مہزلہ کو شیر خورمہ نکالنے کو کہا تھا۔مگر وہ انجان بنی کھانے میں لگی رہی۔مگر ان کی نظریں ایسی تھیں کہ وہ مرتی کیا نہ کرتی کی مصداق اسکے لیے ایک پیالی میں شیر خورمہ نکال گئی۔کال کاٹتے اسفند یار نے اسے اپنی پلیٹ کے پاس شیر خورمے سے بھری پیالی رکھتے دیکھا تھا۔مگر پھر روشینا کی سمت متوجہ ہو گیا۔

چچی مجھے اجازت دیں اب۔۔ نکلنا ہے۔۔ حویلی جانے سے پہلے ایک کام نپٹاتے "
ہوئے جانا ہے۔۔ "کرسی دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"خاناں میٹھا تو کھالیں۔۔"

اگلی بار چچی۔۔ آج دل نہیں۔۔ "وہ سہولت سے انکار کر گیا تھا۔ مہزلہ کے اندر "
اندر تک ناگواری پھیل گئی۔

آپ کیوں پیچھے پڑی ہیں۔۔ جب کہہ رہے ہیں جانا ہے تو جانے دیں۔۔!"وہ "
مزید ضبط نہ کر سکی تھی۔ روشینا اور اسفندیار نے بیک وقت اسکو دیکھا تھا۔

مہزلہ۔۔۔!!" روشینا نے انتہائی غصیلے لہجے میں اسے پکارا تھا۔ جبکہ اسفندیار "
"جبڑے بھینچ گیا۔ "بیٹا یہ پاگل کچھ بھی۔۔

کوئی بات نہیں چچی۔۔ اللہ حافظ۔۔۔ "ضبط سے بھنچے لہجے میں کہتا لمبے لمبے "
ڈگ بھرتا لاؤنج کا خارجی دروازہ عبور کر گیا۔

"یہ کونسا طریقہ تھا بات کرنے کا۔۔؟ خاناں کے پیچھے جاؤ۔۔۔"

جی۔۔؟" مہزلہ نے حیرت میں مبتلا ہوتے انہیں دیکھا تھا۔ اس وقت شدید "
غصے میں گھریں اسے گھور رہیں تھیں۔

میں کہہ رہی ہوں ابھی اور اسی وقت جاؤ۔۔سنا نہیں تم نے۔۔۔!!"انکے سخت لہجے پر وہ بادل نخواستہ اٹھتی دروازے کی سمت بڑھ گئی۔باہر آئی تو اسفندیار ڈرائیووے پر کھڑا انتہائی ناگوار تاثرات لیے خوشحال خان سے کچھ کہہ رہا تھا۔وہ لب کاٹتی اس سے کچھ فاصلے پر آرکی۔خوشحال کی جیسے ہی مہرلہ پر نظر پڑی وہ باادب ہوتا سر جھکا گیا۔جس پر اسفندیار نے گردن ترچھی کرتے کچھ فاصلے پر کھڑی اس لڑکی کو دیکھا تھا۔اسکی آنکھیں خودبخود چھوٹی ہو گئیں۔اور واپس خوشحال خان کی سمت متوجہ ہو گیا۔

"اب مجھے ان میں سے کوئی ہڈ حرامی کرتا نظر نہ آئے۔۔سمجھ آئی۔۔۔"

جی خان۔۔!!"اسکے اشارے پر خوشحال خان مڑ گیا تھا۔اور وہ خود اپنی کار کی سمت بڑھنے لگا۔

رکیں۔۔!"اسکے منمنانے پر اسفندیار نے ٹھہرتے اسکی سمت پلٹ کر دیکھا تھا۔بغیر سوئیٹر کے محض دوپٹے میں چلی آئی تھی۔اور اب دانت کٹکٹا رہے تھے۔

مورے کو لگتا ہے مجھے آپ سے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔۔"اسکی سوالیہ نگاہوں پر وہ بلاآخر بولی تھی۔اسفندیار لب بھینچ گیا۔

"چچی سے کہنا میرے لیے دوسروں کی فضول باتیں معنی نہیں رکھتیں۔۔"اسکے سرد لہجے پر مہزلہ نے چونکتے اسکے تاثرات دیکھے تھے جو الفاظ سے کہیں زیادہ سرد تھے۔اسکے اندر کڑواہٹ سی پھیلنے لگی۔

"صیح تو کس لیے یہاں آئے تھے۔۔؟"

"!!تمہارے لیے نہیں آیا تھا۔۔"

جانتی ہوں۔۔!مگر اگر آپ ہم پر یہ سب احسان سمجھ کر رہے ہیں تو مہربانی کر کے۔۔یہ چیریٹی کہیں اور کریں۔۔"اسکی آنکھیں غصے سے جلنے لگیں تھیں۔جبکہ اسفندیار کی رنگت دہک اٹھی۔

اپنی بکواس بند کرو اور اندر جاؤ۔۔اس سے پہلے کہ میرا دماغ گھوم جائے۔۔"اسکی دھمکی پر مہزلہ جبڑے بھینچتی اسکی ناگواری اور غصے سے پر آنکھوں میں گھورتی رہی۔"جتنا تمہیں برداشت کر رہا ہوں۔۔اتنی آپے سے باہر ہو رہی ہو۔۔"

مت کریں۔۔ کس نے کہا ہے کریں۔۔ یہ فرسٹریشن کسے شو کر رہے" ہیں۔۔؟ ہم نے تو نہیں بلایا تھا آپکو یہاں۔۔ اگر مورے نے کھانے پر روک لیا اس بات نے اتنا فرسٹریٹڈ کر دیا آپکو کہ یوں دھمکیوں پر اتر آئے۔۔"اسفندیار اسکے پھٹنے پر ایک پل کے لیے اپنی جگہ متحیر رہ گیا۔"میں جانتی ہوں آپ اپنی اولاد اور بیوی کا قصوروار مجھے ہی سمجھتے ہیں۔۔ یہاں مجبوراً ہی آئے ہیں اسی لیے بات بات پر یوں ری ایکٹ کر رہے۔۔ مگر میں نے نہیں کہا تھا کہ ہمارے لیے یہ سب کریں۔۔ میں اور مورے اپنا بندوبست خود بھی کر سکتے تھے۔۔ آپکے محتاج نہیں تھے۔۔" کہتے کہتے آخر میں اسکی آواز بھرا گئی تھی۔اور اس سے پہلے کہ آنکھیں چھلکتیں وہ پلٹ گئی تھی۔ مگر ابھی ایک قدم بھی نہ بڑھا سکی تھی۔جب اسکا بازو اسفندیار کی آہنی گرفت میں تھا۔

****

وہ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھی جب اسے عقب سے کمرے کا دروازہ کھلتا محسوس ہوا تھا۔اور پھر اسے پوری قوت کے ساتھ بند کیا گیا تھا۔ سلام پھیرتے ہی اس نے کمرے میں مارچ کرتے گلریز کو دیکھا جو کل رات کے بعد اب نظر آیا تھا۔

"آپ جیل سے چھوٹ گئے۔۔!" اپنی جگہ سے اٹھتے اسکے لبوں سے بے ساختہ ہی نکلا تھا۔ گلریز جو اس وقت شدید اشتعال میں تھا۔ نظر پھیرتے اسکی جانب دیکھا۔

"تم اور تمہارا وہ خبیث لالا جو پورے شہر کا سردار بنا گھومتا ہے اسکی تو یہی خواہش تھی میں ساری زندگی وہیں رہوں۔۔" اسکے سلگتے لہجے پر درخنے کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔

"لا۔۔لالا کیوں بھیجیں گے آپکو جیل۔۔؟" گلریز قدم بڑھتا اسکے سر پر آپہنچا۔ درخنے ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔

"کیوں تم سے نکاح کرنے پر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے گا۔۔؟" اسے بازو سے تھامتا نزدیک کر گیا۔ درخنے کی آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی۔ جب وہ انتہائی بے بسی سے بولی۔

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔ آپ نے لالا سے بدلا لینے کے لیے مجھ سے زبردستی شادی کرلی۔۔ اب اور کیا بچا ہے ماریں گے۔۔؟" اسکی آنکھ سے آنسو ٹپک کر رخسار پر گرا تھا۔ گلریز جو اس وقت بے پناہ غصے میں آیا تھا اس پل جیسے

اس لڑکی کے ایک آنسو نے اسکے گلیشئر کو پگھلا کر رکھ دیا تھا۔وہ چاہ کر بھی اس لڑکی کے ساتھ برا نہیں کر پا رہا تھا۔اسکے بھائی کا بدلا اس سے نہیں لے پا رہا تھا۔اور اسی ٹرانس میں اس نے ہاتھ بڑھاتے درخنے کے رخسار پر بہتا آنسو پونچھ دیا۔وہ بے اختیار آنکھیں بند کر گئی تھی۔جبکہ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر آنکھوں سے گر رہے تھے۔

"جان سے مارنا ہوتا تو اب تک میرے سامنے کھڑیں نہ ہوتیں تم درخنے۔۔اپنی عزت بنایا ہے اب تم اسفندیار کی نہیں میری عزت ہو۔۔"

مگر ہوں تو بدلے کی آگ میں جلنے والی ہی نا۔۔"نجانے کیوں اسکے لبوں پر" شکوے آرہے تھے آج۔شاید تنہائی اور اکیل پن وقت سے پہلے دیمک کی طرح اسے کھانے لگی تھی۔اور اس لمحے گلریز خان کو خود پر تف محسوس ہوئی تھی۔وہ اپنے بدلے کی آگ میں ایک معصوم لڑکی کی زندگی سے کھیل گیا تھا۔مگر اسفندیار سے بدلا نہ لیتا تو آج یہ لڑکی اس کے ساتھ بھی نہ ہوتی۔اور اس عجیب سے انکشاف پر وہ خود جیسے ٹھہرا رہ گیا تھا۔جبکہ درخنے اسے خاموش کھڑا دیکھ دبے قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

****

مہزلہ نے بے ساختہ پلٹتے اسکی پر جلال آنکھوں میں دیکھا تھا۔ مگر وہ اسے لیے اپنی کار کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ ایک پل کے لیے حیران پریشان رہ گئی۔

"کیا کر رہے ہیں۔۔؟"

شٹ اپ۔۔!! جتنی بکواس کرنی تھی کر چکیں۔۔اندر بیٹھو۔۔!" ڈرائیور" سے کیز چھینتے پیسنجر سیٹ کا دروازہ وا کیا تھا۔ مہزلہ سہم سی گئی۔ اسفندیار اسے زبردستی سیٹ پر بٹھاتا دروازہ لاک کر گیا۔اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ وہ دنگ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ زبان جیسے تالو سے چپک گئی تھی۔ اسفندیار کے کار اسٹارٹ کرنے پر سیکیورٹی گارڈ نے پھرتی سے مین گیٹ کھولا تھا۔اور ان کی گاڑی ہوا کی رفتار سے گیٹ سے نکلتی ویران سٹریٹ پر دوڑنے لگی۔

مہزلہ جس نے سیٹ بیلٹ تک نہیں باندھی تھی اسکے اس قدر تیز چلانے پر اسکے اوسان خطا ہونے لگے۔ایک ہاتھ سے دروازہ جبکہ دوسرے سے ڈیش بارڈ تھامتی چیخی تھی۔

"!!آخر ہو کیا گیا ہے آپکو۔۔؟مروائیں گے کیا۔۔۔"

کیوں مزا نہیں آرہا۔۔؟"اسفندیار نے ایک ترچھی کاٹ دار نگاہ اس پر ڈالی تھی۔مہزلہ کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔اس شخص کا جنونی لہجہ اسے وحشت زدہ کر گیا تھا۔

آ۔آپ۔۔کیوں کر۔۔رہے ہیں ایسا۔۔اس۔۔سب کا۔۔مقصد کیا"

"ہے۔۔؟

تمہیں یہ سمجھانا کہ کسی کا ضبط آزمانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔۔تمہارے الفاظ" کسی کے دماغ کے پرخچے کیسے اڑاتے ہیں۔۔"انکی گاڑی مین روڈ پر دوڑ رہی تھی۔اور اسی پل سامنے سے ایک ٹرالر آگیا تھا۔مہزلہ کی چیخوں کے ساتھ آنسو بھی نکلنے لگے۔وہ بے اختیار اسفندیار کا بازو تھام گئی تھی۔اسفندیار نے بھی بروقت کٹ مارتے دونوں کو ہی موت کے منہ سے نکال لیا تھا۔گاڑی ہائی وے کے روڈ پر چرچراتی ہوئی رکی تھی۔مہزلہ پریشر کے سبب ڈیش بارڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی کیونکہ ایک ہاتھ اسفندیار کے بازو پر بھی تھا۔کار رکنے پر دونوں ہاتھ چہرے پر رکھتی پھوٹ کر رونے لگی۔ویران سڑک پر کھڑی کار میں

اسکی سسکیاں ابھر رہیں تھیں۔ مگر اسفندیار کا غصہ اب بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ایک قہر آلود نگاہ اسکے لرزتے وجود پر ڈالی تھی اور یکدم دونوں بازوؤں سے تھامتا اسے اپنی سمت متوجہ کر گیا۔

تمہاری تو شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا میں۔۔!!"اسکے پھنکارنے پر مہزلہ رونا" بھلائے متحیر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ کیا کہا تھا ابھی اس نے۔۔؟"ہاں مہزلہ برلاس۔۔ تمہارا چہرہ دیکھنے کا دل بھی نہیں کر رہا تھا جانتی ہو کیوں۔۔؟"اسکے چہرے پر پھیلے تاثرات وہ بخوبی پڑھ گیا تھا۔جب مزید بولا۔

کیونکہ تم کبھی اس رشتے کو نبھا ہی نہیں سکتیں۔۔ تم نبھانا ہی نہیں" چاہتیں۔۔بس مجھ سے جان چھڑانے اس رشتے کو کسی طرح ختم کرنے میں لگی رہتی ہو۔۔۔" مہزلہ پتھرائی نگاہوں سے اسکے اشتعال انگیز چہرے کو دیکھ رہی تھی بس۔۔!

کیا بکواس کی تھی تم نے اس دن۔۔؟ تمہیں طلاق دے دوں۔۔اور تم اپنی راہ" لو۔۔؟ تم نے ایک پل کے لیے بھی اپنے اور میرے درمیان بتائے وقت کا نہیں سوچا۔۔۔!! ایک بار الزام لگنے پر مجھ سے ڈسکس کرنے کا نہیں سوچا۔۔کیونکہ

تمہارا اصل موٹو تو مجھ سے پیچھا چھڑانا تھا ہے نا۔۔۔!!" اسکے دھاڑنے پر مہزلہ کے منہ میں جیسے الفاظ ختم ہو گئے تھے وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی اسفندیار ! یہ سوچے بیٹھا تھا۔اسکے سرد رویے کی یہ وجہ ہو گی۔۔

"مم۔۔میں۔۔"

شٹ اپ۔۔۔! تمہاری بکواس نہیں سننی مجھے۔۔ تم تو اس انتظار میں تھیں کہ " اس الزام کی آڑ میں بس اس رشتے سے جان چھڑا لو گی۔۔ہے نا۔۔؟" اسکے سنگین لہجے پر وہ لب کاٹتی آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

مگر یاد رکھو۔۔اس رشتے سے مرتے دم تک آزادی نہیں ملے گی۔۔ مگر اب" تمہیں میری نرمی بھی نہیں ملے گی۔۔ تم لائق نہیں ہو اسکے کہ میں اپنا قیمتی وقت اور جذبے تم پر لٹاؤں۔۔" تنفر سے کہتا کار اسٹارٹ کر گیا تھا۔جبکہ مہزلہ اس ظالم کی بات پر ساکت رہ گئی تھی۔ مگر اسفندیار نے اس پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی بلکہ کار ٹرن کرتا واپسی کے راستوں پر کار گھوما گیا تھا۔اگلے پانچ منٹ میں ان کی کار بنگلے کے دروازے پر کھڑی تھی۔اسکے گارڈز بھی گاڑیوں سمیت وہیں موجود تھے۔

اترو۔۔!!" مہزلہ اپنی لرزتی ٹھوڑی لیے آنسو ضبط کرتی کار کا دروازہ وا کر رہی تھی۔ جب اسفندیار نے ڈیش بارڈ سے ایک خاکی رنگ کا اینولپ نکال کر اسکی گود میں پھینکا تھا۔ مہزلہ نے چونکتے اینولپ کو اور پھر اسے دیکھا مگر اسفندیار ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔

"___یہ۔۔یہ کیا"

جاہل نہیں ہو۔۔پڑھ لینا۔۔اترو اب۔۔!" مہزلہ اسکے سرد تاثرات دیکھتی رہی پھر خاموشی سے لرزتے ہاتھوں سے اینولپ تھامتی کار سے اتر گئی۔ اسفندیار کار اسٹار کرتا حویلی کے راستوں کی سمت بڑھ گیا۔

****

ارے خاناں۔۔!!" تائی اور زمدہ ابا صاحب کے ساتھ بیٹھیں رات کا کھانا کھا رہیں تھیں۔ جب اسفندیار لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ تائی سمیت زمدہ کے چہرے پر بھی رونق دوڑ گئی تھی۔ وہ انہی کی سمت آتا ابا صاحب کو سلام کر گیا۔ انہوں نے سر کے اشارے سے جواب دیتے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ اور وہ دریاب کی چیئر کھسکاتا بیٹھ گیا۔ جو پچھلے دس دن سے گھر سے غائب تھا۔

"کب لوٹے لاہور سے۔۔؟اور سامان کہاں ہے۔۔؟"

"___شام کو ہی واپسی ہوئی ہے"

کھانا نکالوں خان۔۔؟"اس کے لیے پلیٹ اٹھاتے زمدہ نے پوچھا۔ مگر وہ ہاتھ کے اشارے سے منع کر گیا۔

"زرغان کو ساتھ لایا ہوں۔۔ چچی کی سائیڈ تھا کھانا بھی وہیں کھالیا تھا۔۔"اسکی بات پر ٹیبل پر بیٹھے تینوں افراد پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔"پانی دو مجھے۔۔"اسفندیار نے زمدہ کو مخاطب کیا۔

"ان ماں بیٹی کا تو بڑا دل لگ گیا ہو گا وہاں۔۔"یہ تائی تھی جس نے پھپھولا پھوڑا تھا۔ کیونکہ روشینا کے جانے سے حویلی کا سارا بوجھ ان کے کندھوں پر آن گرا تھا۔ بہو تو ابھی انکی پوری طرح صحیح ہوئی نہ تھی جو اس پر ذمہ داریاں ڈالتیں۔

"اب اتنی جلدی تو ایڈجسٹ نہیں ہو سکتیں۔۔ وقت لگے گا۔۔"اسکے سپاٹ لہجے پر اباصاحب ہنکار بھر گئے۔

"ہمارا خاندان کو بکھیر کر رکھ دیا اس لڑکی نے۔۔!!"متنفر لہجے میں کہتے کھانے کی جانب متوجہ ہو گئے۔ جبکہ تائی کو انہوں نے موقع تھما دیا تھا۔

کہاں اس ٹیبل پر رونق ہوا کرتی تھی۔۔ میری بیٹی اس لڑکی کی وجہ سے دور"
"ہو گئی مجھ سے۔۔

اور بیٹا۔۔؟ دریاب بھی آپ ہی کا بیٹا ہے۔۔ کال کر کے خیر خبر لیں کہاں"
غائب ہے۔۔" وہ زچ ہوتا اٹھ کھڑا ہوا۔ تائی ابا صاحب کے آگے چور سی بن گئیں۔

"میں نے بات کی تھی دریاب سے کہہ رہا تھا کچھ مصروفیات ہیں۔۔"

خاناں ہمیں سننے میں آیا ہے تم نے زرغان کا داخلہ لاہور سے ختم کروا دیا"
ہے۔۔؟" ابا صاحب نے کھانے سے ہاتھ روک لیا تھا۔ اسفندیار نے ان کے کرخت چہرے کی سمت دیکھا تھا۔ اور پشت پر ہاتھ باندھتا سر اثبات میں ہلا گیا۔

ہاں صحیح سنا ہے۔۔ یہیں ملیٹری اسکول میں کروا رہا ہوں۔۔" اسکا انداز بھی دادا"
جیسا ہی تھا۔ جبکہ تائی اور زمدہ دونوں نے ہی پہلو بدلا تھا۔

کیوں۔۔؟ اس سکول میں کیا مسئلہ تھا۔۔ اچھا تھا ان کے فسادی ماحول سے دور"
تھا ہمارا بچہ۔۔۔" وہ اپنی ناگواری دبا نہ سکے تھے۔ ان کا پوتا ان کا ضرورت سے زیادہ ضبط آزما چکا تھا۔

"مگر میں مطمئن نہیں تھا۔۔ نہ وہاں کا ماحول اس قابل ہے۔۔ نہ سیکیورٹی۔۔"

سیکیورٹی۔۔؟ کیا برائی ہے اتنا سال سے پڑھ رہا ہے وہاں سکون سے۔۔"اس" بار اسفندیار کے چہرے پر سرخی سی دوڑ گئی۔

آپ کو میرے فیصلے پر اعتراض ہے۔۔؟"اس بار اسکا لہجہ تائی اور زمدہ دونوں" کو چونکا گیا تھا۔ جبکہ ابا صاحب لب بھینچتے اسے گھور رہے تھے۔

صرف فیصلہ نہیں فیصلوں بولو خاناں۔۔ تم تو اب ہر فیصلہ ہم سے پوچھے بغیر" ہمارا مرضی جانے بغیر کر رہے ہو۔۔"انکا انداز بڑا شکایتی اور طنزیہ تھا۔

مجھے تو لگتا تھا آپ ساتھ کھڑے ہیں میرے۔۔ یہ آپکے اور میرے فیصلے الگ" کب سے ہونے لگے۔۔۔؟"اور اسفندیار ابا صاحب کی دکھتی رگ پر پاؤں رکھ گیا تھا۔ وہ لب بھینچے اسے گھورتے رہے۔

خاناں تم ہماری محبت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔۔ اتنی چھوٹ ہم نے اپنا اولاد کو" بھی نہیں دی۔۔"انکے انداز میں خفگی اور محبت دونوں تھیں۔

وہ سردار بھی نہیں تھے ابا صاحب۔۔! کل آپ زرغان کے لیے میری جگہ" میٹنگ اٹینڈ کریں گے۔۔ کیونکہ مجھے جرگے کے ایک اہم فیصلے کے لیے بیٹھنا ہے

کل۔۔"ان کا ہاتھ تھپکتا وہ مڑ گیا تھا۔ زمدہ جلتی آنکھوں سے اسفند یار کو دور سے دور ہوتا دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا مہزلہ کو حویلی سے اسکی وجہ سے نکالا گیا تھا یا خود مہزلہ کے لیے۔۔؟

****

اس وقت وہ بیڈ روم میں بند دھندلائی آنکھوں سے اپنے سامنے پڑا لفافہ گھور رہی تھی۔ اس میں کیا تھا اسے نہیں معلوم تھا۔ مگر جس انداز میں اسفند یار اسے تھما کر گیا تھا۔ اسکا دل لرز رہا تھا۔ آنسو بار بار آنکھوں میں آرہے تھے۔ اور بار بار وہ ہاتھ کی پشت سے رگڑ رہی تھی۔ یہ آنسو کس سبب نکل رہے تھے اسے خود نہیں معلوم تھا۔

شاید اسفند یار جو الفاظ جو سختی آج اختیار کر گیا تھا۔ یہ اسی کی بجلیاں تھیں جو اب اس پر گر رہیں تھیں۔ وہ چاہے خود پر کتنے بھی خول چڑھا لیتی تھی تو حساس اور اندر سے وہی عام سی لڑکی۔ جو نا چاہتے ہوئے بھی ایسے رشتے سے منسلک ہو چکی

تھی۔ جسکا کبھی گمان بھی نہ کیا تھا۔ اور وہ شخص اس پر اسی رشتے کے حوالے سے اب حق جتا رہا تھا۔ مگر کہاں غلط تھا وہ۔۔؟ ہر بار وہ یہی تو کرتی آئی تھی۔ چاہے لڑائی کسی سے بھی ہوتی۔ اس کے ساتھ کوئی بھی غلط کرتا تو وہ اسفندیار کا گریبان پکڑنے پہنچتی تھی۔ اور ہمیشہ اسی نے اس رشتے کو ختم کرنے کی بات کی تھی۔ اور کیوں نہ کرتی اس شخص سے منسلک لوگ جس طرح اسکے ساتھ سلوک کرتے تھے وہ کیوں نہ پھر اپنی کڑواہٹ اس پر نکالتی۔۔؟ لیکن اگر آج وہ پھٹا تھا تو ردِ عمل بے وجہ نہ تھا۔

مہزلہ برلاس اسے اس مقام پر لے آئی تھی جہاں اسکے دل میں اسکے لیے صرف کڑواہٹ اور غصہ بچا تھا۔

'!تم میری نرمی کے لائق نہیں ہو۔۔'

کیا مطلب تھا اس بات کا۔۔؟ کیا واقعی وہ شخص اسکے رویے کی وجہ سے منہ پھیر چکا تھا۔ اور آج یہ دل اس قدر غمگیں کیوں ہو رہا تھا۔۔؟ 'کیوں مہزلہ تم تو چاہتی ہی یہی تھیں کہ وہ تم سے دور ہو جائے اب یہ غم کیسا۔۔؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔۔'۔ لرزتے ہاتھوں سے لفافہ اٹھایا تھا۔ اور ایک جانب سے چاک کر

گئی۔اندر کچھ کاغذات تھے۔اسکا دل کانوں میں دھڑکنا شروع ہو گیا۔یہ کس چیز کے پیپرز تھے۔؟ایک روح فرسا خیال اسکے ذہن سے گزرا تھا جو اسے بلکل زرد کر گیا۔

ناممکن۔۔ان۔۔انہوں نے خود کہا ہے۔۔وہ۔۔وہ مجھے نہیں چھوڑیں۔۔" مگر سوال پھر وہی تو کہ یہ کس چیز کے پیپرز تھے۔اور آخر کار وہ کانپتے ہاتھوں سے پیپرز نکالتی کھول گئی۔ مگر جیسے جیسے پڑھ رہی تھی۔اسکی آنکھیں بے یقینی سے پھیلتی جا رہی تھیں۔اس نے عجلت میں باقی صفحے پلٹے تھے۔ مگر وہاں بھی وہی لکھا تھا جو پہلے صفحے پر تھا۔

مہزلہ۔۔۔!!" اسی پل کمرے کا دروازہ وا کرتیں روشینا کپڑوں کا بیگ لیے داخل ہوئیں تھیں۔" خاناں کے بیگ سے کپڑے نکال کر اپنی کبڈ___ "مگر ان کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔جب انکی بیٹی نے زرد چہرہ اور نم آنکھیں لیے انہیں دیکھا تھا۔

کیا بات ہے۔۔سب خیریت تو ہے۔۔؟" بیگ ایک جانب رکھتیں متفکر تاثرات لیے قریب چلی آئیں۔

مو۔۔ مورے۔۔ یہ۔۔"اس نے آواز کی لرزش قابو کرنے کی کوشش کرتے" کاغذات کی جانب دیکھا۔ روشینا نے الجھن بھری نظروں سے کاغذات دیکھے تھے۔

"کس چیز کے کاغذات ہیں یہ۔۔؟"

تم سے پوچھ رہی ہوں مہزلہ۔۔!!" مہزلہ ایک نم نگاہ کاغذات پر اور پھر ان پر" ڈالی۔

"!اسفند دے کر گئے ہیں۔۔"

اسفند۔۔؟ کیا مطلب۔۔؟ تم پہیلیاں بجھانا بند کرو گی۔۔!"ان کا دل اب" بیٹھنے لگا تھا۔

انہوں نے میرے حق۔۔"اس نے آنسو حلق میں اتارے تھے۔"حق مہر کے"

"!عوض یہ گھر میرے نام کر دیا ہے۔۔

کیا۔۔!!!" روشینا کو لگا انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہو۔۔"کیا کر دیا" ہے۔۔؟" اور ہاتھ بڑھاتیں اس سے پیپرز لے گئیں۔ وہ کوئی جاہل نہ تھیں۔ اس لیے یہ پیپرز پڑھ سکتی تھیں۔ جیسے جیسے صفحے پلٹ رہیں تھیں۔ بیٹی کی

بات کی تصدیق ہوتی جارہی تھی۔ پیپرز سے نظر ہٹاتے انہوں نے سکتے میں بیٹھی بیٹی کو دیکھا تھا۔اور گہری سانس بھرتیں پیپرز بند کر گئیں۔

یہ ایک بڑا مگر بہترین قدم ہے جو خاناں نے اٹھایا ہے۔۔!"ماں کے پرسکون" لہجے پر اسکی بھنویں سکڑیں۔

"بہترین۔۔؟ کیا بہترین ہے اس میں۔۔میں کیا کروں گی اس گھر کا۔۔؟"

انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ لیا ہے۔۔!"بیٹی کو پیپرز واپس تھما" گئیں۔"اب یہ سنبھال کر رکھو اور انہی سے پوچھنا۔۔ مگر پہلے ان کے کپڑے کبڈ میں رکھو۔۔"ان کے اطمینان بھرے انداز میں کہہ کر پلٹنے پر مہرلہ ششدر رہ گئی۔ یہاں اسکے پیٹ میں ہول اٹھ رہے تھے۔اور اسکی ماں معاملے کو یوں لائٹلی لے کر آگے بڑھ گئی تھی۔ نجانے وہ کتنی دیر تک سر پکڑی ان پیپرز کو گھورتی رہی تھی۔اور آخر میں اسکے ذہن میں جو بات ابھری تھی وہ اسے مزید بے چین کر گئی۔خون بہا میں بیاہی لڑکیوں کو کب حق مہر ادا کیا جاتا ہے۔۔؟اور اگر یہ کر بھی رہا تھا تو کیا مہر مقرر ہوا تھا اسکا۔۔؟

****

کل اسفند یار اتنے دن بعد گھر لوٹا تھا۔ اسے لگا تھا۔ وہ اسے وقت ضرور دے گا۔ اتنے دن کی جدائی اور اکیل پن کے بعد وہ چاہتی تھی اسفند یار اسکے پاس رہے۔ اسے کچھ وقت دے۔ وہ تو اپنی اس حالت میں اسفند یار کے چھوڑ کر جانے پر ہی خفا تھی۔ اس نے اولاد کھوئی تھی۔ اتنا بڑا سانحہ اسکے ساتھ ہوا تھا۔ اسے اس وقت سب سے زیادہ اسفند یار کی ضرورت تھی۔ مگر وہ اسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ مگر اب جب لوٹا تھا۔ اسکے پاس اس کے لیے اب بھی فرصت نہیں تھی۔

کل ساری رات اس نے اسفند یار کا انتظار کیا تھا مگر اس نے ایک پل کے لیے بھی کمرے میں قدم نہیں رکھا تھا۔ ساری رات اسٹڈی میں گزار دی تھی۔ وہ اسکا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ نجانے پھر کب کمرے میں لوٹا تھا۔ واشروم کا دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے اسفند یار کی جانب دیکھا۔ جو ٹاول سے بال رگڑتا باہر نکل آیا تھا۔ مگر اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔ کہ زمدہ کی جانب دیکھا بھی نہ تھا۔ "خان۔۔! " اسفند یار جو اپنے ہی خیالوں میں تھا اسکی آواز پر چونکا تھا۔ زمدہ قدم اٹھاتی اسکے نزدیک چلی آئی۔

"تم کیوں اٹھ گئیں۔۔؟"

کل ساری رات آپکی منتظر رہی۔۔ کہ شاید اپنے قیمتی لمحوں میں سے کچھ وقت" مجھے دیں گے۔۔ مگر آپ نے میری طرف ایک بار مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔۔؟" وہ آنکھوں میں نمی لیے شکوہ کر گئی تھی۔اسفندیار بے اختیار لب بھینچ گیا۔

ایسا نہیں ہے زمدہ۔۔ میں آج کل بہت مصروف ہوں۔۔ سر اٹھانے کی" "فرصت نہیں۔۔ ساری رات اسٹڈی میں رہا ہوں۔۔

مگر مجھے بھی تو ضرورت ہے آپکی۔۔ میں اتنے بڑے غم سے گزر گئی اور آپ" میرے ساتھ نہیں۔۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اب دل بھر گیا آپکا مجھ سے۔۔؟" اسکے شاکی لہجے پر اسفندیار ایک پل کے لیے ٹھٹھک گیا۔

یہ کیسی فضول باتیں کر رہی ہو۔۔ تم کوئی کھانے کی چیز یا شو پیس ہو جس سے" دل بھر جائے۔۔ زمدہ بیوی ہو تم میری۔۔ تمہاری اپنی اہمیت ہے۔۔ مگر تمہیں بھی میری مصروفیات سمجھنی چاہیئں۔۔ اور جہاں تک رہی ہماری اولاد کی بات تو

اللہ نے دی تھی اس نے واپس لے لی۔۔اب جب وہ چاہے گا دوبارہ دے دے گا۔۔"زمدہ روتے ہوئے اسکے سینے سے لگ گئی۔

خان چاہے کوئی بھی چھوڑ جائے۔۔بس آپ مت چھوڑیں گا"

مجھے۔۔میں۔۔میں بہت محبت کرتی ہوں آپ سے۔۔یہ۔۔یہ میرا دل جانتا ہے میں کس طرح آپکو اس مہزلہ کے ساتھ شیئر کر رہی ہوں۔۔"وہ بس گہری سانس بھر گیا تھا۔

کہیں نہیں جا رہا میں۔۔اور تم ابھی پروپرلی ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کرو۔۔نہ اتنا" چلنا پھرنا بہتر ہے تمہارے لیے نہ ہی اسٹریٹ۔۔"اس نے زمدہ کو خود سے الگ کرتے سمجھایا تھا۔ مگر وہ بس بنا پلک جھپکائے دیکھتی رہی۔

زرغان کو آپ روشینا ماسی کے لیے واپس لائے ہیں نا۔۔؟"اسکے غیر متوقع" سوال پر اسفندیار کی بھنویں یکدم ہی سکڑیں تھیں۔

تمہارا کیا لینا دینا اس معاملے سے۔۔؟"اسکے لہجے میں سختی سی در آئی۔ مگر زمدہ" اسکا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لے گئی۔

میں۔۔میں بس اتنا کہنا چاہتی ہوں آپ نے صحیح کیا۔۔وہ جتنی اکیلی تھیں اتنے سالوں سے اب زرغان ان کی تنہائی اور اداسی دور کر دے گا۔۔" اسکے الفاظ پر اسفندیار ایک پل کے لیے بلکل حیران رہ گیا۔"ایسے مت

دیکھیں۔۔میں۔۔میں مہزلہ اور اپنے درمیان ہوئے واقعے کی وجہ سے انکا برا نہیں چاہوں گی۔۔ہمیشہ سے انہوں نے اس گھر کی خدمت کی ہے۔۔" اسکے سمجھداری سے کہنے پر اسفندیار نرمی سے اسکا رخسار تھپک گیا۔زمدہ مسکراتی اسکے کپڑے نکالنے کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔مگر اسفندیار کے پاس سے ہٹتے ہی اسکی آنکھوں میں شعلے جلنے لگے تھے۔اسکی ماں صحیح کہہ رہی تھی۔اسفندیار نے یہ قدم صرف ان چالباز عورتوں کی وجہ سے اٹھایا تھا۔

****

اسفندیار نے بیٹھک کا دروازہ بناناک کیے کھلنے پر دستاویزات سے نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔جہاں سفید کرتا شلوار میں ملبوس بڑھی ہوئی شیو لیے دریاب کھڑا تھا۔اسکی آنکھوں کے گرد حلقے دیکھ وہ لب بھینچ گیا۔

کسی نے قیدی بنایا ہوا تھا۔۔؟" اسکے طنز پر دریاب جبڑے بھینچتا برابر والے
صوفے پر آبیٹھا۔
"آپ نے کیوں بلایا ہے۔۔؟"
"تاکہ جان سکوں اور کتنے دن گوشہ نشینی اختیار کروگے۔۔"
میں وہاں پنڈی میں معاملات سنبھالا ہوا ہوں۔۔ گوشہ نشین کیوں ہوں"
"گا۔۔
ہونا بھی نہیں چاہیے۔۔اسکی زندگی پر تمہارا اختیار نہیں ہے۔۔" دریاب نے
"چونک کر بھائی کو دیکھا تھا۔" وہ موو آن کر چکی تم بھی کر لو۔۔
کتنی آسانی سے کہہ دیا آپ نے۔۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ خود کو کس عذاب"
میں دھکیل چکی ہے۔۔اور ان حالات میں آپ چاہتے ہیں میں موو آن
کروں۔۔" اسکا لہجہ بڑا زخمی سا تھا۔
توکروانتظار بیٹھ کر پھر۔۔ مگراب یہ روگ تمہارے چہرے پر نظر نہ"
آئے۔۔" اسکا انداز بڑا دوٹوک تھا۔ کیونکہ کہیں نا کہیں اسے لگ رہا تھا کہ بریال
خان کی واپسی کی اصل وجہ یہی تھا۔اسے کہیں سے تو بھنک لگ چکی تھی۔اور اس

کا بھائی بھی تو کھلم کھلا اپنے عاشقی اور دیوانگی کے روپ دکھاتا پھر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے اسے شک پڑ گیا ہو۔

"گھر سے دور ہوں۔۔ شہر چھوڑ دیا۔۔ اب کیا چاہ رہے ہیں اور کیا کروں۔۔"

"نہ تم گھر چھوڑو گے نہ شہر۔۔ اب واپس نہیں جاؤ گے۔۔"

پھر شکایت بھی آپکو ہو گی۔۔" اس نے تلخی سے سر جھٹکا تھا۔ اسفند یار نے" تیوری پر بل ڈال کر اسے گھورا تھا۔

تم موقع مت دینا۔۔ اور کل تمہیں زرغان کے ایڈمیشن کے لیے جانا ہے اسے" لے کر۔۔ ابا صاحب آج نہیں جا سکے۔۔" دریاب نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

"زرغان کا ایڈمیشن۔۔؟ مگر وہ تو لاہور میں پڑھ رہا ہے۔۔؟"

یہاں ہو تو کسی بات کی خبر ہو نا۔۔ اب یہیں منتقل کر دیا ہے میں نے" اسے۔۔" اسکے لتاڑنے کا نوٹس لیے بنا دریاب نے بڑے متعجب انداز میں اسے دیکھا تھا۔

بڑے معرکے سر کیے جا رہے ہیں کسی کے لیے۔۔ گھر الگ شفٹ کروا"
دیا۔۔ زرغان کو بھی لے آئے۔۔"اسکے معنی خیز انداز پر اسفندیار کی تیوری کے
بلوں میں یکدم ہی اضافہ ہوا تھا۔

"کس کے لیے کروں گا یہ میں۔۔؟ بتانا پسند کرو گے۔۔؟"

ایک ہی تو ہے جو آپ سے ایمپریس نہیں ہوتی۔۔"اسکا وار بڑا کاری تھا"
اسفندیار کے چہرے پر ناگواری سی پھیلنے لگی۔

"!! بکواس بند کرو اپنی۔۔اور حد میں رہو۔۔"

کیوں یہ جھوٹ ہے کہ آپ نے جان کر اسے حویلی سے دور کیا۔۔ کیونکہ آپ"
جانتے تھے حویلی والے اسکا اور چچی کا جینا حرام کر کے رکھتے ہیں۔۔"اسکا لہجہ بڑا
چیلنجنگ سا تھا۔اسفندیار جبڑے بھینچتا اسے گھورتا رہا مگر پھر بولا تھا۔

"___ تم بھول رہے ہو زمدہ کے ساتھ حادثہ پیش آیا ہے۔۔اسی لیے یہ حفاظتی"
مگر تحفظ آپ نے مہزلہ کو دیا۔۔اور اسکی اولین خواہش پوری کر دی۔۔ حویلی"
"!کے کس فرد کو نہیں پتا کہ بچپن سے مہزلہ کا دلی ارمان تھا حویلی سے نکلنے کا۔۔

"اچھا۔۔!! مجھے نہیں معلوم تھا۔۔یہ تو سزا کے طور پر۔۔"

بس کر دیں لالا۔۔!" دریاب اب آہستہ سے ہنس دیا۔"میں نے آج تک آپکو صفائیاں دیتے نہیں دیکھا۔۔!" اسفندیار یکدم ہی سلگ اٹھا۔

"اس سے پہلے کہ میرا دماغ مزید خراب ہو دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔۔!"

****

خان حویلی پر ایک نیا بم سیال خان نے گرایا تھا۔جب اسکے اچانک نکاح کی خبر آئی تھی۔ابا صاحب نے گل مکئ اور اسے حویلی میں طلب کر لیا تھا۔ان کے غصے کی انتہا نہ تھی۔

دراصل بات کچھ یوں تھی کہ سیال نے اپنی یونی فیلو سے نکاح کیا تھا جو ان کی برادری کی بھی نہ تھی۔وہ تو سیال کو سامنے دیکھتے ہی پھٹ پڑے تھے۔

"اپنے ماموں کے نقشِ قدم پر چل کر اپنا انجام بھی ویسا ہی کرو گے سیال خان۔۔تم نے بڑوں کو عزت دیے بغیر اپنا زندگی شروع کیا ہے۔۔یہ اوقات ہے تمہارا انظر میں ہمارا۔۔" سیال سر جھکائے کھڑا تھا اسکے پاس اپنے دفاع میں

کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔اور وہ پہلے سے جانتا تھا یہ سب اسے سننا پڑے گا۔ مگر جو اہم چیز تھی وہ تھا اسکی محبت کا اسکے ساتھ ہونا۔

تمہارے اس خفیہ نکاح کا مطلب تو یہ ہے تم ہمارا پوتی سے رشتہ جوڑ کر ہمارا" ناک کے نیچے چکر چلا رہے تھے۔"سب ہی لاؤنج میں موجود تھے بڑی پھپھی بھی موجود تھیں۔اسفندیار اور دریاب بھی ابا صاحب کے نزدیک ہی لب بھینچے بیٹھے تھے۔ان دونوں نے اپنے لبوں سے کچھ نہ نکلا تھا۔اب ان کا بولنا بنتا بھی نہ تھا۔وہ کس لیے بولتے۔۔؟سیال اب انکی بہن کا منگیتر نہ تھا۔وہ رخصت ہو چکی تھی۔اس لیے سیال اپنے لیے جو چاہے فیصلہ لے سکتا تھا۔

یہ سچ نہیں ہے ابا صاحب۔۔خدا کی قسم یہ سچ نہیں ہے۔۔"سیال تڑپ اٹھا" تھا۔"میں نے درخنے کو دھوکا نہیں دیا اگر وہ ابھی یہاں موجود ہوتی تو میں صرف اسی سے شادی کرتا۔۔!!"

ہونہہ پھر اسکا کیا ہوتا جسے گھر چھوڑ کر آئے ہو۔۔؟"انکا طنزیہ انداز سب کو ہی" اپنی اپنی جگہ پہلو بدلنے پر مجبور کر گیا۔

کیا تو کیا۔۔ ہم سے مشورہ تک نہیں کیا۔۔ نجانے کس برادری کا لڑکی اٹھالائے "ہو۔۔ ہمارا خاندان کا لڑکیاں کیا ختم ہو گیا تھا۔۔ "وہ پھر گرجے تھے۔

آپ ایک بار مل تو لیں ابا صاحب اس سے۔۔ وہ بہت اچھی ہے۔۔ مورے نے "دیکھی ہے۔۔

دفع ہو جاؤ اپنا شکل کو لے کر ہم اسکا تو کیا تمہارا شکل بھی نہیں دیکھیں گے "اب۔۔۔!!!"ان کے مشتعل انداز پر سیال نے بے بسی اور آس کے ملے جلے تاثرات لیے اسفندیار کی جانب دیکھا۔

لالا۔۔!! آپ بھی یہی چاہتے ہیں۔۔؟"اور سب کی نگاہیں اب اسفندیار پر "ٹک گئیں تھیں۔خاص کر تائی کی جو بیٹی کے لیے پہلے ہی غمگیں تھیں اب اور نڈھال ہو گئیں تھیں۔

اگر درخنے اس گھر میں موجود ہوتی اور تم یہ قدم اس وقت اٹھاتے تو تمہیں "تمہاری بیوی کے پاس جانے کے قابل نہ چھوڑتا میں۔۔ "اسکا انداز بے لچک تھا۔"مگر اب چونکہ حالات بلکل مختلف ہیں۔۔ درخنے کے ساتھ پہلے ہی ظلم

ہو چکا۔۔ مگر اسکی نئی زندگی چاہے زبردستی ہی سہی شروع ہو چکی ہے۔۔ تو میں تمہیں کچھ کہنے کا جواز ہی نہیں رکھتا۔۔۔" سیال لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

مگر تمہیں ابا صاحب کو بتا کر نکاح کرنا چاہیے تھا۔۔ نکاح کر رہے تھے کوئی گناہ" نہیں جو یوں چھپ کر کیا ہے۔۔۔ عزت سے لڑکی کو بیاہ لاتے۔۔ کیا اسکی عزت نہیں کروانی تم نے۔۔۔؟" اسکا لہجہ لتاڑتا ہوا تھا۔ ابا صاحب نے پوتے کو فخریہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"!! میں معافی مانگتا ہوں ابا صاحب سے۔۔ مگر اب وہ میری عزت ہے لالا۔۔" اور رہے گی۔۔۔ تم پورے شہر کو بلا کر ولیمہ کرو تاکہ سب کو پتہ چلے کہ شادی" کر چکے ہو۔۔۔!!" اس بار سیال نے حیرت سے سر اٹھاتے اسے دیکھا تھا۔ بلکہ سب ہی کے یہ تاثرات تھے۔ ابا صاحب نے انتہائی خفگی سے پوتے کو دیکھا تھا۔

تاکہ پورا شہر ہمارا ناک کٹتا دیکھے۔۔۔؟" اسفندیار نے رخ موڑتے ابا صاحب" کو دیکھا تھا۔

کیسی ناک ابا صاحب۔۔؟ اس نے تو الٹا آپ کی بگھ اور اونچی کر دی۔۔ پہلے چچی" اور اب اسکی بیوی نازلین۔۔۔ جب دشمن کی بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھ سکتے ہیں تو

مجھے نہیں لگتا سیال نے کسی مخالف برادری کی لڑکی سے شادی کی ہے۔۔!!"اور اسکا وار ابا صاحب کو ایک پل کے لیے لاجواب کر گیا۔سیال کا دل چاہا تھا اس وقت اسفندیار کے سینے سے لگ جائے۔لاؤنج میں چند لمحے کے لیے سناٹا چھا گیا تھا جب وہ بولے۔

مگر ہمارا ناراضی۔۔اور عزت کا کیا خاناں۔۔ہر بار دل بڑا کر لیں۔۔؟"ایک" روٹھی روٹھی نگاہ نواسے پر ڈالی تھی۔خاندان کے بیٹوں کے لیے تو انکا دل ویسے بھی بہت وسیع تھا۔

وہ تو کرنا پڑے گا۔۔کیونکہ غلطی معافی کے قابل ہے۔۔اور جہاں تک رہی" ناراضی کی بات تو یہ خود منائے گا آپ کو۔۔"اسفندیار اسکے قریب جاتا پیٹھ تھپک گیا تھا۔جبکہ ابا صاحب آج پھر پوتے کے آگے بے بس ہو گئے تھے۔

****

وہ جب یونیورسٹی سے پیپر دے کر لوٹی تو زرتشہ کو گھر میں موجود پایا تھا۔ جسے دیکھ وہ حیران رہ گئی۔ زرتشہ کچھ دیر پہلے ہی ڈرائیور کے ساتھ آئی تھی۔ اور بہن کو قریب آتا دیکھ اٹھتی گلے سے لگا گئی۔

تمہیں کیسے چھوڑ دیا تمہارے شوہر اور ساس نے۔۔؟ سانس کیسے آئے گی اب انہیں۔۔؟" اس نے الگ ہوتے طنز کیا تھا۔ زرتشہ نرمی سے مسکرا دی۔ مگر مہزلہ نے بغور دیکھا تھا اس مسکراہٹ میں کوئی تازگی نہیں تھی۔

سچ بتاؤ آپا کیسا رویہ ہے بریال کا اب تمہارے ساتھ۔۔؟" اس نے بریال کو لالا" کہنا تو کب کا چھوڑ دیا تھا۔ اب نام لے کر ہی بات کرتی تھی۔

رویہ۔۔ صحیح ہے۔۔ جب سے گئی ہوں مجھ پر ہاتھ تو نہیں اٹھایا۔۔ مگر انکی اپنی" "زندگی ہے۔۔ پھپھی تو کہتی ہیں کاروبار میں مصروف ہیں۔۔

اچھا ہے مصروف ہی رہے منحوس انسان۔۔ تمہاری زندگی میں تو سکون رہے" گا۔۔" وہ بس گہری سانس بھر گئی۔ جب اچانک ہی چونکی تھی۔

تمہیں بخار ہو رہا ہے زلہ۔۔" اسکے ہاتھ چھوڑتے ماتھا چیک کیا۔" اور چہرہ بھی" زرد پڑ رہا ہے۔۔" مہزلہ ماتھے سے اسکا ہاتھ ہٹاتی سر جھٹک گئی۔

کچھ نہیں ہوا۔۔ صبح ناشتے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔ایسے ہی چلی گئی تھی پیپر کی ٹینشن میں۔۔بس اسی لیے۔۔"

"کیا بیو قوفی ہے۔۔پڑھائی کے چکر میں بیمار ڈالو گی خود کو۔۔؟"

کچھ نہیں ہوتا مجھے۔۔ابھی پیناڈول کھالوں گی۔۔ تم بتاؤ رکو گی نا۔۔؟" زرتشہ اسکے سوال پر سر نفی میں ہلا گئی۔

بریال نے منع کر دیا ہے۔۔آنے کی اجازت ہی بڑی مشکل سے ملی ہے۔۔۔شام تک چلی جاؤں گی بس۔۔" مہزلہ کے چہرے پر تنفر پھیل گیا۔

"بے غیرت انسان۔۔یہ ڈزرو نہیں کرتا ایک اور موقع میں بتا رہی ہوں۔۔"

اچھا بس کر دو۔۔!" روشینا کو ناشتے کی ٹرے لیے کچن کی سمت سے آتا دیکھ اس نے بہن کو چپ کروا دیا تھا۔زرغان بھی زرتشہ سے آکر چپک گیا تھا۔زرتشہ بے اختیار اسکے گرد حصار باندھتی سر پر بوسہ دے گئی۔

"آپا آپکو پتہ ہے اب میں یہیں رہوں گا۔۔"

ہاں مجھے پتہ ہے۔۔" زرتشہ نے اسکے بال بکھیرتے ایک نظر مہزلہ کو دیکھا تھا۔جو نرم نگاہوں سے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔" لالا کو ایک تھینکس تو بنتا ہے

پھر۔۔!" مہزلہ نے چونک کر زرتشہ کو دیکھا جو معنی خیزی سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ بس نظریں گھوما گئی۔

واقعی خاناں ہی کی وجہ سے آج یہ ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں۔۔"روشینا نے ایک " مصنوعی گھوری بیٹے پر ڈالی تھی۔اور جتاتے انداز میں بولیں مہزلہ لب بھینچ گئی۔

آپ دونوں تواس طرح کہہ رہی ہیں جیسے اوروں کی اولادیں توان کے پاس "

"رہیں ہی نہیں صرف یہ احسان آپ پر کیا گیا ہے۔۔؟

فضول مت بولا کرو ہر وقت۔۔۔ایک انسان کی نیکی کو تم یوں مٹی میں نہیں ملا" سکتیں۔۔"روشینا نے اسے ڈپٹ کر خاموش کر دیا تھا۔

آپا آئیں میں اپنا پلے اسٹیشن دکھاؤں۔۔لالا نے رزلٹ آنے پر گفٹ کیا"

"!تھا۔۔۔

تم چلومیں آرہی ہوں۔۔"اسکے کہنے پر وہ خوشی سے چہکتا اپنے کمرے کی سمت" بڑھ گیا۔

آپ لوگوں کو پتہ چلا۔۔ کل کیا ہوا ہے حویلی میں۔۔؟"زرتشہ نے زرغان کے" جانے کے بعد ان دونوں کو مخاطب کیا۔۔ مہزلہ بیزاری سے صوفے کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

"وہاں سیاست کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔۔"

کیا ہوا ہے۔۔؟ سب خیریت ہے۔۔؟"بیٹی کی بات نظر انداز کرتے انہوں" نے زرتشہ سے استفسار کیا۔

سیال نے نکاح کر لیا ہے۔۔۔!"مہزلہ نے ٹھٹھکتے اسکی سمت دیکھا تھا۔"

کیا۔۔!! کیا کر لیا ہے۔۔؟"مہزلہ کو لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی تھی۔"

"!! نکاح۔۔"

واااااٹ۔۔۔!! مگر کس سے۔۔؟"اسکے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا۔ جبکہ" روشینا تو اب تک بے یقینی کے عالم میں بیٹھی تھیں۔

اپنی یونی فیلو سے۔۔ پھپھی بریال کو بتا رہیں تھیں ابا صاحب نے بہت شور اور" غصہ کیا مگر لالا نے معاملہ سنبھال لیا۔۔"اور اس بار مہزلہ کی بھنویں شوٹ کر

گئیں۔وہ تو سمجھ رہی تھی ابھی اسفندیار کے غضب کا ذکر وہ کرنے والی تھی مگر یہ

کیا۔۔!!

"کیا مطلب انہوں نے سیال کی سائیڈ لی۔۔؟"

"ہاں نا۔۔تب جا کر ابا صاحب ولیمے کے لیے راضی ہوئے ہیں۔۔"

کیا بات ہے۔۔"مہرلہ کی نگاہ سن بیٹھی ماں تک گئی تھی۔۔"یہ جنریشن تو ابا"

صاحب کے سارے کس بل نکال رہی ہے۔۔"روشینا نے چونک کر اسے دیکھا

تھا۔

"زبان سنبھالو۔۔"

اور یہ صرف لالا ہیں جن کی سن لیتے ہیں ابا صاحب ورنہ سیال تو کل رونے کے"

"در پر تھا۔۔

ہونہہ۔۔کس قسم کا انسان تھا یہ درخنے کو دھوکا دے رہا تھا۔۔اور جیسے ہی وہ"

منظر سے غائب ہوئی اسے موقع مل گیا۔۔"اسے اس پل درخنے کے لیے دل

سے تکلیف ہوئی تھی۔یعنی سیال اس سے محبت ہی نہیں کرتا تھا۔شادی کر بھی

لیتا تو کیا خوش رکھتا۔۔؟

بس دعا کرو۔۔اللہ درخنے کو بھی سکھ میں رکھے۔۔"روشینا گہری سانس" بھرتیں بولی تھیں۔مہزلہ اپنا بیگ اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں کپڑے بدلنے جا رہی ہوں۔۔ مورے بانو کے ہاتھ پیناڈول بجھوادیں" پلیز۔۔"وہ کمرے کی سمت بڑھ گئی تھی۔جب روشینا زرتشہ کی جانب متوجہ ہوئیں۔

کیا واقعی خاناں نے سیال پر غصہ نہیں کیا۔۔؟"انہیں بھی اس بات کی بڑی" حیرت تھی۔

نہیں۔۔اور مورے وہ کس لیے کریں گے جب ان کی بہن ہی کسی اور کے" نکاح میں جا چکی ہے۔۔ایک طرح سے اچھا ہی ہوا۔۔سیال اگر کسی اور کو پسند "کرتا تھا تو درخنے کو خوش کیسے رکھتا۔۔؟

تو تمہیں لگتا ہے وہ گلریز کے ساتھ خوش رہے گی۔۔؟"زرتشہ ماں کی بات پر" ایک پل کے لیے چپ سی ہو گی مگر پھر بولی تھی۔

میں اور مہر لہ بھی تو اسی چکی میں پسے ہیں مورے۔۔ مگر میری دعا ہے درخنے" وہ تکلیف نہ اٹھائے۔۔" لاؤنج کے دروازے پر ڈور بیل بجنے پر ان کی بات بیچ میں ہی رہ گئی تھی۔

اس وقت کون آیا ہے۔۔" کام والی نسیمہ نے دروازہ وا کیا تھا۔ جہاں سے سیاہ" کرتا شلوار میں ملبوس بڑھی ہوئی شیو لیے دریاب اندر داخل ہوا تھا۔ روشینا دریاب کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جبکہ زرتشہ اسے تو لگا کسی نے اسکا وجود پتھر کا کر دیا ہو۔ وہ اس شخص کے سامنے زندگی بھر نہیں آنا چاہتی تھی۔ مگر قسمت نے اتنا جلد انہیں ملا دیا تھا۔

ارے بیٹا دریاب۔۔!! آؤ آؤ۔۔" روشینا کی جانب بڑھتے دریاب کی نگاہ بھی" شاکڈ ہوتی زرتشہ تک گئی تھی۔ مگر اگلے ہی پل وہ نگاہ پھیرتا روشینا کی سمت متوجہ ہو گیا۔

"اسلام و علیکم چچی۔۔! کیسی ہیں۔۔؟"

الحمداللہ بیٹا۔۔ ٹھیک ہیں ہم۔۔ آپ کیسے ہیں۔۔ سب خیریت۔۔" زرتشہ ان" دونوں کو سامنے والے صوفے پر بیٹھتا دیکھ بے چین سی ہو گئی۔

جی سب خیریت ہے۔۔لالا نے مجھے زرغان کے ایڈمیشن کا کہا تھا۔اسی سلسلے"
"میں آیا ہوں۔۔

ہاں ہاں۔۔خاناں کہہ تو رہے تھے کسی اسکول کا۔۔'آپ بتائیں کیا لیں"
"گے۔۔ٹھنڈا گرم۔۔یا کھانا لگواؤں۔۔؟

نہیں چچی وقت نہیں۔۔کھانا نہیں کھا سکوں گا۔۔"اس نے ایک نظر فرسٹ"
وچ دیکھتے نرمی سے انکار کر دیا۔

یہ کیا بات ہوئی بچا۔۔اتنا عجلت میں آئے ہو۔۔وہ بھی کام کی وجہ"
سے۔۔چائے تو پی لو۔۔"ان کے خفا ہونے پر اسے ناچار چائے کے لیے ماننا
پڑا۔روشینا چائے بنانے چلی گئیں تھیں۔زرتشہ کو اپنا مزید وہاں بیٹھنا مشکل لگنے
لگا۔

میں۔۔زرغان کو بھیجتی ہوں۔۔!!"دریاب نے لب بھینچتے اسکی فرار کی"
!کوشش دیکھی تھی۔کتنی بزدل تھی وہ۔۔بلکہ ظالم اس سے کہیں زیادہ تھی۔۔
فرار ہونے کے لیے بہانے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔۔!تم سے جواب"
طلبی کے لیے نہیں آیا ہوں۔۔"اسکے زہر خند لہجے پر زرتشہ کا دل ایک پل

کے لیے دھک سے رہ گیا۔اس وقت وہ اتنی زخمی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا کہ زرتشہ اپنی جگہ جمی رہ گئی۔ "بہت خوش ہو گی اب تو۔۔آخر کو اپنے دی گریٹ 'شوہر' سے واپس جا ملی ہو۔۔"اسکا طنز اسے اندر تک کاٹ کر رکھ گیا۔زرتشہ کے حلق میں گولہ سا اٹکنے لگا۔

یہ۔۔یہ میری زندگی ہے۔۔میں جو چاہے فیصلہ لوں۔۔آپ مجھے اس۔۔اس" "طرح۔۔

اس ابیوزر کے پاس جا کر بھی عقل ٹھکانے نہیں آئی۔۔"دریاب نے آواز کو" بمشکل دھیمہ رکھا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔"اس جنگلی کو تم موقع دے کر سمجھ رہی ہو وہ انسان بن جائے گا۔۔؟نہیں زرتشہ بی بی۔۔ایسا نہیں ہو گا۔۔"زرتشہ نے زرد پڑتے بے اختیار کچن کی جانب دیکھا تھا۔وہ تو شکر تھا روشینا گل بانو کی جانب متوجہ تھیں۔

آپ سے میں نے رائے نہیں مانگی۔۔اپنی حد میں رہیں آپ۔۔اور آپ کیا چاہ" رہے تھے۔۔میں ایک جہنم سے نکل کر دوسری جہنم میں چلی جاؤں۔۔؟"وہ مزید برداشت نہ کر سکی تھی جبکہ دریاب کی تو بھنویں سکڑ گئیں۔

"تم مجھے اس کمینے سے کمپیئر کر رہی ہو۔۔؟"

میں کسی کو کسی سے کمپیئر نہیں کر رہی۔۔آپ کیا چاہ رہے تھے میں بریال سے" رشتہ ختم کر کے آپکے پاس آجاتی۔۔؟تاکہ میری ماں۔۔میں اور میری بہن جسے ذلیل کر کے گھر سے نکال دیا ہم سب کو اسی ذلت کی بھٹی میں دوبارہ دھکیل دیتے۔۔؟"آج وہ بولی تھی اور درياب کو ایک پل کے لیے دنگ کر گئی تھی۔اس نے آج تک اس لڑکی کو اتنا تلخ بولتے نہیں سنا تھا۔"ہم ایک بار پھر زندہ درگور ہو جاتے۔۔؟اس خاندان میں کیا عزت بچتی ہماری اندازہ ہے آپکو۔۔؟"وہ بس ساکت کھڑا سراپا سوال بنی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

میرے نصیب میں جو تھا وہ مل چکا ہے مجھے۔۔اس لیے بہتر ہے آپ اپنی راہ" دیکھیں۔۔"بھرائے ہوئے لہجے میں کہتی لاؤنج سے نکل گئی تھی۔جبکہ سیڑھیوں کی اوٹ میں کھڑی مہزلہ جن قدموں سے آئی تھی انہی سے واپس پلٹ گئی تھی۔

****

رات تک اسکا بخار زیادہ ہو گیا تھا۔ زرتشہ شام کو ہی واپس چلی گئی تھی۔ اور اسے تلقین کر کے گئی تھی کہ ڈاکٹر کے پاس ضرور جائے۔ مگر وہ تب سے کمرے میں پڑی تھی۔ اسکے دل پر ایک اور بوجھ آ گرا تھا۔ اپنی بہن کے غموں نے اسے مزید نڈھال کر دیا تھا۔ ان تینوں ماں بیٹیوں میں سے کیا کسی کو سکھ نہیں ملنا تھا۔۔؟ کہنے کو تو وہ الگ گھر منتقل ہو چکی تھی۔ اپنی پڑھائی بھی کنٹینیو کر لی تھی۔ مگر وہ شخص اسے ایسا بے چین کر کے گیا تھا۔ کہ دو دن سے چین ہی نصیب نہیں ہوا تھا۔ دوسری جانب اسکی بہن اپنی محبت اپنی خوشیوں سے صرف اس لیے دستبردار ہوئی تھی کہ حویلی والے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑیں گے۔۔! کاش دریاب خان وقت پر صحیح فیصلہ لے لیتا تو آج اسکی بہن اپنے انچل میں یوں دکھ نہ سمیٹ رہی ہوتی۔

تھوڑا سا پی لو بیٹا۔۔ طبیعت کیسے صحیح ہو گی پھر۔۔؟" روشینا کب سے اسکے" پاس بیٹھیں سوپ پلانے کی کوششوں میں تھیں مگر وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ سر درد سے آنکھیں اس وقت سرخ ہو رہی تھیں۔ اور جسم میں بھی حرارت ہو رہی تھی۔

میرا دل نہیں کر رہا مورے۔۔ آپ پلیز مجھے میڈیسن دے دیں۔۔ "اسی پل کھلے دروازے سے جو ہستی اندر داخل ہوئی تھی۔ اسے دیکھنے کے لیے مہزلہ کی آنکھیں بس ایک پل کے لیے اٹھی تھیں۔ گرے کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر سیاہ شال ڈالا وہ لمبا چوڑا شخص کسی حاکم کی سی شان لیے کھڑا تھا۔ چونکتی اگلے ہی لمحے نظر پھیر گئی۔ جبکہ اسفندیار نے گھمبیر آواز میں سلام کیا تھا۔

وعلیکم اسلام خاناں۔۔ آئیں بیٹھیں۔۔ "روشینا نے سر پر موجود دوپٹہ درست کرتے کہا تو وہ بیڈ کے سائیڈ میں موجود صوفے پر جا بیٹھا۔

کیا ہوا ہے اسے۔۔؟ "اسفندیار نے بغور اسکی حالت کا جائزہ لیا تھا۔ نیوی بلو مخمل کی شرٹ اور پاجامہ میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ سائیڈ میں پڑا تھا جسے کچھ دیر پہلے ماتھے سے کھولا گیا تھا۔ پشت پر اسکے گھٹاؤں سے بال کھلے پڑے تھے۔ جیسے نہانے کے بعد ان پر بنا توجہ دیے یونہی چھوڑ دیا ہو۔ سرخ چہرہ اور آنکھیں تو کمرے میں داخل ہوتے ہی دیکھ چکا تھا۔

کل کہا تھا میں نے اگر بخار ہو رہا ہے تو ڈاکٹر کے پاس چل لیتے ہیں۔۔ مگر ٹال گئیں پھر ساری رات جاگ کر پڑھا اور صبح ناشتے کے بغیر چلی گئیں۔اب تیز بخار ہو رہا ہے۔۔"روشینا نے خفگی سے اسے دیکھتے اسفندیار کو بتایا تھا۔

آپ میڈیسن دیں مجھے۔۔"بخار کے سبب اسکی بھاری سی آواز حلق سے نکلی تھی۔البتہ ایک دفعہ کے بعد اسفندیار کی جانب دوبارہ دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔

دوائی کا کیا کرو گئی۔۔ کھا تو کچھ نہیں رہیں۔۔ پھر خالی پیٹ دوائی کھا کر الٹا" نقصان کرو گی۔۔"ان کے ڈپٹنے پر اسکی آنکھوں میں آنسو اور غصہ دونوں بیک وقت ابھرے تھے۔

"کچھ نہیں ہو گا مجھے۔۔اتنی نازک جان نہیں ہوں۔۔۔"

چچی۔۔!"اسفندیار نے مداخلت کرتے انہیں اپنی سمت متوجہ کیا۔"آپ جاؤ" کھانا اور میڈیسن لاؤ۔۔!!"مہزلہ نے تیوری پر بل ڈالتے اسفندیار کی سمت دیکھا جو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اس نے روشینا کو بھی اٹھتا دیکھ بے چین ہوتے ہاتھ تھام لیا۔

"مورے۔۔؟"

دوائی لارہی ہوں۔۔!"اسکا ہاتھ تھپکتیں کمرے سے نکل گئیں مگر جاتے جاتے دروازہ بند کرنا نہ بھولی تھیں۔اس کی نگاہیں ابھی دروازے پر ہی جمی تھیں جب اسفندیار کو روشینا کی جگہ بیٹھتے دیکھا تھا۔

میں پلا رہاہوں۔۔خاموشی سے پینا ہے۔۔ایک آواز بھی نہ نکلے۔۔!"اسکا انداز دوٹوک تھا کسی بھی رعایت سے عاری۔مہزلہ آنسو روکنے کی جدوجہد میں لب کا کنارہ بری طرح سے کاٹنے لگی۔

میں۔۔میں خود پی لوں گی۔۔"اسے سوپ سے بھرا چمچہ اپنی سمت بڑھاتے دیکھ مدھم لہجے میں بولتی ہاتھ بڑھا کر لینے لگی مگر اسفندیار نے نہیں چھوڑا۔

جتنا کہاہے اتنا کرو۔۔پیو فوراً۔۔!چچی کی طرح رعایت نہیں دوں گا۔۔"اس بار وہ سخت لہجے میں بولا تھا۔مہزلہ کو نجانے کیوں شدت سے رونا آنے لگا۔مگر وہ لب وا کر گئی۔لیکن ابھی اسفندیار نے چھ سے سات چمچے ہی دیے تھے۔کہ وہ دور ہٹتی رونے لگی۔

"مم۔۔۔ نہیں بس اور۔۔ نہیں پیوں گی۔۔" اسفندیار نے بھنویں سکیڑتے اسے دیکھا۔ ہیڈ بارڈ سے چپکی ہاتھ کی پشت سے سرخ پڑتے رخساروں پر لڑھک آنے والے آنسو رگڑ رہی تھی۔ جبکہ اسے دیکھنا تو گناہ تھا جیسے۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ۔۔ چھوٹی بچی ہو جس کے آگے پیچھے پھریں گے سب۔۔؟" اسکے ڈپٹنے پر مہزلہ نے اپنی سرخ متورم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"میں نے نہیں کہا کسی سے بھی کہ میرے آگے پیچھے پھرے یس خدمتیں کرے۔۔ بخار ہے میڈیسن لوں گی صحیح ہو جاؤں گی۔۔"

"ایسے صحیح ہو گی۔۔؟" اسکے تڑخ کر کہنے پر اسفندیار کی تیوری کے بلوں میں اضافہ ہوا تھا۔ جب یکدم ہی اسکے ذہن میں کچھ اور بھی آیا۔

"ڈاکٹر نے جو میڈسن دیں تھیں۔۔ تم نے کورس پورا کیا وہ۔۔؟" اسکے کڑے انداز میں کیے گئے سوال پر مہزلہ ایک پل کے لیے بلینک ہوئی تھی مگر اگلے پل خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتی نظریں پھیر گئی۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔!!"

"اٹس نن آف یور کنسرن۔۔!"

کیا۔۔؟ کیا کہا۔۔؟"سوپ سائیڈ ٹیبل پر پٹختا اسکی سمت بڑھا تھا۔ مہزلہ نے "سہمتے اسکی جانب دیکھا۔ اسفندیار کے چہرے پر اس وقت سخت کر ختگی تھی۔

کر لیا تھا پو۔۔پورا۔۔!"اور یہ کہتی اسکی بائیں جانب سے کھسکتی اٹھنے لگی مگر "اسفندیار اسکی تپتی کلائی تھام کر واپس ہیڈ بارڈ سے لگا گیا۔

پھر چچی نے یہ کیوں کہا ساری ساری رات جاگ رہی ہو۔۔؟"اسکا انداز اتنا "سخت اور شکوک بھرا تھا جیسے وہ کوئی مجرم ہو۔ مہزلہ کا حلق سوکھنے لگا۔ مگر اگلے پل اسکی خودسری اس پر چیخی تھی۔ یہ کون ہوتا تھا اس سے اسکی نیندوں کا حساب لینے والا۔۔؟ وہ اپنی بے خوابی کی بیماری کے ساتھ اگر جی رہی تھی۔ تو اس سے اسے کیا مسئلہ تھا۔ اور اگلے پل اسکی بخار کے سبب سرخ ہوتی آنکھوں میں سرد مہری اتر آئی۔

حویلی چھوڑ آئی ہوں ساری میڈیسنز میں۔۔ نہیں کرنا مجھے کوئی "کورس۔۔!!!"اسفندیار اسکی دیدہ دلیری پر ایک پل کے لیے حیران رہ گیا تھا۔ وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوٹوک جواب منہ پر مار رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں سرخی ابھرنے لگی۔ ایک ہاتھ ہیڈ بارڈ پر رکھتا جھکا تھا۔

"تم۔۔۔مجھ۔۔۔سے۔۔۔ضد۔۔۔لگاؤ۔۔۔گی۔۔؟"اسکی سرخ آنکھوں میں جھنکتا سرد لہجے میں بولا تھا۔ مہزلہ اسکے لہجے کی سنگینی اور قربت پر ہیڈ بارڈ سے چپک گئی۔ مگر محاذ پر ڈٹی رہی۔

"میری زندگی ہے یہ۔۔میں سوؤں جاگوں۔۔مروں کچھ بھی کرتی پھروں۔۔آپ کو اس سے کیا۔۔؟میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں آپ پہلے ہی کہہ چکے مجھے کہ اب ہمارے درمیان کچھ باقی نہیں۔۔پھر یہ کس لیے۔۔؟"اسفندیار جبڑے بھینچتا اگلے پل اسکی ٹھوڑی اپنی گرفت میں لے گیا۔ مہزلہ بے اختیار اسکی مضبوط کلائی پر اپنا تپتا ہاتھ رکھ گئی۔

"نرمی۔۔!!نرمی باقی نہیں تمہارے لیے۔۔!!مجھے کوٹ کر رہی ہو تو انہی لفظوں کو کوٹ کرو جو میں نے کہے ہیں۔۔اپنی دلی خواہشیں بیچ میں نہ لاؤ۔۔۔!!!"اس کے متنفر انداز میں پھنکارنے پر مہزلہ اندر اندر تک جل گئی۔اسی پل دروازے پر دستک ہوئی تھی۔اور اسفندیار جبڑے بھینچتا پیچھے ہٹ گیا۔

آجائیں۔۔۔!!" روشینادروازہ واکرتیں ٹرے میں اسفندیار اور مہزلہ کا کھانا لے آئیں تھیں۔ ساتھ ہی اسکی میڈیسن بھی تھیں۔

میڈیسن دینے کی ضرورت نہیں۔۔ڈاکٹر کود کھانے سے ہی اترے گا اب یہ بخار۔۔" مگر مہزلہ نے ماں کے ٹرے رکھتے ہی دوائی اٹھالی تھی۔ روشینا نے چونکتے اسے اور اسفندیار کو دیکھا جو انتہائی ضبط سے بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ مہزلہ نے بغیر کسی بھی جانب دیکھے دوائیاں منہ میں ڈالتے پانی کا گلاس لبوں سے لگالیا تھا۔

مہزلہ۔۔!! کیا حرکت ہے یہ جب خاناں ڈاکٹر کے پاس لے کر جارہے تھے تو پھر کیوں لی دوائی۔۔!" روشینا نے اسکی ضد پر بے اختیار ڈپٹا تھا۔

ٹھیک ہو جاؤں گی صبح تک۔۔ ٹینشن نہیں لیں آپ۔۔" اور اب خود ہی شرافت سے سر جھکائے ٹرے اپنی جانب کھسکالی تھی۔ کیونکہ اسفندیار جن قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ بعید نہ تھی اس کے حلق سے دوائی واپس نکلوالیتا۔

اگر۔۔" مہزلہ نے بے ساختہ اسکی جانب دیکھا۔ "تمہارا صبح تک۔۔ بخار نہ اترا۔۔۔!! میں تمہارا دماغ درست کردوں گا۔۔" اسکے سنگین لہجے پر اسکا

بسکٹ اٹھاتا ہاتھ بس ایک پل کے لیے ساکت ہوا تھا۔ مگر پھر وہ خاموشی سے لبوں تک لے گئی۔ روشینا اس کے بخار کی وجہ سے چائے بسکٹ لائیں تھیں۔ جبکہ اسفندیار کے لیے زائقہ چاول اور اوش تھا۔

خاناں آپ بھی کھانا کھالیں۔۔! "وہ سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔ روشینا بیٹی کو تنبیہی" نگاہوں سے دیکھتیں کمرے سے نکل گئیں تھیں۔ اسفندیار شال صوفے پر ڈالتا کبڈ کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ اسے اپنے لیے آرام دہ کپڑے نکالتے دیکھ بے چین سی ہو گئی۔ یعنی اسکا آج یہیں رکنے کا پلان تھا۔ اسفندیار واشروم کی سمت بڑھ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو صوفے کے پاس رکھی ٹیبل پر اسکا کھانا ڈھکا رکھا تھا۔ جبکہ وہ کمبل میں گم ہو چکی تھی۔ سر جھٹکتا تولیے سے منہ پونچھ کر کھانے کی سمت بڑھ گیا۔ کھانا کھا ہی رہا تھا کہ موبائل پر زمدہ کی کال آگئی تھی۔

ہاں ہیلو۔۔! "کمرے کی خاموشی میں اسفندیار کی بھاری آواز ابھری تھی۔" نہیں آج حویلی نہیں آرہا۔۔ یہیں چچی کی طرف ہوں۔۔ ہممم۔۔۔ "کمبل" میں چھپی مہزلہ کے کان خود بخود کھڑے ہو گئے تھے۔

بچوں جیسی باتیں مت کیا کرو۔۔۔!ہاں۔۔۔ صبح پھر مورے کو بھی شاپنگ"

"کروادینا۔۔

"نہیں یہیں سے ہی نکلوں گا مانسہرا کے لیے رات تک واپسی ہے۔۔"

کھانا کھارہا ہوں اکیلا بیٹھا۔۔"ایک نظر کمبل میں چھپے وجود پر ڈالتا گہری سانس" بھر گیا۔

نہیں۔۔اچھا فون رکھو اب۔۔۔اللہ حافظ۔۔!"موبائل ٹیبل پر ڈالتا کھانے کی" جانب متوجہ ہو گیا۔

کل تو میرے پاس فرصت نہیں۔۔اگر پرسوں وقت ملا تو ہم تمہارے ڈاکٹر" کے پاس چلیں گے۔۔"مہزلہ کو اسفندیار کی آواز بہت قریب سے سنائی دی تھی۔اور اپنے بائیں جانب سے بیڈ دھنستا محسوس ہوا تھا۔"اور اگر یہ بخار اتر جائے تو چچی کے ساتھ شاپنگ کر آنا۔سنڈے کو سیال کا ولیمہ ہے۔۔!"مگر وہ جواباً کچھ نہ بولی تھی۔اسفندیار کچھ دیر لب بھینچے کمبل گھورتا رہا پھر خود بھی لیٹ گیا۔کلائی ماتھے پر رکھا کچھ دیر سوچوں میں ہی الجھا رہا مگر سارے دن کی تھکاوٹ کی وجہ سے اسکی جلد آنکھ لگ گئی تھی۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا۔اسے اپنی کلائی پر گرفت محسوس ہوئی تھی۔ جبکہ کسی کی گھٹی گھٹی سسکیوں کی آواز کانوں میں ابھری تھی۔

نن۔۔ نہیں۔۔ بچالو۔۔ بچالو۔۔ بابا کو۔۔ بابا۔۔ !"اسفندیار اس جانی پہچانی" آواز پر بے ساختہ نیند سے بیدار ہوا تھا۔اور برابر میں لیٹے وجود کو لرزتا دیکھ ایک پل کے لیے دھک سے رہ گیا۔

مہزلہ۔۔۔!!"اسکے پسینے سے تر چہرے کو تھامتے اس نے پکارا تھا۔ مگر وہ تو اسی" بھیانک خواب کے اثر میں پسینوں میں شرابور گھٹی گھٹی سسکیاں بھر رہی تھی۔آنکھیں ہنوز بند تھیں۔

"!!!مم۔۔میں جل۔۔ جل رہی ہوں۔۔ بابا۔۔۔"

مہزلہ۔۔۔!!"اس بار اسفندیار نے اسے جھنجھوڑ دیا تھا تا کہ وہ اس بدترین" کیفیت سے باہر آتی۔اتنے ماہ میں پہلی بار اسفندیار نے اسکی یہ کیفیت دیکھی تھی۔جس کی وجہ سے وہ سونے سے ڈرتی تھی۔

مہزلہ۔۔۔!!!" جب یکدم ہی مہزلہ نے آنکھیں کھولیں تھیں۔اور جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔اسکا دل تیز رفتار سے دوڑ رہا تھا۔جبکہ ہاتھ کپکپا رہے تھے۔جب کسی نے اسے اپنی مہربان آغوش میں لیتے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا تھا۔وہ بنا چہرہ دیکھے پانی اپنے خشک پڑتے حلق میں اتارنے لگی۔

بخار تو اتر چکا ہے۔۔!" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد گلاس سائیڈ میں رکھتے" اسفندیار نے نرمی سے کہا۔مہزلہ جواب تک خالی الذہنی کی کیفیت میں تھی اسفندیار کی گھمبیر آواز پر سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔اور اس پل اسفندیار کو یہ آنکھیں آج سے چند ماہ پہلے کے انیکسی کے اسی منظر میں لے گئیں۔جہاں وہ رات کی تاریکی میں باپ کی جلی ہوئی کرسی سے لگی سسک رہی تھی۔اسکی یہ کیفیت وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔انتہائی نرمی سے اسکے چہرے پر چپکی لٹیں ہٹاتا حصار میں لے کر واپس لٹا گیا۔مہزلہ ابھی اس کیفیت میں ہی نہیں تھی کہ احتجاج کرتی یا اس سے الگ ہوتی اور یہ بات وہ جانتا تھا۔اس لیے مزید خود میں سمیٹ گیا تھا۔کچھ ہی دیر میں مہزلہ کی بھاری ہوتی سانسیں اسے محسوس ہوئی تھیں۔جس کا مطلب تھا وہ سو چکی تھی۔مگر اسفندیار پھر نہ سو سکا تھا۔

****

"کیا کر رہی ہو یہاں اکیلی بیٹھی۔۔؟" رخسانہ کچن میں آئیں تو درخنے کو لان کی طرف کھلتے دروازے کی سیڑھیوں پر اکیلا بیٹھا پایا تھا۔ان کی آواز پر اس نے سر اٹھاتے اپنی آنکھیں صاف کیں تھیں۔اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کچھ بھی نہیں۔۔آپ کو کام تھا مجھ سے۔۔؟" وہ اسے بہت کم مخاطب کرتی تھیں۔وہ بھی بس کسی کام کے لیے۔آج یوں نزدیک آکر پہلی بار بات کی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا۔۔سارا دن کام ہی تو کرتی ہو۔۔" سیڑھیاں اترتے اسے اپنے ساتھ لان میں رکھیں چیئرز پر لے آئیں۔درخنے حیرت زدہ ہوتی ان کی برابر والی چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔

"میں جانتی ہوں تم یہاں گھٹن اور قفس محسوس کرتی ہو۔۔ظاہر ہے خوشی سے تو نہیں بیاہی گئیں۔۔" ان کے افسردگی سے کہنے پر درخنے خاموش رہی۔"بیٹا مگر قصور گلریز کا بھی نہیں بچپن سے منگنی کی ہوئی تھی مہرلہ سے اور آخر میں کس طرح اسے ذلیل کر کے حویلی سے نکالا تھا تمہارے بھائی نے۔۔حالانکہ میرا بیٹا چیختا رہا کہ تمہارے باپ کا قتل اس نے نہیں کیا۔۔

مگر اس میں میرا کیا قصور تھا۔۔؟ وہاں مہزلہ کو پیسا گیا یہاں مجھے۔۔ ہم لڑکیاں کب تک ان مردوں کے گناہوں کی سزا کاٹتی رہیں گی۔۔" درخنے کی آواز آخر میں بھرا گئی تھی۔ رخسانہ کو اس کی کیفیت دیکھ دل سے دکھ ہوا تھا۔ بیٹے کے اس اقدام سے وہ قطعاً خوش نہیں تھیں۔ مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا۔

"یہ ریت ہے اس علاقے کے مردوں کی حالانکہ گلریز کو یہ نظام بلکل پسند نہیں تھا۔۔ وہ ہمیشہ باپ کے خلاف رہتا تھا۔۔ مگر بیٹا اپنی عزت اور غیرت نے اسے بھی باپ جیسا بنا دیا۔۔ روشینا بیچاری کو آج تک گلریز کے باپ نے قدم رکھنے نہیں دیا اس گھر میں کہ اس نے باپ کے خلاف جا کر شادی کی تھی۔۔ حالانکہ مہزلہ اور گلریز کا رشتہ ہی ان دوریوں کو ختم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔۔ مگر یہ مرد اپنے دل صاف نہیں کرتے۔۔" وہ خود اس نظام کی ستائی ہوئیں تھیں۔ بیٹے کو اس علاقے سے دور وہ اسی لیے رکھتی تھیں کہ باپ کی صحبت سے دور رہے مگر یہاں تو پوری بازی بیٹے نے خود ہی الٹ دی تھی۔

"بیٹا تم میری بیٹیوں جیسی ہو۔۔ میرے دل میں تمہارے لیے کوئی میل نہیں۔۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اپنے گھر والوں کو بہت یاد کرتی ہو۔۔ مگر

ان سے ملنا اتنا آسان نہیں ہے ابھی۔۔اور یہ تبھی ممکن ہو گا جب تم اس گھر کو اپنا سمجھو گی۔۔ ہم سب کو اپناؤ گی۔۔ کیونکہ اب تم گلریز کی بیوی ہو۔۔"انہوں نے نرم لہجے میں اسے سمجھانا چاہا تھا۔درخنے لب کاٹتی اپنے بائیں ہاتھ کو گھورنے لگی جس کی انگلی میں اب تک سیال کے نام کی انگوٹھی تھی۔

ارے آج جلدی آگئے تم۔۔؟"رخسانہ کی بات پر اس نے چونک کر سر اٹھایا" تھا۔براؤن کرتا شلوار میں ملبوس گلریز اسی جانب آرہا تھا۔اور نگاہیں اسی پر تھیں۔

ہاں جلدی فارغ ہو گیا تھا تو سوچا گھر چلوں۔۔"درخنے کے دائیں جانب رکھی" چیئر پر بیٹھتے انہیں جواب دیا۔اس نے بے اختیار پہلو بدلا تھا۔

اچھا کیا میں چائے بنواتی ہوں۔۔ساتھ ہی پیئں گے۔۔"درخنے فوراً اٹھ" گئی۔گلریز کی نگاہ نے بھی اسکے ساتھ سفر کیا تھا۔

"میں۔۔میں بناتی ہوں۔۔"

ارے نہیں بیٹا تم بیٹھو۔ملازمائیں کس لیے ہیں۔۔"وہ مسکراتیں کچن کی" سمت بڑھ گئی۔اور درخنے کو ناچار بیٹھنا پڑا تھا۔

کیا بات ہے۔۔ مورے سے کب دوستی ہوئی تمہاری۔۔؟" اسکے سوال پر" درخنے نے بے اختیار اسکی جانب دیکھا تھا۔ جو اس وقت بڑی گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً نظر جھکا گئی۔ "کیا بات ہے زبان کہیں رکھ کر آئی ہوئی ہو۔۔؟"

نہیں تو۔۔!" جب اس نے جیب سے کچھ نکالتے اسکی جانب بڑھایا تھا۔ درخنے" نے اسکے ہاتھ کی سمت دیکھا اور ایک پل کے لیے حیران رہ گئی۔ کیونکہ گلریز کے ہاتھ میں اسکا موبائل تھا۔

"!مم۔۔ میرا موبائل۔۔"

ہاں لے لو۔۔ اور بتا دو اپنی مورے اور گھر والوں کو تمہیں قید میں نہیں رکھا" ہوا میں نے۔۔" اس نے متحیر نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ کیا واقعی وہ سچ کہہ رہا تھا۔۔؟

"مم۔۔ مگر آپ کو تو لالا نے۔۔"

وہ میرا اور اسفندیار کا معاملہ ہے۔۔ تمہیں تمہاری ماں سے دور کرنا مقصد نہیں "

ہے۔۔" درخنے کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے مگر اسکے لبوں سے کوئی لفظ

نہ نکلا۔

میں فریش ہونے جارہاہوں میری چائے وہیں لے آنا۔۔" وہ اٹھتا آگے بڑھ "
گیا۔ درخنے اسی طرح بیٹھی تھی۔ جب وہ واپس پلٹا۔
اور سنو۔۔!" وہ فوراً اسکی جانب متوجہ ہوئی۔ "

"جج۔۔جی۔۔؟"

شام کو ہم شاپنگ پر چلیں گے۔۔ ریڈی رہنا۔ مورے بتارہیں تھیں "
تمہارے پاس کپڑے نہیں ہیں۔۔" اسے ایک اور جھٹکا دے کر ششدر بیٹھا
چھوڑ وہ چلا گیا تھا۔

****

کیسا رہا دورا۔۔؟" اسکی گاڑی 'سردار ہاؤس' کے پورچ میں آکر رکی ہی تھی کہ "
ابا صاحب کی کال آگئی تھی۔ وہ کل صبح کا مانسہرا کے لیے نکلا آج لوٹا تھا۔ ابا
صاحب چونکہ حویلی میں نہ تھے اس لیے اسکی ان سے ملاقات نہ ہو سکی تھی۔

یہ باغی کاٹولا جو اتنا منہ کھول رہا ہے نا وہ ایسے ہی نہیں ہے۔۔ کوئی ہے جو بیک کر رہا ہے۔۔"اسکے چہرے پر سخت ناگواری تھی۔

کیا مطلب ہے تمہارا خاناں۔۔ کون ہو سکتا ہے۔۔؟"اسپیکر سے ابا صاحب کی کرخت آواز ابھری تھی۔یہ انکی ساخت کا سوال تھا آخر۔

آپکے وفاداروں میں سے ہی ہے کوئی۔۔۔ابھی تو میں سب کا دماغ سیٹ کر آیا ہوں۔۔ایسا نہیں کہ انکی کمزوریاں ہمارے ہاتھ میں نہیں مگر جو بھی ہو سیٹیں لے کر بیٹھے ہیں۔۔پھر سر اٹھائیں گے۔۔"خوشحال خان اسکے لیے دروازہ کھولے کھڑا تھا اور وہ باہر نکل گیا۔

ان حرام خوروں کو چھوڑیں گے نہیں ہم۔۔"وہ غصے سے کف اڑا رہے تھے۔اسفندیار ڈرائیو وے پر آگے بڑھتا کافی دیر تک انہیں سمجھاتا رہا تھا۔ابا صاحب کی سیاست ہی ان کی زندگی تھی۔

اچھا تم ایسا کرو خاناں سیال خان کمبخت کا ولیمے کا انتظام پر ایک نظر مار لینا۔۔خاص کر سیکیورٹی کا حوالے سے۔۔"

آپ بے فکر ہو جائیں ابا صاحب۔۔"اور اتنا کہتا رابطہ منقطع کر گیا۔خوشحال خان جو اس سے دو قدم پیچھے تھا اسفندیار نے اسکی سمت دیکھا۔

"کچھ کہا تھا تم سے۔۔؟"

"جی خان۔۔ منصور خان ہمارا وفادار ہے آج سے دیکھ ریکھ وہی کرے گا۔۔"

ہمم بہتر۔۔!"اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔شام کے چھ بج رہے تھے۔اسکے بیل بجانے پر زرغان نے دروازہ کھولا تھا۔اسکے سلام کا جواب دیتا اسکے ساتھ ہی آگے بڑھ گیا۔

"کیسا لگا اسکول۔۔؟"

اچھا۔۔بہت اچھا۔۔"اسکے ساتھ لاؤنج میں آتے زرغان چہکا تھا۔"دریاب لالا کہہ رہے تھے میرا ایڈمیشن انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔۔"

ہاں لاڈ صاحب جو ہو تم۔۔یہ بتاؤ چچی اور تمہاری بہن کہاں ہے۔۔؟"اس نے ارد گرد نگاہ دوڑائی تھی مگر کوئی بھی نظر نہ آیا تھا۔

موررے نماز پڑھ رہی ہیں۔۔اور آپا اپنے کمرے میں پڑھ رہی ہیں۔۔"فٹ بال کو ایک انگلی سے دوسری انگلی پر گھوماتے اسے بتایا۔

"اور طبیعت کیسی ہے اب اسکی۔۔؟"

ٹھیک ہیں۔۔پڑھنے میں لگی ہیں۔۔لالا اتنا کیوں پڑھ رہی ہیں وہ۔۔؟"زرغان" نے بال گود میں رکھتے زچ ہو کر پوچھا۔کیونکہ جب بھی وہ ساتھ کھیلنے کے لیے کہتا تھا۔مہزلہ پڑھائی کی مجبوری کی وجہ سے ٹال دیتی تھی۔اور یہی بات اسے چڑانے لگی تھی۔

"تمہاری بہن خاندان کی پہلی ڈاکٹر بن رہی ہے۔۔"

توکیوں بن رہیں۔۔؟ہر وقت پڑھائی میرے ساتھ کوئی کھیلنے والا" نہیں۔۔آپ ان سے کہیں مجھے بھی وقت دیا کریں نا۔۔"اسکے منمنانے پر وہ بے اختیار گہری سانس بھر گیا۔یہ لڑکی کسی کو میسر نہ تھی۔

اسکا تو پتا نہیں۔۔گھر کے اتنے گارڈز ہیں انکے ساتھ کھیلا کرو۔۔کوئی نہ کوئی" تمہیں وقت دے ہی دے گا۔۔"اسکے چھیڑنے پر زرغان نظریں گھوما گیا۔اتنے میں اپنے کمرے سے روشینا بھی چلی آئیں تھیں۔اور اسفندیار کو دیکھتے ہی سلام کیا۔

آپ کب آئے خاناں۔۔اور تم بتا نہیں سکتے تھے مجھے آکر۔۔"انہوں نے بیٹے" کو گھورا تھا۔

"ابھی ہی آیا ہوں چچی۔۔"

"میں چائے بنواتی ہوں آپ کے لیے۔۔"

"پہلے یہ بتائیں۔۔میں نے شاپنگ کا کہا تھا مہزلہ سے کر آئے آپ لوگ۔۔؟"
بیٹا میرے اور زرغان کے کپڑے تو ہیں۔۔اور مہزلہ نے منع کر دیا"
تھا۔۔"اسفندیار کی بھنویں سکڑیں تھیں۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"بیٹا اسکے پاس کپڑے ہیں انہی میں سے پہن لے گی۔۔۔"
چلیں میں دیکھتا ہوں۔۔"انہیں جواب دیتا سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔جبکہ "
روشینا اور ان کے پیچھے زرغان کچن کی جانب بڑھ گیا۔ماں کے پلو سے چپکنا وہ بھی خاص کر جب وہ کچن میں ہوتی تھیں یہ زرغان کی پسندیدہ ہابی تھی۔کیونکہ اپنی فرمائشی چیزیں بھی تو بنوانی ہوتی تھیں۔

****

دروازہ وا کرتا اسفندیار کمرے میں داخل ہوا تو سیاہ کاٹن کے قمیض شلوار پر میرون رنگ کا سوئیٹر پہنی مہزلہ بیڈ پر کتابیں بکھرائی پڑھنے میں مصروف تھی۔ جوڑے سے نکلتی لٹیں اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ مہزلہ نے آہٹ پر سر اٹھایا تھا۔ جہاں سفید کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر ڈارک براؤن شال اوڑھا وہ وجیہہ شخص کھڑا تھا۔ اسکا دل نجانے کیوں الگ انداز میں دھڑکنے لگا پرسوں رات کے تمام واقعات خواب کی صورت اسکی آنکھوں کے سامنے لہرا گئے تھے۔ اور وہ جانتی تھی وہ خواب نہیں حقیقت تھا۔

اسفندیار نے اسکے زرد چہرے کو دیکھا۔ بخار نے اس لڑکی کی گلابیاں چھین لی تھیں۔ جبکہ آنکھوں کے نیچے ڈارک سرکل بھی نظر آئے تھے اسے۔ مگر یہ جنونی لڑکی اپنی پرواہ کیے بنا بس پڑھنے میں لگی تھی۔

"تم نے چچی کو شاپنگ کا منع کیا تھا۔۔؟" اسفندیار کے سپاٹ لہجے پر وہ یکدم چونکی تھی۔ اور اگلے پل خود کو سرزنش کی۔ اتنی دیر سے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کیسے بھول گئی تھی۔ اس رات اس شخص نے اسکی کمزوری اور بے بسی

دیکھ کر گلے لگایا تھا۔اب وہی سرد مہری تھی اسکے لہجے میں جسکا اس نے وعدہ کیا تھا۔

"جی۔۔!"یک لفظی جواب دیتی واپس کتاب کی سمت متوجہ ہو گئی۔اسفندیار قدم بڑھاتا اسکی سمت آیا تھا۔اور بیڈ پر اس سے کچھ فاصلے پر آ بیٹھا کیونکہ بیچ میں زرغان اور اسکی دشمن اسکی کتابیں بکھری تھیں۔

"کس لیے۔۔؟"

"میرے پیپرز چل رہے ہیں۔۔کوئی بھی فنکشن اٹینڈ کرنے کا ٹائم نہیں میرے پاس۔۔"ہائی لائٹر کی مدد سے پوائنٹس مارک کرتی مدھم لہجے میں بولی تھی۔اسفندیار اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔اور جب وہ کافی دیر کچھ نہ بولا۔مہزلہ کو نظر اٹھانی پڑی تھی۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یعنی تم سرے سے فنکشن ہی اٹینڈ نہیں کرنا چاہتیں۔۔؟"

"میرے چاہنے کی بات نہیں۔۔میرے پاس وقت نہیں ہے۔۔فنکشن کی اگلی صبح میرا پیپر ہے۔۔میں ایک سیکنڈ کا وقت بھی نہیں نکال سکتی۔۔اپنا ٹائم ٹیبل دو مجھے۔۔!"مہزلہ کی بھنویں جڑیں تھیں۔"

"کس لیے۔۔؟"

تمہارا یقین نہیں مجھے۔۔!" اسکے بنا کسی رعایت کے برملا کہنے پر مہزلہ نے لب" بھینچتے اسے دیکھا تھا۔

تو نہ کریں۔۔ایک میرے نہ جانے سے فنکشن میں کوئی کمی نہیں آئے" گی۔۔بلکہ آپ سمیت حویلی کے لوگوں کو خوشی ہی ہو گی۔۔!" اس بار اسفندیار کی آنکھیں اس پر چھوٹی ہوئیں تھیں۔

میں تمہارے لیم ایکسکیوزز سننے نہیں بیٹھا۔۔چادر اوڑھو۔۔ہم شاپنگ پر چل" رہے ہیں۔۔" اسکے حکم پر مہزلہ کا منہ کھل گیا۔

"جی۔۔۔؟"

"!اٹھو فوراً۔۔"

مم۔۔مجھے پڑھنا ہے ابھی۔۔اور میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہوئی۔۔میں" نہیں جا سکتی۔۔" اس نے لب تر کرتے عزر تراشہ۔اسفندیار نے ہاتھ بڑھاتے ہاتھ کی پشت اسکی گردن کے ایک جانب رکھی۔

نہیں بخار تو نہیں ہے۔۔اور کوئی لمبی چوڑی شاپنگ نہیں کرنی۔۔اٹھو" فوراً۔۔"دوٹوک انداز میں کہتا خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

تمہارے ڈاکٹر سے کل شام کی اپوائنٹمینٹ لے لی ہے میں نے۔۔منصور خان" یا شاید میں خود ہی پک کروں تمہیں۔۔"وہ اپنے ہی مخصوص لہجے میں کہہ رہا تھا۔اور مہزلہ کے جبڑے بھنچتے جا رہے تھے۔یہ اسے اسکے حال پر کیوں نہیں چھوڑ رہا تھا۔۔؟ مگر فلحال اسکا دماغ اس نئی جنگ کو لڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔

"میرے پاس بہت سارے نئے کپڑے۔۔"

میں نے نہیں پوچھا جو کہا ہے کرو۔۔فوراً باہر آؤ۔۔"اسکی بات کاٹتا باہر نکل گیا" تھا۔

****

اس نے باہر کی روشنیوں سے نظر ہٹاتے کال پر مصروف اسفندیار کی جانب دیکھا۔پچھلے بیس منٹ سے خاموشی سے سفر کٹ رہا تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ گاڑی میں موجود ہی نہ تھی۔اس شخص کی اپنی کالز۔۔اپنی سیاست۔۔اپنے مسئلے تھے۔اسکی موجودگی تک بھول چکا تھا شاید۔

"گھر میرے نام کیوں کیا ہے۔۔؟" اسفندیار جو کال کٹ کر کے میسجز چیک کر رہا تھا۔ مہزلہ کے سوال پر اسکی سمت دیکھا۔ کار کی سفید روشنی میں اسکے سنجیدہ تاثرات واضح نظر آرہے تھے۔ مہزلہ کو اس سے بہتر وقت نہیں مل سکتا تھا اس سوال کے لیے۔۔!

"لکھا ہوا ہے اس میں پورا پڑھتیں۔۔" سپاٹ لہجے میں کہتا نگاہ واپس موبائل اسکرین کی سمت کر گیا۔ جبکہ مہزلہ بے چین ہوتی اب پوری اسکی سمت گھوم گئی تھی۔

"پڑھ چکی ہوں۔۔ حق مہر کے عوض دیا ہے"

"تو جب پتہ ہے تو پوچھ کیوں رہی ہو۔۔؟" اسکا انداز ہنوز وہی تھا۔ مہزلہ زچ ہونے لگی۔

"یہ اس پیپر میں لکھا تھا کہ حق مہر کے عوض ہے۔۔ جبکہ میں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔۔ وہ گھر میرے نام کیوں کیا ہے۔۔؟ ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں۔۔؟"

"تم پر تو اب کچھ ثابت نہیں کرنا چاہتا۔۔ میں نے زمدہ کو بھی اسی وقت اسکا حق مہر دے دیا تھا۔۔ تمہارا کچھ لیٹ ہو گیا۔۔!"

لیٹ۔۔؟ مگر میں نے تو سنا ہے خون بہا میں بیاہی لڑکیوں کو سرے سے حق مہر ہی نہیں ملتا۔۔!" اسکی آنکھیں نجانے کیوں جلنے لگیں تھیں۔ اسفندیار سنجیدہ نگاہوں سے اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"یہ شوہر کی مرضی پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔۔ میری مرضی تھی میں نے دے دیا۔۔ تم کچھ کر سکتی ہو۔۔؟"

"کر تو میں بہت کچھ سکتی ہوں۔۔ اس بات کا اندازہ اب تک تو ہو جانا چاہیے تھا آپکو۔۔ مجھے یہ بتائیں کیا حق مہر تھا زمدہ کا۔۔؟" آخر اسے بھی تو معلوم ہوتا سردار صاحب حق مہر کے نام پر کتنی دولتیں بانٹتے پھر رہے تھے۔ جبکہ اسکے چیلنجنگ انداز پر اسفندیار نے بھنویں سکیڑتے اسکی جانب دیکھا۔

"تم مجھ سے تفتیش کر رہی ہو۔۔؟ اور تمہارا کیا لینا دینا اسکے حق مہر سے۔۔؟ لیکن اگر اتنی ہی کریوسیٹی ہے تو اسی سے جا کر پوچھ لو۔۔۔" اسکے لاجواب کرنے پر مہرزلہ پہلو بدل گئی۔

"اوکے فائن۔۔" لب بھینچتے ناخن ہتھیلیوں میں چبھوئے تھے۔ "مگر مجھے اپنا حق مہر جاننے کا پورا حق ہے۔۔"

"بلکل۔۔۔!"

"تو۔۔؟بتائیں۔۔۔؟"وہ متجسس ہوتی مکمل طور پر اسکی جانب متوجہ تھی۔ مگر اسفندیار کندھے کو خفیف سی جنبش دے گیا۔

"مجھے یاد نہیں۔۔۔!"مہزلہ کو لگا اسکا بی پی یکدم بڑھنے لگا ہو۔

"تمہیں میرا حق مہر نہیں یاد۔۔"اس نے آنکھوں میں سرخی لیے بڑے ضبط سے پوچھا تھا۔

"سو کام ہوتے ہیں اب ہر چیز یاد رکھوں۔۔؟"

"ٹھیک پھر کہاں ہے ہمارا نکاح نامہ۔۔میں خود دیکھ لوں گی۔۔"وہ ضبط کے کڑے مراحل میں تھی۔اور اگر اس کے منہ سے ابھی کچھ الٹا سیدھا نکلتا سب سے زیادہ آگ بھی اسی شخص کو لگنی تھی۔ان کی کاریں مال کی پارکنگ میں آرکی تھیں۔

"حویلی میں ہے۔۔دیکھنا ہے تو جا کر دیکھ لو۔۔"کھردرے لہجے میں جواب دیتا گارڈ کے دروازے کھولنے پر اتر گیا۔مہزلہ دانت پیستی اسے دیکھتی رہی مگر پھر ناچار اسے بھی اترنا پڑا تھا۔

اسفندیار سیدھا اسے مطلوبہ بوتیک لے گیا تھا۔ایک تو نہ اسکے پاس وقت تھا نہ ہی مہزلہ میں بخار کے بعد اتنا چلنے پھرنے کی ہمت۔ مہزلہ نے اپنی پسند کا ہی لباس منتخب کیا تھا۔جو زیادہ بھاری نہ تھا مگر خوبصورت تھا۔اسفندیار نے بھی ایک نظر لباس کو دیکھ لیا تھا۔اسے کلر پسند تھا جو کہ ٹی پنک تھا۔اس لیے کوئی ابجیکشن نہ کیا تھا۔ابھی وہ ارجنٹ اسٹچنگ کی بات ہی کر رہی تھی۔جب اسکی نگاہ شاپ کے باہر سے گزرتے کپل پر ٹھٹھکی تھی۔

درخنے۔۔۔!!!"اسکی آواز پر اسفندیار نے لمحے کے ہزارویں حصے میں سر" اٹھاتے اسکی نظروں کا تعاقب کیا تھا۔جہاں سے ایک کپل گزرتا آگے بڑھ رہا تھا۔اور اسفندیار کے اعصاب یکدم تن گئے تھے۔کرسی دھکیلتا شاپ کے دروازے کی سمت بڑھ گیا۔مہزلہ بھی تیزی سے اسکے پیچھے لپکی تھی۔

****

دیکھیں اب میں واقعی تھک چکی ہوں۔۔اور ہم نے بہت شاپنگ کر لی۔۔اب "
ہمیں گھر چلنا چاہیے۔۔"اس نے گلریز کے ساتھ آگے بڑھتے پریشان کن لہجے
میں کہا تھا۔انہیں گھر سے نکلے دو گھنٹے سے زیادہ ہو چکے تھے۔اور گلریز نے
نجانے کیا کیا اسے دلا دیا تھا۔اب اسکے ہاتھ بھی بیگز سے بھرے تھے اور درخنے
کے بھی۔۔جبکہ گارڈز کو مال کے باہر ہی ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔

چلے جائیں گے گھر ہی تو جانا ہے۔۔"گلریز نے اسکے گھبراہٹ بھرے تاثرات "
دیکھتے نرمی سے کہا۔

"لی۔۔لیکن اگر انکل نے۔۔"

تمہارے بھی بابا ہیں اب وہ۔۔"درخنے اسکے ٹوکنے پر خجل سی ہو گئی۔"اور "
دوسری بات تم اب انکی بہو اور میری بیوی ہو وہ بھلا کیوں کچھ کہیں گے۔۔۔یہ
بتاؤ بھوک لگی ہے۔۔؟"درخنے کی رنگت سرخ پڑھ گئی۔بھوک تو اسے مال
آنے کے تھوڑی دیر بعد سے ہی لگنا شروع ہو چکی تھی۔اس لیے فوراً سر اثبات
میں ہلا گئی۔

یعنی بہت لگ رہی ہے۔۔۔"اسکے شریر انداز پر ابھی وہ صحیح طرح ری ایکٹ بھی نہ کر پائی تھی جب کسی نے اسے بازو سے تھامتے اپنی سمت موڑا تھا۔

"درخنے۔۔۔!!!"

"لالا۔۔۔!!!"سامنے کھڑے شخص کو دیکھ اسکے لبوں میں مدھم سی حرکت ہوئی تھی۔اور دیکھتے ہی دیکھتے انہیں گارڈز نے گھیر لیا تھا۔

"کیسی ہو میرا بچا۔۔!!"اسفندیار نے ایک قہر آلود نگاہ سخت تاثر چہرے پر سجائے گلریز پر ڈالی تھی۔جبکہ درخنے کی نگاہ اسفندیار سے پھسلتی مہزلہ پر جا ٹھہری۔

"زلہ۔۔۔!!"

"در۔۔۔تم۔۔۔تم کیسی ہو۔۔؟"وہ بھی اسکے پاس چلی آئی۔ان دونوں کی آنکھیں ہی بھیگنے لگیں تھیں۔آخر کو بہترین دوست تھیں وہ۔

"مم۔۔۔میں۔۔۔"

"ٹھیک ہے وہ۔۔!!"گلریز نے ایک قدم نزدیک آتے جواب دیا تھا۔اور اسفندیار کا ٹھوکریں مارتا خون اس وقت آنکھوں میں اتر آیا تھا۔

تجھ سے بات نہیں کی گھٹیا انسان۔۔!!" یکدم اسے گریبان سے پکڑتا ان" دونوں کے ہی چہرے پھیکے پڑ واگیا۔

گریبان چھوڑ اسفندیار خان۔۔میں تیرے سردار ہونے کا لحاظ نہیں کروں" گا۔۔!" گلریز اپنے گریبان پر موجود اسکے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتا انتہائی سنگین لہجے میں میں بولا تھا۔

میں تجھے یہیں کتے کی موت ماردوں پھر۔۔بول۔۔؟" اسفندیار کے پھنکارنے" پر درخنے اور مہزلہ دونوں ان کی جانب لپکیں تھیں۔آس پاس سے گزرتے لوگ حیرت سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

"!لالا۔۔لالا پلیز چھوڑدیں انہیں۔۔"

نہیں درخنے اس ذلیل کو اس دن چھوڑ دیا تھا مگر آج نہیں۔۔جاؤ تم دونوں" "!!!گاڑی میں جاکر بیٹھو۔۔۔

درخنے کہیں نہیں جائے گی۔۔" گلریز بھی اب غصے سے پاگل ہوا اٹھا" تھا۔"کیوں ہار تسلیم نہیں کر لیتے سردار صاحب۔۔تمہاری بہن پہلے ہی انکار

کر چکی تمہارے ساتھ جانے سے۔۔!" اسفندیار نے غصے میں آکر اسے پنچ مارنا چاہا مگر گلریز پیچھے ہوتا بچ گیا۔ اور درخنے اسی پل اسفندیار کا ہاتھ تھام گئی۔

پلیز لالا۔۔پلیز نہیں۔۔۔!" اس نے سسکتے گزارش کی تھی۔ "

تم اس شخص کو کیوں بچانا چاہ رہی ہو درخنے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے"

بچا۔۔۔ میں ہوں تمہارے ساتھ۔۔" مہزلہ نے نم آنکھوں سے اسفندیار اور درخنے کو دیکھا تھا اور پھر گلریز کو اور اسکی آنکھوں میں تنفر ابھرنے لگا۔ گلریز کی نگاہ بھی اس پل اسکی سمت اٹھی تھی۔ مگر وہ اگلے ہی پل پھیر گیا تھا۔ اسکے پہلو میں اسکی عزت کھڑی تھی۔ مہزلہ اب اسکی کچھ نہیں لگتی تھی۔ مہزلہ نے اسکے نظر چرانے پر نگاہ ارد گرد پھیلے شاپنگ بیگز پر ڈالی۔ اور ایک پل کے لیے حیران رہ گئی۔

میں جانتی ہوں لالا۔۔مگ۔۔ مگر گلریز نے مجھے قید نہیں کیا ہوا۔۔دیکھیں"

دیکھیں۔۔مم۔۔میرا موبائل میرے پاس ہے۔۔" اس نے ہینڈ بیگ سے اپنا موبائل نکال کر اسے دکھایا۔" میں آپ سب سے کانٹیکٹ کرنے ہی والی

" تھی۔۔ بلکہ ملنے بھی آؤں گی۔۔ بس تھوڑا ٹائم دیں۔۔

"ٹائم دوں وہ بھی اسے۔۔؟اس سے بہتر میں اس کمینے کو موت کے گھاٹ نہ اتار دوں۔۔!!"اسفندیار نے نفرت سے گلریز کی جانب دیکھا وہ بھی انہی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"شروعات تمہاری جانب سے ہوئی تھی اسفندیار خان۔۔!میں نے صرف بدلہ لیا ہے۔۔!"اور اسکی بات کا مفہوم کیا تھا وہ چاروں ہی بخوبی جانتے تھے۔اسفندیار کی نگاہ مہزلہ تک گئی تھی۔جو نم آنکھیں لی درخنے کا بازو تھامے کھڑی تھی۔اس وقت اسکا بس نہیں چل رہا تھا اس لڑکی کو ہر نظر سے چھپا لے خاص کر اس خبیث کی نظروں سے جو اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"اور مجھے جیل بھیج کر جو چھوٹی حرکت کی تھی اسے بھولا نہیں ہوں میں۔۔اصل خبر تو میں تیری بیل دلوانے والے کی لونگا۔۔!"اور پھر وہ درخنے کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

"یہاں کیا کر رہی تھیں تم۔۔؟اس سے بھاگ کر آئیں تھیں۔۔؟"اسکا رخسار تھپکتے نرمی سے پوچھا۔

"نہ۔۔نہیں لالا یہ۔۔یہ مجھے شاپنگ کروانے۔۔"

"چلو درخنے۔۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔۔ ابھی انہیں سیال خان کے ولیمے کی شاپنگ بھی کرنی ہے۔۔" اور یہ آخری تیلی گلریز نے لگائی تھی جو اسفند یار کو تو نہیں بلکہ درخنے کو راکھ کر گئی تھی۔ اس نے شاکڈ نگاہوں سے جبڑے بھینچتے اسفند یار کو اور پھر مہزلہ کو دیکھا۔ جو نظریں چرا گئی تھی۔ درخنے اپنی آنکھوں میں بھرتے آنسوؤں کو ضبط کرتی بھائی سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ گلریز کے گارڈز بھی اسی وقت چلے آئے تھے۔

"میں آپ لوگوں سے ملنے آؤں گی۔۔ مگر اپنے شوہر کی اجازت کے بعد۔۔ اللہ حافظ۔۔!!" ایک آخری نگاہ ان دونوں پر ڈالتی وہ گلریز کے ساتھ مڑ گئی تھی۔ مہزلہ نے ایک سرخ نم نگاہ اسفند یار پر ڈالی تھی۔ وہ بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتا دوسری جانب بنے ایگزٹ ڈور کی سمت بڑھ گیا تھا۔ مہزلہ اسکے پیچھے ہی تھی۔

****

اسفند یار کار میں آکر بیٹھا تو شدید اشتعال میں تھا۔ وہ لب بھینچی اپنی نشست پر آبیٹھی۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ جبکہ وہ موبائل نکالتا کسی کو کال

ملا گیا تھا۔رخ کھڑکی کی جانب موڑتی باہر کے دوڑتے بھاگتے منظر دیکھنے لگی برابر میں بیٹھا اسفند یار انسپیکٹر کو سخت غصیلے لہجے میں کھری کھری سنا رہا تھا اور اگلے تین چار منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہا تھا۔جب اسکی کال بند ہوئی تو مہزلہ نے گردن موڑتے اسکی جانب دیکھا۔وہ غصے میں موبائل سیٹ پر پھینک گیا تھا۔

"بہت برا لگ رہا ہے۔۔؟"اسکی سرد آواز پر اسفند یار نے بھنویں سکیڑتے اسکی جانب دیکھا۔"غصہ بھی آرہا ہے۔۔ہے نا۔۔؟آخر تمہاری بہن سے کسی نے زبردستی شادی کرلی۔۔غصہ تو آئے گا نا۔۔!"

"اسکا پہلے ہی دماغ گھوما ہوا تھا اور اب یہ لڑکی۔۔۔"کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔؟!!!

یہی کہ میرے لیے تو لڑنے والا تو دور بولنے والا بھی نہیں تھا۔۔"اسکا لہجہ بڑا" زخمی سا تھا۔اسفند یار سرخ آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔"تم نے بھی تو زبردستی مجھ سے شادی کی تھی۔۔آج وہی تمہاری بہن کے ساتھ ہو رہا ہے تو ہنگامہ کیوں۔۔۔؟"اسفند یار کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔اس نے ایک جست میں اسکا بازو اپنی آہنی گرفت میں جکڑا تھا۔

"میں نے تمہیں اغواء کیا تھا۔۔؟ کہیں سے اٹھا کر لایا تھا۔۔؟ جواب دو۔۔۔؟" مہزلہ نے اسکی گرفت سے بازو نکالنا چاہا۔

"کیا تو وہی نا جو گلریز نے کیا ہے۔۔ تم نے بھی زبردستی نکاح کیا اور اس نے بھی۔۔ جب تمہارا گریبان کوئی نہیں پکڑتا تو اسکا کیوں۔۔؟" وہ بھی جواباً چیخی۔ اسفندیار مزید آگ بگولہ ہو گیا۔ وہ اس خبیث کی طرفداری کر رہی تھی۔۔!!

"تم میرے سامنے اسکی طرفداری کر رہی ہو۔۔؟ وہ کمینہ میری بہن کو زبردستی اٹھا کر لے جاتا ہے اور تمہارے لیے یہ تسکین کا باعث ہے۔۔۔؟" اسکے لہجے میں شعلوں کی سی لپک تھی۔ مہزلہ اسکی سخت ہوتی گرفت پر سی کر کے رہ گئی۔

"میں ایسا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ یہ قسمت چاہتی تھی اسفندیار خان۔۔ میرے لیے درخنے بہنوں جیسی تھی مگر قسمت تمہیں بتانا چاہتی تھی کہ کسی کی بے بسی کا فائدہ اٹھانا کیسا ہوتا ہے۔۔" اسکا لہجہ انتہائی سرد تھا جبکہ آنکھوں میں سرخی بھری تھی۔

قسمت۔۔۔!تو پھر یہ بھی جان لو ماہ بی بی قسمت میں ہی تمہیں میرے پاس آنا" لکھا تھا۔۔۔!!!"اس نے متکبر لہجے میں کہتے اسے باور کروایا تھا۔مہزلہ کے چہرے پر زہر خند تاثرات پھیل گئے۔

قسمت میں نہیں لکھا تھا۔۔تم نے تایا ابا کی موت کے بدلے مجھے خریدا" ہے۔۔۔اگر تم اس دن کوئی اور سودا کر لیتے تو آج درخنے اغواء نہ ہوئی ہوتی۔۔!!"اسفندیار بے اختیار اپنے جبڑے بھینچتا اسکی ٹھوڑی جکڑ گیا۔یہ لڑکی اسے جہنم کی آگ میں دھکیل رہی تھی۔اسے ایکسٹریم لیول پر لے جانا چاہتی تھی۔اسے کیوں زندگی پیاری نہیں تھی۔۔؟

اور تم۔۔۔؟تم اس کمینے سے شادی کر لیتیں۔۔۔اصل بات کیوں نہیں کہہ" رہیں۔۔۔؟"اس کے کاٹ دار لہجے پر مہزلی نے اسکا ہاتھ جھٹکتے ناگواری سے دیکھا۔

تمہاری بہن تو بچ جاتی۔۔اور شاید تم نے نوٹس نہیں کیا۔۔وہ گلریز کے ساتھ" آج شاپنگ پر آئی ہوئی تھی۔۔اسکے ہاتھوں میں شاپنگ بیگ تھے۔۔یعنی وہ موو آن کر چکی ہے۔۔اور یہ کڑوا زہر تمہیں خود میں اتارنا ہوگا۔۔"کار گھر کے

پورچ میں آکر رک چکی تھی۔ مہزلہ اس سے زبردستی بازو چھڑاتی باہر نکل گئی تھی۔ مگر اسفندیار باہر نہیں نکلا تھا۔ گھر میں گھسنے سے پہلے اس نے تمام گاڑیاں ریورس ہوتے دیکھی تھیں اور پھر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

****

کار ڈرائیو وے پر روکتے اس نے برابر میں بیٹھی درخنے کو دیکھا۔ اسے یقین تھا۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔ جو تیر کچھ دیر پہلے اس نے اسفندیار کو نیچا دکھانے کے لیے چلایا تھا۔ وہ درخنے کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔ درخنے بنا اسکی جانب دیکھے۔ اتر کر گھر کے اندر کی سمت بڑھ گئی تھی۔ وہ بھی کار سے اترتا اسی جانب بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا ابھی کمرے میں جا کر اسے ڈھیر سارا رونا تھا۔

کمرے میں داخل ہوا تو وہ بیڈ پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ قدم بڑھاتا اسکے برابر میں آ بیٹھا۔ درخنے نے سر جھکائے جھکائے دھندلی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ اور پھر واپس اپنے ہاتھ میں موجود سیال کی انگوٹھی گھورنے لگی۔

درخنے میں جانتا ہوں سیال کی شادی کا سن کر تم ہرٹ ہوئی ہو۔۔ مگر یہ قسمت" "کی بات ہوتی ہے۔۔ کچھ منگنیاں ٹوٹنے کے لیے ہی ہوتی ہیں۔۔

میری بچپن سے طے تھی۔۔۔"اس کے لبوں سسکی نکلی تھی۔"

میری بھی بچپن سے طے تھی۔۔اور دیکھو کیسے ٹوٹی۔۔ٹوٹی تو ٹوٹی وہ لڑکی آج" تمہارے بھائی کی بیوی بنی ہوئی ہے۔۔" تلخ لہجے میں کہتا سر جھٹک گیا۔"کس طرح میرے سر پر گن رکھ کر اس سے نکاح کیا تھا تمہارے بھائی نے۔۔مگر مجھے کبھی یوں روتے دیکھا ہے۔۔؟" درخنے نے بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھا۔

آپ کیوں روئیں گے۔۔روئی تو مہزلہ تھی روئی تو میں ہوں۔۔جس کا نہ منگیتر" "سنسیئر نکلا اور نہ ہی۔۔

آگے کچھ مت کہنا۔۔مجھے اپنے بزدل کزن سے کمپیئر مت کرو۔۔میں آخری" وقت تک اپنی منگیتر کے لیے کھڑا رہا۔جبکہ اس نے ایک سوال بھی نہیں کیا آکر۔۔"وہ ٹوک گیا۔"میں جانتا ہوں تم اس سے اٹیچ ہوگی۔۔ظاہر ہے بچپن کی منگنی تھی۔۔اب اچانک اس کی شادی پر دکھ ہی ہوگا۔۔اور میں تمہارے ان آنسوؤں پر سوال کرنے والا بھی نہیں۔۔مگر یہ جان لو اگر تم اس وقت حویلی میں بھی ہوتیں تو وہ تم سے صرف تمہارے گھر والوں کی وجہ سے شادی کرتا۔کیونکہ اصل تو وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ تھا جس سے اب شادی کی

رہے۔۔"اسکے کڑوے سچ پر درخنے کی رنگت زرد ہونے لگی۔"یہ سب کہہ کر میرا مقصد تمہیں مزید دکھ دینے کا نہیں مگر یہ سچ ہے۔۔بلکہ میں خود اس دکھ سے گزر چکا ہوں۔۔"اس بار درخنے اسکے لہجے پر چونکی تھی۔

مہزلہ میری منگ تھی بچپن سے۔۔ہم چاہے اتنا ملے نہیں تھے کوئی انڈر" اسٹینڈنگ نہیں تھی۔۔مگر طے تو تھا ناکہ شادی اسی سے ہونی ہے۔۔میں جانتا تھا مہزلہ کو کوئی دلچسپی نہیں تھی اس رشتے سے۔۔وہ شروع سے ان رسم ورواج سے بھاگنے میں لگی رہتی تھی۔۔مجھ سے بہتر تم اس کی نیچر کو جانتی ہو گی۔۔میں بھی کوئی اسکے عشق میں گرفتار نہ تھا۔۔مگر میری منگ تھی وہ اسے اسی گھر آنا تھا شادی کے بعد۔۔لیکن تمہارے بھائی نے ایسا قدم اٹھایا کہ میری انا اور غیرت بلبلا کر رہ گئی۔۔صرف اس نے الزام کی بنا پر مجھے بھری محفل میں ذلیل کر کے "رکھ دیا۔۔

جسکا بدلہ آپ نے مجھ سے لیا۔۔"گلریز نے اسکی جانب دیکھا۔اور پھر دیکھتا" رہا۔

لینا چاہتا تھا۔۔ مگر نہیں لے سکا۔۔ تم بیوی ہو میری درخنے۔۔اب عزت ہو" میری۔۔" درخنے اسکی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

آج رو لو جتنا اس شخص پر رونا ہے۔۔ مگر یہ آخری بار ہونا چاہیے۔۔ کیونکہ تم" بیوی ہو میری میں چاہتا ہوں۔۔ تم نئی زندگی شروع کرو میرے ساتھ۔۔ جس میں نہ میرا ماضی ہو اور نہ تمہارا۔۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا تھا۔ جبکہ درخنے اسکے الفاظ کے حصار میں جکڑی رہ گئی تھی۔ ہاتھ میں موجود انگوٹھی کو ایک آخری بار دیکھا تھا۔ اور اگلے پل اتار گئی تھی۔

****

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ ڈیرے کے بعد ہوٹل چلا گیا تھا۔ کل اسی جگہ سیال کے ولیمے کی تقریب تھی۔ مینجر نے تمام انتظامات اور سیکیورٹی کے حوالے سے تفصیلات خوشحال خان کو دے دیں تھی۔ شہر کا سب سے بڑا ایونٹ تھا۔ ایم پی کے نواسے کا ولیمہ تھا سرکاری ادارہ خود خدمات پیش کر رہا تھا۔

کال کر کے پوچھو منصور خان سے بی بی نکلیں یا نہیں۔۔؟" اس نے خوشحال" خان کو مخاطب کیا تھا اور وہ سر ہلاتا کچھ فاصلے پر چلا گیا۔ تمام مصروفیات کے

باوجود اسے اسکی ڈاکٹر سے اپوائنٹمینٹ یاد تھی۔ وہ یہیں سے ہاسپٹل پہنچنے والا تھا۔ کل چاہے اس لڑکی نے اسے ضبط کی آخری حد پر لا کھڑا کیا تھا۔ اور ساری رات اس نے اسکی بدتمیزیوں اور زہریلے لفظوں کی وجہ سے جاگ کر برباد کی تھی۔ مگر یہ الگ معاملہ تھا وہ اسکی زبان درازیوں کی وجہ سے اپنی ذمے داریوں سے بھاگنے والا نہیں تھا۔

خان۔۔! "اسفندیار نے نظر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔ "بی بی جی تو سیال صاحب کے گھر چلی گئی ہیں۔۔" خوشحال خان کے بتانے پر اسکے ماتھے پر شکنیں سی ابھری تھیں۔ اپنا موبائل اٹھاتا 'سردار ہاؤس' کے لینڈ لائن نمبر پر کال ملا گیا۔ جسے تھوڑی دیر میں پک کر لیا گیا تھا۔

"! ہیلو اسلام و علیکم۔۔"

"و علیکم اسلام چچی۔۔۔ مہزلہ کدھر ہے۔۔"

خاناں۔۔ وہ تو ایک گھنٹے پہلے ہی گل مکئی کی طرف نکلی ہے۔۔ گل مکئی نے زرتشہ" اور اسے آنے کو کہا تھا۔۔ آج رات مہندی کی تقریب کے لیے نازلین کی کچھ تیاری وغیرہ کروانی تھی۔۔ "اسفندیار کے جبڑے بھنچ گئے۔

اوکے۔۔ چلیں پھر شام میں ہی بات ہوتی ہے۔۔"کال کٹ کرتا ناگواری سے" ٹیبل پر موبائل پھینک گیا۔ کل کس طرح زبردستی گھسیٹ کر شاپنگ پر لے کر گیا تھا اس بہانے باز کو۔ اور آج اپنی مرضی سے نکل گئی تھی۔ مگر وہ بھی جانتا تھا یہ پھرتیاں کیوں دکھائی جا رہیں تھیں۔

تمہاری خبر تو میں شام کو لوں گا۔۔'نگاہ اٹھاتے خوشحال خان کو دیکھا۔"کسی کو' بھیج کر بوتیک سے اسکے کپڑے اٹھوا لینا۔۔"اسکے فرمان پر خوشحال خان ایک پل کے لیے الجھا تھا۔ مگر جب سمجھ آیا آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"کیا۔۔؟"

کک۔۔ کچھ نہیں۔۔ خان۔۔ میں خود جا کر لے آؤں گا۔۔"گڑبڑاتا آفس سے" نکل گیا۔

****

نازلین ایک خوش شکل اور خوش مزاج لڑکی تھی۔ جس نے زرتشہ اور اس سے مل کر خوش دلی کا اظہار کیا تھا۔ وہ بھی دل صاف کر کے اس سے ملی تھیں۔ کل درخنے کو اپنی زندگی میں آگے بڑھتا دیکھ وہ کچھ حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ جبکہ

نازلین نے ان دونوں سے خاص کر اس سے معذرت کی تھی کہ وہ درخنے کی دوست تھی اور اسکا سیال سے اچانک شادی کرنا ان سب کے دلوں کو ٹھیس پہنچا گیا تھا۔ جس پر زرتشہ اور اس نے بردباری کا مظاہرہ کرتے اسے کھلے دل سے اپنایا تھا۔ کہ یہ اس لڑکی کا اکیلی کا فیصلہ تو نہ تھا۔ سیال کی مرضی شامل تھی۔

پھر وہ کافی دیر تک اپنی فیملی اور پڑھائی وغیرہ کی باتوں میں مصروف رہیں تھیں۔ کہ گل مکئ نے ہی آکر انہیں نازلین کو مہندی کی تقریب کے لیے تیار کرنے کو کہا تھا۔

گل مکئ نے زرتشہ اور اسکو آج کے فنکشن کی مناسبت سے بڑے خوبصورت سوٹ تحفے میں دیے تھے۔

نازلین کو زرتشہ تیار ہونے میں مدد دے رہی تھی۔ کیونکہ شادی کے بعد اسے اچھا خاصہ میک اپ کرنا آگیا تھا۔ جبکہ وہ گیسٹ روم میں ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی تھی۔ سی گرین کلر کی سلک کی لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامے پر اور گینزا کا بڑا سادوپٹہ تھا۔ اسکے لمبے سیاہ بال پشت پر بکھرے تھے۔ جن میں بس ایک چھوٹا سا کیچر لگا تھا۔ میک اپ کے نام پر ہونٹوں پر ہلکا میرون رنگ کا

شیڈ لگایا تھا۔ اسکے علاوہ کسی چیز کو چھوا بھی نہ تھا۔ ٹھنڈ کی وجہ سے گال آج ویسی ہی گلابی ہو رہے تھے۔ وہ تو پورے گھر میں ہر جگہ ہیٹر چل رہے تھے۔ ورنہ اس وقت باہر کا ٹیمپریچر خون جما دینے والا تھا۔

کمرے سے نکلتی دروازہ بند کر رہی تھی۔ جب اسکی نگاہ دریاب تک گئی تھی۔ جو پلر سے ٹیک لگائے کھڑا سوچوں میں گم تھا۔ مگر تھوڑا نزدیک آنے پر اسے محسوس ہوا کہ اسکی نگاہیں کہیں جمی تھیں اور اس نے ان کا تعاقب کیا تو ایک پل کے لیے اپنی جگہ جمی رہ گئی۔ گراؤنڈ فلور پر گل مکئی کے ساتھ گجروں کے تھال لیے سیڑھیوں کی سمت بڑھتی زرتشہ آج بھی اس شخص کی نظروں میں تھی۔

اس نے ارد گرد پھرتیں ملازماؤں کو دیکھا۔ کسی کی نظر بھی اس وقت دریاب پر پڑ سکتی تھی۔ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ کوئی بھی نوٹس کر سکتا تھا۔ وہ لب بھینچتی اسکے برابر میں آ کر ٹھہر گئی۔

"دنیا تماشہ بنا دے گی۔۔ اسے اتنی حسرت سے دیکھیں گے تو۔۔ جو گنوا چکے ہیں۔۔!!" دریاب کو جیسے چار سو چالیس والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ رخ پھیرتے مہرلہ کو دیکھا جو اسے نہیں بلکہ اپنی بہن کو دیکھ رہی تھی۔

کیا کہہ رہی ہو۔۔میں سمجھا نہیں۔۔۔" مہزلہ نے نظر ترچھی کرتے اسے "
دیکھا۔
سمجھ جائیں۔۔ورنہ دنیا سمجھ گئی تو میری بہن کے لیے غلط ہو گا۔۔۔"اتنا کہتی وہ"
پلٹ گئی تھی۔جبکہ دریاب اپنی جگہ ساکت کھڑا رہ گیا۔یعنی مہزلہ اسکے راز کی
امین تھی۔۔؟مگر کب سے۔۔۔؟
ٹھہرو مہزلہ۔۔۔!!"اسکے بے چین لہجے پر مہزلہ واپس اسکی سمت پلٹی تھی۔"
"کس نے بتایا تمہیں۔۔؟"
آپکی نظروں نے۔۔!!اس سے پہلے کہ کوئی اور بھی جانے۔۔سنبھل جائیں"
لالا۔۔!"دریاب بے بسی سے لب بھینچتا نظریں پھیر گیا۔
"تمہیں بھی یہی لگتا ہے کہ میں زرتشہ کا غلط چاہتا ہوں۔۔؟"
آپ کے یا میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا لالا۔۔اب وقت گزر چکا"
ہے۔۔!"مہزلہ تلخی سے مسکرادی تھی۔"میری بہن اب اس کنویں میں کود چکی
ہے۔۔"

میں نکال لوں گا اسے۔۔!" اسکا لہجہ مضبوط تھا۔ مہزلہ اسے دیکھتی رہی جواب" دوبارہ اسکی تلاش میں نظریں نیچے دوڑا رہا تھا۔

میں ساتھ ہوں آپکے پھر۔۔" اور یہ کہتی وہ رکی نہیں تھی بلکہ سیڑھیوں کی" سمت بڑھ گئی تھی۔

گراؤنڈ فلور کے لاؤنج میں خواتین کا انتظام کیا گیا تھا۔ جبکہ مرد حضرات کو فرسٹ فلور پر بٹھایا جا رہا تھا۔ کیونکہ قریبی رشتے دار اور تھوڑے بہت لڑکی والے تھے۔ مہمان خواتین لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ مگر حویلی سے اب تک کوئی نہیں آیا تھا۔ اسی پل روشینا اور زرغان بھی آ گئے تھے۔ وہ انہی کے ساتھ لاؤنج کے ایک صوفے پر جا بیٹھی تھی۔ جبکہ زرتشہ پھپھی کے ساتھ کام کرواتی پھر رہی تھی۔ کچھ دیر میں لڑکی والے بھی آ گئے تھے۔ پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ لڑکی کی مہندی دولہے کے گھر میں ہی ہو رہی تھی۔ وہ لوگ رسم کے پورے انتظامات اور دھوم دھڑ کے کے ساتھ آئے تھے۔ اور انہی کے ساتھ سردار کی آمد کا شور مچا تھا۔

جیسے سب کو دلہن والوں سے زیادہ 'اس' شخص کا انتظار تھا۔ مہزلہ کی نگاہ بھی غیر ارادی طور پر لاؤنج کے دروازے کی سمت اٹھی تھی۔ سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر گرے شال ڈالا۔ چہرے پر گھنی سیاہ داڑھی اور تراشیدہ مونچھیں لیے اپنے مخصوص رعب اور دبدبے کے ساتھ اندر آرہا تھا۔ اسکی دائیں جانب بادام خان اور لاٹھی کا سہارا لیے چلتے ابا صاحب تھے جبکہ دوسری جانب۔۔۔!

دوسری جانب پیرٹ گرین کلر کی فراک میں سجی سنوری زمدہ ساتھ آرہی تھی۔ جو اسفندیار سے چپک کر ایسے غرور کے ساتھ چل رہی تھی۔ جیسے گردن میں سریا فٹ ہو چکا ہو۔ تمام مہمان ان کی تعریفوں میں قصیدے پڑھنے لگے تھے۔ اور مہزلہ کو لگا اسکے اندر اندر تک زہر اتر گیا ہو۔ مگر ایک انکشاف تو اس پر ہوا تھا۔ زمدہ شیر افگن پوری دنیا کے سامنے اسکی پہلی بیوی تھی۔۔ اور وہ۔۔۔؟ وہ کچھ بھی نہیں۔۔ خون بہا کے نام پر کیا جانے والا ایک سودا۔ اسفندیار خان زمدہ کو ہی اپنی ہمراہی میں اتنی شان سے لے کر گھوم سکتا تھا اسے نہیں کیونکہ ان کا رشتہ کبھی اس مقام پر جانے والا ہی نہ تھا جہاں وہ ایک دوسرے کو اس رشتے کو قبول کرتے۔۔ یا ایک دوسرے کے لیے دل میں گنجائش پیدا کرتے۔۔ اس کے

دل میں آج بھی پہلے دن کی طرح اس شخص کے لیے نفرت اور کدورت تھی۔ وہ مار کر بھی اس کے لیے گنجائش نہیں نکال سکتی تھی مگر نجانے کیوں سامنے کا منظر دھندلانے لگا تو وہ نظر پھیر گئی تھی۔

زمدہ نے اسے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے اسکی چال میں مزید تکبر آگیا تھا۔ 'مجھے یقین ہے مہزلہ بی بی۔۔ تمہیں اپنی اوقات کا اندازہ تو بخوبی ہو گیا ہو گا۔۔ الگ گھر حاصل کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اصل معاشرے میں عزت اور مقام ہوتا ہے جو مجھے حاصل ہے۔۔ میں سردار اسفندیار کی بیوی ہوں۔۔ جسے باعزت طریقے سے وہ بیاہ کر لائے ہیں۔۔۔'

دوسری جانب نازلین کے باپ اور بھائی سے ملتے اسفندیار نے ایک نظر لاؤنج میں دوڑائی تھی۔ جہاں اسے روشینا اور زرتشہ تو نظر آگئیں تھیں۔ مگر وہ نہیں دکھی تھی۔ اباصاحب سرسری سا وہ بھی بے حد سرد مہری سے لڑکی کے باپ سے ملے تھے۔ اور پھر بزرگ افراد مردان خانے کی سمت بڑھ گئے تھے۔ جبکہ

سیال اور دریاب باقی تمام مردوں کو فرسٹ فلور پر لے گئے تھے۔ ایسی ٹھٹھرا دینے والی ٹھنڈ میں پورا فنکشن گھر میں ہی کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ ورنہ باہر پنڈال لگتا تھا جہاں مردوں کا انتظام کیا جاتا تھا۔

گہرے ہرے رنگ کے گھونگھٹ میں چھپی نازلین کو سب خواتین کے بیچ لا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ تائی تو منہ بنائی کونے میں بیٹھی تھیں۔ جبکہ گل بینا بہن کی خوشی میں پیش پیش تھیں۔ نازلین کی رسم کے ساتھ خوب گانا بجانا ہوا تھا۔ جس کے بعد کھانا کھول دیا گیا تھا۔ کیونکہ مہمانوں کو گھر بھی جانا تھا اور کل بھی تقریب تھی۔

نہیں میں مہندی نہیں لگواتی۔۔" کھانے کے بعد زیادہ تر مہمان رخصت" ہو گئے تھے۔ جسکے بعد دلہن اور باقی سب کے مہندی لگنا شروع ہوئی تھی۔ جب اس نے زمدہ کو ایک لڑکی سے کہتے سنا تھا۔ وہ ملازمہ کے ہاتھ میں موجود چائے کی ٹرے سے سب کو چائے دے رہی تھی۔

ارے کیوں۔۔ مہندی تو بہت اچھی لگتی ہے ہاتھوں میں۔۔" یہ نازلین تھی"
جس نے حیرت سے کہا۔ زمدہ جو ساس اور ماں کے ساتھ ٹھسکے بیٹھی
تھی۔ نازلین کو بڑی حقارت بھری نگاہ سے دیکھا تھا۔

خان کو پسند نہیں۔۔اس لیے میں چھوڑ چکی ہوں۔۔" نخوت بھرے لہجے میں"
جواب دیتے مہزلہ کو دیکھا جو شدید ناگواری سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ اسکا
انداز اس قدر روکھا تھا کہ نازلین چپ سی ہو گئی تھی۔ مہزلہ سب کو چائے سرو
کر کے قدم بڑھاتی نازلین کے برابر میں آ بیٹھی۔

واو۔۔ بہت پیاری لگ رہی ہے آپکی مہندی۔۔۔"اس نے نازلین کے ہاتھ پر"
لگتی مہندی کو ستائشی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ وہ جواباً مسکرا دی۔

مہندی تو تم بھی نہیں لگواؤ گی ہے نا۔۔؟"اس نے چھیڑتے ہوئے پوچھا"
تھا۔ جس پر مہزلہ کندھے اچکا گئی۔

نہیں بھئی میں عقیدت پسند نہیں ہوں۔۔ مہندی ویسے مجھے خود پسند نہیں مگر"
آپ کہیں گی تو لگوا لیتی ہوں۔۔"اُن دونوں ماں بیٹی اور ساس نے اسکا طنز سنا

تھا۔اوراب اسے شدید ناگوار نگاہوں سے گھور رہیں تھیں۔ جبکہ روشینا پہلو بدل گئی تھیں۔کیونکہ مہزلہ زرتشہ کے برابر میں ہی مہندی لگوانے بیٹھ چکی تھی۔

"تمہاری بیٹی تو جو رہے سہے آداب تھے وہ بھی بھلا گئی۔۔نہ سلام کیا نہ خیریت۔۔ساس کا یہ مقام ہے اسکی نظر میں۔۔"تائی نے اب روشینا پر اٹیک کیا تھا۔آخر کو زہر تو نکالنا تھا۔

"بھابھی ایسی بات نہیں۔۔بچی صبح سے کاموں میں لگی ہے۔۔ابھی جو آپ نے چائے پی یہ اسی نے بنوائی ہے۔۔"گل مکئ نے مہزلہ اور زرتشہ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے دفاع کیا۔

"تم تو اب کرو گی حمایت۔۔سب جانتی ہوں۔۔"تائی نے گل مکئ کو تیز نظروں سے دیکھا تھا۔مگر وہ ناک سے مکھی اڑا گئیں تھیں۔

"کیا باتیں لے کر بیٹھ گئیں بھابھی آپ بھی نا۔۔"

"اور روشینا تمہارا دل لگ گیا 'نئے 'گھر میں۔۔؟سنا ہے حویلی سے الگ ہو گئیں۔۔؟"گل مکئ کی نند نے ان سے پوچھا تھا۔مگر ان کے بولنے سے پہلے تائی بول پڑیں۔

کیوں نہیں لگے گا بی بی۔۔مالکن بنی پھر رہی ہیں۔۔ کبھی کسی نے گھر توڑنے کا" نہیں سوچا مگر۔۔انہوں نے۔۔" مہزلہ نے ماں کی جانب دیکھا جن کے چہرے پر شرمندگی سے سرخی پھیل رہی تھی۔

بھابھی آپ بھی جانتی ہیں یہ خاناں کا فیصلہ تھا۔۔اور خوشی کے موقعے پر ایسی" "باتیں نہیں کرنی چاہئیں ہمیں۔۔

ہونہہ خوشی۔۔! ارے تمہیں اور تمہاری بیٹی کو کہاں راس آتی ہیں کسی کی" خوشیوں۔۔" یہ گل بینا تھیں جو پھنکاریں تھیں۔

آپا حد کرتی ہو تم بھی۔۔" گل مکئی تاسف سے بولیں تھیں۔ مہزلہ کے" دوسرے ہاتھ پر مہندی بس مکمل ہونے ہی والی تھی۔

تو مورے آپ سچ کیوں نہیں کہہ رہیں۔۔؟" مہزلہ کے سرد لہجے پر سب ہی" اسکی سمت متوجہ ہوئے تھے۔اور تائی اسے مہندی لگواتا دیکھ نجانے کیوں کھول گئیں تھیں۔ مگر اچھا ہی تھا ان کا بیٹا اس سے بددل ہی رہتا۔ جبکہ روشینا نے بیٹی کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھا تھا۔" کہ کتنی پرسکون اور خوش ہیں آپ 'اپنے 'گھر میں ناپسندیدہ چہرے جو نہیں دیکھنے پڑتے۔۔" برابر میں بیٹھی زرتشہ نے بازو پکڑ کر

اسے مزید کہنے سے روکنا چاہا تھا مگر وہ جملہ مکمل کرتی سب کو ایک ساتھ آگ لگا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اپنا بیگ لا رہی ہوں۔۔ پھر گھر چلتے ہیں۔۔" سب کی شعلہ بار نگاہوں اور ماں" کی افسردہ نظروں کو نظر انداز کرتی وہ لاؤنج سے گیسٹ روم کی سمت بڑھ گئی تھی۔

دیکھی اسکی زبان۔۔ اتنا بڑا گناہ کر کے بھی اسکے بل نہیں نکلے۔۔" گل بینا نے" بل کھاتے کہا تو روشینا گل مکئی کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اب ان کا رخصت ہونا ہی بہتر تھا۔

وقت سے آجانا بھابھی۔۔ کل سب یہیں سے نکلیں گے۔۔" روشینا آہستہ" سے مسکراتیں ان کا ہاتھ تھپک گئیں۔ اسی پل اسفندیار سیال اور زرغان نیچے چلے آئے تھے۔ ویسے بھی باہر کی عورتیں تو سب جا ہی چکی تھیں۔

"! چلیں زرغان ابا صاحب کو اللہ حافظ کر آئیں بیٹا۔۔"

آپ جا رہی ہیں ماسی۔۔ میں تو سمجھ رکیں گی آج۔۔" اسفندیار نے لاؤنج میں" بیٹھی عورتوں میں اسکا چہرہ ڈھونڈا مگر وہ اب بھی اسے نظر نہیں آئی تھی۔

"بس بیٹا کل آرہے ہیں نا آپکی دعوت پر۔۔"

مہزلہ کہاں ہے۔۔؟"اسکے سوال پر قریب ہی بیٹھی زمدہ جو واپسی کا ہی کہنے آرہی تھی اسکے سوال پر ٹھٹھکی تھی۔

وہ گیسٹ روم تک گئی ہے۔۔اپنا بیگ لینے۔۔"اس سے پہلے کہ زمدہ اس تک " پہنچتی۔اسفندیار بنا اسکی جانب دیکھے گیسٹ روم کی سمت بڑھ گیا تھا۔اور اسکے قدم جہاں تھے وہیں ساکت رہ گئے۔اسکی سرخ نگاہوں نے دور تک اسفندیار کا پیچھا کیا تھا۔وہ اندھی نہیں تھی۔۔سب سے بڑھ کر وہ عورت تھی۔۔مرد کا خاص کر اپنے شوہر کی ہر نظر۔۔ہر انداز۔۔ہر رویہ جانتی تھی۔اور جو اسے نظر آرہا تھا وہ اسے انتقام کے لیے اندھا کرتا جارہا تھا۔

****

مہزلہ نے مہندی لگے ہاتھوں سے احتیاط سے دوپٹہ اور پھر اس پر شال اوڑھی تھی۔مگر مہندی کا سخت خیال رکھا تھا۔کیونکہ ابھی وہ گیلی ہی تھی۔ہینڈ بیگ احتیاط سے کلائی پر ڈالتی ادھ کھلے دروازے سے باہر نکل ہی رہی تھی۔جب کوئی اندر داخل ہوا تھا۔اور اسکی ٹکر ہوتے ہوتے رہ گئی۔

ایک قدم پیچھے ہٹتے نوارد کو دیکھا۔ دروازہ پورا کھولتا اسفندیار کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اور اس لڑکی پر نظر جیسے ٹھہر کر رہ گئی۔ سی گرین رنگ کا دوپٹہ سر سے اوڑھ تھا۔ چہرے کے گرد چند لٹیں طواف کر رہی تھیں۔ جبکہ لب۔۔! جن پر ماند پڑھتا اسکا پسندیدہ رنگ اسکے حسن کو مزید جلا بخش رہا تھا۔ اسکی نظریں مہزلہ کے لبوں پر ٹھہر گئیں تھیں۔ جنہیں محسوس کرتی وہ بے اختیار لب بھینچ گئی۔

"ہٹیں گے راستے سے۔۔؟" اسفندیار نے جواب میں اسکی سمت ایک قدم بڑھایا تھا۔ "ہٹیں آگے سے۔۔ مورے ویٹ کر رہی ہیں میرا۔۔!" اس نے سپاٹ لہجے میں کہتے سائیڈ سے نکلنا چاہا مگر اسفندیار اسے بازو سے تھامتا اسی جگہ لے آیا۔ مہزلہ بے ساختہ چیخی تھی۔

"میری مہندی خراب ہو جائے گی۔۔۔!!" اسکے خفگی سے کہنے پر اسفندیار کی بھنویں سکڑیں تھیں۔ اور نگاہ مہزلہ کے ہاتھوں تک گئی۔ جب جا کر اسے پتہ چلا تھا کہ کمرے میں داخل ہوتے یہ ناگوار بو کہاں سے آئی تھی۔

"کیوں لگائی ہے تم نے۔۔؟" اسکے زاویے بگڑتے دیکھ مہزلہ کی گردن مزید اکڑ گئی۔

کیا مطلب۔۔؟آپ سے پوچھ کر لگواؤں گی۔۔؟"اسفندیار آنکھیں چھوٹی" کرتا اسکی چیلنج کرتی آنکھوں میں گھورنے لگا۔اور پھر دوبارہ اسکے ہاتھوں کو دیکھا تھا۔دودھیا ہاتھ سیاہ رنگ کے نازک ڈیزائن سے سجے تھے۔جو لگ تو بہت دلکش رہے تھے۔مگر ان کی اسمیل اسکے لیے ناقابلِ قبول تھی۔

مجھے مہندی نہیں پسند۔۔!"اسکی اطلاع پر مہزلہ نے ایک ابرو اچکائی تھی۔"

مگر مجھے پسند ہے۔۔!!"اور اسفندیار اسکے تاثرات سے ایک لمحے میں سمجھ گیا" اس نے کس لیے یہ مہندی لگوائی تھی۔اگلے پل وہ اسی بازو کو تھامے دیوار سے لگاتا دروازہ بند کر گیا۔مہزلہ نے چونک کر بند دروازے کی جانب دیکھا۔

"دروازہ کیوں بند کیا ہے آپ نے۔۔؟"

معلوم ہے یہ کریپ کیوں لگایا جاتا ہے ہاتھوں پر۔۔؟"ابھی وہ اسکی حرکت پر" نہیں سنبھلی تھی کہ سوال پر بھنویں سکیڑ گئی۔"تاکہ ان مصنوعی رنگوں سے اپنے محبوب کو اٹریکٹ کر سکیں۔۔یعنی تم مجھے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہتی ہو۔۔؟"گھمبیر لہجے میں کہتا اسکی سمت جھکا تھا۔اسکے معنی خیز لفظوں پر سرخ ہوتے مہزلہ نے سلگ کر اسکی خمار آلود گہری ذہین آنکھوں میں دیکھا۔جن میں

کئی اسرار پوشیدہ تھے۔اور اسکی قربت سے بچنے کے لیے ہاتھ فوراً کھینچ میں لے آئی۔

"مجھے ایسا کسی قسم کا خبط لاحق نہیں ہوا۔۔اور ابھی آپ نے خود کہا ہے کہ آپ کو مہندی نہیں پسند۔۔!!" مہزلہ کی آنکھوں میں موجود غصہ دیکھ اس نے اسکی دونوں کلائیں تھامتے اپنے سامنے کیں تھیں۔اس نے ناسمجھی سے اسفندیار کو دیکھا جو اسکے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔اور اگلے پل وہ مہزلہ برلاس کو دنگ کر گیا تھا۔کیونکہ اسفندیار جسے مہندی شدید نہ پسند تھی کہ زمدہ سے سب کے سامنے ناگواری کا اظہار کر گیا تھا۔اس پل گہری سانس بھرتا مہندی کی خوشبو خود میں اتار گیا۔

"عشق ہونے میں تو لمحہ لگتا ہے جانم۔۔۔!" اسکے ہاتھ احتیاط سے تھامے اگلے پر فاصلے مٹاتا اس پر جھک گیا تھا۔مہزلہ جو ساکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی اس اچانک افتاد پر اس سے الگ ہونا چاہا مگر اپنی مہندی کی وجہ سے وہ اپنے ہی جال میں پھنس چکی تھی۔جبکہ اسفندیار تو جیسے اس لمس کے لیے برقرار ہو گیا تھا۔نجانے کتنے دن بعد وہ اسے میسر آئی تھی۔کتنی بار وہ خود کو اس لڑکی سے دور رہنے کی

تلقین کر چکا تھا۔ مگر یہ اسکے بس میں کب تھا۔۔؟دوسری جانب اس شخص کی بڑھتی جسارتیں مہزلہ کو بوکھلا کر رکھ گئیں۔

ہٹیں دور۔۔۔!!"سرخ چہرہ لیے غصیلے انداز میں دبا دبا چیخی تھی۔ہاتھوں" میں مہندی لگی تھی ورنہ اسے کب کا دھکیل چکی ہوتی۔اسفندیار کو بھی جیسے اس پر ترس آگیا تھا۔

کیوں تم مجھے خود سے جدا نہیں کر سکتیں۔۔؟"ایک ہاتھ دیوار پر رکھتے" دوسرے سے اسکے چہرے سے لٹیں ہٹائیں۔مہزلہ نے تپ کر اسکی جانب دیکھا تھا۔"اوہ۔۔تم خود کیسے ہٹاؤ گی۔۔تمہاری پسندیدہ مہندی خراب ہو جائے گی۔۔!"

یہ آپ اپنے بیڈروم میں نہیں کھڑے سمجھ آئی۔۔کسی اور کا گھر ہے" یہ۔۔"اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ کس طرح اپنی فرسٹریشن نکالے۔اس لیے اسے شرمندہ کرنا بہتر تھا۔مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

تم تو'اپنے'بیڈروم میں بھی میسر نہیں۔۔!پھر جہاں موقع ملے وہاں بھی چھوڑ" دوں۔۔؟"اسکا انداز مہزلہ کو راکھ کر گیا۔"ہر وقت چھریاں تیز کر کے میری

گردن اڑانے کے لیے تیار رہتی ہو۔۔ جانتی ہو پچھلے کتنے دن سے تم نے مجھے بے سکون کیا ہوا ہے۔۔؟" اور اب اسفندیار کا لہجہ خود بخود سرد ہو گیا تھا۔

مورے۔۔ مورے انتظار کر رہی ہیں چھوڑیں مجھے۔۔" وہ اس شخص سے " گھنٹوں کی بحث کا پروگرام بنا کر نہیں بیٹھی تھی۔ اور کتنا آکورڈ تھا کہ باہر سب کو معلوم تھا وہ دونوں گیسٹ روم میں تھے۔

اور میں۔۔؟ آج شام جو حرکت تم نے کی ہے۔۔ مہزلہ میری برداشت کی " حدیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔۔" اسکے غصیلے لہجے پر مہزلہ چونکی تھی۔ مگر اپنی حرکت یاد آتے ہی لب بھینچتی اسکے چہرے سے نظریں ہٹاتی عقب میں دیکھنے لگی۔

"! مجھے۔۔ پھپھی کی کال آئی تھی۔۔"

آئندہ ایسا نہ ہو۔۔ !!!" اسفندیار کے تنبیہی لہجے پر وہ جبڑے پیسنے لگی۔ اسی پل " کسی نے دروازہ ناک کیا تھا۔

"آپا۔۔ہم جارہے ہیں۔۔!!"زرغان کی دروازے کے پیچھے سے ابھرتی آواز پر اسفندیار نے اسکی آنکھوں میں دیکھا جہاں خوف ابھرنے لگا۔کیونکہ دروازہ لاک نہیں تھا اور زرغان چاہتا تو وا کر کے آسکتا تھا۔

"!کیا ہوا۔۔؟آواز کیوں بند ہو گئی تمہاری۔۔؟اور ماتھے پر پسینا۔۔"

"دروازہ لاک نہیں ہے۔۔ہٹیں۔۔!"مہندی کی پرواہ کیے بنا اسکا اپنے چہرے پر ٹھہرا ہاتھ ہٹاتی تیزی سے دروازے کی سمت لپکی تھی

"چلو۔۔۔!"اسفندیار بھی اسکے پیچھے ہی باہر نکلا تھا۔زرغان نے اسفندیار کی جانب دیکھا تھا۔

"لالا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔۔؟"اسکے سوال پر مہزلہ اسکا ہاتھ تھامتی آگے بڑھ گئی۔اسے عجیب گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔

"ہاں۔۔!"اسفندیار نے بھی ساتھ چلتے جواب دیا۔

"میں چل رہا ہوں نا آپا آپ ہاتھ تو چھوڑیں۔۔"زرغان نے ہاتھ چھڑانا چاہا تھا مگر اس نے نہیں چھوڑا۔

پکڑے رہنے دو زرغان۔۔ڈر لگ رہا ہے تمہاری آپا کو کہ کہیں کوئی حملہ نہ" کر دے۔۔"اسکے گھمبیر لہجے میں کیے طنز پر مہزلہ کو اپنی دھڑکنیں منتشر ہوتی محسوس ہوئیں تھیں۔ جبکہ زرغان کھلکھلا اٹھا۔

آپ جیسے سپر مین کے سامنے کون آپا پر حملہ کرے گا۔۔ہے نا آپا۔"زرغان" اسفندیار کی باڈی سے پہلے ہی متاثر تھا اور اب برملا اظہار کرتے بولا تھا۔ جس پر اسفندیار کے مونچھوں تلے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی وہیں مہزلہ زچ ہو گئی۔ اسکا بھائی اتنا فضول کب سے بولنے لگا تھا۔

تو تم اپنے سپر مین کے ساتھ ہی آؤ پھر۔۔!"کڑھتی اسکا ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھ" گئی۔ جبکہ اسفندیار اسکی پشت گھورتا زرغان کے بال سہلا گیا۔لاؤنج میں آئے تو سب ہی وہاں جمع تھے۔ ابا صاحب بھی بادام خان کے ساتھ مردان خانے سے نکلتے روشینا اور مہزلہ پر نگاہ ڈالے بنا باہر نکل گئے تھے۔ مہزلہ زرتشہ اور گل مکئی سے ملتی ماں کے ساتھ داخلی دروازے کی سمت بڑھ گئی۔ اسے اور کسی سے سروکار نہ تھا۔

چلیں خان ہم بھی۔۔؟"زمدہ جو کب سے سناٹے میں آئی ہوئی تھی۔ان کی"
آمد پر فوراً اٹھی تھی۔

ہاں جاؤ مورے کے ساتھ گاڑی میں ___"ابھی اسکا جملہ مکمل بھی نہ ہوا تھا"
جب اسکی نگاہ روشینا کے ساتھ چلتے چلتے اچانک لڑکھڑاتی مہزلہ کو دیکھا
تھا۔"مہزلہ۔۔۔!!!" مگر وہ تیوراتی نیچے فرش پر آرہی تھی۔سب ہی اس کے
چیخنے پر چونکے تھے۔روشینا نے حواس باختہ ہوتے مہزلہ کو سنبھالنا چاہا اتنے میں
اسفندیار اس تک پہنچ گیا تھا۔

"!کیا ہوا مہزلہ کو۔۔"

مہزلہ۔۔!!"سب ہی اسکی جانب بڑھے تھے۔سوائے گل بینا تائی اور زمدہ"
کے۔مگر مہزلہ پیلا ہلدی چہرہ لیے اسفندیار کے حصار میں بے ہوش ہو چکی
تھی۔اس نے چہرہ تھپتھپایا تھا مگر اسکی جانب سے کوئی رسپونس نہیں آرہا تھا۔
خاناں دیر نہ کرو۔۔پیلی پڑھ رہی ہے یہ تو ڈاکٹر کے پاس لے کر چلو۔۔"گل"
مکئی نے ہی بروقت مشورہ دیا تھا۔اور پھر وہ آناً فاناً اسے باہوں میں اٹھا کر بھاگا
تھا۔روشینا بھی اسکے پیچھے لپکیں تھیں جبکہ بریال زرتشہ کو جانے سے روک گیا

تھا۔ باہر پورچ میں کھڑی گاڑی میں بیٹھے ابا صاحب نے بھی لب بھینچتے یہ منظر دیکھا تھا۔اور بادام خان کو حویلی چلنے کا حکم دے گئے۔

****

کتنا کہتی ہوں اس لڑکی سے کہ خوراک کا خیال رکھے۔۔ مگر مجال ہے جو کبھی" سنی ہو۔۔"روشینا چیک اپ روم کے باہر سر پکڑے بیٹھیں تھیں۔ جبکہ وہ پشت پر ہاتھ باندھا بے چینی سے ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔

ابھی کھانا کھایا تھا اس نے آپ سب کے ساتھ۔۔؟"اسفندیار نے ان سے" استفسار کیا۔

نہیں خاناں۔۔بس ذرا سا چھو کے ہٹ گئی کہ بخار کی وجہ سے منہ کا ذائقہ بگڑا" ہوا ہے۔۔"اسفندیار کے غصے سے جبڑے بھینچ گئے۔پہلے ضد میں ڈاکٹر کے پاس نہیں گئی اور سیلف میڈیکیشن کرتی رہی یہ اسی کا نتیجہ تھا۔"میں تنگ آچکی ہوں اس لڑکی کی حرکتوں سے۔۔دو دن سے پیچھے پڑی تھی کہ ڈاکٹر کے پاس چل "لو۔۔کوئی بہتر دوائی لکھ دے گی۔۔

آپ پریشان مت ہوں۔۔ میں سنبھال لوں گا اب۔۔"ان کے کندھے پر ہاتھ" رکھتا نرمی سے بولا تھا۔اسی پل نرس چیک اپ روم سے باہر آئی تھی۔

سر ڈاکٹر صاحب بلا رہی ہیں۔۔!"اسفند یار نے ایک نظر روشینا کو دیکھا" تھا۔اسکا دل نجانے کیوں بے چین سا ہوا تھا۔ مگر اگلے پل دونوں اندر کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں ڈاکٹر اپنی چیئر پر بیٹھی۔پر سکرپشن لکھ رہی تھی۔ جبکہ مہزلہ پردے کے پیچھے بیڈ پر تھی۔

کیا بات ہے ڈاکٹر۔۔؟ کیسی ہے میری وائف۔۔؟"ڈاکٹر نے ایک نظر ان" دونوں کو دیکھا تھا اور خوش اخلاقی سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔اسفند یار کو کون نہیں جانتا تھا یہاں۔

فکر کی کوئی بات نہیں سردار صاحب۔۔ منہ میٹھا کروائیں ہمارا بس۔۔!"ڈاکٹر" نے لبوں پر مسکراہٹ سجائے بڑی خوش مزاجی سے کہا تو اسفند یار اور روشینا ایک پل کے لیے بلکل بلینک ہو گئے۔

کیا۔کیا کہا آپ نے۔۔؟"اسفند یار اب تک شاک میں ہی تھا جبکہ روشینا بے" یقینی سے باہر آتیں اب نم آنکھوں سے مسکرا رہیں تھیں۔

"!! فادر بننے والے ہیں سردار صاحب آپ مبارک ہو۔۔"

اسفندیار نے نظریں ڈاکٹر سے ہٹاتے روشینا کو دیکھا جو نم آنکھوں سے مسکراتیں سر اثبات میں ہلا گئیں تھیں۔

مبارک ہو خاناں۔۔بہت بہت مبارک ہو۔۔"اسفندیار جگہ سے اٹھتا" بے اختیار انہیں گلے لگا گیا۔

آپ کو بھی بہت مبارک ہو چچی۔۔"فرحت جذبات سے اسکی آواز بھاری" ہو گئی تھی۔

"میں نے کچھ ٹیسٹ لکھ دیے ہیں۔۔کل صبح آپ لوگ کروا لیجیے گا۔۔"

ابھی مہزلہ ہوش میں ہے ڈاکٹر۔۔؟"روشینا نے اس سے پوچھا۔"

"نہیں ابھی نیم بے ہوشی ہے۔۔ بخار اور ویکنیس کی وجہ سے وہ فینٹ ہوئیں تھیں۔۔ میں نے ڈرپ چڑھادی ہے۔۔ جیسے ہی ختم ہو۔۔ آپ لوگ انہیں گھر لے جاسکتے ہیں۔۔"

"بہت شکریہ ڈاکٹر۔۔"

"ارے ایسی بات نہیں۔۔ بس آپ کو ان کا بہت خیال رکھنا ہے۔۔ اس طرح کی ویکنیس ان کے اور بچے دونوں کی صحت کے لیے اچھی نہیں۔۔" اسفندیار پردہ ہٹاتا مہزلہ کے پاس آگیا تھا۔ جبکہ روشینا ڈاکٹر کے پاس ہی اب اسکی میڈیسن وغیرہ کا پوچھ رہیں تھیں۔

وہ قدم بڑھاتا اسکے بلکل نزدیک آتا چیئر کھسکا کر بیٹھ گیا۔ گھنی مونچھوں تلے لبوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ آن ٹھہری تھی۔ اس لڑکی نے جو خوشی اسے دی تھی۔ اس پر اپنی پچھلی ناراضگیاں تو کیا سات خون بھی معاف تھے۔ ہاتھ بڑھاتے بیڈ پر کنولا لگا اسکا مہندی سے سجا ہاتھ اٹھاتا اپنے ہاتھ میں لے گیا۔ مہندی اب سوکھ چکی تھی۔ اور کہیں کہیں سے ہٹتی اپنا سرخ رنگ دکھا رہی تھی۔ وہ جھکتا بے اختیار اسکا ہاتھ لبوں سے لگا گیا۔ اتنا الگ اور نیا یہ کیسا احساس تھا۔۔۔؟ وہ اس

قدر خوشی کیوں محسوس کر رہا تھا۔۔؟ایسا لگ رہا تھا اسکا روم روم خوشی سے اس وقت جھوم رہا ہو۔دل تھا کہ نجانے کس بات پر یکدم مغرور ہو گیا تھا۔۔یہ سب کیا تھا اور کیوں تھا اسے نہیں معلوم مگر جو بھی تھا بہت مکمل تھا۔اور لمحے کو پوری شدت سے جینا چاہتا تھا۔

اسی پل مہزلہ کے ہاتھ میں حرکت ہوئی تھی۔اس نے نظر اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔مہزلہ کی بند پلکوں میں لرزش ہوئی تھی یعنی بلآخر وہ بیدار ہو رہی تھی۔وہ چیئر سے اٹھتا اسکے برابر میں ہی بیڈ پر ٹک گیا۔

اے لڑکی۔۔!!ہوش میں آجاؤ اب۔۔!"اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے انگوٹھے کی" مدد سے نرمی سے سہلایا تھا۔مہزلہ نے اس جانی پہچانی گھمبیر آواز پر آہستہ سے آنکھیں واکی تھیں۔اور خود پر جھکے اسفندیار کو مسکراتا دیکھ اسکی بھنویں سکڑ گئیں۔

"کہاں ہوں میں۔۔"

"!میرے خواب میں۔۔"

جی۔۔؟"اسکے عجیب وغریب جواب پر اس نے اسے دور کرتے اٹھنا چاہا مگر وہ" روک گیا۔

لیٹی رہو۔۔"مہزلہ نے حیرت سے ارد گرد دیکھا تھا۔جو اسکا کمرا نہیں بلکہ " ہاسپٹل تھا۔

میں یہاں کیا کر رہی ہوں۔۔؟"اور پھر نظر اپنے ہاتھ میں لگے کنولا تک " گئی۔جو ڈرپ تک جا رہا تھا۔

بہت تنگ کیا ہوا تھا مجھے۔۔فرمانبرداری کی ڈرپ لگوانے لایا تھا۔۔"اسفندیار" کے پر لطف لہجے پر مہزلہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا تھا۔مگر وہ اتنی گہری اور میٹھی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکے پیٹ میں ہول سے اٹھنے لگے تھے۔

کیوں مسکرا رہے ہیں۔۔؟"اسکے شکی انداز پر اسفندیار دھیرے سے ہنس دیا۔"

بس خوش جو ہوں۔۔"اور یکدم ہی اسکے نزدیک ہوا تھا۔"اور تمہیں اندازہ" نہیں میں اپنی یہ خوشی کیسے سیلیبریٹ کرنے والا ہوں۔۔"اسکے گھمبیر ذو معنی لہجے پر مہزلہ کھٹکتی فوراً دور ہوئی تھی۔اسکی چھٹی حس نے کسی بڑی گڑبڑ کی خبر

پہلے ہی دے دی تھی۔اور ابھی وہ اپنے دماغ کو دوڑا ہی رہی تھی۔ کہ پردہ ایک جانب سے ہٹاتیں روشینا بھی چلی آئیں۔اور ان کی مسکراہٹ اسے گھبراہٹ کا شکار کرنے لگی۔

یعنی جو وہ پچھلے ایک ہفتے سے محسوس کر رہی تھی وہ اسکا وہم نہیں بلکہ حقیقت تھی۔اسکا دل جیسے قدموں میں آ گرا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو۔۔بتایا خاناں آپ نے اس پگلی کو۔۔؟"اسکی رنگت مزید زرد ہوئی تھی۔

"کک۔۔کیا بتایا۔۔؟"اس کی نگاہ خود کو پر لطف نگاہوں سے دیکھتے اسفندیار سے جا ملی۔

"وی آر ایکسپیکٹنگ۔۔اولاد آنے والی ہے ہماری۔۔!!"اور مہزلہ کا جی چاہا وہ ایک بار پھر اسی بستر پر بے ہوش ہو جائے اور جو ہو رہا ہے بس ایک خواب ہو۔۔!

****

"ہاں۔۔گھر آ گئے ہیں ہم۔۔"اسفندیار فون پر بات کرتا کمرے میں داخل ہوا تو وہ اسی حلیے میں سر پکڑی بیٹھی تھی۔اس نے دروازہ بند کرتے اپنی جانب دیکھتی

مہزلہ کو دیکھا۔اور بیڈ کی سمت ہی آگیا۔ "نہیں صبح کروانے کو کہے ہیں ٹیسٹ۔۔ابھی تو میرے سامنے ہے۔۔"اسے اپنے نزدیک ہی بیڈ پر ڈھیر ہوتا دیکھ مہزلہ لب بھینچتی رخ پھیر گئی۔

نہیں ابا صاحب سو چکے ہوں گے۔۔ابھی کال کرنا صحیح نہیں۔۔ صبح جا کر ہی" "بتاؤں گا۔۔

ہاں ٹرافی جیتی ہے نا۔۔'وہ کڑھ کر رہ گئی۔اسکی زندگی کا یہ فیز اتنا غیر متوقع تھا' کہ اسکا دماغ اس پر ورک ہی نہیں پا رہا تھا۔ہاں یہ صحیح تھا وہ کوئی بچی نہیں تھی ظاہر ہے شادی ہوئی تھی تو اولاد بھی ہونی تھی۔ مگر اتنی جلدی۔۔۔!!!وہ بھی ان حالات میں جہاں وہ دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے کے روادار نہیں تھے۔ایک دوسرے کو کسی بات کا سیدھا جواب نہیں دیتے تھے۔ہمیشہ جب بات کرتے تھے تلخ اور ناگواری سے جواب دیتے۔جن حالات میں شادی ہوئی تھی اسکے بعد جتنے اتار چڑھاؤ اسکی زندگی میں آچکے تھے اسکے بعد وہ اولاد کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔پھر یہ بچہ کہاں سے آگیا تھا اچانک ان کی زندگیوں پر فل اسٹاپ لگانے۔۔؟

"کیا سوچ رہی ہو۔۔؟" مہزلہ نے چونکتے اسے اپنے بال کھولتے دیکھا تھا۔ اور فوراً اٹھنا چاہا مگر اسفندیار بازو تھامتا روک گیا۔ اس نے پلٹ کر اسکی سنجیدہ آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"انسان بن کر بیٹھو۔۔ یاد ہے آخری بار کب تم نے مجھے وقت دیا تھا۔۔؟" اسکے خفگی سے کہنے پر وہ لب بھینچتی نظریں جھکا کر اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے سب۔۔ کچھ بھی نہیں بھولی ہوں۔۔"

"اچھی بات ہے تمہاری یاداشت اچھی ہو گی تو میری اولاد کی بھی اچھی ہو گی۔۔" اور اس بار مہزلہ نے شرم سے سرخ ہوتے تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ منہ کھولا ہی تھا مگر پھر واپس بند کرتی اٹھنے لگی۔

"چھوڑیں چینج کرنا ہے مجھے۔۔!" اسفندیار اسکا بازو چھوڑ کر کلائی تھام گیا۔

"مہندی کا کلر دیکھا تم نے۔۔؟" اسکے متوجہ کرنے پر مہزلہ نے ایک جھنجھلاہٹ بھری نگاہ اپنے ہاتھوں پر ڈالی۔ جہاں سے سرخ حسین رنگ جھانک رہا تھا۔ "اتنا گہرا رنگ کیوں آیا ہے معلوم ہے۔۔؟"

کیمیکل کی وجہ سے۔۔!"ہاتھ چھڑاتی کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔اسفند یار نے پشت پر بکھرے اسکے بال دیکھے تھے۔اور مسکراتا تکیے پر سر رکھ گیا۔اس وقت وہ اس قدر خوشگوار موڈ میں تھا کہ اس لڑکی کا ہر انداز اور نخرہ منظور تھا۔کچھ دیر بعد وہ بے بی پنک ڈھیلے سے کرتا شلوار میں واپس وضو کر کے باہر آئی تھی۔جب تک اس نے نماز پڑھی اسفند یار بھی چینج کرنے چلا گیا تھا۔

ہو گئیں دعائیں۔۔آجاؤ بس۔"کافی دیر وہ صبر کر کے انتظار کرتا رہا مگر اب یہ" لڑکی جان کر اسے زچ کر رہی تھی۔مہزلہ اسکے رعب دار انداز پر اسے دیکھنے کے بجائے لب بھینچی جانماز گھورتی رہی۔دعا تو آج مانگ ہی نہ سکی تھی۔اسکا دل و دماغ عجیب جنگ کا شکار تھے۔دل کچھ کہہ رہا تھا اور دماغ اس پر اتنی مضبوط دلیل دیتا کہ دل بلبلا جاتا اور پھر وہ اس سے کہیں زیادہ ٹھوس جواب اسکے سامنے رکھ دیتا۔

مہزلہ۔۔۔!!!"اور یہ وارننگ تھی۔بلآخر وہ لائٹس آف کر کے بیڈ کی سمت" بڑھ گئی۔جہاں لیمپ روشن تھے۔اور وہ بیڈ کے بیچوں بیچ نائٹ سوٹ میں لیٹا اس کا منتظر تھا۔وہ خاموشی سے اپنی جگہ پر آکر لیٹ گئی۔والکلک تک نگاہ گئی۔جہاں

رات کے پونے دو ہو رہے تھے۔ گہری سانس بھرتے آنکھیں بند کیں ہی تھیں۔ جب اسفند یار اسے اپنے حصار میں لے گیا۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ جانتی تھی اسے اب یہیں سونا تھا۔ اسے اسفند یار کی انگلیاں اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں تھیں۔ اور کچھ دیر بعد اسکے لبوں کا لمس تھا ان پر۔۔ آنکھیں کھولتے اسکی جانب دیکھا۔ جو اسکے مہندی سے سجے چھوٹے سے ہاتھ کو اپنے بڑے سے ہاتھ میں لیے بغور دیکھ رہا تھا۔

آپ مجھے سونے دیں گے۔۔؟" کس نے جھوٹ افواہ پھیلائی تھی کہ اس شخص" کو مہندی نہیں پسند تھی۔۔؟ گزشتہ چھ سات ماہ میں اسفند یار نے اسکے جلے ہوئے ہاتھ کے علاوہ دوسرے ہاتھ پر کبھی اتنی توجہ نہیں دی تھی جتنی آج دے رہا تھا۔

نہیں۔۔!" اسکا جواب بھی دوٹوک تھا۔ اور اس بار اسفند یار نے دھونس اور" استحقاق سے فاصلے میں مٹائے تھے۔ وہ اپنا حق وصول کرنا جانتا تھا۔

****

حویلی میں مہزلہ کی پریگنینسی کی خبر نے ہلچل مچادی تھی۔تائی اور ابا صاحب نے مصلحت سے کام لیتے اسفندیار کو مبارک باد دی تھی۔آخر کو گھر کے وارث کا سوال تھا پھر چاہے وہ مہزلہ سے آتا یا زمدہ سے تھا تو اسفندیار کی اولاد نا۔۔۔! ابا صاحب نے اس بار بھی صدقے کے بکرے اور خیرات تقسیم کروائی تھی۔وہ پوتے کے چمکتے چہرے کو دیکھ چکے تھے۔ان کی تو آنکھ کا تارا تھا وہ۔

وہیں دوسری جانب پھپھی اور زمدہ پر ماتم کی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔زمدہ تو گل مکئی کو فون کر کے رات سے ہی اس بات سے آگاہ ہو چکی تھی۔اس لیے کل ساری رات ماتم اور سوگ میں گزاری تھی۔دونوں ماں بیٹی نے لہک لہک کر مہزلہ کو بددعائیں دیں تھیں۔مگر اسکے بعد بھی زمدہ کو صبر نہ آیا تھا۔

اس نے مجھے برباد کر دیا اماں۔۔اسے سب مل گیا۔۔اور میرا دامن خالی کر دیا" اس نے۔۔"اپنی زخم زخم آنکھیں لیے اس نے گل بینا کو دیکھا تھا۔وہ بے بسی سے بیٹی کی حالت دیکھ رہیں تھیں۔"خان بھی اب تو اسی کو دیکھیں گے۔۔میں کہیں باقی نہیں رہوں گی۔۔کہیں باقی نہیں رہوں گی اماں۔۔"اسکی کلیجہ چیرتی آہ وزاری پر انہوں نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگاتے پیٹھ تھپکی تھی۔

"اتنی جلدی ہمت نہ ہار زمدہ۔۔"

میں ہار گئی ہوں اماں۔۔وہ میرا سب کچھ چھین گئی۔۔میرے خان۔۔میری"
اولاد۔۔میری محبت۔۔!!"اسی پل اسفندیار دروازہ وا کرتا کمرے میں داخل ہوا
تھا۔اور زمدہ کی حالت دیکھ ایک پل کے لیے ٹھٹھک گیا۔

کیا ہوا ہے اسے۔۔؟"زمدہ نے آنسو پونچھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔البتہ گل بینا"
فوراً جگہ سے اٹھیں تھیں۔

پتہ نہیں خاناں۔۔مجھے بھی کچھ نہیں بتا رہی۔۔"اسفندیار اس کے پاس ہی"
آگیا۔"میں ابا صاحب کے پاس ہو آؤں۔۔کافی دیر سے مجھے بلوا رہے
ہیں۔۔"بیٹی پر ایک تنبیہی نگاہ ڈالتیں وہ باہر نکل گئیں۔

"کیا بات ہے۔۔؟"

کچھ نہیں۔۔؟"آنسو رگڑتی اٹھنے لگی مگر وہ واپس بٹھا گیا۔"

زمدہ۔۔!اگر تم مہزلہ کی خبر پر اتنا رو رہی ہو۔۔تو اس بات سے کسی اور کو نہیں"
بلکہ مجھے تکلیف پہنچے گی۔۔!"زمدہ نے سرخ بے یقین نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا
تھا۔

میری تکلیف بھول گئے آپ۔۔؟اس کی وجہ سے میں نے اپنی اولاد کھوئی" ہے۔۔اس نے قتل کیا ہے ہماری اولاد کا۔۔!!مگر میں آپ سے کیوں کہہ رہی ہوں خان۔۔اب تو وہ آپ کے لیے سب کچھ ہے۔۔مجھے تو دیکھیں گے بھی نہیں آپ۔۔"اسکے زخم خوردہ لہجے پر اسفندیار کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

کیا فضول باتیں کر رہی ہو۔۔؟جب تم امید سے تھیں تو کیا اسے بھول گیا تھا کہ " اب جب اس پر یہ وقت آیا ہے تو تمہیں نظر انداز کر دوں گا۔۔؟تم دونوں میری بیویاں ہو۔۔اور جو حادثہ گزر چکا اس کو بار بار مت کریدو۔۔کیونکہ تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں اسے مجرم ٹھہرانے کا۔۔!!تم دونوں کو اسی لیے علیحدہ کیا ہے میں نے کہ اپنی اپنی زندگیوں پر فوکس کرو۔۔!اور دلوں میں گنجائش پیدا کرو۔۔۔"اسفندیار کا لہجہ ٹھوس اور بے لچک تھا۔

اور اس طرح رو کر سوگ منا کر کیا ہو گا۔۔۔؟جو تم سے ہو رہی تھی وہ بھی" میری اولاد تھی اور جو مہزلہ سے ہو رہی ہے وہ بھی میری اولاد ہے۔۔میں تب بھی خوش تھا اور میں اب بھی خوش ہوں۔۔!"

مگر میں کیسے اپنا غم بھول جاؤں۔۔؟" اسکے بے بسی سے کہنے پر اسفند یار کو" بے اختیار اس پر ترس آیا تھا۔

"کیوں مجھ سے محبت نہیں کرتیں اب۔۔؟"

یہ۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں خان آپکی وجہ سے ہی تو زندہ ہوں۔۔" اسکے سینے پر" ہاتھ رکھتی بے قراری سے بولی تھی۔

پھر جس چیز میں میری اور اس گھر کی خوشی ہے۔۔اس میں چاہے خوش نہ" ہو۔۔مگر یوں غم بھی نہ مناؤ۔۔دل بڑا کرو اپنا۔۔" زمدہ اسکے سہولت سے سمجھانے پر سر جھکا گئی۔ مگر اس وقت چہرے پر اتنی نفرت تھی کہ اگر اسفند یار دیکھ لیتا تو اس لڑکی کا چہرہ نہیں پہچان پاتا۔یہ وہی جانتی تھی اس نقاب کو وہ اب تک کیسے برقرار رکھی ہوئی تھی۔اسفند یار نے اسکی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے چہرہ اونچا کیا۔

"کیا اتنا مشکل ہے یہ سب۔۔؟"

آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کتنا مشکل ہے۔۔مگر اگر آپ چاہتے ہیں۔۔تو یہ" زہر بھی پی لوں گی آپکے لیے خان۔۔" آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے

تھے۔ جنہیں اسفندیار پونچھ گیا تھا۔ "میری دعا ہے وہ آپ کو اور اس حویلی کو جلد سے جلد وارث دے۔۔"

صرف وہ نہیں تم بھی وارث دو گی زمدہ۔۔ "اسفندیار اسے اپنے برابر میں بٹھاتا" ساتھ لگا گیا تھا۔

****

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ سب ہی ہوٹل پہنچ چکے تھے۔ تقریب اپنے عروج پر تھی۔ سفید کلفدار کرتا شلوار پر قیمتی بسکٹی رنگ کی شال ڈالا اسفندیار جرگے کی اہم شخصیات کے ساتھ بیٹھا گفت و شنید میں مصروف تھا۔ جب خوشحال خان عقب سے نزدیک آتا اسکے کان کے پاس جھکا تھا۔ اس نے بھنویں سکیڑتے اسکی جانب دیکھا۔

اور مہزلہ۔۔؟ "خوشحال خان نے اسکے بگڑتے تاثرات دیکھتے لب تر کیے۔ "وہ نہیں آئیں۔۔ انہوں نے کہہ دیا ہے بیگم بی بی کو کہ وہ گل بانو کے ساتھ گھر پر رہیں گی۔۔ "اسفندیار نے جبڑے بھینچتے ایک نظر اپنے معززین پر ڈالی۔ تقریب سے اچانک اٹھ کر جانا بھی صحیح نہیں تھا۔ وہ کوئی عام شخصیت نہیں

تھا۔ سردار تھا۔۔ پہلی ٹیبل سے لے کر آخر تک بیٹھے ہر شخص کی نگاہ اس پر تھی۔ موبائل نکالتا مہزلہ کے نمبر پر کال ملا گیا۔ بیل جا رہی تھی مگر وہ کال پک نہیں کر رہی تھی۔ اس نے کٹ کرتے دوبارہ ملائی مگر اب بھی بے سود رہا تھا۔ اسے پھر گھر کے لینڈ لائن پر کال کرنی پڑی تھی۔ جسے کچھ دیر میں پک کر لیا گیا تھا۔

ہیلو۔۔" گل بانو نے کال پک کی تھی۔"

بی بی کہاں ہیں تمہاری۔۔؟" اسکے کرخت لہجے پر دوسری جانب چندپل" کے لیے خاموشی چھائی تھی۔ اور اسے گل بانو کی اگلی بات پر پتہ چل گیا کہ یہ خاموشی کیوں ہوئی تھی۔ "خان۔۔ بی بی تو سو رہا ہے۔۔! "اور وہ مزید اس سے کیا کہتا تھا۔ خون کا گھونٹ اتارتا کال کٹ کر گیا۔

"! گاڑی نکالو۔۔ ہم چل رہے ہیں۔۔"

مگر خان____ "مگر اسفندیار کی ایک نگاہ نے اسے مزید کہنے سے روک دیا" تھا۔ اسکے جگہ سے اٹھنے پر سب ہی اسکی سمت متوجہ ہوئے۔

"کدھر سردار صاحب۔۔؟"

ایک اہم کام ہے۔۔نبٹالیں۔۔پھر تفصیل سے بات ہوتی ہے۔۔!" چہرے پر" سرد تاثرات لیے سپاٹ لہجے میں کہتاہال کے ایگزٹ کی سمت بڑھ گیا۔ابا صاحب محض بھنویں سکیڑ کر رہ گئے تھے۔

ہوٹل سے اسکی چھ سے سات سیاہ رنگ کی ویگو فراٹے بھر تیں نکلی تھیں۔اور سردارہاؤس کی جانب رواں دواں ہو گئیں۔خوشحال خان نے بیک ویو مرر سے اسکے تاثرات دیکھے تھے۔سرخ چہرہ اور بھنچے جبڑے لیے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔وہ بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا کتنے شدید غصے میں تھا اسکا خان اس وقت۔مگر اسے یہ بھی معلوم تھا یہ جرات جانی دشمن یا مہزلہ برلاس کے علاوہ اور کوئی تیسرا نہیں کر سکتا تھا۔خیر دشمنوں کو تو اس غصے کے بعد اپنے انجام بھگتا دیکھ چکا تھا مگر مہزلہ برلاس کا اللہ ہی حافظ تھا۔

گاڑی گھر کے پورچ میں رکنے پر اسفندیار نے گارڈز کے دروازہ کھولنے کا بھی انتظار نہیں کیا تھا۔خود ہی کھولتا باہر نکل گیا۔خوشحال خان فوراًاسکے پیچھے لپکا تھا۔

"ہیلو۔۔درخنے۔۔یہ۔۔یہ تم ہی ہو نا۔۔؟"اپنے موبائل پر درخنے کی کال دیکھ وہ جیسے بے تاب ہو گئی تھی۔

ہاں میں ہی ہوں۔۔کیسی ہو۔۔؟"درخنے نے بھاری لہجے میں پوچھا تھا۔مہزلہ نے کتاب بند کرتے ٹیبل پر رکھ دی۔

"مم۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔تمہاری آواز کو کیا ہوا۔۔تم تم رو رہی ہو۔۔؟"

"نہیں۔۔بس یونہی۔۔"

"تم ٹھیک تو ہو نا در۔۔؟گلریز یا ماموں تمہیں کچھ۔۔؟"

نہیں وہ کچھ نہیں کرتے میرے ساتھ۔۔آج تو سیال کا ولیمہ ہے تم گئیں نہیں۔۔؟"اور اسکی آواز میں موجود کرب اسے بات کی تہہ تک لے گیا۔ایک افسردہ سانس بھرتی صوفے کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

"!نہیں۔۔"

او۔۔اور باقی سب۔۔ مورے لالا۔۔؟ وہ سب تو گئے ہوں گے۔۔؟"اسکی "
بھیگی آواز پر مہزلہ کی آنکھیں بھی نم ہونے لگیں۔"ان سب کا مجھے نہیں
" پتہ۔۔میں اپنے گھر میں ہوں۔۔

"اپنے گھر۔۔؟ کیا مطلب۔۔۔؟"

"ہاں اپنے گھر کیونکہ اب میں حویلی میں نہیں رہتی۔۔"

کیا۔۔۔!!! یہ کیا کہہ رہی ہو تم زلہ۔۔ تم تو اس۔۔اس دن لالا کے ساتھ "
تھیں۔۔؟"درخنے کی آواز میں بے انتہا بے یقینی اور بے چینی تھی۔اور مہزلہ
اسے شروع سے آخر تک کی تمام کہانی گوشگزار کرواگئی۔ جس پر وہ دم بخود ہی تو
رہ گئی تھی۔اسکے پیچھے اتنا سب کچھ ہو چکا تھا۔۔!یعنی واقعی وہ غیر ہو چکی
تھی۔۔!

مم۔۔مجھے بہت افسوس ہے زلہ کہ تمہارے اس برے وقت میں میں "
تمہارے ساتھ نہیں تھی۔۔"مہزلہ تلخی سے سر جھٹک گئی۔

تم خود وہ وقت گزار رہیں تھیں۔۔ مگر درخنے یہ سچ ہے کہ حویلی سے نکلتے "
"!وقت مجھے رتی برابر بھی دکھ نہیں ہوا۔وہ جگہ تھی ہی نہیں میرے لیے۔۔

ہاں میں جانتی ہوں۔۔ تمہیں ہمیشہ وہاں سے نکلنا تھا۔۔ مگر بھابھی اس حد تک گرے گی میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔"

"کیا کر سکتے ہیں۔۔ خیر جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے اس گھر میں میں مورے اور زرغان بہت خوش ہیں اتنا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔۔ اور دیکھنا گلریز کو بھی ایک دن عقل آجائے گی۔۔ وہ بھی تمہاری قدر کرے گا۔۔ جسے کرنی چاہیے تھی اس نے بوجھ کی طرح پھینکا ہے۔۔ میں سیال سے اتنا بڑا" دھوکا ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھی۔۔" اسکے لہجے میں چبھن سی تھی۔"یعنی اگر میرے ساتھ یہ سب نہ ہوتا وہ مجھ پر اس لڑکی کو مسلط کر دیتا۔۔؟" درخنے کو رہ رہ کر اس بات پر غم و غصہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے یہ بات اس سے چھپا کر رکھی اور اپنی عشق و عاشقی میں لگا رہا یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسکے نام پر بیٹھی ہوئی تھی وہ۔۔!

"کیا کر سکتے ہیں اس خاندان کے مردوں کی فطرت ہی یہی____"اسی پل کسی نے لاؤنج کا مین دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا تھا۔ اور جو شخص شدید جلال میں اندر

داخل ہوا تھا۔اسے دیکھ مہزلہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔لائن کٹ کرتی۔اسے اپنی سمت لمبے لمبے ڈگ بھر کے آتا دیکھ رہی تھی۔

تم نے۔۔۔۔کیا۔۔ سمجھ۔۔۔رکھا۔۔۔ہے۔۔۔مجھے۔۔۔!!!"اسکے سر پر پہنچتا" بازو پکڑ کر اٹھا گیا۔مہزلہ نے ہونق تاثرات لیے اسے دیکھا

"!!تھا۔"بولو۔۔۔۔جواب۔۔۔دو۔۔۔

کک۔۔۔کیا کیا ہے میں نے۔۔؟"لب تر کرتے اس نے اسفندیار کا کلون سے" مہکتا لباس اور کن اکھیوں سے اسکی تیاری دیکھی تھی۔یعنی یہ فنکشن چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔۔؟

کیا کیا ہے۔۔؟تم نے میری بات رد کی ہے۔۔مہزلہ۔۔۔!"وہ ایک بار پھر" دھاڑا تھا اور مہزلہ آنکھیں بند کر گئی۔"میں نے کیا کہا تھا کہ تم چچی کے ساتھ آؤ گی۔۔ صبح کہہ کر گیا ہوں۔۔ مگر تم۔۔!!تم نے جان کر نیچا دکھایا ہے مجھے۔۔"مہزلہ کی بے یقینی سے آنکھیں پھیلنے لگیں۔۔

"مم۔۔میں ایسا کیوں کروں گی۔۔؟"

کیوں کرو گی۔۔؟ سارے خاندان اور برداری میں یہی بتانا چاہتی ہو نا۔۔ کہ "تمہیں زدوکوب کیا جارہا ہے۔۔ بہت ظلم میں رکھتا ہوں میں۔۔ آج شادی میں شامل ہو کر یہی ثابت کرنا چاہتی ہو نا۔۔ "اسکا چہرہ اشتعال سے سرخ پڑ رہا تھا۔

"یہ۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔ میں۔۔ کیوں کہوں گی ایسا۔۔ م۔۔ میری طبیعت خراب۔۔!"

"شٹ اپ۔۔۔! جھوٹ نہیں بلکل بھی نہیں۔۔ یہاں تندرست بیٹھ کر جھوٹ بول رہی ہو۔۔ جانتی ہو اس وقت جہاں سے میں اٹھ کر آیا ہوں بڑے بڑے عہدے والے میرے سامنے حرف تک نہیں نکال سکتے اور یہاں تم نے مجھے گاجر مولی سمجھ رکھا ہے۔۔ بتاتا ہوں تمہیں تو میں۔۔!" اسکا بازو چھوڑتا سنگین انداز میں سر اثبات میں ہلانے لگا۔ مہزلہ کے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ کیا مقصد تھا اس بات کا۔؟ "گل بانو۔۔۔ گل بانو۔۔۔!!!" اسکی گرجدار آواز لاؤنج کو ہلا کر رکھ گئی تھی۔ گل بانو لرزتی کانپتی کچن کی پینٹری سے برآمد ہوتی وہیں چلی آئی۔ اسکی ہلدی کی طرح پیلی پڑتی شکل دیکھ مہزلہ اپنی فکر بھولنے لگی۔ کیونکہ فون پر جھوٹ بھی تو اسی سے بلوایا تھا۔

بانو کی غلطی نہیں اسے میں___"اسفندیار قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھتا انگلی اٹھا کر روک گیا۔اور پھر واپس گل بانو کی جانب دیکھا۔

آئندہ تم نے اس کے یا کسی کے بھی کہنے پر مجھ سے جھوٹ بولا۔۔۔! سوچ لینا" میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔آگے تم خود سمجھدار ہو۔۔!"اور اسکی دھمکی مہزلہ اور گل بانو دونوں کو ہی ساکت کر گئی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے اسفندیار نے مزید اسے پتھرا دیا تھا۔ایک جھٹکے سے بازوؤں میں پر اٹھاتا سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔مہزلہ کے لبوں سے دبی دبی چیخ بر آمد ہوئی تھی۔اور مضبوطی سے اسفندیار کے گلے میں حصار بندھ گئی۔

کک۔۔کیا کر رہے ہیں۔۔نیچے اتاریں مجھے۔۔۔"مگر وہ جواب دینے کے" بجائے پتھریلے تاثرات لیے سیڑھیاں طے کرتا کمرے کی سمت بڑھ گیا۔

میں آپ سے کہہ رہی ہوں۔۔نیچے اتاریں۔۔مم۔۔میں چل رہی" ہوں۔۔!"اسفندیار نے ایک ٹھوکر کے ساتھ دروازہ کھولا تھا۔اور اسے لیے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

تم لاتوں کی بھوت ہو۔۔ لہٰذا اب میں مزید رعایت کا قائل نہیں۔۔۔" اسے لا کر بیڈ پر اتارا تھا۔ اتنا بے وقوف تو تھا نہیں کہ اس لڑکی کو اس حالت میں پٹختا مگر جتنا غصہ وہ اسے دلا چکی تھی۔ اسکے بعد دو تین جھانپڑ تو بنتے تھے۔

کیا کر رہے ہیں۔۔۔ جب میں کہہ رہی۔۔" اسفندیار کو اپنا دوپٹہ اتارتا دیکھ چیخ اٹھی۔

نہیں بہت برداشت کر لیا۔۔" اسے اپنے استری شدہ کپڑوں جنہیں خوشحال خان صبح ہی لایا تھا۔ اسکی سمت بڑھتا دیکھ مہرلہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے ان تک پہنچتی اٹھا گئی۔ اسفندیار نے جبڑے بھینچتے اسکی سہمی صورت دیکھی۔ سیاہ بال کھل کر اسکے وجود پر بکھرے ہوئے تھے۔

مم۔۔ میں ہو رہی ہوں تیار۔۔" لب کاٹتی تیزی سے واشروم کی سمت بڑھ گئی۔ اسفندیار نے غصے میں اپنی شال اتار کر صوفے پر پھینکی تھی۔ اور بالکنی کا دروازہ کھولتا باہر نکل آیا۔ باہر چلتی سرد ہوا کا اس وقت اسکے کسرتی جسم پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ کرتے کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتا سگریٹ سلگا گیا۔ ساتھ ہی اپنا بجتا موبائل نکالا تھا۔ جہاں زمدہ کی کال آ رہی تھی۔ موبائل سائلینٹ پر

کرتا واپس کرتے کی جیب میں ڈال گیا۔ اس وقت ویسے ہی دماغ بھنایا ہوا تھا۔ جب تک اسکی ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری سگریٹ مکمل ہوئی۔ واپس کمرے میں آ گیا تھا۔ مہزلہ قدموں کو چھوتی ٹی پنک فراک میں ملبوس بالوں کو سلیقے سے جوڑے میں لپیٹی چیزیں اٹھا پٹخ کر رہی تھی۔

اور کتنی دیر لگے گی۔۔؟" ایک نظر رسٹ واچ میں دیکھتے استفسار کیا۔ مہزلہ" نے لب بھینچتے ڈریسنگ میں ابھرتا اسکا عکس دیکھا تھا مگر پھر نظرانداز کرتی ہم رنگ چوڑیاں پہننے لگی۔ لیکن وہ نہ ٹلا پشت پر ہاتھ باندھا اسکے نزدیک ہی کھڑا رہا۔

میرے سر پر کیوں کھڑے ہیں۔۔؟" مہزلہ نے جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہوتے" تیوری پر بل ڈالے اسفندیار کو دیکھا تھا۔ مگر اسکی طرف سے کوئی جواب نہ پاتے جبڑے بھینچتی لبوں پر لپ گلوز لگا کر فوراً دور ہوئی تھی اور صوفے کی سمت بڑھ گئی جہاں سوٹ کا دوپٹہ اور شال پڑی تھی۔

ہیل نہیں۔۔ فلیٹ پہنو۔۔۔!" دوپٹہ اور شال اوڑھنے کے بعد وہ اپنی میچنگ" ہیل کی طرف بڑھی ہی تھی کہ اسکی کرخت آواز پر خون کا گھونٹ بھرتی کبڈ کی

سمت بڑھ گئی۔ سفید نازک سی فلیٹ اور کلچ نکالتی اسکی سمت دیکھے بنا کمرے کے دروازے کی سمت بڑھ گئی۔اسفندیار کندھے پر شال ڈالتا اسکے پیچھے ہی باہر نکل گیا۔ باہر پورچ میں آگے پیچھے آئے تھے۔گارڈز گاڑیاں تیار کیے الرٹ کھڑے تھے۔ مہزلہ نے گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑے خوشحال پر ایک ناگوار اور غصیلی نگاہ ڈالی تھی۔

"اپنا منہ بند نہیں رکھ سکتے تھے تم۔۔"خوشحال خان نے چونکتے اسکی سمت دیکھا تھا مگر گڑ بڑاتا فوراً سر جھکا گیا۔

"معذرت بی بی جی۔۔!"

"گاڑی میں بیٹھو۔۔!"اسفندیار کی سرد آواز پر وہ خون مزید جلاتی اندر بیٹھ گئی تھی۔ جس کے بعد اسفندیار بیٹھا تھا۔ سارا راستہ دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ وہ تقریباً کھڑکی میں منہ گھسائے اسکی جانب سے پشت کیے بیٹھی تھی۔ ہوٹل پہنچ کر ان کی کار مین انٹرینس پر آکر رکی تھی۔ اسفندیار اسے ساتھ لیے کار سے اترا تھا۔اور مہزلہ کار سے اترتے فلیش لائٹس خود پر پڑھتیں دیکھ چونک گئی۔ جبکہ اسفندیار اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط

کرتا ناگواری دبائے دروازے سے اندر کی سمت بڑھ گیا تھا۔اور لابی میں آتا خوشحال خان پر برس پڑا۔

"میڈیا کو کس نے اجازت دی تھی کیمروں کے ساتھ۔۔؟"

خان۔۔ابا۔۔ابا صاحب نے مدعو کیا ہے۔۔"خوشحال خان تھوک نگلتا فوراً" بولا تھا۔اور وہ خون کا گھونٹ بھرتا مہزلہ کو لیے خواتین کے حصے کی سمت بڑھ گیا۔

اب میں چلی جاؤں گی خود۔۔!"مہزلہ نے بے چین ہوتے اسکی گرفت سے" ہاتھ نکالنا چاہا تھا۔اسفندیار نے ایک ترچھی نگاہ اس پر ڈالتے ہاتھ چھوڑنے کے بجائے ایک نظر دروازے پر ڈالی تھا اور اسکے گرد حصار باندھتا دروازہ کھول گیا۔مہزلہ نے ٹھٹھکتے اسکی سمت دیکھا تھا۔مگر وہ اسکی جانب دیکھنے کے بجائے اندر کی سمت بڑھ گیا۔

اس رشتے کو کسی گناہ کی طرح چھپانا بند کرو مہزلہ اسفندیار۔۔۔!!"اسکا سرد" اور گھمبیر لہجہ مہزلہ برلاس کو بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن کرتا ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی دوڑا گیا تھا۔جبکہ قدم اٹھنے سے انکاری تھے۔مگر وہ مضبوط حصار میں

لیے آگے بڑھ رہا تھا۔روشنیوں سے جگمگاتا بڑا سا ہال اس وقت عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔جن میں دور قریب کی تمام خواتین شامل تھیں۔اور ہر ایک کی نگاہ اس شاندار کپل پر آ کر ٹھہر رہی تھی۔ہال میں جیسے یکدم ہی سناٹا سا چھا گیا تھا۔آخر کو سردار آیا تھا۔عزت و تکریم تو لازم تھی۔وہ اپنے مخصوص شاہانہ انداز میں چلتا اسے لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ہر نگاہ اپنی سمت اٹھتی دیکھ مہزلہ کو اپنا چہرہ تپتا محسوس ہوا تھا۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔یہ شخص اتنی بولڈ حرکت بھی کر سکتا تھا۔

بیٹھو۔۔!"اسفندیار حیرت میں بیٹھیں روشینا کی ٹیبل تک اسے لایا تھا۔اور" اسے سکتے میں مبتلا دیکھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

خاناں یہ آپکے ساتھ۔۔؟تمہاری تو طبیعت صحیح نہیں تھی۔۔"روشینا نے اب" بیٹی کو گھورا تھا۔جو ہر ٹیبل کی عورت کی نظر خود پر محسوس کرتی دبک کر بیٹھ گئی تھی۔

ہاں خاناں بھابھی نے بتایا تھا کہ مہزلہ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔۔"گل مکئی نے" بھی اسے بتایا۔اسکی ماں بھی وہیں چلی آئی تھی۔

ہاں میں نے بھی کچھ ایسا ہی سنا تھا۔۔ مگر پھر مجھے کال کر کے خود بلا لیا اس" نے۔۔"اسفندیار کے سپاٹ لہجے میں کہے سفید جھوٹ پر مہزلہ نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔ وہ اسے ہی بڑی گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نخوت سے نظریں پھیر گئی۔

خیال رکھیے گا اسکا۔۔ کچھ الٹا سیدھا کھانے مت دیجیے گا۔۔"اسکی تلقین پر" مہزلہ کو اپنا چہرہ ایک بار پھر تپتا محسوس ہوا تھا۔

ہاں ہاں۔۔ کیوں نہیں اب تو پلکوں پر بٹھا کر رکھیں گے بی بی کو۔۔" پھپھی نے" بڑے چھیڑتے ہوئے انداز میں کہا تھا تائی بس منہ بنا کر رہ گئی تھی۔ جبکہ اسفندیار واپس ایگزٹ کی سمت بڑھ گیا تھا۔ اسٹیج پر بیٹھی زمدہ اس پل سکتے کے عالم میں نفرت اور غصے سے سیاہ پڑ چکی تھی۔ ایک دن پہلے جس بات پر وہ غرور کر رہی تھی۔ آج اسکے شوہر نے بھرے مجمعے میں چکنا چور کر دیا تھا۔

****

مہزلہ نازلین سے ملنے اسٹیج پر بس ایک ہی بار گئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ اور مبارک باد بھی دی۔ بلکہ اس نے کیا ہال میں جن جن کو اسکے امید

سے ہونے کی خبر تھی۔ سب ہی اسکی ٹیبل پر آئیں تھیں۔ کچھ تو اسفندیار اور اسکی قربت دیکھ تجسس میں کھنچی چلی آئیں۔ جبکہ زمدہ بھی تو یہیں تھی۔ مگر اب جیسے اسفندیار کی ایک حرکت کے بعد لوگوں کا نظریہ بدلنے لگا تھا۔ مہزلہ یکدم ہی سب کی نگاہوں کا مرکز بن گئی تھی۔ اور زمدہ جو کہ سردارنی کہلائی جاتی تھی کہیں پیچھے چلی گئی تھی۔ مہزلہ نے مزید عورتوں سے ملنے سے بچنے کے لیے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔ اسے کہاں عادت تھی اتنے ملنے جلنے کی۔۔ یہاں تو سب مفاد پرستوں سے مسلسل چہرے پر مسکراہٹ چپکا کر ملنا پڑ رہا تھا۔

"کتنی غلط بات ہے تم نے خاناں کو کیوں پریشان کیا۔۔؟" کھانا کھلنے پر سب کھانے کی سمت متوجہ ہو چکے تھے۔ جب روشینا نے اسے ملامتی نگاہوں سے دیکھا۔ زرتشہ ان کے برابر میں ہی بیٹھی تھی۔ مہزلہ کی بھنویں سکڑیں۔۔ "اگر آنا تھا تو ہمارے ساتھ بھی تو آسکتی تھیں نا۔۔؟ خاناں تمہاری ایک کال پر فنکشن چھوڑ کر تمہیں لینے گئے۔۔" مہزلہ نے دانت پیس لیے۔ جی چاہا ابھی جا کر انکے خاناں کا دماغ درست کر دے۔

"میں نے۔۔ نہیں بلایا تھا۔۔ انہیں۔۔"

اچھا۔۔! تو وہ اتنے دیوانے ہو گئے کہ زبردستی خود اٹھا کر لے آئے۔۔" اسے گھورتیں ٹیبل سے اٹھ گئیں تھیں۔ مہزلہ کا چہرہ یکدم سرخ پڑھ گیا۔ کن اکھیوں سے پستئی رنگ کی مکیسی میں ملبوس زرتشہ کی جانب دیکھا جو معنی خیزی سے مسکرا رہی تھی۔

ہو تو رہے ہیں۔۔ اس بات کی گواہی تو ہال میں بیٹھی ہر عورت دے سکتی

"ہے۔۔

آپا۔۔!!" اور زرتشہ بہن کے گلابی رخسار دیکھ ہنس پڑی۔"

تم تو کہتیں تھیں خان کو کوئی انٹرسٹ نہیں اس لڑکی میں۔۔" دور بیٹھی زمدہ" اسپیشل گیسٹ کے صوفوں پر بیٹھی سرخ نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ جب اسکے برابر میں بیٹھی دوست جو کہ جرگے کے رکن کی بہو تھی۔ اس نے چسکا لیتے ہوئے کہا۔ زمدہ نے آنکھوں میں سرد تاثر لیے اسے دیکھا۔

"!! میرے سامنے کیا اوقات اسکی۔۔ سردارنی ہوں میں۔۔"

مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔۔؟ چہیتی تو وہ بنی ہے۔۔ دیکھا نہیں کیسے گھر سے اسے" لے کر آئے ہیں سردار صاحب۔۔ زمدہ میں تو کہتی ہوں ہوش کے ناخن

لو۔۔"اسکے تن بدن میں آگ لگاتی آخر میں ہمدردی سے بولی تھی۔"مہزلہ جیسے

"حسن اور ذہانت کی مالک لڑکیاں دیوانہ بنا کر چھوڑتی ہیں مردوں کو۔۔

"!ہونہہ۔۔اور یہ میں ہونے نہیں دوں گی۔۔"

تمہیں پتہ ہے میرے شوہر بتا رہے تھے۔۔انہوں نے دو دن پہلے سردار"

صاحب کو مہزلہ کے ساتھ شاپنگ مال میں دیکھا تھا۔"دوسری سہیلی نے پہلی

سے کہا تو زمدہ نے ٹھٹھکتے اسکی سمت دیکھا تھا۔اور ان دونوں کو ہی زمدہ کے

تاثرات دیکھ بڑا لطف محسوس ہوا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ بے عزت کرتی دونوں

ہی کھانے کی جانب متوجہ ہو گئیں تھیں۔

****

پچھلے دو ہفتے سے اسکی زندگی جیسے اسکی رہی ہی نہ تھی۔آج اسکا سیکنڈ لاسٹ پیپر

تھا۔اور ان پیپرز کی تیاری وہ جس طرح کر رہی تھی یہ وہی جانتی تھی۔ایک تو

اپنے اندر ہونے والی تبدیلیوں سے حالت اور موڈ دونوں خراب تھے۔دوسرا

روشینا اب اسکی پوری روٹین کا جائزہ لیتی تھیں۔اب وہ کیا کھاتی تھی کیا پیتی تھی

کب سوتی تھی کتنا پڑھتی تھی اور رات کو کب تک پڑھتی تھی اسکی ماں کی نظر میں ہوتا تھا۔اور یہ سب کون کروا رہا تھا اسے بخوبی معلوم تھا۔

اسفندیار اب ایک ہفتہ حویلی میں ہوتا تھا جبکہ ایک ہفتہ سردار ہاؤس میں۔

پچھلا پورا ہفتہ وہ شام کے وقت چند گھنٹے کے لیے ہی آسکا تھا۔وہ بھی اسے اسکی ڈاکٹر کے پاس لے جانے۔اسکی نیند کی دوائیاں پریگنینسی کی وجہ سے چینج کر دی گئیں تھیں۔اور کورس پورا کروانا اب روشینا کے ذمے تھا۔اسفندیار اس پر اب کسی بھی طرح بھروسہ کرنے کا قائل نہ تھا جس پر وہ زہر کا گھونٹ پی گئی تھی۔کیونکہ اسفندیار کو اسکی ماں کی شہہ حاصل تھی۔یا اب روشینا اُسکی کارندہ بن چکی تھیں۔کہ وہ ابھی پنڈی میں تھا مگر اسے معلوم تھا کہ رات کو اسنے کھانے میں کیا کھایا تھا یا صبح میڈیسن لے کر آئی تھی یا نہیں۔۔روشینا اب اسے ہر پیپر میں کنڈر گارڈن کے بچوں کی طرح لنچ پیک کر کے دے رہیں تھیں۔کیونکہ ان کے داماد کا ماننا تھا کینٹین میں کچھ بھی کھانے لائق نہیں ہوتا۔اور جس طرح یہ لوگ اسے ٹریٹ کر رہے تھے۔مہرلہ جھنجھلاہٹ میں مبتلا رہتی۔اسفندیار سے تو

ابھی پچھلے دو ہفتوں میں کوئی جنگ نہ ہوئی تھی۔ مگر ماں اور زرغان سے جھڑپیں شروع ہو چکی تھیں۔اور لڑائی بھی ان باتوں پر کرتی جس پر روشینا سر پکڑ لیتیں۔

!آپ نے میرے کمرے کے پردے کیوں چینج کیے۔۔

!زرغان نے اپنا ملک شیک مجھے کیوں لا کر دیا۔۔

!میرے کمرے کی صفائی کسی سے مت کروائیں۔۔

!زرغان کو بولیں اگر اب حویلی گیا میں ٹانگیں توڑ دوں گی اسکی۔۔

!اگر آپ نے اسفندیار کو کوئی خبر بجھوائی گھر کا فون خراب کر دوں گی۔۔

تھکے تھکے انداز میں بیگ بینچ پر رکھتی بیٹھ گئی۔ دو دن بعد آخری پیپر تھا۔اور پھر چند دن کی چھٹیاں۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیسے یہ دو دن گزریں۔ سوئیٹر اتار کر وہ بیگ پر ڈال گئی تھی۔ ٹھنڈ تو بڑھ گئی تھی مگر سورج سر پر ہونے کی وجہ سے اسے اس وقت گھبراہٹ اور گرمی لگ رہی تھی۔ موبائل نکال کر درخنے کی چیٹ آپن کی تھی اور ٹائپنگ کرنے لگی۔ 'مس یو سو مچ۔۔۔!'ان کی تقریباً روز ہی بات ہوتی تھی۔ درخنے اسکی پریگنینسی کا سن کر بہت خوش ہوئی تھی۔اور

اسکے علاوہ وہ کسی اور سے بات بھی نہیں کرتی تھی۔موبائل رکھ ہی رہی تھی۔جب میسج کی بیپ ہوئی تھی۔

باہر آؤ۔۔گیٹ پر ہوں میں۔۔'اسفندیار کے میسج پر مہزلہ نے حیرت سے دور' مین گیٹ کی سمت دیکھا۔یہ کب لوٹا تھا۔۔؟اور اسے لینے آیا تھا۔۔۔!!پچھلے کئی سال سے درخنے اور وہ کالج یونیورسٹی آجارہیں تھیں مگر یہ اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔وہ ہمیشہ گھر کے ملازمین کے ساتھ آتی جاتی تھیں۔یا کبھی برسوں میں دریاب جب حویلی آیا ہوتا انہیں پک کرلیتا تھا۔مگر اسفندیار۔۔!!

وہ چادر سر پر درست کرتی باہر آئی تو مین گیٹ کے پاس ہی تین ویگو کھڑی تھیں۔تینوں کے شیشے ہی بلیک ٹنٹڈ تھے۔گارڈ کے بیچ والی کار کا دروازہ کھولنے پر لب بھینچتی اسی سمت بڑھ گئی۔کار میں بیٹھتے برابر میں براجمان اسفندیار کی جانب دیکھا۔سیاہ کرتا شلوار میں ملبوس سیاہ ہی سن گلاسز لگایا وہ ونڈو سے باہر دیکھ رہا تھا جبکہ چہرے پر مخصوص سرد تاثرات تھے۔پوری کار میں اسکے کلون کی

مہک پھیلی تھی۔اس کے بیٹھتے ہی کار اسٹارٹ ہو گئی تھی۔سفر خاموشی سے کٹ رہا تھا جب وہ بولا۔

میری بات ہوئی ہے تمہارے پروفیسر سے۔۔"اسفندیار کی گھمبیر آواز پر وہ" چونکتی اسکی جانب پلٹی۔۔

"کس سلسلے میں۔۔؟"

وہ تمہیں امپورٹینٹس بتادیں گے۔۔زیادہ دماغ کھپانے کی ضرورت" نہیں۔۔"اسکے سرسری انداز میں کی گئی بات پر مہزلہ کا منہ شاک سے کھل گیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟وہ۔۔مجھے کیوں امپورٹینٹس بتائیں گے۔۔؟"

کیونکہ میں نے کہا ہے۔۔!"اسکا انداز بڑا مغرور سا تھا۔"

اور یہ کس نے کہا آپ سے کہ میرے پروفیسر سے یہ سب" کہیں۔۔؟"اسفندیار نے اسکی چھوٹی ہوتی آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے اب تم سے پرمیشن لینی پڑے گی۔۔؟"

بلکل۔۔!مجھ سے متعلق بات میں آپکو مجھ سے اجازت لینی چاہیے۔۔اور" دوسری بات مجھے کسی کی سفارش یا مدد کی ضرورت نہیں۔۔۔بہت شکریہ منع

کر دیں انہیں آپ۔۔" جبڑے بھینچتی کھڑکی کی طرف منہ کر گئی۔اسفندیار چند پل اسکی پشت دیکھتا رہا۔

آریوشور۔۔؟سوچ لو۔۔!!"اسکے انداز پر مہزلہ کو مزید آگ لگی تھی۔" میں کوئی نکمی یا چیٹر نہیں ہوں جس کے لیے پیپر ارینج کر رہے ہیں" آپ۔۔"اسکے تپے ہوئے لہجے پر وہ کندھوں کو خفیف سی جنبش دے گیا۔ مرضی ہے۔۔!"اور اپنے موبائل کی جانب متوجہ ہو گیا۔مہزلہ کھولتی منہ ہی منہ میں بدبدا کر رہ گئی تھی۔جب اس نے کار گھر کے بجائے کسی ریسٹورینٹ کے آگے پارک ہوتی دیکھی۔

"کہاں آئے ہیں ہم۔۔؟"

ائیر پورٹ۔۔۔!"اسکے طنز پر مہزلہ نے سلگ کر اسے دیکھا تھا۔اور سینے پر" ہاتھ باندھی بیٹھی رہی۔"اترو۔۔" مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔اسفندیار خود اتر تا دوسری طرف آیا تھا۔اور اسکی جانب کا دروازہ کھول گیا۔

خود اترو گی یا میں مدد کروں۔۔؟"اسکے خشمگین لہجے پر مہزلہ اسے گھورتی رہی" مگر پھر بادل نخواستہ بیگ سیٹ پر چھوڑتی کار سے اتر گئی۔اسفندیار نے اسکا چھوٹا سا

ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ مہزلہ نے چونکتے ارد گرد دیکھا۔ لنچ آوور تھے۔ ریسٹورینٹ میں خاصہ رش تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں۔۔ میں بچی تھوڑی ہوں۔۔" سرخ پڑتے اس نے دبی دبی آواز میں کہا تو اسفندیار نے ترچھی نگاہ اس پر ڈالتے ابرو اچکائی تھی۔ جیسے کہہ رہا ہو واقعی۔۔؟

وہ تپتی نظریں پھیر گئی۔ اسفندیار اسے ریسٹورنٹ کے فرسٹ فلور پر لے آیا تھا۔ جہاں پرائیویٹ بوتھ بنے تھے۔ ایک منتخب کرتا اسے لیے آگے بڑھ گیا۔ مہزلہ نے حیرت سے اس بوتھ کو دیکھا تھا۔ اس نے ایسی جگہیں آج تک نہیں دیکھی تھیں۔ بلکہ وہ کبھی ریسٹورنٹ ہی نہیں آئی تھی۔ حالانکہ تائی زمدہ اور درخنے اکثر شاپنگ کے بعد انہی ریسٹورینٹ سے کھانا کھا کر جاتی تھیں۔ مگر ان ماں بیٹیوں کے نصیب میں ایسے کوئی عیش نہیں لکھے تھے۔ ان کے کپڑے تک روشینا یا تائی لے آتی تھیں یا درخنے ساتھ ہوتی تو انہیں پہننے کے لیے بہتر چیزیں نصیب ہو جاتی تھیں۔ بچپن سے ہی انہیں یہ احساس دلایا گیا تھا۔ کہ یہ سب جو عنایتیں ہو رہی ہیں یہ احسان ہے۔۔!

کیا کھاؤ گی۔۔؟" مہزلہ کی سوچوں میں اسفندیار کی گھمبیر آواز سے خلل پڑا" تھا۔ نگاہ اٹھاتے خود سے ذرا فاصلے پر بیٹھے اس لمبے چوڑے وجیہہ شخص کو دیکھا۔ یہ شخص اسے سمجھ کیوں نہیں آتا تھا۔ یہ سب جو وہ کر رہا تھا اسکے ساتھ۔۔ اسکی ماں اور بھائی کے ساتھ۔۔ آخر کیوں کر رہا تھا۔۔؟

اسے اچھی طرح سے اندازہ تھا ان کا حویلی سے نکلنا ابا صاحب اور تائی کو کتنا کھلا ہو گا۔ انہیں تو اسکی پڑھائی ہضم نہیں ہوتی تھی۔ کجا کہ زرغان کو یہاں شفٹ کرنا۔۔!!! اسے حق مہر کے نام پر اپنا گھر دے دینا۔۔ یہ سب کیا تھا۔۔؟ وہ کیوں کر رہا تھا۔۔؟

یونہی دیکھتی رہیں تو کھانے کے بجائے تمہیں نہ کھا جاؤں۔۔!" اسفندیار نے" اسکی نظریں خود پر ٹکی دیکھ جھکتے سرگوشی کی تھی۔ اور مہزلہ جیسے حال میں لوٹی تھی۔ اور تپ کر چہرہ پھیر گئی۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔ آپکو کھانا ہے تو کھالیں۔۔"

میں بھی اپنا میل بتا چکا ہوں تمہیں پھر۔۔!" اسکے لو دیتے لہجے پر مہزلہ کو اپنے" چہرے سے دھواں اٹھتا محسوس ہوا۔ اسی پل ویٹر چلا آیا تھا۔ اسفندیار نے تین چار

کھانے آرڈر کیے تھے۔اور پھر مہرلہ کو دیکھا۔ جس نے مینو کارڈ دیکھا بھی نہیں تھا۔

لیمن سلش۔۔!بس!"اسفندیار نے ایک ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔اور ویٹر کو" جانے کا اشارہ کر گیا۔ مگر اسکا آرڈر پہلے لانے کو کہہ دیا تھا۔

"اتنی ٹھنڈ میں۔۔۔؟ بیمار پڑو گی۔۔؟"

میرا دل چاہ رہا ہے۔۔"اسکی جانب دیکھے بغیر اکڑ کر بولی تھی۔اسے اس وقت" بھوک سے زیادہ پیاس لگ رہی تھی۔جب اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں اسفندیار کی انگلیاں پیوست ہوتی محسوس کی تھیں۔چونکتے اسکی سمت دیکھا۔"اور جانتی ہو میرا کیا دل چاہ رہا ہے۔۔!"اسکے جھک کر سرگوشی کرنے پر مہرلہ فوراً پیچھے ہوئی تھی۔

کیا مسئلہ ہے۔۔؟"مگر وہ بس گہری نگاہوں سے اسکے چہرے کے رنگ دیکھ رہا" تھا۔

ابھی بتایا ہی کب ہے۔۔؟"مہرلہ مزید گھبراہٹ کا شکار ہوئی تھی۔"

"گھر میں مورے نے کھانا بنایا ہو گا۔۔پھر ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔۔"

"کیوں کیا مسئلہ ہے یہاں۔۔؟ گھبراہٹ ہو رہی ہے۔۔ کہ میرے آگے سے حل نہیں سکتیں۔۔؟" اسکے بلکل صحیح اندازے پر مہزلہ لب بھینچتی پہلو بدل گئ۔

"میں کیوں گھبراؤں گی۔۔ مجھے گھر جانا ہے۔۔ ریسٹ کر کے پیپر کی تیاری کرنی ہے۔۔" اسفندیار نے ہاتھ بڑھاتے اسکی چہرے پر آئی لٹ تھام لی۔

"میں تو پیپر دینے کے لیے تیار تھا۔۔ تم ہی نہیں مان رہیں۔۔!" مہزلہ نے اسے لٹ چھڑانی چاہی مگر اسفندیار نے نہ چھوڑی۔

"کٹنگ کروائی ہے۔۔؟" اسکے سوال پر مہزلہ نے ٹھٹھکتے نظر اٹھائی تھی۔اس پل وہ اسکے اتنے نزدیک تھی اسفندیار چاہتا تو لمحے میں فاصلہ مٹا سکتا تھا۔اور اس لڑکی کے تاثرات اتنے کمال تھے کہ اسکا دل فاصلے مٹانے کے لیے مچل رہا تھا۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔"

"نہیں۔۔ آپا نے سیٹنگ کی تھی بس۔۔!" ناچار اسے بتانا پڑا۔زرتشہ ہمیشہ مہینے دو مہینے میں اسکے بال پیچھے اور آگے سے تھوڑے کاٹ دیتی تھی۔

مجھے پسند ہے کٹنگ۔۔ کروالو۔۔! مگر بالوں کی لینتھ کم نہیں ہونی" چاہیے۔۔"اسکی فرمائش پر مہزلہ کا حیرت سے منہ کھل گیا۔ جسے فوراً بند کرتی نظریں پھیر گئی۔

مجھے شوق نہیں۔۔! کسی اور پر پورے کریں اپنے یہ شوق۔۔!"اسکے سرد لہجے پر اسفندیار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا تھا۔ یہ ٹیڑھی ہڈی کہاں اسکی کوئی فرمائش پوری کرنے والی تھی۔ ویٹر کے ناک کرنے پر اسکی لٹ چھوڑتا گہری سانس بھر گیا۔ ٹرے میں لیمن سلش لیے ویٹر چلا آیا تھا۔ مہزلہ غیر محسوس انداز میں تھوڑا کھسک گئی تھی۔ ویٹر کے جانے کے بعد سلش اٹھاتے کن اکھیوں سے اسفندیار کو دیکھا۔ جو کسی سوچ میں گم سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ گھور رہا تھا۔ اسے نجانے کیوں بے چینی سی ہوئی تھی۔ اسٹرو کی مدد سے سلش گھونٹ گھونٹ بھرتے چور نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ مگر اسفندیار نے دوبارہ مخاطب نہیں کیا تھا۔ ویٹر اتنے میں ان کا کھانا لے آیا تھا۔ اور اسی پل وہ اسکے ہاتھ سے آدھا سلش سے بھرا گلاس لے گیا۔

بس۔۔اور نہیں پیو گئی۔۔"اسکا لہجہ سپاٹ تھا۔ مہزلہ نے نگاہ اسکی جانب کی جو" ایک خفا خفا سی نگاہ اس پر ڈالتا ویٹرز کے جانے کے بعد ایک پلیٹ میں کھانا نکالنے لگا۔ مٹن گرلڈ کباب اور پلاؤ کی اشتہاء انگیز خوشبو انکے اطراف پھیلی تھی۔ پلیٹ میں کباب اور سلاد نکال کر اسکے آگے رکھی تو مہزلہ ایک پل کے لیے ٹھہر گئی۔ یعنی یہ کھانا اپنے لیے نہیں بلکہ اس کے لیے نکالا گیا تھا۔۔!! بظاہر یہ ایک چھوٹا سا عمل تھا مگر مہزلا کو بہت اچھا لگا تھا۔ اسفندیار نے خود سے پہلے اسکے لیے نکالا تھا۔

اپنے ہاتھ سے کھلاؤں۔۔؟"اسے ساکت بیٹھا دیکھ اس نے مہزلہ کا سلش پیتے" استفسار کیا تھا۔ وہ سرخ پڑتی کانٹا اٹھا گئی۔ کھانا بہت ذائقہ دار تھا۔ اسلیے اس نے خاموشی سے پیٹ بھر کر کھایا تھا۔ اور یہ برابر میں بیٹھا اسفندیار ہی جانتا تھا اس لڑکی کی یہ حرکت اسے کتنی پسند آئی تھی۔ مگر چونکہ وہ خفا تھا اس لیے ظاہر نہیں کیا۔ مگر اسکا سلش پورا پی گیا تھا۔

****

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔جب وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔زرغان اکیلا لاؤنج میں بیٹھا پڑھ رہا تھا۔گل بانو شاید رات کا کھانے بنانے میں لگی تھی۔اسے دیکھتے ہی سلام کیا تھا۔اسفندیار زرغان کے برابر میں ہی آ بیٹھا۔

اور کیا ہو رہا ہے۔۔؟"زرغان نے بیچارگی سے اسکی جانب دیکھا۔"

آج ٹیوشن ٹیچر نہیں آئیں تو میں سمجھا مزے کروں گا مگر مورے نے شام سے "

"پڑھنے بٹھایا ہوا ہے۔۔

اور تمہاری بہن۔۔؟اسکے کیسے مزاج ہیں۔۔؟"دوپہر کو وہ جرگے کے کچھ اہم " معاملات کے سلسلے میں اسے گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔اور ایسا مصروف رہا تھا کہ فون تک کرنے کی فرصت نہ مل سکی تھی۔

مت پوچھیں لالا۔۔"زرغان ارد گرد دیکھتا اسکے نزدیک ہوا۔اسفندیار کی " آنکھوں میں الجھن ابھری تھی۔

بہت غصے میں ہیں آپا۔۔مجھ سے لڑیں پہلے اور پھر مورے سے کہ انہیں اٹھایا" کیوں نہیں انہیں پڑھنا تھا۔۔۔"اسفندیار کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔"پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے انہیں اتنا لڑنے کیوں لگی ہیں ہم سے۔۔'آپ

سے بھی لڑتی ہیں۔۔؟" اسکے سوال پر اسفندیار کی آنکھوں کے سامنے دوپہر کے تمام منظر گھوم گئے۔

"نہیں۔۔ ہم خان ہیں اسکے۔۔۔!"

"مگر وہ تو آپ کو اسفند کہتی ہیں۔۔؟" اسکے معصومانہ سوال پر اسفندیار جیسے لاجواب ہو گیا۔ صرف اسی لڑکی میں ہمت تھی جو اسکا نام لیتی تھی۔

"اتنی توجہ اگر پڑھائی پر دے لو تو فرسٹ آجاؤ۔۔" اسکے خشمگین لہجے پر زرغان کی تیوری پر بل آگئے۔ پھر اکڑ کر بولا۔

"فور یور کائنڈ انفارمیشن۔۔ میں فرسٹ ہی آتا ہوں۔۔" اور وہ بدمزہ ہوتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔ دونوں بہن بھائی کی زبانوں کی جگہ آریاں لگی تھیں۔

"مگر اب ریکارڈ ٹوٹتا نظر آرہا ہے۔۔" اسے ٹینشن میں مبتلا کرتا سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔ اوپر آکر ابھی کمرے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا۔ جب مہزلہ کے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز اسکے کانوں میں پڑی تھی۔ وہ لمحے کی دیر کیے بنا فوراً اندر داخل ہوا تھا۔ مہزلہ اور روشینا دونوں نے بیک وقت اسکی جانب دیکھا

تھا۔اور مہزلہ فوراً نظر پھیرتی ٹشو باکس سے نیا ٹشو نکال کر رونے میں مشغول ہو چکی تھی۔

کیا بات ہے۔۔؟ کیوں رو رہی ہے یہ۔۔؟"اس نے قریب آتے متفکر لہجے میں استفسار کیا۔روشینا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

خاناں میں تنگ آچکی ہوں۔۔اب آپ دیکھ لیں اسے۔۔!"ان کے زچ ہوتے انداز پر اسفندیار نے مہزلہ کو دیکھا۔جو نم کٹوروں میں شکایت لیے ماں کو دیکھ رہی تھی۔

ہاں مجھے معلوم ہے۔۔تنگ آچکیں۔۔۔نہیں کرتیں آپ مجھ سے" پیار۔۔اپنے لاڈلے کے پاس جائیں۔۔۔"روشینا نے ماتھے پر ہاتھ مارا تھا اور اسفندیار کو دیکھا۔

خاناں آپ اسے سنبھالیں۔۔میں نیچے کھانے کا انتظام کرواتی ہوں۔۔"مہزلہ" کو نظر انداز کرتیں باہر نکل گئیں۔جس پر مہزلہ اور شدت سے رونے لگی۔اسفندیار قدم اٹھاتا صوفے پر بلکل اسکے نزدیک آ بیٹھا۔مہزلہ نیچے فرش پر

بیٹھی تھی۔ ٹیبل پر اسکی کتابیں اور ڈھیر سارے ٹشو بکھرے ہوئے تھے۔ جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ سیشن کافی دیر سے جاری تھا۔

اس نے ٹشو باکس مہزلہ کی جانب بڑھایا تھا۔ جس سے وہ دو ٹشو اور نکالتی ناک رگڑ گئی تھی۔ مگر آنکھوں سے آنسو نکلنے کا سلسلہ نہ تھما تھا۔

"کیوں رو رہی ہو۔۔؟" اس نے گھمبیر لہجے میں سوال کیا تھا۔ وہ جواب دینے کے بجائے سوں سوں کرتی رہی۔

"۔۔۔ماہ!!"

"آپ کو پرواہ ہے۔۔؟ اور یہ سب۔۔ یہ سب آپکی وجہ سے ہو رہا ہے۔۔" اس نے ہچکیوں کے دوران کہا تو اسفندیار ایک پل کے لیے حیرت زدہ رہ گیا۔ اور ایک بار پھر دوپہر کا منظر یاد کیا مگر ذہن میں ایک بات بھی ایسی نہ ابھری تھی جو اس لڑکی کے مزاج پر گراں گزرتی۔ الٹا وہ خفا تھا۔

"اور کیا ہو رہا میری وجہ سے۔۔؟" مہزلہ نے رخ موڑتے متورم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

آپ کی وجہ سے آج میں اتنی پریشان ہوں۔۔"ٹشو غصے سے دور پھینکا تھا۔"صرف آپ کی وجہ سے آج میں پڑھ نہیں پا رہی۔۔جب بھی۔۔جب بھی پڑھنے بیٹھ رہی ہوں۔۔ نہیں پڑھا جا رہا۔۔ کبھی دل گھبرا رہا ہے۔۔ کبھی وومٹنگ ہو رہی ہے۔۔میری زندگی خراب ہو گئی صرف آپ کی وجہ سے۔۔"دونوں ہاتھ منہ پر رکھتی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔جبکہ اسفندیار دنگ بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔اسکی شکایتوں کی لسٹ نے اسے شاک کر دیا تھا۔وہ مانتا تھا یہ وقت مشکل تھا اس کے لیے مگر ہر عورت کا خواب ہوتا ہے یہ تو۔۔اور ہر ایک کو گزرنا پڑتا ہے۔

یہ سب کہہ کر کفرانِ نعمت کر رہی ہو تم۔۔جانتی ہو۔۔؟"اسکے سنجیدہ لہجے پر" مہزلہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے انتہائی خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

نعمت۔۔؟کونسی نعمت مجھے نہیں چاہیے تھی یہ آپکی خواہش ہے بس۔۔!"اور" اس بار اسفندیار کے چہرے پر سختی پھیلنے لگی۔

ہاں مجھے چاہیے وہ بھی تم سے۔۔۔ہے میری یہ خواہش۔۔کیا ناجائز ہے اس" "میں۔۔؟

آپ کی خواہش کے لیے میں اپنے خواب دواؤں پر لگا دوں۔۔؟ڈاکٹر بننا میرا" خواب ہے سنا آپ نے۔۔ مگر اب میں کیسے مینج کروں سب۔۔؟"اپنی بے بسی پر غصہ بھلائی پھر رونے لگی۔اور اس کے رونے کا اصل پوائنٹ جان کر اسفندیار جیسے ریلیکس ہوا تھا۔اور ہاتھ بڑھا کر اسکی کلائی تھام تا اپنی گود میں بٹھا گیا۔

چھوڑیں مجھے۔۔اس سب کے ذمہ دار آپ ہیں۔۔"اس نے نکلنا چاہا تھا مگر وہ" گرفت مضبوط کر گیا۔

بلکل میں ہی ہوں ذمہ دار۔۔آئی ایکسیپٹ اٹ۔۔!"مہزلہ تھک ہار کر اسکے" کالر میں منہ چھپاتی رونے لگی۔"اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ڈاکٹر بننا تمہارا پیشن ہے۔۔"اسکی پیٹھ سہلاتے نرم لہجے میں بولنا شروع کیا تھا۔" مگر یہ اللہ کی "طرف سے ہے ماہ۔۔وہ ہمیں اولاد دینا چاہتا ہے۔۔

مگر میں کیسے پڑھوں گی آگے۔۔؟اسے سنبھالوں گی یا اپنی ڈگری کمپلیٹ" کروں گی۔۔؟"اس نے سوں سوں کرتے پھر شکایت کی تھی۔اب اسکے ہاتھ اسفندیار کے گلے میں حصار ڈال چکے تھے۔

تم ڈگری کمپلیٹ کرنا اور ہم بے بی سنبھال لیں گے۔۔۔!" مہزلہ کی آنکھیں کھلیں تھیں۔اور فوراً سر اٹھا کر اسفندیار کو دیکھا۔اور اسکی آنکھوں میں موجود شک دیکھ اسفندیار کو بے اختیار اس پر پیار آیا تھا۔اور اسکی ٹھوڑی پر جھکتا اظہار بھی کر گیا۔

سچ کہہ رہا ہوں۔۔اب تو تمہیں ڈاکٹر بنائے بغیر مجھے بھی چین نہیں آئے" گا۔۔بس تم پڑھائی اور اپنی صحت پر فوکس کرو۔۔ باقی ساری فکریں مجھے دے دو۔۔۔" اسکے گھمبیر لہجے پر مہزلہ دل دھڑک اٹھا۔

"سچ کہہ رہے ہیں۔۔؟"

یقین نہ آئے تو بچہ تو آہی رہا ہے ہمارا۔۔میری گود میں دے کر منصور خان کے" ساتھ نکل جانا کالج۔۔" اسکے چھیڑتے انداز پر وہ جھینپ سی گئی۔جب اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کہاں بیٹھی تھی۔فوراً اٹھنا چاہا مگر اسفندیار نے ایسا نہ کرنے دیا۔

"!مج۔۔مجھے پڑھنا ہے۔۔"

آنکھوں کا حشر دیکھو ظالم لڑکی۔۔ ترس نہیں آتا مجھ پر۔۔"اسفندیار نے اسکی آنکھیں چومتے بھاری لہجے میں کہا تھا۔ مہزلہ کا ہاتھ اسفندیار کے دل پر ٹھہر گیا۔ جو اس وقت بڑا پر سکون تھا۔

"مجھے بہت سارا پڑھنا ہے۔۔"

"پہلے کچھ کھاؤ۔۔ کچھ کھایا دوپہر کے بعد۔۔؟"

زرغان کے ساتھ چیز پوپ کارن کھائے تھے شام میں مگر اسکی وامٹ ہو گئی۔۔ پھر مورے نے جوس دیا اور پھر وامٹ ہو گئی۔۔"اس نے اپنی چھوٹی سی سرخ ناک کو سکیڑتے جتاتے انداز میں بتایا تھا۔

مگر اب تو خالی پیٹ ہونا۔۔ بھوکے پیٹ پڑھو گی تو حالت ہی خراب ہو گی۔۔ میری اولاد کو خوامخواہ الزام دے رہی ہو۔۔"اسکے خشمگین لہجے پر مہزلہ نے جواباً اُسے گھورا تھا۔

نام مت لیں۔۔ میرا جینا حرام کر دیا۔۔۔ میں کیا کر رہی ہوں کہاں بیٹھی ہوں کیا کھا رہی ہوں مورے یا بانو کی نظر ہے۔۔"وہ نئے سرے سے تپی تھی۔

میں نے ہی کہا ہے۔۔" اسے باہوں میں اٹھاتا بیڈ کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ نے ترش نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ اسے لٹاتا اسکے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔

" کیا کھانا ہے بتاؤ۔۔؟" موبائل نکالتے اس پوچھا۔ مہزلہ الجھن میں پڑ گئی۔ اور اسکا وجیہہ چہرہ دیکھتی رہی۔

" دوپہر کا کھانا کیسا تھا۔ اسی ریسٹورنٹ سے منگوادوں۔۔؟"

" مجھے نہیں پتہ۔۔!" نظریں پھیرتی اپنے پیٹ پر رکھے اسکے ہاتھ میں بندھی گھڑی کے ڈائل پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ اور اسفندیار اسکے موڈ سوئنگز محسوس کرتا اورڈر کر گیا۔

" کچھ دیر میں آجائے گا تمہارا کھانا۔۔" کف کے بٹن کھولتے گھڑی اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھی۔ اور اسکے برابر میں ہی نیم دراز ہو گیا۔ مہزلہ نے اگلے پل اسکی انگلیاں اپنے بالوں میں چلتی محسوس کی تھیں۔ اور ایسا لگا تھا اسکے وجود میں سکون اترنے لگا ہو۔

****

تمہیں اسے اب تو ان چونچلوں سے باز رکھنا چاہیے۔۔"تائی نے سفید کرتا شلوار میں ملبوس اپنے لختِ جگر کو دیکھا۔جو جرگے کے کسی فیصلے کے بعد حویلی آگیا تھا۔اور انہیں جیسے پھپھولے پھوڑنے کا موقع مل گیا تھا۔اسفند یار نے موبائل سے نگاہ اٹھاتے انکی جانب دیکھا۔

"کیوں روک دوں۔۔وہ پہلی تھوڑی ہے جو اس حالت میں پڑھ رہی ہے۔۔"اسکا انداز سرسری سا تھا۔

"میری بیٹی کو جہنم میں پھنکوا کر۔۔وہ خود مزے سے ڈاکٹری میں لگی ہے۔۔خاناں کیا تمہاری بہن کی آرزو نہیں تھی۔۔۔؟"ماں کے خفگی سے کہنے پر اسفند یار لب بھینچ گیا۔

"اگر ایک کا خواب ادھورا رہ گیا اس چکر میں دوسری کو بھی روک دوں۔۔یہ کیسا انصاف ہوا پھر۔۔اور مہرلہ کا کیا لینا دینا درخنے کی زندگی سے۔۔یہ میرا اور اس خبیث کا معاملہ تھا۔۔"اسکا لہجہ شدید ناگواری لیے ہوا تھا۔۔

"تم تو اپنی اس چہیتی کو ہر معاملے سے دودھ سے مکھی کی طرح نکال دیتے ہو۔۔ حویلی کا سکون تباہ کر کے خود سکون سے جا بیٹھی ہے۔۔" انہوں نے غصیلے انداز میں ہاتھ نچا کر کہا۔

"کیسی تباہی۔۔؟ اب تو آپکی بے سکونی کی جڑ ہی چلی گئی۔۔ اب تو سکون ہونا چاہیے آپکو۔۔" اسکے سنجیدگی سے کہنے پر تائی نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"جو تباہی مچا کر وہ جا چکی ہے۔۔ اسکے آثار اب تک ہیں۔۔۔ روشینے سے بولو اب کوئی فضول حرکت نہ کرے وہ۔۔ اور تم بھی نظر رکھو خاندان کا وارث پیدا کرنے والی ہے۔۔"

"حد ہو گئی ہے مورے۔۔ چھوٹی بچی ہے جو اسکے پیچھے میں لوگ لگاؤں۔۔ اور اچھی رکھ رہی ہے اسکا خیال۔۔"

"میں تو کہتی ہوں اسے یہیں لے آؤ اپنی نظر میں رکھیں گے۔۔ اس لڑکی کا مجھے کوئی بھروسہ نہیں۔۔ دشمنی میں تمہارا اولاد کو ہی نہ نقصان پہنچا دے۔۔" اس بار اسفندیار کا خون کھول اٹھا۔

کوئی ضرورت نہیں۔۔جہاں رہ رہی ہے۔۔وہیں رہے گی۔۔آپ چاہ رہی ہیں "
" یہاں لے آؤں اور پھر نئی ذہنی ٹینشن میں مبتلا ہو جاؤں۔۔

تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے ہم دشمن ہیں۔۔"تا نا بیٹے کے انداز پر سیخ پا ہو گئیں"
تھیں۔

جیسے آپ نے اسے تشدد کا نشانہ بنایا تھا دشمنی سے کم بھی نہیں تھا۔۔"اسکے وار"
پر تائی ایک پل کے لیے دنگ رہ گئیں۔ان کا بیٹا اس طرح انکے منہ پر باتیں مار رہا
تھا۔وہ شاک میں ہی تو چلی گئیں تھیں۔

تم بھول گئے ہو کتنے غم میں تھے ہم۔۔زمدہ نے اولاد کھوئی تھی۔۔اس لڑکی"
" کے پیچھے بلکل اندھے ہو گئے ہو کیا۔۔

میں کسی کے پیچھے اندھا نہیں ہوا۔۔اور جہاں تک زمدہ کے اولاد کھونے کی بات"
ہے میں مان ہی نہیں سکتا مہزلہ ایسا کرے۔۔وہ صرف زبان کی تیز ہے دل اتنا
"ہی صاف ہے اسکا۔۔

خوب بیٹا خوب۔۔اب تو وہی ہے سب ہماری تو کوئی اوقات ہی نہیں۔۔"تائی"
کہتیں اچانک رونے لگیں تھیں۔زمدہ کچن میں کھڑی ان دونوں کی باتیں سن کر

بس سکتے میں گئی ہوئی تھی۔ مہزلہ برلاس اسکے شوہر کو مکمل طور پر اپنے ٹرانس میں لے چکی تھی۔ اسکا حویلی چھوڑنا زمدہ کے لیے ہر لحاظ سے گھاٹے کا سودا رہا تھا۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ اس نے آگے کیا کرنا تھا۔

موورے رونا بند کریں۔۔ آپ جانتی ہیں میرے لیے اپنے ہر رشتے کی اہمیت" اپنی جگہ ہے۔۔ مگر غلط بات پر آپکا ساتھ ہر گز نہیں دوں گا۔۔ "اسی پل زمدہ نے چائے کی ٹرے لا کر ٹیبل پر رکھی تھی اور اسفندیار لب بھینچتا ماں کو دیکھنے لگا۔

کیوں رو رہی ہیں ماسی۔۔؟ "اسفندیار کو چائے دیتے اس نے ان سے پوچھا تھا۔"

اسے اب ہم سے زیادہ صحیح وہ لگنے لگی ہے۔۔ ہمارے ساتھ وہ محفوظ" نہیں۔۔ "زمدہ نے اسفندیار کی جانب دیکھا جو کوئی تبصرہ کیے بنا چائے پینے لگا۔

ماسی یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔۔ خان بھلا ایسا کیوں کہیں گے۔۔؟ اور جہاں" تک رہی اسکی حویلی میں آنے کی بات۔۔ اگر وہ وہاں رہنا چاہتی ہے تو ہمیں اعتراض کیوں ہو گا۔۔؟ یہ اسکی مرضی ہے۔۔ اور اگر خان چاہ بھی لیں اور وہ نہ آنا چاہے پھر۔۔؟ "اسکے مدھم لہجے پر اسفندیار نے ماں کی جانب دیکھا جو اسے اب بھی خفگی سے دیکھ رہیں تھیں۔

تو کیا اسے اسکی منمانی کرنے دیں کل کو اولاد کی شکل بھی دیکھنے نہیں دے گی وہ"

ہمیں۔۔"

غلط بات مت کریں مورے۔۔! اس حویلی میں اسکے لیے جگہ تنگ پڑی"

ہے۔۔ جبھی آج وہ یہاں موجود نہیں۔۔!!" اسکے ناگوار لہجے پر زمدہ ایک پل

کے لیے ٹھٹھک گئی۔ اسکا دل بڑے ناخوشگوار انداز میں دھڑکا تھا۔

خان۔۔خان ایسا نہیں ہے۔۔ اگر ایسے حالات رونما نہ ہوتے جس نے آپکی اور"

میری زندگی بکھیر دی۔۔ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایسا۔۔ مگر اب۔۔اب

آپ اگر اسے واپس لانا چاہیں اس حویلی کے دروازے اور میرے دل کے

دروازے اسے خوش آمدید کہیں گے۔۔ہاں خان میں گزری تمام باتیں آپ

کے لیے بھلادوں گی۔۔" آنکھوں میں نمی لیے ٹھہر ٹھہر کر بولی تھی۔اسفندیار

اور تائی اسے حیرت سے دیکھتے رہ گئے تھے۔

****

بلآخر اسکے امتحانات آج تمام ہوئے تھے۔اسکے ساتھ روشینا کو بھی جیسے سکون کا سانس آیا تھا۔اور زرغان وعدے کے مطابق اپنا وقت مانگنے پہنچ گیا تھا۔اس وقت وہ دونوں بہن بھائی گارڈن میں تھے۔زرغان ادھر سے اُدھر بھاگتا اپنی فٹبال سے کھیل رہا تھا۔اسکے ساتھ آج سامنے والے بنگلے کا بچہ نہیں تھا۔جس سے چند دن سے اسکی بڑی دوستی چل رہی تھی۔

مہزلہ بینچ پر بیٹھی لبوں پر مدھم مسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔جو اسکول کی ہر ایکیٹیوٹی اور ہر قصہ کھیلتے کھیلتے اسے سنا رہا تھا۔

اچھا ابھی جو مورے کے کان کھائے جا رہے تھے۔۔وہ یہی قصہ" تھا۔۔؟"زرغان بال پر کک مارتا اسکے برابر میں ہی آبیٹھا۔اتنی ٹھنڈ میں بھی اسکے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔

مورے نے سنی ہی نہیں پوری بات۔۔کہا آپکو جا کر اٹھاؤں اور پھر" سناؤں۔۔"اسکے مزہ لے کر بتانے پر مہزلہ نے گھورا تھا۔

"اب میرا جینا حرام کرو گے تم۔۔"

ابھی کیا ہی کہاں ہے۔۔میں نے مارویل کی اتنی ساری مویز جمع کی ہوئی ہیں"

"سب دیکھنی ہیں آپکو میرے ساتھ۔۔

نیور۔۔مجھے بلکل نہیں پسند مویز۔۔تمہارا جو نیا دوست بنا ہے اسے بلا"

لینا۔۔"زرغان نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"آپ پرامس توڑ دو گی۔۔؟"

میں نے پرامس کب کیا۔۔؟"مہرلہ کی بھنویں سکڑیں تھیں۔"بس کمٹمینٹ"

"ہوئی تھی۔۔

"___تو یہ تو پرامس سے بھی بڑا ہوتا ہے ہماری ٹیچر کہتی ہیں"

اچھا بس گیانی بابا۔۔"زرغان اسکے ہار ماننے پر کھلکھلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔"

مورے نے ہمارا شیک بنا دیا ہو گا۔۔میں یہیں لا رہا ہوں۔۔بیٹھی"

رہیں۔۔"اور چھلاوے کی طرح اندر غائب ہو گیا۔جبکہ مہرلہ کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔زرغان الگ اسکا دشمن بنا تھا۔مورے اسکا اور زرغان کا شیک بناتی تھیں۔اور وہ ٹال بھی نہیں سکتی تھی کہ زرغان کو بھی چھوڑنے کا بہانہ مل جاتا تھا۔

شال اپنے گرد لپیٹتے ارد گرد دیکھنے لگی۔ جب اسکی نگاہ اپنے ہی گھر پر ٹھہر گئی۔ جو اسکا تھا۔۔! اسکے نام تھا۔۔

تم ڈگری مکمل کرنا باقی میں سنبھال لوں گا۔۔'ایک گھمبیر آواز اسکے کانوں میں' ابھری تھی۔ اور نجانے کب لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ بینچ سے موبائل اٹھاتے اسفندیار کی چیٹ دیکھی۔ جو دو گھنٹے پہلے کا آن لائن شو ہو رہا تھا۔ منہ بسورتی موبائل سائیڈ پر رکھ گئی۔ صبح سے اس شخص کی کوئی خبر ہی نہیں تھی پتہ نہیں کہاں مصروف تھا۔ جب اسے گھر کے عقب سے جہاں کوارٹرز بنے تھے۔ خوشحال خان آتا نظر آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی فوراً نظر جھکا گیا تھا۔

"! سلام بی بی۔۔"

تمہارے خان کہاں ہیں۔۔؟" اسے حیرت ہوئی تھی آج اسفندیار نے اپنے" آکسیجن ماسک کو چھوڑا ہوا کیسے تھا۔

خان ڈیرے پر ہیں۔۔ جرگے کے کچھ اہم معاملات میں الجھے" ہیں۔۔" سر جھکائے مودب انداز میں جواب دیا۔

"اور تم۔۔؟ تم کیسے ان کے ساتھ نہیں ہو۔۔؟" اسکے کھوجتے انداز پر خوشحال خان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بی بی جی مجھے کورٹ میں زمینوں کے کیس میں بھیجا تھا خان نے۔۔" اسے وضاحت دینی پڑی۔ "اجازت دیں۔۔!" وہ آگے بڑھ رہا تھا مگر مہزلہ نے روکا۔

"جی بی بی۔۔؟"

"بہت زمینیں ہیں تمہارے خان کے پاس۔۔؟" اسکے نئے اور عجیب و غریب سوال پر وہ پھر حیران ہوا تھا۔

"جی بی بی جی بہت۔۔!"

"اور گھر۔۔؟"

"گھر بھی کئی ہیں۔۔مانسہرا میں پنڈی میں لاہور میں یہاں بہت سے گھر ہیں۔۔مگر۔۔"

"مگر کیا۔۔؟" مہزلہ کی بھنویں سکڑیں۔۔اور خوشحال خان اس خوبصورت گھر کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

یہ گھر ان کا پسندیدہ ہے۔۔جب بھی فراغت ملتی یا دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے شروع سے اسی گھر آتے تھے۔۔"وہ شروع سے اسفند یار کا وفادار تھا اسکی پسند اسکے مشغلے اسکی سر گرمیاں اسے بخوبی معلوم تھیں۔جبکہ مہزلہ کو لگا اسکا دل اس پل دھڑکنا بھول گیا ہو۔" مگر پھر ابا صاحب کی آسانی کے لیے اس گھر کو سیاسی گڑھ بنا دیا تھا۔۔لیکن آپ کے آنے پر تمام سیاسی سر گرمیاں بند کر دی گئی ہیں۔۔"وہ ساکت کھڑی اس سفید چمچماتے بنگلے کو دیکھ رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے۔۔

او۔۔اور اس گھر کی کیا قیمت ہو گی۔۔مطلب ایک اندازے"

کے مطابق۔۔"اسے سوال کرتے ہوئے ہی اپنا دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔جبکہ ہاتھ ٹھنڈے پڑنے لگے تھے۔

"!لگ بھگ دس سے پندرہ کروڑ۔۔"

کیا۔۔!!!"مہزلہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔جبکہ خوشحال خان اب" پریشان سا ہو گیا۔

"بی بی جی کوئی مسئلہ ہے آپکو۔۔؟"

نہ۔۔ نہیں۔۔ جاؤ تم۔۔ "لب تر کرتی وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھ "
گئی۔ اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کئی ایسے سوال اسکے ذہن میں جنم لے
رہے تھے جن کے سوال بس ایک شخص دے سکتا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ
اسفندیار خان آخر اس سے کیا چاہتا تھا۔ بلکہ وہ کیا تھا کیا سوچتا تھا اسے بلکل بھی
علم نہ تھا۔ اصل بات تو یہ تھی وہ اس شخص کو سرے سے جانتی ہی نہ تھی۔

****

یہ کیا بنایا ہے آپ نے مورے۔۔ میں نے کہا بھی تھا۔۔ مجھے نہیں کھانا"
یہ۔۔!" وہ کھانے کی ٹیبل پر آئی تو آلو گوشت دیکھ اسکا موڈ مزید بگڑ گیا۔ جبکہ
روشینا اور زرغان خاموشی سے کھا رہے تھے۔

کہا کب تھا۔۔؟ آٹھ بجے تو آٹا گوندھا ہے میں نے تمہارے اس پیزا کا۔۔ اب "
"یہ خاموشی سے بیٹھ کر کھالو۔۔ کل بنادوں گی۔۔

یہ کہتا ہے تو فوراً کھڑی ہو جاتی ہیں۔۔ مجھے ابھی کھانا ہے۔۔ نہیں کھاؤں گی "
یہ۔۔" زرغان کو گھورتی وہ غصیلے لہجے میں بولی تھی۔

تو کھاتی تو آپ بھی ہو۔۔ صرف میں اکیلا تو نہیں کھاتا۔۔"زرغان نے بھی"
جواباً اُسے گھورا تھا۔
"!وہ اس لیے کھاتی ہوں کہیں فٹ بال نہ بن جائے کھا کھا کر موٹا۔۔"
وہ تو اب آپ بنو گی جس حساب سے پیزا کھا رہی ہو۔۔"وہ نوالہ چباتا مزے"
سے ہنس دیا تھا۔
میں منہ توڑ دوں گی تمہارا۔۔ مورے اسے چپ کروائیں۔۔"روشینا نے اپنا"
سر پیٹ لیا۔
زرغان خاموشی سے کھانا کھاؤ ورنہ مار لگا دوں گی۔۔اور تم۔۔"اس بار مہزلہ"
کی جانب دیکھا۔
"خاموشی سے بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔۔ نیند کی دوا لینی ہے پھر تم نے۔۔"
نہیں کھاؤں گی۔۔اور اب خود بنالوں گی اپنے لیے میں۔۔آپ بیٹے کی"
خدمتیں کریں۔۔"پاؤں پٹختی جھنجھلاتی ہوئی کچن کی سمت بڑھ گئی۔روشینا سر
پکڑ گئیں۔مگر جتنی وہ ضدیں کر کے انکا ناک میں دم کی ہوئی تھی وہ اسے اسکے

حال پر چھوڑتیں اپنے کھانے کی سمت متوجہ ہو گئیں۔انہیں معلوم تھا اسے بنانا تو کچھ آتا نہیں لہذا تھک ہار کر واپس آجائے گی۔

****

رات کے دس بج رہے تھے جب اسکی کار سردار ہاؤس کے پورچ میں آکر رکی تھی۔ابا صاحب پچھلے ایک ہفتے سے پیشاور میں تھے۔دریاب کو اس نے پنڈی جانے سے فلحال روک لیا تھا کہ حویلی میں کوئی مرد نہ تھا۔وہ بھی گزشتہ دو تین دن سے یہیں تھا۔کار سے اترتے خوشحال خان سے کورٹ کے معاملات کے بارے میں استفسار کرنے لگا۔اس نے زمینوں کا کیس پھر کھلوا دیا تھا۔جس پر اسکا مخالف گروہ سے کئی سال سے تنازعہ چل رہا تھا۔مگر سیاسی معاملات کے پیش نظر ابا صاحب نے اس جانب سے آنکھیں بند کر لیا تھیں۔مگر اب وہ ان لوگوں کے ہوش ٹھکانے لگانے والا تھا۔

اس سے بات کر کے وہ گھر کی سمت بڑھ گیا۔ڈور بیل پر دروازہ ملازمہ نے کھولا تھا۔لاؤنج میں ہی اسے زرغان اور روشینا بیٹھے نظر آگئے۔سلام کرتا انہی کے ساتھ آبیٹھا۔

لالا آج تو آپا کھانا بنا رہی ہیں۔۔! "زرغان فوراً ایکسائیٹڈ ہوتا آنکھیں چمکا کر "
بولا۔ تو جہاں اسفندیار کے چہرے پر بے انتہا شاک ابھرا تھا وہیں روشینا اسے گھور گئیں۔

خاموش رہو۔۔! خاناں آپ منہ ہاتھ دھو لیں میں کھانا لگواتی "
ہوں۔۔" انہوں نے جگہ سے اٹھتے کہا تو اسفندیار کی نگاہ بے اختیار ہی آپن کچن تک گئی جہاں وہ رخ موڑی نجانے کیا کر رہی تھی۔

اس نے بنایا ہے کھانا۔۔؟" اسکے لہجے میں موجود حیرت پر روشینا پہلو بدل "
گئیں۔

نہیں خاناں۔۔ یہ تو اپنے لیے نجانے کیا بنا رہی ہے۔۔ میں نے آلو گوشت بنوایا "
ہے۔۔" ایک گھوری بیٹی کی پشت پر ڈالی تھی۔ جو ایک گھنٹے سے گھسی نجانے کیا برباد کر رہی تھی اور انہیں کچن میں گھسنے بھی نہیں دے رہی تھی۔

لالا تو آپا کے ہاتھ کا ہی کھائیں گے۔۔ کیوں آپا۔۔" اس نے کچن میں کھڑی "
مہزلہ کو مخاطب کیا تھا۔ وہ جو موبائل سے ریسیپی پڑھتی چکن میں اجزاء میرینیٹ

کر رہی تھی۔ فوراً پلٹی تھی۔ اور سامنے صوفے پر سفید کرتا شلوار میں ملبوس اسفند یار کو دیکھ بے اختیار لب تر کر گئی۔

"لالا ایک نئی ریسیپی ٹرائے کر رہی ہیں آپا۔۔" زرغان کے مزہ لینے پر مہزلہ نے خونخوار نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ جبکہ اسفند یار کی نگاہیں تو اس جوالا مکھی پر ٹھہر گئیں تھیں۔ ڈارک بلو کرتا پاجامہ میں ملبوس آستینیں اپنے دودھیا گداز بازوؤں تک چڑھائی۔ بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹی تھی۔ چہرہ بھی غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"یعنی فرسٹ ٹائم بنایا جا رہا ہے۔۔ تو پہلے تم ہی ٹرائے کرو گے۔۔ گھر کے چھوٹے سے شروعات کی جاتی ہے۔۔" اس پر نظریں جمائے بڑے اطمینان سے بولا۔

"میرا تو پیٹ فل ہے۔۔ ایک نوالہ بھی کھانے کی جگہ نہیں۔۔ یہ تو آپا آپ کے لیے بنا رہیں۔۔ کہہ رہیں تھیں اسفند بھوکے آئیں گے اس ___ مورے۔۔!!" وہ وہیں کچن سے چیخی تھی۔ "اسے چپ کروائیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"

زرغان۔۔!" روشینا نے اسے تنبیہی پکارا۔"

وہ تو لالا بتائیں گے آپکا کھانا ٹرائے کر کے کہ آپ زیادہ بری ہو یا آپکی"

ڈش۔۔" ماں کی تنبیہہ پر بھی وہ باز نہ آیا تھا اور کھلکھلاتا اسے سلگا گیا۔ روشینا نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے بیٹے کو گھورا تھا۔ جبکہ اسفندیار مہزلہ کی حالت پر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ مگر زرغان کو گدی سے پکڑ گیا۔

بیٹا زیادہ مت بولو۔۔ ورنہ اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا یہ ڈش تمہیں۔۔" اسکی" دھمکی پر زرغان واقعی ڈر گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ کے تو آگ ہی لگ گئی۔

یہ میں اپنے لیے بنا رہی ہوں اور کسی کے لیے نہیں۔۔!" ایک تیز نگاہ زرغان" اور اسفندیار پر ڈالتی رخ موڑ کر واپس اپنے کام میں لگ گئی۔

واو لالا یو آر لکی۔۔ بچت ہو گئی۔۔!" اس بار وہ سرگوشی میں ہی بولا تھا۔ اور" اسفندیار کی مونچھوں تلے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ روشینا نے اس سے ایک بار پھر کھانے کا پوچھا تھا مگر وہ ابھی بھوک نہیں کہہ کر ٹال گیا تھا۔ کچھ دیر میں روشینا نے زرغان کو سونے بھیج دیا تھا اور خود بھی نماز پڑھنے چلی گئیں تھیں۔ جبکہ وہ اب تک اپنے کھانے میں لگی تھی۔

اور کتنی دیر لگے گی 'تمہارے' کھانے میں۔۔؟" مہزلہ اسکی قریب سے ابھرتی" آواز پر یکدم پلٹی تھی۔اور اسی پل اس کے منہ پر فلیش آن ہوئی تھی۔اس نے چونک کر اسکی جانب دیکھا تھا۔مگر وہ تب تک تصویر لیتا موبائل کرتے کی پاکٹ میں ڈال گیا۔

پک کیوں لی ہے میری۔۔؟" تیوری پر بل ڈالتے اسے دیکھا تھا۔اسفندیار" جواب دینے کے بجائے اسکی سمت قدم بڑھا گیا۔وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی۔مگر اسفندیار اسے سلیپ سے لگاتا راہ مسدود کر گیا۔

ہٹیں۔۔؟" اس نے فوراً اسکے عقب میں دیکھا وہ تو شکر تھا لاؤنج خالی تھا۔" سخت بھوک لگ رہی ہے اس وقت اگر تم نے اپنا کھانا نہیں کھلایا مجبوراً تمہیں" کھانا پڑے گا۔۔" اسکے رخسار کو آہستہ سے لبوں سے چھوتا سرگوشی میں بولا تھا۔مہزلہ نے ترش نگاہ اس پر ڈالی۔

کیوں ابھی تو بڑی برائی ہو رہی تھی میری زرغان کے ساتھ مل کر۔۔اب میرا" کھانا کھانا ہے۔۔" اسکے سلگنے پر اسفندیار نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ ضبط کی تھی۔اور اسکے رخسار پر لگا آٹا انگوٹھے کی مدد سے ہٹانے لگا۔

ہاں کیونکہ ایسے معجزے کم ہی ہوتے ہیں۔۔پھر نجانے کب تم کچن میں قدم" رکھنے کا شرف بخشو۔۔"اسکا انداز سراسر چھیڑتا ہوا تھا۔مہزلہ مزید تپی۔

جھوٹ بولنے سے پہلے انسان کو یہ سوچ لینا چاہیے کہ سامنے کھڑا ابھی بدھو" نہیں۔۔کتنی بار میں نے چائے اور کافی بنائی ہے کھانے گرم کر کے دیے ہیں۔۔۔مگر کچھ لوگ بہت ہی ان گریٹ فل ہیں۔۔"اسفندیار اسکے غصیلے لہجے میں کہنے پر کچھ اور قریب ہوا تھا۔

یعنی یہ بدھو میرے لیے کچن میں پہلے بھی جا چکا ہے۔۔"اسفندیار پر لطف لہجے" میں کہتا مزید نزدیک ہوا تھا۔اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسکی گرفت سے نکلنا چاہا۔

میں آپ کے لیے نہیں اپنے لیے۔۔"اس سے لڑتی وہ اتنی پیاری اور اپنی اپنی" سی لگی تھی اسفندیار بے اختیار فاصلے سمیٹ گیا۔جبکہ اسکی بے باکی پر مہزلہ کی آنکھیں پھٹ گئیں۔یہ آپشن کچن تھا کسی کا بھی گزر ہو سکتا تھا۔خاص کر زرغان کا جو پورے گھر میں چھلاوے کی طرح گھومتا تھا۔

شرم نہیں آرہی آپ کو۔۔" اسکے جدا کرنے پر وہ تڑپتی سرخ چہرہ لیے ابھی اسے گھور ہی رہی تھی کہ اسی پل اوون کی بیپ ہوئی تھی۔اور مہزلہ سب بھولی بے ساختہ پلٹی تھی۔اسکے چہرے پر الگ ہی چمک سی پھیلنے لگی۔"ریڈی ہو گیا پیزا۔۔"خود کلامی کرتی اسفندیار کا اپنے گرد بندھا حصار توڑنے لگی مگر اس نے نا چھوڑا۔مہزلہ نے بے چین ہوتے اسکی جانب دیکھا اور جھنجھلا کر بولی۔۔

"کیا مسئلہ ہے چھوڑیں میرا پیزا ریڈی ہو گیا ہے۔۔"

مگر مجھے پیزا سے زیادہ انٹرسٹ کسی اور چیز میں ہے۔۔"گھمبیر لہجے میں کہتے اسکی ٹھوڑی اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام لی تھی۔

کیا مسئلہ ہے۔۔!! مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔!"اسکے دبی دبی آواز میں غرانے پر نرمی سے رخسار پر لب رکھتا آزاد کر گیا۔مہزلہ دھڑکتا دل لیے اوون کی سمت بھاگی تھی۔"ٹھہرو۔۔۔!"اسے بنا گلوز پہنے بے احتیاطی سے کام کرتا دیکھ اسفندیار نے رعبدار لہجے میں ٹوکا تھا۔اور سلپ سے گلو اٹھا کر پہنتے اسے دور کر دیا۔مہزلہ نے لب کاٹتے اسکی سمت دیکھا جو اوون کھولتا پیزا کی ٹرے نکال رہا تھا۔اسے ٹینشن اور ایکسائیٹمینٹ بیک وقت ہوئی تھی۔

مگر جب پیزا سامنے آیا جہاں اسفندیار کے لبوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ ابھری تھی وہیں مہزلہ کا صدمے سے منہ کھل گیا۔

یہ اتنا پھول کیسے گیا۔۔؟"اس نے صدمے کی کیفیت میں بن کی شکل میں بنے" اپنے پیزا کو دیکھا تھا۔

خوشی کے مارے۔۔ تمہارے ہاتھ جو لگ گئے اسے۔۔"اسفندیار نے اسکے" کان کے نزدیک جھکتے گھمبیر لہجے میں سرگوشی کی تھی۔ مہزلہ نے سلگ کر اسکی جانب دیکھا۔اور اسے مسکراہٹ ضبط کرنی مشکل ہوگئی۔ مہزلہ دوسرے گلو سے ٹرے اس سے لیتی سلپ پر رکھ گئی۔دو گھنٹے کی محنت کا نتیجہ اسکا بی پی لو کر گیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا یہ اتنا پھولا کیوں تھا۔

اسے کھانا پڑے گا ہمیں۔۔؟"اسفندیار نے اسے عقب سے حصار میں لیتے" استفسار کیا۔ مہزلہ اسکے لہجے میں چھپی شرارت پر کھولتی اسکا حصار توڑ کچن سے نکل گئی تھی۔ سیڑھیوں کی جانب بڑھتے اس نے اسفندیار کی پکار سنی تھی۔ مگر پلٹ کر نہیں دیکھا۔ کمرے میں آکر وہ منہ بسورتی لیٹ گئی تھی۔آج اسے

احساس ہوا تھا کھانا بنانا کتنا مشکل کام تھا۔ اور اب اتنی محنت کے بعد اسکے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

اس سے تو بہتر تھا آلو گوشت ہی کھا لیتی۔۔' اور پھر نجانے کتنی دیر تک کروٹیں بدلتی رہی۔ 'یقیناً مورے نیچے کھانا کھلا رہی ہوں گے اپنے چہیتے کو۔۔ کیسے بے حس ہیں یہ نہیں کہ مجھے بھی پوچھ لیں۔۔ کتنا غلط ہوتا ہے اس حالت میں بھوکا رہنا۔۔ مگر نہیں میرا کہاں احساس ہوگا انہیں۔۔' دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ اور رخ موڑی لیٹی رہی۔

"اٹھو۔۔!"

تم سے کہہ رہا ہوں اٹھو۔۔!" اسے اکڑا پڑا دیکھ اسفندیار نے بازو سے پکڑ کر" اٹھایا تھا۔ مہزلہ نے خفگی بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ مگر اسکے ہاتھ میں موجود سامان دیکھ وہ حیران رہ گئی۔ اسفندیار پیزا کا ڈبا، ایک ڈسپوزایبل بوکس اور ڈسپوزایبل گلاسز جن میں سے ایک میں کولڈ ڈرنک تھی اور ایک میں جوس تھا شاید۔ تمام سامان لیے ٹیبل کی سمت بڑھ گیا۔

آؤ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔۔" مہزلہ فوراً اسکی جانب بڑھ گئی۔اس وقت اتنی بھوک لگ رہی تھی کہ ناراضی دکھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔اسکے برابر میں بیٹھتے لارج پیزا کا باکس کھول گئی۔جبکہ اسفندیار سیلڈ کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ پیزا سے لطف اندوز ہوتے اس نے ایک کے بعد دوسرا سلائس اٹھاتے اسفندیار کو دیکھا جو سلاد کا خالی بوکس ایک جانب رکھتا اب اسکی سمت متوجہ ہوا تھا۔صوفے پر پھیل کر بیٹھتے ایک ہاتھ اسکے پیچھے رکھتا اسکے بال تھام گیا۔مہزلہ نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا مگر اپنے کھانے میں لگی رہی۔

"کیسا ہوا پیپر۔۔۔؟" اسکی گھمبیر آواز پر اس نے بے اختیار نوالہ نگلا تھا۔اور سر اثبات میں ہلا گئی۔"ورڈز۔۔!

صحیح ہوا۔۔" اسفندیار نے جوس اسکی سمت بڑھایا تو مہزلہ نے گلاس پر آنکھیں چھوٹی کیں تھیں۔

"پیزا کے ساتھ جوس کون پیتا ہے۔۔؟"

"کالڈ رنک والا تمہارا مزاج نہیں۔۔" کیونکہ پرسوں کے سلش کے بعد اسے بری طرح چھینکیں لگ گئیں تھیں۔خاموشی سے تھامتی چھوٹے چھوٹے سپ

پینے لگی۔ پیٹ تو فل ہو ہی چکا تھا۔ اسفندیار اسکا آدھا بچا سلائس اٹھاتا بائٹ لے گیا۔ "صرف ان دو سلائس کے لیے جنگ تھی ساری۔۔ خوراک تو چڑیاؤں جیسی ہے تمہاری۔۔" وہ ہونٹ سکیڑتی اٹھ رہی تھی مگر وہ ہاتھ تھام کر اپنے نزدیک کرتا حصار باندھ گیا۔ مہزلہ بے اختیار اسکے سینے پر ہاتھ رکھ گئی۔

آج ہوئی واٹنگ۔۔؟" مہزلہ نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔"

پوچھ تو ایسے رہے ہیں جیسے میرے پیچھے مخبر نہیں لگائے ہوئے۔۔"اس نے" طنز کرتے شرمندہ کرنے والے انداز میں کہا تو اسفندیار کے گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

مگر بیوی سے بھی پوچھنا پڑتا ہے تاکہ اسے شک نہ ہو۔۔"وہ بھی کہاں شرمندہ" ہونے والا تھا۔ مہزلہ اسکی ڈھٹائی پر خشمگین نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ اسفندیار حیران تھا کہ صرف یہ واحد پیس تھا جو اسے یوں آنکھیں دکھانے کی ہمت رکھتا تھا۔

اگر میں تم سے پوچھوں کہ کیا تمہیں حویلی واپس جانا ہے تو تمہارا جواب کیا" ہوگا۔۔؟" براہ راست اسکی آنکھوں میں دیکھتا سوال کر گیا۔ مہزلہ کی بھنویں الجھن میں سکڑی تھیں۔

میں کیوں جاؤں گی وہاں جب اپنے گھر میں ہوں۔۔" اسکے منہ سے بے ساختہ " نکلا تھا۔ اسفندیار بنا پلک جھپکائے اسے دیکھتا رہا۔ اور پھر مسکراہٹ ضبط کرتا سر اثبات میں ہلا گیا۔

بلکل۔۔اب تو چاہو تو جسے پسند نہ کرتی ہو اسے نکال بھی سکتی ہو۔۔" اسکے " شریر لہجے پر وہ نظریں گھوما گئی۔

کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑے۔۔ویسے بھی مجھے پتہ چل" گیا ہے کتنا ویلیوایبل ہے یہ گھر۔۔" اسکے مغرورانداز میں کہنے پر وہ چونکا تھا۔

اچھا۔۔؟اور تمہیں کس نے بتایا۔۔؟" اسکے کھوجتے انداز پر مہزلہ نے بڑی" پراعتمادی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

میرے اپنے ذرائع ہیں۔۔!" اسفندیار اسکی چمکتی آنکھوں کے سحر میں جکڑ گیا" تھا۔ یہ لڑکی اپنی انہی نظروں سے اسے زیر کر دیتی تھی۔ کبھی جو محبت سے دیکھ لیتی تو وہ کیا کرے گا۔۔؟

کیوں کیا ہے یہ گھر میرے نام۔۔؟" مہزلہ نے اس بار سنجیدگی سے پوچھا تھا۔" اس سے بہتر آپشن کوئی ملا ہی نہیں ورنہ وہ کر دیتا۔۔" فاصلے مٹاتا اسے خود سے" نزدیک کر گیا۔

****

دن تیزی سے پر لگا کر اڑ رہے تھے۔ اسفندیار کا وقت دونوں جگہ برابر گزر رہا تھا۔ وہ ایک ہفتہ مہزلہ کے ساتھ رہتا اور ایک ہفتہ حویلی۔ مگر اسکا دل اب شدت سے سردار ہاؤس جانے کا کرتا اور کسی نہ کسی بہانے سے وہ پہنچ بھی جاتا تھا۔ کبھی مہزلہ کی میڈیسن کے بہانے سے کبھی اسکے ڈاکٹر کی اپوائنٹمینٹ تو کبھی 'یونہی گزر رہا تو ملتا ہوا جاؤں'۔ مہزلہ دن بدن حسین ہوتی جا رہی تھی۔ ایک طرف جہاں وہ اپنے انسومنیا پر قابو پا رہی تھی۔ وہیں ماں بننے کے احساس نے اسے مزید دلکش بنا دیا تھا۔ جس میں سب سے بڑا ہاتھ اسکی بڑھتی صحت کا تھا۔

اسکے اور اسفند یار کے درمیان تعلقات کافی حد تک خوشگوار ہو چکے تھے۔ وہ بلا جھجک اسے اپنے لیے کھانا آرڈر کرنے کو کہتی تھی۔ ہفتے میں ایک بار تو وہ وقت نکال کر ضرور کہیں نہ کہیں اسے لے جاتا تھا۔ اور یہ ویکینڈ پر ہی ممکن ہوتا تھا۔ کیونکہ پورا ہفتہ مہزلہ کی پڑھائی کی نظر ہو جاتا تھا۔ اب اکثر وہی اسے یونیورسٹی یا ہاسپٹل سے پک کر لیتا تھا۔ دن بھر کی مصروفیات کے باوجود مہزلہ کی اس سے ایک لڑائی پکی تھی۔ اور اگر اس سے نہ لڑ پاتی تو زرغان سے تو ضرور لڑتی تھی۔

ان گزرے آٹھ ماہ میں درخنے بس ایک یا دو بار ماں سے ملنے آئی تھی۔ وہ بھی گلریز کے بغیر۔۔ جبکہ مہزلہ نے بتایا تھا اسکی اور درخنے کی روز بات ہوتی ہے۔۔ اور پچھلے تین چار ماہ سے وہ گلریز کے ساتھ لاہور گئی ہوئی تھی۔ اکثر مہزلہ اسے درخنے اور گلریز کی مختلف جگہوں کی تصویریں دکھاتی رہتی تھی۔ جس میں درخنے الگ ہی خوش نظر آ رہی ہوتی تھی۔ اور وہ بخوبی سمجھ جاتا تھا کہ مہزلہ اسے کیا جتانا چاہ رہی ہوتی تھی۔ جس پر وہ اور کھول جاتا تھا۔

پچھلے دو دن سے وہ حویلی میں ہی تھا۔ ابھی وہ ڈیرے سے لوٹا تھا۔ اس نے مہزلہ کو کال کی تھی مگر وہ ریسو نہیں کر رہی تھی۔ یقیناً یا تو سو رہی ہو گی یا زرغان کے ساتھ اتنی ٹھنڈ میں گارڈن میں پہنچی ہو گی۔ اس لڑکی کو بھی جیسے جنون ہو چلا تھا کہ وہی کرنا تھا جس سے روکا جائے۔ روشینا نے اسے نیچے شفٹ ہونے کا کہا تھا کہ اب ان آخری ماہ میں اس کے لیے زیادہ اترچڑھ اچھی نہ تھی۔ مگر اس نے نہ سنی۔ اسی طرح گارڈن میں جا جا کر خود کو کئی بار زکام لگا چکی تھی۔ جنک فوڈ کھا کر ایسڈیٹی ہوتی جس کی وجہ سے پھر راتوں کو جاگتی اور اس سے لڑ پڑتی۔۔

اس نے گھنی مونچھوں تلے لبوں پر مسکراہٹ لیے صوفے کی پشت سے سر ٹکاتے موبائل کی گیلری آپن کرلی۔ جہاں اب صرف اس لڑکی کی تصویریں بھری ہوتی تھیں۔

کہیں زرغان کے ساتھ بیٹھی۔۔

کہیں کچھ کھاتی۔۔

کہیں روشینا سے کچھ کہتی۔۔۔

تو محبت ہو گئی آپکو اس سے۔۔! "عقب سے ابھرتی زمدہ کی زخم خوردہ آواز پر" اس نے چونکتے پلٹ کر دیکھا تھا۔ جہاں وہ کھڑی آنکھوں میں عجیب سا تاثر لیے مسکرا رہی تھی۔

****

آئینے کے سامنے کھڑی وہ خود کو دیکھ رہی تھی۔ کتنا بدل گئی تھی وہ۔۔۔! اسکا چہرہ۔۔اسکا وجود۔۔اسکی آنکھیں۔۔پہلے سے کتنی کمزور ہو گئی تھی وہ۔بے رونق آنکھوں کے گرد گہرے حلقے۔ جبکہ ویٹ بھی خاصہ کم ہو گیا تھا۔ بریال اور اسکی شادی کو ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ مگر اسکے ہاں کوئی خوشخبری نہ تھی۔ پھپھی تو اب اس پر دبے لفظوں میں طنز کرنے لگیں تھیں۔ مگر وہ کیا بتاتی انہیں کہ ان کے بیٹے کو ہی اولاد کی خواہش نہ تھی اس انمول نعمت میں دلچسپی نہ تھی۔ وہ واضح الفاظ میں اسے کہہ چکا تھا کہ تین چار سال تک بچہ نہیں چاہتا۔ جس پر وہ چپ ہی رہ گئی تھی۔

جبکہ بریال کے اسکے ساتھ رویے کی بات کی جاتی تو جیسے وہ ایک انجان شخص کے ساتھ زندگی گزار رہی تھی۔اس نے دوبارہ اس پر ہاتھ تو نہیں اٹھایا تھا۔ مگران کی زندگی میں کچھ بھی تو ایسا نہ تھا جو ایک شادی شدہ زندگی کو خوبصورت بناتا ہے۔ بریال خان کیا کرتا تھا کہاں جاتا تھا کس سے ملتا تھا اسے کچھ خبر نہ تھی۔ اگر وہ اب بھی گھر سے باہر کسی صنفِ مخالف سے ملتا بھی تھا تو اسے نہیں معلوم تھا۔ بریال خان کی زندگی کے کسی پہلو کا اسے علم نہ تھا۔ان کا رشتہ اس مقام پر کبھی پہنچا ہی نہ تھا کہ اسے یہ حق حاصل ہوتا۔ کوئی گداز جذبہ یا دوستانہ تعلقات ان میں سرے سے تھے ہی نہیں۔ وہ کوشش بھی کرتی تو بریال ناگواری یا سرد مہری کا اظہار کر دیتا۔ وہ اس شخص کے تمام حقوق پورے کرنے کے بعد بھی تنہا اور تہی داماں تھی۔

اسے گھر گئے جانے کتنے کتنے دن گزر جاتے تھے۔جب مہینے سے بھی اوپر ہو جاتا اسے بریال سے منت کرنی پڑتی تھی۔اور تب جا کر وہ صرف صبح سے شام تک جانے کی اجازت دیتا۔ بس وہی ماں اور بہن بھائی کے ساتھ بتائے چند گھنٹے ہی اسکی زندگی کا محور بن چکے تھے۔

گہری سانس بھرتی بال فولڈ کر کے آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی۔ آج صبح اس نے روشینا کو کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ شام تک آئے گی کیونکہ بریال آج دوپہر میں لاہور جا رہا تھا۔ پھر پھپھی بھی شاید زمدہ کے پاس چلی جاتیں۔ مہزلہ کی ڈلیوری کے دن ویسے بھی قریب آ رہے تھے۔ وہ تو کب سے اسکے پیچھے پڑی تھی۔ اور سناتی الگ تھی۔ بریال کی پیکنگ وہ کر چکی تھی۔ اور یہی بتانے کے لیے وہ کمرے سے نکل گئی۔ بریال اس وقت پھپھی کے کمرے میں تھا۔ اسکے قدم بھی اسی سمت بڑھ گئے۔

مجھے یقین نہیں آ رہا بریال۔۔ یہ کس راہ پر نکل گیا ہے تو۔۔"اس سے پہلے وہ" نیم وا دروازہ پورا کھول کر اندر داخل ہوتی پھپھی کی نم غصیلی آواز نے اس کے قدم جہاں تھے وہیں جما دیے۔"کیا بگڑا تھا لالا نے تیرا۔۔ انہوں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔۔"زرتشہ کو لگا کسی نے اسکے قدموں کے نیچے سے زمین کھینچ لی ہو۔

ہونہہ۔۔وہ بوڑھا کتنی بڑی رکاوٹ تھا تم نہیں جانتیں مورے۔۔ تمہیں" سیاست نہیں آتی۔۔" بریال کی نفرت میں ڈوبی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

وہ تیرا ماموں تھا۔۔تو قاتل کیسے بن گیا۔۔"اب کی بار پھپھی بے بسی سے رو" پڑیں تھیں۔

یہاں سب ہی کے ہاتھوں پر کسی نہ کسی کا خون ہے مورے۔۔کوئی شریف" نہیں اور اپنا حق لینے کے لیے مجھے مزید کو بھی راستے سے ہٹانا پڑا میں ہٹاؤں گا۔۔"اسکے لہجے سے ٹپکتا انتقام زرتشہ کا دل لرزا گیا۔جبکہ رنگت سفید پڑھتی جا رہی تھی۔یوں جیسے جسم کا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔

کونسا حق۔۔ کس حق کی بات کر رہا ہے۔۔؟"وہ چیخی تھیں۔"

سرداری کا حق۔۔۔!!! وہ خبیث اسفندیار سمجھ رہا ہے میں اس گدی کے اتنی" آسانی سے مزے لینے دوں گا۔۔۔!! ہونہہ۔۔۔!! ایک بار بچ گیا دوبارہ میرا نشانہ نہیں چونکے گا۔۔" پھپھی صدمے سے اسے دیکھے گئیں۔جبکہ زرتشہ بے جان ہوتی ٹانگوں کے سبب گرنے سے بچنے کے لیے دیوار کا سہارا لے گئی۔

"تو۔۔یعنی۔۔خاناں۔خاناں کو بھی تو نے۔۔؟اتنا گھٹیا ہو گیا اپنی بہن کے سہاگ کو۔۔؟میری اولاد نہیں ہو سکتا تو۔۔"انکی بے یقینی بھری آواز زرتشہ کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔اور اگلے ہی پل بریال طنزیہ ہنس پڑا۔

"زیادہ بھولی مت بنو۔۔جیسے پہلی بار قتل کا سن رہی ہو۔۔۔کیا ابا نے پھپھی کو گلا گھونٹ کر نہیں مارا تھا۔۔؟اور پھر الزام برلاس ماما پر ڈال دیا کہ اسکی وجہ سے خودکشی کی ہے۔۔جبکہ ابا کا اپنا جائیداد کا چکر تھا اور یہ بات تمہیں معلوم تھی۔۔اور تمہاری بیٹی جس کے سہاگ کی پڑی ہے اس نے کیا کیا مہزلہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے چکر میں اپنا بچہ گنوادیا۔۔؟میں اسکی پرواہ کروں۔۔؟"تو ثابت ہوا تھا بریال خان اپنی ماں بہن کا بھی نہیں تھا۔گل بینا سکتے میں بیٹھی بس بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔

"اب بہتر ہے میرے معاملات میں دخل مت دو کیونکہ ان دونوں خبیثوں کی موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔۔پھر سرداری ہر حال میں میری ہے۔۔"اسکا جنونی لہجہ زرتشہ کے اندر اندر تک زہر گھول گیا تھا۔جبکہ آنسو ایک

قطار کی صورت اسکی آنکھوں سے گر رہے تھے۔اس نے اپنی زندگی کے ڈیڑھ سال ایک قاتل درندے کے ساتھ گزار دیے تھے۔۔۔!!

"کیوں اپنی زندگی تباہ کر رہا ہے بریال۔۔اب بھی وقت ہے کر جا" پھپھی اسکے آگے بلکتیں رو پڑیں۔وہ ہر گز بھی اسکے ساتھ بیٹی کی بھی زندگی برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"میری زندگی۔۔؟اس آوارہ کے ساتھ تجھے لگ رہا ہے میں زندگی گزار رہا ہوں۔۔؟نہیں مورے صحیح وقت کے انتظار میں ہوں کب اسکے عاشق دریاب کو قبر میں اتاروں اور پھر اسے بتاؤں۔۔" بریال کی پھنکار پر باہر کھڑی زرتشہ متحیر چہرہ لیے یکدم پیچھے ہٹی تھی۔

"یہ یہ کیا کہہ رہا ہے تو۔۔ہوش میں ہے۔۔"

"ہوش تو اب میں ٹھکانے لگاؤں گا۔۔بس ذرا صبر کر۔۔"

"تو پاگل ہو گیا ہے کیسی۔۔کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔۔اگر کسی پتہ چل گیا۔۔؟"

جس کو بھی خبر ہوئی میں اسی وقت موت کے گھاٹ اتار دوں گا بہتر ہو گا اپنا منہ " بند رکھ مورے۔۔ میری منزل کی راہ میں رکاوٹ مت بنیو۔۔!!!" زرتشہ نے بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی سسکیوں کو گھونٹا تھا۔اور آنسو رگڑتی قدم قدم پیچھے ہٹنے لگی۔اسے جلد سے جلد یہ ساری باتیں اسفندیار کو بتانی تھیں۔ورنہ اس خاندان کے اور نجانے کتنے لوگ یہ شخص قتل کر دیتا۔ابھی وہ پھپھی کے کمرے سے چھ سے سات قدم ہی دور ہوئی تھی کہ دروازہ کھولتا بریال باہر نکل آیا۔زرتشہ کا دل جیسے اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔ بریال بھی اسے دیکھ کر چونکا تھا۔

تم۔۔یہاں۔۔ کیا۔۔ کر رہی۔۔ہو۔۔۔؟" دانت پر دانت جماتا انتہائی ضبط" سے بولا تھا۔اور بغور اسکے چہرے کے رنگ دیکھنے لگا۔جو اس پل کچھ زیادہ ہی زرد ہو رہا تھا جبکہ آنکھیں بے تحاشہ سرخ تھیں۔

وہ۔۔میں۔۔ "زرتشہ نے لب تر کرتے تھوک نگلا تھا۔اسکا دل بری طرح لرز" رہا تھا۔"آپ کو۔۔بتانے آرہی تھی۔۔کہ۔۔پیک۔۔پیکنگ کر دی ہے میں

نے۔۔دیکھ لیں آپ۔۔!" جملے کے آخر تک اس نے اپنے حواس کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا۔ بریال ایک گہری نگاہ اسکے چہرے پر ڈالتا جانے کا اشارہ کر گیا۔

****

آپ نے نام سوچ لیا بی بی جی۔۔؟" مہزلہ بیڈ پر نیم دراز تھی جب گل بانو نے" تیل سے اسکے پاؤں کا مساج کرتے پوچھا۔ جیسے جیسے ڈیلیوری کے دن قریب آرہے تھے۔ اسکا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوتا جارہا تھا۔ گل بانو ریگولرلی اسکا مساج کرتی تھی۔ کبھی روشینا سر میں مالش کر دیتی تھیں۔ یا کبھی رات کے وقت اسکے سر میں درد ہوتا تو اسفندیار بھی کر دیتا تھا۔ مگر ایسے موقعے بہت کم ہی آئے تھے۔ ایک تو وہ کچھ ریزروڈ تھی دوسرا اسفندیار کو کاموں سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ یا تو جرگے کے کاموں میں الجھا ہوتا تھا یا فیکٹری اور ہوٹلز کے۔۔ مگر پھر بھی اسکے لیے کچھ نہ کچھ کر کے وقت نکال ہی لیتا تھا۔

"نہیں۔۔ابھی تو کچھ نہیں سوچا۔۔مجھے کیا پتہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔۔؟"

انشاءاللہ دیکھیے گا لڑکا ہی ہوگا۔۔" مہزلہ نے چونکتے آنکھیں کھول کر اپنے کام" میں مگن گل بانو کو دیکھا۔

"کیوں لڑکی میں کیا برائی ہے۔۔؟" اسکے لہجے میں ناگواری محسوس کرتے گل بانو نے فوراً سر اٹھایا۔

"کک۔۔ کوئی برائی نہیں بی بی جی۔۔ میں تو بس۔۔"

"کیا تم لڑکی نہیں ہو کیا میں لڑکی نہیں ہوں۔۔ ان مردوں کو اولادیں لڑکی کی وجہ سے ہی ملتی ہیں۔۔"

"میں تو اس لیے کہہ رہی تھی بی بی جی کہ خان خوش ہو جائیں گے آپ ورث دے دیں گی انہیں۔۔" بانو نے سہمتے فوراً صفائی دی تھی۔

"مجھے ایسا کوئی ارمان نہیں میرے لیے بیٹا ہو یا بیٹی ایک معنی رکھتے ہیں۔۔ میری اولاد ہو گی میں دونوں سے برابر کی محبت کروں گی۔۔ چاہے کوئی کرے یا نہ کرے۔۔!" اسکا انداز بڑا سرد سا تھا۔ گل بانو خاموشی سے اپنے کام میں لگ گئی تھی۔ مگر انجانے میں مہزلہ کے دماغ میں ڈنگ مار گئی تھی۔ اس نے ان آٹھ ماہ میں اس پہلو پر تو سوچا ہی نہ تھا۔ ایک نظر ہاتھ میں ایمرلڈ سے چمکتی انگوٹھی دیکھی۔ جو اسفندیار انکی شادی کے ایک سال مکمل ہونے پر لایا تھا۔ اسے تو یاد بھی نہ تھا یہ دن مگر جب اسفندیار نے اسے سلیبریٹ کرنے کو کہا۔ وہ تو بپھر اٹھی

تھی۔ان کے تعلقات اگرچہ بہتر ہو گئے تھے ان کی اولاد اس دنیا میں آ رہی تھی لیکن اسکا یہ مطلب ہر گز نہ تھا کہ وہ سیاہ دن بھول جاتی وہ ذلت بھول جاتی جو اس دن اور اس سے پہلے اس نے اٹھائی تھی۔اسفندیار اسکے انکار پر تو خاموش ہو گیا تھا۔مگر انگوٹھی اتارنے نہیں دی تھی۔

بی بی جی۔۔!" دروازہ کھولتی دوسری ملازمہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ" سوچوں کے بھنور سے نکلی تھی۔"نیچے ابا صاحب اور بڑی بیگم صاحبہ آئے ہیں۔۔"مہرلہ ٹھٹھکتی فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

"کک۔۔کون۔۔؟"

"!ابا صاحب اور بڑی بیگم۔۔"

ابھی کچھ دیر پہلے ہی آئے ہیں۔۔ بیگم صاحبہ ان کے پاس ہیں۔۔"ملازمہ کے" بتانے پر عجلت میں سلیپرز پیر میں اڑستی دوپٹہ اٹھا کر باہر کی جانب لپکی تھی۔آخر ان لوگوں کا کیا کام تھا اس گھر میں۔۔؟ دل و دماغ میں یکدم ہی عجیب و غریب خیالات جنم لینے لگے تھے۔

مگر نیچے آئی تو منظر ہی الگ تھا۔ مٹھائی، ملبوسات اور میوہ جات کے ٹوکروں سے لاؤنج بھرا پڑا تھا۔ جبکہ ابا صاحب اور تائی صوفے پر بڑے ٹھسکے سے بیٹھے تھے۔ اور اسکی ماں۔۔۔! اپنے ہی گھر میں کسی غلام کی طرح ان کے پاس کھڑی تھی۔

اس سب کی کیا ضرورت تھی ابا صاحب۔۔!" روشینا دھیمے لہجے میں بولیں" تھیں۔

کیوں ضرورت نہیں۔۔ نانی بننے والی ہو تم ہم پر دادا بن رہے ہیں۔۔ تم خوشی" نہ مناؤ ہم تو منائیں گے۔۔!" ابا صاحب اپنے مخصوص بارعب لہجے میں بولے تھے۔

ایسا نہیں ہے۔۔ خاناں نے یہ خبر سنتے ہی خیرات اور صدقات دے دیے" تھے۔۔" روشینا کے صفائی دینے پر تائی نے ناگواری سے انہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ اب اپنے بیٹے کی خبر انہیں کم ہی ہوتی تھی۔

گھر بڑا شاندار سجایا ہے تم نے۔۔یقیناً پورے ارمان نکالے ہوں گے۔۔"تائی" جملہ کسنے سے باز نہ آئیں تھیں۔ابا صاحب بھی لب بھینچے گھر کی ڈیکوریشن دیکھ رہے تھے۔

"!سب خاناں نے کیا ہے بھابھی۔۔"

ہاں جانتے ہیں۔۔سب خاناں نے ہی کیا ہے۔۔!"ابا صاحب کے لہجے میں" موجود طنز سیڑھیوں کے پاس کھڑی مہزلہ بخوبی محسوس کر گئی تھی۔"ورنہ کہاں حویلی کی دیواریں کوئی ہلا سکتا تھا۔۔"اور اب بس اسکے صبر کی انتہا ہو گئی تھی۔سفید رنگ کے کرتا پجامہ میں ملبوس سر سے دوپٹہ اوڑھے ان لوگوں کی سمت بڑھتی عین ماں کے برابر میں آ کھڑی ہوئی۔ابا صاحب اور تائی دونوں نے اسکی جانب دیکھا تھا۔آنکھوں میں موجود پراعتمادی اور چہرے کی چمک جو پہلے سے کئی گناہ بڑھ گئی تھی۔ان دونوں کو ہی اپنی اپنی جگہ ٹھٹھکنے پر مجبور کر گئی۔اس لڑکی میں اعتماد کی کمی تو کبھی تھی ہی نہیں مگر آج لگ رہا تھا جیسے اسکے اعتماد کو مزید تقویت کسی نے بخش دی ہو۔ان آنکھوں میں کسی نے روشنی بھر دی ہو۔اور کیوں نہ ہوتا یہ غرور وہ اس خاندان کے وارث کی ماں بننے والی

تارا تھی۔اور یہ بات تو کسی سے ڈھکی چھپی تھی ہی نہیں کہ وہ سردار کی آنکھ کا تھی اس وقت۔۔

مورے۔۔گھر میں مہمان آئے ہیں آپ نے ناشتے کا انتظام نہیں"

کیا۔۔۔؟"ایک نظر ماں پر ڈالتے ابا صاحب اور تائی کو دیکھا۔وہ تو خاموشی سے لب بھینچے رہے۔مگر تائی نے پہلو بدلا تھا۔

لڑکی چند ماہ میں شکلیں بھول گئیں ہماری۔۔بڑی کمزور یادداشت ہے۔۔"تائی" کے ٹوکنے پر اسکے لبوں پر ایک پل کے لیے زہر خند مسکراہٹ ابھری تھی۔

نہیں بھول سکتی۔۔آپ لوگوں کی شکلیں تو کبھی بھول ہی نہیں سکتی۔۔!"وہ" جس انداز میں بولی تھی۔ابا صاحب اور تائی دونوں کو بن کہے بھی بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔

روشینے ہم یہاں میٹھائی لے کر۔۔آنے والے پوتے کی خوشی منانے آئے"

"ہیں۔۔تمہاری بیٹی کو شاید ہمارا آنا پسند نہیں آیا۔۔

نہیں ابا صاحب۔۔۔!ایسی بات نہیں ہے۔۔'مہزلہ بیٹھو تم یہاں۔۔"روشینا" نے اسے تنبیہی نگاہوں سے دیکھتے دوسرے صوفے پر بٹھادیا۔ان کے دل میں

چاہے جتنا بھی میل ہو وہ گھر آئے مہمان سے اسے بدتمیزی کی اجازت نہیں دے سکتیں تھیں۔ مہزلہ کی چبھتی نگاہیں اباصاحب پر تھیں۔

آپ سے کس نے کہا پوتا ہو گا اباصاحب پوتی بھی آسکتی ہے ہم اسکی خوشیاں منا لیں گے۔۔!" اسکے سرد لہجے پر اباصاحب کی لاٹھی پر گرفت مضبوط ہوئی تھی۔ "میں اور آپا بھی تو پوتیاں ہیں آپکی۔۔ایک پر پوتی اور آجائے گی۔۔" اباصاحب نے ایک سرخ نگاہ روشینا پر ڈالی تھی۔ جبکہ تائی براہ راست اسے گھور رہیں تھیں۔

کیوں تم نے جانچ کروائی ہے۔۔؟" تائی کے کھوجتے سوال پر مہزلہ نے جبڑے" بھینچتے انہیں دیکھا تھا۔

آپ کا کیا لینا دینا اس بات سے۔۔؟" اس کا انداز بے انتہار کھائی لیے ہوا" تھا۔تائی کے تو آگ ہی لگ گئی۔

"!تم بھول رہی ہو خاناں کی ماں ہوں میں۔۔"

مگر میری نہیں۔۔!" وہ بھی ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی۔"

بس کرو تبانے۔۔! "ابا صاحب کے تائی کو ٹوکنے پر وہ تینوں ہی ٹھٹھکیں" تھیں۔ "یہاں لڑنے آئی ہو یا بہو کو مبارک باد دینے۔۔ "اور مہزلہ کو آج یقین ہو چلا تھا اسکا دادا گرگٹ تھا۔ کچھ دیر میں وہ بنا ناشتہ کیے اسکے سر پر زبردستی ہاتھ پھیر کر چلے گئے تھے۔ مگر مہزلہ کھولتی رہی تھی۔ یہ سب ڈرامے کس لیے کیے جا رہے تھے اسے اچھی طرح سے اندازہ تھا۔

****

وہ کھڑکی کے پاس کھڑی باہر ہوتی برفباری دیکھ رہی تھی۔ جو شام کو اچانک ہی شروع ہو گئی تھی۔ اور ٹھنڈ میں مزید اضافہ کر گئی تھی۔ وہ اس وقت سوئٹر اور شال اور پاؤں میں موزے پہنی تھی۔ کمرے میں ہیٹر الگ آن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ باہر کا گرتا درجہ حرارت گھر میں موجود مکینوں پر اثر انداز نہیں ہو رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ پلٹی تھی۔ جہاں سیاہ کرتا شلوار پر دبیز شال اوڑھا اسفندیار کھڑا تھا۔ اور واپس کھڑکی کی سمت رخ موڑ گئی۔

اسفندیار دروازہ بند کر کے اسکے عقب میں آتا حصار باندھ گیا۔ مہزلہ کے لبوں سے بے اختیار ایک گہری سانس برآمد ہوئی تھی۔ یہ حصار نہیں تھا ایک جادوئی جال تھا۔ جس سے نکلنے کے لیے وہ الجھتی تھی اور مزید اس میں جکڑی جاتی تھی۔

کھڑی کیوں ہو۔۔ بیٹھ جاؤ تھک جاؤ گی۔۔ "نرمی سے اسکے رخسار کو چھوتا گھمبیر" لہجے میں بولا تھا۔ مگر وہ خاموش رہی اور اسفندیار کو مزید شے ملی تھی۔ اب وہ رخسار سے لے کر اسکی بے داغ گردن تک اپنے لبوں سے ایک سطر بنا رہا تھا۔ مہزلہ پہلے ہی جھنجھلائی ہوئی تھی۔ اس کی بڑھتی قربت اسے اور فرسٹریشن کا شکار کرنے لگی۔ کسمسا کر گرفت سے دور ہونا چاہا مگر اس نے ہونے نہ دیا۔

"آپ چھوڑیں گے مجھے۔۔؟"

نہیں۔۔! "اور اسکا رخ موڑتا اسی ونڈو سے لگا یا۔ مہزلہ اسکی جذبوں سے پر سیاہ" آنکھوں میں چند لمحے دیکھتی رہی مگر پھر بلآخر نظریں پھیر گئی تھی۔ اسفندیار اسکے گریز پر جیسے فدا ہو گیا تھا۔ وہ پھر فاصلے سمیٹ گیا تھا۔

"!آج ابا صاحب اور تائی آئے تھے۔۔"

معلوم ہے۔۔!"اسفندیار نے مخمور لہجے میں کہتے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔مہزلہ نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کچھ فاصلے پر کیا تو اسفندیار نے اسکی آنکھوں میں دیکھا جہاں خفگی تھی۔"تمہیں اعتراض ہے ان کے یہاں آنے پر۔۔؟"اس بار اسفندیار نے سنجیدگی سے اس سے استفسار کیا تھا۔

وہ اپنے پوتے کی اولاد کی میٹھائی نہیں بلکہ اسکے ہونے والے 'بیٹے' کی میٹھائی لے کر آئے تھے۔۔"اسکے لہجے میں ناچاہتے ہوئے بھی ناگواری سمٹ آئی تھی۔اسفندیار کی ناسمجھی سے بھنویں سکڑیں۔

تو۔۔؟اس میں کیا غلط ہے۔۔؟"اور نجانے کیوں مہزلہ کے حلق میں گولہ سا اٹکنے لگا۔

ہاں کچھ غلط نہیں مگر بیٹی ہوگی تو افسوس آپ سب کے ارمانوں پر پانی پھر جائے گا۔۔جسکا مجھے کوئی افسوس نہیں۔۔"آنکھوں میں سرخی لیے وہ انتہائی سرد لہجے میں بولتی اسکا حصار توڑ کر ایک جانب سے نکل گئی تھی۔اسفندیار آنکھوں میں الجھن لیے اسی پوزیشن میں کھڑا رہا مگر اگلے ہی پل اسکی بات سمجھ آگئی تھی۔اسکے مزید آگے بڑھنے سے پہلے بازو تھامتا اسے اسی جگہ لے آیا۔

بیٹی۔۔؟" اسفندیار نے لبوں پر دلچسپ مسکراہٹ لیے اسکے بھنچے جبڑوں اور سرخ آنکھوں کو دیکھا تھا۔

" ہاں بیٹی۔۔!! مگر آپ کو بھی تو بیٹے کا وارث کا انتظار ہے۔۔" اسفندیار نے ہاتھ اسکی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے اٹھائی تھی۔ مہزلہ کی آنکھوں میں نجانے کیوں چبھن بڑھنے لگی۔ اس شخص کی خاموشی اتنا کیوں کھل رہی تھی اسے۔۔؟

" تمہیں کیا معلوم تمہارا چھوٹا ورژن دیکھنے کے لیے مجھ سے زیادہ منتظر کون ہو گا۔۔!" اور اگلے پل وہ فاصلے سمیٹ گیا تھا۔ جبکہ مہزلہ کو لگا اس کا زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑاتا دل پرندے کے پر جتنا ہلکا ہو گیا ہو۔ اس شخص کے ایک جملے نے جیسے سارے دن کی ٹینشن کو ایک لمحے میں زائل کر دیا تھا۔ اسفندیار کے بازو پر ہاتھ رکھتی وہ دور ہوئی تھی۔ اسکا چہرہ گلابی پڑ گیا تھا۔ اسفندیار اپنے مضبوط ہاتھوں کے پیالوں میں بھر گیا۔

" مگر جب میری توجہ کا مرکز وہ بنی تو سب سے زیادہ تم ہی جیلس ہو گی۔۔" اسکے پر لطف لہجے پر مہزلہ ناک چڑھا گئی۔

میں اور وہ بھی آپکی توجہ کے لیے جیلس۔۔؟" شانِ بے نیازی سے کہتی اسکے " ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر بیڈ کی سمت بڑھ گئی۔ جبکہ اسفندیار چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ جیسے اسکے لاجواب کرنے کے بعد اب لفظ تلاش رہا تھا۔ اور پھر اسکی جانب دیکھا۔ وہ کمفرٹر میں دبک کر بیٹھ گئی تھی۔

"! یہ وقت بھی آئے گا ماہ بی بی۔۔"

"! نیور۔۔"

نیور سے نیور۔۔۔! " وہ اسکے سامنے آبیٹھا تھا اور اسکی چیلنج کرتی آنکھوں میں " دیکھتا جھلسا ہوا ہاتھ تھام گیا۔ اور اب مہزلہ جانتی تھی وہ کیا کرے گا اسکے ہر داغ کو اپنے لبوں سے چھوئے گا۔ مگر اس سے پہلے ہی اسفندیار کی کال آگئی۔

آآپ کی کال۔۔۔! " اپنا ہاتھ فوراً اسکے ہاتھ سے نکال گئی۔ اسفند نے ابرو " اچکاتے اسے دیکھا تھا۔ مگر وہ نظریں جھکاتی اپنے ہاتھ میں موجود انگوٹھی کی جانب متوجہ ہو گئی۔ اسفندیار نے اسکی جھکی پلکوں پر نظریں ٹکائے بنا نمبر دیکھے کال ریسو کر لی تھی۔

ہیلو۔۔۔!" مہزلہ کا ہاتھ ایک بار پھر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مگر دوسری جانب سے آنے والی خبر اسے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھنے پر مجبور کر گئی۔"کیا۔۔!!! مگر کب۔۔!!اوکے۔۔اوکے میں پہنچ رہا ہوں۔۔" مہزلہ نے بے چین ہوتے اسکے پریشان تاثرات دیکھے تھے۔

کیا ہوا۔۔؟"اسکے کال کاٹنے پر اس نے فوراً پوچھا۔اسفندیار نے لب بھینچتے" اسکی جانب دیکھا تھا۔اسے سمجھ نہ آیا کہ اسے بتائے یا نہیں۔"آپ چپ کیوں "ہیں۔۔کس کا فون تھا۔۔؟

ایک اہم کام ہے میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔۔" وہ اسے بتائے بنا دروازے کی" سمت بڑھ رہا تھا مگر مہزلہ تیزی سے اٹھتی اسکا بازو پکڑتی روک گئی۔اور اگلے پل کراہ بھی اٹھی۔

کیا کر رہی ہو۔۔پاگل ہو گئی ہو۔۔!"اسفندیار نے اسکے گرد بازو حمائل کرتے" ڈپٹا۔

"بتائیں کس کی کال تھی۔۔کیا ہوا ہے۔۔؟"

"کیوں ضد کر رہی ہو جب کہہ رہا ہوں اہم کام ہے۔۔کر کے آ رہا ہوں۔۔"

قسم کھائیں کہ اس بات کا تعلق میرے کسی اپنے سے نہیں۔۔"اسکی کلائی" تھامی زرد ہو رہی تھی۔اسفندیار جیسے مشکل میں پڑھ گیا۔

"مہزلہ۔۔۔!! ایسا کچھ نہیں جیسا تم سوچ رہی ہو۔۔"

"!قسم کھائیں۔۔"

زرتشہ گارڈن میں سلپ ہو گئی ہے جس کی وجہ سے سر پر چوٹ آئی ہے۔۔میں" وہیں جارہا ہوں۔۔"اسفندیار نے جتنا ہو سکتا تھا اطمینان بھرے لہجے میں بتانا چاہا مگر اصل معاملہ کتنا خطرناک تھا اسے ملازم ہلا کر رکھ گیا تھا۔اور مہزلہ کی تو جیسے دنیا ہی گھوم گئی تھی۔

****

زرتشہ کا پتھر سے ٹکرانے کے سبب سر پھٹ گیا تھا۔سر میں گہری چوٹیں آئیں تھیں۔اس وقت بھی وہ انتہائی نگہداشت میں تھی۔مہزلہ،اسفندیار،روشینا اور

پھپھی چاروں ہی ہاسپٹل میں موجود تھے۔ کئی گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی کوئی اطمینان بخش خبر نہ آئی تھی۔

" پھپھی آخر یہ سب ہو کیسے گیا۔۔اور بریال کہاں تھا۔۔۔؟"

بریال تو دوپہر کو ہی لاہور چلا گیا تھا ناں۔۔ میں بھی اپنے کمرے میں" تھی۔۔ نجانے یہ کب گارڈن میں گئی۔۔ وہ تو چوکیدار نے آکر اطلاع دی ورنہ تو___ "گل بینا گھبراہٹ کے عالم میں کہیں دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ گئیں تھیں۔ مہزلہ نے زخم خوردہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔

آپا اتنی خاموشی سے کیسے گر گئی۔۔ کیا ان کے لبوں سے ایک چیخ بھی نہیں نکلی" "جو کوئی سن لیتا۔۔؟

اتنی ٹھنڈ میں گھر کے سارے دروازے کھڑکیاں بند تھے۔۔ بھلا کون سن سکتا" تھا۔۔ چوکیدار جب اپنے کوارٹر سے نکلا اس نے فوراً خبر کی اور میں تنہا ہی اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر آئی۔۔ "اسفندیار بغور انکے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔ نجانے کیوں اسکی چھٹی حس اسے کچھ اور سگنل دے رہی تھی۔

بریال لاہور کس وقت نکلا تھا۔۔ برفباری تو اتنی ہو رہی ہے۔۔ فلائٹس تو سب کینسل ہو گئیں تھیں۔۔" اسفندیار کے کھوجتے لہجے پر پھپھی نے پہلو بدلتے اسکی جانب دیکھا۔

خاناں وہ دوپہر میں گاڑی میں ہی اپنے دوست کے ساتھ نکلا تھا۔" اسفندیار" موبائل نکالتا بریال کو کال ملا گیا۔"آپ نے بتایا اسے زرتشہ کے بارے میں۔۔؟"موبائل کان سے لگائے استفسار کیا۔

کہاں سے بتاتی۔۔بس جلدی جلدی میں نکل آئی۔۔"اس نے موبائل کان" سے ہٹایا تھا۔ بریال کا نمبر بزی جا رہا تھا۔اسکا خون کھولنے لگا۔ایک نظر مہزلہ کو دیکھا جو کرب کے عالم میں بار بار آنسو رخسار سے رگڑ رہی تھی۔اسکی کیفیت ایسی نہ تھی کہ زیادہ دیر ہاسپٹل میں ٹھہرتی۔اسکے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی اس وقت اتنی ٹھنڈ میں یہاں بیٹھی تھی۔

اسی پل آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا۔سب نے اس جانب دیکھا۔ڈاکٹر نرس کے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔مہزلہ روشینا کے سہارے سے فوراً اسکی جانب لپکی تھی۔

"کیسی ہے ڈاکٹر میری بیٹی۔۔۔؟"

بہتر ہیں۔۔ مگر ابھی بھی دعا کریں۔۔"ڈاکٹر نے ایک نظر مہزلہ کی کنڈیشن "دیکھی تھی۔ اسلیے مزید کہنے سے باز رہی۔"سر آپ روم میں آئیں۔۔ مجھے پیشنٹ کی رپورٹ ڈسکس کرنی ہے۔۔"اتنا کہتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔ اسفندیار نے الجھ کر ڈاکٹر کی پشت دیکھی تھی۔

اللہ کا شکر میری بچی ٹھیک ہے۔۔"روشینا کی آنکھوں سے تشکر بھرے آنسو" نکل آئے تھے۔ اسفندیار مہزلہ کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

اب ایک سیکنڈ بھی تم یہاں نہیں رکو گی۔۔ میں اور چچی یہاں ہیں۔۔ تم گھر" جاؤ۔۔"مہزلہ نے متورم آنکھیں لیے سر اٹھا کر اسفندیار کو دیکھا۔ پھپھی ناگواری سے پہلو بدل گئیں۔

"مگ۔۔ مگر۔۔"

مہزلہ۔۔!! ایک بار کہہ دیا نا میں نے۔۔!"اس بار وہ دوٹوک انداز میں بولا" تھا۔ مہزلہ نے التجائیہ نگاہوں سے ماں کو دیکھا تھا۔ مگر وہ جس طرح یہاں لانے پر راضی ہوا تھا۔ اس سے زیادہ رکنے بھی نہ دیتا۔ اس لیے روشینا خاموش ہی

رہیں۔اور بلاآخر خوشحال خان اور گارڈز کے ساتھ اس نے مہزلہ کو واپس بھیج دیا تھا۔

ڈاکٹر کیا بات ہے۔۔؟"اسفندیار اسے روانہ کرتے ہی ڈاکٹر کے روم میں آگیا" تھا۔ڈاکٹر نی نے لب بھینچتے زرتشہ کا سی ٹی اسکین ایک جانب رکھا۔

زرتشہ کے سر پر گہری چوٹ آئی ہے۔۔کچھ پارٹس ڈیمج ہوئے ہیں۔۔جن کی" وجہ سے وہ کوما میں جا چکی ہیں۔۔"ڈاکٹر نے اپنے مخصوص پروفیشنل انداز میں اسے بتایا تھا اور اسفندیار کو لگا کسی نے ہاسپٹل کی چھت اس پر گرادی ہو۔وہ بے یقینی کے عالم میں ڈاکٹر نی کو دیکھے گیا۔۔ایسا کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔۔؟

میں نے یہ نیوز اسی وقت اس لیے نہیں دی کہ آپ کی وائف کی کنڈیشن ایسی نہ" "تھی کہ یہ نیوز بیئر کر پاتیں۔۔۔

"ایسا۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے ڈاکٹر وہ تو معمولی سی چوٹ۔۔"

معمولی سی چوٹ نہیں تھی سر وہ۔۔ان کی اسکیلپ پر گہرا زخم آیا ہے۔۔اور" بروقت طبّی امداد نہ ملنے کی وجہ سے دماغ میں خون جم گیا۔۔"اسفندیار کی

نگاہوں کے سامنے پورا کمرا گھوم گیا تھا۔اس قدر خطرناک کنڈیشن میں تھی وہ معصوم۔۔!وہ کیا جواب دے گا روشینا اور مہزلہ کو۔۔؟

"کب تک ختم ہو گا یہ کوما۔۔کوئی آئیڈیا ہے آپکو۔۔؟"

کچھ نہیں کہہ سکتے۔۔ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ اگلے دو تین دن میں ہوش" آجائے۔۔ایسی کنڈیشن میں کبھی کبھی دس پندرہ دن لگ جاتے ہیں۔۔کبھی مہینے۔۔مگر کبھی ___ "وہ آخر میں جملہ ادھورا چھوڑ گئی تھی۔جبکہ اسفندیار کا دل جیسے اس پل بند ہو گیا تھا۔بے یقینی اور صدمہ ایسا تھا کہ جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔وہاں سے اٹھ کر وہ سیدھا بریال کے گھر آیا تھا۔اور رات کے دو بجے اس نے گھر کے ایک ایک ملازم کو اس کے کوارٹر سے نکلوا لیا تھا۔

کیا ہوا تھا یہاں اور کس نے کیا کیا دیکھا۔۔سب کے منہ سے سچ سننا ہے" مجھے۔۔!"اسفندیار کے گرجدار لہجے پر ہر ملازم کے چہرے پر ہیبت طاری ہو گئی تھی۔

سردار صاب آج بیگم صاحبہ نے امیں جلدی چھٹی دے دیا تھا۔۔کہ سردی" زیادہ ہے۔۔ام سب اپنا اپنا کوارٹر میں چلا گیا تھا۔۔۔اس کے بعد کیا ہوا کسی کو نہیں معلوم۔۔"گھر کی خاص ملازمہ نے ڈرتے ڈرتے اسے بتایا تھا۔

تم کیسے کہہ سکتی ہو۔۔ہو کون یہ کہنے والی کہ کچھ نہیں معلوم کسی کو۔۔جتنا" پوچھا جارہا ہے بس اتنا بتاؤ۔۔!!"اسفندیار نے اس پر قہر آلود نگاہ ڈالی تھی۔اور پھر دوسری کو دیکھا۔بریال خان کی کمینگی اسے کھولا کر رکھ گئی تھی۔اس نے سال بھر میں بھرتی ہونے والے ایک ایک ملازم اور ملازمہ کو کام سے نکال دیا تھا صرف اب اسکے وفادار گھر میں کام کررہے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اسفندیار خبر نہ رکھ سکا تھا۔

کس وقت نکلا تھا بریال گھر سے۔۔؟یا وہ بھی تمہاری چھٹی کے بعد گیا اور تم میں "سے کسی نے نہیں دیکھا۔۔؟

نہ۔۔نہیں صاب۔۔بریال صاب تو دوپیر میں گھر سے نکل گیا تھا۔۔زرتشہ بی" بی ہی انہیں دروازے تک چھوڑنے گیا تھا۔۔"یہ دوسری ملازمہ تھی جس نے

فوراً جواب دیا تھا۔"اس کے بعد بیگم صاحبہ نے کہا۔۔ برف گرنے والا ہے تم سب جاؤاب۔۔!"

"آج سے پہلے کبھی کیا ہے تمہاری بیگم صاحبہ نے ایسا۔۔؟یوں اچانک چھٹی۔۔؟"

نہیں صاحب۔۔۔ بیگم صاحبہ تو عید پر بھی جانے نہیں دیتا۔۔"یہ گھر کا مالی تھا" جو شکایتی لہجے میں بولا تھا۔اور اسفندیار کے جبڑے آپس میں پیوست ہونے لگے۔

جاؤسب۔۔۔!"اور خوشحال خان کو چوکیدار کو بلانے کا اشارہ کیا۔کچھ دیر میں" بائیس سے تیئس سالہ ڈرا سہما لڑکا چلا آیا تھا۔

"کیا دیکھا تھا تم نے۔۔؟"

سردار۔۔ام۔۔ام اپنا دروازے والا کمرے میں تھا۔۔رات کا آٹھ بج رہا" تھا۔۔ بار برف گررا تا۔۔ام روز رات کو پورا گر کا چکر لگاتا تا۔۔اسی لیے ام توڑا جلدی نکل گیا۔۔ کہ کہیں برف زیادہ نہ او جائے۔۔بس ابی ام گر کا ایک جانب کا باغ میں آیا ہی تھا جاں امیں بی بی پڑا مل گیا۔۔بس ام چیخا ہوں۔۔وہ بلکل ٹھنڈا

برف اور ہا تھا اور خون بھی تا اس کے سر پر۔۔" اسفند یار بے بسی اور غصے سے آنکھیں بند کر گیا۔

کونسی جگہ تھی چلو وہاں۔۔" پھر چوکیدار انہیں وہیں لے آیا تھا۔ ہر شے نے برف کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ اگر کوئی ثبوت بھی تھا تو اب باقی نہ رہا تھا۔

خوشحال خان معلوم کرو وہ خبیث لاہور پہنچا بھی ہے یا نہیں۔۔!" خوشحال خان کو مخاطب ہوتا وہ اپنی گاڑی کی سمت بڑھ گیا تھا۔ ابھی اسے پھپھی کی بھی تفتیش کرنی تھی۔

****

ڈھیلے ڈھالے سیاہ رنگ کے کرتا شلوار پر شال اوڑھی وہ عجلت میں زرغان کے کمرے سے باہر آئی تھی۔ ابھی گل بانو نے اطلاع دی تھی کہ اسفند یار گھر آ گیا تھا۔ کل رات جب سے ہاسپٹل سے لوٹی تھی اسکی کال یا میسج کی منتظر تھی۔ کہ کب وہ زرتشہ کے ہوش میں آنے کی خبر دیتا۔ مگر نہ وہ خود آیا تھا نہ کوئی اطلاع دی تھی۔ بس اسے بے فکر ہو کر سونے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ بھلا وہ ایسی حالت میں سو سکتی تھی۔۔؟

لاؤنج میں آئی تو اسفندیار صوفے کی پشت سے سر ٹکایا۔ آنکھیں بند کیے اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں کھولتے سامنے کھڑی اس دشمنِ جاں کو دیکھا تھا۔ اور ایسا لگا ساری جسمانی اور ذہنی تھکن جو چند لمحے پہلے محسوس ہو رہی تھی۔ اس پل کہیں غائب ہو گئی تھی۔

کیسی ہیں آپا۔۔ ہوش آیا نہیں۔۔؟" اپنے گلابی چہرے پر متفکر تاثرات لیے وہ" اسکے نزدیک آ بیٹھی تھی۔ "بتائیں کیسی ہیں وہ۔۔ ہوش آ گیا نا۔۔؟" اور اسفندیار کے ذہن میں ڈاکٹرنی کے کہے جملے گھومنے لگے۔

آ جائے گا۔۔ انشاءاللہ۔۔" اسکا نخ پڑتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا نرمی سے بولا" تھا۔ مہزلہ نے متحیر نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

کیوں نہیں آیا نہیں ہوش۔۔؟ آخر کیا بات ہے۔۔؟ کیا چھپا رہے ہیں" آپ۔۔؟" وہ میڈیسن پڑھ رہی تھی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا۔ سر کی چوٹ جو زیادہ خطرناک نہ ہو اس میں آپریشن کے بعد بارہ گھنٹوں میں ہوش آ جاتا ہے پھر یہ سب کیا تھا۔۔؟

"کچھ نہیں چھپا رہا میں۔۔دعا کرو اس کے لیے۔۔تمہارے سامنے ڈاکٹر نی نے زرتشہ کے سکسیسفل آپریشن کا بتایا تھا۔۔"

"پھر کیوں نہیں اٹھیں وہ۔۔مم۔۔میں خود ان کی رپورٹ پڑھوں گی۔۔" رخسار پر لڑھک آنے والے آنسو رگڑتی بڑبڑائی تھی۔جیسے اس سے زیادہ خود سے مخاطب تھی۔

"تم ہاسپٹل نہیں جاؤ گی اب۔۔!" اسفندیار کے دوٹوک لہجے پر اسکے ماتھے پر انگنت تیوریاں جمع ہونے لگیں۔

"کیوں۔۔کیوں نہیں جاؤں گی۔۔میری بہن وہاں بے ہوش پڑی ہے ہاسپٹل میں۔۔وہاں مورے بے حال ہیں اور یہاں عیش کروں میں۔۔؟"

"بچوں جیسی باتیں مت کرو۔۔اپنی کنڈیشن دیکھو۔۔وہاں چچی ہیں میں ہوں چھوٹی پھپھی ہیں۔۔مورے بھی آگئیں صبح۔۔زمدہ بھی ملنے آئی۔۔سب کو خیال ہے اسکا۔۔!" اسے اب مہزلہ کی ضد پر غصہ آنے لگا تھا۔

مجھے ان میں سے کسی ایک پر بھروسہ نہیں۔۔سنا آپ نے۔۔!!" وہ بھی اسکی" آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی۔اسفندیار چند لمحے یونہی اسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

مجھ پر ہے۔۔؟" اسکے غیر متوقع سوال پر مہزلہ ایک پل کے لیے بلکل چپ سی" رہ گئی۔اسفندیار کا دل اس پل نجانے کیوں بہت ہولے ہولے دھڑک رہا تھا۔اور پھر اس نے لب کشائی کی۔

ان گزرے ماہ کے عوض میں بھروسہ تو کر سکتی ہوں آپ پر۔۔مگر اپنے" خیر خواہوں میں شامل نہیں کر سکتی۔۔" اور یہ کہہ کر وہ نظریں پھیر گئی تھی۔جبکہ اسفندیار کے لیے اسکا تھوڑا سا بھروسہ بھی بہت تھا۔اسی پل گل بانو اسفندیار کی بلیک کافی لے آئی تھی۔

ناشتہ کیا اس نے۔۔؟" اس نے ڈائیریکٹ مہزلہ سے نہیں پوچھا تھا۔بلکہ گل" بانو سے پوچھا تھا۔اور وہ ناگواری سے پہلو بدل گئی۔

"!کرچکی ہوں۔۔"

نہیں کیا خان۔۔!" دونوں نے بیک وقت کہا تھا۔اسفند یار نے مہزلہ پر ایک جتاتی نگاہ ڈالی تھی۔جو لب بھینچی اسے ہی سرخ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔جبکہ گل بانو بیچاری مصیبت میں پڑ گئی تھی۔جب سے مہزلہ نے اس سے فون پر جھوٹ بلوایا تھا اسکے بعد سے اسفند یار نے اسے کس دیا تھا۔اب مہزلہ کتنا بھی اسے پٹا لیتی۔۔اس بیچاری کے منہ سے سچ نکل ہی جاتا تھا۔

"جاؤ لے کر آؤ۔۔"

"دل نہیں چاہ رہا میرا۔۔"

جاؤ گل بانو۔۔!" اسکے سخت لہجے پر وہ کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گئی تھی۔مہزلہ کے چہرے پر غصیلے تاثرات پھیلنے لگے۔

میری بہن وہاں ہاسپٹل میں ہے۔۔اور آپکو یہاں میرے ناشتے کی پڑی ہے۔۔نہیں دل چاہ رہا میرا۔۔"آخر میں اسکی آواز بھرا گئی تھی۔اسفند یار اسے نزدیک کرتا حصار میں لے گیا۔مہزلہ کو تو جیسے اسی کندھے کا انتظار تھا۔اسکے گلے میں باہیں ڈالتی پھوٹ کر رو پڑی۔

میں نے آپا کو کتنا منع کیا تھا۔۔ کہ مت جاؤ واپس۔۔ مگر انہوں نے میری نہیں" سنی۔۔ دیکھیں کیا ہو گیا آج ان کے ساتھ۔۔ کاش وہ میری سن لیتیں" اس بات کا ملال تو خود اسفندیار کو بھی تھا۔ مگر وہ کیا کہتا مزید۔۔ اسکی پشت سہلانے لگا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ حوصلہ رکھو۔۔"

پھپھو۔۔ پھپھو سچ نہیں بول رہی۔۔۔ آپا بھلا خود کیوں گریں گی۔۔؟ اور اگر" گریں بھی تو انہوں نے سنا کیوں نہیں۔۔؟" اسفندیار اسے خود سے مزید قریب کر گیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا اسکی بہن کوما میں جا چکی تھی۔ اس نے روشینا کو تمام سچ رات کو ہی بتا دیا تھا۔ جس پر وہ غم سے نڈھال ہو چکی تھیں۔ جبکہ پھپھو رات کو ہی اس خبر کے بعد کھسک لیں تھیں۔ گل بانو کے ناشتے کی ٹرے لانے پر اسفندیار نے اسے زبردستی ناشتہ کروایا تھا۔ اسے ابھی ہاسپٹل جا کر تمام سینئر ڈاکٹرز سے زرتشہ کی کنڈیشن ایک بار پھر ڈسکس کرنی تھی۔ اسی پل اسکا موبائل بج اٹھا تھا۔ جہاں خوشحال خان کی کال آ رہی تھی۔

شیک پورا فنش کرو۔۔" ٹیبل سے شیک اٹھا کر اسے تھمایا تھا۔ اور کال ریسو" کر گیا۔

خان۔۔ بریال خان لاہور تک نہیں پہنچا تھا۔۔ بلکہ اٹک میں تھا اور خبر ہے اب" واپس آرہا ہے۔۔" جیسے جیسے خوشحال خان تفصیلات بتارہا تھا۔اسفندیار کی آنکھوں میں خون اترتا جارہا تھا۔

****

اسفندیار گارڈز اور خوشحال خان کے ساتھ ہاسپٹل پہنچا تو دریاب کو روشینا کے ساتھ بیٹھا پایا تھا۔اور جو دریاب کے اس وقت تاثرات تھے انہیں دیکھ اسفندیار کا دل مٹھی میں آگیا تھا۔اس کا چہرہ بتا رہا تھا۔وہ رویا تھا۔وہ اس لڑکی کے لیے رویا تھا جو اسکی تھی ہی نہیں۔۔ نجانے اسکے بھائی نے یہ زہر کب تک پینا تھا۔۔!

ڈاکٹر سے بات ہوئی تمہاری۔۔؟" دریاب نے نظر اٹھاتے اسفندیار کو دیکھا" تھا۔روشینا دوپٹے سے آنسو پونچھ گئیں۔اس نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔"میں نے پینل بلایا ہے لاہور سے۔۔ تفصیل سے بات انہی سے ہو گی۔۔"

چچی آپ فکر نہ کریں انشاءاللہ وہ ہوش میں آجائے گی۔۔" دریاب نے ان کے" کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی تھی۔۔

میرے بیٹے میرے ساتھ ہیں۔۔ پھر مجھے فکر کیسی۔۔"روشینا نے ممنون نگاہوں سے اسے اور اسفندیار کو دیکھا تھا۔اسفندیار انہیں اپنے ساتھ لگا گیا تھا۔وہ اسے اپنی ماں کی طرح عزیز تھیں۔پھر انکی تکلیف اسکی تکلیف کیوں نہ ہوتی۔ابھی وہ لوگ ڈاکٹر کے پاس جانے کی بات کر ہی رہے تھے۔جب تیز قدموں کے ساتھ کاریڈور میں بریال داخل ہوا تھا۔اسکے چہرے پر گھبراہٹ اور بے چینی واضح تھی۔

ماسی۔۔!!ماسی۔۔۔کہاں ہے زرتشہ۔۔۔؟"اسفندیار اور دریاب بیک وقت اسکی سمت پلٹے تھے۔اور اس خبیث شخص کو دیکھ دونوں کی آنکھوں میں شدید طیش ابھر آیا۔روشینا نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا مگر بولیں کچھ نہ۔۔"بتائیں ماسی۔۔کیا جو اماں نے کہا وہ سچ ہے۔۔؟"انہیں کندھوں سے پکڑتے استفسار کیا تھا۔اسفندیار نے انکی جانب آتے اسکا ہاتھ جھٹک دیا۔

بند کرو یہ تماشہ۔۔!"قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھتا جبڑے بھینچ کر بولا تھا۔دریاب بھی اسی جانب آگیا۔بریال نے ناگواری سے ان دونوں کو دیکھا۔

"میری بیوی کوما میں چلی گئی۔۔تمہیں تماشا لگ رہا ہے یہ۔۔؟"

بیوی۔۔؟"اسفندیار درمیانی فاصلہ مٹاتا بلکل اسکے سر پر آ کھڑا ہوا۔"اگر تو نے "

"!!!بیوی سمجھا ہوتا تو آج اس حال میں نہ ہوتی میری بہن۔۔

کیا بکواس ہے۔۔میں تو یہاں تھا تک نہیں پھر مجھ پر کس بات کا الزام لگا رہے "

ہو۔۔۔!"وہ بھی تپ کر بولا تھا۔

کیوں کہاں تھے تم۔۔؟"اسفندیار بلکل انجان بن گیا۔"

"میں کام سے گیا ہوا تھا۔۔سب کو معلوم ہے یہ۔۔ابھی لوٹا ہوں۔۔"

کہاں۔۔کہاں۔۔۔گئے تھے۔۔؟"بریال نے دانت پیستے اسے اور دریاب کو"

دیکھا تھا جو لگ رہا تھا بس کسی بھی وقت اس پر پل پڑیں گے۔۔

خاناں۔۔۔!"روشینا کی نم آواز پر اسفندیار پلٹا تھا۔"یہ ان باتوں کا وقت نہیں"

"ہے بچا۔۔

مگر اس شخص کو چھوڑنے کا وقت بھی نہیں ذرا ہمیں بھی پتہ چلے جب بیوی"

موت کے منہ میں تھی یہ کہاں تھا۔۔"پشت پر ہاتھ باندھتا اسفندیار انتہائی

سنگین لہجے میں بولا تھا۔

میں۔۔لاہور۔۔گیا۔۔تھا۔۔اور جہاں مرضی جاؤں تم ہوتے کون ہو مجھ سے" پوچھنے والے۔۔؟" وہ جھوٹ بول رہا تھا۔۔۔! اسفندیار کے پشت پر بندھے ہاتھ کی مٹھی بھنچی تھی۔اس نے بمشکل ہی خود کو اسے مارنے سے باز رکھا تھا۔

مجھے ملنا ہے ماسی زرتشہ سے۔۔کہاں ہے اسکی ڈاکٹر۔۔!" اسفندیار اور دریاب" کو نظرانداز کرتے اس نے روشینا کو مخاطب کیا تھا مگر اسفندیار ایک بار پھر اسکی بات کاٹ گیا۔

جب تک۔۔۔وہ ہوش میں۔۔نہیں آجاتی۔۔تم اسکے پاس بھٹکو گے بھی" نہیں۔۔۔!!" اسکا لہجہ کسی چٹان کی طرح سخت تھا۔بریال نے سرخ چہرہ لیے اسے دیکھا تھا۔

تم ہوتے کون ہو مجھے میری بیوی سے دور کرنے والے۔۔؟" ایک کاٹ دار" نگاہ غضب ناک تاثرات لیے کھڑے دریاب پر ڈالتا پھنکارا تھا۔مگر اسفندیار کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

یہ میں کہہ رہا ہوں بریال خان۔۔اور یہ کافی ہونا چاہیے تمہارے لیے۔۔اور" اگر تم مجھے زرتشہ کے ارد گرد بھی نظر آئے۔۔اپنی عاقبت کے لیے تیار

رہنا۔۔" اسکا سرد لہجہ بریال کی رنگت دھکا گیا تھا۔ مگر وہ اسفندیار کی پاؤر سے بخوبی آگاہ تھا۔اور یہی وہ چیز تھی جو اسے اس سے چھیننی تھی۔

ابا صاحب کے سامنے بات ہو گی اب۔۔!" یہ کہتا وہ پلٹ گیا تھا۔"

****

مہزلہ نے سجدے سے اٹھایا تھا۔اسکا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔آج زرتشہ کو کوما میں گئے پندرہ دن گزر چکے تھے۔اسے اب تک ہوش نہ آیا تھا۔اسکے احتجاج پر روشینا نے اسے آج سے بارہ دن پہلے ہی حقیقت بتادی تھی۔اور اس خبر کے بعد وہ کتنی دیر تک بے یقینی کی کیفیت میں رہی تھی۔اسکی بہن اس پل نہ زندوں میں تھی نہ مردوں میں۔۔کیسی قیامت تھی جو ان پر گزر گئی تھی۔اور اسفندیار نے اتنی بڑی بات اس سے چھپائی تھی۔اس بات کا الگ رنج تھا اسے۔ مگر اسفندیار کو اس بات پر کوئی پچھتاوا نہ تھا۔اور وہ چاہ کر بھی اس شخص سے زیادہ نہ لڑ سکی تھی کہ یہ اس کی بہن سے ملنے تک نہ دیتا۔

جانماز طے کر کے وہ روشینا کے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ جیسے جیسے ڈلیوری قریب آرہی تھی اسکی تکلیفوں میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔اس لیے پچھلے کچھ دنوں

سے وہ روشینا کے کمرے میں ہی تھی۔ گل بانو سے اسے معلوم ہوا تھا۔ اسفندیار اسٹڈی میں تھا۔ جبکہ روشینا ہاسپٹل میں تھیں۔ اسے بھی آج جانا تھا دو دن ہو گئے تھے اسے زرتشہ کو دیکھے۔۔ آرام دہ سلیپرز پہنی وہ احتیاط سے چلتی اسٹڈی روم میں داخل ہوئی تو اسفندیار اسکی جانب سے پشت کیا فون پر گفتگو میں مصروف تھا۔

مجھ پر حملے اور بابا کے قتل میں ایک ہی شخص ملوث ہے اس بات کا سو فیصد یقین" ہے مجھے۔۔" وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ مہزلہ اسے پکارتی رک گئی۔ "ہاں مگر وہ گن جہاں سے لی گئی تھی اس حوالے سے کوئی خاص ثبوت اکھٹے "نہیں کر سکے تم۔۔

نہیں گلریز خان نہیں ہے اسکے پیچھے۔۔ یہ تو پہلے دن سے پتہ ہے ہمیں۔۔ اس" جیسا کمینا بس انتقاماً میری بہن سے نکاح کر گیا۔۔ ورنہ کسی کا قتل اسکے بس کی بات نہیں اتنا تو مجھے بھی معلوم ہے۔۔۔ کون کتنے پانی میں ہے یہ دیکھتے ہی اندازہ لگا سکتا ہوں۔۔" سگریٹ کا دھواں منہ سے چھوڑتا دوسری جانب بیٹھے شخص سے مخاطب تھا مگر پرخچے وہ مہزلہ کی ذات کے اڑا گیا تھا۔ اسکی آنکھیں صدمے

اور بے یقینی کے سبب پھیلتی جا رہی تھیں۔اپنے چکراتے سر کے سبب بے اختیار کارنر ٹیبل کا سہارا لیا تھا نتیجتاً اُس پر رکھا واز لڑکھڑاتا ہوا اسٹڈی کے فرش پر نیچے گرا تھا۔اسفندیار نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا تھا۔اور سامنے کھڑی مہزلہ کو دیکھ وہ جہاں تھا وہیں ساکت رہ گیا۔

"اس۔۔ نہیں گلریز خان نہیں ہے اسکے پیچھے۔۔یہ تو پہلے دن سے پتہ ہے ہمیں۔۔اس جیسا کمینا بس انتقاماً میری بہن سے نکاح کر گیا۔۔ورنہ کسی کا قتل اسکے بس کی بات نہیں اتنا تو مجھے بھی معلوم ہے۔۔۔کون کتنے پانی میں ہے یہ دیکھتے ہی اندازہ لگا سکتا ہوں۔۔"سگریٹ کا دھواں منہ سے چھوڑتا دوسری جانب بیٹھے شخص سے مخاطب تھا مگر پرخچے وہ مہزلہ کی ذات کے اڑا گیا تھا۔اسکی آنکھیں صدمے

اور بے یقینی کے سبب پھیلتی جا رہی تھیں۔اپنے چکراتے سر کے سبب بے اختیار کارنر ٹیبل کا سہارا لیا تھا نتیجتاً اُس پر رکھا واز لڑکھڑاتا ہوا اسٹڈی کے فرش پر نیچے

گرا تھا۔ اسفندیار نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا تھا۔ اور سامنے کھڑی مہزلہ کو دیکھ وہ جہاں تھا وہیں ساکت رہ گیا۔

اسکے زرد چہرے پر اتنی بے یقینی اور شاک تھا کہ اسفندیار کو اپنا دل مٹھی میں جکڑتا محسوس ہوا تھا۔ کیا جو اس نے ابھی کہا تھا وہ سن چکی تھی۔۔؟ کیا اسکا راز آج ڈیڑھ سال بعد بلآخر کھل گیا تھا۔۔؟

تم۔۔ یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟" کال ڈسکنیکٹ کرتے سپاٹ لہجے میں استفسار" کیا۔ مگر مہزلہ کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ البتہ آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔ کوئی کام تھا۔۔؟"

کک۔۔ کیوں کیا۔۔؟" اسکے لب بے حد آہستہ سے ہلے تھے۔ آواز جیسے کسی" نے گھونٹ دی تھی۔ اتنا بڑا کھیل۔۔!! اتنا بڑا کھیل کھیلا تھا اس شخص نے اسکے ساتھ۔۔! اسفندیار لب بھینچتا صوفے سے گھوم کر اسکی سمت قدم بڑھا گیا مگر اس سے پہلے کہ اسکے نزدیک پہنچتا مہزلہ ہاتھ اٹھاتی روک گئی۔ "کیوں کیا۔۔؟" اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ ٹوٹے ارمان کی کرچیاں

تھیں۔ "کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا۔۔۔؟" لبوں سے سسکی سی بر آمد ہوئی تھی۔ اسفندیار بے اختیار اسکے نزدیک آیا تھا۔

دور رہو۔۔۔ دور ہو۔۔۔ !!" وہ بے ساختہ چیخ اٹھی۔ مگر وہ اسے زبردستی" حصار میں لے گیا۔ "چھوڑو مجھے۔۔۔ !!! میں کہہ رہی ہوں دور ہو مجھ سے۔۔۔ !!!!" اسے بپھرتا دیکھ اسفندیار اسے صوفے پر لے آیا۔ "کیوں کیا۔۔؟ کیوں کیا بولو کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا۔۔۔؟" اسکا دل غم سے پھٹنے کو تھا۔ اسفندیار لب بھینچتا اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ تھام گیا۔

بہت کچھ بگاڑ چکیں تھیں تم میرا۔۔۔ !! اور جو بگاڑ تم نے پیدا کیا تھا اسے" درست بھی تم ہی نے کرنا تھا۔۔" اسکے سرد لہجے پر مہزلہ نے نم الجھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ یہ کیا کہہ رہا تھا وہ۔۔۔؟ بگاڑ کیسا بگاڑ۔۔؟ اس نے تو شادی سے پہلے کچھ برا کرنا تو دور کی بات کبھی بات تک نہ کی تھی اس سے۔۔

مم۔۔ میں نے۔۔؟ میں نے بگاڑا۔۔؟" اسکے لبوں سے الفاظ ٹوٹ کر نکلے" تھے۔ بے یقینی ایسی تھی کہ جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔

ہاں تم نے۔۔!! پھر میں کیسے تمہیں کسی اور کا ہونے دیتا۔۔؟" اسکے لہجے کی سرکشی مہزلہ کا تنفس تیز کر گئی۔اسکے ہاتھ ہٹاتے اپنا چہرہ اسکی گرفت سے نکالا تھا۔

تم نے۔۔ تم نے پورے۔۔ پورے شہر کے سامنے۔۔۔" اسکی سسکیاں "ہچکیوں میں تبدیل ہو گئیں۔" مم۔۔ میری عزت۔۔

پورے شہر کے سامنے تمہیں اپنا بنایا ہے۔۔۔ اس دن سے تم میری عزت" ہو گئیں تھیں اور یہ ضروری تھا۔۔ میرے لیے۔۔!" اسکا عجیب سا لہجہ تھا مہزلہ نے نفرت سے اس سے دور ہونا چاہا۔

تم نے جھوٹ بولا۔۔ گل۔۔ گلریز بے قصور تھا۔۔ تم۔۔ تم نے۔۔!" اس" سے بات مکمل نہ ہو سکی تھی۔آنسو نئے سرے سے آنکھوں سے نکلے تھے۔

"!! تم اس کے لیے نہیں بنیں تھیں۔۔"

میں تمہارے لیے نہیں بنی تھی۔۔!!" بلند آواز میں چیختی پھوٹ کر رو" پڑی۔اسفندیار جبڑے بھینچے اسے دیکھتا رہا مگر پھر یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔" تم میرے

لیے ہی بنیں تھیں بس مجھ تک آنے میں وقت لگ گیا۔۔اور اچھا ہوا یہ حقیقت

"تمہیں خود معلوم ہو گئی۔۔ورنہ میں جلد یا بدیر بتا ہی دیتا۔۔

"!مجھے نفرت ہے تم جیسے دھوکے باز سے۔۔"

ہزار بار کرو۔۔ مگر میری ہو تمہاری نفرت بھی قبول ہے۔۔!"اسکی ڈھٹائی پر"

وہ اور سسکیاں بھرنے لگی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرتی۔ کتنا بڑا فریب ہو چکا

تھا اسکے ساتھ۔۔اسے فریب دے کر جال میں پھنسایا گیا تھا۔ باپ کے قتل کے

قصاص کا ڈرامہ کر کے اسکا تماشہ بنایا گیا تھا۔ مگر کس لیے۔۔؟

"!بند کرو رونا۔۔"

مجھے۔۔نف۔۔نفرت ہے تم سے۔۔تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی میں"

اب۔۔۔کاش۔۔کاش میں زندہ نہ بچتی اس دن۔۔کا_"اسفندیار اسکی ٹھوڑی

جکڑ گیا۔

تمہیں زندہ بچنا تھا مہزلہ بی بی۔۔ تمہیں میری دسترس میں آ کر موت بھی نہیں"

چھو سکتی۔۔ تمہیں میری ہی ہونا تھا۔۔"اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالا وہ بھی

اٹل لہجے میں بولا تھا اور ہاتھ شال میں چھپے اس کے پیٹ پر جا ٹھہرا۔۔"میری

اولادیں تم سے ہی آنی تھیں۔۔ پھر مقدر کا لکھا کوئی کیسے مٹا سکتا تھا۔۔؟" مہزلہ نے اسکا ہاتھ جھٹکتے نفرت انگیز نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"اس طرح دھوکے سے مجھ پر اپنا تسلط جما کر۔۔اپنے نام کا ٹھپہ لگا کر تم سمجھ رہے ہو میرے دل پر بھی حکمرانی کر لو گے۔۔۔؟" اسفندیار اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھتا رہا۔اس وقت مہزلہ کی آنکھوں میں اس کے لیے صرف نفرت تھی وہ بھی شدید۔۔

"تم میری ہو تو تمہارا دل بھی میرا ہے۔۔!" مگر اسفندیار کو اس لمحے خود احساس ہوا تھا کہ اسکے لہجے میں وہ مضبوطی نہ رہی تھی۔

"نہیں اسفندیار خان دلوں کو جیتا جاتا ہے ان پر قابض نہیں ہوا جاتا۔۔! تم میری زندگی میں تو ہو سکتے ہو مگر میرے دل میں کبھی نہیں۔۔!" اور پھر وہ اٹھ کر چلی گئی تھی۔ جبکہ اسکے لفظوں کی بازگشت نجانے کتنی دیر تک اسٹڈی روم میں ہوتی رہی تھی۔

****

آج وہ پھر اس سے ملنے آیا تھا۔ آج وہ پھر اس سے نہیں بولی تھی۔ آج بھی وہ دروازے کے پار سے اسکا زرد چہرہ دیکھتا رہا تھا۔ آج بھی اس نے آنکھیں کھول کر اسے نہیں دیکھا تھا۔ زرتشہ بر لاس مشینوں کے ذریعے سانس لے رہی تھی۔ اور یہاں اسکی اپنی سانسیں اٹکیں تھیں۔ اس لڑکی کو کھو کر جتنے خسارے میں وہ رہا تھا۔ اسکی کوئی انتہا نہ تھی۔ کاش وہ وقت پر صحیح فیصلہ کر لیتا۔۔ کاش تھوڑی سی ہمت اس وقت دکھا دیتا۔ تو آج یہ لڑکی اس حال میں نہ ہوتی۔

پچھلے پندرہ دن سے وہ ایبٹ آباد میں ہی تھا۔ اب جیسے کہیں اور جا ہی نہیں سکتا تھا۔ اسکا دل بسترِ مرگ پر تھا۔ پھر وہ کہیں کیسے چلا جاتا۔۔؟ اب تو اسکے ہر روز آنے پر روشینا بھی اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھنے لگیں تھیں۔ مگر وہ اس معاملے میں بے بس تھا۔ اگر اس دشمنِ جان کو روز سانس لیتا نہ دیکھتا تو شاید خود مر جاتا۔ اسفندیار نے بڑے سے بڑے ڈاکٹرز سے زرتشہ کا کیس ڈسکس کر لیا تھا مگر سب کا وہی جواب تھا کہ کوئی وقت مقرر نہ تھا۔

"کچھ زیادہ ہی دل نہیں لگ گیا تمہارا یہاں۔۔؟" عقب سے ابھرتی بریال کی طنزیہ آواز پر وہ چونکا تھا۔ اور اگلے ہی پل جبڑے آپس میں بھنچ گئے۔ ہاتھ کی

مٹھیاں بند کرتا اسکی سمت پلٹا تھا۔ جو اس وقت بڑی زہریلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اب مجھے تمہیں جواب دینا پڑے گا۔۔؟" بریال دانت پیستا ایک قدم نزدیک" آیا تھا۔

"!تم بھول رہے ہو شاید۔۔اندر جو ہے وہ میری بیوی ہے۔۔"

بد قسمتی سے۔۔!ورنہ تجھ جیسے خبیث کی تو پر چھائی بھی اس پر نہیں پڑنی چاہیے" تھی۔۔!"آج واقعی اسکے ضبط کی انتہا ہو گئی تھی۔

اچھا۔۔!!پھر کس کی پڑنی چاہیے تھی۔۔"اور ذرا سا اسکے قریب جھکا" تھا۔"تیری۔۔؟"دریاب کے خون میں شرارے دوڑنے لگے۔اس گرے !ہوئے شخص کو زرتشہ نے دوسرا موقع دیا تھا۔۔

کاش۔۔!کاش میں تجھے تیری اس بکواس کا کرارہ جواب ابھی دیتا۔۔ مگر مجھے" اس وقت کا انتظار ہے جب زرتشہ اٹھے گی۔۔" بریال کے لبوں پر عجیب زہر خند سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

وہ تو ایک نا ایک دن 'میری' بیوی کو اٹھنا ہی ہے سالے صاحب۔۔"اسے آگ" میں دھکیلتا وہ ہمیشہ کی طرح پلٹ گیا تھا۔ کیونکہ اسفندیار کے گارڈز دروازے پر پہرا دے رہے تھے۔

****

صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گئی تھی۔ مگر وہ کمرے سے نہ نکلی تھی۔ اسکے آنسو بہہ بہہ کر خشک ہو چکے تھے۔ اسے اپنے ساتھ ہوئے دھوکے کا جیسے اب تک یقین ہی نہ آیا تھا۔ آخر اس نے کیوں کیا کیا تھا ایسا۔۔؟
گلریز پر الزام لگا کر۔۔اسے حاصل کر کے کیا ملا تھا اسے۔۔؟ اس نے تو کبھی کچھ نہیں کیا تھا اسکا۔۔؟ کبھی اسکی راہ میں بھی نہیں آئی تھی۔۔ پھر اسے انتقام کا نشانہ کیوں بنایا تھا۔۔؟

اسے وہ دن آج بھی یاد تھا جب مامی اسکے سامنے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگ رہی تھیں۔ اور اسے مجبوراً ہاں کرنی پڑی تھی۔

کتنے چال باز ہو تم۔۔ صرف مجھے جھکانے کے لیے اپنا تابع کرنے کے لیے تم نے '
وہ سارا کھیل کھیلا۔۔'اسی پل دروازے پر دستک دیتی گل بانو کمرے میں چلی آئی
تھی۔

بی بی جی آٹھ بج رہے ہیں۔۔ خان بھی آگئے ہیں۔۔ آپکو نیچے کھانے پر بلا رہے "
ہیں۔۔"صوفے میں دبکی بیٹھی مہزلہ نے متورم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور
رخ موڑ گئی۔

مجھے نہیں کھانا جاؤ۔۔!"روروکر اسکی آواز بھاری ہو چکی تھی۔"

بی بی جی آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔۔"وہ بے بسی سے بولی تھی۔"

جاؤ بانو۔۔!"گل بانو کمرے سے نکل گئی تھی۔ مگر کچھ دیر میں دروازہ پھر کھلا"
تھا۔

میں نے کہانا بانو جا___"مگر دروازے پر بانو نہیں بلکہ اسفندیار تھا۔ مہزلہ لب "
بھینچتی نظریں پھیر گئی۔ اسفندیار بھاری قدم اٹھاتا اسکے پاس آگیا تھا۔

کھانا کیوں نہیں کھا رہیں۔۔؟"اسکے برابر میں بیٹھتے استفسار کیا۔ مہزلہ مزید "
خود میں سمٹ گئی۔ اس وقت وہ اس شخص کا لمس قطعاً برداشت نہیں کر سکتی

تھی۔"تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔ گل بانو بتا رہی تھی تم نے سارا دن کچھ نہیں کھایا۔۔"اسکی آنکھیں پھر جلنے لگیں وہ اس طرح ری ایکٹ کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ جیسے اس شخص نے اس پر آج قیامت توڑی ہی نہ تھی۔ جب اسے صوفے پر اپنے عقب میں اسکا ہاتھ محسوس ہوا۔

دور ہو جائیں مجھ سے۔۔!"وہ بہت ضبط سے رندھے ہوئے لہجے میں بولی" تھی۔ مگر اٹھنے یا مذاحمت نہیں کرنے کی کوشش نہیں کی تھی ایسا لگ رہا تھا کسی نے اسکے وجود سے توانائیاں کھینچ لیں ہوں۔۔

تمہارا جو بھی مسئلہ ہے وہ مجھ سے ہے۔۔ بھوکا رہ کر طبیعت خراب کر لو گی" مہزلہ۔۔!"وہ بھی بے انتہا سنجیدہ تھا۔ ان آخری دنوں میں پورا دن بھوکا رہنا اولاد اور اس کے دونوں کے لیے نقصان دہ تھا۔"مجھے تنگ مت کرو مہزلہ۔۔!"اسکی مسلسل خاموشی پر وہ زچ ہونے لگا تھا۔

"!میں کھانا منگوا رہا ہوں تم کھاؤ گی۔۔ سمجھ آ رہی ہے۔۔"

مجھے زہر لا دو۔۔!"اسے زہر خند نگاہوں سے دیکھتی بڑبڑائی تھی۔ اسفندیار" !جبڑے بھینچ گیا۔ اس لڑکی نے کیا حشر کر لیا تھا صبح سے شام میں اپنا۔۔

"!غلط بات مت کرو میرے سامنے۔۔"

مجھے رہنا ہی نہیں تمہارے سامنے۔۔"آنسو رگڑتی صوفے کی آرم پر ہاتھ رکھ کر" اٹھ رہی تھی۔ مگر اسفندیار بے کل سا ہوتا بازو تھام کر روک گیا۔"کہاں جاؤ گی مجھے چھوڑ کر۔۔۔کیوں نہیں سمجھتیں۔۔کیوں ضد کر رہی ہو۔۔؟"اسکا چہرہ تھامتا بے حد بے بس انداز میں بولا تھا۔ مگر اچانک ہی مہزلہ کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہونے لگے۔اسکے وجود میں تکلیف اٹھی تھی اور کراہتی اسکے ہاتھوں سے پھسلنے لگی۔

ماہ۔۔! مہزلہ۔۔۔!!! کیا ہوا ہے۔۔میری طرف دیکھو۔۔!"مگر وہ مچلتی" اسکی گرفت میں پاگل ہونے لگی تھی۔اسفندیار بے قرار سا ہوتا اسے بازوؤں میں اٹھا کر باہر کی جانب لپکا تھا۔

خوشحال خان۔۔۔!!!!گاڑی نکالو۔۔۔!!"اسکی گرجدار آواز پر ایک ایک" ملازم الرٹ ہو گیا تھا۔آناً فاناً ہلچل مچی تھی۔پورچ میں آکر اسے احتیاط سے گاڑی میں بٹھاتا ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

کچھ نہیں ہو گا میری جان۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا انشاءاللہ۔۔ہمت" کرو۔۔۔!!"اسکا ٹھنڈا پڑتا چہرہ سینے سے لگاتا خوشحال خان کو گاڑی تیز چلانے کی ہدایت کر گیا۔

****

مہزلہ کے ہاسپٹل ایڈمٹ ہونے کی خبر نے حویلی میں بھی ہلچل مچادی تھی۔ابا صاحب اور تائی تو اسفندیار کی اولاد کے لیے بے قرار ہوتے ہاسپٹل کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔گھر پر اس وقت پھپھی اور زمدہ تھیں۔جو اس وقت ماتم میں پڑیں تھیں۔زمدہ پر تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ہر شے اسکے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسلتی چلی جا رہی تھی اور وہ بس بیٹھی تماشہ دیکھتی رہ گئی تھی۔مہزلہ ہر معاملے میں اس سے آگے نکل گئی تھی۔اور آج اسفندیار کو سب سے بڑی خوشی دینے جا رہی تھی۔جو شروع سے اس کا خواب تھا اسے پورا وہ کر رہی تھی۔

ایسا بھی تو ہو سکتا ہے نا اماں کے بچہ مرا ہوا پیدا ہو۔۔؟"اس نے کھوئے کھوئے" انداز میں گل بینا کو دیکھا تھا۔اور وہ بس بیٹی کی حالت پر دکھ بھری سانس خارج کر گئیں۔

جب میرا بچہ مر سکتا ہے۔۔ تو اسکا بھی تو مرا ہوا پیدا ہو سکتا ہے نا اماں۔۔ یا شاید" وہ بھی اسی کے ساتھ مر جائے۔۔؟" یکدم ہی جیسے اسکے چہرے پر امید سی بکھر گئی۔ "ہاں اماں ایسا ہو سکتا ہے۔۔ کتنا اچھا ہو گا۔۔ خان بھی میرے ہو جائیں گے بس۔۔ اس منحوس کا سایہ میری زندگی سے دور ہو جائے گا۔۔" گل بینا اسے ایسے دیکھ رہیں تھیں جیسے دیوانہ اپنا خواب سنا رہا ہو۔

پگلی یہ دعا کیوں نہیں کرتی کہ اسکے گھر بیٹی ہو۔۔ تا کہ وہ بھی اپنی ماں جیسی" زندگی گزارے۔۔" ماں کی بات پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

مگر وہ زندہ رہے گی۔۔ میری زندگی کا کانٹا بن کر۔۔ تم اسکی موت کی دعا کیوں" نہیں کرتیں۔۔؟ ابھی وقت ہے اماں وہ مر سکتی ہے۔۔ کاش وہ نہ بچے اماں دعا کرو۔۔" ماں کے ہاتھ دعا کی صورت اٹھاتی یکدم ہی پھوٹ کر رونے لگی۔

اللہ تو کیا میرا نہیں ہے۔۔ تو اسے سب کچھ کیوں دے رہا ہے۔۔؟ اس سے" چھین لے سب جو اس نے مجھ سے چھینا ہے۔۔۔!!" وہ پاگلوں کی طرح روتی ماں کی آغوش میں سسک رہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب ہاسپٹل کے کاریڈور میں اسفندیار بے قراری سے چکر کاٹ رہا تھا۔ مہزلہ کو لیبر روم میں گئے ایک گھنٹے سے زیادہ ہو چکا تھا۔ مگر اب تک کوئی خبر نہ آئی تھی۔ روشینا اور دریاب اسی کے ساتھ تھے۔ کیونکہ زرتشہ بھی اسی ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی۔

لالا بیٹھ جاؤ۔۔ سب بہتر ہو گا انشاءاللہ۔۔! "دریاب نے اسکے پاس آتے" کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینی چاہی تھی۔ مگر وہ کہاں چین سے ٹک سکتا تھا۔ بار بار اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ عجیب بے چینی سی بے چینی تھی۔

تم سوچ بھی نہیں سکتے اس وقت میری کیا کیفیت ہے۔۔ تمھیں نہیں معلوم" کتنی اذیت میں تھی وہ۔۔ "لب بھینچتا لیبر روم کا دروازہ گھورنے لگا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا دروازے کے پار جا کر اسکی حالت دیکھ لیتا۔ اسے چھو کر تسلی دے دیتا۔ "اتنی چھوٹی سی ہے وہ۔۔ یہ وقت کتنا مشکل ہے اس کے لیے ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔۔" دریاب اسکی ٹینشن پر مسکرا دیا۔

مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ باپ بننا اتنا آسان بھی نہیں۔۔ سردار صاحب کے" ہوش اڑے ہوئے ہیں۔۔" اسکے چھیڑنے پر اسفندیار نے سلگ کر اسے دیکھا تھا۔

اگر ابھی چھیڑنے کی کوشش بھی کی اسی ہاسپٹل میں بھرتی کروا دوں" گا۔۔" اسکی دھمکی پر دریاب دھیرے سے ہنس دیا۔

جتنی ٹینشن میں پھر رہے ہیں۔۔ بی پی چیک کروالیں۔۔" اور یہ کہتا وہ فوراً دور" ہو گیا کیونکہ اسفندیار کا موڈ واقعی بدل گیا تھا۔ روشینا ورد میں لگیں تھیں۔ اور وہ ایک بار پھر بے چینی کے سبب کاریڈور میں چکر کاٹنے لگا۔ ابا صاحب اور تائی بھی چلے آئے تھے۔ اور اپنے لختِ جگر کی کیفیت دیکھتے مسکرا دیے۔۔

بے فکر ہو جاؤ خاناں ہمارا پر پوتا جلد تمہاری گود میں"

ہو گا۔۔ انشاءاللہ۔۔۔" اسفندیار جوان کے برابر میں بیٹھا سینڈل میں مقید دایاں پیر مسلسل ہلا رہا تھا۔ ٹھٹھک کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

ابا صاحب لڑکا ہو یا لڑکی بس صحت مند ہونا چاہیے۔۔ اپنی ماں کے"

ساتھ۔۔!" اسفندیار کے ٹھہرے ہوئے لہجے پر جہاں روشینا کی آنکھیں خوشی

سے نم ہوئیں تھیں۔وہیں تائی پہلو بدل گئی۔جبکہ ابا صاحب لب بھینچتے اسکا کندھا تھپک گئے۔مگر ان کی آنکھوں میں ضبط کے سبب اس وقت خون اتر آیا تھا۔اسی پل لیبر روم کا دروازہ کھلا تھا۔اسفندیار تیزی سے باہر نکلتی ڈاکٹر کی سمت لپکا تھا۔

ڈاکٹر میری بیوی۔۔۔؟"اسکے لبوں سے بے ساختہ پہلا سوال ہی یہی نکلا" تھا۔ڈاکٹر کھل کر مسکرادی۔

"!!سردار صاحب مبارک ہو آپکی بیوی اور بیٹا دونوں خیریت سے ہیں۔۔۔"

اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر۔۔۔!!"تائی نے پوتے کا سنتے ہی بے اختیار شکر ادا کیا" تھا۔جبکہ اسفندیار پر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

مبارک ہو لالا۔۔۔!میں چاچو بن گیا۔۔"دریاب نے اپنی جگہ جمے بھائی کو" سینے سے لگا لیا تھا۔اسفندیار کے لبوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑ گئی۔اس نے بھی کس کر بھائی کو گلے لگا لیا روشینا نم آنکھیں لیے مسکرا رہیں تھیں۔ابا صاحب کے چہرے پر اطمینان سا پھیل گیا تھا۔اشارے سے بادام خان

کو اپنے پاس بلایا تھا۔ اور کان میں کچھ کہا تو اس نے چونک کر ابا صاحب کو دیکھا پھر بے چینی سے بولا۔

"!مگر صاحب۔۔"

جتنا کہا ہے اتنا کرو بادام خان۔۔!" ان کے تحکم بھرے لہجے پر وہ لب بھینچتا" پیچھے ہٹ گیا تھا۔ جبکہ ابا صاحب لاٹھی کی مدد سے کھڑے ہوتے پوتے کو گلے لگانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔

****

اسکی آنکھ کھلی تو تازہ گلابوں کی مہک نتھوں سے ٹکرائی تھی۔ پلکیں جھپکتے آنکھیں وا کیں سفید رنگ کی جدید طرز کی بنی چھت پر سیلنگ فین لگا تھا۔ اسکی نظر ذرا ترچھی ہوئی۔ دیوار پر کلینڈر لگا تھا۔ ایک جانب لیدر کا سیاہ رنگ کا صوفہ سیٹ پڑا تھا۔ جس پر کئی سارے گلابوں کے بکے پڑے تھے۔ اور اسکے برابر میں رکھی ٹیبل پر ادویات رکھی تھیں۔ وہ اس وقت ایک ہسپتال کے کمرے میں تھی۔ اور

اسکے دونوں اطراف سرخ گلابوں سے سجے بکے رکھے تھے۔ چند لمحے انہیں یونہی گھورتی رہی۔ پھر یکدم ہی اپنی یہاں موجودگی پر اسکی بھنویں سکڑیں تھیں اور نگاہ سیدھی اپنے وجود پر گئی۔ اگلے پل ایک خالی پن کا احساس ہوتے ہی اٹھنے لگی مگر اسکا جوڑ جوڑ ٹوٹ رہا تھا۔ اسی پل کمرے کا دروازہ وا ہوا تھا۔ اس نے بے ساختہ نگاہ دروازے کی سمت موڑی جہاں سفید کلف دار کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار کھڑا تھا۔ اسکے ہاتھ میں کچھ تھا جسے وہ اسے ہوش میں دیکھ عقب میں کر گیا تھا۔

"اسلام و علیکم۔۔!" لبوں پر گہری مسکراہٹ لیے اسکے قریب آتا گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔ مہزلہ پھیلی پھیلی آنکھوں سے اس شخص کا چمکتا چہرا دیکھتی رہی۔ نجانے کیوں اسکے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

"بیٹا یا بیٹی۔۔؟" اسکے لب بہت آہستہ سے ہلے تھے۔ جبکہ چہرے پر خوف سا پھیلتا جا رہا تھا۔ اسفندیار بیڈ پر ہی اسکے بے حد نزدیک آ بیٹھا۔ اور بے حد نرمی سے اسکے بکھرے بال کان کے پیچھے کرتے ذرا سا اسکی سمت جھکا تھا۔ مہزلہ بلکل ساکت بیٹھی اسکے جواب کی منتظر تھی۔

سوری میڈم ہماری پرنسز ابھی نہیں آئی۔۔مے بی نیکسٹ ٹائم۔۔ابھی میرے چھوٹے ورژن سے کام چلاؤ۔۔"اسفندیار بھاری پرلطف لہجے میں کہتا۔اسکے رخسار پر اپنے جذبوں کی تحریر لکھنے لگا۔جبکہ مہزلہ۔۔!وہ بلکل سن ہو چکی تھی۔اسکی تحیر بھری آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کرر خسار پر گرے تھے۔اسے بیٹا نہیں بیٹی چاہیے تھی۔۔اسے اس خاندان کا وارث نہیں بلکہ اپنی اولاد چاہیے تھی۔۔وہ ابا صاحب کی گردن کا سریا مزید لمبا ہوتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔وہ وارث کے نام پر ایک اور جلاد نہیں بنانا چاہتی تھی۔پھر اللہ نے اسے بیٹی کیوں نہیں دی تھی۔۔؟جب اسے بیٹے کی خواہش نہ تھی تو اللہ نے کیوں دیا تھا اسے۔۔؟

اسفندیار کو اپنے لبوں پر اسکے آنسو محسوس ہوئے تو وہ ٹھٹھکتا الگ ہوا تھا۔"ہے۔۔کیا ہوا۔۔؟کیوں رو رہی ہو۔۔؟"اسکا چہرا تھامتا بے حد فکر مندی سے بولا تھا۔مہزلہ نے سرخ آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کر انتہائی نفرت سے اسے دیکھا۔

روؤں نہیں تو خوشی مناؤں۔۔؟ تمہارا اور تمہارے ابا صاحب کا خواب پورا" ہو گیا۔۔اس پر خوشی مناؤں میں۔۔۔؟" وہ نفرت سے پھنکارتی اسفندیار کو ایک پل کے لیے سن کر گئی۔ یہ کیا کہہ رہی تھی وہ۔۔۔؟ بھلا کوئی عورت اپنی اولاد ہونے پر رو بھی سکتی تھی۔۔؟

یہ کیسی باتیں کر رہی ہو۔۔وہ ہماری اولاد ہے مہزلہ۔۔!" اسفندیار کو اپنی ہی" آواز خلاؤں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ مہزلہ ناگواری سے اسکا ہاتھ جھٹک گئی۔

وہ صرف تمہاری اولاد ہے اسفندیار خان۔۔وہ تمہارا وارث ہے۔۔ تمہارے ابا" صاحب کا غرور ہے۔۔ جیسے تم ہو دریاب خان ہے زرغان ہے ویسے ہی اب وہ بھی ہو گا۔۔۔!! اور وہ بھی تم جیسا ہو گا ابا صاحب جیسا ہو گا۔۔ پھر میرا کہاں سے ہوا وہ۔۔۔؟" آنسو ایک قطار کی صورت اسکی سرخ آنکھوں سے گر رہے تھے۔ مگر اسفندیار کی تو کیفیت ہی الگ تھی۔ اسکا دل اس سامنے بیٹھی چھوٹی سی لڑکی نے چیر کر رکھ دیا تھا۔ وہ ساری خوشی سارا جوش جو اس کمرے میں آنے سے پہلے وہ محسوس کر رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی کی نظر کھا گئی۔" کل کو وہ بھی تمہاری طرح کسی لڑکی کو دھوکے سے اپنا لے گا اور اپنے تابع کر لے گا۔۔ کل کو

وہ بھی ابا صاحب کی طرح عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھے گا اسے ایک بد دعا سمجھے گا۔۔یا بریال خان کی طرح اسے زدو کوب کرے گا اس بات کی خوشی مناؤں میں۔۔؟" اسکے تیز دھار الفاظ پر اسفندیار کا چہرہ شدتِ ضبط سے سرخ پڑنے لگا تھا۔آج احساس ہو رہا تھا کہ اس لڑکی کو وہ کبھی حاصل ہی نہ کر سکا تھا۔یہ لڑکی تو آج بھی اول دن کی طرح اس سے نفرت کرتی تھی۔اتنی نفرت کہ اپنی اولاد کی خوشی بھی نہ تھی اسے۔

"تم میرے کیے کی سزا ہماری اولاد کو دو گی۔۔؟"

سزا۔۔؟" وہ زہر خند انداز میں مسکرا دی۔"بھلا میری اوقات خان حویلی کے وارث کو سزا دوں۔۔؟ زرغان کی آمد پر ہمیں حویلی میں جگہ ملی تھی۔۔اب شاید اسکی آمد پر ابا صاحب اور سردار صاحب کوئی اور نوازش کر دیں ہم پر ہے نا۔۔؟ یہی ہو گا نا۔۔؟" اسفندیار اسے دیکھتا رہا۔جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔مگر نہیں پہچان پا رہا تھا۔یہ اتنی سخت تو کبھی نہ تھی۔۔

"تمہیں بیٹی چاہیے۔۔؟"

مجھے بیٹی چاہیے تھی۔۔! کیونکہ اسکی اس خاندان کی نظر میں کوئی اوقات نہیں" ہوتی اور وہ صرف میری ہوتی۔۔" وہ نظریں اسکی سمت سے پھیر گئی تھی۔اسفندیار بخوبی جانتا تھا اسکی بات کا کیا مطلب تھا۔اسکے دائیں ہاتھ میں چھپا وہ تحفہ چھپا ہی رہ گیا تھا۔ان دونوں کے درمیان یکدم ہی خاموشی آٹھہری تھی۔جیسے بولنے کو اب کچھ نہیں بچا تھا۔اسی پل اسفندیار کے موبائل کی رنگنگ نے اس بھیانک خاموشی کو توڑا تھا۔مگر موبائل اسی طرح بج رہا تھا۔وہ کال نہیں اٹھا رہا تھا۔بس اس سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔مگر دوسری جانب بھی کوئی ڈھیٹ بیٹھا تھا۔جو بار بار کال کر رہا تھا۔اسفندیار نے بلاآخر کرتے کی جیب سے موبائل نکالتے کال ریسو کرلی۔

ہاں خوشحال۔۔۔!!"اسکے لب آہستہ سے ہلے تھے۔مگر دوسری جانب سے" نجانے کیا کہا گیا تھا۔اسفندیار ماتھے پر لاتعداد شکنیں لیے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔"کیا بکواس___"ناگواری سے دھاڑتے اسکی نظر بے ساختہ مہزلہ تک گئی۔وہ بھی بھنویں سکیڑتی اسکی سمت دیکھنے لگی تھی۔اسفندیار سرخ چہرہ لیے لب بھینچتا لمبے لمبے ڈگ بھر کر باہر نکل گیا۔مگر مہزلہ کی چھٹی حس کسی گڑبڑ کو

محسوس کر گئی تھی۔ کہ اسفند یار اتنے اشتعال میں کسی چھوٹی بات پر ہر گز نہیں آسکتا تھا۔ لیکن وہ پکار کر اسے نہیں روک سکتی تھی اس سے نہیں پوچھ سکتی تھی کیونکہ اب وہ اس شخص سے مخاطب بھی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ نظریں دروازے سے ہٹیں تو کمرے کے کونے میں رکھے خالی کاٹ پر ٹھٹھک سی گئیں۔ یہ اسکے بیٹے کا کاٹ تھا۔۔! مگر وہ خالی کیوں تھا۔۔؟ وہ کہاں تھا۔۔؟ اسکے دل و دماغ میں باتیں یاد آئیں یکدم کئی سوالوں نے جنم لیا تھا۔ مگر کچھ دیر پہلے اسفند یار سے کہی تو اسکی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی آنے لگی۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ پھر وا ہوا تھا۔ مگر اس بار اسفند یار نہیں بلکہ روشینا چلی آئیں تھیں۔ اس نے نظر اٹھاتے انہیں دیکھا۔ "میری بیٹی۔۔ کیسی طبیعت ہے۔۔" روشینا نے مسکراتے قریب آکر استفسار کیا۔ مگر وہ جواب دینے کے بجائے ان کے سینے سے لگ گئی۔ ابھی اسے اپنی ماں کی آغوش کی سخت ضرورت تھی۔ جبکہ اسکے بے ساختہ عمل پر روشینا حیرت زدہ ہوتیں ہنس پڑیں۔

ارے۔۔ رو کیوں رہی ہو پگلی۔۔ ایک بچے کی اماں بن گئی ہو۔۔ اب تو بڑی ہو جاؤ۔۔" اسکے سر پر بوسہ دیتیں پیٹھ سہلانے لگیں۔

مگر میں رہوں گی تو آپکی بیٹی نا۔۔"روتے ہوئے خفگی سے بولی۔"

اچھا اچھا۔۔بس بھی کرو۔۔اپنے بیٹے سے نہیں ملنا۔۔؟"ماں کی بات پر اسکا" دل اس پل بڑے عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔آنکھیں وا کرتے انکی جانب دیکھا۔"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔۔تمہارے برابر والے کمرے میں ہے وہ۔۔"مہزلہ کو اپنا دل سکڑتا پھیلتا محسوس ہوا۔اسکی عجیب ہی کیفیت تھی اس وقت۔۔ابھی کچھ دیر پہلے اسی پر رو رہی تھی اور اب دل میں الگ ہی گداز جذبے بلکل نیا احساس پیدا ہو رہا تھا۔روشینا اسے اسی کیفیت میں چھوڑ کمرے سے نکل گئیں تھیں۔اور کچھ دیر بعد لوٹیں تو ہلکے نیلے کمبل میں لپٹا بچہ ان کی گود میں تھا۔جیسے جیسے وہ اسکی سمت آرہیں تھیں۔اسکی دھڑکن تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

ہاتھ آگے کرو زلہ۔۔کیا سن بیٹھی ہو۔۔!"اسے ساکت بیٹھا دیکھ روشینا نے" ڈپٹا تھا۔اور مہزلہ نے کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں اپنے لرزتے ہاتھ ماں کی جانب پھیلا دیے۔۔روشینا نے احتیاط سے اسکا بیٹا اسکے ہاتھوں میں دیا تھا۔

مہزلہ کی دھندلی نگاہیں اسکے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ سرخ خوبصورت گول مٹول شہزادہ آنکھیں بند کیے سو رہا تھا۔ وہ ہو بہو اسفندیار کی کاپی تھا۔ اسکے ذہن میں اسفندیار کا کچھ دیر پہلے کہا جملہ ابھرا تھا۔ 'ابھی میرے چھوٹے ورژن سے کام چلانا ہوگا۔۔' اور یکدم اسے آغوش میں بھرتی رو پڑی۔ وہ کیسے اپنی اولاد کی پیدائش پر رو سکتی تھی۔ اس پل احساس ہوا تھا کہ کہنے اور کرنے میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ وہ اسفندیار کے سامنے تو بڑی بڑی باتیں کر گئی تھی مگر اس لمحے کوئی اس معصوم کی خوشیوں کے بدلے اسکی جان بھی مانگتا تو وہ خوشی خوشی دے دیتی۔۔ روشینا اسکی بے تابیوں پر مسکرا دیں تھیں جو اپنے بچے کو جا بجا چوم رہی تھی۔

خاناں نے بتایا کیا نام رکھا ہے انہوں نے اسکا۔۔؟" ماں کی مسکراتی آواز پر اس" نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھاتے الجھی نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔ اور نفی میں ہلا گئی۔

"! برلاس خان۔۔۔"

****

اسفندیار اس وقت گہری سوچ میں گم ڈیرے پر بیٹھا تھا۔ مہزلہ سے مل کر آئے دو دن گزر گئے تھے۔اور ان دو دن میں وہ کس قدر ٹینشن میں رہا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ آج سے دو دن پہلے خوشحال خان نے جو خبر اسے دی تھی۔ وہ اسے اشتعال سے پاگل کر گئی تھی۔اسکے گھر پر 'سردار ہاؤس' پر کسی نے دن دھاڑے فائرنگ کروائی تھی۔اور ایک بھیانک تصادم عمل میں آیا تھا۔ جس میں مخالف گینگ کا ایک شخص ہلاک ہوا تھا جبکہ اسکا چوکیدار جو کہ گل بانو کا منگیتر تھا آج صبح ہسپتال میں زندگی کی بازی ہار گیا تھا۔

اسکا سوچ سوچ کر دماغ ماعوف ہو رہا تھا کہ یہ حملہ مہزلہ کی گھر میں موجودگی پر بھی ہو سکتا تھا۔ خدانخواستہ اسکی اولاد اسکی بیوی اسکی فیملی کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔اور اس واقعہ کے بعد وہ اپنے ایک ایک نئے پرانے دشمن کا گریبان پکڑ گیا تھا۔ مگر وہ اسکے سامنے ایسے تھر تھر کانپ کر سچ اگل رہے تھے کہ اسفندیار مزید الجھ گیا تھا۔

اسکے باپ کا قاتل۔۔۔

اس پر حملہ کرنے والا۔۔۔

اسکے گھر پر حملہ کرنے والا۔۔۔

اب تک اسکے ہاتھ نہ لگ سکا تھا۔اور کہیں نہ کہیں غلطی اسی کی تھی کہ اس نے سب ولی خان پر چھوڑا ہوا تھا اور اپنے طور پر تفتیش شروع نہ کی تھی۔ مگر اب۔۔!اب گنجائش نہیں نکلتی تھی۔ سردار ہاؤس کا نقشہ ان نامعلوم افراد نے پلٹ کر رکھ دیا تھا۔پورے گھر کی عمارت پر جگہ جگہ اس وقت بلیٹس کے نشان تھے۔وہ تو شکر تھا کھڑکیاں بولیٹ پروف تھیں ورنہ گل بانو اور گھر کی ملازمہ بھی نہ بچ پاتی۔اپنی دکھتی پیشانی مسلتا زمان خان اپنے واحد دوست کو کال ملا گیا۔اس وقت یہ ہی تھا جو اسکے کام آسکتا تھا۔

ہیلو۔۔ہاں زمان۔۔کیسے ہو۔۔!"موبائل کان سے لگائے صوفے کی پشت" سے سر ٹکا گیا۔

ہمم۔۔۔ایک کام تھا۔۔مجھے ایک لاپتہ شخص کا پتہ نکلوانا ہے۔۔چند ماہ پہلے یہ" "اٹک سے غائب ہوا تھا۔۔ مگر اب پورا خیبر چھان مارا ہے نہیں مل رہا۔۔

"خاناں نام اور تصویر ہے تمہارے پاس۔۔؟"

دونوں ہیں بس مجھے یہ شخص ڈھونڈ کر لا کر دو۔۔۔!" وہ ابھی گفتگو ہی کر رہا" تھا۔ جب بیٹھک کا دروازہ کھولتے ابا صاحب اندر داخل ہوئے تھے۔ وہ بات مختصر کرتا کال کاٹ گیا۔

کچھ معلوم چلا کس خبیث کا بچانے کروایا ہے یہ سب۔۔؟" ورق دم لباس پر" ویسکاٹ پہنے۔ لاٹھی کی مدد سے چل کر آتے اس کے برابر میں آبیٹھے۔ اسفندیار لب بھینچ گیا۔

کل تمہاراز نانی کو چھٹی مل رہا ہے ہسپتال سے۔۔ بتایا اسے۔۔۔؟" اور اس بار" وہ چونکا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟"

مطلب یہ خاناں۔۔ تم اپنا اولاد کو ایسا غیر محفوظ جگہ رکھے گا۔۔؟" اسفندیار" کے اعصاب تن گئے۔

"اب کوئی پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا اُدھر ابا صاحب۔۔!"

مگر اس قابل بچا ہے وہ جگہ کہ اسے بچے سمیت لے کر جاؤ۔۔؟"اسفند یار"
لب بھینچ گیا۔وہ صحیح کہہ رہے تھے۔اگر گھر کا حال وہ دیکھ لیتی تو یقیناً خوفزدہ
ہو جاتی۔

اس لیے بہتر ہے کل اسے حویلی لاؤ۔۔"اسفند یار نے بھنویں سکیڑتے ان کی"
جانب دیکھا۔

یہ ناممکن ہے۔۔وہ کبھی نہیں آئے گی۔۔اور میں نے الگ دوبارہ ساتھ کرنے"
"!کے لیے نہیں کیا تھا۔۔نہ اس فیصلے سے وہ خوش ہو گی اور نہ ہی زمدہ۔۔

بچوں جیسا باتیں مت کرو خاناں اس گھر حال دیکھو۔۔اور دماغ سے کام"
لو۔۔حویلی سے زیادہ محفوظ کوئی جگہ نہیں ہے اس وقت۔۔!"اسفند یار کے
کانوں میں مہزلہ کے دو دن پہلے کہے جملے گھومنے لگے۔جبڑے بھینچتا سر نفی
میں ہلا گیا۔

نہ حویلی کے دل میں اسکی جگہ ہے۔۔نہ ہی اسکے دل میں حویلی کی۔۔"ابا"
صاحب اسکے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ گئے۔

حویلی کا دل ہم ہیں اور جب ہم کھلے دل سے اسے بلا رہے ہیں پھر کیسا ناراضی۔۔؟ ہم روشینے سے بات کر لیں گے۔۔ جب تک سردار ہاؤس کا مرمت نہ ہو جائے وہ لوگ وہیں رہیں گی۔۔"

****

آج اسے ہاسپٹل میں تیسرا دن تھا۔ ان تین دنوں میں اسفندیار جب سے گیا تھا دوبارہ واپس نہ آیا تھا۔ جبکہ حویلی سے تائی اور ابا صاحب بچے سے ملنے آئے تھے۔ مگر اس وقت وہ سو رہی تھی۔ اس لیے اسکا سامنا نہ ہو سکا تھا۔ جبکہ اٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے برلاس کا پوچھا تھا۔ اسے ان لوگوں پر رتی برابر بھی اعتبار نہ تھا۔ جس طرح اسکی ماں سے اسکے بھائی کو چھینا تھا۔ اس سے بھی اسکی اولاد دور کر سکتے تھے۔

روشینا اسکا خوف بخوبی سمجھ گئیں تھیں اور برلاس کو اسکی آغوش میں دے دیا تھا۔ اسفندیار اگر یہ منظر دیکھ لیتا تو شاید اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کرتا یہ وہی لڑکی تھی جو بیٹے کی پیدائش پر رو رہی تھی۔ اور اب ذرا سا ادھر سے اُدھر ہونے پر گھبرا رہی تھی۔ چھوٹی پھپھی سیال اور اسکی بیوی نازلین بھی کل مل کر جا چکے

تھے۔ درخنے شدید خواہش کے باوجود بھی نہ آسکی تھی۔ کیونکہ آج کل اسکی بھی طبیعت خراب چل رہی تھی۔ مہزلہ نے اس سے فون پر ہی بات کرلی تھی۔ آج ویسے بھی ڈسچارج ہو کر گھر جا رہی تھی وہ۔

نظر جھکاتے اپنے برابر میں کمبل میں لپٹے سوئے بر لاس کو دیکھا۔ جو اس وقت پر سکون نیند سو رہا تھا۔ وہ پورا اسفندیار یار تھا مگر اسکی آنکھوں کا رنگ اس پر گیا تھا۔ ذرا سا اٹھتی اسکے ماتھے پر بوسہ دے گئی۔ اسکی دیکھ بھال ابھی روشینا اور نرسز ہی کر رہی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اتنے چھوٹے سے کو کیسے سنبھالے گی۔ اسی پل کمرے کا دروازہ وا کرتیں روشینا اندر آئیں تھیں۔

تمہارے ڈسچارج پیپر تیار کروا دیے ہیں خاناں نے۔۔ "اسکے قریب آتے" بتایا۔ مہزلہ چونکی تھی۔ یعنی بلآخر وہ آگیا تھا۔ لب بھینچتی اپنے بیٹے کی سمت متوجہ ہو گئی۔

گل بانو کو بلوا لیتیں۔۔ آپ اتنا سب کیسے سمیٹیں گی۔۔ "روشینا کو بچے اور اسکا" سامان پیک کرتے دیکھ وہ بولی تھی۔ روشینا نے ایک نظر بیٹی کو دیکھا تھا۔ مگر پھر لب بھینچتیں کام میں لگ گئیں۔

"وہ اپنے گاؤں گئی ہوئی ہے۔۔"

کیوں۔۔؟" مہزلہ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ "اچانک کیوں چلی گئی۔۔ ورنہ "

"تو اتنی ایکسائیٹڈ تھی بے بی کو دیکھنے کے لیے۔۔

"کام تھا وہاں کوئی اہم۔۔ جانا پڑا اسے۔۔ "

آپا کی طبیعت کیسی ہے۔۔؟" مہزلہ کو اس سارے وقت میں اپنی بہن کی کمی"

شدت سے محسوس ہوئی تھی۔

وہی جواب ہے ڈاکٹرز کا دعا کرو۔۔۔! "روشینا گہری سانس بھرتی اسکے کپڑے"

لے کر بیڈ تک آگئیں۔ "چینج کر لو۔۔ میں تب تک برلاس کو بھی تیار کر دیتی

ہوں۔۔" پھر جب تک وہ دونوں تیار ہوئے۔ان کے گھر کی دوسری ملازمہ

نسیمہ بھی روشینا کی مدد کے لیے آگئی تھی۔ میرون کڑھائی سے سجی قمیض شلوار

میں ملبوس خود پر سیاہ رنگ کی شال اوڑھ رہی تھی۔ جب ناک کرتا اسفندیار

کمرے میں داخل ہوا تھا۔ مہزلہ نے نظر اٹھاتے دروازے کی سمت

دیکھا۔ گرے کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر سیاہ شال ڈالا وہ دراز قد شخص

کھڑا تھا۔ چہرے پر بے انتہا سنجیدگی اور تکان بھرے تاثرات لیے۔ مہزلہ کی

نگاہیں اسکی سرخ ڈوروں بھری آنکھوں سے ملیں تھیں۔اسفندیار چند لمحے اس دشمنِ جاں کو دیکھتا رہا۔جو پہلے سے کہیں زیادہ حسین لگ رہی تھی اس وقت۔اسکے نظریں پھیرنے پر نگاہ اپنے بیٹے تک گئی جو روشینا کی گود میں تھا۔اور قدم بھی پھر اسی جانب بڑھ گئے۔

"کیسا ہے میرا شیر چچی۔۔؟"

دیکھ لیں۔۔ماشاءاللہ آپکی آواز پر ہی آنکھیں کھول گئے ہیں۔۔"اسفندیار نے" ادھر ادھر منہ مارتے بیٹے کو دیکھا۔اور آنکھیں دیکھ اسکی نظر ٹھٹھک گئی۔پھر بے ساختہ اس لڑکی کی جانب دیکھا جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔اور اپنی چوری پکڑے جانے پر لب بھینچتی فوراً نظروں کا زاویہ بدل گئی۔

اس کی آنکھیں کس پر گئی ہیں چچی۔۔؟"روشینا نے مسکراہٹ ضبط کرتے بیٹی" کو دیکھا تھا۔

آپ ہی جانتے ہوں گے۔۔آپکا بیٹا ہے۔۔"اسفندیار نرم نگاہوں سے دیکھتا" اسکے بوسہ دے گیا۔مہزلہ نجانے کیوں سرخ ہوتی پہلو بدل گئی تھی۔کچھ دیر میں وہ لوگ روانگی کے لیے تیار تھے۔چار سے پانچ گاڑیوں کا قافلہ تھا۔ایک میں

روشینا برلاس اور نسیمہ کے ساتھ تھیں۔ جبکہ دوسری میں مہزلہ کے ساتھ اسفندیار آ بیٹھا تھا۔ مہزلہ نے بے اختیار ہی گردن موڑتے عقب میں کھڑی گاڑیوں کو دیکھا۔ مگر پھر سیدھی ہو گئی۔ وہ برابر میں بیٹھے شخص کو ہرگز مخاطب کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسفندیار اسکی بے چینی بخوبی محسوس کر گیا تھا۔

"چچی پیچھے ہیں۔۔ بے فکر رہو۔۔" مہزلہ ایک نظر اسکی پر تپش آنکھوں میں دیکھتی کھڑکی کی جانب رخ پھیر گئی۔ مگر وہ یونہی اسے دیکھتا رہا۔ دس پندرہ منٹ کے سفر کے بعد جب جانے پہچانے مگر ممنوع راستے آنے شروع ہوئے تو مہزلہ چونکی تھی مگر کچھ بولی نہیں۔۔ مگر اس وقت اس کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ جب ان کی کار حویلی کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے رخ موڑتے متحیر نگاہوں سے اسفندیار کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اور اسکے تاثرات پر بھنویں سکڑنے لگیں۔

"ہم۔۔ ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔۔؟" اسکے لہجے میں بے یقینی اور ایک عجیب سا خوف تھا۔ اور کار حویلی میں داخل ہو گئی۔

"ہم۔۔ ہم یہاں کیوں آئے ہیں۔۔؟" اسکے لہجے میں بے یقینی اور ایک عجیب سا خوف تھا۔ اور کار حویلی میں داخل ہو گئی۔

"تمہیں چچی نے نہیں بتایا۔۔؟"

"کک۔۔ کیا نہیں بتایا۔۔؟" اسفندیار لب بھینچ گیا۔ جبکہ مہزلہ کی تو کیفیت ہی الگ تھی۔ اس حویلی میں واپسی یعنی وہی گھٹن زدہ بند گلی تھی جہاں وہ کبھی بھی پلٹنا نہیں چاہتی تھی۔

"میں بتادوں گا۔۔ اترو فلحال۔۔!" اسکے اتنے آسانی سے کہنے پر مہزلہ بے یقینی کے عالم میں سر نفی میں ہلا گئی۔

"میں نہیں اتروں گی۔۔ ہم اپنے گھر کیوں نہیں گئے۔۔ یہ بات مجھے آپ ابھی اور اسی وقت بتائیں گے۔۔!" اسکے دوٹوک انداز پر اسفندیار نے گہری سانس بھرتے ایک نظر ونڈو سے باہر دیکھا تھا۔

"میں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔۔ یا یہ چال تھی آپکی۔۔؟" اسفندیار نے ٹھٹھک کر اس بدگمان لڑکی کو دیکھا۔

"میری چال۔۔۔؟"

ہاں آپکی چال مجھے دھوکے سے یہاں لانے کی۔۔تاکہ ابا صاحب اور یہ حویلی" اپنے وارث سے دور نہ ہو۔۔!!"اسکی آنکھوں میں دیکھتی نفرت سے بولی تھی۔اسفندیار کا چہرہ دہک اٹھا۔

تمہیں ساری زندگی مجھ پر شک رہے گا۔۔یہ تو مجھے معلوم ہے۔۔مگر بے فکر" "ہو جاؤ یہ قیام عارضی ہے۔۔

میں کیسے مان لوں۔۔؟کیا ابا صاحب اپنے وارث کو حویلی میں ایک بار داخل" ہونے کے بعد دوبارہ نکلنے دیں گے۔۔؟"جبھی اسکی نگاہ کار کے باہر اسکے بیٹے کو لیے کھڑیں روشینا پر پڑی اور بات ادھوری چھوڑ دروازہ کھولتی فوراً باہر نکلی تھی۔اسفندیار نے حیرت سے اسکی بے تابی دیکھی تھی۔اور اگلے پل جو اس لڑکی نے حرکت کی تھی وہ اسے مزید حیران کر گئی۔روشینا سے برلاس کو لیتی اپنے سینے سے لگا گئی تھی۔ایسے جیسے کوئی ابھی چھین کر لے جائے گا۔وہ چند پل یونہی حیرت میں مبتلا رہا تھا۔اسکا تو خیال تھا اس لڑکی کو اپنی اولاد سے دلچسپی ہی نہ تھی۔مگر یہاں تو دیوانگی ہی الگ تھی۔اور اگلے پل اسکی گھنی مونچھوں تلے لبوں

پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ جو تین دن بعد اسکے لبوں پر آئی تھی۔ کار سے اترتا انکی جانب ہی آگیا۔ وہ اس وقت ماں سے لڑ رہی تھی۔

میں سب بتادوں گی۔۔ مگر ابھی خدا کا واسطہ اندر چلو زلہ۔۔" روشینا نے نرمی" سے اسے سمجھانا چاہا تھا۔ مہزلہ نے لب بھینچتے ماں کے پریشان چہرے سے نظر ہٹا کر خود کو پر لطف نگاہوں سے دیکھتے شخص کو دیکھا تھا۔ اور نجانے کیوں اسکا پارہ مزید ہائی ہو گیا۔

یہ بات کان کھول کر سن لیں۔۔ اگر یہاں آگئے ہیں چاہے جو بھی ریزن تھی" اسکے پیچھے۔۔ مگر واپسی جب میں چاہوں گی تب ہو گی۔۔!!" اسکا لہجہ انتہائی سرد اور دو ٹوک تھا۔ اس نے یہ روشینا سے نہیں بلکہ اسفندیار سے کہا تھا۔ جو بس اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اسکے لب بہت آہستہ سے ہلے تھے۔ 'بلکل میری جان۔۔' اور مہزلہ جیسے راکھ ہو گئی۔ نظریں پھیرتی روشینا کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

اگر تمہیں اعتراض نہ ہو۔۔ میں بھی اپنا بیٹا سنبھال سکتا ہوں۔۔؟" اسکے ساتھ" چلتے اسفندیار نے درخواست کی تھی۔ مگر وہ لب بھینچتی بیٹے کو خود سے مزید نزدیک کر گئی تھی۔

ہاں زلہ دے دو خاناں کو۔۔ تم تھک جاؤ گی۔۔ خود کو سنبھال لو بہت " ہے۔۔!" روشینا نے اسکے ہاتھ سے لینا چاہا مگر اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔اسفندیار اشارے سے انہیں مزید فورس کرنے سے روک گیا تھا۔

کب سے منتظر تھے خاناں ہم۔۔اتنا دیر لگا دیا۔۔"حویلی کے اندر داخل ہوئے " تو ابا صاحب تائی چھوٹی پھپھی اور انکی بہو نازلین پہلے ہی منتظر تھے۔تائی نے آگے بڑھتے مہزلہ کی گود سے پوتے کو لے لیا اور وہ دیکھتی رہ گئی۔زرغان بھی یہیں تھا وہ بھی پر جوش ہوتا بچے کو اچک اچک کر دیکھ رہا تھا۔

بیٹھ جاؤ بیٹا۔۔ تھک گئی ہو گی۔۔" گل مکئی نے روشینا کے ساتھ کھڑی مہزلہ کو " بیٹھنے کو کہا مگر اسکی نگاہیں تائی پر تھیں جو برلاس کو صوفے پر براجمان ابا صاحب کی سمت بڑھا رہیں تھیں۔ابا صاحب نے نوٹوں کی موٹی گڈی بچے کے ہاتھ پر رکھتے تائی دے دی۔

غریبوں میں تقسیم کروادو اسے۔۔" برلاس کو اپنی گود میں لے لیا۔"

ماشاءاللہ۔۔ماشاءاللہ۔۔۔ بلکل ہمارا خاناں کا شکل ہے۔۔۔!"انہوں نے " تفاخر سے کہتے اسفندیار کو دیکھا جو پشت پر ہاتھ باندھا مسکرا رہا تھا۔ مگر نظر مہزلہ

کی سمت کی تو مسکراہٹ آپ ہی آپ سمٹ گئی۔ وہ اتنی سرخ نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ کہ اسکے کانوں میں ایک بار پھر اسکے کہے جملے گونجنے لگے تھے۔

خاناں ایسا دھوم دھام سے عقیقہ کرنا ہے کہ پورا صوبہ یاد رکھے۔۔! "ابا" صاحب نے ایک نگاہ مہزلہ اور روشینا پر بھی ڈالی تھی۔

تم لوگوں کو کسی نے کھڑا ہونے کا سزا دیا ہے کیا بیٹھ جاؤ۔۔ "مگر مہزلہ بیٹھنے کے" بجائے ان کی سمت قدم بڑھا گئی تھی۔ اسفندیار لب بھینچ گیا اسے معلوم تھا وہ کیا کرنے والی تھی۔

لائیں دیں 'میر ابرلاس'! "اسکا انداز بے حد سرد تھا۔ روشینا سمیت سب ہی" اپنی اپنی جگہ چونک گئے تھے سوائے اسفندیار کے۔۔

برلاس۔۔؟ "ابا صاحب نے ایک حیرانی بھری نگاہ اس پر اور پھر اسفندیار پر" ڈالی۔

جی ہاں برلاس۔۔! میں نے ہی رکھا ہے یہ نام۔۔! "اسفندیار کی گھمبیر آواز" لاؤنج میں ابھری تھی۔ اوپر آخری سیڑھی پر کھڑی زمدہ یہ تمام منظر سرخ

آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ شاید اللہ اس سے ناراض تھا جبھی اس کی دعا قبول نہ ہوئی تھی۔

!نہ مہزلہ مری تھی۔۔۔

!نہ اسکا بیٹا۔۔

!اور نہ ہی اسکے گھر بیٹی ہوئی تھی۔۔۔

خوب بہت خوب۔۔۔!" چند لمحے کے سکتے کے بعد ابا صاحب نے مسرت کا" اظہار کیا تھا۔اور بیٹا مہزلہ کی گود میں دے دیا۔

اپنا جان سے بھی زیادہ حفاظت کرو اسکا لڑکی۔۔ بڑا خوش نصیب ہے یہ آتے ہی" حویلی کا رونقیں لوٹادیں۔۔" مہزلہ بنا کوئی تاثر دیے وہاں سے نکل گئی تھی۔اسے پتہ تھا اسکا ٹھکانہ کہاں تھا۔

****

اب آپ مجھے بتائیں گی ایسی کونسی قیامت آگئی تھی جو ہم دوبارہ اس جہنم میں" آگئے ہیں۔۔؟" کمرے میں آتے ہی وہ چیخ اٹھی تھی۔اسکا چہرہ ضبط سے سرخ پڑ رہا تھا۔روشینا نے فوراً دروازہ بند کیا تھا اور اسکے پاس چلی آئیں۔

بیٹھو ادھر۔۔۔!"اسے اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھا گئیں۔ برلاس وہیں لیٹا سو رہا تھا۔ مہزلہ نے بھنویں سکیڑ کر انہیں دیکھا تھا۔

"آج سے تین دن پہلے سردار ہاؤس پر نامعلوم افراد نے حملہ کر دیا تھا۔۔"روشینا کے پریشانی کے عالم میں بتانے پر مہزلہ کے چہرے پر شاکڈ تاثرات بکھر گئے۔

"کیا۔۔۔!!!م۔ممگر۔۔"

"صرف اتنا ہی نہیں گل بانو کا منگیتر جو چوکیدار تھا ہمارا وہ معصوم بھی جاں بحق ہو گیا ہے۔۔اسی لیے وہ گاؤں گئی ہوئی ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ۔۔اللہ کا شکر ہے وہ بچ گئی۔۔"انکے افسردگی سے بتانے پر مہزلہ بے اختیار اپنا سر پکڑ گئی تھی۔اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔جو واقعہ گل بانو کے منگیتر کے ساتھ ہوا اللہ نہ کرے یہ حادثہ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا۔۔!!

"بہت روئی تھی وہ معصوم۔۔اب تم بتاؤ جب تک وہاں کی چھان بین نہیں ہو جاتی کیا جانا صحیح ہوتا۔۔؟"مہزلہ کا دماغ تو اب تک سن تھا۔اس نے بے اختیار اپنے بیٹے کو دیکھا تھا۔

"مگ۔۔ مگر کس نے کروایا یہ سب۔۔؟"

کچھ نہیں پتہ خاناں ان گزرے تین دنوں میں سخت پریشان رہے ہیں۔۔ پھر ابا" صاحب نے ہی تجویز دی کہ ہم یہاں آجائیں۔۔"اس بار مہزلہ نے ٹھٹھک کر انہیں دیکھا۔

ابا صاحب نے۔۔؟ ہونہہ۔۔ان سے بڑا مفاد پرست میں نے اپنی زندگی میں" نہیں دیکھا۔۔بیٹی ہوتی تب دیکھتی میں ان کے رنگ۔۔!"اس کا خون مزید کھول گیا تھا۔

بس کرو۔۔کن باتوں کو لے کر بیٹھ گئی ہو۔۔اب تو ان کا رویہ بھی صحیح"

"ہے۔۔

کس کی وجہ سے ہے وہ بھی جانتی ہوں۔۔آپ ان سے پوچھیں واپس کب" جائیں گے ہم۔۔"چند دن سے زیادہ اب وہ کسی صورت بھی یہاں نہیں ٹھہر سکتی تھی۔

ابھی وہ سخت پریشان ہیں یہ فضول باتیں پوچھ کر ان کا دماغ خراب مت" کرنا۔۔انہوں نے کہہ دیا ہے مجھ سے جیسے ہی گھر کی مرمت اور حفاظتی

انتظامات ہو جائیں گے۔۔ واپس چلے جائیں گے ہم۔۔"ماں کے سمجھانے پر وہ لب بھینچ گئی۔ جیسے اس سے بات کرنے کے لیے تو وہ مری جا رہی تھی۔

"آپا کے پاس کون ہے۔۔؟"

دریاب ہی تھا صبح تک کہہ رہا تھا کہ شام میں آجائیے گا آپ۔۔"مہزلہ کا دل اس شخص کے لیے الگ اداسی سے بھرنے لگا تھا۔ وہ بھی زرتشہ کی طرح اس وقت کڑے امتحان میں تھا۔

اٹھ گیا تمہارا لاڈلا۔۔ بھوکا ہو رہا ہے اسے دیکھو۔۔ میں فیڈر بنا کر دے رہی ہوں۔۔ تم بھی سیکھ لو اب۔۔"مہزلہ نے خیالوں سے نکلتے کسمساتے ہوئے برلاس کو دیکھا جو اب باریک سی آواز میں رونا شروع ہو چکا تھا۔ ہاتھ بڑھاتی احتیاط سے اسے اٹھا گئی تھی۔ جب اچانک ہی اسکے ذہن میں زمدہ کا خیال ابھرا تھا۔ اسے وہ نیچے نظر نہیں آئی تھی۔ پتہ نہیں گھر میں تھی بھی یا نہیں۔۔!

****

میڈیا روم میں بیٹھا وہ فون پر گفتگو کر کے ابھی فارغ ہی ہوا تھا۔ جب زمدہ چلی آئی تھی۔ وہ دوپہر کا نکلا ابھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی لوٹا تھا۔ صبح بھی اسے زمدہ نظر

نہیں آئی تھی۔اسفندیار نے ہاتھ بڑھاتے اسے نزدیک آنے کا اشارہ کیا

تھا۔زمدہ کے لبوں پر اداس مسکراہٹ بکھر گئی۔

مبارک ہو خان۔۔!" فاصلہ سمیٹتی اسکے نزدیک ہی برابر میں آبیٹھی۔اسفندیار"

اسکا ہاتھ تھپک گیا۔

تھینکس۔۔!"اسفندیار نرمی سے مسکرایا تھا۔زمدہ عجیب کھوئے کھوئے انداز"

میں اسے دیکھتی رہی۔

بہت خوش ہیں۔۔؟"اسکے سوال پر وہ ہولے سے ہنس دیا۔"

"یہ کیسا سوال ہے۔۔کیوں خوش نہیں ہوں گا۔۔؟"

میں نے نہیں دی نا یہ خوشی اس لیے آپکی خوشی کا اندازہ نہیں لگا"

پارہی۔۔"نظریں جھکاتی دھیمے لہجے میں بولی تھی۔اسفندیار اسے ساتھ لگا گیا۔

اللہ نے چاہا تو تم بھی دو گی مجھے یہ خوشی۔۔اور کیا میری اولاد تمہاری اولاد"

نہیں۔۔؟"اسکے سوال پر زمدہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

میری کیسے ہوئی۔۔؟وہ تو اسکی ہے۔۔جس نے میری اولاد پر ترس نہیں"

کھایا۔۔"اسکے زخمی لہجے میں کہنے پر اسفندیار بے اختیار لب بھینچ گیا۔

وہ میری بھی اولاد ہے زمدہ۔۔جب مجھے بانٹ سکتی ہو تو کیا میری اولاد سے"
نفرت کرو گی۔۔؟"زمدہ تلخی سے مسکراتی سر جھٹک گئی۔

آپکو کب بانٹا آپ تو خود اسے ہماری زندگی میں گھسیٹ لائے ہیں۔۔"اگر اس"
پل اسفندیار اسکی جھکی آنکھوں میں دیکھ لیتا اسے معلوم ہو جاتا کتنی نفرت کرتی
تھی وہ اس لڑکی سے۔۔"اور میں نے کب کہا میں آپکی اور اسکی اولاد سے نفرت
کروں گی۔۔؟"اس بار نظر اٹھائی تو تاثر بلکل بدل چکا تھا۔اسفندیار خاموش
نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔"مجھے ہر اس چیز سے محبت ہے جو آپکو پسند
ہے۔۔۔جو آپکے دل سے قریب ہے۔۔"اور اسکا ہاتھ تھامتی بڑی عقیدت سے
چوم گئی۔

اور وعدہ کرتی ہوں جتنے دن وہ یہاں ہے میری وجہ سے اسے کوئی مسئلہ نہیں"
ہو گا۔۔۔"اسفندیار اسکے وعدے پر ایک پل کے لیے دنگ رہ گیا تھا۔اور پھر
اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتا اپنے ساتھ لگا گیا۔

مجھے تم سے یہی امید ہے۔۔۔اور اولاد کی ٹینشن مت لیا کرو۔۔یہ اللہ کی دین"
ہے۔۔جب چاہے دے دے گا انشاءاللہ۔۔!"زمدہ اسکے مضبوط ہاتھ میں مقید

گھڑی کی پل پل گزرتی سوئی کو دیکھ رہی تھی۔ مگر اسکا ذہن اس وقت کہیں اور پرواز کر رہا تھا۔

****

دور مسجد کے اسپیکر پر مغرب کی اذانیں گونج رہیں تھی۔ جب وہ دروازہ وا کرتا اسکے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کمرے میں نیم اندھیرا چھایا تھا۔ سوئچ بارڈ پر ہاتھ مار کر لائٹس آن کیں تو بیڈ پر ہی وہ کمفرٹر اوڑھی سوتی نظر آئی تھی۔ شاید نہا کر سوئی تھی جبھی اسکے سیاہ لانبے بال تکیے پر دور تک بکھرے تھے۔

گہری سانس بھرتا وہیں دروازے سے ٹیک لگا گیا۔ اسے حویلی آئے آج دوسرا دن تھا مگر وہ کل سے اسے اب دیکھ رہا تھا۔ ایک تو مسائل نے اسے گھیرا ہوا تھا دوسرا کل رات اسکا کمرا لاک تھا اور وہ چابی نجانے کہاں بھول گیا تھا۔ کہ چاہ کر بھی نہ آسکا تھا۔ ٹیک ہٹاتا اسکی سمت قدم بڑھا گیا۔ اسکا چمکتا بے داغ چہرہ اس وقت اتنا معصوم لگ رہا تھا کہ کوئی یقین ہی نہیں کر سکتا تھا یہ چھوٹی سی بچی خود ایک بچے کی ماں تھی۔ لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ لیے اسکے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ اسکے گلابی پڑتے رخسار پر آئے بال ہاتھ سے پیچھے ہٹائے تھے۔ روشینا سے

اسے معلوم ہوا تھا۔ کل ساری رات برلاس نے اسے ریں ریں کر کے جگا کر رکھا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ بے وقت ہو رہی تھی۔ مگر پھر اسکے ماتھے پر شکن آئی تھی۔ وہ خود انسومنیا کا شکار تھی ابھی علاج چل رہا تھا۔ ایسے میں اسکا اتنا جاگنا بلکل صحیح نہ تھا۔ وہ سوچوں میں الجھا تھا جب مہزلہ نے نیند میں ہی کروٹ بدلتے بیڈ پر ہاتھ سے کچھ ٹٹولا تھا۔ اور اس پل اسفندیار کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ مگر مہزلہ کو جب یہ محسوس ہوا برلاس اسکے پاس نہیں وہ نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ موندی موندی آنکھوں سے خالی بیڈ دیکھا اور اگلے پل فوراً اٹھ بیٹھی۔ مگر سامنے بیٹھے اسفندیار کو دیکھ مزید چونکی تھی۔

"برلاس کہاں ہے۔۔؟" اس نے جس انداز میں سوال کیا اسفندیار کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"کہاں ہو گا۔۔ ظاہر ہے حویلی میں ہی ہے۔۔!" مہزلہ کے چہرے پر ناگواری سی پھیل گئی۔ بال کان کے پیچھے کرتی دوسری جانب سے اٹھنے لگی۔ مگر وہ بازو تھامتا واپس اسی جگہ لے آیا۔

مورے کے پاس ہے۔۔! بیٹھ جاؤ۔۔!" اسکے سخت لہجے پر مہزلہ نے بھنویں سکیڑتے ایک نظر اسکی گرفت پر اور پھر اس پر ڈالی۔

"اور ان کے پاس کیا کر رہا ہے وہ۔۔؟"

"! کیا مطلب۔۔؟ پوتا ہے انکا۔۔"

میرے کمرے سے میری بغیر اجازت لے جانے والی کون ہوتی ہیں" وہ۔۔!" اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی مدھم مگر سرد لہجے میں بولی تھی۔ اسفندیار لب بھینچا چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"تمہیں لگتا ہے وہ یا کوئی اور تمہاری اولاد کو نقصان پہنچائے گا۔۔؟"

لگتا نہیں مجھے یقین ہے۔۔ جس میں سر فہرست آپ کی بیوی ہے۔۔!!" وہ بلا جھجھک بولی تھی۔

حد ہوتی ہے بدگمانی کی۔۔ کیا پچھلے دو دنوں میں اس نے تم سے بات بھی کی یا تمہارے سامنے بھی آئی۔۔؟" اسفندیار اس بار ڈپٹ کر بولا تھا۔ مہزلہ نے کسمسا کر اپنا بازو چھڑانا چاہا۔

اسکا یہ مطلب نہیں کہ اپنی اولاد کو اپنی نظروں سے دور کروں۔۔!" اسکی بے یقینی پر اسفندیار آنکھیں بند کرتا گہری سانس بھر گیا۔

"!دیکھو ماہ۔۔"

نام لیں میرا۔۔!" اور اسکی گرفت سے بازو نکالتی دور ہو گئی۔اسفندیار نے لب بھینچتے اپنا خالی ہاتھ دیکھا تھا۔اور پھر اسکی مٹھی بند کر گیا۔"میرا جو دل چاہے گا کہوں گا۔۔اور یہاں سب بر لا اس سے محبت کرتے ہیں۔۔کوئی اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔۔سب اپنی جان سے زیادہ حفاظت کر رہے ہیں۔۔اگر ان میں سے کسی کو تمہاری بات پتہ چلی یہ صحیح نہیں ہو گا۔۔۔"اسفندیار نے اسے سنجیدہ لہجے میں سمجھانا چاہا تھا۔مگر وہ لب بھینچتی نظریں پھیر گئی۔

مجھے اپنے گھر جانا ہے یہاں رہنا ہی نہیں۔۔۔آخر کب سیکیورٹی چیک کرتے "رہیں گے۔۔

اتنی آسان بات نہیں ہے۔۔؟ میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔۔" اور ایک بار پھر ہاتھ بڑھاتا اسکا ہاتھ تھام گیا۔مہزلہ نے چونک کر اسے دیکھا۔اسکے چہرے پر

اس بار پہلے سے شدید ناگواری ابھری تھی۔اور جھٹکے سے ہاتھ کھینچ لیا۔اسفند یار کی آنکھوں میں یکدم ناگواری ابھر آئی۔

آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ۔۔اس طرح ہاتھ چھڑانے کا کیا مقصد "ہے۔۔؟"اسے بازو سے تھامتا قریب کر گیا۔مہزلہ نے مشتعل ہوتے اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر دور دھکیلنا چاہا تھا۔

میں تمہاری صورت دیکھنے کی بھی روادار نہیں۔۔میرے گنہگار ہو تم جو میں "کبھی نہیں بھولوں گی۔۔"وہ تو جیسے بپھر ہی گئی تھی۔اور اسفند یار کے ذہن میں جھموکا سا ہوا تھا۔آج سے چار دن پہلے والا واقعہ اپنی ٹینشنس میں بھول ہی گیا تھا۔اسکی آنکھوں میں موجود ناگواری اور جنون کی وجہ اسے اب سمجھ آئی تھی۔اور گہری سانس بھرتا اسکے گرد باآسانی حصار باندھ گیا۔مہزلہ تو تڑپ ہی اٹھی۔

دیکھو میں جانتا ہوں تم خفا ہو اس بات پر۔۔مگر جو ماضی میں ہو چکا اسے بھول "جاؤ۔۔میری بیوی ہو اب تم میرے بچے کی ماں ہو۔۔"اسکے پچکارتے لہجے پر

مہزلہ کی بے یقینی سے آنکھیں پھیلنے لگیں۔اسکی ذلت اتنی عام سی بات تھی اس شخص کے لیے۔۔

"بھول جاؤں۔۔؟اپنی ذلت۔۔خود پر لگا خون بہا کا دھبہ بھول جاؤں۔۔؟"سرخ آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی۔اسفندیار کا حصار خود بخود ڈھیلا پڑنے لگا۔"مجھے سرعام ایک سے لے کر دوسرے کے حوالے کر دیا اسے بھول جاؤں۔۔؟دوسری بیوی وہ بھی خون بہا میں آئی کا ڈھپہ میری ذات پر لگا دیا اور اسے بھول جاؤں۔۔!!ایک جھوٹ کی بنیاد پر مجھ سے دھوکے سے شادی کر لی اسے بھول جاؤں۔۔؟زمدہ تو تمہاری پہلی بیوی اور عزت ہے دنیا کی نظر میں اور میں۔۔!مجھے یا تو حقارت سے دیکھا جاتا ہے یا ترس کی نگاہ سے۔ یہ ہے میری حیثیت۔۔بولو۔۔اور تم کہہ رہے ہو میں بھول جاؤں۔۔"آنسو اسکے رخسار پر آ گئے تھے۔اسفندیار ساکت بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔مہزلہ کے گرد موجود ہاتھ اب بے جان ہو چکے تھے۔

"تم نے نجانے کس انتقام یا بدلے میں مجھ سے شادی کی مجھے نہیں معلوم مگر جب تک یہ سچ نہیں معلوم تھا میں قبول کر رہی تھی۔۔میں زندگی تمہارے

ساتھ تمہاری دوسری بیوی بن کر بھی گزار رہی تھی۔۔ مگر جو دھوکا تم نے دیا ہے اسکے بعد کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔۔ میں کبھی معاف نہیں کروں گی تمہیں۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ آخر میں نے کیا بگاڑا تھا تمہارا۔۔ میں تو کبھی تمہارے راستے میں بھی نہیں آئی تھی۔"ہاتھ کی پشت سے آنسو رگڑتے اسفندیار کی ضبط سے سرخ ہوتی صورت دیکھی تھی۔ پھر اپنے ہی کسی خیال کے تحت یکدم چونکی تھی۔

تم نے مجھ سے اس دن کا بدلہ لیا ہے نا۔۔؟"اور اسفندیار کی تیوری پر الجھن" سے شکنیں پڑنے لگیں۔"جب۔۔ جب میں کاروان کے لیے بولی تھی اور تم اسی۔۔ اسی دن سے مجھ سے بدلہ لینا چاہتے تھے ہے نا۔۔"اسکی آنکھوں سے آنسو اور شدت سے بہنے لگے۔ جبکہ اس لڑکی کی بدگمانی اسفندیار کا دل چیر گئی تھی۔ اس نے بے اختیار اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"!یہ سچ نہیں ہے۔۔"

تم نے مجھ سے اس دن کا بدلہ لیا ہے نا۔۔؟" اور اسفندیار کی تیوری پر الجھن "
سے شکنیں پڑنے لگیں۔ "جب۔۔جب میں کاروان کے لیے بولی تھی اور تم
اسی۔۔اسی دن سے مجھ سے بدلہ لینا چاہتے تھے ہے نا۔۔ "اسکی آنکھوں سے
آنسو اور شدت سے بہنے لگے۔ جبکہ اس لڑکی کی بدگمانی اسفندیار کا دل چیر گئی
تھی۔اس نے بے اختیار اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"!یہ سچ نہیں ہے۔۔"

اچھا کیا ہے پھر سچ۔۔؟ کہہ دو اس دن سے تم میرے دشمن نہیں ہوئے۔۔!!"
تم انتقام لینا چاہتے تھے۔۔!!تم چاہتے تھے میں کبھی اس حویلی سے نکل نہ
"!سکوں۔۔اور تمہاری تابع ہو جاؤں۔۔

کتنی بدگمان ہو مجھ سے۔۔۔!" اپنے انگوٹھوں کی مدد سے اسکے دونوں رخسار "
پونچھے تھے۔ مہزلہ سرخ ڈوروں بھری آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

تم نے گلریز پر جھوٹا الزام لگا کر مجھ سے شادی نہیں کی۔۔!!یہ بدگمانی "
"ہے۔۔؟

"کہو بولو۔۔چپ کیوں ہو۔۔؟" اس کی مسلسل ایک ہی تکرار پر اسفندیار کے جبڑوں میں حرکت ہوئی تھی۔

"ہاں لگایا۔۔لگایا میں نے جھوٹا الزام۔۔! مگر تم نے دیکھا نہیں اس نے کس طرح مجھ سے بدلہ لیا۔۔۔!!" وہ بھی احتجاجاً چیخا تھا۔ مہزلہ ایک پل کے لیے آنکھیں میچ گئی مگر پھر کھولتے اسے دیکھا۔

"اسکے بدلے سے میرا تعلق نہیں۔۔ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا اس کا حساب دو۔۔۔!" اسفندیار سرخ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

"تمہیں جاننا ہے میں نے کیوں کیا۔۔؟ تو سن____" مگر شومئی قسمت اسی پل اسفندیار کا موبائل بج اٹھا تھا۔ وہ دونوں چند پل ایک دوسرے کو دیکھتے رہے مگر کال بھی مسلسل بج رہی تھی۔ اسفندیار نے دانت پر دانت جماتے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولیں تھیں۔ اسکے ہاتھوں کا حصار اگلے پل اسکے چہرے کے گرد سے ہٹ گیا۔ مہزلہ کے ماتھے پر شکنیں آئیں تھیں۔ وہ اس پل اس شخص کو پیچھے ہٹتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ سچ سننا چاہتی تھی۔۔ اسکی وضاحت سننا چاہتی

تھی۔۔ مگر اس سے پہلے کہ کچھ کہتی وہ بیڈ سے اٹھتا موبائل نکال گیا۔ اور جہاں سے کال آرہی تھی۔ اسفندیار لمحے کی دیر لگائے بغیر ریسو کر گیا۔

"ہیلو۔۔۔!!"

واٹ۔۔۔!! آر یو شور۔۔۔!!" اسفندیار کے لبوں سے بے اختیار نکلا" تھا۔ مہزلہ کی نگاہیں بھی ناسمجھی سے اس پر ٹھہر گئیں تھیں۔ "اوکے۔۔ اوکے آئی ایم کمنگ۔۔!" کال کاٹتا مہزلہ کی سمت پلٹا تھا۔ اسکے لبوں پر دلکش مسکراہٹ دیکھ مہزلہ کا دل سکڑ کر پھیلا تھا۔

"زرتشہ کو ہوش آگیا ہے۔۔۔!"

****

اسفندیار مہزلہ اور روشینا کے ساتھ ہاسپٹل پہنچا تو بریال پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ جس پر اسفندیار کھول اٹھا تھا۔ مگر چونکہ اسکے گارڈز زرتشہ کے روم کے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے تو یہ اس تک تو قطعاً نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مگر اس وقت ڈاکٹر کے روم میں بیٹھا اسکی کنڈیشن ڈسکس کر رہا تھا۔ وہ تینوں بھی وہیں چلے آئے۔

ہیلو سر۔۔"ڈاکٹر اسفندیار کے آتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ بریال بھی لب بھینچتا اٹھ کھڑا ہوا۔

کیسی طبیعت ہے میری سسٹر کی۔۔؟"وہ بریال کو سرے سے نظرانداز کر گیا تھا۔

سر آپکی سسٹر کا ہم پہلے پروپر چیک اپ کریں گے اور کچھ ٹیسٹ کروائیں گے۔۔اسکے بعد ہی آپ لوگ ان سے مل سکتے ہیں۔۔میں یہی بات ان کے ہسبینڈ کو سمجھا رہی تھی۔۔"ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں بولی تھی۔اسفندیار نے ایک کھوجتی تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"جلدی کس بات کی ہے۔۔؟"

بیوی ہے وہ میری۔۔سب سے پہلے ملنے کا حق میرا ہی ہے۔۔!"وہ بھی تن کر بولا تھا۔اسفندیار کے برابر میں کھڑی مہزلہ نے انتہائی نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

میں تمہارا سایہ بھی پڑنے نہیں دوں گی آپا پر۔سنا تم نے۔۔!!"بریال نے جبڑے بھینچتے اسے اور اسفندیار کو دیکھا تھا۔اور ہنکار بھرتا باہر نکل گیا۔جبکہ وہ

وہیں چیئر پر گرسی گئی تھی۔ ابھی اسکی حالت بھی ایسی نہ تھی کہ زیادہ چلتی پھرتی مگر بہن کے لیے دوڑی چلی آئی تھی۔ برلاس کو اپنی وفادار ملازمہ نسیمہ کے حوالے کر کے آئی تھی حویلی میں اور کسی پر یقین بھی نہ تھا۔

خاناں۔۔بس زرتشہ کے سامنے کوئی بدمزگی نہ ہو۔۔!" روشینا کو الگ فکر " لاحق تھی۔ اسفندیار انہیں تسلی دے گیا تھا۔ کچھ دیر میں گل بینا بھی چلی آئیں تھیں۔ اور دامن کھول کھول کر اللہ کا شکر ادا کر رہیں تھیں۔ جس پر روشینا اور مہزلہ نے کوئی تاثر نہ دیا تھا۔

زرتشہ کے ٹیسٹ کے بعد ڈاکٹر نے بس ایک شخص کو اس سے ملنے کی اجازت دی تھی۔ اور اس سے کسی بھی قسم کے ٹینشن بھرے سوال نہ پوچھنے کی تاکید کی تھی۔ مہزلہ کی ضد پر اسفندیار اور روشینا نے اسے ہی ملنے بھیج دیا تھا۔ جبکہ بریال احتجاج کرتا رہ گیا تھا۔ "یہ تم اچھا نہیں کر رہے اسفندیار۔۔بیوی ہے وہ میری۔۔اس سے ملنے کا سب سے پہلا حق میرا ہے۔۔!!" مگر اسفندیار نے اسکی ایک نہ چلنے دی تھی۔ اور وہ غصے سے کف اڑاتا دھمکیاں دے کر نکل گیا تھا۔ جبکہ پھپھی وہیں بینچ پر جمی ورد میں مصروف تھی۔ اسفندیار بخوبی ان دونوں

ماں بیٹے کی کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا۔اسے دال میں کالا تو شروع سے لگتا تھا۔مگر اگرانتظار تھا تو زرتشہ کے بولنے کا۔تب ہی وہ اس کی عاقبت کا فیصلہ کر سکتا تھا۔

مہزلہ روم میں داخل ہوئی تو زرتشہ نے آنکھیں کھولتے نوارد کو دیکھا تھا۔اور مہزلہ پر نظر پڑتے ہی پژمردگی سے مسکرادی۔ جبکہ مہزلہ کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے تھے۔ کتنی دعائیں کیں تھیں کتنا روئی تھی سجدوں میں اس کے لیے وہ۔ نچلا دانتوں تلے دباتی اسکے بلکل نزدیک آگئی۔

کیسا محسوس کررہی ہو۔۔؟"اسکا کنولا لگا ہاتھ نرمی سے چھوتے پوچھا۔"

جیسے۔۔نیند۔۔سے۔۔جاگتے۔۔ہیں۔۔!"بے حد مدھم آواز میں جواب دیا" تھا۔مہزلہ اسکی خالی خالی آنکھیں دیکھنے لگی۔"ڈاکٹر نے۔۔بتایا۔۔میں۔۔مجھے کوئی چوٹ لگی تھی۔۔؟"اس بار مہزلہ چونکی تھی مگر اسکے اگلے سوال پر دھک سے رہ گئی۔"کیسے لگی تھی۔۔؟"وہ بے یقینی کے عالم اسے دیکھے

"گئی۔"زلہ۔۔؟

تم۔۔تمہیں یاد نہیں۔۔؟"زرتشہ نے اسکی تحیر بھری آنکھوں میں دیکھا تھا اور" اگلے پل سر نفی میں ہلا گئی۔

نہیں۔۔!!" مہزلہ کو لگا اسکا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔" پتہ نہیں کیوں" ایسا کچھ یاد نہیں آ رہا۔۔" وہ خود بھی الجھ سی گئی تھی۔ جبھی مہزلہ بولی۔

"سیڑھیوں۔۔ سیڑھیوں سے سلپ ہوئیں تھیں۔۔۔"

اچھا۔۔!! مگر۔۔۔" زرتشہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات بکھرے" تھے۔" کتنے دن سے ہوں میں یہاں۔۔؟

زیادہ نہیں یہی کوئی ایک ہفتہ۔۔" حالانکہ بیس دن سے اوپر ہو چکے تھے۔ مگر" اسے ذہن پر زور ڈالنے سے سخت منع کیا تھا ڈاکٹر نے۔۔

"اوہ۔۔اور مورے کہاں ہیں۔۔؟"

باہر ہی ہیں۔۔اسفندیار بھی ہیں پھپھی بھی ہیں۔۔" زرتشہ بس سر ہلا گئی۔اسکے" چہرے پر کوئی تاثر نہ ابھرا۔" بریال بھی آیا تھا۔۔ مگر کسی کام سے جانا پڑا اسے۔۔" اور اس بار مہزلہ کی نظریں اسکے چہرے پر جم گئیں تھیں۔ مگر زرتشہ کا چہرہ اسی طرح بلینک تھا۔جب اس نے یکدم اسکی جانب دیکھا۔

تم پریگنینٹ ہو۔۔!ایسی کنڈیشن میں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا تمہیں۔۔" اور" مہزلہ ٹھٹھک سی گئی۔

"تمہیں یاد ہے۔۔؟"

پاگل میں کیوں بھولوں گی۔۔؟"زرتشہ نے پہلی بار مسکراتے اسے دیکھا" تھا۔اور مہزلہ کا جی چاہا شدت سے رو پڑے۔

"میرا پانچ دن پہلے بیٹا ہوا ہے آپا۔۔"

کیا۔۔۔!سچ۔۔۔؟"زرتشہ نے حیرت زدہ ہوتے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا تو وہ" نزدیک آتی اسکے کندھے سے لگ کر رو پڑی۔"ارے۔۔رو کیوں رہی ہو۔۔یہ تو خوشی کی بات ہے۔۔کیا نام رکھا۔۔؟"دوسرے ہاتھ سے اسکا کندھا سہلاتے پوچھا تھا۔

"!برلاس۔۔"

بابا کا نام۔۔۔!یقیناً لالا کا آئیڈیا ہو گا۔۔!"مہزلہ نے چونک کر سر" "اٹھایا۔"تمہیں کیسے پتہ۔۔؟

لو بھلا یہ پوچھنے والی بات ہے۔۔تم بابا کو جتنا مس کرتی ہو اس بات کا اندازہ لالا" سے زیادہ اور کس کو ہو سکتا ہے۔۔؟"مہزلہ بے اختیار لب بھینچ گئی۔

"اچھا اب زیادہ باتیں نہیں کرو۔۔ڈاکٹر نے زیادہ بولنے سے منع کیا ہے۔۔"

سچ بولنے سے تو منع نہیں کیا نا۔۔؟" مہزلہ نظریں گھوما گئی۔جب اسے یکدم " کوئی اور بھی یاد آیا تھا۔

دریاب لالا روز تمہارے پاس آتے تھے۔۔!"اور اسکے بتانے پر زرتشہ کی " مسکراہٹ سمٹ گئی۔"ان گزرے دونوں میں جتنے بے چین اور پریشان وہ رہے ہیں بریال ان کے مقابلے میں ایک فیصد بھی اس کیفیت میں نہیں رہا۔"نجانے کیوں اس نے یہ بات بتانی اسے ضروری سمجھی تھی۔زرتشہ لب بھینچتی نظریں پھیر گئی۔

اس شخص نے اپنے مقدر میں خود لکھی ہیں یہ بے چینیاں میرا کوئی تعلق نہیں " ان سے۔۔"اسکا سرد مہر لہجہ مہزلہ کو ساکت کر گیا۔وہ دریاب کے معاملے میں اتنی ظالم کیوں تھی۔۔؟

تم ان کے معاملے میں اتنی سخت اور غیر منصف کیسے ہو جاتی ہو "
آپا۔۔؟"اسکے بے چین لہجے میں کیے گئے سوال پر زرتشہ کو اپنی آنکھوں میں چبھن ہوتی محسوس ہوئی۔

میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔۔ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔" مہزلہ اسے بات بدلتا دیکھ باہر آ گئی۔اسفندیار فون پر مصروف تھا روشینا اور پھپھی اسکی منتظر بیٹھی تھیں۔مہزلہ کے نکلتے ہی گل بینا فوراً جگہ سے اٹھی تھیں۔

کیا کہا اس نے۔۔؟" انکا انداز اتنا بے ساختہ تھا کہ مہزلہ اور روشینا سمیت فون پر بات کرتا اسفندیار بھی چونکا تھا۔اور پلٹ کر مہزلہ کو دیکھا۔مگر اسکی سرخ نگاہیں پھپھی پر جمی تھیں۔

کیا کہنا تھا آپا نے۔۔یہ بے صبری اور بے چینی کس لیے پھپھی۔۔یا اسکے کچھ کہہ دینے سے کچھ ہو جائے گا جو نہیں ہونا چاہیے۔۔" وہ چبا چبا کر کہتی انہی کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔جبکہ پھپھی کی رنگت فق پڑنے لگی۔

یہ۔۔یہ کیا اول فول بک رہی ہو لڑکی۔۔خاناں دیکھ رہے ہو اسے۔۔" گل بینا نے ماتھے پر شکنیں لیے کھڑے اسفندیار کو دیکھا تھا۔"میں تو بس اسکی خیریت جاننا چاہ رہی تھی۔۔" ان کے چیخنے پر مہزلہ کی آنکھوں میں مزید غصہ ابھرا تھا۔یہ تینوں ماں بیٹے جتنی پستی میں گرے ہوئے تھے اسکے بعد بھی اللہ ان کی رسی اتنی دراز کیوں رکھا ہوا تھا۔۔؟

مہزلہ۔۔! مجھے بتاؤ کیا بات ہوئی زرتشہ سے کیسی ہے وہ۔۔"روشینا نے اسے" اپنی سمت موڑ لیا۔اور یکدم ہی اسکی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگے۔اسفند یار بھی بے چین ہوتا اسکے نزدیک چلا آیا۔

"ٹھیک ہیں مگر۔۔"

"مگر۔۔؟"

حادثے کے حوالے سے فلحال کچھ یاد نہیں۔۔"گل بینا کو لگا ان کے سینے سے" اٹکی ہوئی سانس بحال ہو گئی ہو۔

****

اگلے دن تمام ٹیسٹس اور ڈاکٹر کے اپروول کے بعد اسفند یار زرتشہ کو حویلی لے آیا تھا۔ڈاکٹرز نے اسے زرتشہ کی کنڈیشن سے آگاہ کر دیا تھا۔کہ کوما کی وجہ سے وہ پچھلے چند واقعات بھول گئی ہے۔جو وقت کے ساتھ ہی یاد آئیں گے۔اسکے ذہن پر بلکل زور نہ ڈالا جائے۔زرتشہ خاصی ویک ہو چکی تھی۔کہ ویل چیئر پر حویلی آئی تھی۔اور مہزلہ اور روشینا کو بھی وہیں دیکھ خاصی حیران ہوئی تھی۔دونوں پھپھیاں وہیں موجود تھیں۔چونکہ کل برلاس کا عقیقہ بھی تھا خاصی رونق لگی

تھی۔ دریاب بھی آج شام کو ہی لوٹ آیا تھا۔ مگر بریال کی کوئی خبر نہ تھی۔ گل بینا کترائی سی تھیں۔ جبکہ زمدہ جیسے مہزلہ کی اولاد کے بعد سے سکتے میں آگئی تھی۔ گھر کے کاموں میں بھی کم ہی حصہ لے رہی تھی۔ یا زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتی تھی۔

ایسے میں درخنے کی اچانک آمد نے سب کو حیران کر دیا تھا۔ اور سب کو اس وقت مزید حیرانی ہوئی جب وہ سب سے پہلے مہزلہ کے گلے سے لگی تھی۔ وہ سب تو سمجھ رہے تھے۔ ان دونوں کی دوستی اس بھیانک حادثے کے بعد ختم ہو گئی ہو گی۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا کہ درخنے کے ساتھ جو بھی ہوا اسکی وجہ مہزلہ ہی تھی۔ مگر یہ سب کیا تھا۔۔؟

بہت مبارک ہو۔۔! ہے کہاں ہمارا شہزادہ۔۔؟" اسکے ساتھ بیٹھتے پوچھا تھا۔ "وہ اوپر آپا کے کمرے میں ہے۔۔" مہزلہ نے نرمی سے مسکراتے اسے بتایا" تھا۔ دونوں پھپھیاں اور تائی درخنے کے ہنستے مسکراتے چہرے کو دیکھ رہیں تھی۔ اسکا چہرہ الگ ہی خوشحال زندگی کی خبر سنا رہا تھا۔

بیٹا کس کے ساتھ آئی ہو۔۔؟" گل مکئی نے درخنے کو مخاطب کیا تو اس نے ایک " نظر مہزلہ کو دیکھا تھا اور پھر انہیں جواب دیا۔

"گلریز ہی چھوڑ کر گئے ہیں۔۔"

کھانا تو کھا کر جاؤ گی نا۔۔؟" اس بار تائی نے پوچھا تھا۔ کیونکہ چند ماہ پہلے آئی تھی " تب بھی بنا کچھ کھائے چلی گئی تھی۔

ہاں تائی آج کھائے گی۔۔" اسکے بجائے مہزلہ نے جواب دیا تو درخنے نے " بے چین ہوتے اسے دیکھا۔

یہ کیا کہہ رہی ہو۔۔یہ ممکن نہیں۔۔میں تو بس آپا اور اپنے بھتیجے کو دیکھنے آئی " " تھی۔۔

ہاں ماں کو تو بھول گئیں نا۔۔بس یہی سگے ہیں۔۔" تائی اسکی بات پر سیخ پا " ہو گئیں تھیں۔

"ایسا نہیں ہے مورے۔۔"

"میں نے کہہ دیا تم کھانا کھا کر جاؤ گی۔۔"

زلہ۔۔تم۔۔تم کیوں نہیں سمجھ رہیں۔۔میں نہیں چاہتی لالا اور میرا سامنا ہو۔۔"اسکا ہاتھ تھامتی مدھم لہجے میں بولی تھی۔

کیوں کوئی جرم کیا ہے تم نے۔۔؟بلکہ الٹا انہی کے گناہوں کا بار اٹھائی ہوئی ہو۔۔۔"وہ بھی دانت پر دانت جمائی ناگواری سے بولی تھی۔جو تائی نے بھی سنا تھا۔اور اسے گھورنے لگیں۔

کونسے گناہ بی بی۔۔؟اس گلریز نے پہلے اسکے باپ کا قتل کیا پھر اسی سے شادی کی۔۔ہمارے خاناں نے کونسا گناہ کر دیا۔۔؟"درخنے نے بے چینی سے ماں کو دیکھا۔

ایسا نہیں ہے مورے گلریز نے بابا کا قتل نہیں کیا۔۔وہ ایسے ہیں ہی نہیں کہ کسی کا قتل کریں۔۔۔ان پر الزام ہے یہ۔۔کسی نے پھنسانے کی کوشش کی ہے۔۔"اسے نجانے کیوں یقین تھا کہ گلریز نے جو اس سے کہا تھا وہ جھوٹ نہ تھا۔جبکہ اسکی طرفداری پر تائی شاکڈ رہ گئیں تھیں۔انہیں ان جملوں کی توقع مہزلہ سے تھی اس سے تو ہرگز نہیں۔۔مگر وہ محض لب بھینچے بیٹھی تھی۔

تمہارا دماغ درست ہے۔۔یہ کیا بول رہی ہو۔"

کیا بھول گئیں کیا کیا ہے اس نے تمہارے ساتھ۔۔؟" روشینا بھی اوپر سے چلی آئیں تھیں۔اور درخنے کو دیکھ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئیں۔ مگر تائی کی بات پر چونکیں بھی تھیں۔

رہنے دو بھابھی۔۔جب بچی خوش ہے تو ہمیں ماضی نہیں کریدنا چاہیے۔۔"یہ" چھوٹی پھپھی تھیں جنہوں نے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا تھا۔ گل بینا طنزیہ مسکرا دیں۔

تم تو یہی کہو گی۔۔آخر کو تمہارے بیٹے کے سر سے بلا ہٹی تھی۔۔"ان کے" تمسخرانہ انداز پر درخنے کی رنگت خفت سے سرخ پڑ گئی تھی۔ مہزلہ نے ناگواری سے انہیں دیکھا تھا۔

یہ کیسی باتیں لے کر بیٹھے ہیں آپ لوگ۔۔بیٹی اتنے دن بعد گھر آئی" ہے۔۔درخنے یہاں آؤ بیٹا۔۔"روشینا نے قریب بلاتے اپنے ساتھ لگالیا۔

طبیعت کیسی ہے مہزلہ نے بتایا تھا بہت الٹیاں ہو رہی ہیں۔۔؟" درخنے ان کی" بات پر شرما سی گئی۔

ٹھیک ہوں چچی۔۔"اور جتاتی نظروں سے ماں کو دیکھا تھا جو اسکے امید سے "

ہونے پر بھی خوش نہ تھیں۔

تم تو گلے سے ہی لگاؤ گی۔۔اور تم کیوں کرو گی ایسی باتیں تمہارا تو بدلہ پورا"

ہو گیا جو تمہارے بھتیجے نے ہی پورا کیا۔۔۔ارے اس کم بخت کو تو ہم نے جان

بخشی دی تھی اس نے الٹا ہم پر اور گہرا وار کر دیا۔۔"تائی تو بھری بیٹھی تھیں

اوپر سے درخنے کی حمایت نے انہیں مزید کوئلوں پر دھکیل دیا۔

اسی پل سفید کرتا شلوار میں ملبوس اسفندیار بھاری آواز میں سلام کرتا لاؤنج میں

داخل ہوا تھا۔سب نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔مگر وہ لاؤنج میں کھڑی بہن کو

دیکھ ایک پل کے لیے اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔

درخنے۔۔۔!!"اگلے پل اسے پکارتا بے ساختہ اسکی جانب بڑھا تھا۔درخنے"

بس ایک پل کے لیے خوفزدہ ہوئی تھی۔مگر اسکے چہرے پر محبت بھرے

تاثرات دیکھتی نم آنکھیں لیے سینے سے لگ گئی۔زمدہ بھی نیچے چلی آئی تھی۔اور

یہ منظر دیکھ اسکے چہرے پر بھی حیرت ابھر آئی۔

کیسا ہے میرا بچا۔۔؟"اسکے سر پر بوسہ دیتے استفسار کیا۔"

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔۔"

میں بھی ٹھیک ہوں۔۔"اسے لیے صوفے کی سمت بڑھ گیا۔زمدہ نے نظروں" ہی نظروں میں ماں سے معاملہ پوچھا تو وہ اسے بتانے کے لیے اٹھ گئیں تھیں۔اور اسے لیے وہاں سے کھسک لیں تھیں۔"کتنی ویک ہو گئیں کچھ کھاتی پیتی نہیں کیا۔۔؟"مہزلہ ان سے کچھ فاصلے پر ہی بیٹھی تھی۔درخنے اسکی بات پر جھینپتی سر جھکا گئی۔اسی پل اسکا موبائل بج اٹھا تھا۔ان تینوں نے ہی بے ساختہ اسکے بیگ کی جانب دیکھا۔درخنے نے بیگ سے موبائل نکالا تھا جہاں گلریز کی کال آرہی تھی۔اور پھر کن اکھیوں سے اسفندیار کو دیکھا۔جو لب بھینچ گیا تھا۔

"مج۔مجھے چلنا ہو گا اب۔۔میں۔۔"

کہیں نہیں جارہیں ابھی تم۔۔بولو اسکو انتظار کرے یا واپس چلا"

جائے۔۔"اسفندیار کے سرد دوٹوک لہجے پر درخنے نے مضطرب ہوتے مہزلہ کو دیکھا جو اب لب بھینچی اسفندیار کو دیکھ رہی تھی۔

تم باتیں کرو۔۔اور موبائل مجھے دو گلریز کو میں کہہ دیتی ہوں۔۔" مہزلہ نے ہاتھ بڑھاتے موبائل لے لیا۔اسکی حرکت پر اسفندیار کھول کر رہ گیا۔درخنے نے سہمتے اسفندیار کے غضبناک ہوتا تاثرات دیکھے تھے۔

"!تم بات نہیں کرو گی مہزلہ۔۔"

تو آپ کریں گے اور طریقے سے کریں گے۔۔!"اس نے بھی بنا ڈرے نڈر" انداز میں کہا تھا۔اسکی ڈیمانڈ پر تائی کھول کر رہ گئیں۔

"!!یہ کیا کہہ رہی ہو تم لڑکی۔۔۔"

مم۔۔میں بات کرلیتی ہوں۔۔یہ صحیح نہیں۔۔"درخنے جگہ سے اٹھتی اسکے" ہاتھ سے موبائل لے کر کچھ فاصلے پر چلی گئی۔اسفندیار جبڑے بھینچا مہزلہ کو گھور رہا تھا۔جبکہ ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچ چکی تھی۔وہ جانتا تھا اس نے یہ حرکت اسکا خون کھولانے کے لیے کی تھی۔اور اب اسے نظر انداز کرتی روشینا سے برلاس کا پوچھ رہی تھی۔درخنے چند لمحے بعد واپس لوٹ آئی تھی۔

"میں نے کہہ دیا ہے گلریز کو۔۔کھانے کے بعد ڈرائیور۔۔"

میں چھوڑ آؤں گا۔۔!"اسفندیار اسکی بات قطع کر گیا۔مہزلہ اور روشینا دونوں" نے بیک وقت اسکے سپاٹ چہرے کو دیکھا تھا۔درخنے شش وپنج میں مبتلا اسی کے برابر میں آبیٹھی تھی۔اور لاؤنج میں چھائی اس عجیب سی خاموشی کو توڑتی بات بدل گئی۔

مہزلہ کیوں ترسا رہی ہو لے بھی آؤ اب میرے بھتیجے کو۔۔"مہزلہ لب بھینچتی" سر ہلاتی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی تھی۔اسفندیار نے گردن موڑتے اسکی پشت پر بکھرے سیاہ بالوں کو دیکھا تھا جو اس وقت چھوٹے سے کیچر میں مقید تھے۔اور اس منظر کو بے اختیاری کے عالم میں دیکھتے اسفندیار کو کوئی اور بھی تھا جو دیکھ رہا تھا۔دل کے تابوت میں آخری کیلیں ٹھونک رہا تھا۔

****

حویلی میں آج بڑی پر رونق شام اتری ہوئی تھی۔پوری حویلی دلہن کی طرح سجی تھی۔آخر سردار کے بیٹے کا عقیقہ تھا۔مہمانوں کی آمدورفت جاری تھی۔لاؤنج

خواتین سے بھرا تھا۔ جن کے درمیان مہزلہ سی گرین مخمل کی حسین فراک میں ملبوس تھی۔ جس پر گولڈن تار سے بڑی نفیس کڑاہی اور زری کا کام ہوا تھا۔ جبکہ چہرہ بلکل سادہ تھا۔ لبوں پر ایک ہلکا سا پنک شیڈ لگائی ہوئی تھی۔ زیور کے نام پر اسکے وجود پر صرف اسفندیار کی ہوئی چیزیں تھیں جو وہ ہمیشہ پہنتی تھی۔ اور یہ تھوڑی بہت تیاری بھی اسے سب سے منفرد اور دلکش بنا رہی تھی۔ اسکا حسن ایسا تھا کہ اسے مصنوعی سنگھار کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مگر اصل بات تو یہ تھی کہ اسے اس جھوٹی شان و شوکت اور دھکاوے میں رکھی تقریب میں دلچسپی ہی نہ تھی۔

اگر ابھی اسکے گھر بیٹے کے بجائے بیٹی ہوتی تو وہ ان ہنستے مسکراتے چہروں سے پوچھتی کہ مناؤ اسی پیمانے پر بیٹی کی خوشی۔ ان دوغلے چہروں کی وجہ سے اسے اپنی ہی اولاد کی پیدائش کی خوشی بری لگ رہی تھی۔

تائی پوتے کو گود میں لیے بیٹھیں ہر آنے والی سے بڑا گردن اکڑا کر مل رہیں تھیں۔ یہی غرور اور رعونت تھی جس سے اسے نفرت تھی۔ درخنے آج نہ آسکی تھی۔ کل رات وہ اسے بتا کر گئی تھی کہ اس کا آنا ممکن نہ ہو گا۔ اسفندیار ہی گارڈز

کے ساتھ اسے گھر تک چھوڑنے گیا تھا۔" بیگم صاحب چھوٹے بابا کو ابا صاحب بلا رہے ہیں۔۔" ملازمہ کی آواز پر وہ چونکی تھی۔ جو تائی کی گود سے براس کو لے کر مردان خانے کی سمت بڑھ رہی تھی۔ جہاں بلکل کونے میں بادام خان ابا صاحب کا وفادار کھڑا تھا۔ اسفندیار اور گھر کے باقی مرد بھی مہمانوں کے ساتھ وہیں تھے۔ اس نے اسفندیار کو کل رات سے دوبارہ نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ کل وہ زمدہ کے کمرے میں تھا اور صبح جب اٹھی وہ انتظامات میں لگا تھا اس لیے اسے نظر نہ آیا۔

ماشاءاللہ تبانہ جب سے مہزلہ سردار کی زندگی میں آئی ہے بہاریں آگئیں ان کی زندگی میں تو۔۔" ایک عورت نے انہیں مبارک باد دیتے اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا تھا۔ مہزلہ جو برابر میں بیٹھی نازلین سے باتوں میں مصروف تھی۔ نظر ہٹاتے تائی کو دیکھا جن کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی تھی۔

واقعی۔۔ بڑی بھاگ والی ہے تمہاری دوسری بہو۔۔۔" دوسری عورت نے بھی مہزلہ کو توسیفی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ مہزلہ لب بھینچتی واپس نازلین کی سمت متوجہ ہوگئی۔ مگر نجانے کیوں تائی کے تاثرات دیکھ دل میں ایک کمینی سی خوشی

ملی تھی۔ یہ وہ عورت تھی جس نے ہمیشہ اسکی ماں کو نیچا دکھایا تھا ہمیشہ دبا کر رکھا تھا۔ مگر آج اسی عورت کے بیٹے کی سب سے بڑی خوشی کی وجہ ہی روشینا کی بیٹی تھی۔۔۔!

"ارے بہو سے یاد آیا۔۔ یہ زمدہ کہاں ہے تبانا۔۔؟" عورت کے پوچھنے پر تائی نے پہلو بدلا تھا۔" نظر ہی نہیں آئی۔۔ ورنہ تو یہاں تمہارے ساتھ بیٹھی ہوتی ہے۔۔" مہزلہ نے محسوس کر لیا تھا یہ عورت مزے لے رہی تھی۔ ظاہر ہے تائی پھپھی اور زمدہ جتنا دوسروں کو نیچے گرانے کی کوشش کرتی تھیں وہ بھی بدلے کی تاک میں تھے۔

"یہیں تھی کچھ دیر پہلے۔۔ گل بینا کو دوائی دینے گئی ہے اسکے گھٹنوں میں درد ہے۔۔" ان کے عزر پر عورت مسکرادی تھی۔ مگر زمدہ کی اس قدر خاموشی مہزلہ کو کھٹکنے لگی تھی اب۔ اسے آئے ایک ہفتہ ہونے والا تھا اور زمدہ اور اسکا ایک ٹکرا بھی نہ ہوا تھا۔ فنکشن کے بعد مہزلہ زرتشہ کو کھانا کھلانے چلی گئی تھی۔ اس نے خود بھی وہیں کھایا تھا۔ جبکہ تمام افراد نیچے کھانا کھا رہے تھے۔ اسی پل دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ جہاں بریال کھڑا تھا۔

مجھے زرتشہ سے بات کرنی ہے۔۔!" اسکے اندر داخل ہونے پر مہزلہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

جو بھی بات کرنی ہے کریں آپا کو آپکے ساتھ اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔۔" وہ بھی سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔ بریال نے ایک نظر زرتشہ کو دیکھا تھا۔ جس کے چہرے پر الجھن سی تھی۔

وہ بیوی ہے میری۔۔اور تمہیں کیا لگ رہا ہے میں نے نقصان پہنچایا ہے اسے؟" بریال کے خفگی سے کہنے پر زرتشہ نے مہزلہ کی جانب دیکھا تھا۔

مہزلہ۔۔کیا بات ہے۔۔؟ وہ بات کرنے آئے ہیں۔۔" زرتشہ کو بہن کا رویہ سمجھ نہ آیا۔اسے کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ یاد نہ تھا کہ جس کی بنا پر مہزلہ اتنی بدلحاظی سے بات کر رہی تھی۔ مہزلہ نے پلٹ کر بہن کو دیکھا۔ابھی کچھ بولنے ہی والی تھی۔ مگر پھر ارادہ ترک کرتی واپس بریال کی سمت پلٹی۔

آپا کو کچھ کیا یا الٹی سیدھی بات کی۔۔! مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا یاد رکھیے گا۔۔" تنفر سے اسے دیکھتی باہر نکل گئی۔اس کا رخ لاؤنج کی جانب تھا۔ بر لاس نجانے کہاں تھا۔جب اسکے قدم لاؤنج میں آکر تھم گئے۔ سیاہ کلف دار کرتا

شلوار میں ملبوس۔ سیاہ ہی قیمتی شال کندھوں پر ڈالا اسفندیار بیٹے کو لیے بیٹھا تھا۔ جھکنے کے سبب اسکی پیشانی پر بال آگئے تھے۔ گھنی مونچھوں تلے لبوں پر اس وقت گہری مسکراہٹ تھی۔ اسکا دل تھم سا گیا۔ یہ شخص وجاہت کی ہر کیٹیگری میں پورا اترتا تھا۔ جبھی تو اتنا غرور تھا۔ اور اس وقت بیٹے کے کانوں میں نجانے کیا بھر رہا تھا۔ یقیناً اپنا جیسا بننے کے ہی مشورے دے رہا ہو گا۔ وہ لب بھینچتی قدم باپ بیٹے کی سمت بڑھا گئی۔

اسفندیار نے سی گرین فراک میں ملبوس نوارد کے پہلے دودھیا پاؤں دیکھے تھے جو اس وقت آرام دہ سلیپر میں مقید تھے۔ اور پھر بے ساختہ نگاہ اٹھائی۔ جو واپس پلٹ نہ سکی تھی۔ سادگی میں بھی قیامت ڈھانے والی لڑکی اس وقت سنگھار کر کے اسکے سامنے کھڑی تھی۔ تو وہ کیوں نہ ٹھہرتا۔۔؟ اسکا دلکش روپ آنکھوں کے ذریعے دل میں کیوں نہ اتارتا۔۔؟ کیوں نہ اسے دیکھتا اور دیکھ کر ٹھہر جاتا۔ وہ حق رکھتی تھی دیکھے جانے کا۔۔ سراہے جانے کا۔۔! مہرلہ نے اسکی نظروں کے ارتکاز پر لٹیں کان کے پیچھے اڑسیں تھیں۔

"برلاس کو مجھے دیں۔۔"

اور تم خود کو مجھے دے دو۔۔!" وہ بے ساختہ ہی بولا تھا۔ مہزلہ نے جبڑے بھینچتے اسکے لبوں پر رینگتی مسکراہٹ اور آنکھوں میں موجود جذبے دیکھے تھے۔اور بغیر کوئی جواب دیے اسکے ہاتھ سے برلاس کو لے گئی۔

سارا دن تو تمہارے پاس ہوتا ہے یہ۔۔اسکے علاوہ تمہیں کسی کی فرصت نہیں۔۔اگر اسکا آدھا وقت بھی مجھے دے دو تو ہمارے درمیان کے مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔۔" وہ چڑ گیا تھا۔ مہزلہ نے برلاس کو خود سے لگاتے ایک ترش نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

مجھے پہلے بھی کوئی آپ سے دھواں دار عشق نہیں تھا۔۔اور آپکی اصلیت جاننے کے بعد تو گنجائش ہی نہیں نکلتی۔۔" نخوت سے کہتی پلٹ گئی تھی۔اسفندیار ساکت بیٹھا اسے جاتا دیکھتا رہ گیا تھا۔ یہ وہ واحد لڑکی تھی جو اسکے عہدے اور رتبے کی پرواہ کیے بنا اس پر دو ٹوک سچ مار کر چلی تھی۔

****

کیسی ہو۔۔؟" اس نے گارڈن میں فٹ بال سے کھیلتے زرغان سے نظر ہٹا کر اپنے برابر میں کھڑے دریاب کو دیکھا تھا۔ اور ایک پل کے لیے جیسے بلکل

بلینک رہ گئی۔اسے حویلی آئے تین دن ہو گئے تھے۔ مگر وہ دریاب سے ایک بار بھی نہ ملی تھی۔اور اپنے کمرے میں بھی اسی لیے قید رہتی تھی کہ اس سے سامنا نہ کرنا پڑے۔ مگر آج بلآخر انکا سامنا ہو ہی گیا تھا۔کیونکہ زرغان اسے زبردستی عقبی گارڈن میں لے آیا تھا۔

تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔"ہاتھ پشت پر باندھے سورج کی روشنی میں چمکتے اسکے" چہرے کو دیکھا تھا۔وہ کافی بہتر لگ رہی تھی۔ورنہ بے ہوشی کے عالم میں جو زردیاں اسکے ملیح چہرے پر چھائیاں تھیں۔اسے اچھی طرح سے یاد تھیں۔

ٹھیک ہوں۔۔"مختصر جواب دیتی ادھر سے ادھر بھاگتے زرغان کو دیکھنے" لگی۔اس شخص کی نگاہوں سے اسے اپنا چہرہ جلتا محسوس ہوا۔

اچھی بات ہے۔۔اور اس گوشہ نشینی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔؟"اسکی ویل" چیئر کے برابر میں ہی منڈیر پر بیٹھ گیا۔زرتشہ کو عجیب گھبراہٹ سی شروع ہونے لگی۔

"مم۔۔میں کیوں گوشہ نشین ہوں گی۔۔؟"

وہی تو پوچھ رہا ہوں۔۔ایسا بھی کیا چرالیا تھا جو سامنے سے ڈر رہیں"
تھیں۔۔"زرتشہ نے تڑپ کر اسے دیکھا تھا۔دریاب بھی اس پل اسے ہی دیکھ رہا
تھا۔

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں دریاب۔۔"
تم نے بڑھنے نہیں دیا تبھی تو کسی اور کی ہو گئیں۔۔کیا بکواس کر کے گیا تھا وہ دو"
دن پہلے تم سے۔۔؟"دریاب کے چہرے پر یکدم ہی چٹانوں سی سختی پھیل گئی
تھی۔زرتشہ متحیر سی اسکا چہرہ دیکھے گئی۔اس کے منہ میں الفاظ جیسے گم ہو گئے
تھے۔یہ شخص اتنی بے باکی سے حویلی کے گارڈن میں بیٹھا کھلم کھلا اپنے دل کی
"!باتیں اس پر کھول رہا تھا۔"تم سے پوچھ رہا ہوں سچ سچ بتاؤ۔۔
وہ۔۔وہ میرے شوہر۔۔"دریاب انگلی اٹھاتا ٹوک گیا۔"
بس ایک لفظ___زرغان سنبھل کر۔۔!!"دریاب کے باقی الفاظ منہ میں ہی"
رہ گئے۔اسکی دور کھیلتے زرغان پر نظر پڑی تھی جو گارڈن کے کنارے پر بنے
آبشار کے اوپر چڑھا تھا۔مگر پھسلن کی وجہ سے منہ کے بل تین سے چار فٹ کی
اونچائی سے نیچے گرا تھا۔زرتشہ نے یہ منظر دیکھا تو لبوں سے بے ساختہ چیخیں

برآمد ہوئیں تھیں۔دریاب تیزی سے زرغان کی سمت لپکا تھا۔مگر وہ ایک پل کے لیے جیسے بلکل فریز رہ گئی۔ایک دھندلا سا گرنے کا منظر اسکے ذہن میں بھی ابھرا تھا۔اور اسکا چہرہ پسینوں میں تر ہونے لگا۔زرغان کا ہونٹ پھٹ گیا تھا۔اور گھٹنوں پر چند خراشیں آئیں تھیں۔اسکا خون دیکھ اسکی سانس یکدم دھنکی کی طرح چلنے لگی۔سر کے پچھلے حصے میں ٹیسیں سی اٹھنے لگیں تھیں۔

"اہ۔۔میرے اللہ۔۔!"درد سے کراہتی بے اختیار آنکھیں میچ گئی۔جب اچانک ہی اور بھی دھندلے منظر اسکی آنکھوں کے سامنے آنے لگے تھے۔اپنی ویل چیئر سے اٹھتی پلر کا سہارا لے کر اندر کی سمت بڑھ گئی۔اس یخ بستہ ٹھنڈ میں اسکا چہرہ پسینوں سے تر تھا۔جبکہ دریاب ملازم سے روتے ہوئے زرغان کے لیے فرسٹ ایڈ منگوا رہا تھا۔اس نے زرتشہ کی سمت دیکھا مگر ویل چیئر خالی تھی۔اور وہ پلر کا سہارا لیے اندر کی سمت بڑھ رہی تھی۔

****

"کیا کہا تم نے۔۔؟"مہزلہ نے بے یقین نگاہوں سے سامنے بیڈ پر بیٹھی زرتشہ کو دیکھا تھا۔اسکی بات نے مہزلہ کا دماغ اڑا دیا تھا۔"تم۔۔تم نے بریال کو کال کی

ہے کہ وہ۔۔وہ خبیث تمہیں آ کر لے جائے۔۔؟"اس نے بے یقینی کے عالم میں یقین دہانی چاہی تھی۔زرتشہ نے لب بھینچتے اسکی سمت دیکھا۔

"!وہ شوہر ہیں میرے۔۔کچھ تو لحاظ کرو۔۔"

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔!!!!!!"وہ غصے سے پاگل ہوتی چیخ" اٹھی۔اس شخص نے کیا حالت کر دی تھی اسکی۔اسکے باوجود وہ اسکے پاس پلٹنا چاہتی تھی۔"وہ جانور جس کو تمہارے پاس بھٹکنے تک نہیں دیکھنا چاہتے اب ہم "اسکے پاس واپس جانا چاہتی ہو۔۔؟؟

یہ میری زندگی ہے زلہ۔۔!تم کیوں ہر بار دخل دینے آ جاتی ہو۔۔؟کیا میں" کبھی تمہارے فیصلے میں بولتی ہوں۔۔؟"زرتشہ کے ناگوار انداز پر مہزلہ شاک میں چلی گئی۔یہ کیا کہہ رہی تھی وہ۔۔؟کیا جادو کر دیا تھا اس شخص نے کہ وہ ہر بار ہر ظلم کے بعد اسی کی سمت پلٹنا چاہتی تھی۔

یہ۔۔یہ کیا کہہ رہی ہو آپا۔۔؟"مہزلہ کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا" تھا۔"وہ۔۔وہ انسان صحیح نہیں ہے تمہارے لیے۔۔تم تمہیں یاد "نہیں۔۔تمہیں نہیں۔۔معلوم ان لوگوں نے کیا۔۔

پلیز زلہ۔۔! پلیز۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔۔" زرتشہ اسکی جانب سے رخ پھیر گئی" تھی۔ مہزلہ کتنی ہی دیر تک سن کھڑی اسکی پشت دیکھتی رہی۔اور پھر شکست خوردہ سی اسکے کمرے سے نکل گئی۔

میں بتا رہا ہوں دریاب یہ جو کوئی بھی ہے ہمارے ارد گرد ہی ہے۔۔! ورنہ" جس انسان کو ڈھونڈنے کا میں نے زمان خان کو کہا وہ اچانک مردہ کیسے پایا گیا۔۔!" اسفندیار شدید اشتعال میں دریاب کے ساتھ سیکنڈ فلور سے اترتا نیچے آرہا تھا۔

"ولی خان کو کال کی آپ نے۔۔ وہ کیا تفصیلات بتا رہا ہے۔۔؟"

اسکا بھی یہی___ "ابھی وہ اسے بتا ہی رہا تھا۔جب سامنے کا یڈور سے روتی ہوئی" آتی زلہ پر اسکی نظر ٹھٹھکی تھی۔دریاب نے بھی اسکی نظروں کا تعاقب کیا تھا۔وہ بھی مہزلہ کا حال دیکھ حیران رہ گیا۔

ماہ۔۔۔!!" اسفندیار اپنی تمام فکریں پسِ پشت ڈالا اسکی جانب لپکا" تھا۔دریاب کے قدم بھی اسی کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔" کیا بات ہے۔۔ کیوں روہی ہو میری جان۔۔؟" اسفندیار نے نزدیک پہنچتے اسکے چہرے کے گرد

اپنے مضبوط ہاتھ رکھتے مضطرب لہجے میں استفسار کیا تو مہزلہ نے نم آنکھوں اسے اور اسکے عقب میں کھڑے دریاب کو دیکھا تھا۔

مہزلہ۔۔!" اس بار اسفندیار نے نرمی سے اسے پکارا تھا۔"

آ۔۔آپا۔۔آپا نے" اسفندیار کی ناسمجھی سے بھنویں سکڑیں تھیں۔ جبکہ " دریاب کے دل میں بے چینیاں کروٹیں بدلنے لگیں۔" آپا نے اس بریال کو کال کر کے بلا لیا ہے۔۔اسکے ساتھ واپس اسکے گھر جا رہی ہیں وہ۔۔!" اسکی سسکتی آواز پر اسفندیار کے چہرے پر ایک پل کے لیے شاک سا پھیل گیا تھا مگر اگلے پل تناؤ کی سی کیفیت پھیلنے لگی۔ جبکہ دریاب تو اپنی جگہ سن کھڑا رہ گیا۔ اسکا دل جیسے پھر کسی نے کند چھری سے زخمی کیا تھا۔ کیا وہ یہ قدم اسکی وجہ سے اٹھا رہی تھی۔۔؟ ایسا لگا تھا کسی نے کندھ چھری سے اسکا دل کاٹ ڈالا ہو۔" انہیں "!روک لیں۔۔انہیں روک لیں۔۔پلیز۔۔

کہاں ہے وہ بات کرتا ہوں ابھی۔۔!" ابھی اسفندیار کے قدم زرتشہ کے " کمرے کی سمت بڑھ ہی رہے تھے۔ جب وہ خود ہی کمرے سے نکل آئی تھی۔

زرتشہ یہ میں کیا سن رہا ہوں بچا۔۔؟"اسفندیار نے اسے دیکھتے ہی استفسار" کیا۔زرتشہ کی نگاہ سیدھی بہن تک گئی تھی اور اس سے ہوتی ساکت کھڑے دریاب تک۔۔اور وہ لب بھینچ گئی۔

بریال آچکے ہیں نیچے بات کرلیں۔۔!اور میں چاہتی ہوں آپ وہاں موجود" ہوں لالا۔۔!"اپنی سرخ ہوتی آنکھوں میں اس کے لیے بہنوں والا مان لیے کھڑی تھی۔اسفندیار کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔

"مگر جو تم کر رہی ہو بیٹا۔۔یہ صحیح۔۔"

پلیز لالا میرے ساتھ چلیں۔۔!"اس بار اس نے التجا کی تھی۔اور اسفندیار" جیسے بے بس سا ہوتا اسکا بازو تھامے آگے بڑھ گیا۔کیونکہ ابھی اس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ خود چل پاتی۔دریاب اور مہزلہ نے ترحم بھری نظروں سے خساروں میں ڈوبی اس لڑکی کو دیکھا تھا۔مگر وہ بنا ان کی جانب دیکھے اسفندیار کے ساتھ سیڑھیاں اتر گئی تھی۔مہزلہ اور دریاب کے قدم بھی بے اختیار اسی سمت بڑھنے لگے تھے۔

اسفند یار زرتشہ کو لے کر نیچے آیا تو لاؤنج میں تو ابا صاحب دونوں پھپھیاں تائی اور بریال محفل جمائے بیٹھے تھے۔ زمدہ ملازماؤں سے ناشتہ لگوا رہی تھی۔ جبکہ روشینا لب بھینچیں بیٹھیں تھیں۔

آؤ۔۔ آؤ زرتشے۔۔ اس کے جانے سے میرا تو گھر ہی ویران ہو گیا"

ابا۔۔!" پھپھی نے اسے دیکھتے ہی اپنے پاس بلایا تھا۔

جاؤ بچا۔۔ مدد کرو زنانی کی۔۔" ابا صاحب نے برابر میں بیٹھے بریال کو زرتشہ کو" بٹھانے کا اشارہ کیا تو وہ لبوں پر نرم مسکراہٹ لیے جگہ سے اٹھتا اسکی سمت بڑھ گیا۔ اسکے چہرے پر موجود مسکراہٹ دیکھ اسفند یار کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔ وہ جانتا تھا اس مکروہ مسکراہٹ میں کتنا فریب تھا مگر وہ چاہے ایڑیاں بھی رگڑ لیتا آج زرتشہ کو کسی صورت اسکے ساتھ نہیں جانے دینے والا تھا وہ۔

بریال نے نزدیک آتے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا۔ مگر اسی پل اتنا عجیب اور غیر متوقع حادثہ پیش آیا جس نے سب کو اپنی اپنی جگہ پتھر کا کر دیا تھا۔ زرتشہ نے اسے خود کو ہاتھ لگانے سے پہلے اپنے سیدھے ہاتھ کا طمانچہ کھینچ کر اسے مارا تھا۔ اسکے تھپڑ کی گونج اتنی زوردار تھی کہ لاؤنج میں بیٹھے ہر ایک شخص نے واضح سنی

تھی۔اسفندیار،دریاب اور مہزلہ نے انتہائی بے یقینی کے عالم میں یہ منظر دیکھا تھا۔جبکہ بریال۔۔!اس نے گال پر ہاتھ رکھتے سرخ خونی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔جو آنکھوں میں نمی اور نفرت لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

یہ طمانچہ تمہیں اس وقت پڑنا چاہیے تھا جب تم نے مجھ پر پہلی بار ہاتھ اٹھایا" تھا۔۔یہ طمانچہ اس وقت تمہیں پڑنا چاہیے تھا جب پہلی بار تم نے جرم کیا تھا۔۔یہ طمانچہ اس وقت تمہیں پڑنا چاہیے تھا بریال خان جب تم نے مجھے بے جان شے سمجھا۔۔۔!!" بھینچی ہوئی آواز میں کہتی ہر شخص کو ٹھٹھکا گئی تھی۔بریال جنونی ہوتا دھاڑتا ہوا اسکی سمت لپکا تھا۔

ہے ے ے ے ے ے۔۔۔!!!" مگر اسفندیار زرتشہ کے سامنے آتا" اسے ایک ہی ہاتھ سے کالر سے دبوچ گیا۔"اسے ہاتھ بھی لگایا نا اپنے قدموں پر چلنے کے لائق نہیں رہے گا۔۔!!!" سرخ پر جلال نگاہوں سے دیکھتا اس سے بھی زیادہ بلند آواز میں دھاڑا تھا۔مہزلہ اور دریاب بھی تیزی سے ان کی جانب لپکے تھے۔جبکہ پھپھی اور زمدہ کی رنگت فق پڑنے لگی۔ان کا بس ایک لمحے

کے لیے نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔ پھپھو بھی ان کی جانب بڑھی تھیں مگر زمدہ اپنی جگہ کھڑی رہی۔

یہ سب ہو کیا رہا ہے۔۔۔؟" ابا صاحب دھاڑ اٹھے۔ "زرتشے یہ کیا حرکت" ہے۔۔ کیا اپنا عقل کھو بیٹھا ہو تم۔۔۔!" اپنی جگہ سے اٹھتے وہ زرتشہ پر گرجے تھے۔ زرتشہ نے ایک آنسو بھری نگاہ ابا صاحب پر اور پھر بریال پر ڈالی جسکے ماتھے پر چمکتی پسینے کی بوندیں اسے واضح نظر آرہیں تھیں۔ اور پھر اسکی بے بس نظر اسفندیار سے جا ملی۔ جہاں ابا صاحب جیسا جلال اور نفرت نہیں بلکہ مان اور محبت تھی۔

مجھے بتاؤ کیا تمہارے زخموں کے پیچھے اس خبیث کا ہاتھ ہے۔۔؟" اسفندیار کی" برفیلی روح کھینچ لینے والی آواز لاؤنج میں ابھری تھی۔ بریال نے سنگین نگاہوں سے زرتشہ کی جانب دیکھا تھا۔ اور مشتعل انداز میں اپنے کالر سے اسفندیار کا ہاتھ "! ہٹانا چاہا۔ "چھوڑ میرا کالر۔۔

خاناں کالر چھوڑو بریال کا" ابا صاحب نے بھی ضبط سے کہا تھا۔ مگر وہ صرف" زرتشہ کو دیکھ رہا تھا۔

"!صرف ہاں یا نا میں جواب دو۔۔"

مجھے بتاؤ کیا تمہارے زخموں کے پیچھے اس خبیث کا ہاتھ ہے۔۔؟"اسفندیار کی" برفیلی روح کھینچ لینے والی آواز لاؤنج میں ابھری تھی۔ بریال نے سنگین نگاہوں سے زرتشہ کی جانب دیکھا تھا۔اور مشتعل انداز میں اپنے کالر سے اسفندیار کا ہاتھ "!ہٹانا چاہا۔"چھوڑ میرا کالر۔۔

خاناں کالر چھوڑو بریال کا"ابا صاحب نے بھی ضبط سے کہا تھا۔ مگر وہ صرف" زرتشہ کو دیکھ رہا تھا۔

"!صرف ہاں یا نا میں جواب دو۔۔"

زرتشہ نے ایک بار پھر بریال کی تنبیہہ کرتی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ایسا لگ رہا تھا کوئی اسکا گلا گھونٹ رہا ہو۔آنکھوں کے سامنے اس شخص کی دی گئیں تمام اذیتیں ایک لمحے میں گھومی تھیں۔آنسو ایک قطار کی صورت آنکھوں سے گر رہے

تھے۔اور ہر شخص نے اس کا سر اثبات میں ملتے دیکھا تھا۔اور اگلے پل بریال کراہ کے ساتھ نیچے گرا تھا۔اسفندیار نے اتنا طاقتور پنچ اسے مارا تھا۔لاؤنج میں کئی چیخیں ایک ساتھ ابھری تھیں۔ مگر اسفندیار اس ایک پنچ پر نہ رکا تھا۔اس پر پے در پے وار کرتا اس پر پل پڑا۔ مگر اس سے پہلے کہ معاملہ ہاتھ سے نکلتا ابا صاحب لاٹھی کے سہارے چلتے بیچ میں آ گئے۔

ہوش میں آؤ خاناں۔۔۔!"ان کے دھاڑنے پر اسفندیار نے پر جلال نگاہوں" سے انکی جانب دیکھا۔

اب بھی کچھ بچا ہے۔۔۔!!!بتائیں اب بھی کچھ بچا ہے جو آپ یہ کہہ رہے" ہیں۔۔؟"وہ بھی ان سے دگنی اور گرجدار آواز میں دھاڑا تھا۔ بریال زخمی ہونٹ کا خون صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا مگر اسکی نظریں خود کو پر جلال نگاہوں سے دیکھتے دریاب پر تھیں۔

ابا صاحب یہ زرتشہ صرف اس شادی کو ختم کرنے کے لیے مجھ پر الزام لگا رہی" ہے۔۔!"بریال بھی غصیلے لہجے میں چیخا تھا۔اسفندیار اور زرتشہ سمیت سب نے چونک کر اسکی جانب دیکھا تھا مگر اسکی نظریں دریاب پر جمی دیکھ سب ٹھٹھک

گئے۔ "کیونکہ یہ اپنے اس عاشق سے شادی کرنا چاہتی ہے۔۔۔!!!" بریال نے انگلی اٹھاتے دریاب کی سمت اشارہ کیا تھا۔اور اس بھیانک انکشاف پر ہر ایک جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔اور زرتشہ۔۔!!اسکی ذات کے تو جیسے پرخچے اڑ گئے تھے۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس سامنے کھڑے درندے کو دیکھ رہی تھی جس نے اپنا گناہ اپنا جرم چھپانے کے لیے اس پر کیچڑ اچھال دی تھی۔اگلے پل مہزلہ نے دریاب کو اپنی سمت سے بریال کی جانب بڑھتا دیکھا تھا۔اور وہ پاگلوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ پھپھی اور زمدہ کی ایک ساتھ چیخیں بلند ہوئیں تھیں۔۔ابا صاحب دریاب کو ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر اس پر جیسے جنون طاری ہو چکا تھا۔اسفندیار جبڑے بھینچا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔اس شخص کو ابھی دریاب قتل بھی کر دیتا تو اسے کوءی ملال نہ تھا۔وہ اسکی بوٹی بوٹی کتوں کو ڈال دینا چاہتا تھا۔جب ابا صاحب نے بادام خان کے ذریعے گارڈز بلوائے تھے۔اور دریاب کو بریال سے علیحدہ کیا۔

ہاں کرتا ہوں میں اسے پسند۔۔!!!! مگر تیری طرح اسکی بے حرمتی نہیں کی" میں نے۔۔اسے جان سے مارنے کی کوشش نہیں کی۔۔!!!" دریاب بپھرتا پوری قوت سے دھاڑا تھا۔

یہ سچ نہیں ہے ابا۔۔!!" پھپھی روتے ہوئے گڑگڑائی تھیں۔اور پھر نفرت" سے زرتشہ کو دیکھا۔۔" اسکی چال ہے اپنا گناہ چھپانے کے لیے بریال کو پھنسانا "چاہتی ہے۔۔

بس پھپھی۔۔" بیٹے کو سہارا دیتیں پھپھی کو اسفندیار نے ٹوکا تھا۔اور زرتشہ کی" سمت مڑا۔جسے مہزلہ اور روشینا کا سہارا حاصل تھا۔اسکا چہرہ بلکل پیلا ہلدی ہو چکا تھا۔

زرتشہ اسکی بکواس پر توجہ مت دو۔۔اسے تو میں اپنے ہاتھوں سے انجام کو" "پہنچاؤں گا۔۔

خاناں تم اب بھی۔۔"اسی پل زرتشہ کی آواز لاؤنج میں ابھری تھی۔"

اباصاحب اس انسان نے آپ کے بیٹے کا قتل کیا ہے۔۔۔!!! آپکے پوتے پر" حملہ کروایا ہے۔۔۔!!!" وہ مزید دل پر بوجھ نہ رکھ سکی تھی۔جب وہ کمظرف

اسے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے آخری حد تک گر گیا تھا تو وہ کیوں کسی سے ڈرتی۔۔! جبکہ اسکی نم نفرت بھری آواز موت کا سا سناٹا طاری کر گئی۔"آج جس۔۔ جس کی یہ حمایت لے رہے ہیں لالا۔۔"وہ سسکتی ساکت کھڑے اسفندیار کی سمت متوجہ ہوئی۔۔"یہ ہی اتا ابا کو مارنے والا ہے۔۔ آپ پر حملہ کروانے والا۔۔۔ اس کی او۔۔اور پھپھی کی باتیں میں نے سن لیں تھیں۔۔اسی۔۔اسی لیے۔۔آہ۔۔!"بریال جنون سے پاگل ہوتا اس پر جھپٹتا گلا پکڑ گیا۔

جھوٹ۔۔ جھوٹ بول رہی ہے کمینی۔۔۔!!"مہرلہ اور روشینا کی چیخیں نکل گئیں تھیں۔اسفندیار اور دریاب نے اسکا حلق دبوچ کر زرتشہ سے پرے دھکیلا تھا۔ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔جس ناگ کو مہینوں سے ڈھونڈتے پھر رہے تھے وہ انہی کے گھر میں پل رہا تھا۔۔۔!!!بریال نے خعف سے سفید پڑتے اسفندیار اور دریاب کے دہکتے چہروں کو دیکھا تھا۔ایسا لگ رہا تھا موت اسکے سر پر کھڑی ہو۔

"اسفندیار کے !!!"۔۔۔۔۔آہ۔۔۔یہ آوارہ۔۔۔یہ جھوٹ بول رہی۔۔۔یہ جاندار ہاتھ پر وہ کراہتا نیچے گرا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتے ابا صاحب نے روتے ہوئے اسفندیار کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔اس نے شدید اشتعال میں پلٹ کر ان کی سمت دیکھا۔ مگر ان کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو دیکھ وہ تھم گیا۔آج زندگی میں پہلی بار اس نے اس چٹان جیسے شخص کو روتے دیکھا تھا۔وہ ٹھہر گیا تھا۔۔۔! مگر ابا صاحب لاٹھی کے سہارے آگے بڑھے تھے اور اپنے لرزتے ہاتھوں سے اپنی لاٹھی اٹھاتے فرش پر پڑے بریال کو مارنا شروع ہو گئے۔

"وہ تو بڑا معصوم۔۔۔! بد بختا۔۔اوبد بختا۔۔ کیا بگاڑا تھا ہمارا بچا نے تمہارا۔۔تھا۔۔۔یہ کیا کیا تم نے" وہ رو رہے تھے۔اور لگاتار اسے مار رہے تھے۔

"ابا صاحب۔۔۔!" مگر وہ نہیں سن رہے تھے۔اور اسے مارتے مارتے خود ہی نڈھال ہو کر گر پڑے تھے۔

****

وقت نے یکدم پلٹا کھایا تھا۔ حویلی کی ہواؤں کے رخ بدل گئے تھے۔ سب کی زبانوں کو جیسے سکتہ طاری ہو چکا تھا۔ تائی جو پھپھی کی فیملی کو اپنا سب سے بڑا ہمدرد سمجھتی تھیں۔ انہی کی اولاد ان تمام زخموں کا باعث بن گئی تھی۔ بریال کو اریسٹ ہوئے دو ہفتے گزر چکے تھے۔ ابا صاحب چہیتے کے اس گھاؤ پر بلکل خاموشی اختیار کر چکے تھے۔ انکا صدمہ انہیں ان کی سیاست تک سے دور کر گیا تھا۔ دوسری جانب تائی بھی کمرا نشینی اختیار کر چکی تھیں۔ دریاب پنڈی جا چکا تھا۔ زمدہ کا اس دوران مہزلہ سے حیرت انگیز طور پر کوئی ٹکراؤ یا چھوٹی سی بحث بھی نہ ہوئی تھی۔ اس پر ایک عجیب سی چپ طاری تھی۔ یا تو ابا صاحب کو ان کے کمرے میں کھانا دینے چلی جاتی تھی یا اپنے کمرے میں ہی بند رہتی تھی۔

اسفندیار نے دو دن پہلے زرتشہ کی خلع کا کیس دائر کر دیا تھا۔ جلد ہی اسکا فیصلہ بھی آجانا تھا جس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے بریال خان سے آزاد ہو جاتی۔ اس پر بھی ایک خاموشی سی طاری ہو چکی تھی۔ مہزلہ اور روشینا خود ہی اسکے پاس جاتی تھیں۔

بلکہ پوری حویلی میں ہی ایک عجیب سی موت کی سی خاموشی چھائی رہتی تھی۔ صرف زرغان اور برلاس کی آوازیں ہی کچھ زندگی کا احساس دلاتی تھیں ورنہ تو ہر دل جیسے مردہ ہو چکا تھا۔ مہزلہ اور اسفندیار کے درمیان آج بھی وہی خلش تھی وہی دیوار تھی۔ وہ خود کو سیاست اور بزنس میں مصروف کر چکا تھا۔ گلریز خان نے بریال کے اریسٹ کے اگلے دن ہی تمام برادریوں میں اپنے ساتھ ہوئی ناانصافی اور جھوٹے الزام پر معافی کا مطالبہ کیا تھا۔ جس پر اسفندیار نے جرگے کے تمام ممبران کے سامنے اپنی بہن کی واپسی پر اسکی شرط قبول کرنے کی بات رکھ دی تھی۔ ورنہ اس وقت اکڑ کے نتیجے میں دو برادریوں میں بڑا ہنگامہ ہو سکتا تھا۔ جس پر ممبران نے مشترکہ رائے کے بعد دونوں برادریوں کو معاملہ رفع دفع کرنے کی درخواست کی تھی۔ کیونکہ الیکشن سر پر تھے۔ ایسے میں کوئی بھی تنازعہ بھاری نقصان کا سبب بن سکتا تھا۔ اور اس طرح اسفندیار اور گلریز دونوں ہی بغیر کسی نقصان کے ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔

دوسری جانب مہزلہ کی پڑھائی دوبارہ شروع ہو چکی تھی۔ اسکی ڈگری کا تیسرا سال تھا۔ اسکی مصروفیات مزید بڑھ گئیں تھیں۔ صبح وہ برلاس کو روشینا کے

پاس چھوڑ کر جاتی تھی۔ اور واپسی پر سب سے پہلے اسے دیکھنا ہوتا تھا۔ اسکا دن جیسے بے چین گزرتا تھا۔ کتنی بار تو وہ روشینا کو کال کر کے اسکے بارے میں پوچھتی تھی۔ برلاس جیسے اسکی زندگی کا سب سے اہم حصہ بن چکا تھا اور جس سے وہ تھا اسے بھولی بیٹھی تھی۔ اسفندیار کمرے میں بھی آتا تو ایسی سرد مہر ہو جاتی کہ وہ صرف اولاد تک محدود رہ گیا تھا۔ برلاس کے حوالے سے بھی بے حد مختصر جواب دیتی تھی۔ مگر وہ بھی جیسے اپنے محاظ پر ڈٹا تھا۔ مگر مہزلہ آج بھی اس 'سچ' سے محروم تھی جو وہ زرتشہ کے ہوش میں آنے والے دن بتانے والا تھا۔

میرا بے بی مِس کر رہا تھا مما کو۔۔۔؟" کمبل میں لپٹے برلاس کو وہ کمرے سے "باہر لاؤنج میں لے آئی۔ ٹیرس سے دھوپ چھن کر لاؤنج میں آ رہی تھی۔ برلاس کو لیے وہیں بیٹھ گئی۔ اپنی اوشن بلو آنکھیں کھولا ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں اس پر ہی گئیں تھیں۔ جبکہ باقی نین نقش باپ کے چرائے تھے۔ اور اسے یہ بھی معلوم تھا اسفندیار کو اپنے بیٹے کی آنکھیں کتنی پسند تھیں۔ اسکی آنکھوں کے سامنے ہاسپٹل کا وہ منظر گھوم گیا تھا۔ جب پہلی بار برلاس کی آنکھیں دیکھ کر انہیں چوما تھا اس نے۔ اور آج بھی وہ منظر یاد آتے ہی

اسکا دل الگ لے پر دھڑک اٹھا تھا۔ کیسا انجانا سا احساس تھا اس شخص کے لیے جس نے زبردستی اس سے نکاح کیا تھا۔ اسکا دل اس شخص کے لیے کیسے دھڑک سکتا تھا۔؟

"مما آپکے بابا کو بلکل پسند نہیں کرتیں۔۔ سن لیں آپ۔۔ آپکو بھی میری جانب رہنا ہے۔۔" وہ بیٹے کو تنبیہہ کر رہی تھی۔ جس پر برلاس روتا بھوک سے ادھر ادھر گردن گھمانے لگا۔ مہزلہ نے پاس رکھی فیڈر اسکے لبوں سے لگادی تھی۔ اسی پل خود پر کسی کی نظروں کا اسے شدت سے احساس ہوا تھا۔ سر اٹھاتے ارد گرد دیکھ مگر جب دوسری منزل کے زینے کی جانب نظر پڑی۔ وہیں ساکت رہ گئی۔

سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس سیاہ ہی شال اوڑھی زمدہ زینے کے بیچوں بیچ سن کھڑی عجیب پتھرائی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ مہزلہ کا دل ایک لمحے کے لیے جیسے بند ہو گیا۔ اس وقت زمدہ کا چہرہ ایسا ہیبت ناک لگا تھا کہ وہ بنا پلک جھپکائے اسے دیکھتی رہی۔ اسکی نگاہوں میں بڑا عجیب سا تاثر تھا۔ کئی راز تھے جو وہ دیکھ کر بھی نہ سمجھ سکی تھی۔ اور پھر اسکے سپاٹ سفید چہرے پر مہزلہ نے ایک

پراسرار سی مسکراہٹ رینگتی دیکھی تھی۔ مگر صرف ایک لمحے کے لیے۔ کیونکہ اسکے بعد زمدہ پلٹ گئی تھی۔اور مہزلہ کو احساس بھی نہ ہو سکا تھا۔ کہ اس سرد موسم میں اسکے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک اٹھی تھیں۔

****

رات کے کھانے کے بعد وہ برلاس کو زرتشہ کے پاس سے لے آئی تھی۔ کیونکہ شام سے ہی اس نے سنبھالا ہوا تھا۔اور وہ اپنی پڑھائی میں مصروف تھی۔ کمرے میں داخل ہوئی تو صوفے پر نیم دراز اسفندیار کو دیکھ ایک پل کے لیے حیران رہ گئی۔ یہ کب لوٹا تھا۔۔؟ کھانے پر بھی بس زرغان اور وہ تینوں ماں بیٹیاں ہی تھیں۔اس کے انتظار میں ہی روشینا نے دیر سے کھانا لگوایا تھا۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر اسفندیار نے آنکھیں کھولتے سی گرین کرتا پاجامہ پر ڈارک گرین شال اوڑھے گود میں برلاس کو لیے کھڑی مہزلہ کو دیکھا تھا۔ ٹھنڈ سے اسکے رخسار گلابی پڑ رہے تھے۔ جبکہ نیلی آنکھوں میں الجھن بھرا تاثر تھا۔اسکے اندر بے چیناں سی کروٹیں بدلنے لگیں۔ لب بھینچتا اپنی جگہ سے اٹھا

تھااور قدم اسکی جانب بڑھا گیا۔ مہزلہ اسے اپنے نزدیک آتا دیکھ نظروں کو زاویہ بدل گئی تھی۔

کیسا ہے میرا شیر۔۔؟" نظریں اس پر تھیں مگر چھو وہ برلاس کو رہا تھا۔"

ٹھیک ہے۔۔!" لہجہ سپاٹ تھا۔اسفندیار کے دل کی جلن بڑھنے لگی تھی۔ کتنے" دن ہو گئے تھے اس لڑکی کو خود سے نزدیک کیے۔اسکا لمس محسوس کیے۔ کتنی پتھر تھی وہ اسکے معاملے میں۔"اور میری شیرنی۔۔؟" اسکے لو دیتے لہجے پر مہزلہ نے ایک سخت نگاہ اس پر ڈالی تھی۔اور وہ گہری سانس بھر گیا۔

یعنی تمہاری خیریت جاننے کا بھی اختیار نہیں مجھے اب۔۔!" مہزلہ بنا کوئی" جواب دیے برلاس کو لیے بیڈ کی سمت بڑھ گئی۔کیونکہ اسے معلوم تھا اسفندیار کو بھی بیٹے کے ساتھ وقت گزارنا ہوتا تھا۔

کب تک چلے گا یہ۔۔۔؟" وہ برلاس کو لٹا کر پلٹی تو اسفندیار پھر نزدیک چلا" آیا۔مہزلہ کی بھنویں سکڑ گئی۔

"کیا۔۔؟"

تمہارا رویہ۔۔!" وہ جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہوتا چیخ اٹھا۔اتنے دنوں سے اسکی" سرد مہری اور خود کو دھتکارا جانا اسے پاگل کر گیا تھا۔ مہزلہ نے سرخ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

جب مجھ سے انتقاماً شادی کر رہے تھے یہ اس وقت سوچنا چاہیے"
تھا۔۔!!"اسفندیار جبڑے بھینچتا بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔
تم۔۔۔!"اور پھر وہ کہتے کہتے چپ ہو گیا۔ مہزلہ نے بغور اسکا رکنا دیکھا"
تھا۔"دیکھو شادی تو ہو چکی نا۔۔؟اور اب تو ہماری اولاد ہو چکی۔۔اب اس سب کا "کیا فائدہ۔۔؟

آپ نے مجھے دھوکے میں رکھا اگر یہ حقیقت مجھے پہلے معلوم ہوتی میں چھونے"
بھی نہ دیتی آپکو۔۔!"انتہائی تنفر سے کہتی اسکے آگے سے گزرنے لگی مگر اسفندیار کلائی تھامتا اپنے سامنے کر گیا۔ مہزلہ نے حیرانی سے اسکی آنکھوں میں دیکھا جہاں سرخی ابھر آئی تھی۔

تمہیں چھونے کے لیے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے مہزلہ بی"
بی۔۔۔!!"اسکا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھرتا دھاڑا تھا۔ مہزلہ لب بھینچی

جلتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔اسکے ہاتھ چہرے سے ہٹانے کی کوئی کوشش نہ کی تھی۔

زبردستی کروگے تو ہاں میں نہیں روک سکتی۔۔شادی زبردستی کرلی تو چھونا" کونسی بڑی بات ہے تمہارے لیے۔۔میں تو مالِ غنیمت ہوں تمہارے لیے۔۔!"آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر رخسار پر گرا تھا۔اسفندیار جیسے اسکے ایک آنسو کے قطرے پر ہی مسمار ہو گیا تھا۔اس لڑکی کے ایک جملے نے اسکے ہاتھوں کی گرفت کو بے جان کر دیا تھا۔وہ خود کو مالِ غنیمت کہہ رہی تھی۔کبھی اس سے تو پوچھتی وہ کیا تھی اس کے لیے۔۔!

مہزلہ نے اسکے ہاتھ پہلو میں گرتے دیکھ خود کو بمشکل بکھرنے سے روکا تھا۔آخر اس شخص کو اسکے جذبات کا اتنا احساس اتنی فکر کیوں تھی۔جب زبردستی شادی کی تھی تو یہ نرمی کس لیے تھی۔۔؟

کل زرتشہ کی خلع ہو جائے گی۔۔خوشحال اور سیال اسے کوٹ لے کر جائیں" گے۔۔!"اسکے یکدم ٹاپک بدلنے پر مہزلہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔اور اسکی آنکھوں میں ابھرتا سوال وہ پڑھ گیا۔

میں مانسہرا جارہا ہوں ابھی دو دن کے لیے۔۔پرسوں صبح ہی واپسی"

ہو گی۔۔!"اور اسکے سامنے سے ہٹتا برلاس کی سمت بڑھ گیا۔جبکہ مہزلہ پر

بے چینیاں سی سوار ہونے لگیں۔اسفندیار برلاس کو گود میں لے کر پیار کرتا

واپس اسکی سمت پلٹا تھا۔

"تو۔۔تو جب آپ آئیں تبھی آپا۔۔"

میری زندگی کا بھروسہ نہیں مگر زرتشہ کو اس ناسور جیسے رشتے سے آزاد ہونا"

ضروری ہے۔۔!!"مہزلہ اسکی انتہائی دل دہلا دینے والی بات پر تڑپ

اٹھی۔"اگر میں پرسوں نہ آسکوں تو تم خوشحال کے ساتھ سردار ہاؤس شفٹ

ہو جانا۔۔اب کسی قسم کا خطرہ نہیں ادھر۔۔"وہ اتنے پر سکون انداز میں اتنی دل

لرزا دینے والی باتیں کر رہا تھا۔مہزلہ کا جی چاہا وہ اسکا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ

دے۔اسکے حلق میں گولہ سا اٹکنے لگا۔

کیوں تم۔۔کیوں واپس نہیں آؤ گے۔۔؟"تیوری پر بل لیے انتہائی سرد لہجے"

میں بولی تھی اسفندیار برلاس کو لیے اسکی سرد نگاہوں میں دیکھتا اسی جانب آگیا۔

کس نے کہا واپس نہیں آؤں گا۔۔؟ سچ نہیں سننا مجھ سے۔۔؟" اسکے گھمبیر معنی خیز لہجے پر مہزلہ کے دل کی بیٹ مس ہوئی تھی۔" ابھی وقت کی قلت ہے ورنہ سب بتاتا۔۔۔ شروع سے آخر تک بتاتا۔۔ مگر میں چاہتا ہوں میرے آنے تک برقرار رہو تم۔۔" اور یکدم اسے گردن کی پشت سے پکڑتے قریب کیا تھا۔" ہر پل مجھے سوچو۔۔ میرے آنے کا انتظار کرو۔۔ اور میں نہ آؤں۔۔!" آخر میں اسکا لہجہ مزید بھاری ہو گیا۔ مہزلہ تڑپ کر الگ ہوئی تھی۔ اگر مجھے سچ بتانے کے لیے آنے کا وعدہ کرو گے تو انتظار کروں گی۔۔ ورنہ مت آنا۔۔!" سرخ چہرہ لیے وہ بھی چیخی تھی۔ کب سے وہ اسکا ضبط آزما رہا تھا۔ اسکے رخسار پر آنسو بہہ نکلے تھے۔

نہ آؤں واپس۔۔؟" اسفندیار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے یقین دہانی چاہی۔ مہزلہ تلخی سے سر جھٹک گئی۔

تم نے میری کب سنی ہے اس سے پہلے جو آج پوچھ رہے ہو۔۔" اسفندیار نے اسکا بازو تھامتے اپنی سمت موڑا۔" آج کہہ دو تمہارے دام میں ہوں۔۔!" مہزلہ اسکی جذبوں سے لبریز آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ مگر جب بولی لہجہ دوٹوک تھا۔

واپس آؤ گے اب تبھی بات ہو گی۔۔۔!" اسفندیار اسے دیکھتا اداسی سے مسکرا" دیا۔ برلاس کو ایک آخری بوسہ دے کر اسے تھمایا تھا۔اور پھر اسکے نزدیک ہوتا اسی طرح اسکے ماتھے پر بھی لب رکھ گیا۔ مہزلہ اسکے دہکتے لمس پر ساکت کھڑی رہ گئی۔ یہ صرف ایک بوسہ نہیں تھا۔ کئی وعدے تھے جو وہ اسکے ساتھ باندھ گیا تھا۔

****

مہزلہ۔۔۔!" روشینا کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ کھڑکی کے پاس ٹیک لگائے" کھڑی نیچے گارڈن کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں ابا صاحب کے مور ادھر سے ادھر پھرتے پھر رہے تھے۔اج کافی دن بعد سورج نکلا تھا اس لیے حویلی کے پالتو جانوروں کی عید آئی ہوئی تھی۔

جی۔۔؟" ایک نظر بیڈ پر پر سکون نیند سوئے برلاس کو دیکھا تھا۔ جس نے کل" رات اسے ایک پل سونے نہ دیا تھا۔ جیسے باپ کی جدائی پر اس سے زیادہ وہ افسردہ تھا۔

برلاس کی فائل نکال کر دیکھنا ذرا ٹیکے کی تاریخ کیا ہے۔۔ میرے تو ذہن سے ہی نکل گئی۔۔" برلاس کے پاس بیٹھتیں اس سے بولیں تھیں۔ مہزلہ تھکے تھکے قدموں سے کبڈ کی سمت بڑھ گئی۔ اسکے دل پر کل رات سے ایک عجیب سی اداسی چھائی تھی۔

برلاس اٹھ گیا ہے۔۔ تم اسکی تاریخ دیکھو۔۔ تب تک میں باہر لے کر جا رہی ہوں اسے۔۔" روشینا اسے باتیں برلاس کو لیے باہر نکل گئیں۔ مہزلہ اپنی سائیڈ کے حصے میں برلاس کی فائل تلاش نے لگی۔ مگر نجانے کہاں تھی مل ہی نہیں رہی تھی۔ تھک کر اس نے اسفندیار کی کبڈ کھول لی۔ چند لباس اور سالوں کے ساتھ اسکی گھڑیاں اور پرفیومز رکھے تھے۔ دراز کھولتی اسکے ڈاکومینٹس اوپر نیچے کرنے لگی۔ اور بلاآخر برلاس کی فائل اسے مل ہی گئی تھی۔ اسکی فائل نکال کر دراز ابھی بند ہی کی تھی کہ اگلے پل وہ بے طرح چونکی تھی۔ اور واپس دراز کھولتی ڈاکومینٹس اوپر نیچے کرنے لگی۔ بلاآخر اسے مطلوبہ شے ہاتھ لگ گئی تھی۔ ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں سے دراز بند کی تھی اور اپنا نکاح نامہ کھول گئی۔ اس وقت اس کا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے اسکے امتحان کا نتیجہ اسکے سامنے

ہو۔ نظریں نکاح کی سطروں سے پھسلتیں حق مہر کے حصے پر آئیں تھیں۔اور اس پل مہزلہ کو لگا اسکا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔ جبکہ نگاہ ایک سطر پر ٹھہری رہ گئی تھی۔

اسفندیار خان ولد آوالمیر خان مہزلہ برلاس ولد برلاس خان کو اپنے نکاح میں ' لیتے ہوئے موٴجل حق مہر اپنی رضا سے جو چاہے دینے کے مجاز ہیں

مثال دست زلیخا تپاک چاہتا ہے
یہ دل بھی دامن یوسف ہے چاک چاہتا ہے
دعائیں دو مرے قاتل کو تم کہ شہر کا شہر
اسی کے ہاتھ سے ہونا ہلاک چاہتا ہے
فسانہ گو بھی کرے کیا کہ ہر کوئی سر بزم
مآل قصہ دل دردناک چاہتا ہے

ادھر ادھر سے کئی آ رہی ہیں آوازیں

اور اس کا دھیان بہت انہماک چاہتا ہے

ذرا سی گرد ہوس دل پہ لازمی ہے فرازؔ

وہ عشق کیا ہے جو دامن کو پاک چاہتا ہے

کون ہے وہاں۔۔۔" جس وقت وہ انیکسی سے آتیں غیر معمولی آوازوں پر" شدید اشتعال میں انیکسی میں گھسا تھا اسکے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے قید کرنے جا رہا تھا۔ وہ ایک ایسا باب کھولنے جا رہا تھا جسکا زندگی میں اس نے تصور بھی نہ کیا تھا۔ وہ سدھ بدھ کھوئی لڑکی جو ہمیشہ سے سرد مزاج تھی۔ جو دنیا میں رہتی تھی۔ جس کا اسکی دنیا سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ اس دن اسے بے چین کر گئی تھی۔

اس تمام عمر بے حد سنجیدہ اور اسٹریٹ فورورڈ گزری تھی۔ کالج کے زمانے میں ہزار لڑکیاں اسکے آگے پیچھے ہوئی تھیں مگر کبھی نظر بھر کر بھی نہ دیکھا تھا۔ کہ اسے معلوم تھا وہ کسی سے کمیٹڈ ہے۔ اور اسی سے شادی کرنی ہے۔ اور پھر

باآسانی شادی بھی ہو گئی۔زندگی زمدہ جیسی تابعدار لڑکی کے ساتھ بلکل سہل اور اسکے مطلب کے مطابق گزر رہی تھی۔مگر یہ اچانک کیا ہوا تھا۔۔؟وقت نے کیسا پلٹا کھایا تھا۔۔؟یا شاید اس مغرور شخص کا زوال اسی چھوٹی سی لڑکی کے ہاتھوں لکھا تھا۔

اس رات اسفندیار خان نے مہزلہ برلاس پر اپنی چادر نہیں ڈالی تھی۔بلکہ ہر شخص سے اسے دیکھنے کا اختیار چھین لیا تھا۔اس لڑکی پر زندگی میں پہلی بار نظر ٹھہری تھی۔اور وہی اسے ڈسٹرب کر گئی تھی۔

پھر اس دن کے بعد نجانے کتنے دن تک وہ بے چین رہا تھا۔پریشان رہا تھا۔اس انیکسی کے منظر کو ذہن سے جھٹکتا رہا تھا۔وہ جانتا تھا گلریز کی بچپن سے منگ تھی وہ۔اور شادی اسی سے ہونی تھی۔مگر جو بات زمدہ نے اسکے ذہن میں ڈالی اسکا دماغ ہلا گئی تھی۔کاروان۔۔!وہ کاروان کو کیسے پسند کر سکتی تھی۔۔۔!!!کسی کی !منگ تھی وہ۔۔۔

مگر بات تو اصل کچھ اور تھی جو اسے چبھ رہی تھی۔اس لڑکی کی نظر میں کوئی اور تھا یہ بات اسے بنا ثبوت کے ہی آگ لگا گئی تھی۔پھر وہ غیر محسوس انداز میں

کاروان پر نظر رکھنے لگا تھا۔اسے انکا ساتھ نظر آنا کجا کہ بات تک کرنا کھلنے لگا تھا۔وہ اچھی طرح جانتا تھا کاروان حویلی کا وفادار تھا مگر اسکے سامنے بھی تو وہ تھی جو بادشاہوں سے بغاوت کروادے۔۔جو تختوں کو الٹوادے۔پھر کیسے ایک عام سے شخص کو وہ بھروسے کے قابل سمجھتا۔۔۔؟

اور پھر جس دن زمدہ نے ان دونوں کو انیکسی کے عقبی حصے میں ساتھ دکھایا۔وہ تابوت میں آخری کیل تھی۔اسفندیار خان جیسے پاگل ہو اٹھا تھا۔

کاروان خان اسے چھو رہا تھا۔۔۔!!!جس کی سوچوں نے اسے دن رات اپنے میں الجھایا ہوا تھا۔۔جسے چھونے کا حق حاصل کرنے کے لیے وہ بے کل ہوا پھر رہا تھا۔اسے اسکا ملازم چھو رہا تھا۔۔۔!!!پھر وہ کیوں پاگل نہ ہوتا۔۔؟پھر کیوں اس پر وحشت طاری نہ ہوتی۔۔؟وہ تو اس شخص کا ریشا ریشا الگ کر دینا چاہتا تھا۔مگر مہزلہ برلاس جس طرح تن کر اسکے سامنے آئی تھی۔اس دن وہ اسکی ضد بن گئی تھی۔اس دن اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔اس لڑکی کو ہر حال میں اسی کے پاس آنا تھا۔چاہے اسکے لیے وہ ہر شخص کی اینٹ سے اینٹ ہی کیوں نہ بجا دیتا۔اور پلان اس نے گلریز اور اسکی شادی سے پہلے ہی ترتیب دے دیا تھا۔

گلریز خان ایک بے ضرر سا انسان تھا اس کے لیے۔اگر مہزلہ اسکی نظر میں نہ آتی بھلا اسے کیا اعتراض ہوتا اس شادی سے۔۔؟مگر اب معاملات بدل چکے تھے بلکل۔۔

"آپ مجھے کیوں آنے سے روک رہے ہیں لالا۔۔چچی کو اچھا نہیں لگے گا اگر میں شامل نہ ہوا۔۔"دریاب نے فون پر بے چینی سے اس سے استفسار کیا تھا۔مہزلہ اسکی چھوٹی بہن تھی۔اسکی شادی میں اگر شرکت نہ کرتا تو اسے بھی بے حد افسوس ہوتا۔

"میں سب سنبھال لوں گا۔۔چچی بھی سمجھ جائیں گی۔۔تم پڑھائی پر فوکس کرو بس۔۔"اس نے دریاب کو رائے نہیں دی تھی بلکہ دوٹوک فیصلہ سنایا تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا دریاب آیا تو سب اسکے ہاتھ سے نکل جائے گا۔جو پلان وہ اپنے لیے ترتیب دے رہا تھا۔اسکے بھائی کے حلق کی ہڈی بن جاتا۔گلریز خان کو جال میں پھنسا کر اسے وہ ضدی لڑکی ہر قیمت پر چاہیے تھی۔ایسے میں بھائی سامنے ہوتا تو نکاح کا پہلا آپشن ہی وہ ہوتا۔۔اس لیے وہ جتنا حویلی سے دور رہتا اتنا بہترین تھا۔

اور پھر آخر کار اسکا پلان کامیاب ہوا تھا۔ وہ اسکی ہو گئی تھی۔ آج اسکے جشن کی رات تھی۔۔ آج اسکی فتح کی رات تھی۔ مگر مہزلہ برلاس بھلا کب اسکے قابو میں تھی۔ اسکی خودکشی کی کوشش نے ایسار نگ میں بھنگ ڈالا تھا پوری حویلی ہل کر رہ گئی تھی۔ یعنی اتنا صدمہ تھا اسے اس سے شادی کا کہ وہ زندگی سے ہی روٹھ گئی تھی۔ اسکی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت تو پہلے ہی دیکھ چکا تھا اور یہی بات اسے کئی دنوں تک ڈسٹرب کرتی رہی تھی۔ اس لڑکی نے اسکی زندگی اسکی روٹین اسکی سوچوں کو پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ وہ تو درخنے زمدہ اپنی ماں اور چچی کے مزاج جیسی عورتیں دیکھتا آیا تھا۔ جو اسکے مزاج کے مطابق بات کرتی تھیں۔ یہ کون تھی آخر۔۔۔!

اور پھر مہزلہ برلاس نے بتادیا تھا وہ کیا چیز تھی۔۔۔! اس نے تین دن اسکے کمرے میں رہنے کا فیصلہ کیسے لیا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ ایک تو اسے اس لڑکی اور گھر والوں کے سامنے اپنی بے تابیاں عیاں نہیں کرنی تھیں۔ دوسرا اسے زمدہ کی طرف سے ٹینشن نہیں چاہیے تھی۔ ورنہ یہ وہی جانتا تھا اس لڑکی کو دیکھنے اس سے لڑنے اس سے بات کرنے کے لیے اس کا دل کس طرح پہلی منزل کی

جانب دوڑتا تھا۔ جتنا وہ اس سے دور بھاگتی تھی اسفندیار خان اتنا اسکے نزدیک جانا چاہتا تھا۔ وہ ضد کے بعد اب نشہ بن چکی تھی جو جتنا بھی ملتا کم لگتا تھا۔

گھر والوں سے زمدہ سے اس جنگجو لڑکی کی خبریں اسے کبھی کبھی حیران کر دیتی تھیں۔ وہ سب سے اکیلی لڑتی تھی۔ اسی کی بہن سے اسکی برائی کرتی تھی۔ اور اسے سب قبول تھا۔ مگر جب جب وہ اسکے سامنے گلریز یا کاروان کا ذکر کرتی اسکا دل اندیکھی آگ میں جلنے لگتا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا وہ کسی اور کی نہیں صرف اسکی تھی۔ مگر مہزلہ برلاس کا دل اسکا نہیں تھا۔۔!!

مگر کتنی پاگل تھی وہ۔۔۔! کتنی بھولی تھی۔۔! اپنا آپ صرف ایک چھوٹی سی خواہش کے بدلے وار گئی تھی۔ وہ ایسے ہی تو اسکے پیچھے پاگل نہیں ہوا تھا۔ وہ لڑکی کچھ نہ کر کے بھی اپنے دام میں لانے کا فن جانتی تھی۔ مگر جس دن اس نے لڑائی میں سب کے سامنے اسے خود سے دور کرنے کا کہا وہ پاگل ہوا اٹھا تھا۔ وہ لڑکی جس کے لیے وہ سازشوں پر اتر آیا تھا۔ اپنے مرے ہوئے باپ کی موت کا کسی پر جھوٹق الزام لگایا تھا۔ وہ اتنی آسانی سے اسے خود سے بے دخل کر رہی تھی۔۔۔!

اور اس نے پھر دانستہ ہاسپٹل سے گھر شفٹ ہونے کے بعد اسکے کمرے میں منتقلی کا فیصلہ لیا۔ اگر کچھ دن اور اسے دیکھے بغیر رہتا یقیناً کچھ کر بیٹھتا۔ مگر اسکے گریز کی اصل وجہ اسے بے چین کر گئی۔ یہی وجہ تھی کہ ابا صاحب کے اس پر بے جا الزام لگانے پر وہ خاموش نہ رہ سکا تھا۔ وہ اسکی تھی پھر کوئی کیسے اسے کچھ کہہ سکتا تھا۔ مگر وہ اپنے دل کے کہے پر مکمل عمل نہیں کرتا تھا۔ مہزلہ برلاس اسے تڑپا کر رکھتی تھی۔ کیا ہو جاتا اگر وہ مکمل اسکی ہو جاتی۔ مگر جو بھی تھا اس چڑیا کے دل والی لڑکی نے اسکا خیال رکھا اس کے لیے روئی۔ اور وہی اسفندیار خان کی عید تھی۔ کیسے حسین لمحے تھے وہ جو اسکے کمرے میں اس نے گزارے

تھے۔ مگر پھر گھر میں اس پر درخنے کے ساتھ ہوئے ظلم کا الزام لگا تھا۔ مگر یہ وہ جانتا تھا کہ اسکی بہن اسکے کرموں کی سزا کاٹ رہی تھی۔

اور اس رات اسے احساس ہوا تھا کیا ستم کر گیا تھا وہ اس چھوٹی سی لڑکی پر۔ آج جو درد اپنی بہن کے لیے محسوس ہو رہا تھا اس سے کئی گناہ زیادہ مہزلہ برلاس نے محسوس کیا ہو گا کیونکہ اس کے لیے بولنے والا باپ یا بھائی موجود نہ تھا۔ جبھی تو موت جیسی بھیانک شے جو بڑے سے بڑے طاقتور کے اوسان خطا کر دے اس

چھوٹی سی لڑکی نے گلے لگانا چاہا۔ مگر اسکی دشمنِ جاں نے اسکے زخم نہیں کریدے تھے۔ بلکہ ان پر مرہم رکھا تھا۔ اور اس رات وہ خود سے وعدہ کر گیا تھا اسکے ایک ایک زخم بھرنے کا۔۔

اسکے خواب پورے کرنے کا۔۔ وہ جانتا تھا ڈاکٹر بننا اسکا خواب تھا۔ اور دوسرا اسے حویلی سے دور کسی گھر کی خواہش تھی جو اسفندیار نے اگلے دن جاتے ہی پوری کی تھی۔ اسے وہ اپنی پسندیدہ جگہ تحفے میں دینا چاہتا تھا۔ مگر حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہ اس لڑکی سے خفا ہو گیا۔ زمدہ کے ابورشن کا الزام اگر گھر والوں نے اس پر ڈالا تو مہزلہ کو جیسے اس سے جان چھڑانے کا پھر موقع مل گیا۔ اس لڑکی نے ایک بار بھی اسکے دل کا سوچے بنا علیحدگی کا مطالبہ کر دیا۔ وہ کیا کہتا کیا غضب کر گئی تھی وہ۔ مگر اسنے فیصلہ کر لیا تھا۔ اب اسے گھر والوں کے ساتھ نہیں رکھنا تھا۔ اسکی بڑھتی شدتیں گھر والوں کو کھلنے لگیں تھیں۔ خاص کر زمدہ کو۔۔ لہذا مہزلہ کا الگ گھر میں رہنا ہی بہتر تھا۔ مگر وہ اس سے خفا تھا۔ وہ جانتا تھا اس لڑکی کو زندگی میں جب بھی اس سے جان چھڑانے کا موقع ملتا وہ پہلی فرصت میں اسے اس نے اس سے کیا تھا۔ مگر مہزلہ کے پاس کوئی جواب چھوڑ دیتی۔ جسکا شکوہ بھی

نہ تھا صفائی میں کہنے کے لیے کچھ نہ تھا۔ لیکن اپنے نام گھر پر وہ جھگڑ پڑی تھی۔ اب وہ اسے کیا بتاتا وہ اپنی ذات اسکے نام کر چکا تھا یہ زمین کا ٹکڑا کیا شے تھی۔ مگر بہانہ تو بنانا تھا لہذا وہ حق مہر کا عزر تراش گیا تھا۔ لیکن یہ بات بھلا کس کو نہیں معلوم تھی کہ ونی میں بیاہی لڑکی کا سرے سے حق مہر ہی نہیں ہوتا۔ مگر وہ تو بدلے میں بیاہی گئی ہی نہیں تھی وہ تو اسکی ضد پر اسکی دلہن بنی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے حق مہر مؤجل اور اپنی رضا سے دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ ورنہ جس ماحول میں نکاح ہوا تھا اس میں قیمتی چیز حق مہر میں لکھوانا ہر ایک شخص کو مشکوک کر دیتا۔ جو وہ اس وقت تو بلکل نہیں چاہتا تھا۔ جو بات ابھی وہ خود سے قبول نہیں کرنا چاہتا تھا سرِ عام کیسے کر لیتا۔۔؟

مگر اب یہ لڑکی اسکے دل میں آ چکی تھی۔ وہ نجانے کیا کیا کر گزرتا جو یہ لڑکی تھوڑا اس پر مہربان ہو جاتی۔ مگر نجانے کیا بات تھی وہ اس لڑکی سے خفا رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسکے تمام راستے اس تک جاتے تھے۔ وہ بھاگتا بھی تو کتنا بھاگتا۔۔؟ اور پھر اسے اس لڑکی سے زندگی کی سب سے بڑی خوشی ملی تھی۔ اس نے بیٹے کی صورت اسے تحفہ دیا تھا۔ اس دن وہ ہواؤں میں تھا حالانکہ وہ شادی کے دن اسکے

'فریب' کی سچائی سن کر سخت خفا تھی۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا وہ اسے ہر صورت منا لے گا۔ اس نے اسکی آنکھوں کے رنگ کے ہیرے کا بڑا نفیس لاکٹ بنوایا تھا۔ وہ اسے منانا چاہتا تھا۔ مگر وہ جس بدگمانی اور نفرت میں بیٹھی تھی۔ اسکے دل کو پیروں سے مسل گئی تھی۔ اس حویلی کے مردوں کی وجہ سے وہ اپنی اولاد پر رو رہی تھی۔۔! وہ اسکی وجہ سے رو رہی تھی۔۔ مگر جانے کیسی پگلی تھی وہ جو اسی دھوپ چھاؤں سی لڑکی اولاد کو لپٹا کر اپنے سینے سے لگائی پھرتی تھی۔ کیسی تھی۔ مگر اسکے لیے ہمیشہ دھوپ جیسے مزاج رکھتی تھی۔ مانسہرا آکر اس نے سوچ لیا تھا۔ واپس جانے پر وہ ساری حقیقت اس پر کھول دے گا۔ اپنے کیے کی معافی مانگ لے گا۔ جو سزا دے گی سہہ لے گا۔۔ مگر اسکے لمس سے دور نہیں ہوگا۔ اسفندیار خان کے لیے یہ سزا بڑی کڑی ثابت ہو رہی تھی۔ وہ اسکی سوچ سے زیادہ سخت نکلی تھی۔

****

کیا بات ہے بچہ۔۔ ہم دیکھتا ہے آج کل تم بہت چپ چپ سا رہنے لگا" ہے۔۔۔!" زمدہ ابا صاحب کو ناشتہ دینے آئی تو انہوں نے استفسار کیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ابا صاحب۔۔!"

"ایسا ہی بات ہے۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے ہمیں محسوس نہیں ہوتا۔۔" زمدہ ان کے سامنے ہی صوفے پر بیٹھی تھی۔ مگر بولی کچھ نہیں۔ جب اسکی نظر کھڑکی کے پار گئی تھی۔ لان کے عقبی حصے میں مہزلہ اور زرتشہ واک کر رہی تھیں۔ اور زرغان ان کے ارد گرد کھیلتا پھر رہا تھا۔ ابا صاحب نے اسکی نظروں کا تعاقب کیا تھا۔ اور وہ منظر انہیں بھی اتنا ہی چبھا تھا جتنا زمدہ کو۔

"برلاس کی یہ اولادیں جنہیں بچپن سے ہم بے ضرر سمجھتا رہا۔۔ آج انہوں نے ہی حویلی کی جڑیں ہلا دیں۔۔!" زمدہ نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔ جو ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ "ہمارا خانادان بکھیر گیا۔۔ ہمارا خاناں ہمارا دریاب ہم سے بدل گیا۔۔ ہاہ۔۔!!" انہوں نے دکھ بھری سانس بھری تھی۔ زمدہ لب بھینچے انہیں دیکھتی رہی۔

"آپ نے انہیں کمزور سمجھا یہی آپ کی خطا تھی۔۔ اور مجھ سے بھی یہی خطا ہوئی اسی وجہ سے آج میں نے اپنی اولاد اور اپنا شوہر دونوں کھو دیے ابا صاحب۔۔" اسکے لہجے میں خسارے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

وہ اکیلی ہو کر آپ سے بھی جیت گئی اور مجھ سے بھی۔۔" اسکی تلخ مسکراہٹ پر" ابا صاحب اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔ "اس نے ہرا دیا ہے ہمیں۔۔ اپنے باپ کا بدلہ اس نے ہم سے لیا ہے۔۔ اپنی محرومیوں کا بدلہ ہم سے ہمارا اثاثہ ہمارا خان چھین کر لیا ہے۔۔!" ابا صاحب کی رنگت اسکے کڑوے لفظوں پر سفید پڑنے لگی تھی۔ وہ جو کہہ رہی تھی اسکا ایک ایک حرف سچا تھا۔ جو روشینا ان کا بیٹا حاصل کر کے نہ کر سکی تھی اسکی بیٹی نے ان کا پوتا حاصل کر کے کر لیا تھا۔

کل وہ چلی جائے گی۔۔ آج آخری دن ہے اسکا یہاں۔۔ دیکھیں کیسے فتح سے" مسکرا رہی ہے۔۔" اور وہ دونوں مہزلہ کا جگمگاتا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ زرتشہ کا چہرہ بھی پر سکون تھا۔ کیونکہ آج وہ بریال خان سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گئی تھی۔ بریال خان نے آج اپنے وکیل کے ذریعے ابا صاحب کو جیل میں ملاقات کے لیے بلایا تھا مگر وہ جانے سے انکار کر گئے تھے۔ ان کے وجود پر جیسے اچانک ہی بڑھاپا آگیا تھا۔ ان کا وجود جیسے پہلی بار ہار محسوس کر کے دھیرے دھیرے بکھر رہا تھا۔ پورے صوبے میں اپنے جاہ و جلال کی وجہ سے جانے والا بہرام خان اپنی ہی پوتیوں سے ہار گیا تھا۔

****

آج رات کے کھانے کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ ابا صاحب کے کہنے پر نجانے کتنی انواع واقسام کے کھانے تیار کروائے گئے تھے۔ تائی اور روشینا سمیت گھر کا ہر فرد حیران تھا۔ مگر کسی نے بھی ایک دوسرے سے ڈسکس نہ کیا تھا۔ ابا صاحب نے اپنی دونوں بیٹیوں کو بھی بلوا لیا تھا۔ گل بینا تو غم سے نڈھال تھیں مگر باپ کے فرمان کو ٹال بھی نہیں سکتی تھیں۔ اس لیے ناچار انہیں آنا پڑا تھا۔
اس وقت ٹیبل کے گرد تائی کے دونوں سپوتوں کے علاوہ تمام افراد موجود تھے۔ ابا صاحب بھی بلآخر کئی دن بعد بادام خان کے سہارے ٹیبل پر آ گئے تھے۔

کیسی طبیعت ہے ابا صاحب اب۔۔؟" روشینا نے ہی ان سے بات کا آغاز کیا" تھا۔ جس پر سب نے روشینا کی سمت دیکھا تھا۔ ابا صاحب سر اثبات میں ہلا گئے۔ بہتر ہے۔۔ خوش رہو۔۔!" اور اس بار مہزلہ زرتشہ اور روشینا تینوں چونکیں" تھیں۔ جبکہ باقی سب خاموشی سے کھانے کی سمت متوجہ ہو گئے۔" اب تو گلریز خان بے گناہ ثابت ہو چکا ہے۔۔ تو ہمارا خیال سے درخنے اور اسے کسی دن بلا لو

کھانے پر۔۔!"ان کی بات پر ٹیبل پر یکدم ہی سر گوشیاں سی شروع ہوئیں۔سب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔تائی تو باقاعدہ ناگواری کا اظہار بھی کر گئیں۔

مگر اسکا مطلب یہ تو نہیں نا کہ ہم اسے داماد قبول کر لیں۔۔"ابا صاحب نے" شوربے میں نوالہ ڈبوتے بہو کی سمت دیکھا۔

وہ ہمارا داماد بن چکا ہے تبا نے۔۔تمہارے ماننے سے حقیقت نہیں بدلے" گا۔۔اور ویسے بھی ہم نے اب اس دشمنی کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔!"ان کے مستحکم لہجے میں کہی گئی بات پر وہ تینوں ماں بیٹی تو جیسے سکتے میں چلی گئیں تھیں۔زمدہ نے بھی بے یقینی کے عالم میں ابا صاحب کو دیکھا تھا۔یہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔

"ابا صاحب آ۔۔"

بھابھی یہ بہت اچھا فیصلہ لیا ہے ابا نے۔۔کیا تمہیں بیٹی یاد نہیں آتی۔۔؟"گل" مکئی نے ان کی بات کاٹتے سہولت سے کہا تھا۔اور تائی پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔

"تمہارے بیٹے کی جان چھوٹی ہے تو تم تو کہو گی۔۔"

بس۔۔۔!!! ہمارا فیصلے کے آگے کوئی نہیں بولے گا۔۔"تائی نے شکایتی نظروں سے ابا صاحب کو دیکھا تھا۔

"کم از کم آپ یہ فیصلہ خاناں اور دریاب کے سامنے تو سناتے۔۔"

بے فکر ہو جاؤ۔۔انہیں بھی خبر ہو جائے گی۔۔اور کھانا کھاؤ۔۔آج آخری عشائیہ ہے روشینا اور اسکا بچیوں کا ہمارے ساتھ۔۔!" زمدہ نے ایک جلتی نگاہ مہزلہ کی سمت ڈالی تھی۔ جو لب کاٹتی اپنے کھانے کی سمت متوجہ ہو چکی تھی۔

مہزلہ۔۔!" کھانے کے بعد ابا صاحب نے اسے پکارا تھا۔اور وہ پھر ٹھٹھکتی انہیں دیکھنے لگی۔یہ کیا ہو رہا تھا آج۔۔۔؟" یہاں آؤ بچا۔۔۔!!" ان کے نرم لہجے میں پکارنے پر اسکے قدم جیسے زمین میں جم گئے تھے۔جبکہ حلق میں ایک گولہ سا اٹکنے لگا۔شاید زندگی میں پہلی بار بہرا ور خان نے اسے نرمی سے پکارا تھا۔صرف وہ ہی نہیں ٹیبل پر بیٹھا ہر شخص جیسے سانس روک چکا تھا۔

آ بھی جاؤ اب۔۔!" اپنی جگہ سے اٹھتی ان کی سمت بڑھنے لگی۔اور اس ذرا سے سفر میں وہ بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی کا سفر طے کر آئی تھی۔اسکے نزدیک پہنچنے پر ابا صاحب ٹیبل کا سہارا لیتے اٹھے تھے۔

تم ہمارا برلاس کا عکس ہو۔۔اسکا جیسانڈر اور بہادر۔۔"اپنی چھنگلی سے ایک" نیلے پتھر سے سجی انگوٹھی اتار کر اسکے سامنے کی تھی۔مہزلہ کے سامنے کا ہر منظر دھندلانے لگا۔کیا سامنے کھڑا شخص آج زندگی میں پہلی بار اسکی تعریف کر رہا تھا۔۔؟

یہ انگوٹھی تمہارا باپ نے ہمیں دیا تھا۔۔اب یہ تمہارا ہے۔۔!"انکی بوڑھی" نرم آواز پر مہزلہ کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ کر رخسار پر گرے تھے۔

مگ۔۔مگر یہ آپکی ہے۔۔"نجانے کیوں اسکے حلق سے آواز نکلنی مشکل" ہو رہی تھی۔

مگراب سے تمہارا ہے۔۔"اسکی ہتھیلی میں انگوٹھی رکھتے سر پر ہاتھ رکھ گئے" تھے۔بس مہزلہ کا ضبط بھی یہیں تک تھا۔اسکے آنسوؤں کے بند ٹوٹ گئے تھے۔وہ سر جھکائے رہی تھی۔اور ابا صاحب سر تھپکتے بادام خان کے سہارے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے۔اس حسین خواب نے جیسے مہزلہ برلاس کو جکڑ لیا تھا۔اس کا جی چاہا تھا وہ ان کے پیچھے جائے اور ان سے لپٹ کر رو پڑے جن میں

اسکے بابا کی خوشبو بستی تھی۔ مگر ایسا نہ ہوا تھا وہ چلے گئے تھے۔اور وہ بنا کسی جانب دیکھے سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی۔

****

میں اب تک بے یقین ہوں مورے۔۔۔ابا صاحب کا یہ انداز میں نے آج سے " پہلے کبھی نہیں دیکھا۔۔"مہزلہ نے روئی روئی آنکھوں سے ماں کی جانب دیکھا تھا۔وہ خود انگشت بدنداں تھیں۔انہوں نے ایک عمر گزاری تھی اس حویلی میں مگر بہرام خان کا یوں شکست تسلیم کرنا پہلی بار دیکھا تھا۔

بریال نے انہیں گہرا زخم دیا ہے۔۔شاید اسکے بعد وہ واقعی ٹوٹ گئے " ہیں۔۔"وہ گہری سانس بھر گئیں تھیں۔

"ہو سکتا ہے بس یہ اوپری ہو۔۔ورنہ وہ کہاں ہار ماننے والے۔۔؟"

مگر انہیں اب ہم سے کیا حاصل ہو گا۔۔؟ بریال کا آئینہ اگر نہ دکھاتے وہ تو " شاید ایک ایک کر کے سب کی جان لے لیتا۔۔!"زرتشہ مہزلہ کا ہاتھ تھپک گئی۔"اور ہمارے لیے تو اللہ آسانیاں ہی کر رہا ہے۔۔اس لیے ان کے بارے میں زیادہ مت سوچو۔۔ویسے بھی کل چلے جائیں گے ہم یہاں سے۔۔"روشینا

نے زرتشہ کی جانب دیکھا تھا۔اپنی بیٹی کے چہرے پر یہ اطمینان انہوں نے بڑے عرصے بعد دیکھا تھا۔ایک سوال ان کے ذہن میں تھا مگر وہ فلحال لبوں پر نہ لائیں تھیں۔اتنے میں برلاس روتا ہوا اٹھ گیا۔

لو یہ بھی رو پڑا۔۔تم نے اسکی فیڈرز بوائل کر لیں۔۔؟"ماں کے یاد دلانے پر" سر پر ہاتھ مارا۔۔

"جا رہی ہوں بس۔۔"

نسیمہ سے کہہ دو۔۔"زرتشہ نے اسے اٹھتے دیکھ کہا۔"

نہیں نا وہ تو کھانے کے بعد ہی کوارٹر میں چلی جاتی ہے۔۔ان لاڈ صاحب کے" رات کے سارے کام میں ہی کرتی ہوں۔۔۔"سلیپرز پیروں میں اڑستے اسے بتایا تو زرتشہ مسکراتی بھانجے کی سمت متوجہ ہو گئی۔

"تم بیٹھو میں کر لاتی ہوں۔۔"

نہیں اسے چپ کروائیں۔۔آپکے کنٹرول میں ہے۔۔"ماں کا رخسار چھوتی باہر" نکل گئی۔روشینا نے دھیرے سے ہنستے اپنی لاڈلی کو باہر نکلتے دیکھا تھا اور نواسے کی جانب متوجہ ہو گئیں۔مہزلہ انگوٹھے میں پہنی باپ کی انگوٹھی کو گھوماتی نیچے

آگئی۔ جو انگوٹھے میں بھی خاصی لوز تھی۔ اسفندیار کل رات سے مانسہرا میں تھا مگر اس سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ خوشحال خان نے ہی اسکے وہاں پہنچنے کی خبر دی تھی۔ نیچے کے پورے فلور پر ویرانی سی چھائی تھی۔ وہ سیدھی کچن کی سمت بڑھ گئی۔ مگر اسی پل زمدہ کچن سے برآمد ہوئی تھی۔ مہزلہ نے ایک جانب سے نکلنا چاہا مگر اسکی آواز پر ٹھہر گئی۔

"بہت خوش ہو گی آج تو۔۔؟" مہزلہ نے ناسمجھی سے اسکی سرد نگاہوں میں دیکھا تھا۔ "ابا صاحب نے عزت بخش دی۔۔" اور وہ لب بھینچتی نظروں کا زاویہ بدل گئی۔ اسکا آج آخری دن تھا یہاں۔ اور اس سے لڑ کر بدمزگی قطعاً نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"دیکھو زمدہ۔۔"

"دیکھ تو رہی ہوں۔۔ بہت خوش قسمت ہو تم۔۔!!" اور اس بار مہزلہ نے چونک کر اسکی حسرت بھری نگاہوں میں دیکھا تھا۔ "جس جس چیز کو میں نے چاہا خان نے تمہارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دی۔۔" مہزلہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ کیا آج اعترافات کا دن تھا۔۔؟" وہ تمہاری محبت میں اس قدر آگے

نکل چکے ہیں کہ اب مجھ سے ہمدردی ہونے لگی ہے انہیں۔۔" مہزلہ کا دل جیسے رک سا گیا تھا۔اس پل اس نے زمدہ کے لہجے اور آنکھوں میں نمی جمع ہوتی دیکھی تھی۔" جانتی ہو میں نے ان سے پوچھا تھا کہ انہیں تم سے محبت ہو گئی ہے تو انہوں نے میرے سوال کا کیا جواب دیا۔۔؟" اسکے کرب زدہ لہجے میں کیے گئے انکشاف پر مہزلہ اس پل جیسے اپنی سانس بھی روک گئی تھی۔وہ ٹکٹکی باندھی اسے دیکھ رہی تھی۔اس پل اسکا جملہ مکمل کرنا اتنا اہم کیوں لگ رہا تھا اسے۔۔؟" کہ انہیں مجھ سے بھی محبت ہے۔۔!" اور پھر خود ہی ہنس پڑی۔ جبکہ مہزلہ اسکے جملے کا مفہوم سمجھتی اپنی جگہ پتھر ہو گئی تھی۔اسکے دل و دماغ سن ہو چکے

تھے۔۔" میں نے تو اپنے بارے میں پوچھا بھی نہیں تھا۔۔ میں تو تم سے محبت کا انکار چاہتی تھی۔۔ مگر وہ مجھے خیرات میں محبت دے رہے تھے۔۔اور اسکی وجہ صرف تم ہو۔۔ کہ مجھے میرا شوہر دل سے نہیں بلکہ انصاف کی بنیاد پر اپنا رہا ہے۔۔۔" زمدہ کی آنکھوں سے آنسو ایک قطار کی صورت گر رہے تھے۔

میں جو تمہیں کاروان سے دور کرنا چاہتی تھی۔۔ آج اپنی اولاد اور محبت دونوں" سے دور ہو گئی۔۔۔ دیکھو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔۔ میرے ہاتھ بلکل

خالی ہیں۔۔"نم آنکھوں سے اپنے ہاتھ دیکھے تھے۔"میں نے اپنا سب کچھ کھو دیا۔۔میں نے اپنا خان کھو دیا مہزلہ۔۔"اور پھر نظر اٹھا کر مہزلہ کی پتھرائی آنکھوں میں دیکھا۔۔"تم جیت گئیں مہزلہ۔۔تم جیت گئیں۔۔!!"یہ کہتی ایک شکستہ مسکراہٹ کے ساتھ وہ آگے بڑھ گئی تھی جبکہ مہزلہ کا دماغ اسکے انکشافات پر اسکی شکست پر جھنجھنا اٹھا تھا۔خالی الذہنی سے اس نے اوپر جاتی زمدہ کو دیکھا تھا۔اور پھر کچن کی سمت پلٹ گئی۔زمدہ نے آخری سیڑھی پار کرتے ایک آخری نگاہ لاؤنج کی سمت ڈالی تھی جہاں اب مہزلہ نہیں تھی۔اسی پل اسکے لبوں پر ایک زہر خند مسکراہٹ ابھری تھی اور وہ دوسری منزل کی سمت بڑھ گئی۔

****

پتہ نہیں کیا ہوا ہے اچانک۔۔دل عجیب بے چین سا ہو رہا ہے۔۔"روشینا نے" ایک نظر دروازے کی سمت دیکھا تھا اور پھر زرتشہ سے بولیں۔زرتشہ نے ماں کے ماتھے پر چمکتیں پسینے کی بوندیں دیکھی تھیں۔اور ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھ گئی۔

"کیا ہوا مورے۔۔؟ دوائی لاؤں۔۔؟"

نہیں بس دل گھبرانے لگا ہے اچانک۔۔استغفر اللہ۔۔استغفر اللہ۔۔یہ مہزلہ" بھی نجانے کہاں رہ گئی۔۔میں خود ہی دیکھ کر آتی ہوں۔۔"اسے بر لاس تھماتی استغفار کا ورد کرتیں باہر نکل گئیں۔۔

یہ منظر مانسہرا کا تھا۔جہاں اسفندیار اس وقت لکڑیوں میں جلتی آگ کے پاس بیٹھا اس دشمنِ جاں کی تصویریں دیکھ رہا تھا۔کل رات جب سے اسے چھوڑ کر آیا تھا۔اسکا دل جیسے جلتے کوئلوں پر تھا۔ایسا معلوم ہو رہا تھا وہ یہاں کام سے نہیں بلکہ ہجر کاٹنے آیا تھا۔یہ ایک رات اور ایک دن اتنا طویل کیسے ہو گیا تھا۔۔؟اسے اس لڑکی کے پاس پلٹنا تھا۔کتنی باتیں تھیں جو اسے بتانی تھیں کتنے دل کے راز تھے جو اس سے شیئر کرنے تھے۔اور اسکی تصویریں دیکھتے درد جیسے حد سے سوا ہو چکا تھا۔اور اگلے پل دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا اسکے نمبر پر کال ملا گیا۔بیل جا رہی تھی مگر وہ اٹھا نہیں رہی تھی۔بے چین ہوتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس لمحے بے چینی اتنی الگ کیوں تھی۔۔؟اسے اپنی بڑھتی گھبراہٹ کی وجہ سمجھ نہ آئی تھی۔مگر اسی پل فون اٹھایا گیا تھا۔

"ہیلو۔۔ماہ۔۔!!"

"سوری لالا ماہ کی بڑی بہن بات کر رہی ہوں۔۔وہ نیچے گئی ہے برلاس کی فیڈر لینے۔۔"زرتشہ نے مسکراتے لہجے میں اسے بتایا تھا۔

"زرتشہ۔۔!وہ آئے تو بولو مجھ سے بات کرے۔۔بلکہ تم کال پر رہو۔۔جیسے ہی آئے اسے دے دینا۔۔"زرتشہ اسکی بے تابی پر ہنس دی۔

"اتنی ضروری بات کرنی ہے۔۔؟"اسکے چھیڑنے پر اسفندیار بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔اسے خود سمجھ نہیں آرہا تھا یہ بے چینی اچانک کیوں اس پر سوار ہوئی تھی۔

"مجھے خود سمجھ نہیں آرہا۔۔تم اسے آواز دو۔۔بولو ملازمہ سے کروائے اپنے لاڈلے کے کام۔۔"اسکے مضطرب اور خفا خفا سے لہجے پر زرتشہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

باہر کمرے سے نکل کر روشینا سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئیں تھیں۔ان کے لب مسلسل ورد کر رہے تھے۔ابھی تیسری سے چوتھی سیڑھی ہی اتری تھیں۔جب کچن میں ایک بھیانک حویلی کے در و دیوار لرزا دینے والا بلاسٹ ہوا تھا۔آگ

کے بگولے سے کچن کی کھڑکیوں اور دروازوں سے نکلے تھے۔ روشیناد ہلتیں بے اختیار ریلنگ تھام گئیں۔ مگر اگلے پل ان کی ہولناک چیخیں پوری حویلی کو ہلا کر رکھ گئیں تھیں۔

کیا ہوا ہے زرتشہ۔۔۔!! یہ کیسا شور تھا۔۔۔!!" اسفندیار فون پر ہی چیخا تھا۔ جبکہ زرتشہ کے ہاتھ پاؤں لرزنے لگے تھے۔ برلاس کو بیڈ پر چھوڑ فون تھامی کمرے سے باہر نکلی تھی۔ حویلی کا ہر فرد اس زلزلے نما آواز پر باہر آتا چیخ رہا تھا۔ روشینا پاگلوں کی طرح چیختیں کچن کی بھڑکتی آگ میں جانے کی کوششوں میں تھیں۔۔ مگر ملازمائیں انہیں مضبوطی سے تھامی ہوئی تھیں۔ گارڈز آگ بجھانے کے لیے سرگرم ہو چکے تھے۔ مگر قیامت تو آکر گزر چکی تھی۔ زرتشہ بے اختیار گھٹنوں کے بل فرش پر گری تھی۔ مہزلہ کا موبائل اسکے ہاتھ سے پھسل چکا تھا۔ ارد گرد رونے چیخنے کی آوازیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ کسی نوکر نے اسفندیار کی کال دیکھ موبائل اٹھایا تھا۔ وہ بری طرح چیخ رہا تھا۔

صاب میں۔۔ میں نسیمہ۔۔ باورچی خانے میں دھماکا ہو گیا ہے۔۔ بی بی" جی۔۔۔ بی بی جی نہیں رہیں صاب۔۔!" فون پر یہ بھیانک جملہ سننے والا شخص

جیسے بے موت مر گیا تھا۔اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔وہ اس خفا خفا سی لڑکی کو ہمیشہ کے لیے کھو آیا تھا۔وہ جو راز اسکے دل میں تھے ہمیشہ کے لیے دفن ہو کر رہ گئے تھے۔انہیں سننے والی اس کی منتظر لڑکی اسکی ماہ اسکی شیرنی چلی گئی تھی۔

****

صبح کے ساتھ بج رہے تھے۔سیاہ بادلوں نے آسمان کو پوری طرح ڈھانپا ہوا تھا۔یوں جیسے آسمان بھی غم منا رہا تھا۔فضاء میں ایک عجیب سا سکوت طاری تھا۔ایسے میں وہ ہاسپٹل کے کاریڈور میں بینچ پر تنہا سر جھکائے بیٹھا'اس'کی ٹوٹی ہوئی بریسلیٹ جو بری طرح جھلس چکی تھی۔اسے ہاتھ میں لیے بار بار چوم رہا تھا۔اسکی سرخ آنکھوں سے نکلتا سیال اس بریسلیٹ کو بھگو رہا تھا۔جسے اس نے خود اس دشمنِ جاں کو پہنائی تھی۔اور بتایا تھا کہ اسے اسکے جھلسے ہوئے ہاتھ میں کتنی پسند تھی یہ معمولی سی چیز۔۔۔وہ دھبے جنہیں نہ چھپانے کو وہ کہتا تھا۔باپ

کے جھلسنے کا غم جو تمام عمر وہ مناتی رہی تھی۔ آج خود بھی اسی انداز میں چل بسی تھی۔ اسکی یہ آخری نشانی خوشحال نے اسے دی تھی۔ جس وقت وہ حویلی پہنچا مہزلہ کو ہاسپٹل منتقل کیا جاچکا تھا۔ باورچی خانے کا تباہ شدہ حال دیکھ اس جیسے مضبوط دل والے کی بھی روح کانپ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کئی سلینڈر ایک ساتھ پھٹے ہوں۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا وہ ہاسپٹل پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ چکی تھی۔ کیونکہ باڈی ننانوے فیصد جل چکی تھی۔ کہ وجود کے کئی حصے تو بلاسٹ میں بھسم ہو گئے تھے۔

لالا۔۔۔!" دریاب نے نزدیک آتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ مگر وہ نم" نگاہوں سے بس اسی بریسلیٹ کو دیکھے جارہا تھا۔ کتنے کاش تھے جو اسکے مردہ ہوتے دل میں ابھر رہے تھے۔ کتنے ملال تھے جو جاگ رہے تھے۔ دل جیسے اس لڑکی کی جدائی کے بعد مر گیا تھا۔ اس وقت اس میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ اسکے جھلسے ہوئے وجود کو جا کر دیکھ لیتا۔

کاش کوئی ہوتا جو اس سے مہزلہ برلاس کی جان کا سودا کر لیتا۔۔اسے وہ جھلسا ہوا وجود بھی قبول تھا۔اگر اسکی سانسیں لوٹ آتیں۔کاش کوئی اس دنیا میں ہوتا جو موت اور زندگی کے دام رکھتا ان کے بدلے کسی اور کی جان مانگ لیتا۔۔!

"لالا گھر پر سب انتظار کر رہے ہوں گے۔۔مہزلہ کو لے کر چلنا ہے اب۔۔!" دریاب کی غم سے بھاری ہوتی آواز پر اسفندیار نے اپنی سرخ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"وہ چھوڑ گئی دریاب مجھے۔۔اسکی ہمیشہ سے مجھے چھوڑنے کی خواہش تھی۔۔اس نے اپنی خواہش پوری کر لی۔۔!" اگلے پل دریاب سے لپٹا کسی بچے کی طرح رو پڑا تھا۔دریاب کی آنکھوں سے بھی اشک رواں ہو چکے تھے۔شدتِ غم سے دل جیسے پھٹنے کو تھا۔کاش اسے بھی اس پل موت آجاتی۔۔دل جیسے پنجرے میں بند پھڑ پھڑا رہا تھا۔مگر اسکی فریاد سننے والی جا چکی تھی۔

کمرے کا دروازہ وا کرتا دریاب کے ساتھ وہ اندر داخل ہوا تھا۔وہ جھلسا ہوا وجود اس وقت سفید کفن میں لپٹا تھا۔جبکہ چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔دو دن پہلے وہ اسے زندہ صحیح سلامت چھوڑ کر گیا تھا۔کیا معلوم تھا موت اسکے جانے کے انتظار میں اس

چھوٹی سی گڑیا کی تاک میں بیٹھی تھی۔دریاب نے مہزلہ کے چہرے سے کفن ہٹایا تھااور اسی پل اسفندیار نچلا لب سختی سے دانتوں تلے دباتا رخ پھیر گیا تھا۔

'با۔۔بابا کا چہرہ۔۔ان کا وجود۔۔ان کی چیخیں۔۔بس میرے خوابوں میں آتی۔۔آتی ہیں۔۔اسی لیے میں نہیں سوتی'

دور کہیں سے مہزلہ کی سسکی بھری آواز اسکے کانوں میں ابھری تھی۔وہ تقدیر کے لکھے پر ششدر تھا۔یہ مہزلہ برلاس کی بدقسمتی تھی یا باپ سے عشق جو وہ موت بھی باپ جیسی دردناک پا گئی تھی۔اور اب اسفندیار کو لگ رہا تھا مہزلہ برلاس وہ خوف اور بے خوابی اس میں منتقل کر گئی تھی۔

****

حویلی کی بیٹی اور سردار کی بیوی کا جنازہ اٹھا تو جیسے پورا شہر کندھا دینے چلا آیا تھا۔گلریز اور مرجان خان تمام اختلافات بھلائے حویلی آ پہنچے تھے۔مہزلہ کا جنازہ دیکھ تائی اور دونوں پھپھیاں تک رو پڑیں تھیں۔ان جیسی بے حسی کی تصویروں سے بھی اشک رواں ہو گئے تھے۔سوائے ایک ہستی کے۔۔!

زرتشہ، روشینا اور درخنے پر سکتے کا عالم طاری تھا۔ زرغان الگ ماں کی آغوش میں بیٹھا رو رہا تھا۔ تائی ہی پوتے کو سنبھال رہیں تھیں۔ وہ چاہے مہزلہ کو اپنا کتنا بھی بڑا حریف کیوں نہ سمجھتی تھیں مگر کبھی اسکی موت کا نہیں سوچا تھا۔ اس اچانک موت نے ہر دل نڈھال کر دیا تھا۔ مہزلہ کا مسخ شدہ چہرہ دیکھنے کی سکت ماں کے سوا کسی میں نہ تھی۔ کیونکہ اسکے چہرے میں دیکھنے لائق کچھ نہ بچا تھا۔ اسفندیار دریاب سیال اور گلریز ہی جنازے کو کندھا دینے آئے تھے۔ تائی کے ساتھ بیٹھی زمدہ نے شوہر کی دگرگوں حالت دیکھی تھی۔ اسکا وجیہہ چہرہ اور آنکھیں بے انتہا سرخ ہو رہیں تھیں۔ اس پر گزری قیامت کا اندازہ چہرے سے لگایا جا سکتا تھا۔ اور اس پل اسے مری ہوئی مہزلہ سے بھی حسد محسوس ہوئی تھی۔ وہ مر کر بھی اسے ہرا رہی تھی۔

کہاں لے کر جا رہے ہو خاناں میری بچی کو۔۔۔؟" روشینا نے تڑپتے جنازہ پکڑ لیا۔ "وہ اکیلی کیسے رہے گی وہاں۔۔؟" ان کے سسکنے پر اسفندیار کو اپنا ضبط ٹوٹتا محسوس ہوا تھا۔ اتنی مشکل سے تو وہ اسکے کمرے سے باہر آیا تھا۔

جانے دو چچی۔۔! تمہیں اللہ کا واسطہ۔۔ جانے دو۔۔!"اس نے جیسے منت کی تھی۔لاؤنج میں بیٹھی ہر عورت اس شخص کے بکھرے ہوئے لہجے کی گواہ تھی۔

پھر جس وقت جنازہ اٹھا ہر شخص سسک اٹھا تھا۔روشینا کو زرتشہ اور درخنے نے ہی سنبھالا تھا۔ابا صاحب بھی بلکل سن تھے۔انکی آنکھیں بھی سرخ ہو رہی تھیں۔کل مہزلہ کو جو انگوٹھی انہوں نے دی تھی۔اس وقت انکے دائیں ہاتھ کی مٹھی میں موجود تھی۔وہ بھی لاٹھی کے سہارے اٹھتے جنازے کے پیچھے چل دیے تھے۔ان کا وفادار نجانے کہاں مرا ہوا تھا۔

****

شام کے سات بج رہے تھے۔مہزلہ کی ظہر میں ہوئی تدفین کے بعد وہ اب مغرب کے بعد وہ بھی دریاب کے زبردستی کرنے پر قبرستان سے اٹھ کر آیا تھا۔حویلی صبح کے مقابلے میں اب خالی ہو چکی تھی۔تمام افراد گھروں کو واپس لوٹ گئے تھے۔چند قریبی احباب ابھی موجود تھے جو روشینا وغیرہ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔مردان خانے میں آتا وہ صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا۔اس وقت یہ کمرا ابھی خالی ہو چکا تھا۔سیال اور دریاب ہی اسکے پاس موجود

تھے۔انہیں معلوم تھااس وقت ان کے بھائی کو کتنی ضرورت تھی ان کی۔خوشحال خان اپنے خان کی حالت پر خود نجانے کتنی بار رو چکا تھا۔گل بانو بھی گاؤں سے اس غم میں شرکت کرنے آگئی تھی۔

جبھی مردان خانے کادروازہ واکرتا گلریز اندر داخل ہوا تھا۔اور ایک نظر سر جھکائے بیٹھے اسفندیار کو دیکھا۔دریاب اور سیال نے بھی ایک خاموش نگاہ اسکی سمت ڈالی تھی۔مگر وہ اسفندیار کے برابر میں آبیٹھا۔اسفندیار کو نہیں معلوم تھا آج کون دوست تھااور کون دشمن۔۔۔سبھی نے اسے گلے لگایا تھا۔وہ جیسے ہوش میں ہی نہیں تھا۔مگر اس پل اس نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر گلریز کو دیکھا تھا۔

جانتے ہو وہ ہمیشہ تمہیں اور درخنے کو حویلی میں بلانے کا کہتی تھی۔۔آج" تمہیں یوں میرے برابر میں بیٹھا دیکھ لیتی۔۔تو شاید اسکا دل میری طرف سے کچھ صاف ہو جاتا۔۔"اسکے غم سے چور لہجے پر ان تینوں نے بڑی مشکل سے آنسو ضبط کیے تھے۔گلریز آگے بڑھتا بے اختیار اسے گلے لگا گیا۔

اللہ تمہیں صبر دے میرے بھائی۔۔!"اسفندیار لب بھینچتا اسکی پیٹھ تھپک" گیا۔اسی پل دروازہ کرتا بادام خان مردان خانے میں داخل ہوا تھا۔اسفندیار کے

علاوہ تینوں نے ہی دروازے پر کھڑے ابا صاحب کے ادھیڑ عمر وفادار کو دیکھا تھا۔

"خان۔۔!" وہ اسفند یار کو مخاطب تھا۔

"کیا بات ہے بادام خان۔۔؟" دریاب نے اس سے استفسار کیا۔

"مہزلہ بی بی کا ایک سہیلی ہے جو خان سے ملنا چاہتا ہے۔۔" بادام خان نے پیٹ پر ہاتھ باندھے مودب انداز میں اسے بتایا۔

"تو اسے روشینا چچی کے پاس لے جاؤ۔۔"

"نہیں چھوٹے خان۔۔!! لڑکی کوئی اہم بات کرنا چاہتا ہے۔۔ صرف خان سے ملے گا۔۔" بادام خان کے لہجے میں عجیب سی بے چینی تھی۔اس بار اسفند یار نے اسکی جانب دیکھا تھا۔اور گہری سانس بھر گیا۔

"بلالو۔۔۔!" اس کے اجازت دینے پر گلریز اور سیال باہر نکل گئے تھے۔ جبکہ بادام خان اس لڑکی کو بلانے چلا گیا۔کچھ دیر میں سیاہ چادر اور نقاب میں لپٹی لڑکی مردان خانے میں داخل ہوئی تھی۔اسفند یار نے نگاہ اٹھائے بنا سامنے سنگل سیٹر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی صوفے پر جا بیٹھی

تھی۔چند لمحے مردان خانے میں بلکل خاموشی چھائی رہی بادام خان وہیں دروازے کے پاس کھڑا تھا۔

جی بی بی۔۔؟ کیا کہنا تھا آپکو۔۔؟"اسفندیار کے بجائے دریاب نے سوال کیا" تھا۔اور اس بار اسفندیار نے بھی اپنی سرخ آنکھیں اٹھاتے سیاہ چادر میں لپٹی لڑکی کو دیکھا تھا۔

آپ کو کیا بات کرنی تھی میری ___ بیوی کے حوالے سے۔۔؟"بھاری لہجے" میں کہتا ایک پل کے لیے رکا تھا۔

بہت کچھ بتانا ہے۔۔۔!!"لڑکی کی نم آواز مردان خانے میں ابھری تھی۔اور" اسفندیار اور دریاب کو جیسے ساکت کر گئی تھی۔اسفندیار نے رخ موڑتے بھائی کی جانب دیکھا مگر اسکے تاثرات بھی اس سے مختلف نہ تھے۔

کیا۔۔کیا کہا۔۔تم نے۔۔!"اسفندیار اور دریاب دونوں بیک وقت جگہ سے" اٹھے تھے۔ایسا لگ رہا تھا اسکا دل کسی کے ہاتھوں میں ہو اور اسکا اپنی دھڑکنوں پر اختیار نہ ہو۔لڑکی نے جگہ سے اٹھتے نقاب چہرے سے ہٹا دیا۔اسفندیار کو لگا وہ اگلا سانس نہ لے سکے گا۔یہ سامنے کھڑی لڑکی حقیقت تھی یا اسکا خواب۔۔؟ کیا اللہ

نے اسکی سن لی تھی کیا اللہ کو اس پر رحم آ گیا تھا۔ کیا موت کے بعد دوبارہ زندگی کسی کو نصیب ہو سکتی تھی۔۔۔؟ کیا نبیوں کے علاوہ بھی اللہ اپنی گناہگار مخلوق پر یہ معجزہ کر سکتا تھا۔۔؟ یا وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا اور خواب کی کیفیت چل رہی تھی۔

اسفندیار کو پتھر بنا دیکھ وہ قدم اٹھاتی اسکے بلکل سامنے آ گئی۔ اسے اپنا دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہوا جیسے ابھی کوئی حرکت ہو گی اور یہ خواب ٹوٹ جائے گا۔۔ جب اُس نے ہاتھ بڑھاتے اسفندیار کے ہاتھ پر اپنا گداز ہاتھ رکھا تھا۔

ماہ۔۔۔؟" اس نے نظریں اسکے ہاتھوں پر کیں۔ وہی داغ وہی لمس۔۔ اور یہ" لمس اصلی تھا۔ یہ خواب نہیں تھا۔

میں زندہ ہوں۔۔ آپکے سامنے کھڑی ہوں۔۔!" مہزلہ نے سسکتے ہوئے اسے" بتایا تھا۔ اور جیسے وہ ہوا اس میں لوٹ آیا۔

میری مہزلہ۔۔!!" اگلے پل اپنے مضبوط ہاتھوں میں اسکا چہرہ بھرتا اسکے زندہ" ہونے کا یقین کرنے لگا۔ دریاب کی بھی یہی کیفیت تھی۔ آخر یہ کیسے ممکن تھا۔۔؟ اگر مہزلہ زندہ تھی تو وہ کسے دفنا کر آئے تھے پھر۔۔؟

تم۔۔ تم زندہ ہو۔۔ بولو یہ خواب نہیں ہے نا۔۔؟" اسفندیار اپنی بے بسی پر رو پڑا تھا۔ مہزلہ بھی ہچکیوں سے روتی سر اثبات میں ہلا گئی۔ "زندہ ہوں میں یہ سچ ہے۔۔!!" اسفندیار بے اختیار ہوتا اسے خود میں بھینچ گیا۔ کچھ دیر پہلے جس لمس کے ہمیشہ کے لیے کھو جانے پر وہ غم سے نڈھال پڑا تھا۔ اس وقت وہ اسکی باہوں میں صحیح سلامت تھا۔ کیا یہ معجزہ اسکے رب کے علاوہ کوئی کر سکتا تھا۔۔؟ اسکے رب نے اسے آزمائش میں ڈال کر نعمت عطا کی تھی۔ وہ اپنے جسم کا ذرہ ذرہ بھی قربان کر دیتا تب بھی اپنے رب کے احسان کا حق ادا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ان خوش نصیب لوگوں میں اسے کھڑا کیا تھا جو اسکے چہیتے تھے ورنہ وہ کہاں اس لائق تھا کہ اسکی محبت اس سے دور ہو کر واپس مل جائے۔۔؟

اس پل وہ جذبات کی رو میں اس قدر آگے نکل چکا تھا۔ کہ اپنے لبوں سے اسکے ماتھے پر رخسار پر آنکھوں پر بوسے دیے جا رہا تھا۔ اسکے آنسوؤں نے مہزلہ کا چہرہ تر کر دیا تھا۔ جب مہزلہ کو ہی دریاب اور بادام خان کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ اس نے علیحدہ ہونا چاہا۔ مگر اسفندیار نے خوفزدہ ہوتے اسے خود سے نزدیک کر لیا۔ دریاب بھائی کی کیفیت بخوبی سمجھ رہا تھا۔

لالا زندہ ہے ہماری مہزلہ۔۔۔ چھوڑ دیں اسے۔۔"دریاب نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے نم لہجے میں چھیڑا تھا۔اسکی اپنی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔اسفندیار نے گردن پھیرتے بھائی کو اور پھر واپس مہزلہ کو دیکھا۔جو نم چہرہ لیے سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔

کون کہتا ہے معجزے صرف نبیوں پر ہوتے ہیں۔۔؟"مہزلہ نے نم آنکھوں سے اسے اور پھر دروازے کے پاس سر جھکائے کھڑے بادام خان کو دیکھا تھا۔ "اللہ نے انہیں میرا محافظ بنا کر بھیجا تھا۔۔آج صرف ان کی وجہ سے زندہ ہوں میں۔۔!"مہزلہ کے تشکر بھرے لہجے میں کہنے پر بادام خان نے سر اٹھاتے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔جبکہ اسفندیار اور دریاب حیران کھڑے رہ گئے۔بادام خان۔۔؟اسکا اس بات سے کیا کنیکشن تھا انہیں سمجھ نہ آیا۔

"یہ سب کیا ہے ماہ۔۔؟"اسفندیار نے اسے بازو سے تھامتے فکر مندی سے استفسار کیا۔اسکی چھٹی حس کسی بڑی گڑبڑ کی خبر دے رہی تھی۔اور پھر مہزلہ نے بولنا شروع کیا تھا۔

****

زمدہ کی باتیں اسکے ذہن میں ڈنگ مار رہیں تھیں۔ کچن میں داخل ہوتی وہ سلیپ سے ٹیک لگا گئی۔ 'یہ کیا کہہ کر چلی گئی۔۔؟ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟ اسفندیار اور مجھ سے۔۔؟' پیشانی مسلتی سلیپ پر کونے میں رکھیں برلاس کی فیڈر زاٹھاتی اسٹوو کی سمت بڑھ گئی۔ گیس آن کر کے لائٹر جلا ہی رہی تھی کہ کچن کی کھڑکی پر دستک ہوئی تھی۔ اس نے ٹھٹھکتے کھڑکی کی سمت دیکھا۔ اور گیس بند کرتی اس جانب آگئی۔

کون ہے وہاں۔۔؟" جب اسی پل کھڑکی کھلی تھی اور وہ یکدم پیچھے ہوئی۔ مگر" کھڑکی کے باہر کھڑے بادام خان کو دیکھ ایک پل کے لیے حیران رہ گئی۔" بادام خان۔۔۔؟ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔؟" اس نے کچھ ناگواری سے کہا تھا۔ بادام خان نے ماتھے سے پسینا صاف کرتے ارد گرد دیکھا تھا۔ اور مہزلہ کی چھٹی حس نے اسے گڑ بڑ کے سگنل دے دیے۔۔

بی بی۔۔ ایک اہم بات ہمیں آپکو بتانا ہے۔۔ آآپ ہمارا ساتھ چلیں۔۔" اسکے" لہجے میں موجود عجلت پر مہزلہ کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"کیا کہہ رہے ہیں کیا بات ہے۔۔اور یہاں کیوں کھڑے ہیں۔۔اندر آکر بات کریں۔۔"

"یہ ممکن نہیں بی بی جی۔۔مہربانی کر کے ہمارا ساتھ چلیں۔۔آپکا جان کو خطرہ ہے۔۔!" وہ اس بار منت بھرے لہجے میں بولا تھا۔مہزلہ کی تو روح فنا ہونے لگی۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔میری جان کو۔۔کس سے خطرہ۔۔"

"وقت نہیں ہے بی بی۔۔مہربانی کریں یقین کریں ہمارا۔۔"

"کیا کہہ رہے ہیں۔۔؟اور میں کیوں کروں یقین۔۔ہو سکتا ہے آپ ہی مارنا چاہتے ہوں۔۔" مہزلہ کے چہرے پر خوف کے ساتھ غصہ بھی ابھر آیا تھا۔بادام خان جیسے مشکل میں پڑ گیا۔

"خدا کا قسم بی بی جی۔۔زندگی میں پہلی بار ضمیر کا سن رہا ہوں۔۔میرا بچی جیسا ہو تم۔۔یقین کر لو۔۔" مہزلہ اسکے ملتوی لہجے پر جیسے کشمکش میں پڑ گئی۔دل الگ خوف سے دھڑکنے لگا تھا۔مگر اگلے پل وہ فیصلہ کر گئی تھی۔

"ٹھیک ہے میں باہر آرہی ہوں۔۔!!" اسے مڑتا دیکھ بادان خان نے فوراً پکارا۔"

نہ۔۔ نہیں بی بی جی۔۔ کوئی دیکھ لے گا۔۔ مصیبت ہو جائے گا۔۔ یہیں سے" آئیں۔۔" بادام خان کا لہجہ اسکی رنگت۔۔ ہر چیز مہزلہ کو ڈرا رہی تھی۔ یہ سب ہو کیا رہا تھا۔۔؟ پہلے ابا صاحب کا نرم لہجہ۔۔ پھر زمدہ کے انکشاف۔۔ اور اب ! بادام خان۔۔۔

وقت نہیں ہے بی بی جی۔۔۔ اللہ کا واسطہ۔۔ اپنا اولاد کا سوچو۔۔" نجانے کیوں" اسے بادام خان کے لہجے میں سچائی سی محسوس ہوئی تھی۔ شاید اللہ اسے اشارہ کر رہا تھا۔ اور پھر یقین اور بے یقینی کی کشتی میں سوار مہزلہ پسینے میں شرابور ہوتا چہرہ لیے ایک نظر کچن کے دروازے کی سمت دیکھتی سلپ پر چڑھ گئی۔ بادام خان نے اسے کھڑکی سے نیچے اترنے میں مدد دی تھی۔ اور احتیاط سے کھڑکی واپس بند کرتا محتاط انداز میں ارد گرد دیکھنے لگا۔ چاروں طرف دھند اور سناٹا چھایا تھا۔ مگر گارڈن کے فرنٹ پر اسلحہ بردار گارڈز گشت کر رہے تھے۔

"یہ سب کیا ہے۔۔ بادام خان سچ سچ بتائیں۔۔"

سب بتاؤں گا بی بی۔۔ بس ابھی جلدی چلیں۔۔" دبے قدموں اسے لیے" انیکسی کی سمت بڑھ گیا۔ مگر مہزلہ کے تو پلے ہی کچھ نہیں پڑ رہا تھا۔

"جب میری جان کو خطرہ ہے تو میری اولاد میری ماں میری بہن۔۔"

نہیں اصل منصوبہ آپ کے لیے ہے بی بی جی۔۔"اسے لیے ابھی انیکسی کی" عقبی سمت بڑھ ہی رہا تھا۔کہ دل لرزا دینے والے دھماکے کی آواز نے مہزلہ کو ہلا کرر کھ دیا۔اس نے کانپتے دل کے ساتھ پلٹ کر کچن کی جانب دیکھا جہاں سے وہ ابھی آئی تھی۔اب وہاں سے بلاسٹ کے سبب کھڑکیاں ٹوٹنے کے بعد آگ کے بگولے نکل رہے تھے۔وہ لڑکھڑاتی نم زمین پر گر گئی۔

بی بی جی۔۔!!" بادام خان نے اسے اٹھانا چاہا مگر اسکے اوسان خطا ہو چکے" تھے۔اسکی آنکھوں کے سامنے بس آگ کے شعلوں کا عکس تھا۔یعنی بادام خان سچ کہہ رہا تھا۔یعنی واقعی۔۔!!مگر جب وہ یہاں تھی تو کچن میں کون گیا تھا پھر۔۔۔؟مورے۔۔؟اسکی آنکھوں میں وحشت کے ساتھ آنسو بھی نکلنے لگے۔

با۔۔بادام خان۔۔جب۔۔جب میں۔۔میں یہاں ہوں۔۔تو۔۔کچ۔۔کچن" میں کون۔۔؟"اسکی پھیلی آنکھوں میں دیکھتے بادام خان نے بس ایک نظر کچن کی جانب دیکھا تھا۔

مورے۔۔؟ نہیں۔۔ نہیں مجھے وہاں جانا ہو گا۔۔۔" مہزلہ دیوانوں کی مانند" کچن کی سمت بھاگنے لگی۔ مگر بادام خان اسکے منہ پر ہاتھ رکھتا اسے خاموش کروا گیا۔" کیوں اپنا جان کا دشمن بنی ہو بی بی۔۔؟" جب اس نے کچھ سوچتے دیوانوں کی طرح روتی مہزلہ کے ہاتھ سے پھرتی سے بریسلیٹ اور انگوٹھی اتاری تھی۔" یہیں خاموشی سے بیٹھو بی بی ہم آرہا ہے۔۔" وہ اسے اکیلا چھوڑ بھڑکتے شعلوں میں جلتے کچن کی کھڑکی تک آیا تھا۔ اور دونوں چیزیں آگ میں پھینک دیں۔ اور پھر واپس اسکے پاس آتا زبردستی انیکسی کے پیچھے کی جانب لے آیا۔

ابھی آپکا یہاں سے نکلنا ضروری ہے بی بی جی۔۔ ہم معلوم کروالے گا" سب۔۔" مگر مہزلہ آنسوؤں سے تر چہرہ لیے سر مسلسل نفی میں ہلا رہی تھی۔ اسکا دماغ قبول کرنے کو ہی تیار نہ تھا۔

ضدمت کرو بی بی جی۔۔ اللہ کا واسطہ ہے۔۔ ورنہ تمہارا ساتھ میرا انجام بھی" یقینی ہے۔۔" زنگ لگا دروازہ کھولتا اسے لیے آگے بڑھ گیا تھا۔ کافی دیر تک جھاڑیوں میں چلتے رہنے کے بعد بادام خان اسے لیے روڈ پر آگیا۔ جہاں پہلے ہی شالیں اوڑھے دو آدمی اچھی طرح منہ ڈھانپے سوزوکی میں انکے منتظر

تھے۔ مہزلہ کو اس پل کوئی ہوش نہ تھا۔ اسکی آنکھوں کے سامنے بس آگ کے شعلے تھے۔

کیا تھا یہ سب بادام خان۔۔۔! "کار چلنے پر وہ روتی ہوئی چیخ اٹھی۔۔ بادام خان" نے نہایت پشیمانی سے اسے دیکھا تھا۔

ابا صاحب اور زمدہ بی بی آج رات آپکو ختم کرنا چاہتے تھے۔۔!" بادام خان کی" آواز کار میں ابھرتی موت کا سا سناٹا طاری کر گئیں۔ مہزلہ کا رنگ اس پل لٹھے کی طرح سفید پڑ چکا تھا۔ یہ کیا کہہ رہا تھا وہ۔۔؟

اس وقت جو دھماکا ہوا وہ آپ کے لیے تھا۔۔ زمدہ بی بی جو آپ سے باہر کھڑا" ہو کر باتیں کر رہا تھا وہ اس لیے کہ باورچی خانہ میں سلینڈر کا گیس پھیل جائے اور جیسے ہی آپ ماچس جلاؤ۔۔۔!" وہ کہتے کہتے چپ ہو گیا۔ مہزلہ کا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔ اتنی نفرت۔۔؟ اتنی شدید نفرت۔۔! چلو زمدہ کی تو رقیب تھی وہ۔۔ مگر ابا صاحب۔۔! اسکے آنسو جیسے ٹھٹھر کر رہ گئے تھے۔ دل تھا کہ ماننے کو تیار نہ تھا۔ کوئی اتنا سفاک بھی ہو سکتا تھا۔۔؟ اس نے کیا بگاڑا تھا ان کا۔۔؟ مہزلہ نے نم آنکھیں لیے بادام خان کو دیکھا۔

"کک۔۔ کیا بگاڑا تھا۔۔ میں نے ان کا۔۔؟"

آپ ان کا تختہ پلٹ چکا ہو بی بی۔۔!" بادام خان نے افسردگی سے اسے بتایا" تھا۔ "اگر آپ ابھی کچن میں بچ بھی جاتا تو صبح تک حویلی سے لاش ہی نکلنا تھا آپکا۔۔ کیونکہ زمدہ بی بی اور ابا صاحب کو آپکو سردار ہاؤس جانے سے پہلے ختم کرنا تھا۔۔"اسکے انکشاف پر وہ ہاتھوں میں منہ چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔ یہ انسان نہیں تھے درندے تھے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کل کا ایک عجیب سا منظر ابھرا تھا۔ جب زمدہ کی مسکراہٹ نے اسے خوفزدہ کیا تھا۔ یعنی یہ پلان اچانک نہیں بنا تھا۔ ان کا ارادہ ہی اسکی جان لینے کا تھا۔ مہزلہ نے سر اٹھاتے بادام خان کو دیکھا۔

آپ تو ابا صاحب کے وفا۔۔ وفادار تھے۔۔ پھر۔۔؟" بادام خان اس کے سوال" پر تلخی سے مسکرا دیا۔

ساری عمر ابا صاحب کے گناہ دھوتے گزار دی بچا مگر اپنا بیٹی کا عمر کا بچی کو قتل" کرنا گوارا نہ تھا ہمیں۔۔" مہزلہ نے انکی آنکھیں نم ہوتی دیکھیں تھیں۔ "تم نہیں جانتا بچا۔ صرف ابا صاحب ہی نہیں ہم بھی تمہارا گناہگار ہے۔۔"

کک۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟"اسکا دل خوف سے دھڑکا تھا۔ بادام خان کی نظریں جھک گئیں۔

تمہارا ابا برلاس خان۔۔" مہزلہ نے اس پل اپنی سانس بھی روک لی تھی۔"ان کا موت منصوبہ نہیں تھا۔۔ بلکہ ابا صاحب تم تینوں ماں بیٹیوں کو مروانا چاہتے تھے۔۔" مہزلہ کو لگا وہ اگلا سانس نہ لے سکے گی۔ شاید اب دم نکل جائے۔۔ یا وہ بھیانک خواب سے بیدار ہو جائے۔"اس رات ابا صاحب نے سارے ملازموں کو چھٹی پر بھیج دیا تھا۔۔اور سب گل بینا بی بی کا گھر دعوت پر گئے تھے۔۔ سوائے آپ تینوں کے۔اور برلاس بابا شہر سے باہر تھا۔۔ ہم اس وقت خاص نہ تھا ان کا جبار خان نے ابا صاحب کی ہدایات کے مطابق سب کیا تھا۔۔ مگر جب صبح لوٹے آپ تینوں نہیں بلکہ ابا صاحب کا بیٹا مر۔۔۔۔"

بس۔۔۔بس۔۔" مہزلہ چیختی اپنا پھٹتا سر تھام گئی۔اسکے وجود کے جیسے کسی نے پرخچے اڑا دیے تھے۔ بادام خان بھی بے آواز رو رہا تھا۔ آج سالوں بعد اسے اپنے ماضی پر رونا آ رہا تھا۔

سن لیں بی بی جی۔۔یہ ضروری ہے آپکے لیے۔۔اسکے بعد سے ابا صاحب کو اور" شدید نفرت ہو گیا تھا آپ تینوں سے مگر زرغان بابا کی آمد پر ابا صاحب جیسے بے بس ہو گئے تھے۔۔۔ مگر بڑے خان کو۔۔"وہ ایک پل کے لیے چپ ہوا تھا۔اور مہزلہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔بڑے خان آوالمیر۔۔؟

کک۔۔کیا بڑے خان۔۔بولیں بادام خان۔۔" بادام خان نے جبڑے بھینچے " تھے۔اور پھر بولنا شروع کیا۔"بڑے خان اٹک جبار خان سے ہی ملنے گئے تھے۔۔جو ہسپتال میں مرنے کو پڑا تھا۔اور مرنے سے پہلے تمام بات انہیں بتا گیا تھا۔ابا صاحب اور بڑے خان کا فون پر خوب لڑائی بھی ہوا تھا۔۔مگر کسی کو یہ نہیں معلوم تھا اگلا دن ان کا جنازہ ہی گھر آئے گا۔۔"اور اب اسے سمجھ آگیا تھا کہ ابا صاحب نے اسکے ساتھ ایسا کیوں چاہا تھا۔ایک شخص جو اپنی اولاد کا نہ ہو سکا تھا اولاد کی اولاد سے کیسے محبت کر لیتا۔۔؟"مگر انہوں نے یہ کام خدا کا قسم ہم سے نہیں کروایا تھا۔۔یہ کام بریال خان کا ذریعے کیا تھا۔۔اور اب بھی سردار ہاؤس پر ہم سے حملہ انہوں نے اسی لیے کروایا تا کہ آپ لوگ حویلی لوٹ آؤ ___"

اور میری جان لے سکیں وہ۔۔" مہزلہ نے تلخی سے بادام خان کا جملہ مکمل کیا" تھا۔اور وہ نظریں چرا گیا۔اسکے رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ جبکہ دل تو مر چکا تھا کب کا۔۔

****

مہزلہ کے خاموش ہونے پر مردان خانے میں موت کا سا سناٹا چھا گیا تھا۔دریاب اور اسفندیار جیسے پتھر ہو چکے تھے۔ان کے کانوں نے جو بھیانک داستان سنی تھی وہ اس سیاہ حویلی میں رقم کی گئی تھی۔ یہ وہ حقیقت تھی جو ہمیشہ ان سے چھپائی گئی تھی۔اور اگر آج مہزلہ زندہ نہ ہوتی تو اسکی سیاہ حقیقت اسی کے ساتھ قبر میں دفن ہو جاتی۔ جیسے آوالمیر خان اپنے ساتھ کئی راز لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ مہزلہ نے دھندلائی نگاہوں سے اسفندیار کی جانب دیکھا۔اُسکے ہاتھوں میں موجود مہزلہ کے ہاتھوں پر گرفت ختم ہو چکی۔ جبکہ چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے۔

"اسفند۔۔۔!" اسکی پارپر اسفندیار کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ اگلے پل اسکے جبڑوں میں حرکت ہوئی تھی اور اپنی جگہ سے اٹھتا بنا کسی بھی جانب دیکھے دروازے کی سمت بڑھ گیا۔ بادام خان سر جھکائے کھڑا تھا اسفندیار نے بس ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر باہر نکل گیا۔ مہزلہ نے لرزتے دل کے ساتھ دریاب کی جانب دیکھا۔ اُسکا چہرہ بھی اس وقت دہک رہا تھا۔

اسفندیار باہر نکلا تو کاریڈور میں سیال اور گلریز کھڑے تھے۔ مگر ان کو نظر انداز کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا لاؤنج کی سمت بڑھ گیا۔ اسکے دل و دماغ میں اس وقت جکڑ چل رہے تھے۔ لاؤنج میں پہنچتے ہی اس کی نگاہ سیدھی صوفے پر بیٹھے ابا صاحب اور انکو چائے دیتی زمدہ تک گئی تھی۔ اور وہ بنا کسی بھی جانب دیکھے اسی سمت بڑھ گیا۔ ابا صاحب نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔

"خاناں آؤ____" مگر ان کا جملہ ابھی مکمل بھی نہ ہوا تھا۔ جب اسفندیار نے زمدہ کو بازو سے تھامتے اپنی سمت موڑا تھا۔ وہ اس اچانک افتاد پر لڑکھڑائی تھی اور کپ زمیں بوس ہو گیا۔ مگر اسفندیار کا اگلا عمل سب کے دل دہلا گیا تھا۔ جب اسکا

سیدھے ہاتھ کا طمانچہ زمدہ کے منہ پر پڑا تھا۔ ہر کوئی جیسے اپنی اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔ یہ کیا ہوا تھا اچانک۔۔؟

اتنی نفرت اتنا بغض۔۔ حسد میں اتنی اندھی ہو گئیں کہ کسی کی جان لینے پر اتر آئیں۔۔!! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کوئی عورت بھی اتنا گر سکتی ہے۔۔!!! میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہو تم۔۔۔ لعنت ہو اس دن پر جس دن تم جیسی ناگن سے شادی کی میں نے۔۔!" زمدہ نے سفید پڑتی رنگت لیے رخسار پر ہاتھ رکھ کر اسے دیکھا تھا۔ اس وقت اسفندیار کی شعلہ بار نگاہوں میں اس کے لیے اتنی نفرت تھی کہ زمدہ کو اپنا وجود نیلا ہوتا محسوس ہوا۔ تائی اور پھپھی دوڑتی ہوئیں اسکے نزدیک آئیں تھیں۔ یہ نئ قیامت کیا آگئ تھی۔

خاناں ہوش میں تو ہو یہ کیا کر رہے ہو۔۔؟" اسفندیار نے سرخ نگاہیں زمدہ سے ہٹاتے صوفے پر بیٹھے ابا صاحب کو دیکھا تھا۔ اس پل ان کے چہرے کے رنگ بھی غائب تھے۔

یہ شخص۔۔۔!" اسفندیار نے ہاتھ پھیلاتے ابا صاحب کی جانب اشارہ کیا۔ سب ہی اسکے تخاطب پر ٹھٹھکے تھے۔ روشینا زرتشہ درخنے سب ہواس باختہ

سی اسکا جلال دیکھ رہیں تھیں۔ "یہ انسان نہیں ہے یہ ناگ ہے۔۔ جو اپنے بچوں کو اپنی اولادوں کو ڈس گیا مورے۔۔۔۔!!!" اسکا گرجدار لہجہ جیسے حویلی کے ستون ہلا گیا تھا۔ اسکے الفاظ ہر شخص پر بجلی کی طرح گرے تھے۔ سبھی پھٹی پھٹی نگھوں سے اسفندیار کو دیکھ رہے تھے۔ اسی پل کاریڈور سے دریاب سیاہ چادر اوڑھی مہزلہ کو لیے لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ اور سب کا جیسے بے یقینی سے برا حال ہو گیا تھا۔ جبکہ ابا صاحب اور زمدہ کی تو جیسے موت واقع ہو گئی تھی۔ دونوں پتھرائی نگاہوں سے صحیح سلامت کھڑی مہزلہ کو دیکھ رہے تھے۔ روشینا ششدر روتی بلکتیں دیوانہ وار بیٹی کی جانب لپکیں تھیں۔

تمہارا حسد ہی تھا زمدہ جو تمہاری خوشیاں اور تمہاری اولاد کھا گیا۔۔ اللہ نے" تمہیں وہ نصیب ہی نہیں کیا جو مہزلہ کو بن مانگے مل گیا۔۔۔ کیونکہ اللہ جانتا تھا تم اس لائق ہی نہیں۔۔۔ تم دل میں شاید اس لیے کبھی بسی ہی نہیں کہ تم اندر تک سے زہریلی تھیں۔۔ گری ہوئیں تھیں۔۔ تم نے ایک معصوم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔۔!! وہ بھی اس قاتل انسان کے ساتھ جو اپنے بیٹوں کو کھا گیا۔۔۔!!!" اسفندیار نے انتہائی تاسف سے اسے دیکھا تھا۔ "تم جیسی بے حس

لڑکی کے ساتھ میں صرف اس لیے تھا کہ تم نے اولاد کھوئی۔۔ورنہ تم کیا سمجھ رہیں تھیں یہ بات مجھے معلوم نہیں کہ تم نے اپنی چالوں کی وجہ سے اپنی اولاد کھوئی تھی۔۔۔!"اس نے تنفر سے سر جھٹکا تھا۔"اور الزام اس پر لگایا جس نے کبھی مجھ سے بدلہ نہیں لیا جس نے اس سے دھوکا دے کر اس سے زبردستی شادی کی۔۔!!!"لاؤنج میں جیسے ایک نیا بم گرا تھا۔جوہر شخص کے دماغ کے پرخچے اڑا گیا تھا۔زمدہ سسکتی اسکی سمت بڑھنے لگی۔

"!خخا۔۔خان۔۔مم۔۔مجھ معاف۔۔میں بہک۔۔۔"

دور۔۔۔!!!!دور رہو۔۔!!!تمہاری شر انگیز پر چھائی بھی برداشت نہیں" کروں گا اب میں۔۔اور جانتی ہو ایسا کیوں کروں گا۔۔؟"اس نے ایک قہر آلود نگاہ اباصاحب کے سفید چہرے پر ڈالی۔۔"تاکہ تمہیں احساس ہو پچھتاوا "ہو۔۔کہ شر انگیزوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔۔۔!!میں اسفندیار خان۔۔ نہیں۔۔۔نہیں خاناں۔۔معاف کردو میری بچی کو۔۔۔" پھپھی گڑگڑاتی اسکے" پاؤں میں گر گئی۔۔۔"اپنے ہوش وحواس میں۔۔"زمدہ کو لگا یہ جان کنی کا وقت ہے۔اسکا سر آہستہ آہستہ نفی میں ہل رہا تھا۔۔۔

تمہیں طلاق دیتا ہوں۔۔۔ طلاق دیتا ہوں۔۔۔ طلاق دیتا ہوں زمدہ شیر افگن۔۔۔!!!"اور سب کے لبوں سے جیسے چیخیں نکل گئیں تھیں۔ یہ آن کی آن کیا طوفان آیا تھا۔ ابا صاحب جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔ مگر اسفندیار قہر آلود نگاہوں سے انہیں دیکھتا انگلی اٹھا کر روک گیا۔

نزدیک بھی آنے کی کوشش کی تو اپنے ہاتھوں سے تمہاری جان لوں گا بہروار خان۔۔۔!!!!"وہ ایسا دھاڑا تھا کہ ہر شخص پر لرزا طاری کر گیا۔ زمدہ پتھرائی نگاہوں سے اسے دیکھتی گھٹنوں کے بل زمین پر گری تھی۔ وہ سب کچھ پانے کے لالچ میں ہر شے کھو بیٹھی تھی۔ اسکی نگاہیں مہزلہ تک گئیں تھیں۔ جو خود صدمے کے مارے بہن کا سہارا لیے کھڑی تھی۔ ابا صاحب کی خونی نگاہیں آہستہ آہستہ مزید خون ہونے لگیں تھیں۔ اور دل کا دورا پڑنے سے پہلے ان کی نگاہ بادام خان تک گئی تھی۔ اسکی نظریں بس ایک پل کے لیے ان سے ملی تھیں۔ مگر اس ایک نگاہ نے انہیں شکست کی خبر سنا دی تھی۔ جس تخت اور دولت کے لیے انہوں نے اپنی اولادوں کا سفاکی سے قتل کیا تھا۔ انہی کے بیٹے نے ٹھوکروں میں اڑا کر ایک ہی حملے میں زیر کر دیا تھا۔ ملازمین کے سوا کوئی ان کے گرنے پر انکی

جانب نہ لپکا تھا۔ گل بینا روتی ہوئیں بیٹی کے پاس آ بیٹھی تھیں۔ جو دھیرے دھیرے پلکیں جھپکاتی بس مہزلہ کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ آج کی شام حویلی میں کئی باب تھے جو ہمیشہ کے لیے بند ہو گئے تھے۔

****

'پانچ ماہ بعد'

سرما کا موسم گزر چکا تھا۔ خون جما دینے والی راتوں کا اختتام بہار کے پر بہار موسم اور سورج کی میٹھی کرنوں سے ہوا تھا۔ سردار ہاؤس اس وقت سورج کی اجلی کرنوں سے جگمگا رہا تھا۔ جو پانچ ماہ پہلے اپنے مکینوں سے پھر آباد ہو گیا تھا۔ گھر میں اس وقت بڑی افرا تفری کا عالم تھا۔ ملازمین شام میں ہونے والی بڑی دعوت کے انتظامات میں لگے تھے۔ روشینا گل بانو اور نسیمہ کی ہمراہی میں بوکھلائی بوکھلائی سی کاموں میں مصروف تھیں۔ زرغان نے ان کے پیچھے پیچھے پھر کر فرمائشوں سے الگ انہیں تنگ کیا ہوا تھا۔ یہ تو تھا لاؤنج کا منظر۔ فرسٹ فلور پر مہزلہ اپنے کمرے میں بیٹھی چھ ماہ کے برلاس کو سیر الیک کھلانے میں لگی تھی۔ جو برے برے منہ بناتا کبھی ادھر منہ کر رہا تھا کبھی اُدھر۔ جب سے اس

نے گھٹنوں کے بل چلنا شروع کیا تھا۔ بس کسی بھی وقت ادھر سے اُدھر دوڑنا شروع کر دیتا تھا۔ اس سمیت گھر کے ہر فرد کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اگر روشینا اور زرتشہ نہ ہوتیں مہزلہ کا پڑھائی کے ساتھ اسے سنبھالنا ناممکن تھا۔ اسفندیار پچھلے دو ماہ سے الکیشنز کی سیاسی سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ گھر مشکل سے ہفتے میں ایک آدھ بار ہی آپاتا تھا۔ ان دونوں کے درمیان تعلقات نارمل چل رہے تھے۔ دونوں نے ہی ماضی کا کوئی پنا نہ کھولا تھا۔ مگر دونوں کو ہی معلوم تھا۔ وہ ایک دوسرے کو کتنی شدت سے مس کر رہے تھے۔ انکی زندگی تو آگے بڑھ گئی تھی مگر کہانی اسی جگہ اٹکی تھی۔

لاسٹ بس تھوڑا سا۔۔۔!" اس نے زبردستی برلاس کو تھوڑا سا کھلا کر منہ " صاف کیا تھا۔ وہ چھ ماہ میں ہی دانت نکال رہا تھا۔ اور صحت میں ایسا گول مٹول ہو رہا تھا کہ کوئی باآسانی ایک سال کا سمجھ لیتا۔ روشینا تو اسکی بلائیں لیتی نہیں تھکتیں تھیں۔ زیادہ لاڈلا بھی وہ انہی کا تھا۔

ذرا ٹھہرو یہاں۔۔۔ میں تمہارے بابا سے پوچھ لوں کہ کب تک آئیں " گے۔۔" اسے بیڈ پر لٹاتی اسفندیار کو میسج کر گئی تھی۔ جو اسے ریسو بھی نہ ہوا

تھا۔ چڑتی موبائل وہیں بیڈ پر پھینکتی برلاس کو اٹھا کر باہر نکل گئی۔ اس شخص کی مصروفیات بڑھتی جارہی تھیں۔ وہ گھر سے ان سب سے دور ہوتا جارہا تھا۔ "تمہارے بابا کو ہماری پرواہ نہیں۔۔ اب ہم بھی ان کی پرواہ نہیں کریں گے۔۔ نہ میسج نہ کال۔۔ کوئی فیملی کو ایسا اگنور کرتا ہے۔۔؟ چلو آنی کے پاس چلتے ہیں ہم۔۔" اس سے باتیں کرتی زرتشہ کے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ جہاں وہ عصر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ اسکے دونوں ہاتھ اور پاؤں مہندی سے سجے تھے۔ بیڈ اور صوفے پر قیمتی ملبوسات بکھرے تھے۔

"کب کا ٹائم دیا تھا بیوٹیشن کو۔۔؟" اسکے سلام پھیرنے پر مہزلہ نے اس سے پوچھا تو وہ جانماز طے کرتی اسکے پاس آکر برلاس کو لے گئی۔

"چار بجے کا کہا تھا مورے نے۔۔ دیکھو اب کب آتی ہیں۔۔ یہ تمہاری مہندی کا اتنا ہلکا رنگ کیوں آیا ہے۔۔؟" زرتشہ نے اسکی مہندی دیکھ کر استفسار کیا تو وہ برا سا منہ بنا گئی۔

تمہارے اس لاڈلے نے میری زندگی اجیرن کر کے رکھی ہے پوری"
رات۔۔ مورے کے پاس جا نہیں رہا تھا۔۔ بس میری گود چاہیے تھی۔۔ پھر
بس مجھے غصہ آگیا میں نے دھو دی۔۔"وہ بھی منہ پھلا کر بولی۔
تمہارا دماغ خراب ہے۔۔؟ لالا نے کال کر کے کہا تھا اسکے باوجود تم نے جان کر"
کیا ہے۔۔ ہے نا"زرتشہ نے غصے سے اسے دیکھا۔
میں کیوں جان کر کروں گی۔۔ اور مجھے کال کر کے کہتے تو شاید سن"
لیتی۔۔"زرتشہ نے اسے دھموکا جڑا۔
جان کر موبائل سوئچ آف کیا تھا تم نے۔ ان کے نہ آنے کا بدلہ لینے"
کے لیے۔۔"مہزلہ کندھا سہلاتی اسے گھورنے لگی۔ اسی پل زرتشہ کا موبائل بج
اٹھا تھا۔ اور جس کی کال آرہی تھی اسے دیکھ مہزلہ فوراً موبائل لپک گئی۔
نہیں زلہ۔۔!! کال ریسو نہیں کرو گی تم۔۔!"زرتشہ وارننگ بھرے لہجے"
میں بولتی برلاس کو گود میں لیے اٹھنے لگی مگر مہزلہ معنی خیزی سے مسکراتی دور
ہو گئی۔
"تمہاری بھی بہت رپورٹیں مل رہی ہیں۔۔ لالا کو تنگ کر کے رکھا ہوا ہے۔۔"

مجھے ان سے بات بھی نہیں کرنی۔۔ تنگ کرنا تو دور کی بات ہے۔۔" اسکے خفگی سے کہنے پر مہزلہ ہنستی کال ریسو کر گئی۔

"ہیلو اسلام و علیکم دولہے صاحب۔۔"

اوہ۔۔ تم ہو۔۔ میں یہی پریشان ہو گیا کہ آج اسکو مجھ پر رحم کیسے آگیا۔۔" دریاب کے آہ بھرنے پر مہزلہ کھلکھلا اٹھی۔

آپکی ہی امانت ہیں لے جائیں۔۔ پھر رو برو بات ___ "زرتشہ برلاس کو بیڈ پر لٹاتی پھرتی سے اسکی جانب لپکی تھی اور ایک ہی جست میں موبائل چھینتی کال کاٹ گئی۔

دفع ہو جاؤ۔۔ شکل مت دکھانا۔۔ سب سے بڑی غدار تم ہو۔۔" سرخ چہرہ لیے چیخی تھی۔ مہزلہ مزے لیتی اسے گلے سے لگا گئی۔

آخری دن ہے آج تو پیار سے بات کرو۔۔۔" آج سے ایک ماہ پہلے ہوا کچھ یوں تھا کہ دریاب نے اسفندیار کے ذریعے اپنا رشتہ بھجوا دیا تھا۔ روشینا تو راضی تھیں۔ بھلا انہیں کیا اعتراض ہونا تھا۔ مگر زرتشہ نے اسفندیار کو انکار کر دیا تھا۔ اور اسفندیار تو تھا ہی اسکا بڑا بھائی اس نے بھی بھائی کا ساتھ مزید دینے سے

انکار کر دیا۔ جس کے بعد دریاب نے مہزلہ کا سہارا لیا تھا۔ مگر جب تب بھی دال نہ گلی۔ تائی گھر پہنچ گئیں تھیں۔ جس پر سب ہی بہت حیران تھے۔ تائی اپنے ماضی کے رویوں پر پشیمان تو بہت تھیں پھر روشینا اور مہزلہ سے آکر معافی بھی مانگ لی تھی۔ جس پر روشینا نے تو انہیں گلے لگا لیا تھا۔ مگر مہزلہ نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ وہ فاصلے سے ہی ملی تھی۔ ماضی کی تلخیاں اب وہ فوراً تو نہیں بھلا سکتی تھی۔۔! اور جب تائی نے منت سماجت کی زرتشہ کو ماننا ہی پڑا۔ آج زرتشہ اور دریاب کے نکاح کی تقریب تھی۔ زرتشہ رخصت ہو کر حویلی جانے والی تھی۔ جبکہ خان حویلی کی بات کی جاتی تو جیسے سب کچھ بدل گیا تھا وہاں۔ اب ادھر صرف تائی اور دریاب رہتے تھے۔ بہرا ور خان آج سے پانچ ماہ پہلے چند ہفتے ہاسپٹل میں رہے تھے۔ جس کے بعد ان کے اریسٹ وارنٹ جاری ہو گئے تھے۔ بادام خان نے اپنی از خود گرفتاری دی تھی۔ اور چار ماہ عدالت میں کیس چلنے کے بعد بریال اور ابا صاحب کو عمر قید کی سزا سنادی گئی تھی جبکہ بادام خان کو چند سال کی سزا ملی تھی اور یہ سزا اس لیے تھی کہ ایک نیکی کے بعد اسکے ماضی کے گناہ نہیں مٹ سکتے تھے۔

اسفندیار کو خوشحال خان سے معلوم ہوا تھا اباصاحب سارا سارا دن قید میں چیختے چلاتے رہتے تھے۔ خود سے باتیں کرتے تھے۔ وقت اتنی بے رحمی سے مکافات عمل کرے گا کسی کے گمان میں بھی نہ تھا۔ اسفندیار نے ہر ہیئرنگ میں شرکت کی تھی سوائے آخری کے۔ اسکے دل میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنی پرورش کرنے والے کو یوں سزا ہوتے دیکھتا۔

****

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ جب اسفندیار کی گاڑی سردار ہاؤس کے پورچ میں آکر رکی تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر برقی قمقموں سے سجے گھر کو دیکھا تھا۔ آج اسکا بھائی نئی زندگی شروع کرنے جارہا تھا۔ آخر کار اسے اسکی محبت ملنے والی تھی۔ آج اسکی خوشی کا دن تھا۔ مگر وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسکا گھر یوں بکھرے گا۔ وہ حویلی کے درودیوار جو دکھنے میں بہت مضبوط اور بلند و بالا نظر آتے تھے۔ اندر سے اتنے کھوکھلے تھے۔ بلکل اسکے مکینوں کی طرح۔ زندگی میں کبھی تصور بھی نہ کیا تھا وہ باپ کے بعد اپنے دادا کو یوں کھوئے گا۔ وہ تو اسکے آئیڈیل تھے۔ کتنا اونچا مقام تھا اسکی نظر میں انکا۔ مگر اس شخص کا اصل چہرہ اتنا بھیانک

ہو گا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یعنی نفرت کی بنیاد روشینا اور اسکی بیٹیاں تھیں بس۔۔!

پسند کی شادی انکی نظر میں اتنا بڑا گناہ تھی کہ اپنی پوتیوں سے انسیت تک نہ ہوئی۔ مگر اس آگ میں اسکا باپ بھی جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ اسکی فیملی بکھر گئی تھی۔ آج اسکی ماں اور اسکا بھائی اس سے دور تھے۔ سردار ہاؤس کے مکینوں نے ان پانچ ماہ میں ایک بار بھی پلٹ کر حویلی کو نہیں دیکھا تھا۔ مہزلہ روشینا زرتشہ اور خود اسکی تلخ یادیں تھیں جو اس حویلی سے جڑی تھیں۔ جس دن اس نے زمدہ کو طلاق دی تھی۔ اسکے بعد سے اسے کوئی خبر نہ تھی کہ وہ ماں بیٹی کس حال میں تھیں۔ اسکے دل میں ان لوگوں کے لیے رحم بھی نہیں جاگا تھا۔ اس نے تو سنا تھا صنف نازک بہت حساس اور معصوم ہوتی ہے۔ ہاں جلن ایک فطری احساس ہے۔۔ حسد بھی غیر فطری عمل ہے مگر اس میں اس قدر اندھا ہو جانا کہ صحیح غلط کی تمیز بھول جاؤ۔۔۔! وہ اب ان کی سمت پلٹ کر بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کی موت کے چیپٹر اسکی زندگی سے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا تھا۔ مہزلہ برلاس احساس کا وہ دن اس پر قیامت کی طرح ٹوٹ کر گرا تھا۔ وہ دن اسے بتا گیا تھا۔ وہ

اس لڑکی کے بغیر کتنا ادھورا کتنا نامکمل تھا۔ اور اسے زندہ دیکھ کر اسکا روم روم جیسے جی اٹھا تھا۔ وہ لڑکی کتنی ضروری تھی اس کے لیے یہ شاید اب تک نہیں پتہ تھا اسے۔

وہ اگلے دن ہی قبر کا اسکے نام کا کتبہ ہٹوا کر آیا تھا۔ اسکی دشمن جاں زندہ تھی۔ مگر سوال پھر یہ اٹھا تھا کہ جو دفن ہوا تھا وہ کون تھا۔۔؟ جب حویلی میں خیراں کی ڈھونڈ مچی تھی۔ اور تبانہ کو ہی غم کے مارے یاد آیا تھا۔ کہ انہوں نے ہی خیراں کو چائے بنانے بھیجا تھا۔ مہزلہ کے بدلے موت اسے گلے لگا گئی تھی۔ شاید قسمت میں ہی اسکی موت لکھی تھی۔ گہری سانس بھرتا کار سے اتر گیا۔ وہ ابھی اٹک سے لوٹا تھا۔ الیکشنز کی مصروفیات نے اسے گھر سے بلکل دور کر دیا تھا۔ اور اب یہاں پہنچ کر اسکا دل مچل گیا تھا۔

دوپہر میں مہزلہ کی جانب سے اسے میسج موصول ہوا تھا جسے اس نے نکلتے وقت دیکھا تھا۔ مگر رپلائے نہ کیا۔ وہ اب اسے روبرو دیکھنا چاہتا تھا۔ گھر میں داخل ہوا تو لاؤنج میں مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ روشینا انہی میں مصروف تھیں۔ اسے دیکھتے ہی اسکے پاس چلی آئیں۔

خاناں کہاں رہ گئے تھے۔۔ کب سے منتظر ہیں آپکے۔۔" اسفندیار نے انکی گود
میں موجود سفید کرتا شلوار میں ملبوس برلاس کو پیار کیا تھا۔

"بس چچی نکلتے نکلتے دیر ہو گئی۔۔ دریاب کہہ رہا ہے بس آدھے میں پہنچ رہے
ہیں۔۔ تب تک میں بھی تیار ہو جاتا ہوں۔۔"

"ہاں ہاں۔۔ مہزلہ نے کپڑے استری کروا دیے تھے آپکے۔۔ تیار
ہو جائیں۔۔" اسکی نظر بے اختیار لاؤنج میں گھومی تھی۔

"اور وہ کہاں ہے۔۔؟"

"اوپر ہی ہے شاید۔۔ نیچے تو نہیں آئی ابھی۔۔" ان کے بتانے پر وہ سر ہلاتا عجلت
میں اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے کے پاس پہنچتے ابھی دروازے کا ہینڈل گھوما ہی
رہا تھا۔ جب وہ اندر سے کھلا تھا۔ اور سامنے کھڑی قیامت کو دیکھ اس پل وہ اپنی
سانس بھی روک گیا۔ میرون رنگ کی پاؤں کو چھوتی فراک میں
ملبوس۔ آنکھوں کا اسمو کی میک اپ کیے۔ لبوں کو سرخ رنگ سے سجائی۔ اپنے
لانبے سیاہ بالوں کو کرلز کی صورت پشت پر کھلا چھوڑی تھی۔ وہ اس وقت اتنی

دلکش لگ رہی تھی کہ اسفندیار سب کچھ بھول گیا۔اپنی تھکن۔۔اپنی الجھنیں۔۔اپنی پریشانیاں۔۔

یہ لڑکی اسکی زنگی کی وہ کھڑکی تھی جہاں سے تازہ ہوا آتی تھی۔ جس کے ذریعے وہ سانس لیتا تھا۔

آگے سے ہٹیں۔۔۔"اسکی اکھڑی اکھڑی آواز پر اسفندیار یکدم چونکا" تھا۔آنکھوں کے سامنے یکدم ہی ماضی کا آج سے چند ماہ پرانا سیال کی مہندی کا منظر لہرایا تھا۔اور اسکے لبوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ جبکہ نظروں کی تپش مزید بڑھی تھی۔

ڈے ڈریمنگ کرنی ہے تو سائیڈ پر ہو کر کریں۔۔مجھے آپا کے پاس جانا" ہے۔۔"اس بار اسکی نظروں سے گھبرا گئی تھی وہ۔اور اسفندیار کے قدم اسکی سمت بڑھے تھے۔ مہزلہ بھنویں سکیڑتی پیچھے ہٹی تھی۔اسفندیار مزید اندر آتا دروازہ بند کر گیا۔

میرے کپڑے کہاں ہیں۔۔" نظریں اسکے چہرے کا طواف کر رہیں" تھیں۔اور قدم اسکی سمت بڑھ رہے تھے۔

کبڈ میں ہی ہے وائٹ کرتا شلوار۔۔"اسکی ایک جانب سے نکلنے لگی مگر اسفندیار" بازو تھامتا روک گیا۔

خفا ہو۔۔؟"اور مہزلہ نے اتنی قاتل نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔وہ گھائل" ہو کر رہ گیا۔

"!جی نہیں۔۔ناؤ لیو۔۔"

ڈاکٹر صاحبہ اگر یونہی مجھے تنگ کیا تو سود سمیت بدلے لوں گا۔۔"اسکے" ایٹیٹیوڈ دکھانے پر اسفندیار اسکی کلائی مروڑتا خود سے نزدیک کر گیا۔

ہونہہ۔۔!یہ دھمکیاں کسی اور کو دیجیے گا میں نہیں ڈرتی۔۔۔"کلائی چھڑاتی" کبڈ کی جانب بڑھ گئی۔اسکے کپڑے نکالتی پلٹی تو وہ پھر سر پر کھڑا تھا۔مہزلہ یکدم پیچھے ہوئی تھی۔

تم تو ڈراتی ہو۔۔دل سے کھیلتی ہو میرے۔۔!میرے راز جو ہاتھ لگ" گئے۔۔۔"گھمبیر لہجے میں کہتا اسکی دونوں جانب ہاتھ رکھ کر راستہ مسدود کر گیا۔مہزلہ کو اپنا دل اچھل کر حلق میں آتا محسوس ہوا۔مگر بظاہر پر اعتماد انداز میں بولی تھی۔

کونسا راز۔۔؟ وہ جو آپ میری موت سے دو دن پہلے بتانے کا وعدہ کر کے گئے تھے۔۔۔؟" اس نے ایک وار کیا تھا۔ اور اسفند یار جیسے ساکت رہ گیا۔ کتنی ظالم تھی یہ لڑکی دل کے زخموں کو ادھیڑنا کوئی اس سے پوچھتا۔ اسے معلوم تھا وہ دن اسفند یار کا ویک پوائنٹ تھا۔ اس دن وہ بکھرا تھا مگر کھلا پھر بھی نہ تھا اس پر۔ "جو آج پانچ ماہ گزر جانے کے بعد بھی مجھے نہ مل سکا۔۔ کہیں وہیں تو دفن نہیں کر آئے۔۔ جہاں میرے نام کی قبر بنائی تھی۔۔۔

"بس کرو۔۔ کیوں کھیل رہی ہو کسی کے دل سے۔۔۔؟" اسکے گھمبیر شکوہ کناں لہجے پر مہرلہ نے زور سے اسکے سینے پر ہاتھ رکھ کر پرے دھکیلا تھا۔ مگر وہ ایک انچ بھی نہیں ہلا۔

"جب تک وہ 'کسی' مجھ پر پوری طرح نہیں کھلے گا۔۔ اس کے دل کی رتی برابر پرواہ نہیں مجھے۔۔ چاہے میرے لیے زمین آسمان ایک کیوں نہ کر دے۔۔۔ مگر میں سچ سنے بغیر نئی شروعات نہیں کروں گی۔۔" ایک جانب سے نکلتی کپڑے بیڈ پر پھینک کر باہر نکل گئی تھی۔

****

دریاب اپنے مہمانوں کو لے کر سردار ہاؤس پہنچ گیا تھا۔ جس کا بڑے پرتپاک انداز میں استقبال کیا گیا تھا۔ درخنے گلریز سیال اور نازلین نے بھی دریاب کی جانب سے شرکت کی تھی۔ درخنے کے گھر اگلے مہینے اولاد ہونے والی تھی۔ گلریز اسکا پہلے سے زیادہ خیال رکھنے لگا تھا۔ دونوں کے چہرے بتاتے تھے کہ کتنا خوش تھے وہ۔ اسی طرح سیال اور نازلین بھی ایک دوسرے کے ساتھ خوش نظر آتے تھے۔ درخنے اور سیال میں ماضی کو لے کر کبھی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ سیال نے ایک بار کوشش بھی کی تھی مگر درخنے نے ماضی کے متعلق کسی بھی بات سے انکار کر دیا تھا۔ دونوں ہی اپنی اپنی زندگیوں میں بہت آگے بڑھ چکے تھے۔ درخنے کو پہلے کبھی جو شکایت تھی وہ گلریز کی محبت نے ختم کر دی تھی۔ تائی پوتے کو لیے بیٹھیں روشینا اور گل مکئی کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ وہ بھی اب خاصی بدل چکی تھیں۔ ان کے لبوں پر جیسے خاموشی سی چھائی رہتی تھی جس میں ہر وقت وہ گرفتار رہتی تھیں۔ کہ ساری تھی۔ شاید یہ ندامت زندگی جس عورت اور اسکی اولاد سے لڑتی رہیں۔ انھی نے ہی سب سے زیادہ ظلم سہے تھے۔ اور اصل چہرے بے نقاب کیے تھے۔

اسفندیار سے انکا فون پر رابطہ رہتا تھا۔ مگر وہ پچھلے پانچ ماہ میں حویلی نہیں آیا تھا۔ انکی تنہائی ہی تھی جو انہیں اب فوراً بہو کی ضرورت تھی ورنہ حویلی کا موت کا سا سناٹا انہیں بھی وحشتوں میں مبتلا کر دیتا تھا۔

دریاب نے بے چینی سے پہلو بدلتے بھائی کی جانب دیکھا تھا۔ جو اسکے برابر میں بیٹھتا پیٹھ تھپک گیا تھا۔ وہ لوگ ڈرائنگ میں مردوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ جبکہ خواتین باہر لاؤنج میں تھیں۔ دریاب کے نکاح کے بعد مولوی گلریز اور سیال کے ساتھ باہر چلا گیا تھا۔ یہی دونوں گواہ تھے۔

کیوں اتنا گھبرا رہا ہے۔۔" اسفندیار نے کریم کرتا شلوار پر پرنس کوٹ پہنے" دریاب کو مخاطب کیا تھا۔ وہ پہلو بدلتا اسکی سمت متوجہ ہوا۔

اتنی مشکل سے مانی ہے۔۔ پتہ نہیں ہاں کیسے کرے گی۔۔" اسکی شکل دیکھ" اسفندیار کو ترس اور ہنسی بیک وقت آئی تھی۔ مگر ضبط کر گیا۔

اگر ہاں کر دے سیدھا حج پر نکل جانا اور نہ کر دے تو پھر مورے کو رشتے" کے لیے بھیج دینا۔" دریاب نے سلگ اسے دیکھا تھا۔

"آپ سے بڑا دشمن کوئی نہیں میرا۔۔"

مخلص مشورہ دے رہا ہوں۔۔ابھی بھی موقع ہے۔۔شادی کے بعد بیوی کے" موڈ میں ایسا الجھے گا کہ خود کو بھی بھول جائے گا کہ تو تھا کیا۔۔"وہ اپنے ہی کسی خیال میں تھا۔دریاب نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا تھا۔

ہاں آپکا حال بخوبی میرے سامنے ہے۔۔نئ دنیا آباد کر دی ہے کسی" کے لیے۔۔"اسفندیار نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔اور دریاب کی مسکراہٹ دیکھ وہ بدمزہ ہوتا ٹانگ پر ٹانگ چڑھا گیا۔

"مگر وہ پھر بھی میرے بس میں نہیں۔۔۔"

مگر آپ تو ہیں نا اسکے بس میں۔۔"اسکے چھیڑنے پر اسفندیار اسے گھور کر رہ گیا" تھا۔کچھ ہی دیر میں مبارک باد کا شور مچا تو دریاب کی بھی جان میں جان آئی تھی۔اسفندیار اٹھتا اسے بغل گیر کر گیا۔

دریاب زرتشہ سے ملنے باہر آیا تو وہ صوفے پر تائی اور درخنے کے ساتھ گھونگھٹ میں بیٹھی تھی۔صرف گھر کے لڑکے ہی لاؤنج میں آئے تھے۔باقی مرد حضرات ڈرائنگ روم میں ہی تھے۔دریاب کو زرتشہ کے برابر میں بٹھا دیا گیا تھا۔اسفندیار نے نگاہیں گھوماتے دشمنِ جاں کو ڈھونڈا۔جو کچن کے پاس کھڑی گل بانو سے

مٹھائی کا تھال لے رہی تھی۔ کچھ بال آگے وجود پر پڑے تھے جنہیں کان کے پیچھے اڑس رکھا تھا۔ باقی کرلز پشت پر بکھرے اسکی کمر ڈھانپے ہوئے تھے۔ قدم بڑھاتی نازلین کے ساتھ اب اسی جانب آرہی تھی۔ مہزلہ کی نگاہ بے ارادہ ہی اس سمت اٹھی تھی۔ اور سفید کرتا شلوار میں ملبوس کندھوں پر براؤن رنگ کی شال ڈالے اسفندیار سے جا ملی۔ جو سب کچھ فراموش کیا اس وقت بس اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے فوراً نگاہیں جھکا لیں تھیں۔ چہرہ ایک انوکھے احساس کے تحت سرخ پڑنے لگا تھا۔ نزدیک آتے اس نے دلہن دولہا کے بعد سب کا منہ میٹھا کروایا تھا۔ تائی اور روشینا تو باقاعدہ گلے لگیں تھیں۔ درخنے بھی اٹھ کر اس سے گلے لگتی منہ میٹھا کروا گئی تھی۔

پکڑوا اپنے بیٹے کو۔۔ کب سے گود کے لیے ہمک رہا ہے۔۔ "تائی نے براس کو" اسفندیار کی جانب بڑھایا تھا۔ جسے وہ مہزلہ سے نظر ہٹاتا کسی قیمتی اثاثے کی طرح تھام گیا۔ کھانا کھل چکا تھا۔ سب مہمان کھانے میں لگ گئے تھے۔ مہزلہ اور نازلین نے گھر والوں اور دلہن دولہا کا کھانا وہیں لاؤنج کی ٹیبل پر لگوا دیا تھا۔

تم خاناں کے ساتھ بیٹھو۔۔"روشینا نے زرتشہ اور دریاب کے برابر والے صوفے پر اسے اسفندیار کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور خود گلریز کی ماں اور درخنے کے ساتھ جا بیٹھی تھیں۔ گلریز اور سیال بھی وہیں اپنی بیویوں کے ساتھ موجود تھے۔ مہزلہ خاموشی سے برلاس کو لیے بیٹھے اسفندیار کے برابر میں جا بیٹھی۔

آپا کیا کھاؤ گی۔۔؟" پلیٹ میں روغنی پلاؤ نکالتے اس سے پوچھا۔ برلاس ماں کو" دیکھتے ہی اسکی جانب ہمکتا اسکے بال مٹھی میں لے گیا۔

وہ میری طرح تجھ سے بھی بے نیاز ہے۔۔اس لیے مت کر یہ"
کوشش۔۔"اسفندیار بیٹے کے کان میں بڑبڑایا تھا۔ زرتشہ کو جوس دیتی مہزلہ نے چونک کر اسکی جانب دیکھا۔

"جی۔۔؟"

کچھ نہیں اپنے بیٹے سے کہہ رہا ہوں۔۔"مگر وہ اتنی پر تپش نگاہوں سے اسے" دیکھ رہا تھا۔ مہزلہ گڑبڑاتی برلاس کی مٹھی سے بال نکالنے لگی۔

میرے بیٹے اور میری پسند ایک جیسی ہے۔۔ ہم دونوں کو تمہارے بال پسند" ہیں۔۔"اسکے گھمبیر لہجے پر مہزلہ کی رنگت دہک اٹھی تھی۔ مگر وہ زیادہ دیر ان نگاہوں کی تپش برداشت نہ کر سکی تھی۔ چڑتی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اب بیٹے کے ساتھ باپ کے ہاتھ میں بھی اسکی چند لٹیں تھیں۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ جب دریاب نے ہی رخصتی کا کہا تھا۔ جس پر سیال اسے چھیڑے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ وہ سارا وقت زرتشہ کا سرد ہاتھ تھامارہا تھا۔ مگر وہ ایسی چپ طاری کی ہوئی تھی۔ ایک بات کا بھی جواب نہ دیا تھا۔ تائی نے نکلتے وقت روشینا کو بڑی محبت سے گلے لگایا تھا۔

اس بات کی ہمیشہ خلش رہے گی روشینے کہ تم سے ساری زندگی عناد پال کر" رکھا۔۔ میں وعدہ تو نہیں کرتی مگر دل سے یقین دلاتی ہوں۔۔ زرتشے کو اپنی درخنے کی طرح سمجھوں گی۔۔۔"اور پھر انہوں نے پاس کھڑی مہزلہ کو بھی نادم نگاہوں سے دیکھا تھا۔

تم سے تو کچھ کہنے کا حق ہی نہیں رکھتی میں۔۔"ان کے افسردگی سے کہنے پر" مہزلہ انکا ہاتھ تھپک گئی۔

ہمارے تعلقات اتنے خوشگوار نہیں تو بہت برے بھی نہیں تائی۔۔اور مجھے " امید ہے ایک وقت ایسا آئے گا جب ہم سب آگے بڑھ جائیں گے۔۔"وہ اسکا ماتھا چومتیں کار میں بیٹھ گئیں تھیں۔اور پھر ایک ساتھ کئی گاڑیاں سردار ہاؤس سے باہر نکلیں تھیں۔یوں ایک پر رونق شام اختتام کو پہنچی تھی۔

****

دریاب ہنستا ہوا اپنے پھولوں سے سجے کمرے میں داخل ہوا تھا۔اب بھی بڑی مشکل سے درخنے اور نازلین کی شرطوں سے بچتا بچاتا آیا تھا۔دروازہ لاک کرتے بیڈ کی جانب دیکھا جہاں وہ سکڑی سمٹی گھونگھٹ ڈالے بیٹھی تھی۔اسکے لبوں پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ ابھر آئی۔

آج بلآخر اسکا انتظار مکمل ہوا تھا۔

آج بلآخر اس نے زرتشہ برلاس کو پا ہی لیا تھا۔

آج بلآخر وہ اسکے کمرے میں تھی۔

آج بلآخر وہ اسکی تھی۔۔!!

کوٹ اتارتا اس کی سمت بڑھ گیا۔ زرتشہ نے ذرا کی ذرا نظر اٹھاتے اسے بیڈ پر ہی اپنے نزدیک بیٹھتے دیکھا تھا۔ اور نظر واپس جھکا گئی۔ اسکی ہتھیلیاں نجانے کیوں بھیگ رہیں تھیں۔

"اسلام و علیکم۔۔۔!" دریاب نے گھمبیر لہجے میں سلام کیا تھا۔ زرتشہ کو اپنی دھڑکنیں منتشر ہوتی محسوس ہوئیں۔

"و علیکم اسلام۔۔۔!" اسکے مدھم لرزتے لہجے پر دریاب کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔ اسے جواب کی توقع نہیں تھی۔

"کیسی ہو۔۔؟ میں نے سنا تھا بہت خفا ہو مجھ سے۔۔؟" ہاتھ بڑھاتا اسکا سرد ہاتھ تھام گیا۔ زرتشہ نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔ "بولو۔۔ بہت ناراض ہو۔۔؟" اور اسکی آنکھوں میں دیکھتا اسکا ہاتھ لبوں سے لگا گیا۔ زرتشہ نے اپنی لرزتی پلکیں جھکاتے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تو پھر جو خبریں مجھے مل رہیں تھیں وہ جھوٹی تھیں۔۔؟" اور اس بار بھی زرتشہ سر نفی میں ہلا گئی۔

پھر سچ کیا ہے وہ بتادو۔۔۔"گھونگھٹ ہٹاتے ٹھوڑی تھام کر اسکا چہرہ اٹھایا"
تھا۔وہ بے اختیار آنکھیں بند کر گئی۔
مم۔۔مجھ سے کئی گناہ بہتر مل سکتی تھی آپکو۔۔جو ایجوکیٹڈ بھی ہوتی۔۔میری"
"طرح طلاق یافتہ بھی نہ ہوتی۔۔اسی۔۔اسی لیے میں چاہتی تھی کہ۔۔
اوراس دل کا کیا کرتا جو تم پر اٹکا ہوا تھا۔۔؟"زرتشہ نے اپنی نم ہوتیں آنکھیں"
کھول کر اسے دیکھا تھا۔جو آنکھوں میں جذبے لیے اسے دیکھ رہا تھا۔"تم میرے
لیے سب سے بہتر ہو زرتشہ۔۔تم میرے دل میں بسنے والی پہلی اور آخری لڑکی
ہو۔۔تمہیں کھو دینے کا غم جتنا میں منا چکا ہوں۔۔اب تمہارے لمس اور قربت
سے ہی سکون ملنا تھا۔۔کسی اور لڑکی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔"اسکے گھمبیر
لہجے میں کہے لفظوں پر زرتشہ کو اپنا دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہونے لگا۔جبکہ
لبوں پر آپ ہی آپ ایک پر سکون شرمیلی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔دریاب
اس حسین منظر پر قربان ہوتا فاصلے مختصر کر گیا۔بلآخر دریاب خان کو اسکی محبت کا
کنارہ مل ہی گیا تھا۔زرتشہ برلاس چاہے خود بکھری ہوئی تھی مگر اس شخص

کے لیے وہ اپنی کرچیاں بھی سمیٹ سکتی تھی۔وہ جانتی تھی اللہ نے اس شخص کو انعام کی صورت اتارا تھا اس کے لیے۔۔

****

رات کے بارہ بج رہے تھے۔جب اسفندیار اوپر کمرے میں آیا تھا۔مہزلہ ڈریسنگ کے پاس کھڑی جیولری اتار رہی تھی۔دوپٹہ بیڈ پر پڑا تھا جبکہ برلاس کاٹ میں بے خبر سو رہا تھا۔مہزلہ نے ڈریسنگ سے ہی اسے کمرے کا دروازہ بند کرتے دیکھا تھا۔بالوں کو پونی ٹیل میں جکڑتی کبڈ کی جانب بڑھ گئی۔جبکہ اسفندیار بیڈ پر اسکے دوپٹے کے پاس آ بیٹھا تھا۔اپنے ہاتھ میں لیتا اسکی نرمی محسوس کرنے لگا۔مہزلہ کپڑے نکالتی پلٹی تو وہ اسکا دوپٹہ چہرے کے قریب کیا ہوا تھا۔اسکے رخسار پر گلابی پھوٹ پڑی۔مگر اگلے پل خود پر خول چڑھاتی اسکی جانب قدم بڑھا گئی۔

یہ لیں آپ کے کپڑے۔۔"اسی کے برابر میں رکھتی پلٹ رہی تھی۔مگر" اسفندیار پکارتا روک گیا۔اس نے ناسمجھی سے اسکی جانب دیکھا۔وہ برابر میں بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔۔"اسکے نخرے پر اس بار اسفندیار نے بس ایک" نگاہ اس ڈالی تھی۔اور وہ خجل سی ہوتی اس سے ذرا فاصلے پر ٹک گئی۔وہ ہاتھ بڑھاتا اسکا جھلسا ہوا ہاتھ تھام گیا۔ جس میں اس پل کوئی گولڈ کی بریسلٹ پڑی تھی۔اسکی ڈائمنڈ بریسلیٹ کا یکدم ہی اسے خیال آیا تھا۔وہ شاید اسکی اسٹڈی کی ڈیکس میں تھی۔کل ہی تو دوبارہ بن کر آئی تھی۔

کیا بات ہے بولیں بھی۔۔"اسکی لمبی خاموشی اور اپنے جھلسے ہوئے ہاتھ کو" گھورنے پر وہ زچ ہوئی۔اسے معلوم تھا بس اسکا یہ ہاتھ تھامتے ہی وہ الگ ہی دنیا میں چلا جاتا تھا۔

تم جانتی ہو لندن میں کئی لڑکیاں تھیں جو مجھ پر فدا ہوئیں نجانے کتنیوں نے تو" صرف ون نائٹ اسٹینڈ کی آفر کی۔۔"اسکی کلائی کا بٹن کھولتے مہزلہ کی جانب دیکھا جو اسکے انکشاف پر زرد پڑنے لگی تھی۔اسفندیار اسکی جھیل آنکھوں میں دیکھتا رہا۔"مگر میں نے کبھی انکو نہیں سراہا۔وہ میرا معیار نہیں تھا ماہ۔۔۔! میں جانتا تھا پاکستان میں میں کسی کو اپنے نام پر اپنی منگ کی صورت چھوڑ کر آیا ہوا ہوں۔۔ابا صاحب کا فیصلہ میرے لیے سر آنکھوں پر تھا۔اور یہاں آکر میں

نے زمدہ سے شادی بھی کرلی۔۔یہی تو ہوتا ہے نا جو منگ ہو اسی سے شادی کرو۔۔؟" مہزلہ ٹکٹکی باندھی اسے دیکھے گئی۔ کیا وہ اسے بلآخر سچ بتانے جا رہا تھا۔ وہ اعتراف کرنے جا رہا تھا۔۔؟

تم میری کزن تھیں اور تم منگ تھیں کسی کی۔۔ کبھی زندگی میں سوچا بھی نہ" "تھا۔۔ تم یوں میرے سامنے میرے پاس بیٹھی ہو گی۔۔

مم۔۔ میں نے آپکو کبھی اپنی جانب راغب نہیں کیا۔۔" نجانے کیوں وہ اسکی" بات قطع کرگئی۔اسفندیار اسکے چہرے پر ابھرتا غصہ دیکھ مسکرا دیا۔

میں نے کب کہا۔۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا تم غیر دانستہ یہ عمل کر گئیں" تھیں۔۔" اور مہزلہ کو لگا اسکا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔وہ متحیر نگاہوں سے اسے دیکھتی چلی گئی۔اس نے آخر ایسا کونسا عمل کر دیا تھا۔جو اس شخص نے اتنی بڑی بات کہہ دی۔وہ تو نہ ہار سنگھار کرتی تھی۔۔نہ زلفیں کھولتی تھی۔۔نہ مسکرا کر میٹھے لہجے میں کسی سے بات کرتی تھی۔۔اس نے تو اس شخص کی جانب کبھی نرم نگاہ بھی نہ ڈالی تھی۔۔ تو آخر کب۔۔؟اور اسفندیار اسکی آنکھوں میں ابھرتے سوال باآسانی پڑھ گیا۔

تمہیں ہار سنگھار کی ضرورت نہیں۔۔تم کسی بھی عابد وزاہد کا ایمان ڈگمگانے کی" صلاحیت رکھتی ہو۔۔اور میں تو ایک عام بشر تھا وہ بھی گناہگار تم نے حملہ بھی کیا تو اپنے سنگھار کے ساتھ۔۔"اسکے گہرے الفاظ پر مہزلہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔

"ناممکن۔۔مم۔میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی کسی کے شوہر کو۔۔"

کہا ہے نا میں نے غیر دانستہ۔۔تم مجھ پر ایسی حملہ آور ہوئیں کہ میں کیا کرتا" بولو۔۔میں نے بہت چاہا انیکسی کی وہ رات بھول جاؤں۔۔خود کو کئی بار احساس دلایا کہ کسی کا شوہر ہوں۔۔مگر یہ میرے بس میں نہیں تھا۔۔!"مہزلہ کی نم ہوتی آنکھیں اس پر چھوٹی ہوئیں تھیں۔یہ کس رات کی بات کر رہا تھا۔اور یکدم ہی پونے دو سال پرانا واقعہ اسکے ذہن میں ابھر آیا۔جس رات کی اگلی صبح اسے خود پر سے اس شخص کی شال ملی تھی۔جس رات وہ پاگلوں کی طرح انیکسی کی سمت دوڑی تھی۔اسکے چہرے پر گہرے شاک کے اثار تھے۔

اس رات کے بعد میری ہر رات بے چین ہو گئی تھی۔۔پہلو میں میری بیوی" "ہوتی اور ذہن میں تم۔۔تم مجھے ڈسٹرب کر گئیں تھیں۔۔

تو تم نے زبردستی مجھے حاصل کرنے کی کوشش کی۔۔" مہزلہ اسکی بات کاٹتی" زہر خند لہجے میں بولی۔اسفندیار لب بھینچ گیا۔

میرے پاس اور کوئی آپشن نہیں تھا۔۔بتاؤ تھا کیا۔۔؟ کیا میں تم سے رشتہ مانگتا" تمہارا تو تم شادی کر لیتیں۔۔؟" اسکی ڈھٹائی پر وہ اور سلگی۔

"تم شوہر تھے کسی کے۔۔میں کسی کی منگ تھی۔۔کیا یہ بھی یاد نہیں رہا۔۔؟"

کہہ تو رہا ہوں عقل خبط کر دی تھی تم نے۔۔سوچو جو شخص کبھی عشق و عاشقی" کے چکر میں نہ پڑا ہو شادی تک ارینج کی ہو۔۔اس کے لیے یہ نئے جذبات کتنے "عجیب ہوں گے۔۔

تم خود کو کتنی ڈھٹائی سے ڈیفینڈ کر رہے ہو۔۔" مہزلہ نے ہاتھ چھڑاتے ملامت" سے اسے دیکھا تھا۔اسفندیار بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔

میری کیفیت سے نہیں گزریں تم۔۔اس لیے مجھے جج مت کرو۔۔کیا سوچا ہے" وہ وقت جب آپکو پتہ چلے کہ جو آپکو اچھا لگ رہا ہو وہ کسی اور کو بھی اچھا لگے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔۔؟" اسکے غصیلے انداز پر وہ لب بھینچی اسے دیکھتی رہی۔اگر وہ

کہتی کہ اس کیفیت سے نہیں گزری تو وہ جھوٹی ہوتی۔ مگر یہ بات وہ اس شخص کو بتانے والی نہیں تھی۔

جس کے لیے آپ بے چین ہوں وہ کسی اور کے ساتھ مسکرائے۔۔ خدا کی قسم " میں نے کاروان کو صرف تمہاری خاطر قتل نہیں کیا ورنہ میرا دل کوئلوں پر تھا اس وقت۔۔" مہزلہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔ "اور تم مجھ سے اتنی شدید نفرت میں مبتلا تھیں میں حیران تھا میں نے اس سے پہلے کیا کیا تھا تمہارا۔۔؟ تمہاری نفرت کم ہونے کے بجائے بڑھتی جارہی تھی مگر میں تمہیں گلریز کے ساتھ شادی کرواکر خود سے کیسے دور کرلیتا۔۔ تمہاری نفرت اپنی آنکھوں کے سامنے سہہ سکتا تھا مگر تمہاری دوری نہیں۔۔ سوچو وہ وقت کیا حال ہوگا میرا جب تم کسی اور کے نام کی مہندی لگوارہیں تھیں اور مجھے دیکھتے ہی نفرت سے رخ پھیر گئیں تھیں۔۔۔ "اسکے جلتے لہجے پر مہزلہ کی آنکھوں کے سامنے اپنی مہندی کے دن کا منظر ابھرا تھا۔

اس رات میں ایک پل نہیں سویا تھا یہ چاہے میری پہلی بیوی سے دغا تھی اسکے " لیے اللہ اگر مجھے جہنم میں بھی ڈال دے تو میں راضی ہوں۔۔ مگر میں بے بس تھا

میرا دل و دماغ اس دغا کے بارے میں نہیں بلکہ تمہیں حاصل کرنے کے لیے الجھا ہوا تھا۔۔ بتاؤ اگر جھوٹ کہہ کر حاصل نہ کرتا تو میرے سچ بولنے سے تم میری ہو جاتیں۔۔؟" اسکا آنسوؤں سے تر چہرہ تھامتا بے قراری سے بولا تھا۔

سچ کہنا مہزلہ۔۔ بائیزڈ ہو کر جواب مت دینا۔ کیا میں اس پل تم سے کہتا کہ " مجھے تم پسند ہو تو کیا تم گلریز سے شادی توڑ کر مجھ سے کر لیتیں۔۔؟" مہزلہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر نظریں پھیرتی سر نفی میں ہلا گئی۔

پھر تمہیں کھونے کا رسک کیسے لے لیتا۔۔؟" اس بار اسفندیار کے لہجے میں " عجیب بے بسی سی تھی۔ جیسے یہ فیصلہ اسکے اختیار میں بھی نہ تھا۔" میں جانتا ہوں تم بہت ہرٹ ہوئیں۔۔ تم نے خودکشی تک کی کوشش کی۔۔ مجھے احساس ہے۔۔ اور بہت پہلے سے ہے۔۔ مگر میں تمہارے لیے اندھا ہو چکا تھا کہ تمہارے ہی جذبات کا احساس نہ ہو سکا۔۔ احساس تو مجھے اپنے جذبوں کا بھی نہ ہوا جو پسند سے عشق میں کب بدلے مجھے خود نہیں معلوم۔۔" اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتا آخری جملہ بہت مدھم آواز میں بولا تھا۔ مہزلہ کا وجود جیسے فریز ہو کر رہ گیا۔

عشق۔۔۔؟

وہ اس سے عشق میں مبتلا تھا۔۔۔!! یعنی زمدہ کا اس دن کہا گیا حرف سچا تھا۔۔۔!

"میں نے بہت چاہا میں زمدہ اور تمہارے درمیان انصاف کروں مگر اسے تمہارے برابر نہیں لا سکا۔۔ اور اسی لیے اسے زیادہ وقت دیتا کہیں اللہ میری پکڑ نہ کر لے کہ میں ایک کے لیے شدت بھرے جذبات رکھتا ہوں جبکہ دوسری کے لیے انسیت کے علاوہ کچھ بھی نہ تھی۔۔ مگر میں بے بس تھا میرا دل میرے اختیار میں نہ تھا۔۔ اور اسی وجہ سے اکثر تمہارے ہی ساتھ ناانصافی کر جاتا۔۔ کہ میں کسی بڑے گناہ کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔۔ تم تو دل میں تھیں تمہارا معاملہ تو بلکل الگ تھا میری جان۔۔ تمہارے ساتھ تو چند لمحے بھی گزار لیتا تھا تو میرا دن مکمل ہو جاتا تھا۔۔" اسفندیار لبوں سے اسکے آنسو چن رہا تھا۔ جو لڑیوں کی صورت گر رہے تھے۔

"میرا دل ہر رات ہر دن ہر لمحہ تمہاری جانب دوڑنے کو کرتا تھا۔۔ مگر یہ میرے بس میں نہیں تھا شاید زمدہ نے تمہارے لیے میرے جذبات بہت پہلے ہی محسوس کر لیے تھے جبھی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔۔ تمہاری جان

لینے کی کوشش کی یہ اس نے تمہیں نہیں بلکہ مجھے تکلیف دینے کے لیے کیا تھا۔۔وہ جانتی تھی تمہیں تکلیف دے کر وہ مجھے درد دے سکتی تھی۔۔حالانکہ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں میں نے بہت چاہا تھا کہ تم دونوں کو خوش رکھوں مگر وہ اس لائق نہیں تھی۔۔"مہزلہ کی مسلسل خاموشی پر وہ دور ہوتا اسکے تاثرات دیکھنے لگا۔جو بھیگی آنکھوں سے فرش گھور رہی تھی۔

میں جانتا ہوں تمہیں درد دیا ہے۔۔تمہاری تکلیفوں کی وجہ بنا ہوں۔۔تمہیں" پانے کے لیے خون بہا جیسی گھٹی رسم کا سہارا لینا پڑا۔۔میں جانتا ہوں میں غلط تھا۔۔۔مگر میں بے بس تھا۔۔تمہارے معاملے میں میں بے اختیار تھا۔۔مگر تم جو سزا دینا چاہو تمہیں اجازت ہے۔۔بولو کیا سزا دو گی۔۔؟"اسکا لہجہ شدتِ جذبات سے بھاری ہو رہا تھا۔مہزلہ نے ٹھٹھکتے اسکی سمت دیکھا۔

ہاں ماہ۔۔!مجھے دو سزا۔۔۔مجھے سب کچھ قبول ہے۔۔سوائے تم سے دوری" کے۔۔"اور اسکے آخری جملے پر مہزلہ لب بھینچ گئی۔

"سزا بھی تمہیں اپنی مرضی کی چاہیے۔۔؟"

نہیں جو چاہے سزا دو مگر تم سے تو دور نہیں ہو سکتا نا۔۔"وہ جیسے اس معاملے میں ضدی ہو گیا تھا۔

تمہیں اندازہ نہیں میری کیا کیفیت تھی جب تم نے مجھ سے زبردستی شادی "کی۔۔

اسی بات کا افسوس ہے کہ زبردستی کی۔۔ورنہ تمہیں پانے کی جو مسرت تھی" اسے میں بیان نہیں کر سکتا۔۔ لیکن اس بات کو بھی نہیں جھٹلا سکتا کہ تمہارا گناہگار ہوں تمہاری تکلیفوں کا سبب "اور یکدم مہزلہ کو کیا ہوا تھا اس نے اسفندیار کے مونچھوں تلے لبوں پر اپنا نازک ہاتھ رکھ دیا۔ جبکہ آنکھیں شدت سے بہنے لگیں۔ اسفندیار ایک پل کے لیے خود حیران رہ گیا۔

یہ کب کہا میں نے کہ میری تکلیفوں یا درد کی وجہ ہیں آپ۔۔؟"اسکی" آنکھوں میں دیکھتی شکایت بھرے لہجے میں بولی تھی۔ اسفندیار ساکت بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ اس نے پلکیں بھی نہ جھپکائیں تھیں۔ "آپ تو میرے درد کا درمان ہیں۔۔ آپ نے تو میری تکلیفیں میرے غم دور کر دیے۔۔ کیا اس سے پہلے آپ نے کبھی مورے کو اتنا خوش دیکھا ہے۔۔؟ کیا کبھی زرغان کو اتنا بے

فکر دیکھا ہے۔۔۔؟ کیا میری بہن کو کبھی اتنا مطمئن اور خوش دیکھا ہے۔۔؟ کیا میری زندگی کو کبھی اتنا مکمل دیکھا ہے۔۔؟ اور یہ سب کس کی وجہ سے ہے بولیں۔۔؟" اسکی سیاہ گھنی تراشیدہ داڑھی پر ہاتھ پھیرا تھا۔ مہزلہ نے اس پل اس شخص کی آنکھوں میں نمی جمع ہوتی دیکھی تھی۔ اور زندگی میں پہلی بار فاصلے سمیٹتی اسکی سیاہ آنکھیں چوم گئی۔ جو اسے دیوانہ وار تکتی تھیں۔

ہاں میں آپ سے زبردستی شادی پر خفا تھی مگر آپ نے جس طرح وقت " گزرنے کے ساتھ میرے زخموں پر مرہم رکھے۔۔ ہماری زندگی کی کمیوں کو پورا کیا۔۔ جس طرح قدم قدم پر میرے ہو کر رہے۔۔ میں آپ کی ہو گئی۔۔۔!!!" اسکا اعتراف اتنا حسین اور مکمل تھا۔ اسفندیار پر تو جیسے شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اسے خود میں بھینچتا جابجا اپنے لمس سے اپنی محبت اپنے عشق کا احساس دلانے لگا۔ وہ آج جیسے اس پر کھل گیا تھا۔ دل کے صندوق میں بند راز آج کھلے تھے تو اندر کی گھٹن بھی ختم ہو گئی تھی۔ مہزلہ اسکے لمس کو پہلے تو سہتی رہی مگر بڑھتی شدتوں پر بوکھلا گئی۔

اسفند۔۔۔!"اسفندیار نے چہرہ اٹھاتے اسکی جانب دیکھا۔ سرخ چہرہ لیے اسکے سینے پر دونوں ہاتھ جمائی ہوئی تھی۔" پھر سے لو میرا نام۔۔!" مہزلہ اسکے ٹھہرنے پر حیاآلود انداز میں مسکرادی۔اور فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ مگراس سے پہلے کہ مزید دور ہوتی وہ بازو تھامتا ایک جھٹکے میں اسکے بال پونی سے آزاد کر گیا۔ مہزلہ کے لبوں سے دبی دبی چیخ نکلی تھی۔ جسے اسفندیار اپنے طریقے سے بند کروا گیا۔

"تمہارا بیٹا قریب ہی سو رہا ہے اسکی وجہ سے میری ویڈنگ نائٹ خراب نہیں ہونی چاہیے۔۔" مہزلہ نے دہکتی رنگت کے ساتھ اسے گھورا۔۔

"آپکی دو سال بعد ویڈنگ نائٹ کہاں سے آگئی۔۔"

"تم تو دلہن ہی آج بنی ہو میرے لیے۔۔ ورنہ تو میں ہی تھا جو اپنی شدتوں کا احساس دلاتا تھا۔۔" اسکے بالوں کی نرمی محسوس کرتا اسکی گردن کے خم کو محبت سے لبوں سے چھو رہا تھا۔

"جی نہیں۔۔۔اگر میں اس دن آپکی کال نہ سنتی تو آپ تو کبھی سچ بتاتے ہی نہیں۔۔"اسکے لبوں پر ہاتھ رکھتے گھورا تھا۔ مگر اسفندیار سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھتارہا۔

"نہیں میں تمہیں خود بتانا چاہتا تھا۔۔ کب تک دھوکے میں رکھ کر تمہیں خود سے دور رکھتا۔۔؟"پھر یکدم ہی جگہ سے اٹھا تھااور کبڈ کی سمت بڑھ گیا۔ مہزلہ نے بیڈ سے اٹھتے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ کچھ دیر بعد وہ مطلوبہ شے تلاش کر کے واپس پلٹا تھا۔اسکے ہاتھ میں ایک مخمل کا بوکس تھا۔

"اس میں کیاہے۔۔؟"مہزلہ متجسس ہوئی۔اس کا ہر وقت اسفندیار کی ڈرار میں گھسنا تھا۔ مگر اسے تو یہ باکس نظر نہیں آیا تھا۔اور جب کھولا بلو ہارٹ شیپ کے پینڈڈوالا نفیس لاکٹ دیکھ مہزلہ مزید حیرت میں مبتلا ہو گئی۔

"یہ 'تمہارے' بیٹے کی پیدائش پر لیا تھا۔۔ مگر اس دن تو یوں بھگو بھگو کر مارا تم نے میری ہمت ہی نہیں ہوئی۔۔"اسکے شکایتی انداز پر مہزلہ اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی نہ ضبط کر سکی تھی۔اور اسکے خشمگین انداز میں دیکھنے پر ہنستی چلی گئی تھی۔

ہنسو۔۔اڑاؤ مذاق میرا۔۔لوگ میرے آگے پیچھے ہوتے ہیں یہاں تم نے اپنے" پیچھے لگا یا ہوا ہے۔۔"اسکی کمر کے گرد حصار باندھتا نزدیک کر گیا۔ مہزلہ نے اپنی باہیں اسکے گلے میں ڈال دیں تھیں۔

میں نے تو نہیں کہا کہ میرا پیچھا کریں۔۔"اسکی ہر ادا میں غرور اور دلکشی" تھی۔اسفندیار اسکی قربت پر جیسے خواب کی سی کیفیت میں تھا۔ کتنی سادہ کتنی معصوم تھی یہ لڑکی۔۔کتنا شفاف دل تھا اسکا۔۔۔ کتنی آسانی سے معاف کر گئی تھی اسے۔وہ بے اختیار جھکتا فاصلے سمیٹ گیا۔

دل کہتا ہے تم نہیں سمجھو گی۔۔۔"اسکے گلے میں لاکٹ پہنا گیا۔ مہزلہ نے" ایک نظر بلو ڈائمنڈ کو اور پھر اسے دیکھا۔

"اچھا ہے۔۔"

اب اچھا ہو گیا ہے۔۔۔!"اور اگلے پل اسے باہوں میں اٹھا گیا تھا۔"

****

'ایک سال بعد'

یہ منظر شہر کے سب سے بڑے ہسپتال کا تھا۔ عجیب وحشت زدہ سا ماحول تھا۔ بند کمروں سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سیاہ چادر میں ملبوس وہ وقت سے پہلے بوڑھی ہونے والی عورت کاریڈور میں چلتی چلی جا رہی تھی۔ اور اختتام پر پہنچتے مطلوبہ کمرے کے پاس آ کر رک گئی۔ سیاہ سریوں والے دروازے سے اندر جھانکا تو نیلے رنگ کے میلے کچیلے کرتے میں ملبوس ایک لڑکی بکھرے بالوں کے ساتھ اسکی جانب سے پشت کیے بیٹھی تھی۔ جب تک نرس نے دروازہ کھولا وہ عورت کھڑکی سے اسے دیکھتی رہی۔ اور پھر دروازہ کھلنے پر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

دیکھیں بی بی دور رہیے گا۔۔ کل رات بھی اسکی حالت بگڑ گئی تھی۔۔"نرس" کے وارن کرنے پر وہ عورت نم آنکھوں لیے سر اثبات میں ہلا گئی۔

میری بیٹی۔۔۔! میرا بچا۔۔۔!" مگر وہ لڑکی اسکی جانب متوجہ نہیں ہوئی بلکہ" دیوار کے ساتھ چھم چھم کھیلتی رہی۔

زمدہ۔۔۔!!!" اور اس بار گل بینا سسک اٹھی تھیں۔ ان کے خاندان کو حسد" دیمک کی طرح کھا گئی تھی۔ بریال جیل میں قاتل قیدیوں کے ساتھ لڑتا مارا گیا

تھا۔ جبکہ زمدہ پچھلے نو ماہ سے یہاں پاگل خانے میں بند تھی۔ اسفند یار سے طلاق کے بعد اسکی حالت خراب ہو گئی تھی۔ انہوں نے کئی ڈاکٹرز سے رجوع کیا تھا مگر اسکی کیفیت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ پہلے تو صرف دورے پڑنے شروع ہوئے تھے۔ مگر اسکے بعد اسکی کیفیت مزید بگڑ گئی۔ اور جب حالات ہاتھوں سے نکلنے لگے انہوں نے بلآخر اسفند یار کی مدد لی تھی۔ وہ اور مہزلہ زمدہ کی اس کیفیت پر جیسے سکتے میں آ گئے تھے۔ انہیں اسکی حالت پر یقین ہی نہ آیا تھا۔ پھر مہزلہ نے ہی زمدہ کے مکمل اور بہترین علاج کی اسفند یار سے درخواست کی تھی۔ وہ دونوں ششدر تھے اس لڑکی کی حالت پر۔ کیا اس نے جذبات کو خود پر اتنا حاوی ہونے دیا کہ اپنا آپ ہی بھول گئی۔ مہزلہ نے گل بینا کی تنہائی کو دیکھتے حویلی میں جگہ بھی دلوائی تھی۔ اب وہ حویلی میں ہی رہتی تھیں۔ ہر دو تین دن میں ملازمین کے ساتھ بیٹی سے ملنے آ جاتی تھیں۔ ادھر ابا صاحب بھی نیم پاگل ہو چکے تھے۔ عمر کے آخری حصے میں جیل نے ان کے تمام کس بل اور غرور کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وقت کی چال نے ان سب کی چالیں الٹ کر رکھ دیں تھیں۔

میری زمدہ۔۔یہ کیا کر لیا میری بچی تونے اپنا حال۔۔۔؟"انہیں اپنی پرانی زمدہ" یاد آئی تھی۔کس طرح خود کو بنا سنوار کر رکھتی تھی۔کیسے نخرے تھے اسکے۔۔کتنی شان سے رہتی تھی وہ۔۔زمدہ نے گل بینا کے رونے پر پلٹ کر دیکھا تھا۔

تم۔۔تم حویلی سے آئی ہو۔۔۔؟سنو۔۔تم حویلی سے آئی ہونا۔۔وہی بڑی" حویلی۔۔۔مم۔۔میری بات سنو۔۔"یکدم مضبوطی سے ماں کی کلائی پکڑ لی۔"مم۔۔میں تمہیں بہت سارے پیسے دوں گی۔۔تم۔۔تم مہزلہ کو مار دو بس۔۔"گل بینا نے افسردگی سے اسکی عجیب و غریب مسکراہٹ دیکھی تھی۔" صحیح ہے۔۔صحیح ہے۔۔وہ مر جائے گی۔۔میں۔۔میں سکون میں۔۔میرا شوہر۔۔کیا نام ہے اسکا"یکدم اپنے الجھے بال کھجانے لگی۔گل بینا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔جب اچانک ہی زمدہ چیخ چیخ کر انہیں جنونی انداز میں جھنجھوڑنے لگی۔

کیا نام ہے اسکا۔۔۔!!میں مار دوں گی۔۔نہیں چھوڑوں گی۔۔وہ آوارہ میرا" شوہر لینا چاہتی ہے۔۔وہ۔۔وہ۔۔۔میں نہیں چھوڑوں گی۔۔۔!!!نام بتاؤ

اسکا۔۔! "اسی پل تین چار نرسز دروازہ وا کرتیں دوڑتی ہوئیں کمرے میں آئیں تھیں اور اسے قابو کرتے بیڈ پر لٹا دیا۔ ان میں سے ایک نے انجیکشن میں دوائی بھری تھی۔ گل بینا سسکتیں باہر نکل گئیں تھیں۔ اس سے زیادہ وہ برداشت نہیں کر سکتیں تھیں۔ جبکہ انکی بیٹی کی چیخیں پورے کاریڈور میں گونج رہیں تھیں۔ کاش وہ اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرتیں۔۔ کاش وہ انکے دلوں میں نفرت کی جگہ محبت بھرتیں۔۔ تو آج یوں ہاتھ نہ مل رہیں ہوتیں۔

****

زندگیاں کچھ اور آگے بڑھی تھیں۔ وقت نے ماضی کے زخم کچھ اور مندمل کر دیے تھے۔ درخنے اور گلریز کے گھر آج سے ایک سال پہلے بیٹے کی پیدائش ہوئی تھی۔ زرتشہ اور نازلین امید سے تھیں۔ اور اپنی اپنی زندگیوں میں مطمئن تھیں۔ اب وہ لوگ اکثر حویلی دعوتوں میں جاتے تھے۔ ابا صاحب کے کیا حالات تھے اس سے لاعلم ہی تھیں خواتین۔۔ خاص کر سردار ہاؤس کی۔۔ مہزلہ کو انکی کوئی خبر سننے میں نہ آئی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں ہی اتنی مگن اور بزی تھی۔ اسکی ڈگری کا آخر سال تھا جو اس نے انتھک محنت اور اسفندیار کی محبت کی

چھاؤں میں گزارا تھا۔ وہ شخص اسکے دل کا در بھی تھا اور اسکی روح کا درمان بھی۔۔ وہ جو اسفندیار سے پہلے لوگوں میں عارضی سہارے ڈھونڈتی تھی۔ اس شخص نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں سنبھالا تھا۔ برلاس ڈیڑھ سال کا ہو چکا تھا۔ اس کی برتھ ڈے اسفندیار نے بڑے پیمانے پر ہوٹل میں سیلیبریٹ کی اینیورسری مہزلہ کے اصرار پر دونوں نے تنہا ہی تھی۔ جبکہ اپنی سیکنڈ میرج منائی تھی۔ وہ اسکی محبت اسکا ساتھ پا کر دن بدن حسین ہوتی جا رہی تھی۔ روشینا توان کی بلائیں لیتیں نہیں تھکتی تھیں۔

سب سے بڑھ کر اسفندیار توان کا چہیتا تھا۔ وہ شخص تھا ہی اس قابل۔ سیاست کے ساتھ وہ جرگے اور گھر کے معاملات بھی خوش اسلوبی سے نبھا رہا تھا۔ خاص کر باپ اور شوہر کا فرض اس پورے عرصے میں اس نے نبھایا تھا۔ مہزلہ اس شخص کی سپورٹ کے بغیر یہ ڈگری مکمل کر ہی نہیں سکتی تھی۔ کہ برلاس راتوں کو روشینا کے پاس نہیں ٹھہرتا تھا۔ اسے ماں چاہیے ہوتی تھی۔ ایسے میں اسفندیار دن بھر کا تھکا ہوا بھی ہوتا تو اسے سنبھالتا تھا۔ کہ اس لڑکی کی نیند بھی ضروری تھی اور پڑھائی بھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ مہزلہ کو بھیانک خواب بھی آنے

بند ہو چکے تھے۔ اور اسکی نیند بھی نارمل روٹین پر آگئی تھی۔ اب تو اتنا سونے لگی تھی۔ کہ اسفندیار اسے فجر میں اٹھاتا تھا کیونکہ اسکے بعد اسے پڑھنا ہوتا تھا۔ مہزلہ کو دوسری اولاد کی شدید خواہش تھی مگر اسفندیار نے اسکی ڈگری اور ہاؤس جاب مکمل ہونے تک سختی سے منع کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا اس سے ابھی ایک نہیں سنبھالا جا رہا تھا دوسرا بھی پھر اسے ہی سنبھالنا پڑتا۔ جس پر مہزلہ اس سے خاصا لڑی بھی تھی۔ مگر اسفندیار کے آگے کہاں اسکی زیادہ دیر چل سکتی تھی۔۔؟

اس نے بے چین ہوتے پانچویں بار نازک سی سلور کلر کی رسٹ واچ میں ٹائم دیکھا۔ اور پھر انٹرینس کو۔

آپ نے انہیں یاد دلا دیا تھا نا۔۔ آج کانووکیشن ہے میرا۔۔" مہزلہ نے اپنے ساتھ فرنٹ رو میں بیٹھیں روشینا سے جھنجھلا کر کہا۔ جو ڈیڑھ سال کے برلاس جو کہ اسفندیار کی کاربن کاپی تھا اسے لیے بیٹھی تھیں۔ برلاس ماں کا ہیٹ ہاتھ میں لیا۔ اسکے فیتے سے کھیل رہا تھا۔ اور برابر میں بیٹھا زرغان کبھی ایک طرف سے کھینچ کر تنگ کر رہا تھا کبھی دوسری طرف سے۔۔ برلاس اور زرغان کی شروع سے نجانے کیوں اور کیسے ٹھن گئی تھی کہ معصوم زرغان کچھ اچھا بھی کرنا چاہتا تو

برلاس اس پر چیختا ہی تھا۔گھر کے دو پودنوں کی لڑائیاں اب معمول بن چکی تھیں۔ برلاس کو زرغان ایک لمحہ بھی ماں کے پاس یا قریب برداشت نہ تھا۔ جس پر مہزلہ کو کبھی کبھی اپنے بھائی پر ترس آجاتا تھا۔ مگر زرغان بھی کم نہ تھا کسی نہ کسی بہانے سے مہزلہ سے چپک کر برلاس کا لاؤڈا سپیکر کھلوادیتا تھا۔اور اسفندیار اس معاملے میں اس قدر بائیزڈ تھا کہ مہزلہ بس اسے دیکھ کر رہ جاتی تھی۔ اسکا ماننا تھا زرغان اسکے بیٹے کے ساتھ صحیح کررہا ہے کیونکہ ہوا کچھ یوں تھا کہ۔۔۔

یہ آج سے ایک ماہ پرانی بات تھی۔ وہ رات دیر سے گھر لوٹا تھا۔آج ڈیرے پر اسکے دوسرے شہر سے مہمان آئے ہوئے تھے۔اب ان کو رخصت کر کے ہی لوٹا تھا۔رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔پورے گھر میں اندھیرا چھایا تھا۔اسکے قدم سیدھے سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئے۔ کمرے میں داخل ہوا تو صرف بیڈ سائیڈ لیمپ روشن تھا۔اور اسکی دشمنِ جاں بستر میں دبکی سو رہی تھی۔ برابر میں برلاس بھی لیٹا پرسکون نیند کے مزے لے رہا تھا۔لبوں پر نرم مسکراہٹ لیے شال صوفے پر ڈالتا ان کی سمت بڑھ گیا۔ابھی برلاس کو بوسہ

دینے کے لیے جھک ہی رہا تھا کہ فوراً دور ہو گیا۔اسکی آنکھ کھل جاتی تو اسفندیار کا باجا نج جانا تھا۔اس لیے وہ اپنے قیمتی سامان کے پاس آگیا تھا۔اسکے برابر میں نیم دراز ہوتا نرمی سے رخسار پر بوسہ دے گیا۔

"اے لڑکی۔۔آج اتنی جلدی سو گئیں۔۔"اسکے گرد بازو حمائل کرتے سرگوشی کی تھی۔مہزلہ نیند میں ہی کسمسا گئی تھی۔مگر اسفندیار کا ارادہ اسے اٹھانے کا تھا۔اور اسکے لمس کے علاوہ کسی کا باپ بھی اسے نہیں اٹھا سکتا تھا۔کچھ ہی دیر میں مہزلہ کی آنکھ کھل گئی تھی۔اور انتہائی خفگی سے اسفند کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا ہے دیکھ نہیں رہے سو رہی ہوں میں۔۔"اسفندیار نے اسکی ٹھوڑی پکڑتے ناک چومی۔۔

"دیکھ نہیں رہیں میں اپنی بیوی کو پیار کر رہا ہوں۔۔"گھمبیر جذبوں سے پر آواز میں کہتا فاصلے سمیٹ گیا تھا۔مہزلہ کے ہاتھ اسکے کندھوں پر آٹھہرے تھے۔

"بیوی نے نہیں کہا دیر رات گھر آئیں اور پھر اسے ڈسٹرب کریں۔۔"اس نے احتیاطاً آواز مدھم ہی رکھی تھی۔برابر میں ہی تو تھا برلاس بلکل۔۔!

تو بیوی کب شوہر کو وقت دے گی سارا دن تو بیٹے اور کتابوں میں لگی رہتی" ہے۔۔"اسکے ناراضی سے کہنے پر مہزلہ مسکراتی اسکے گلے میں حصار باندھ گئی۔

جھوٹ تو کم بولیں۔۔"اسفندیار اسے خشمگین نگاہوں سے دیکھتا فاصلے پھر مختصر کر گیا تھا۔ابھی قربت کے لمحے اتنے طویل بھی نہ ہوئے تھے کہ برلاس اپنا لاؤڈ اسپیکر آن کرتا اٹھ گیا۔اسفند اور مہزلہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔"مم۔۔ما۔۔۔!مم۔۔۔۔ما!!"دھاڑے مار کر روتا کروٹ بدل کر مہزلہ پر آگیا۔مہزلہ نے فوراً اپنے لختِ جگر کو گلے سے لگایا تھا۔

میلی جان۔۔مما یہیں ہیں اپنے شہزادے کے پاس۔۔"برلاس اسکے سینے میں" گھسا سسکیوں سے رو رہا تھا۔جبکہ اسفندیار ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھا نیم دراز خشمگین نگاہوں سے برلاس کو گھور رہا تھا۔

اسے بس پتہ چل جاتا ہے تم میرے پاس ہو۔۔!"اسکے خفگی بھرے لہجے پر" مہزلہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔اور بے ساختہ ہنس پڑی کیونکہ اتفاق سے دو تین بار ایسا ہو چکا تھا۔برلاس نے آنسو بھری آنکھوں سے اپنی چھوٹی سی تیوری پر بل لیے باپ کی جانب دیکھا تھا۔

کیا ہے۔۔ کیا گھور رہا ہے۔۔ سو رہا تھا سوتا رہتا کیوں کباب میں ہڈی بنتا" ہے۔۔؟" اسکے بیٹے کو ڈانٹنے پر مہزلہ کا منہ کھل گیا۔ پھر گھور کر اسے دیکھا۔

"میرے بیٹے کو نہیں ڈانٹ سکتے آپ۔۔"

اور وہ جو میری بیوی پر قبضہ جمارہا ہے۔۔؟" وہ بھی دو بدو بولا۔ مہزلہ نے ہنسی" ضبط کرتے برلاس کی جانب دیکھا۔ جو اطمینان سے اسکے سینے پر سر رکھ گیا تھا۔ میلی۔۔ مم۔۔ ما۔۔" اور اس بار مہزلہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر پائی تھی۔ اور برلاس" کو بے اختیار چوم گئی۔ جو اسفندیار کو مزید آگ لگا گئی تھی۔

پہلے بولنا تو سیکھ لے۔۔ میلی مما۔۔!!" اسفندیار نے غصیلے لہجے میں کہا اسکا" سارا موڈ برباد کر دیا تھا۔ اسے معلوم تھا اب گھنٹے دو گھنٹے سے پہلے یہ نہیں سونے والا تھا۔ "مورے کہنا سکھاؤ اسے۔۔ آیا بڑا انگریز کی اولاد۔۔۔!" مہزلہ کھلکھلاتی برلاس کو خود سے لپٹا گئی تھی۔

یہ سب مجھے نہیں معلوم۔۔ میں نے کہہ دیا تھا نہیں کہ آج تمہیں ڈگری مل" "رہی ہے۔۔ اب وہ فارغ ہوں گے تو آجائیں گے۔۔

یقیناً بھول گئے ہوں گے۔۔ میں چھوڑوں گی نہیں انہیں اگر انہوں نے میرا" ڈگری لیتا سین مس کیا۔۔" وہ شدید کھولن میں بیٹھی تھی اس وقت۔ پچھلے دو تین دن سے وہ مانسہرا میں تھا۔ آج واپسی تھی مگر وہ پرسوں رات سے اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔ لیکن اس نے روشینا کے ذریعے اپنا پیغام پہنچوا دیا تھا۔

بس کر دو فارغ نہیں بیٹھے وہ۔۔ اور ذرا بتاؤ کونسا ایسا موقع یاد ہے جو انہیں یاد نہیں۔۔ شادی کی سالگرہ تک بھولی بیٹھیں تھیں تم۔۔" ماں نے اسے لتاڑا تو وہ انہیں گھورنے لگی۔

"آپ کے تو چہیتے ہیں وہ۔۔"

ہاں ہے میرا بچا۔۔ اور تم کیا کر رہے ہو پھر اس سے لڑ رہے ہو۔۔" روشینا نے زرغان کو ڈپٹا تو وہ منہ بسور گیا تھا۔

"مم۔۔۔ما۔۔"

ہاں میری جان۔۔ آپ کی مما یہیں ہیں۔۔" مہزلہ نے جھکتے اسے بوسہ دیا تھا۔ جب سے برلاس ٹوٹے پھوٹے لفظ بولنے شروع کیے تھے زرغان کو نجانے کیا کیا کہہ جاتا تھا۔

مسز خان۔۔! "مہزلہ نے اپنے مخاطب جانے پر چونکتے سامنے کھڑی لڑکی کو" دیکھا۔جو شاید مینجمینٹ میں سے تھی۔

"یس۔۔؟"

یہ آپ کے لیے۔۔"اس نے ایک نیلے رنگ کا اینولب اسکی سمت بڑھایا" تھا۔مہزلہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میرے لیے۔۔؟ مگر کس نے دیا۔۔؟"

سوری میم یہ تو نہیں معلوم مگر ایک مسٹر آئے تھے۔۔انہوں نے آپکو دینے" کے لیے کہا۔۔"مہزلہ لب کا کنارہ دباتی الجھن کا شکار ہوئی تھی۔ مگر وہ اینولب تھام گئی۔ایک بار اپنے اطراف میں دیکھا۔لڑکیاں اپنے پیرینٹس کے ساتھ بیٹھیں تھیں۔اسٹیج پر ٹیچرز اسپیچز کر رہے تھے۔اس نے اینولب کھول لیا۔جس میں ایک سفید رنگ کا خط تھا۔وہ حیرت زدہ ہوتی کاغذ کھول گئی۔

اسلاو علیکم مہزلہ۔۔! امید ہے خیریت سے ہو گی۔۔زیادہ تجسس میں ڈال کر' پریشان نہیں کروں گا۔۔میں کاروان تمہارا دوست۔۔! جو دوستی کے ایک حرف پر بھی پورا نہ اتر سکا۔۔آج سے ایک ہفتے پہلے میں دو سال بعد شارجہ سے

لوٹا ہوں۔۔ بلآخر میری شادی ہو رہی ہے۔۔ لڑکی امی کی پسند کی ہے۔۔ شادی کے بعد اسے لے کر اپنے ساتھ چلا جاؤں گا۔۔ مگر مجھے تمہارا معلوم ہوا۔۔ تم گلریز کی نہیں اسفندیار خان کی بیوی ہو۔۔۔!! یہ سب کیسے ہوا مہزلہ کاش میں تفصیل تمہارے منہ سے سنتا۔۔! مگر جتنا لوگوں سے معلوم ہوا وہ سب مجھے دنگ کر گیا ہے۔۔ حویلی والوں کے انجام نے مجھے حیران کر دیا ہے۔۔ مگر اسفندیار۔۔۔! تم اسکے ساتھ خوش ہو اس بات پر یقین کرنا اتنا مشکل کیوں ہے میرے لیے۔۔۔؟ لیکن ابھی تمہیں تمہاری اولاد اور روشینا بی بی کے ساتھ دیکھا تو یقین ہی نہ آیا۔۔ تم واقعی اس شخص کے ساتھ خوش ہو۔۔۔! کتنی عجیب بات اپنی تکلیفوں کی وجہ سمجھ رہیں تھیں آج تمہارا سب ہے مہزلہ جس شخص کو تم کچھ بنا بیٹھا ہے۔۔ ایسا کیا کر دیا تم نے اس کے ساتھ۔۔؟' مہزلہ کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں جبکہ لب مسکرا رہے تھے۔ 'مگر میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں وہ شخص چاہے جیسا بھی تھا اس نے تمہارا خواب پورا کیا۔۔ تم ڈاکٹر بن گئیں آج۔۔ شاید تمہارا یہ خواب میں کبھی پورا نہ کر پاتا۔۔ مجھے ہمیشہ تمہیں کھونے کا افسوس رہے گا۔۔ لیکن خوشی بھی ہے کہ تمہیں مجھ سے کئی درجے بہتر شخص ملا

ہے۔۔اب اجازت چاہوں گا۔۔اگر ممکن ہو میری شادی میں آ جانا۔۔'مہزلہ نے ایڈریس لکھا دیکھ ایک بار پھر نظریں بے چینی سے حال میں گھومائیں تھیں۔اور اسے کافی دور تنہا کھڑا کاروان نظر بھی آگیا۔جو اس سے نظر ملنے پر مسکرایا تھا۔اسکی آنکھیں نجانے کیوں بھر آئیں تھیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اس تک جانے کا سوچتی مائیک پر اسکا نام پکارا گیا تھا۔مہزلہ چونکتی پلٹی تھی۔اسٹیج پر اسے بلایا جارہا تھا۔

جاؤ بیٹا۔۔"روشینا نے اسے ہیٹ پہناتے جانے کا اشارہ کیا تو اس نے بس" آخری بار کاروان کو دیکھا تھا۔اور پھر اسٹیج کی سمت بڑھ گئی۔ مگر اسکے قدم ایک پل کے لیے ٹھٹھکے تھے۔جہاں سفید کلف دار کرتا شلوار میں ملبوس اپنی چارمنگ پرسنیلیٹی لیا اسفندیار چیف گیسٹ کے طور پر کھڑا تھا۔گھنی مونچھوں تلے لبوں پر گہری مسکراہٹ تھی۔جبکہ نگاہوں میں لو دیتی تپش تھی۔وہ جیسے ہر شے بھولتی اسکی سمت بڑھنے لگی۔یہ شخص اس کا آج بھی تھا اور کل بھی اسکے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں جس کے لیے وہ پلٹتی۔

فورمائے بیوٹیفل شیرنی۔۔۔"ڈگری کے ساتھ سرخ گلابوں سے سجا بکے اسکی" سمت بڑھایا تھا۔مہزلہ نے خواب کی سی کیفیت میں اسے تھاما تھا جبکہ لبوں پر دلکش مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔پورا حال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔جس میں کاروان خان کی تالی بھی شامل تھی۔مگر لبوں پر افسردہ سی مسکراہٹ تھی۔

اگر آج کا دن مس کرتے۔۔۔تو ساری زندگی نہیں بخشتی۔۔۔"مہزلہ تھنکس کی" جگہ جتاتے انداز میں بڑبڑائی تھی۔

اور میں چاہتا ہوں تم ساری زندگی یونہی میرے سر پر مسلط رہو۔۔۔"اس نے" بھی گھمبیر لہجے میں چھیڑا تھا۔اور اس کا ہاتھ تھامتا سٹیج کی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گیا۔مہزلہ اس پل کھل کر مسکرائی تھی۔کیمرے کی آنکھ نے یہ مکمل منظر ہمیشہ کے لیے قید کر لیا تھا۔

****

ختم شد